الجامع المسند الصحیح المختصر من امور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ
صحیح البخاری
للإمام أبی عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری الجعفی رحمہ اللہ
۱۹۴ھ ـــــ ۲۵۶ھ
دوم
ترجمہ وتشریح
مولانا محمد داؤد راز
نظر ثانی
شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد
مقدمہ
حافظ زبیر علی زئی
تخریج
فضیلۃ الشیخ احمد زھوۃ فضیلۃ الشیخ احمد عنایۃ
www.minhajusunat.com
دار العلم ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
معزز قارئین توجہ فرمائیں!
منہاج السنت ڈاٹ کام پر تمام ''پی ڈی یف'' کتب قارئین کے مطالعے اور دعوتی و اصلاحی مقاصد کے لئے اپلوڈ کی جاتی ہیں۔
تنبیہ
کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی سخت ممانعت ہے، اور ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔
منہاج السنت النبویہ ﷺ لائبریری ٹیم

الجامع المسند الصحیح المختصر من امور
رسول الله صلی الله علیه وسلم وسننه وایامه

صحیح بخاری

للإمام ابی عبد الله محمد بن اسمٰعیل البخاری الجعفی رحمہ اللہ

۱۹۴ھ ——— ۲۵۶ھ

ترجمه و تشریح

مولانا محمد داؤد راز

جلد دوم

نظر ثانی

شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد

مقدمه

حافظ زبیر علی زئی

تخریج

فضیلۃ الشیخ احمد زھوۃ — فضیلۃ الشیخ احمد عنایۃ

دار العلم ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ مطبوعات دار العلم نمبر 151

نام کتاب	:	صحیح البخاری
تالیف	:	الامام محمد بن اسمٰعیل البخاری
ترجمہ وتشریح	:	مولانا محمد داؤد راز
جلد	:	دوم
ناشر	:	دار العلم، ممبئی
طابع	:	محمد اکرم مختار
تعداد اشاعت (بار اوّل)	:	ایک ہزار
تاریخ اشاعت	:	ستمبر ۲۰۱۲ء

دار العلم ممبئی

DARUL ILM

PUBLISHERS & DISTRIBUTORS

242, J.B.B. Marg, (Belasis Road),
Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)
Tel. (+91-22) 2308 8989, 2308 2231
Fax : (+91-22) 2302 0482
E-mail : ilmpublication@yahoo.co.in

فہرست

تشریحی مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے مسائل کا بیان

تشریح: لفظ جمعہ میم کے ساکن کے ساتھ اور جمعہ میم کے فتح کے ساتھ ہر دو طرح سے بولا گیا ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں: "قال فی الفتح قد اختلف فی تسمیة الیوم بالجمعة مع الاتفاق علی انه کان لیسمی فی الجاهلیة العروبة بفتح العین وضم الراء وبالوحدة...... الخ۔" یعنی جمعہ کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عہد جاہلیت میں اس کو یوم عروبہ کہا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس دن مخلوق کی خلقت تکمیل کو پہنچی اس لئے اسے جمعہ کہا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تخلیق آدم کی تکمیل اسی دن ہوئی اس وجہ سے اسے جمعہ کہا گیا۔ ابن حمید میں سند صحیح سے مروی ہے کہ اسعد بن زرارہ کے ساتھ انصار نے جمع ہو کر نماز ادا کی اور اسعد بن زرارہ نے ان کو وعظ فرمایا پس اس کا نام انہوں نے جمعہ رکھ دیا کیوں کہ وہ سب اس میں جمع ہوئے یہ بھی ہے کہ کعب بن لوی اس دن اپنی قوم کو حرم شریف میں جمع کر کے ان کو وعظ کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اس حرم سے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ یوم عروبہ کا نام سب سے پہلے یوم جمعہ کعب بن لوی ہی نے رکھا۔ یہ دن بڑی فضیلت رکھتا ہے اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں جو نیک دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی روش کے مطابق نماز جمعہ کی فرضیت کے لئے آیت قرآنی سے استدلال فرمایا جیسا کہ باب ذیل سے ظاہر ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری فرماتے ہیں: "وذکر ابن القیم فی الهدی لیوم الجمعة ثلاثا وثلا ثین خصوصیة ذکر بعضها الحافظ فی الفتح ملخصا من احب الوقوف علیها فلیرجع الیها۔" (مرعاۃ ج، ۲/ ص: ۲۷۲)

یعنی جمعہ کے دن کے لئے ۳۳ خصوصیات ہیں جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کچھ ان میں سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں بھی نقل کی ہیں، تفصیلات کے شائقین ان کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

بَابُ فَرْضِ الْجُمُعَةِ،

باب: جمعہ کی نماز فرض ہے

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [الجمعة :۹] فَاسْعَوْا: فَامْضُوا.

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ "جمعہ کے دن جب نماز کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ کی یاد کے لیے چل کھڑے ہو اور خرید و فروخت چھوڑ دو کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم کچھ جانتے ہو"۔ (آیت میں) فاسعوا، فامضوا کے معنی میں ہے (یعنی چل کھڑے ہو)۔

تشریح: ایک دفعہ ایسا ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ اچانک تجارتی قافلہ اموال تجارت لے کر مدینہ میں آ گیا اور اطلاع پا کر لوگ اس قافلے سے مال خریدنے کے لئے جمعہ کا خطبہ و نماز چھوڑ کر چلے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے، اس وقت عتاب کے لئے اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر یہ بارہ نمازی بھی مسجد میں نہ رہ جاتے تو مدینہ والوں پر یہ وادی آگ بن کر بھڑک اٹھتی۔" نہ جانے والوں میں حضرات شیخین بھی تھے۔ (ابن کثیر) اسی واقعہ کی بنا پر خرید و فروخت چھوڑنے کا بیان ایک اتفاقی چیز ہے جو شان نزول کے اعتبار سے

سامنے آئی، اس سے یہ استدلال کہ جمعہ صرف وہاں فرض ہے جہاں خرید وفروخت ہوتی ہو یہ استدلال صحیح نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ جہاں مسلمانوں کی جماعت موجود ہو وہاں جمعہ فرض ہے وہ جگہ شہر ہو یا دیہات تفصیل آگے آ رہی ہے۔

٨٧٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، أَنَّ عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ، مَوْلَى رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا، ثُمَّ هَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ، فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهُ، فَالنَّاسُ لَنَا فِيْهِ تَبَعٌ، الْيَهُوْدُ غَدًا وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ)).

[راجع: ٢٣٨]

(٨٧٦) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن حارث کے غلام عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے بیان کیا کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہم دنیا میں تمام امتوں کے بعد ہونے کے باوجود قیامت میں سب سے آگے رہیں گے فرق صرف یہ ہے کہ کتاب انہیں ہم سے پہلے دی گئی تھی۔ یہی (جمعہ) ان کا دن تھا جو تم پر فرض ہوا ہے۔ لیکن ان کا اس کے بارے میں اختلاف ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن بتا دیا اس لیے لوگ اس میں ہمارے تابع ہوں گے۔ یہود دوسرے دن ہوں گے اور نصاریٰ تیسرے دن۔''

بَابُ فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُوْدُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَوْ عَلَى النِّسَاءِ؟

باب: جمعہ کے دن نہانے کی فضیلت اور اس بارے میں بچوں اور عورتوں پر جمعہ کی نماز کے لیے آنا فرض ہے یا نہیں؟

٨٧٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ)). [طرفاه في: ٨٩٤، ٩١٩] [نسائي: ١٣٧٥]

(٨٧٧) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی اور ان کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم میں سے جب کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لیے آنا چاہے تو اسے غسل کر لینا چاہیے۔''

٨٧٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، بَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَنَادَاهُ عُمَرُ: أَيَّةُ سَاعَةٍ هَذِهِ؟ قَالَ: إِنِّي شُغِلْتُ

(٨٧٨) ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے امام مالک سے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر نے ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں نبی اکرم ﷺ کے اگلے صحابہ مہاجرین میں سے ایک بزرگ تشریف لائے (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا بھلا یہ کون سا وقت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں مشغول ہو گیا تھا اور گھر واپس آتے ہی اذان کی آواز سنی، اس

فَلَمْ أَنْقَلِبْ إِلَى أَهْلِيْ حَتَّى سَمِعْتُ التَّأْذِيْنَ، فَلَمْ أَزِدْ أَنْ تَوَضَّأْتُ. قَالَ: وَالْوُضُوْءَ أَيْضًا وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ. [طرفه في: ۸۸۲]

لیے میں وضو سے زیادہ اور کچھ (غسل) نہ کر سکا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا وضو بھی۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ غسل کے لیے فرماتے تھے۔

تشریح: یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تاخیر میں آنے پر ٹوکا۔ آپ نے عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں غسل بھی نہ کر سکا بلکہ صرف وضو کر کے چلا آیا ہوں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گویا آپ نے صرف دیر میں آنے پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ایک دوسری فضیلت غسل کو بھی چھوڑ آئے ہیں۔ اس موقع پر قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے غسل کے لئے پھر نہیں کہا۔ ورنہ اگر جمعہ کے دن غسل فرض یا واجب ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ضرور کہنا چاہیے تھا اور یہی وجہ تھی کہ دوسرے بزرگ صحابی جن کا نام دوسری روایتوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آتا ہے، نے بھی غسل کو ضروری نہ سمجھ کر صرف وضو پر اکتفا کیا تھا۔ ہم اس سے پہلے بھی جمعہ کے دن غسل پر ایک نوٹ لکھ آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران امام امر ونہی کر سکتا ہے لیکن عام لوگوں کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ انہیں خاموشی اور اطمینان کے ساتھ خطبہ سننا چاہیے۔ (تفہیم البخاری)

۸۷۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)). [راجع: ۸۵۸]

(۸۷۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہمیں مالک نے صفوان بن سلیم کے واسطہ سے خبر دی، انہیں عطاء بن یسار نے، انہیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جمعہ کے دن ہر بالغ کے لیے غسل ضروری ہے۔“

بَابُ الطِّيْبِ لِلْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن نماز کے لیے خوشبو لگانا

۸۸۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ بَكْرِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ، وَأَنْ يَسْتَنَّ وَأَنْ يَمَسَّ طِيْبًا إِنْ وَجَدَ)) قَالَ عَمْرٌو: أَمَّا الْغُسْلُ فَأَشْهَدُ أَنَّهُ وَاجِبٌ، وَأَمَّا الْإِسْتِنَانُ وَالطِّيْبُ فَاللّٰهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَاجِبٌ هُوَ أَمْ لَا؟ وَلَكِنْ هٰكَذَا

(۸۸۰) ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں حرمی بن عمارہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ بن حجاج نے ابوبکر بن منکدر سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن سلیم انصاری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں گواہ ہوں کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میں گواہ ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جمعہ کے دن ہر جوان پر غسل، مسواک اور خوشبو لگانا اگر میسر ہو، ضروری ہے۔“ عمرو بن سلیم نے کہا کہ غسل کے متعلق تو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ واجب ہے لیکن مسواک اور خوشبو کا علم اللہ تعالیٰ کو زیادہ ہے کہ وہ بھی واجب ہیں یا نہیں۔ لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔

ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ ابوبکر بن منکدر محمد بن منکدر

فِي الْحَدِيْثِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: هُوَ أَخُوْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَلَمْ يُسَمَّ أَبُوْ بَكْرٍ هَكَذَا، رَوَى عَنْهُ بُكَيْرُ بْنُ الْأَشَجِّ وَسَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ هِلَالٍ وَعِدَّةٌ. وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ يُكْنَى بِأَبِيْ بَكْرٍ وَأَبِيْ عَبْدِاللَّهِ. [راجع: ٨٥٨]

[مسلم: ١٩٦٠؛ ابوداود: ٣٤٤؛ نسائي: ١٣٧٤، ١٣٨٢]

کے بھائی تھے اور ان کا نام معلوم نہیں (ابوبکر ان کی کنیت تھی) بکیر بن اشج سعید بن ابی ہلال اور بہت سے لوگ ان سے روایت کرتے ہیں۔ اور محمد بن منکدر ان کے بھائی کی کنیت ابوبکر اور ابوعبداللہ بھی تھی۔

بَابُ فَضْلِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کی نماز کو جانے کی فضیلت

٨٨١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ- مَوْلَى أَبِيْ بَكْرِ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ- عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ)).

[مسلم: ١٩٦٤؛ ابوداود: ٣٥١؛ ترمذي: ٤٩٩؛ نسائي: ١٣٨٧]

(٨٨١) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے غلام سمی سے خبر دی، جنہیں ابوصالح سمان نے، انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کرکے نماز پڑھنے جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی (اگر اول وقت مسجد میں پہنچا) اور اگر بعد میں گیا تو گویا ایک گائے کی قربانی دی اور جو تیسرے نمبر پر گیا تو گویا اس نے ایک سینگ والے مینڈھے کی قربانی دی۔ اور جو کوئی چوتھے نمبر پر گیا تو اس نے گویا ایک مرغی کی قربانی دی اور جو کوئی پانچویں نمبر پر گیا اس نے گویا انڈا اللہ کی راہ میں دیا۔ لیکن جب امام خطبہ کے لیے باہر آ جاتا ہے تو ملائکہ خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔"

تشریح: اس حدیث میں ثواب کے پانچ درجے بیان کئے گئے ہیں جمعہ میں حاضری کا وقت صبح ہی سے شروع ہو جاتا ہے اور سب سے پہلا ثواب اسی کو ملے گا جو اول وقت جمعہ کے لئے مسجد میں آ جائے۔ سلف امت کا اسی پر عمل تھا کہ وہ جمعہ کے دن صبح سویرے مسجد میں چلے جاتے اور نماز کے بعد گھر جاتے، پھر کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے۔ دوسری احادیث میں ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے نکلتا ہے تو ثواب لکھنے والے فرشتے بھی مسجد میں آ جاتے اور سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ مرغ کے ساتھ انڈے کا بھی ذکر ہے اسے حقیقت پر محمول کیا جائے تو انڈے کی بھی حقیقی قربانی جائز ہو گی جس کا کوئی قائل نہیں۔ ثابت ہوا کہ یہاں مجازاً قربانی کا لفظ بولا گیا ہے جو تقرب الی اللہ کے معنی میں ہے۔ (کما سیاتی)

بَابٌ

باب

٨٨٢۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى هُوَابْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: لِمَ تَحْتَبِسُونَ عَنِ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ تَوَضَّأْتُ. فَقَالَ: أَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَاحَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ)). [راجع: ٨٧٨]

(٨٨٢) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبان بن عبدالرحمٰن نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک بزرگ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) داخل ہوئے۔ عمر بن خطاب نے فرمایا کہ آپ لوگ نماز کے لیے آنے میں کیوں دیر کرتے ہیں؟ (اول وقت کیوں نہیں آتے) آنے والے بزرگ نے فرمایا کہ دیر صرف اتنی ہوئی کہ اذان سنتے ہی میں نے وضو کیا (اور پھر حاضر ہوا) آپ نے فرمایا کہ کیا آپ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث نہیں سنی ہے کہ ”جب کوئی جمعہ کے لیے جائے تو اسے غسل کر لینا چاہیے۔“

تشریح: اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ایسے جلیل الشان صحابی پر خفا ہوئے اگر جمعہ کی نماز فضیلت والی نہ ہوتی تو خفگی کی ضرورت کیا تھی، پس جمعہ کی نماز کی فضیلت ثابت ہوئی اور یہی ترجمہ باب ہے۔ بعض نے کہا کہ اور نمازوں کے لئے قرآن شریف میں یہ حکم ہوا: ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ﴾ (٥/ المائدة: ٦) یعنی وضو کرو۔ اور جمعہ کی نماز کے لئے نبی کریم ﷺ نے غسل کرنے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کا درجہ اور نمازوں سے بڑھ کر ہے اور دوسری نمازوں پر اس کی فضیلت ثابت ہوئی اور یہی ترجمہ باب ہے۔ (وحیدی)

یہاں ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سید المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ کو اللہ پاک نے حدیث نبوی کے مطالب پر کس قدر گہری نظر عطا فرمائی تھی۔ اسی لئے علامہ عبدالقدوس بن ہمام اپنے چند مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب کے فقہی تراجم وابواب بھی مسجد نبوی کے اس حصہ میں بیٹھ کر لکھے ہیں جس کو نبی کریم ﷺ نے جنت کی ایک کیاری بتلایا ہے۔ اس جانکاہی اور ریاضت کے ساتھ سولہ سال کی مدت میں یہ عدیم النظیر کتاب مکمل ہوئی جس کا لقب بغیر کسی تردد کے اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار پایا امت کے لاکھوں کروڑوں محدثین اور علما نے سخت سے سخت کسوٹی پر اسے کسا مگر جو لقب اس تصنیف کا مشہور ہو چکا تھا وہ پتھر کی لکیر تھا نہ مٹنا تھا نہ مٹا۔ اس حقیقت باہرہ کے باوجود ان سطحی ناقدین زمانہ پر سخت افسوس ہے جو آج قلم ہاتھ میں لے کر امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کی عدیم المثال کتاب پر تنقید کرنے کے لئے جسارت کرتے اور اپنی کم عقلی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ایسے حضرات دیوبند سے متعلق ہوں یا کسی اور جگہ سے، ان پر واضح ہونا چاہیے کہ ان کی یہ سعی لاحاصل امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کی جلیل القدر کتاب کی ذرہ برابر بھی شان نہ گھٹا سکے گی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو کوئی آسمان کی طرف تھوکے اس کا تھوک الٹا اس کے منہ پر آئے گا کہ قانون قدرت یہی ہے۔ بخاری شریف کی علمی خصوصیات لکھنے کے لئے ایک مستقل تصنیف اور ایک روشن ترین فاضلانہ دماغ کی ضرورت ہے۔ یہ کتاب صرف احادیث صحیحہ ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اصول وعقائد، عبادات ومعاملات، غزوات وسیر، اسلامی معاشرت وتمدن، مسائل سیاست وسلطنت کی ایک جامع انسائیکلو پیڈیا ہے۔ آج کے نوجوان روشن دماغ مسلمانوں کو اس کتاب سے جو کچھ تشفی حاصل ہو سکتی ہے وہ کسی دوسری جگہ نہ ملے گی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بڑے لوگوں کو چاہیے کہ نیک کاموں کا حکم فرماتے رہیں اور اس بارے میں کسی کا لحاظ نہ کریں۔ جن کو نصیحت کی جائے ان کا بھی فرض ہے کہ تسلیم کرنے میں کسی قسم کا دریغ نہ کریں اور بلا چوں وچرا نیک کاموں کے لئے سر تسلیم خم کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دانائی دیکھئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب سنتے ہی تاڑ گئے کہ آپ بغیر غسل کے جمعہ کے لئے آگئے ہیں۔ اس سے غسل جمعہ کی اہمیت بھی ثابت ہوئی۔

بَابُ الدُّهْنِ لِلْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کی نماز کے لیے بالوں میں تیل کا استعمال

٨٨٣۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنِ ابْنِ وَدِيعَةَ، عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ، أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ، فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَمَابَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى)).

[طرفه في: ٩١٠] [راجع:٨٨٢]

(٨٨٣) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے سعید مقبری سے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ ابو سعید مقبری نے عبداللہ بن ودیعہ سے خبر دی، ان سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور خوب اچھی طرح سے پاکی حاصل کرے اور تیل استعمال کرے یا گھر میں جو خوشبو میسر ہو استعمال کرے پھر نماز جمعہ کے لیے نکلے اور مسجد میں پہنچ کر دو آدمیوں کے درمیان نہ گھسے۔ پھر جتنی ہو سکے نفل نماز پڑھے اور جب امام خطبہ شروع کرے تو خاموش سنتا رہے تو اس کے اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن ایک سچے مسلمان کے لئے ظاہری و باطنی ہر قسم کی مکمل پاکی حاصل کرنے کا دن ہے۔

٨٨٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ طَاوُسٌ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: ذَكَرُوا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْسِلُوا رُؤُوسَكُمْ وَإِنْ لَمْ تَكُونُوا جُنُبًا، وَأَصِيبُوا مِنَ الطِّيبِ)) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ، وَأَمَّا الطِّيبُ فَلَا أَدْرِي. [طرفه في: ٨٨٥]

(٨٨٤) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی کہ طاؤس بن کیسان نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جمعہ کے دن اگر چہ جنابت نہ ہو لیکن غسل کرو اور اپنے سر دھویا کرو اور خوشبو لگایا کرو۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ غسل کا حکم تو ٹھیک ہے لیکن خوشبو کے متعلق مجھے علم نہیں۔

٨٨٥۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَيَمَسُّ طِيبًا أَوْ دُهْنًا إِنْ كَانَ عِنْدَ أَهْلِهِ؟ فَقَالَ: لَا أَعْلَمُهُ. [راجع: ٨٨٤]

[مسلم: ١٩٦١، ١٩٦٢]

(٨٨٥) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی، کہ انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے خبر دی اور انہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے، آپ نے جمعہ کے دن غسل کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی حدیث کا ذکر کیا تو میں نے کہا کہ کیا تیل اور خوشبو کا استعمال بھی ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

تشریح: تیل اور خوشبو کے متعلق حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث اوپر ذکر ہوئی ہے غالباً ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کا علم نہ ہو سکا۔

بَابٌ: مَا يَلْبَسُ أَحْسَنَ مَا يَجِدُ

باب: جمعہ کے دن عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنے جو اس کو مل سکے

٨٨٦۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، رَأَى حُلَّةَ سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَوِ اشْتَرَيْتَ هَذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ)) ثُمَّ جَاءَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مِنْهَا حُلَلٌ، فَأَعْطَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَسَوْتَنِيهَا وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا)) فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَخًا لَهُ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا. [أطرافه في: ٩٣٨، ٢١٠٤، ٢٦١٢، ٢٦١٩، ٣٠٥٤، ٥٨٤١، ٥٩٨١، ٦٠٨١]

[مسلم: ٥٤٠١؛ ابوداود: ١٠٧٦؛ نسائي: ١٣٨١]

(٨٨٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (ریشم کا) دھاری دار جوڑا مسجد نبوی کے دروازے پر بکتا دیکھا تو کہنے لگے: یارسول اللہ! بہتر ہو اگر آپ اسے خرید لیں اور جمعہ کے دن اور وفود جب آپ کے پاس آئیں تو ان کی ملاقات کے لیے آپ اسے پہنا کریں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”اسے تو وہی پہن سکتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔“ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس اسی طرح کے کچھ جوڑے آئے تو اس میں سے ایک جوڑا آپ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے یہ جوڑا پہنا رہے ہیں حالانکہ اس سے پہلے عطارد کے جوڑے کے بارے میں آپ نے کچھ ایسا فرمایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں نے اسے تمہیں خود پہننے کے لیے نہیں دیا ہے۔“ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ایک مشرک بھائی کو پہنا دیا جو مکے میں رہتا تھا۔

تشریح: عطارد بن حاجب بن زرارہ تمیمی رضی اللہ عنہ کپڑے کے بیوپاری یہ چادریں فروخت کر رہے تھے، اس لئے اس کو ان کی طرف منسوب کیا گیا یہ وفد بنی تمیم سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ ترجمہ باب یہاں سے نکلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن عمدہ کپڑے پہننے کی درخواست پیش کی نبی کریم ﷺ نے اس جوڑے کو اس لئے ناپسند فرمایا کہ وہ ریشمی تھا اور مرد کے لئے خالص ریشم کا استعمال کرنا حرام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مشرک بھائی کو اسے بطور ہدیہ دے دیا اس سے معلوم ہوا کہ کافر مشرک جب تک اسلام قبول نہ کریں وہ فروعات اسلام کے مکلف نہیں ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے مشرک کافر رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنا منع نہیں ہے بلکہ ممکن ہو تو زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیے تا کہ ان کو اسلام میں رغبت پیدا ہو۔

بَابُ السِّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن مسواک کرنا

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((يَسْتَنُّ)).

اور ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ ”مسواک کرنی چاہیے۔“

٨٨٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي- أَوْ لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى النَّاسِ- لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ)). [طرفه في: ٧٢٤٠]

(٨٨٧) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالزناد سے خبر دی، ان سے اعرج نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر مجھے اپنی امت یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لیے ان کو مسواک کا حکم دے دیتا۔''

تشریح: حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں بذیل احادیث مرویہ متعلق مسواک فرماتے ہیں:

''اقول معناه لولا خوف الحرج لجعلت السواك شرطاً للصلوة كالوضوء وقد ورد بهذا الاسلوب احاديث كثيرة جدا وهى دلائل واضحة على ان لاجتهاد النبى ﷺ مدخلا فى الحدود الشرعية وانها منوطة بالمقاصد وان رفع الحرج من الاصول التى بنى عليه الشرائع قول الراوى فى صفة تسوكه ﷺ اع اع كانه يتهوع اقول ينبغى للانسان ان يبلغ بالسواك اقاصى الفم فيخرج بلا غم الحلق والصدر ولاستقصاء فى السواك يذهب بالقلاع ويصفى الصوت ويطيب النكهة...... الخ۔'' (حجة الله البالغة ، ص:٩٤٩، ٤٥٠)

یعنی جو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ جانتا تو ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔'' اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تنگی کا ڈر نہ ہوتا تو مسواک کرنے کو وضو کی طرح نماز کی صحت کے لئے شرط قرار دے دیتا اور اس طرح کی بہت سی احادیث وارد ہیں جو اس امر پر صاف دلالت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے اجتہاد کو حدود شرعیہ میں دخل ہے اور حدود شرعیہ مقاصد پر مبنی ہیں اور امت سے تنگی کا رفع کرنا من جملہ ان اصول کے ہے جن پر احکام شرعیہ مبنی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے مسواک کرنے کی کیفیت کے متعلق جو راوی کا بیان ہے کہ آپ مسواک کرتے وقت اع اع کی آواز نکالتے جیسے کوئی قے کرتے وقت کرتا ہے، اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ انسان کو مناسب ہے کہ اچھی طرح سے منہ کے اندر مسواک کرے اور حلق اور سینہ کا بلغم نکالے اور منہ میں خوب اندر تک مسواک کرنے سے مرض قلاع دور ہو جاتا ہے اور آواز صاف ہو جاتی ہے اور منہ خوشبودار ہو جاتا ہے ''قال النبى ﷺ عشر من الفطرة قص الشوارب واعفاء اللحية والسواك...... الخ۔'' یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دس باتیں فطرت میں سے ہیں مونچھوں کا ترشوانا اور داڑھی کا بڑھانا اور مسواک کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اور ناخن کتروانا اور انگلیوں کے جوڑوں کا دھونا اور بغل کے بال اکھاڑنا اور زیر ناف کے بال صاف کرنا اور پانی سے استنجا کرنا۔'' راوی کہتا ہے کہ دسویں بات مجھ کو یاد نہیں رہی وہ غالباً کلی کرنا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ طہارتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منقول ہیں اور تمام امم حنیفیہ میں برابر جاری ہیں اور ان کے دلوں میں پیوست ہیں اسی وجہ سے ان کا نام فطرت رکھا گیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ، ج:١/ص:٤٤٧)

٨٨٨ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْحَبْحَابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ)). [نسائي: ٦]

(٨٨٨) ہم سے ابومعمر عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعیب بن حجاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں تم سے مسواک کے بارے میں بہت کچھ کہہ چکا ہوں۔''

٨٨٩ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، وَحُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي

(٨٨٩) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے منصور بن معتمر اور حصین بن عبدالرحمٰن سے خبر دی، انہیں ابووائل نے، انہیں حذیفہ

وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ. [راجع: ٢٤٥]

بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ جب رات کو اٹھتے تو منہ کو مسواک سے خوب صاف کرتے۔

تشریح: ان جملہ احادیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ جمعہ کی نماز کے لئے بھی مسواک کرنا چاہیے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ہر نماز کے لئے مسواک کی تاکید فرمائی تو جمعہ کی نماز کے لئے بھی اس کی تاکید ثابت ہوئی۔ اس لئے بھی کہ جمعہ زیادہ لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے، اس لئے منہ کا صاف کرنا ضروری ہے تاکہ منہ کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔

بَابُ مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهِ

باب: جو شخص دوسرے کی مسواک استعمال کرے

٨٩٠ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. فَقُلْتُ لَهُ: أَعْطِنِي هَذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ! فَأَعْطَانِيهِ فَقَصَمْتُهُ ثُمَّ مَضَغْتُهُ، فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَاسْتَنَّ بِهِ وَهُوَ مُسْتَسْنِدٌ إِلَى صَدْرِي. [أطرافه في: ١٣٨٩، ٣١٠٠، ٣٧٧٤، ٤٤٣٨، ٤٤٤٦، ٤٤٤٩، ٤٤٥٠، ٤٤٥١، ٥٢١٧، ٦٥١٠]

(٨٩٠) ہم سے اسمٰعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیمان بن ہلال نے بیان کیا کہ ہشام بن عروہ نے کہا کہ مجھے میرے باپ عروہ بن زبیر نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر (ایک مرتبہ) آئے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی جسے وہ استعمال کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے (بیماری کی حالت میں) ان کی طرف دیکھا (میں آپ ﷺ کا ارادہ جان گئی کہ آپ مسواک چاہتے ہیں) تو میں نے ان سے کہا عبدالرحمٰن یہ مسواک مجھے دے دے۔ انہوں نے دے دی۔ میں نے اس کے سرے کو پہلے توڑا یعنی اتنی لکڑی نکال دی جو عبدالرحمٰن اپنے منہ سے لگایا کرتے تھے، پھر اسے چبا کر رسول اللہ ﷺ کو دے دیا۔ آپ ﷺ نے اس سے دانت صاف کئے اور آپ ﷺ اس وقت میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دوسرے کی مسواک اس سے لے کر استعمال کی جا سکتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دوسرا آدمی مسواک کو اپنے منہ سے چبا کر اپنے بھائی کو دے سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت اپنے کسی بھائی سے جن پر ہم کو بھروسہ واعتماد ہو کوئی ضرورت کی چیز اس سے طلب کر سکتے ہیں۔ تعاون باہمی کا یہی مفہوم ہے۔ اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ مرض الموت میں ان کو رسول اللہ ﷺ کی خصوصی خدمات کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ کی مار ان بدشعاروں پر جو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان اقدس میں **کلمات گستاخی استعمال** کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن نماز فجر میں کون سی سورت پڑھی جائے؟

٨٩١ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ

(٨٩١) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے سعد بن ابراہیم کے واسطے سے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے، ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی

النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ: ﴿الٓمٓ ٥ تَنْزِيْلُ﴾ [السجدة ۲،۱] وَ ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾ [الإنسان:۱] [طرفه في: ۱۰٦۸]

[مسلم: ۲۰۳٤، ۲۰۳۵؛ نسائي: ۹۵٤؛ ابن ماجه: ۸۲۳]

کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ﴿الم٥ تنزیل﴾ اور ﴿هل اتى على الانسان﴾ پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: طبرانی کی روایت ہے کہ آپ ہمیشہ ایسا کیا کرتے تھے۔ ان سورتوں میں انسان کی پیدائش اور قیامت وغیرہ کا ذکر ہے اور یہ جمعہ کے دن ہی واقع ہوگی۔ اس حدیث سے مالکیہ کا رد ہوا جو نماز میں سجدہ والی سورت پڑھنا مکروہ جانتے ہیں۔ ابوداؤد کی روایت ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز میں بھی سجدے کی سورت پڑھی اور سجدہ کیا (وحیدی) علامہ شوکانی اس بارے میں کئی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وهذه الاحاديث فيها مشروعية قراءة تنزيل السجدة وهل اتى على الانسان قال العراقى: وممن كان يفعله من الصحابة عبدالله بن عباس ومن التابعين ابراهيم بن عبدالرحمن بن عوف وهو مذهب الشافعى واحمد واصحاب الاحاديث" (نیل الاوطار)

یعنی ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جمعہ کے دن فجر کی پہلی رکعت میں الم تنزیل سجدہ اور دوسری میں هل اتى على الانسان پڑھنا مشروع ہے، صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عباس اور تابعین میں سے ابراہیم بن عبدالرحمن کا یہی عمل تھا اور امام شافعی اور امام احمد اور اہل حدیث کا یہی مذہب ہے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: "والتعبير بكان يشعر بمواظبته عليه الصلوٰة والسلام على القراءة بهما فيها۔" یعنی حدیث مذکور میں لفظ کان بتلا رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان سورتوں پر مواظبت یعنی ہمیشگی فرمائی ہے۔ اگرچہ کچھ علما مواظبت کو نہیں مانتے مگر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے یديم بذالك لفظ موجود ہے یعنی آپ ﷺ نے اس عمل پر مداومت فرمائی (قسطلانی) کچھ لوگوں نے دعویٰ کیا تھا کہ اہل مدینہ نے یہ عمل ترک کر دیا تھا، اس کا جواب علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان لفظوں میں دیا ہے:

"واما دعواه ان الناس تركوا العمل به فباطلة لان اكثر اهل العلم من الصحابة والتابعين قدقالوا به كما نقله ابن المنذر وغيره حتى انه ثابت عن ابراهيم بن عوف والا سعد وهو من كبار التابعين من اهل المدينة انه ام الناس بالمدينة بهما فى الفجر يوم الجمعة اخرجه ابن ابى شيبة باسناد صحيح ...... الخ۔" (فتح البارى)

یعنی یہ دعویٰ کہ لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا باطل ہے۔ اس لئے کہ اکثر اہل علم صحابہ وتابعین اس کے قائل ہیں جیسا کہ ابن منذر وغیرہ نے نقل کیا ہے حتیٰ کہ ابراہیم بن عوف سے بھی یہ ثابت ہے جو مدینہ کے کبار تابعین سے ہیں کہ انہوں نے جمعہ کے دن لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی اور ان ہی دو سورتوں کو پڑھا ابن ابی شیبہ نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرَى وَالْمُدُنِ

باب: گاؤں اور شہر دونوں جگہ جمعہ درست ہے

۸۹۲۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي

(۸۹۲) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوعامر عقدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا، ان سے ابوجمرہ نضر بن عبدالرحمن ضبعی نے، ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی مسجد کے بعد سب سے پہلا جمعہ بنو عبدالقیس کی مسجد میں ہوا جو بحرین کے ملک جواثی میں تھی۔

مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثَى مِنَ الْبَحْرَيْنِ.

[طرفه في: ٤٣٧١] [ابوداود: ١٠٦٨].

٨٩٣- حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ)) وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ يُونُسُ: كَتَبَ رُزَيْقُ بْنُ حُكَيْمٍ إِلَى ابْنِ شِهَابٍ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِوَادِي الْقُرَى، هَلْ تَرَى إِنْ أُجَمِّعَ؟ وَرُزَيْقٌ عَامِلٌ عَلَى أَرْضٍ يَعْمَلُهَا، وَفِيهَا جَمَاعَةٌ مِنَ السُّودَانِ وَغَيْرِهِمْ، وَرُزَيْقٌ يَوْمَئِذٍ عَلَى أَيْلَةَ، فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ- وَأَنَا أَسْمَعُ- يَأْمُرُهُ أَنْ يُجَمِّعَ، يُخْبِرُهُ أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) قَالَ: وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ: ((وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)). [أطرافه في: ٢٤٠٩، ٢٥٥٤، ٢٥٥٨، ٢٧٥١، ٥١٨٨، ٥٢٠٠، ٧١٣٨] [مسلم: ٤٧٢٧]

(۸۹۳) ہم سے بشر بن محمد مروزی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں یونس بن یزید نے زہری سے خبر دی، انہیں سالم بن عبداللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ "تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے۔" اور لیث نے اس میں یہ زیادتی کی کہ یونس نے بیان کیا کہ رزیق بن حکیم نے ابن شہاب کو لکھا، ان دنوں میں بھی وادی القریٰ میں ابن شہاب کے پاس ہی تھا، کہ کیا میں جمعہ پڑھا سکتا ہوں؟ رزیق (ایلہ کے اطراف میں) ایک زمین کاشت کروا رہے تھے۔ وہاں حبشہ وغیرہ کے کچھ لوگ موجود تھے۔ اس زمانہ میں رزیق میں (حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے) حاکم تھے۔ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں لکھوایا، میں وہیں سن رہا تھا کہ رزیق جمعہ پڑھائیں۔ ابن شہاب رزیق کو یہ خبر دے رہے تھے کہ سالم نے ان سے حدیث بیان کی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ "تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہوگا۔ امام نگران ہے اور اس سے سوال اس کی رعایا کے بارے میں ہوگا۔ انسان اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔" ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ "انسان اپنے باپ کے مال کا نگران ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا اور تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔"

تشریح: مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جو جمعہ کی صحت کے لئے شہر اور حاکم وغیرہ وغیرہ کی قیود لگاتے ہیں اور گاؤں میں جمعہ کے لئے انکار کرتے ہیں۔ مولانا وحید الزماں صاحب شارح بخاری فرماتے ہیں کہ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو جمعہ کے لئے شہر کی قید لگاتے ہیں۔ اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کی شرطیں جو حنفیوں نے لگائی ہیں وہ سب بے دلیل ہیں اور جمعہ دوسری نمازوں کی طرح

ہے صرف جماعت اس میں شرط ہے یعنی امام کے سوا ایک آدمی اور ہونا اور نماز سے پہلے دو خطبے پڑھنا سنت ہے باقی کوئی شرط نہیں ہے۔ دار الحرب اور کافروں کے ملک میں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب میں لفظ قریٰ اور مدن استعمال فرمایا ہے قریٰ قریۃ کی جمع ہے جو عموماً گاؤں ہی پر بولا جاتا ہے اور مدن مدینہ کی جمع ہے جس کا اطلاق شہر پر ہوتا ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فی هذه الترجمة اشارة الی خلاف من خص الجمعة بالمدن دون القری۔" یعنی اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کے خلاف اشارہ فرمایا جو جمعہ کو شہروں کے ساتھ خاص کر کے دیہات میں اقامت جمعہ کا انکار کرتے ہیں۔ آپ نے اس حدیث کو بطور دلیل پیش فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ عبد القیس نامی قبیلہ کی مسجد میں قائم کیا گیا جو جواثی نامی گاؤں میں تھی اور وہ گاؤں علاقہ بحرین میں واقع تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ جمعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت ہی سے قائم کیا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجال نہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر وہ کوئی کام کریں۔ جواثی اس وقت ایک گاؤں تھا مگر حنفی حضرات فرماتے ہیں کہ وہ شہر تھا حالانکہ حدیث مذکور سے اس کا گاؤں ہونا ظاہر ہے جیسا کہ وکیع کی روایت میں صاف موجود ہے۔ انها قرية من قرى البحرين یعنی جواثی بحرین کے دیہات میں ایک گاؤں تھا۔ بعض روایتوں میں قریٰ عبد القیس بھی آیا ہے کہ وہ قبیلہ عبد القیس کا ایک گاؤں تھا۔ (قسطلانی)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے بعد میں اس کی آبادی بڑھ گئی اور وہ شہر ہو گیا ہو مگر اقامت جمعہ کے وقت وہ گاؤں ہی تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مزید وضاحت کے لئے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ذکر فرمایا کہ انہوں نے زریق نامی ایک بزرگ کو جو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایلہ کے گورنر تھے اور ایک گاؤں میں جہاں ان کی زمینداری تھی، سکونت پذیر تھے ان کو اس گاؤں میں جمعہ قائم کرنے کے لئے اجازت نامہ تحریر فرمایا۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "واملاه ابن شهاب من كاتبه فسمعه يونس منه۔" یعنی ابن شہاب زہری نے اپنے کاتب سے اس اجازت نامے کو لکھوایا اور یونس نے ان سے اس وقت اسے سنا۔ اور ابن شہاب نے یہ حدیث پیش کر کے ان کو بتلایا کہ گو وہ گاؤں اور دیہات ہی میں ہے لیکن اس کو جمعہ پڑھنا چاہیے کیونکہ وہ اپنی رعایا کا جو وہاں رہتی ہے، اس طرح اپنے نوکر چاکروں کا نگہبان ہے جیسے بادشاہ نگہبان ہوتا ہے تو بادشاہ کی طرح اس کو بھی احکام شرعیہ قائم کرنا چاہیے جن میں سے ایک اقامت جمعہ بھی ہے۔ ابن شہاب زہری وادی قریٰ میں تھے جو مدینہ منورہ کے قریب ایک گاؤں ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷ھ بماہ جمادی الاخریٰ میں فتح کیا تھا۔ فتح الباری میں ہے کہ زین بن منیر نے کہا اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ بادشاہ کی اجازت کے بغیر بھی منعقد ہو جاتا ہے۔ جب کوئی جمعہ قائم کرنے کے قابل امام خطیب وہاں موجود ہو اور اس سے گاؤں میں بھی جمعہ کا صحیح ہونا ثابت ہوا۔

گاؤں میں جمعہ کی صحت کے لئے سب سے بڑی دلیل قرآن پاک کی آیت کریمہ ہے جس میں فرمایا: ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِن يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ الآية (۶۲/الجمعۃ: ۹) یعنی "اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد کرنے کے لئے چلو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔" اس آیت کریمہ میں "ایمان والے" عام ہیں وہ شہری ہوں یا دیہاتی سب اس میں داخل ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة الا الاربعة عبد مملوك اوامرأة اوصبي اومريض۔" (رواه ابوداود والحاكم) یعنی "جمعہ ہر مسلمان پر حق اور واجب ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ ادا کرے مگر غلام، عورت، بچے اور مریض پر جمعہ فرض نہیں۔" ایک اور حدیث میں ہے: "من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فعليه الجمعة الا مريض اومسافر اوامرأة اوصبي اومملوك فمن استغنى بلهو او تجارة استغنى الله عنه والله غني حميد۔" (رواه الدارقطنی) یعنی "جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اس پر جمعہ فرض ہے مگر مریض مسافر غلام اور بچے اور عورت پر جمعہ فرض نہیں ہے پس جو کوئی کھیل تماشہ یا تجارت کی وجہ سے بے پروائی کرے تو اللہ پاک بھی اس سے بے پروائی کرے گا کیونکہ اللہ بے نیاز اور محمود ہے۔"

آیت مبارکہ میں خرید وفروخت کے ذکر سے بعض نے جمعہ کے لئے شہر ہونا نکالا ہے حالانکہ یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ آیت مبارکہ میں خرید وفروخت کا اس لئے ذکر آیا کہ نزول آیت کے وقت ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ مسلمان ایک تجارتی قافلہ کے آ جانے سے جمعہ چھوڑ کر خرید وفروخت کے لئے دوڑ پڑے تھے۔ اس لئے آیت میں خرید وفروخت چھوڑنے کا ذکر آ گیا اور اگر اس کو اس طرح مان لیا جائے تو کونسا گاؤں آج ایسا ہے جہاں کم وبیش خرید وفروخت کا سلسلہ جاری نہ رہتا ہو پس اس آیت سے جمعہ کے لئے شہر کا خاص کرنا بالکل ایسا ہے جیسا کہ کوئی ڈوبنے والا تنکے کا سہارا حاصل کرے۔

ایک حدیث میں صاف گاؤں کا لفظ موجود ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: "الجمعة واجبة علی كل قرية فيها امام وان لم يكونوا الا اربعة۔" (رواه الدار قطنی ، ص :٢٦) "یعنی ہر ایسے گاؤں والوں پر جس میں نماز پڑھانے والا امام موجود ہو جمعہ واجب ہے اگر چہ چار ہی آدمی ہوں۔" یہ روایت گو قدرے کمزور ہے مگر پہلی روایتوں کی تائید وتقویت اسے حاصل ہے۔ لہٰذا اس سے بھی استدلال درست ہے اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو صحت جمعہ کے لئے کم از کم چالیس آدمیوں کا ہونا شرط قرار دیتے ہیں۔

اکابر صحابہ سے بھی گاؤں میں جمعہ پڑھنا ثابت ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ "تم جہاں کہیں ہو جمعہ پڑھ لیا کرو۔" عطاء بن میمون ابورافع سے روایت کرتے ہیں: "ان اباهريرة كتب الی عمر يسأله عن الجمعة وهو بالبحرين فكتب اليهم ان جمعوا حيث ما كنتم۔" (اخرجه ابن خزيمة وصححه وابن ابی شيبة والبيهقی وقال هذا الاثر اسناده حسن فتح الباری ، ص:٤٨٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بحرین سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھ کر دریافت فرمایا تھا کہ بحرین میں جمعہ پڑھیں یا نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو جمعہ پڑھ لیا کرو۔

اس کا مطلب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: "قال الشافعی معناه فی ای قرية كنتم لان مقامهم بالبحرين انما كان فی القریٰ۔" (التعليق المغنی علی الدارقطنی) یعنی حيث ما كنتم کے یہ معنی ہیں کہ تم جس گاؤں میں بھی موجود ہو (جمعہ پڑھ لیا کرو) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (سوال کرنے والے) گاؤں میں ہی مقیم تھے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: "وهذا ما يشتمل المدن والقریٰ۔" (فتح الباری، ص: ٤٨٦) فاروقی حکم شہروں اور دیہاتوں کو برابر شامل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود گاؤں میں جمعہ پڑھنے کے نہ صرف قائل تھے بلکہ سب کو حکم دیتے تھے۔ چنانچہ لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ان اهل الاسكندرية ومدائن سواحلها كانوا يجمعون الجمعة علی عهد عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان بامرهما وفيهما رجال من الصحابة۔" (التعليق المغنی علی الدار قطنی، جلد :١/ ص:١٦٦) سکندریہ اور مصر کے آس پاس والے حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ان دونوں کے ارشاد سے جمعہ پڑھا کرتے تھے حالانکہ وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی موجود تھی اور ولید بن مسلم فرماتے ہیں کہ "سالت الليث بن سعيد (ای عن التجميع فی القریٰ) فقال كل مدينة اوقرية فيها جماعة امروا بالجمعة فان اهل مصر وسواحلها كانوا يجمعون الجمعة علی عهد عمر وعثمان بامرهما وفيهما رجال من الصحابة۔" (بيهقی والتعليق المغنی علی الدارقطنی ، ص :١٦٦ وفتح الباری، ص:٤٨٦)

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی گاؤں اور شہر کے باہر رہنے والوں پر جمعہ کی نماز فرض ہونے کے قائل تھے چنانچہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: "انه كان يری اهل المياه بين مكة والمدينة يجمعون فلا يعيب عليهم۔" (فتح الباری ، ج :١/ ص:٤٨٦ والتعليق علی المغنی علی الدارقطنی ، ص:١٦٦) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ ومدینہ کے درمیان پانی کے پاس اترتے ہوئے وہاں کے دیہاتی لوگوں کو جمعہ پڑھتے دیکھتے تو بھی ان کو نہ منع کرتے اور نہ ان کو برا کہتے۔ اور ولید بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ "يروی عن شيبان عن مولی لآل سعيد بن العاص انه سال عمر عن القری التی بين مكة والمدينة ماتری فی الجمعة قال: نعم اذا

كان عليهم امير فليجمع۔" (رواه البيهقي والتعليق، ص: ١٦٦)

- سعید بن عاص کے مولیٰ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کے گاؤں کے بارہ میں دریافت کیا جو مکہ و مدینہ کے درمیان میں ہے کہ اس گاؤں میں جمعہ ہے یا نہیں؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں جب کوئی امیر (امام نماز پڑھانے والا) ہو تو جمعہ ان کو پڑھائے۔

نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی دیہات میں جمعہ پڑھنے کا حکم صادر فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جعفر بن برقان رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: "كتب عمر بن عبدالعزيز الى عدى بن عدى الكندى انظر كل قرية اهل قرار ليسوهم باهل عمود ينتقلون فامر عليهم اميرا ثم مره فليجمع بهم۔" (رواه البيهقي في المعرفة والتعليق المغنى على الدارقطني ، ص:١٦٦) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عدی بن عبدالکندی کے پاس لکھ کر بھیجا کہ ہر ایسے گاؤں کو دیکھو جہاں کے لوگ اسی جگہ مستقل طور پر رہتے ہیں۔ ستون والوں (خانہ بدوشوں) کی طرح ادھر ادھر پھرتے و منتقل نہیں ہوتے۔ اس گاؤں والوں پر ایک امیر (امام) مقرر کر دو کہ ان کو جمعہ پڑھاتا رہے۔

اور حضرت ابوذر (صحابی) رضی اللہ عنہ ربذہ گاؤں میں رہنے کے باوجود وہیں چند صحابہ کے ساتھ برابر جمعہ پڑھتے تھے۔ چنانچہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ محلی میں فرماتے ہیں: "صح انه كان بعثمان عبد اسود امير له على الربذة يصلى خلفه ابوذر من الصحابة الجمعة وغيرها۔" (كبيرى شرح منيه ص:٥١٢) صحیح سند سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک سیاہ فام غلام ربذہ میں حکومت کی طرف سے امیر (امام) تھا۔ حضرت ابوذر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے پیچھے جمعہ وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ شہر بصرہ کے قریب موضع "زاویہ" میں رہتے تھے۔ کبھی تو جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے بصرہ آتے اور کبھی جمعہ کی نماز موضع زاویہ ہی میں پڑھ لیتے تھے۔ بخاری شریف، ج:۱/ص:۱۲۳ میں ہے:" وكان انس فى قصر احيانا يجمع واحيانا لا يجمع وهو بالزاوية على فرسخين۔" اس عبارت کا مختصر مطلب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز کبھی زاویہ ہی میں پڑھ لیتے اور کبھی زاویہ میں بھی نہیں پڑھتے تھے بلکہ بصرہ میں آ کر جمعہ پڑھتے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں یہی مطلب بیان فرماتے ہیں: "قوله يجمع اى يصلى الجمعة بمن معه او ينتهى الجمعة البصرة۔" یعنی کبھی جمعہ کی نماز (مقام زاویہ میں) اپنے ساتھیوں کو پڑھاتے یا جمعہ کے لئے بصرہ تشریف لاتے۔ اور یہی مطلب علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری ص:۲۷۴/جلد:۳ میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ عید کی نماز بھی اسی زاویہ میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف، ص:۱۳۴ میں ہے کہ:"وامر انس بن مالك مولاه ابن ابى عتبة بالزاوية فجمع اهله وبنيه وصلى كصلوة المصر وتكبيرهم۔" حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابن ابی عتبہ کو زاویہ میں حکم دیا اور اپنے تمام گھر والوں بیٹوں وغیرہ کو جمع کر کے شہر والوں کی طرح عید کی نماز پڑھی۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عمدۃ القاری، ص:۴۰۰/جلد:۳ میں اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ ان آثار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعہ اور عیدین کی نماز شہر والوں کی طرح گاؤں میں بھی پڑھا کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گاؤں میں جمعہ پڑھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے تو بنی مالک کے گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھی تھی ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ محلی میں فرماتے ہیں کہ "ومن اعظم البرهان على صحتها فى القرى ان النبى صلى الله عليه وسلم اتى المدينة وانما هى قرية صغار متفرقة فبنى مسجده فى بنى مالك بن نجار وجمع فيه فى قرية ليست بالكبيرة ولا مصر هنالك۔" (عون المعبود شرح ابى داود ، ج:١/ ص: ٤١٤) دیہات و گاؤں میں جمعہ پڑھنے کی صحت پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو اس وقت مدینہ کے چھوٹے چھوٹے الگ الگ گاؤں بسے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مالک بن نجار میں مسجد بنائی اور اسی گاؤں میں جمعہ پڑھا جو نہ تو شہر تھا اور نہ بڑا گاؤں تھا۔

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تلخیص الحبیر ص:۱۳۲ میں فرماتے ہیں کہ "وروی البیهقی فی المعرفة عن مغازی ابن اسحاق وموسی ابن عقبة ان النبی ﷺ حین رکب من بنی عمرو بن عوف فی هجرته الی المدینة فمر ببنی سالم وهی قریة بین قباء والمدینة فادرکته الجمعة فصلی بهم الجمعة وکانت اول جمعة صلاها حین قدم۔" امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے المعرفہ میں ابن اسحاق وموسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کے مغازی سے روایت کیا ہے کہ ہجرت کے وقت رسول اللہ ﷺ جس وقت بنی عمرو بن عوف (قبا) سے سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو بنی سالم کے پاس سے آپ کا گزر ہوا وہ قبا و مدینہ کے درمیان ایک گاؤں تھا تو اسی جگہ جمعہ نے آپ کو پالیا یعنی جمعہ کا وقت ہو گیا تو سب کے ساتھ (اسی گاؤں میں) جمعہ کی نماز پڑھی۔ مدینہ تشریف لانے کے وقت سب سے پہلا یہی جمعہ آپ نے پڑھا ہے۔ خلاصۃ الوفاء ۱۹۶ میں ہے:

"ولا بن اسحاق فادرکته الجمعة فی بنی سالم بن عوف فصلاها فی بطن الوادی ذی رانونا فکانت اول جمعة صلاها بالمدینة۔" اور سیرت ابن ہشام میں ہے کہ "فادرکت رسول الله ﷺ الجمعة فی بنی سالم بن عوف فصلاها فی المسجد الذی فی بطن الوادی وادی رانونا۔" یعنی وادی (میدان) رانونا کی مسجد میں آپ نے جمعہ کی نماز پڑھی۔

اور آپ کے ہجرت کرنے سے پہلے بعض وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو پہلے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لا چکے تھے وہ اپنے اجتہاد سے بعض گاؤں میں جمعہ پڑھتے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا جیسے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ہزم النبیت (گاؤں) میں جمعہ پڑھایا۔ ابوداود شریف میں ہے: "لانه اول من جمع بنا فی هزم النبیت من حره بنی بیاضة فی نقیع یقال نقیع الخضمات۔" (الحدیث) حرہ بنی بیاضہ ایک گاؤں کا نام تھا جو مدینہ طیبہ سے ایک میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تلخیص الحبیر ص:۱۳۳ میں فرماتے ہیں:

"حرة بنی بیاضة قریة علی میل من المدینة" اور خلاصۃ الوفاء میں ہے "والصواب انه بهزم النبیت من حرة بنی بیاضة وهی الحرة الغربیة التی بها قریة بنی بیاضة قبل بنی سلمة ولذا قال النووی انه قریة بقرب المدینة علی میل من منازل بنی سلمة قاله الامام احمد کما نقله۔"

اس عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حرہ بنی بیاضۃ مدینہ کے قریب ایک میل کے فاصلہ پر گاؤں ہے۔ اسی گاؤں میں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی تھی۔

اسی لئے امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ شرح ابی داود میں فرماتے ہیں: "وفی الحدیث من الفقه ان الجمعة جوازها فی القری کجوازها فی المدن والامصار۔" اس حدیث سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دیہات میں جمعہ پڑھنا جائز ہے جیسے کہ شہروں میں جائز ہے۔

ان احادیث و آثار سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیہات میں ہمیشہ جمعہ پڑھا کرتے تھے اور از خود نبی کریم ﷺ نے پڑھایا اور پڑھنے کا حکم دیا ہے کہ "الجمعة واجبة علی کل قریة۔" (دارقطنی، ص:١٦٥) ہر گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں دیہات میں جمعہ پڑھنے کا حکم دیا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گاؤں میں جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دیہات میں جمعہ پڑھنے کا حکم دیا۔

ان تمام احادیث و آثار کے ہوتے ہوئے بعض لوگ دیہات میں جمعہ بند کروانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں حالانکہ جمعہ تمام مسلمانوں کے لئے عید ہے خواہ شہری ہوں یا دیہاتی۔ ترغیب وترہیب، ص:۱۹۵/ ج:۱ میں ہے کہ

"عن انس بن مالك قال: عرضت الجمعة علی رسول الله ﷺ جاء بها جبرئیل علیہ السلام فی کفة کالمراة البیضاء فی

وسطها كالنكتة السوداء فقال: ما هذا يا جبرئيل؟ قال: هذه الجمعة يعرضها عليك ربك لتكون لك عيدا ولقومك من بعدك۔" (الحديث رواه الطبرانی فی الاوسط باسناد جيد ، ترغيب ، ص: ١٩٥ / ج :١)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جمعہ کو سفید آئینہ کی طرح ایک پلہ میں لاکر پیش فرمایا۔ اس درمیان میں ایک سیاہ نکتہ سا تھا۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اے جبرئیل! یہ کیا ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ وہ جمعہ ہے جس کو آپ کا رب آپ کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ آپ کے اور آپ کی امت کے واسطے یہ عید ہو کر رہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ تمام امت محمدیہ کے لئے عید ہے، اس میں شہری و دیہاتی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اب دیہاتیوں کو اس عید (جمعہ) سے محروم رکھنا انصاف کے خلاف ہے۔ ایمان، نماز روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ جیسے دیہاتی پر برابر فرض ہیں اسی طرح جمعہ بھی دیہاتی وغیر دیہاتی پر برابر فرض ہے۔ اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ علیحدہ کر کے خارج کر دیتے۔ جیسے مسافر و مریض وغیرہ کو خارج کیا گیا ہے حالانکہ کسی آیت یا حدیث مرفوع صحیح میں اس کا استثنا نہیں کیا گیا۔

مانعین جمعہ کی دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر (قول) "لا جمعة ولا تشريق الا في مصر جامع۔" مانعین کی سب سے بڑی دلیل ہے مگر یہ قول مذکورہ بالا احادیث و آثار کے معارض و مخالف ہونے کے علاوہ ان کا ذاتی اجتہاد ہے اور حرمت و وجوب اجتہاد سے ثابت نہیں ہوتے کیونکہ اس کے لئے نص قطعی ہونا شرط ہے۔ چنانچہ مجمع الانہار، ص:١٠٩ میں اس اثر کے بعد لکھا ہے: "لكن هذا مشكل جدا لان الشرط هو فرض لا يثبت الا بقطعی۔"

پھر مصر جامع کی تعریف میں اس قدر اختلاف ہے کہ اگر اس کو معتبر سمجھا جائے تو دیہات تو دیہات ہی ہے آج کل ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں بھی جمعہ پڑھا جانا ناجائز ہو جائے گا۔ کیونکہ مصر جامع کی تعریف میں امیر و قاضی و احکام شرعی کا نفاذ اور حدود کا جاری ہونا شرط ہے حالانکہ اس وقت ہندوستان میں نہ کوئی شرعی حاکم و قاضی ہے نہ حدود ہی کا اجرا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ اکثر اسلامی ملکوں میں بھی حدود کا نفاذ نہیں ہے تو اسی قول کے مطابق شہروں میں بھی جمعہ نہ ہونا چاہیے اور ان شرطوں کا ثبوت نہ قرآن مجید سے ہے نہ صحیح حدیثوں سے ہے۔

اور لا جمعة الخ میں لا نفی کمال کا بھی ہو سکتا ہے یعنی کامل جمعہ شہر ہی میں ہوتا ہے کیونکہ وہاں جماعت زیادہ ہوتی ہے اور شہر کے اعتبار سے دیہات میں جماعت کم ہوتی ہے۔ اس لئے شہر کی حیثیت سے دیہات میں ثواب کم ملے گا۔ جیسے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ٢٧ درجے زیادہ ثواب ملتا ہے اور تنہا پڑھنے سے اتنا ثواب نہیں ملتا تو لا جمعة الخ میں کمال اور زیادتی ثواب کی نفی ہے فرضیت کی نفی نہیں ہے۔

اگر بالفرض اس توجیہ کو تسلیم نہ کیا جائے تو دیہاتیوں کے لئے قربانی اور بقرعید کے دنوں کی تکبیریں وغیرہ بھی ناجائز ہونی چاہییں کیونکہ قربانی نماز عید کے تابع و ماتحت ہے اور جب متبوع (نماز عید) نہیں تو تابع (قربانی) کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ جو لوگ دیہات میں جمعہ پڑھنے سے روکتے ہیں ان کو چاہیے کہ دیہاتیوں کو قربانی سے بھی روک دیں۔

اور اثر مذکور پر ان کا خود بھی عمل نہیں کیونکہ تمام فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر امام کے حکم سے گاؤں میں مسجد بنائی جائے تو اسی کے حکم سے گاؤں میں جمعہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ "اذا بنى مسجد في الرستاق بامر الامام فهو امر بالجمعة اتفاقا على ما قاله السرخسي والرستاق هو القرية كما في القاموس۔" جب گاؤں میں امام کے حکم سے مسجد بنائی جائے تو وہاں بالاتفاق فقہا جمعہ کی نماز پڑھی جائے گی۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے لئے مصر (شہر) ہونا ضروری نہیں بلکہ دیہات میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طرح فرماتے ہیں: "حتى لو بعث الى قرية نائبا لاقامة الحدود والقصاص تصير مصر فاذا عزله تلحق بالقرى۔" (غینی شرح

بخاری، ص:۲۶ وکبیری شرح منیہ، ص: ۵۱٤) اگر کسی نائب کو حدود وقصاص جاری کرنے کے لئے گاؤں میں بھیجے تو وہ گاؤں مصر (شہر) ہوجائے گا۔ جب نائب کو معزول (علیحدہ) کردے گا تو وہ گاؤں کے ساتھ مل جائے گا یعنی پھر گاؤں ہوجائے گا۔

بہرکیف جمعہ کے لئے مصر ہونا (شرعاً) شرط نہیں ہے۔ بلکہ آبادی وبستی وجماعت ہونا ضروری ہے اور ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول فی مصر جامع سے بستی ہی مراد ہو کیونکہ بستی شہر ودیہات دونوں کو شامل ہے اس لئے لفظ قریہ سے کبھی شہر اور کبھی گاؤں مراد لیتے ہیں۔ لیکن اصلی معنی وہی بستی کے ہیں۔

مناسب ہوگا کہ اس بحث کو ختم کرتے ہوئے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہ اللہ کا فاضلانہ تبصرہ (آپ کی قابل قدر کتاب مرعاۃ، جلد:۲/ص:۲۸۸ سے) شائقین کے سامنے پیش کردیا جائے۔ حضرت موصوف فرماتے ہیں:

"واختلفوا ايضا فى محل اقامة الجمعة فقال ابو حنيفة واصحابه: لا تصح الا فى مصر جامع وذهب الائمة الثلا ثة الى جوازها وصحتها فى المدن والقرى جميعا واستدل لابى حنيفة بماروى عن على مرفوعاً لا جمعة ولا تشريق الا فى مصر جامع وقد ضعف احمد وغيره رفعه وصحح ابن حزم وغيره وقفه وللاجتهاد فيه مسرح فلا ينتهض للاحتجاج به فضلا عن ان يخصص بلى عموم الاية اويقيد به اطلاقها مع ان الحنفية قد تخبطوا فى تحديد المصر الجامع وضبطه الى اقوال كثيرة متباينة متناقضة متخالفة جدا كما يخفى على من طالع كتب فروعهم وهذا يدل على انه لم يتعين عندهم معنى الحديث والراجع عندنا ما ذهب اليه الائمة الثلا ثة من عدم اشتراط المصر وجوازها فى القرى لعموم الاية واطلاقها وعدم وجود ما يدل على تخصيصها ولا بدل لمن يقيد ذالك بالمصر الجامع ان ياتى بدليل قاطع من كتاب اوسنة متواترة اور خبر مشهور بالمعنىٰ المصطلح عند المحدثين وعلى التنزيل بخبر واحد مرفوع صريح صحيح يدل على التخصيص بالمصر الجامع۔"

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ علما نے محل اقامت جمعہ میں اختلاف کیا ہے چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کا قول ہے کہ جمعہ صرف مصر جامع ہی میں صحیح ہے اور ائمہ ثلاثہ حضرت امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ شہروں کے علاوہ گاؤں بستیوں میں بھی جمعہ ہر جگہ صحیح اور جائز ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث سے دلیل لی ہے جو مرفوعاً حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ اور عید صحیح نہیں مگر مصر جامع میں۔ امام احمد وغیرہ نے اس روایت کے مرفوع ہونے کو ضعیف کہا ہے کہ علامہ ابن حزم وغیرہ نے اس کا موقوف ہونا صحیح تسلیم کیا ہے چونکہ یہ موقوف ہے اور اس میں اجتہاد کے لئے کافی گنجائش ہے لہٰذا یہ احتجاج کے قابل نہیں ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اس سے قرآن پاک کی آیت: ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (٦٢/الجمعۃ:٩) جو مطلق ہے اس کا مقید ہونا لازم آتا ہے۔ پھر حنفیہ خود مصر کی تعریف میں بھی مختلف ہیں۔ جبکہ ان کے ہاں یہ سلسلہ تعریف مصر جامع اقوال بے حد متضاد اور متناقض نیز متبائن ہیں جیسا کہ ان کی کتب فروع کے مطالعہ کرنے والے حضرات پر مخفی نہیں ہے۔ یہ دلیل ہے کہ فی الحقیقت اس حدیث کے کوئی صحیح معنی ان کے ہاں بھی متعین نہیں ہیں پس ہمارے نزدیک یہی راجح ہے کہ تینوں امام جدھر گئے ہیں کہ جمعہ کے لئے مصر کی شرط نہیں ہے اور جمعہ شہر کی طرح گاؤں بستیوں میں بھی جائز ہے یہی فتویٰ صحیح ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیت مذکور جس سے جمعہ کی فرضیت ہر مسلمان پر ثابت ہوتی ہے (سوا ان کے جن کو شارع نے مستثنیٰ کردیا ہے) یہ آیت عام ہے جو شہری دیہاتی جملہ مسلمانوں کو شامل ہے اور مصر جامع کی شرط کے لئے جو آیت کے عموم کو خاص کرے کوئی دلیل قاطع قرآن یا حدیث متواتر یا خبر مشہور جو محدثین کے نزدیک قابل قبول اور لائق استدلال ہو نہیں ہے نیز کوئی خبر واحد مرفوع صریح صحیح بھی ایسی نہیں ہے جو آیت کو مصر جامع کے ساتھ خاص کرسکے۔

تعداد کے بارے میں حضرت مولانا شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والراجع عندی ما ذهب اهل الظاهر انه تصح الجمعة باثنين لانه لم يقم دليل على اشتراط عدد مخصوص وقد صحت الجماعة فی سائر الصلوات باثنين ولا فرق بينهما وبين الجمعة فی ذلك ولم يات نص من رسول الله ﷺ بان الجمعة لا تنعقد الا بكذا...... الخ." (مرعاة، ج:۲/ ص:۲۸۸)

یعنی اس بارے میں کہ جمعہ کے لیے نمازیوں کی کتنی تعداد ضروری ہے، میرے نزدیک اس کو ترجیح حاصل ہے جو اہل ظاہر کا فتویٰ ہے کہ بلا شک جمعہ دو نمازیوں کے ساتھ بھی صحیح ہے اس لئے کہ عدد مخصوص کے شرط ہونے کے بارے میں کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی اور دوسری نمازوں کی جماعت بھی دو نمازیوں کے ساتھ صحیح ہے اور پنج وقتہ نماز اور جمعہ میں اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے اور نہ کوئی نص صریح رسول کریم ﷺ سے اس بارے میں وارد ہوئی ہے کہ جمعہ کا انعقاد اتنی تعداد کے بغیر صحیح نہیں۔ اس بارے میں کوئی حدیث صحیح مرفوع رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں ہے۔

اس مقالہ کو اس لئے طول دیا گیا ہے کہ حالات موجودہ میں علمائے کرام غور کریں اور جہاں بھی مسلمانوں کی جماعت موجود ہو وہ قصبہ ہو یا شہر یا گاؤں ہر جگہ جمعہ قائم کرائیں کیونکہ شان اسلام اس کے قائم کرنے میں ہے اور جمعہ ترک کرانے میں بہت سے نقصانات ہیں جبکہ اماماں ہدایت میں سے تینوں امام، امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی گاؤں میں جمعہ کے حق میں ہیں پھر اس کے ترک کرانے پر زور دے کر اپنی تقلید جامد کا ثبوت دینا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (۲۴/النور:۴۶)

بَابٌ: هَلْ عَلَى مَنْ لَا يَشْهَدُ الْجُمُعَةَ غُسْلٌ مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ؟

باب: جو لوگ جمعہ کی نماز کے لیے نہ آئیں جیسے عورتیں، بچے، مسافر اور معذور وغیرہ ان پر غسل واجب نہیں ہے

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنَّمَا الْغُسْلُ عَلَى مَنْ يَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا غسل اسی کو واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے۔

٨٩٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ)). [راجع: ٨٧٧]

(۸۹۴) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے (اپنے والد) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ "تم میں جو شخص جمعہ پڑھنے آئے تو غسل کرے۔"

٨٩٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ. أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

(۸۹۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے صفوان بن سلیم نے، ان سے عطاء بن یسار نے، ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل واجب ہے۔"

وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)). [راجع: ٨٥٨]

[مسلم: ١٩٥٧؛ ابوداود: ٣٤١؛ نسائي: ١٣٧٦؛ ابن ماجه: ١٠٨٩]

٨٩٦ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِنَا، وَأُوْتِينَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ، فَهَذَا الْيَوْمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللَّهُ لَهُ، فَغَدًا لِلْيَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارَى)). فَسَكَتَ [راجع: ٢٣٨] [مسلم: ١٩٧٩؛ نسائي: ١٣٦٦]

(۸۹۶) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ طاؤس نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم (دنیا میں) تو بعد میں آئے لیکن قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے، فرق صرف یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں بعد میں۔ تو یہ دن (جمعہ) وہ ہے جس کے بارے میں اہل کتاب نے اختلاف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن بتلا دیا (اس کے بعد) دوسرا دن (ہفتہ) یہود کا دن ہے اور تیسرا دن (اتوار) نصاریٰ کا۔'' آپ پھر خاموش ہو گئے۔

٨٩٧ـ ثُمَّ قَالَ: ((حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا يَغْسِلُ فِيْهِ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ)). [طرفاه في: ٨٩٨، ٣٤٨٧]

(۸۹۷) اس کے بعد فرمایا کہ ''ہر مسلمان پر حق ہے (اللہ تعالیٰ کا) ہر سات دن میں ایک دن جمعہ میں غسل کرے جس میں اپنے سر اور بدن کو دھوئے۔''

٨٩٨ـ رَوَاهُ أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لِلَّهِ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ أَنْ يَغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا)). [راجع: ٨٩٧]

(۸۹۸) اس حدیث کی روایت ابان بن صالح نے مجاہد سے کی ہے، ان سے طاؤس نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان پر حق ہے کہ ہر سات دن میں ایک دن (جمعہ میں) غسل کرے۔''

تشریح: یعنی یہ دن جمعہ کا وہ دن ہے جس کی تعظیم عبادت الٰہی کے لئے فرض کی گئی تھی۔ قسطلانی نے چند آثار ذکر کئے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو خاص دن اللہ کی عبادت کے لئے مقرر کیا تھا اور وہ جمعہ کا دن تھا لیکن یہ سبب نافرمانی کے اپنے اجتہاد کو دخل دے کر اسے ترک کر دیا اور کہنے لگے کہ ہفتہ کا دن ایسا ہے کہ اس میں اللہ نے بعد پیدائش تمام کائنات کے آرام فرمایا تھا۔ پس ہم کو مناسب ہے کہ ہم ہفتہ کو عبادت کا دن مقرر کریں اور نصاریٰ کہنے لگے کہ اتوار کے دن اللہ نے مخلوق کی پیدائش شروع کی۔ مناسب ہے کہ اس کو ہم اپنی عبادت کا دن ٹھہرا لیں۔ پس ان لوگوں نے اس میں اختلاف کیا اور ہم کو اللہ نے صراحتاً بتلا دیا کہ جمعہ کا ہی دن بہتر دن ہے۔ ابن سیرین سے مروی ہے کہ مدینہ کے لوگ نبی کریم ﷺ کے آنے سے پہلے جبکہ ابھی سورۂ جمعہ بھی نازل نہیں ہوئی تھی، ایک دن جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ یہود و نصاریٰ نے ایک ایک دن جمع ہو کر عبادت کے لئے مقرر کئے ہوئے ہیں، کیوں نہ ہم بھی ایک دن جمع ہو کر اللہ کی عبادت کیا کریں۔ سو انہوں نے عروبہ کا دن مقرر کیا اور اسعد بن زرارہ کو امام بنایا اور جمعہ ادا

کیا۔ اس روز یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (۶۲/الجمعۃ: ۹) اس کو علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ عبدالرزاق سے نقل فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اس کا شاہد اسناد حسن کے ساتھ احمد، ابوداؤد و ابن ماجہ نے نکالا۔

استاذنا مولانا حضرت محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سميت الجمعة لاجتماع الناس فيها وكان يوم الجمعة يسمى العروبة۔" یعنی جمعہ اس لئے نام ہوا کہ لوگ اس میں جمع ہوتے ہیں اور عہد جاہلیت میں اس کا نام یوم العروبہ تھا اس کی فضیلت کے بارے میں امام ترمذی یہ حدیث لائے ہیں: "عن ابى هريرة عن النبى صلی اللہ علیہ وسلم قال: خير يوم طلعت فيه الشمس يوم الجمعة فيه خلق ادم وفيه ادخل الجنة وفيه اخرج منها ولا تقوم الساعة الا فى يوم الجمعة۔" یعنی "تمام دنوں میں بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم پیدا ہوئے اور اس دن میں جنت میں داخل کیے گئے اور اس دن ان کا جنت سے خروج ہوا اور قیامت بھی اس دن قائم ہوگی۔"

فضائل جمعہ پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، یہ امت کی ہفتہ واری عید ہے۔ مگر صد افسوس کہ جن حضرات نے دیہات میں جمعہ بند کرانے کی تحریک چلائی اس سے کتنے ہی دیہات کے مسلمان جمعہ سے اس درجہ غافل ہو گئے کہ ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ اس کی ذمہ داری ان علماء پر عائد ہوتی ہے۔ کاش یہ لوگ حالات موجودہ کا جائزہ لے کر مفاد امت پر غور کر سکتے۔

۸۹۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((ائْذَنُوا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ)). [راجع: ۸۶۵] [مسلم: ۹۹۲، ۹۹۴؛ ابوداود: ۵٦۸؛ ترمذي: ۵۷۰]

(۸۹۹) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شبابہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ورقاء بن عمرو نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے مجاہد نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں آنے کی اجازت دے دیا کرو۔"

۹۰۰۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَتِ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلَاةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ، فَقِيلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِينَ وَقَدْ تَعْلَمِينَ أَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذَلِكَ وَيَغَارُ. قَالَتْ: فَمَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْهَانِي قَالَ: يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ)). [راجع: ۸۶۵]

(۹۰۰) ہم سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبیداللہ بن عمر نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی تھیں جو صبح اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کے لیے مسجد میں آیا کرتی تھیں۔ ان سے کہا گیا کہ باوجود اس علم کے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کو مکروہ جانتے ہیں اور وہ غیرت محسوس کرتے ہیں پھر آپ مسجد میں کیوں جاتی ہیں۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ پھر وہ منع کیوں نہیں کر دیتے۔ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی وجہ سے کہ "اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں آنے سے مت روکو۔"

بَابُ الرُّخْصَةِ إِنْ لَمْ يَحْضُرِ الْجُمُعَةَ فِي الْمَطَرِ

باب: اگر بارش ہو رہی ہو تو جمعہ میں حاضر ہونا واجب نہیں

۹۰۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ،

(۹۰۱) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُالْحَمِيْدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ ابْنُ عَمِّ، مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِمُؤَذِّنِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ: إِذَا قُلْتَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَلَا تَقُلْ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قُلْ صَلُّوْا فِي بُيُوْتِكُمْ، فَكَأَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوْا، فَقَالَ: فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُخْرِجَكُمْ، فَتَمْشُوْنَ فِي الطِّيْنِ وَالدَّحْضِ. [راجع:٦١٦]

اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں صاحب الزیادی عبدالحمید نے خبر دی، کہا کہ ہم سے محمد بن سیرین کے چچازاد بھائی عبداللہ بن حارث نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے مؤذن سے ایک دفعہ بارش کے دن کہا کہ اشهد ان محمدا رسول الله کے بعد حی علی الصلوة (نماز کی طرف آؤ) نہ کہنا بلکہ یہ کہنا کہ صلوا فی بیوتکم (اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو) لوگوں نے اس بات پر تعجب کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسی طرح مجھ سے بہتر انسان (رسول اللہ ﷺ) نے کیا تھا۔ بے شک جمعہ فرض ہے اور میں مکروہ جانتا ہوں کہ تمہیں گھروں سے باہر نکال کر مٹی اور کیچڑ پھسلوان میں چلاؤں۔

تشریح: ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مطلب یہ تھا کہ بے شک جمعہ فرض ہے۔ مگر حالت بارش میں یہ عزیمت رخصت سے بدل جاتی ہے لہٰذا کیوں نہ اس رخصت سے تم کو فائدہ پہنچاؤں کہ تم کیچڑ میں پھسلنے اور بارش میں بھیگنے سے بچ جاؤ۔

بَابُ مِنْ أَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ، وَعَلَى مَنْ تَجِبُ؟

باب: جمعہ کے لیے کتنی دور والوں کو آنا چاہیے اور کن لوگوں پر جمعہ واجب ہے؟

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ [الجمعة:٩]: وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا كُنْتَ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ، فَنُوْدِيَ بِالصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، فَحَقٌّ عَلَيْكَ أَنْ تَشْهَدَهَا، سَمِعْتَ النِّدَاءَ أَوْ لَمْ تَسْمَعْهُ. وَكَانَ أَنَسٌ فِي قَصْرِهِ أَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَأَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ، وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلَى فَرْسَخَيْنِ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا (سورۂ جمعہ میں) ارشاد ہے: ”جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان ہو (تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو)۔“ عطاء بن رباح نے کہا کہ جب تم ایسی بستی میں ہو جہاں جمعہ ہو رہا ہے اور جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو تمہارے لیے جمعہ کی نماز پڑھنے آنا واجب ہے۔ اذان سنی ہو یا نہ سنی ہو۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (بصرہ سے) چھ میل دور مقام زاویہ میں رہتے تھے، آپ یہاں کبھی اپنے گھر میں جمعہ پڑھ لیتے اور کبھی یہاں جمعہ نہیں پڑھتے۔ (بلکہ بصرہ کی جامع مسجد میں جمعہ کے لیے تشریف لایا کرتے تھے)۔

تشریح: آیت مذکورہ سورہ جمعہ سے جمہور علما نے یہ ثابت کیا ہے کہ جہاں تک اذان پہنچ سکتی ہو وہاں تک کے لوگوں کو جمعہ میں حاضر ہونا فرض ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ آواز پہنچنے سے یہ مراد ہے کہ مؤذن بلند آواز ہو اور کوئی شور و غل نہ ہو ایسی حالت میں جتنی دور تک بھی آواز پہنچے۔ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو اذان سنے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شہر ہو یا دیہات جہاں بھی مسلمان رہتے ہوں اور اذان ہوتی ہو وہاں جمعہ کی ادائیگی ضروری ہے (وحیدی) اذان کا سننا بطور شرط نہیں ہے قرآن میں لفظ اذا نودی ہے۔ فتفکر۔

٩٠٢۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ

(٩٠٢) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر

الْحَارِثِ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِي، فَيَأْتُوْنَ فِي الْغُبَارِ، يُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ، فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ، فَأَتَى رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِيْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هَذَا)) [طرفاه في: ۹۰۳، ۲۰۷۱]. [مسلم: ۱۹۵۸؛ ابوداود: ۱۰۷۸]

دی، ان سے عبید اللہ بن ابی جعفر نے کہ محمد بن جعفر بن زبیر نے ان سے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ نے، آپ نے کہا کہ لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے اپنے گھروں سے اور اطراف مدینہ گاؤں سے (مسجد نبوی میں) باری باری آیا کرتے تھے۔ لوگ گرد و غبار میں چلے آتے، گرد میں اٹے ہوئے اور پسینہ میں شرابور۔ اس قدر پسینہ ہوتا کہ تھمتا نہیں تھا۔ اسی حالت میں ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا: "تم لوگ اس دن (جمعہ میں) غسل کر لیا کرتے تو بہتر ہوتا۔"

تشریح: جمعہ کے دن غسل کرنا موجب اجر و ثواب ہے مگر یہ غسل واجب ہے یا مستحب، اس میں اختلاف ہے بعض احادیث میں اس کے لئے لفظ واجب استعمال ہوا ہے اور بعض میں صیغہ امر بھی ہے جس سے اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے مگر ایک روایت میں سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے ان لفظوں میں بھی مروی ہے: "ان نبی اللہ ﷺ قال من توضأ للجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فذلك افضل۔" (رواہ الخمسة الا ابن ماجة) یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے لئے وضو کیا پس اچھا کیا اور بہت ہی اچھا کیا اور جس نے غسل بھی کر لیا پس یہ غسل افضل ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے اسی بنا پر علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

"قال النووی فحکی وجوبه عن طائفة من السلف حکوہ عن بعض الصحابة وبه قال اهل الظاهر۔" یعنی (حدیث بخاری کے تحت) سلف میں سے ایک جماعت سے غسل جمعہ کا وجوب نقل ہوا ہے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہ منقول ہے اور اہل ظاہر کا یہی فتویٰ ہے۔

مگر دوسری روایت کی بنا پر حضرت علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وذهب جمهور العلماء من السلف والخلف وفقهاء الامصار الی انها مستحب۔" (نیل) یعنی سلف اور خلف سے جمہور علما فقہا امصار اس طرف گئے ہیں کہ یہ مستحب ہے۔ جن روایات میں حق اور واجب کا لفظ آیا ہے اس سے مراد تاکید ہے اور وہ وجوب مراد نہیں ہے جن کے ترک سے گناہ لازم آئے (نیل) ہاں جن لوگوں کا یہ حال ہو وہ ہفتہ بھر نہ نہاتے ہوں اور ان کے جسم و لباس سے بدبو آ رہی ہو، ان کے لئے غسل جمعہ ضروری ہے۔ حضرت علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قلت قدجاء فی هذا الباب احادیث مختلفة بعضها یدل علی ان الغسل یوم الجمعة واجب وبعضها یدل علی انه مستحب والظاهر عندی انه سنة موکدة وبهذا یحصل الجمع بین الاحادیث المختلفة۔ والله تعالی اعلم۔" (تحفة الاحوذی)

یعنی میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں مختلف احادیث آئی ہیں بعض سے وجوب غسل ثابت ہوتا ہے اور بعض سے صرف استحباب۔ اور میرے نزدیک ظاہر مسئلہ یہ ہے کہ غسل جمعہ سنت مؤکدہ ہے اور اسی طرح سے مختلف احادیث وارِدہ میں تطبیق دی جا سکتی ہے۔ احادیث مذکورہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اہل دیہات جمعہ کے لئے ضرور حاضر ہوا کرتے تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا ان کے لئے باعث صد فخر تھی اور وہ اہل دیہات بھی ایسے کہ اونٹ اور بکریوں کے چرانے والے، عسرت کی زندگی گزارنے والے، بعض دفعہ غسل کے لئے موقع بھی نہ ملتا اور بدن سے پسینوں کی بو آتی رہتی تھی۔

اگر اسلام میں اہل دیہات کے لئے جمعہ کی ادائیگی معاف ہوتی تو ضرور کبھی نہ کبھی نبی کریم ﷺ ان سے فرما دیتے کہ تم لوگ اس قدر محنت مشقت کیوں اٹھاتے ہو، تمہارے لئے جمعہ کی حاضری فرض نہیں ہے مگر آپ ﷺ نے ایک دفعہ بھی کبھی ایسا نہیں فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ جمعہ

ہر مسلمان پر فرض ہے ہاں جن کو خود صاحب شریعت نے مستثنیٰ فرما دیا، ان پر فرض نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ غسل جمعہ بہر حال ہونا چاہیے کیونکہ اسلام میں صفائی ستھرائی کی بڑی تاکید ہے۔

قرآن مجید میں اللہ پاک نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (۲/البقرة:۲۲۲) ''بے شک اللہ پاک توبہ کرنے والوں اور پاکی حاصل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔'' غسل بھی پاکی حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے، اسلام میں یہ اصول مقرر کیا گیا کہ بغیر پاکی حاصل کئے نماز ہی درست نہ ہوگی جس میں بوقت ضرورت استنجا، غسل، وضو سب طریقے داخل ہیں۔

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قال النبی ﷺ "الطهور شطر الايمان۔" اقول المراد بالايمان ههناهيئة نفسانية مركبة من نور الطهارة والاخبات والاحسان اوضع منه فی هذا المعنى ولاشك ان الطهور شطره۔" (حجة الله البالغة)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''طہارت نصف ایمان ہے'' میں کہتا ہوں کہ یہاں ایمان سے ایک ایسی ہیئت نفسانیہ مراد ہے جو نور طہارت اور خشوع سے مرکب ہے اور لفظ احسان اس معنی میں ایمان سے زیادہ واضح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طہارت اس کا نصف ہے۔

خلاصۃ المرام یہ کہ جمعہ کے دن خاص طور پر نہا دھو کر خوب پاک صاف ہو کر نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جانا موجب صد اجر و ثواب ہے اور نہانے دھونے سے صفائی ستھرائی کا حصول صحت جسمانی کے لئے بھی مفید ہے۔ جو لوگ روزانہ غسل کے عادی ہیں ان کا تو ذکر ہی کیا ہے مگر جو لوگ کسی وجہ سے روزانہ غسل نہیں کر سکتے کم از کم جمعہ کے دن وہ ضرور ضرور غسل کر کے صفائی حاصل کریں۔ جمعہ کے دن غسل کے علاوہ بوقت جنابت مرد و عورت دونوں کے لئے غسل واجب ہے، یہ مسئلہ اپنی جگہ پر تفصیل سے آ چکا ہے۔

بَابٌ: وَقْتُ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ

باب: جمعہ کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے

وَكَذٰلِكَ يُذْكَرُ عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ وَالنُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ، وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ.

اور حضرت عمر اور حضرت علی اور نعمان بن بشیر اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔

۹۰۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، أَنَّهُ سَأَلَ عَمْرَةَ عَنِ الْغُسْلِ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ؟ فَقَالَتْ: قَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ أَنْفُسِهِمْ، وَكَانُوْا إِذَا رَاحُوْا إِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوْا فِيْ هَيْئَتِهِمْ فَقِيْلَ لَهُمْ: ((لَوِ اغْتَسَلْتُمْ)). [راجع: ۹۰۲] [مسلم: ۱۹۵۹؛ ابوداود: ۳۵۲]

(۹۰۳) ہم سے عبدان عبداللہ بن عثمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی کہ انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے جمعہ کے دن غسل کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ لوگ اپنے کاموں میں مشغول رہتے اور جمعہ کے لیے اسی حالت (میل کچیل) میں چلے آتے، اس لیے ان سے کہا گیا: ''کاش تم لوگ (کبھی) غسل کر لیا کرتے۔''

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت لفظ حدیث ((كانوا اذا راحوا الى الجمعة)) سے ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لان الرواح لايكون بعد الزوال۔" امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے ثابت فرمایا کہ صحابہ کرام جمعہ کی نماز کے لئے زوال کے بعد آیا کرتے تھے معلوم ہوا کہ جمعہ کا وقت بعد از زوال ہوتا ہے۔

٩٠٤۔ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ. [ابوداود: ١٠٨٤؛ ترمذي: ٥٠٣، ٥٠٤]

(۹۰۴) ہم سے سریج بن نعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا ان سے عثمان بن عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔

٩٠٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ، وَنَقِيْلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ. [طرفه في: ٩٤٠]

(۹۰۵) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں حمید طویل نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم جمعہ سویرے پڑھ لیا کرتے اور جمعہ کے بعد آرام کرتے تھے۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے وہی مذہب اختیار کیا جو جمہور کا ہے کہ جمعہ کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے کیونکہ وہ ظہر کا قائم مقام ہے بعض احادیث سے جمعہ قبل الزوال بھی جائز معلوم ہوتا ہے یہاں لفظ ((نبکر بالجمعة)) یعنی صحابہ کہتے ہیں کہ ہم جمعہ کی نماز کے لئے جلدی جایا کرتے تھے (اس سے قبل الزوال کے لئے گنجائش نکلتی ہے) اس کے بارے میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ظاهر ذلك انهم كانوا يصلون الجمعة باكر النهار قال الحافظ: لكن طريق الجمع اولى من دعوى التعارض وقد تقرر ان التبكير يطلق على فعل الشيء في اول وقته اوتقديمه على غيره وهو المراد ههنا المعنى كانوا يبدؤون بالصلوة قبل القيلولة بخلاف ما جرت به عادتهم في صلوة الظهر في الحر فانهم كانوا يقيلون ثم يصلون لمشروعية الابراد۔"

یعنی حدیث بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جمعہ اول دن میں ادا کر لیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر دو احادیث میں تعارض پیدا کرنے سے بہتر یہ ہے کہ ان میں تطبیق دی جائے۔ یہ امر محقق ہے کہ تبکیر کا لفظ کسی کام کا اول وقت میں کرنے پر بولا جاتا ہے یا اس کا غیر پر مقدم کرنا۔ یہاں یہی مراد ہے معنی یہ ہوا کہ وہ قیلولہ سے قبل جمعہ کی نماز پڑھ لیا کرتے تھے بخلاف ظہر کے کیونکہ گرمیوں میں ان کی عادت یہ تھی کہ پہلے قیلولہ کرتے پھر ظہر کی نماز ادا کرتے تا کہ ٹھنڈا وقت کرنے کی مشروعیت پر عمل ہو۔

مگر لفظ حين تميل الشمس (یعنی نبی کریم ﷺ سورج ڈھلنے پر جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے) پر علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فيه اشعار بمواظبته ﷺ على صلوة الجمعة اذا زالت الشمس۔" یعنی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ زوال شمس کے بعد نماز جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اور جمہور کا مسلک یہی ہے، اگرچہ بعض صحابہ اور سلف سے زوال سے پہلے بھی جمعہ کا جواز منقول ہے مگر امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ترجیح اسی مسلک کو حاصل ہے۔ ایسا ہی علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والظاهر المعول عليه هو ما ذهب اليه الجمهور من انه لا تجوز الجمعة الا بعد زوال الشمس واما ما ذهب اليه بعضهم من انها تجوز قبل الزوال فليس فيه حديث صحيح صريح۔ والله اعلم۔" (تحفة الاحوذی)

بَابٌ: إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ جب سخت گرمی میں آن پڑے

٩٠٦ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ خَلْدَةَ - هُوَ خَالِدُ بْنُ دِيْنَارٍ - قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلَاةِ، وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ. يَعْنِي الْجُمُعَةَ. قَالَ يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ خَلْدَةَ وَقَالَ: بِالصَّلَاةِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ. وَقَالَ بِشْرُ بْنُ ثَابِتٍ: حَدَّثَنَا أَبُوْ خَلْدَةَ صَلَّى بِنَا أَمِيْرٌ الْجُمُعَةَ ثُمَّ قَالَ لِأَنَسٍ: كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ؟ [نسائي: ٤٩٨]

(۹۰۶) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حرمی بن عمارہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوخلدہ جن کا نام خالد بن دینار ہے، نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ اگر سردی زیادہ پڑتی تو نبی کریم ﷺ نماز سویرے پڑھ لیتے۔ لیکن جب گرمی زیادہ ہوتی تو ٹھنڈے وقت نماز پڑھتے۔ آپ کی مراد جمعہ کی نماز سے تھی۔ یونس بن بکیر نے کہا کہ ہمیں ابوخلدہ نے خبر دی، انہوں نے صرف نماز کہا۔ جمعہ کا ذکر نہیں کیا اور بشر بن ثابت نے کہا کہ ہم سے ابو خلدہ نے بیان کیا کہ امیر نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز کس وقت پڑھتے تھے؟

تشریح: امیر سے حکم بن ابوعقیل ثقفی مراد ہیں جو حجاج بن یوسف کی طرف سے نائب تھے:

"استدل به ابن بطال على ان وقت الجمعة وقت الظهر لان انسا سوى بينهما في جوابه للحكم المذكور حين قيل: كيف كان النبي ﷺ يصلي الظهر۔"

(یعنی) اس سے ابن بطال نے استدلال کیا کہ جمعہ اور ظہر کا وقت ایک ہی ہے۔ کیونکہ حضرت انس نے جواب میں جمعہ اور ظہر کو برابر کیا جبکہ ان سے پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز کس وقت ادا فرمایا کرتے تھے؟

بَابُ الْمَشْيِ إِلَى الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کی نماز کے لیے چلنے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ [الجمعة:٩] وَمَنْ قَالَ: السَّعْيُ: الْعَمَلُ وَالذَّهَابُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا﴾ [الاسراء: ١٩] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَحْرُمُ الْبَيْعُ حِيْنَئِذٍ . وَقَالَ عَطَاءٌ: تَحْرُمُ الصِّنَاعَاتُ كُلُّهَا. وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ: عَنِ الزُّهْرِيِّ: إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَيْهِ أَنْ يَشْهَدَ.

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ جمعہ) میں فرمایا کہ "اللہ کے ذکر کی طرف تیزی کے ساتھ چلو۔" اور اس کی تفسیر جس نے یہ کہا کہ "سَعْي" کے معنی عمل کرنا اور چلنا جیسے سورۂ بنی اسرائیل میں ہے ﴿سعى لها سعيها﴾ یہاں سعی کے یہی معنی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ خرید و فروخت جمعہ کی اذان ہوتے ہی حرام ہو جاتی ہے۔ عطاء نے کہا کہ تمام کاروبار اس وقت حرام ہو جاتے ہیں۔ ابراہیم بن سعد نے زہری کا یہ قول نقل کیا کہ جمعہ کے دن جب مؤذن اذان دے تو مسافر بھی شرکت کرے۔

تشریح: یہاں سعی کے معنی عمل کے ہیں یعنی جس نے عمل کیا آخرت کے لئے وہ عمل جو درکار ہے۔ ابن منیر نے کہا کہ جب سعی کا حکم ہوا اور بیع منع ہوئی تو معلوم ہوا کہ سعی سے وہ عمل مراد ہے جس میں اللہ کی عبادت ہو۔ مطلوب آیت کا یہ ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو اللہ کا کام کرو دنیا کا کام چھوڑ دو۔

٩٠٧۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ، قَالَ: أَدْرَكَنِي أَبُوْ عَبْسٍ وَأَنَا أَذْهَبُ، إِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ)). [طرفه في:٢٨١١]

(٩٠٧) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں جمعہ کے لیے جا رہا تھا۔ راستے میں ابوعبس رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ''جس کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلودہ ہو گئے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ پر حرام کر دے گا۔''

[ترمذي: ١٦٣٢؛ نسائي: ٣١١٦]

تشریح: حدیث اور ترجمہ میں مطابقت لفظ فی سبیل اللہ سے ہوتی ہے اس لئے جمعہ کے لئے چلنا فی سبیل اللہ ہی میں چلنا ہے گویا حضرت ابوعبس عبدالرحمن انصاری بدری صحابی مشہور نے جمعہ کو بھی جہاد کے حکم میں داخل فرمایا۔ پھر افسوس ہے ان حضرات پر جنہوں نے کتنے ہی دیہات میں جمعہ نہ ہونے کا فتویٰ دے کر دیہاتی مسلمانوں کو جمعہ کے ثواب سے محروم کر دیا۔ دیہات میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو شہروں میں جمعہ ادا کرنے کے لئے جائیں۔ وہ نماز پنج وقتہ تک میں سستی کرتے ہیں۔ نماز جمعہ کے لئے ان حضرات علما نے چھوٹ دے دی جس سے ان کو کافی سہارا مل گیا۔ انا للہ......

٩٠٨۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيْدٍ، وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوْهَا تَسْعَوْنَ، وَأْتُوْهَا تَمْشُوْنَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا)). [راجع: ٦٣٦]

(٩٠٨) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہری نے سعید اور ابوسلمہ سے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا۔
(دوسری سند) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے اور انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی، وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''جب نماز کے لیے تکبیر کہی جائے تو دوڑتے ہوئے مت آؤ بلکہ (اپنی معمول کی رفتار سے) آؤ پورے اطمینان کے ساتھ پھر نماز کا جو حصہ (امام کے ساتھ) پا لو اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے تو اسے بعد میں پورا کرو۔''

تشریح: یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ جمعہ کی نماز بھی ایک نماز ہے اور اس کے لئے دوڑ نا منع ہو کر معمولی چال سے چلنے کا حکم ہوا یہی ترجمہ باب ہے۔

٩٠٩۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ قُتَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ [قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ]: لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا

(٩٠٩) مجھ سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوقتیبہ بن قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے علی بن مبارک نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے ۔۔۔ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں) کہ مجھے یقین ہے کہ عبداللہ نے اپنے باپ ابوقتادہ سے روایت کی ہے، وہ نبی

عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَقُوْمُوْا حَتَّى تَرَوْنِي، وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ)). [راجع: ٦٣٧]

کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "جب تک مجھے دیکھ نہ لو صف بندی کے لیے کھڑے نہ ہوا کرو اور آہستگی سے چلنا لازم کرلو۔"

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے احتیاط کی راہ سے اس میں شک کیا کہ یہ حدیث ابوقتادہ کے بیٹے عبداللہ نے اپنے باپ سے موصولاً روایت کی یا عبداللہ نے اس کو مرسلاً روایت کیا، شاید یہ انہوں نے اس کتاب میں اپنی یاد سے لکھی، اس وجہ سے ان کو شک رہا لیکن اسماعیلی نے اسی سند سے اس کو نکالا اس میں شک نہیں ہے عبداللہ سے انہوں نے ابوقتادہ سے روایت کی موصولاً۔ ایسے بہت سے بیانات سے واضح ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ روایت حدیث میں انتہائی احتیاط ملحوظ رکھتے تھے پھر تف ہے ان لوگوں پر جو صحیح مرفوع احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ هداهم الله۔

بَابٌ: لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن جہاں دو آدمی بیٹھے ہوئے ہوں ان کے بیچ میں نہ داخل ہو

٩١٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ وَدِيْعَةَ، عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيْبٍ، ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى)). [راجع:٨٨٣]

(٩١٠) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے خبر دی، انہیں سعید مقبری نے، انہیں ان کے باپ ابوسعید نے، انہیں عبداللہ بن ودیعہ نے، انہیں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور خوب پاکی حاصل کی اور تیل یا خوشبو استعمال کی، پھر جمعہ کے لیے چلا اور دو آدمیوں کے بیچ میں نہ گھسا اور جتنی اس کی قسمت میں تھی، نماز پڑھی، پھر جب امام باہر آیا اور خطبہ شروع کیا تو خاموش ہو گیا، اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔"

تشریح: آداب جمعہ میں سے ضروری ادب ہے کہ آنے والا نہایت ہی ادب و متانت کے ساتھ جہاں جگہ پائے بیٹھ جائے۔ کسی کی گردن پھلانگ کر آگے نہ بڑھے کیونکہ یہ شرعاً ممنوع اور معیوب ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ شریعت اسلامی میں کسی کو ایذا پہنچانا خواہ وہ ایذا بنام عبادت نماز ہی کیوں نہ ہو، وہ عنداللہ گناہ ہے۔ اسی مضمون کی اگلی حدیث میں مزید تفصیل آرہی ہے۔

بَابٌ: لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ أَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِي مَكَانِهِ

باب: جمعہ کے دن کسی مسلمان بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھے

٩١١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُقِيمَ

(٩١١) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ میں نے نافع سے سنا، انہوں نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو

الرَّجُلُ أَخَاهُ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ. قُلْتُ لِنَافِعٍ: الْجُمُعَةَ؟ قَالَ: الْجُمُعَةَ وَغَيْرَهَا.

[طرفاه في: ٦٢٦٩، ٦٢٧٠] [مسلم: ٥٦٨٥]

اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جائے۔ میں نے نافع سے پوچھا کہ یہ جمعہ کے لیے ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ جمعہ اور غیر جمعہ سب کے لیے یہی حکم ہے۔

تشریح: تعجب ہے ان لوگوں پر جو اللہ کی مساجد حتیٰ کہ کعبہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ثواب کے لئے دوڑتے ہیں اور دوسروں کو تکلیف پہنچا کر ان کی جگہ پر قبضہ کرتے ہیں بلکہ بعض دفعہ جھگڑا فساد تک نوبت پہنچا کر پھر وہاں نماز پڑھتے اور اپنے نفس کو خوش کرتے ہیں کہ وہ عبادت الٰہی کر رہے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے عبادت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا بلکہ بعض نمازی تو ایسے ہیں کہ ان کو حقیقی عبادت کا پتہ نہیں ہے۔ اللهم ارحم على امة حبيبك ﷺ۔

یہاں مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسجد اللہ کی ہے کسی کے باپ دادا کی ملک نہیں جو نمازی پہلے آیا اور کسی جگہ بیٹھ گیا وہی اس جگہ کا حقدار ہے، اب بادشاہ یا وزیر بھی آئے تو اس کو اٹھانے کا حق نہیں رکھتا۔ (وحیدی)

بَابُ الْأَذَانِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن اذان کا بیان

٩١٢۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَّلُهُ إِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: الزَّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوقِ بِالْمَدِينَةِ.

[أطرافه في: ٩١٣، ٩١٥، ٩١٦] [ابوداود: ١٠٨٧، ١٠٨٨، ١٠٩٠؛ ترمذي: ٥١٦؛ نسائي: ١٣٩٢، ١٣٩٣؛ ابن ماجه: ١١٣٥]

(۹۱۲) ہم سے آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے زہری کے واسطے سے بیان کیا، ان سے سائب بن یزید نے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی پہلی اذان اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر خطبہ کے لیے بیٹھتے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب مسلمانوں کی کثرت ہوگئی تو وہ مقام زوراء سے ایک اور اذان دلوانے لگے۔ ابو عبد اللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زوراء مدینہ کے بازار میں ایک جگہ ہے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ اصل اذان جمعہ وہی تھی جو نبی کریم ﷺ و شیخین کے مبارک زمانوں میں امام کے منبر پر آنے کے وقت دی جاتی تھی۔ بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے بازار میں ایک اذان کا اور اضافہ کر دیا۔ تاکہ وقت سے لوگ جمعہ کے لئے تیار ہو سکیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح بوقت ضرورت مسجد سے باہر کسی مناسب جگہ پر یہ اذان اگر اب بھی دی جائے تو جائز ہے مگر جہاں ضرورت نہ ہو وہاں سنت کے مطابق صرف خطبہ ہی کے وقت خوب بلند آواز سے ایک ہی اذان دینی چاہیے۔

بَابُ الْمُؤَذِّنِ الْوَاحِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے لیے ایک مؤذن مقرر کرنا

٩١٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ،

(۹۱۳) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن ابو سلمہ ماجشون نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ، أَنَّ الَّذِي زَادَ التَّأْذِيْنَ الثَّالِثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ حِيْنَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ، وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ ﷺ مُؤَذِّنٌ غَيْرَ وَاحِدٍ، وَكَانَ التَّأْذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَعْنِيْ: عَلَى الْمِنْبَرِ. [راجع: ٩١٢]

نے بیان کیا، ان سے سائب بن یزید نے کہ جمعہ کی تیسری اذان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بڑھائی جبکہ مدینہ میں لوگ زیادہ ہو گئے تھے جبکہ نبی کریم ﷺ کے ایک ہی مؤذن تھے (آپ ﷺ کے دور میں) جمعہ کی اذان اس وقت دی جاتی جب امام منبر پر بیٹھتا۔

تشریح: اس سے ان لوگوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب منبر پر جاتے تو تین مؤذن ایک کے بعد ایک اذان دیتے۔ ایک مؤذن کا مطلب یہ کہ جمعہ کی اذان خاص ایک مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی دیا کرتے تھے ورنہ ویسے تو عہد نبوی میں کئی مؤذن مقرر تھے جو باری باری اپنے وقتوں پر اذان دیا کرتے تھے۔

بَابٌ: يُجِيْبُ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ

باب: امام منبر پر بیٹھے بیٹھے اذان سن کر اس کا جواب دے

٩١٤۔ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِيْ سُفْيَانَ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ، أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، قَالَ: مُعَاوِيَةُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: وَأَنَا، قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ قَالَ مُعَاوِيَةُ: وَأَنَا، فَلَمَّا أَنْ قَضَى التَّأْذِيْنَ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ عَلَى هَذَا الْمَجْلِسِ حِيْنَ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَقُوْلُ: مَا سَمِعْتُمْ مِنِّي مِنْ مَقَالَتِيْ. [راجع: ٦١٢] [نسائي: ٦٧٤، ٦٧٥]

(۹۱۴) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی، انہیں ابوامامہ بن سہل بن حنیف نے، انہوں نے کہا میں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو دیکھا آپ منبر پر بیٹھے، مؤذن نے اذان دی "اللہ اکبر اللہ اکبر" معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "اللہ اکبر اللہ اکبر" مؤذن نے کہا "اشہد ان لا الہ الا اللہ" معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اور میں بھی توحید کی گواہی دیتا ہوں، مؤذن نے کہا "اشہد ان محمدا رسول اللہ" معاویہ نے جواب دیا اور میں بھی محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں جب مؤذن اذان کہہ چکا تو آپ نے کہا حاضرین! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اسی جگہ یعنی منبر پر آپ بیٹھے تھے مؤذن نے اذان دی تو آپ یہی فرما رہے تھے جو تم نے مجھ کو کہتے سنا۔

تشریح: اذان کے جواب میں سننے والے بھی وہی الفاظ کہتے جائیں جو مؤذن سے سنتے ہیں، اس طرح ان کو وہی ثواب ملے گا جو مؤذن کو ملتا ہے۔

بَابُ الْجُلُوسِ عَلَى الْمِنْبَرِ عِنْدَ التَّأْذِينِ

باب: جمعہ کی اذان ختم ہونے تک امام منبر پر بیٹھا رہے

٩١٥ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، أَخْبَرَهُ: أَنَّ التَّأْذِينَ الثَّانِيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمَرَ بِهِ عُثْمَانُ حِينَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ التَّأْذِينُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ. [راجع: ٩١٢]

(٩١٥) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے عقیل کے واسطے سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، کہ سائب بن یزید نے انہیں خبر دی کہ جمعہ کی دوسری اذان کا حکم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس وقت دیا جب نمازی بہت زیادہ ہو گئے تھے اور جمعہ کے دن اذان اس وقت ہوتی جب امام منبر پر بیٹھا کرتا تھا۔

تشریح: صاحب تفہیم البخاری حنفی دیوبندی کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی اذان کا طریقہ پنج وقتہ اذان سے مختلف تھا۔ اور ان دنوں میں اذان نماز سے کچھ پہلے دی جاتی تھی۔ لیکن جمعہ کی اذان کے ساتھ ہی خطبہ شروع ہو جاتا تھا اور اس کے بعد فوراً نماز شروع کر دی جاتی۔ یہ یاد رہے کہ آجکل جمعہ شروع ہونے پر امام کے سامنے آہستہ سے مؤذن جو اذان دیتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ خطبہ کی اذان بھی بلند جگہ پر بلند آواز سے ہونی چاہیے۔ ابن منیر کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے کوفہ والوں کا رد کیا جو کہتے ہیں کہ خطبہ سے پہلے منبر پر بیٹھنا مشروع نہیں ہے۔

بَابُ التَّأْذِينِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

باب: جمعہ کی اذان خطبہ کے وقت دینا

٩١٦ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ: إِنَّ الْأَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ أَوَّلُهُ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ وَكَثُرُوا، أَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْأَذَانِ الثَّالِثِ، فَأُذِّنَ بِهِ عَلَى الزَّوْرَاءِ، فَثَبَتَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ. [راجع:٩١٢]

(٩١٦) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو یونس بن یزید نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے یہ سنا تھا کہ جمعہ کی پہلی اذان رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا۔ جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی تو آپ نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا حکم دیا، یہ اذان مقام زوراء پر دی گئی اور بعد میں یہی دستور قائم رہا۔

تشریح: تیسری اس کو اس لئے کہا کہ تکبیر بھی اذان ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد سے پھر یہی طریقہ جاری ہو گیا کہ جمعہ میں ایک پہلی اذان ہوتی ہے پھر جب امام منبر پر جاتا ہے تو دوسری اذان دیتے ہیں پھر نماز شروع کرتے وقت تیسری اذان یعنی تکبیر کہتے ہیں گو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فعل بدعت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ اذان ایک ضرورت سے بڑھائی کہ مدینہ کی آبادی دور دور تک پہنچ گئی تھی اور خطبہ کی اذان سب کو جمع ہونے کے لئے کافی نہ تھی، آتے آتے ہی نماز ختم ہو جاتی۔ مگر جہاں یہ ضرورت نہ ہو وہاں بموجب سنت نبوی صرف خطبہ ہی کی اذان دینا چاہیے اور خوب بلند آواز سے نہ کہ جیسا جاہل لوگ خطبہ کے وقت آہستہ آہستہ اذان دیتے ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے لکالا تیسری اذان بدعت ہے۔ یعنی ایک نئی بات ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہ تھی اب اس سنت نبوی کے سوائے اہل حدیث کے اور کوئی بجانہیں لاتے۔ جہاں دیکھوں سنت عثانی کا رواج ہے (مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جو اسے بدعت کہا اس کی توجیہ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فيحتمل ان يكون ذالك على سبيل الانكار ويحتمل ان يريد انه لم يكن في زمن النبي ﷺ وكل مالم يكن في زمنه يسمى بدعة۔" (نيل الاوطار)

یعنی احتمال ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انکار کے طور پر ایسا کہا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ یہ اذان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہ تھی اور جو آپ کے زمانے میں نہ ہو اس کو (لغوی حیثیت سے) بدعت یعنی نئی چیز کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "بلغني ان اهل المغرب الادنى الان لا تأذين عندهم سوى مرة۔" یعنی مجھے خبر پہنچی ہے کہ مغرب والوں کا عمل اب بھی صرف سنت نبوی یعنی ایک ہی اذان پر ہے۔

جمہور علمائے اہل حدیث کا مسلک بھی یہی ہے کہ سنت نبوی پر عمل بہتر ہے اور اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے جیسی ضرورت محسوس ہو تو مسجد سے باہر کسی مناسب جگہ پر اذان کہہ دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

جن لوگوں نے اذان عثانی کو بھی مسنون قرار دیا ان کا قول محل نظر ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ نے بڑی تفصیل سے اس امر پر روشنی ڈالی ہے۔ آخر میں آپ فرماتے ہیں:

"ان الاستدلال على كون الاذان الثالث هو من مجتهدات عثمان امرا مسنونا ليس بتام الا ترى ان ابن عمر قال: الاذان الاول يوم الجمعة بدعة فلو كان هذا الاستدلال تاما وكان الاذان الثالث امرا مسنونا لم يطلق عليه لفظ البدعة لاعلى سبيل الانكار ولا على سبيل غير الانكار فان الامر المسنون لايجوز ان يطلق عليه لفظ البدعة باى معنى كان فتفكر۔" (تحفة الاحوذى)

بَابُ الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنبَرِ

باب: خطبہ منبر پر پڑھنا

وَقَالَ أَنَسٌ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنبَرِ.

٩١٧۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالْقَارِيِّ الْقُرَشِيُّ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ حَازِمِ بْنُ دِيْنَارٍ، أَنَّ رِجَالًا، أَتَوْا سَهْلَ ابْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، وَقَدِ امْتَرَوْا فِي الْمِنبَرِ مِمَّ عُوْدُهُ؟ فَسَأَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: وَاللّٰهِ! إِنِّيْ لَأَعْرِفُ مِمَّا هُوَ، وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَوَّلَ يَوْمٍ وُضِعَ، وَأَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، أَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى فُلَانَةَ امْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ ((مُرِيْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ أَنْ يَعْمَلَ لِيْ أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ پڑھا۔

(٩١٧) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن عبدالقاری قرشی اسکندرانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوحازم بن دینار نے بیان کیا کہ کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ان کا آپس میں اس پر اختلاف تھا کہ منبر نبوی علیٰ صاحبها الصلوٰة والسلام کی لکڑی کس درخت کی تھی۔ اس لیے سعد رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "اللہ گواہ ہے میں جانتا ہوں کہ منبر نبوی کس لکڑی کا تھا۔ پہلے دن جب وہ رکھا گیا اور سب سے پہلے جب اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تو میں اس کو بھی جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی فلاں عورت کے پاس جن کا حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے نام بھی بتایا تھا۔ آدمی بھیجا کہ "وہ اپنے بڑھئی غلام سے میرے لیے لکڑی جوڑ دینے کے لیے کہیں۔ تاکہ جب مجھے لوگوں

إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ)) فَأَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هَاهُنَا، ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى عَلَيْهَا، وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرَى فَسَجَدَ فِيْ أَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا صَنَعْتُ هَذَا لِتَأْتَمُّوْا بِيْ وَلِتَعَلَّمُوْا صَلَاتِيْ)). [راجع: ٣٧٧] [مسلم: ١٢١٦؛ ابو داود: ١٠٨٠]

سے کچھ کہنا ہو تو اس پر بیٹھا کروں۔'' چنانچہ انہوں نے اپنے غلام سے کہا اور وہ غابہ کے جھاؤ کی لکڑی سے اسے بنا کر لایا۔ انصاریہ خاتون نے اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ ﷺ نے اسے یہاں رکھوایا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی پر (کھڑے ہو کر) نماز پڑھائی، اسی پر کھڑے کھڑے تکبیر کہی اس پر رکوع کیا، پھر الٹے پاؤں لوٹے اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا اور پھر دوبارہ اسی طرح کیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو خطاب فرمایا: ''لوگو! میں نے یہ اس لیے کیا کہ تم میری پیروی کرو اور میری طرح نماز پڑھنی سیکھ لو۔''

تشریح: یعنی کھڑے کھڑے ان لکڑیوں پر وعظ کہا کروں جب بیٹھنے کی ضرورت ہو تو ان پر بیٹھ جاؤں۔ پس ترجمہ باب نکل آیا بعض نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث لا کر اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا جس کو طبرانی نے نکالا کہ آپ نے اس منبر پر خطبہ پڑھا۔ غابہ نامی ایک گاؤں مدینہ کے قریب تھا وہاں جھاؤ کے درخت بہت تھے۔ آپ اس لئے الٹے پاؤں اترے تا کہ منہ قبلہ ہی کی طرف رہے۔

٩١٨۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ ابْنُ أَنَسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ، حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ: عَنْ يَحْيَى أَخْبَرَنِيْ حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ أَنَسٍ [أَنَّهُ] سَمِعَ جَابِرًا. [راجع: ٤٤٩]

(٩١٨) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر بن ابی کثیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی، کہا کہ مجھے حفص بن عبداللہ بن انس نے خبر دی، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ایک کھجور کا تنا تھا جس پر نبی کریم ﷺ ٹیک لگا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ جب آپ کے لیے منبر بن گیا (آپ نے اس تنے پر ٹیک نہیں لگائی) تو ہم نے اس کی رونے کی آواز سنی جیسے دس مہینے کی گابھن اونٹنی آواز کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے منبر سے اتر کر اپنا ہاتھ اس پر رکھا (تب وہ آواز موقوف ہوئی) اور سلیمان نے یحییٰ سے یوں حدیث بیان کی کہ مجھے حفص بن عبیداللہ بن انس نے خبر دی اور انہوں نے جابر سے سنا۔

تشریح: سلیمان کی روایت کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے علامات النبوۃ میں نکالا اس حدیث میں انس رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا نام مذکور ہے۔ یہ لکڑی نبی کریم ﷺ کی جدائی میں رونے لگی جب آپ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا تو اس کو تسلی ہوگئی کیا مؤمنوں کو اس لکڑی برابر بھی نبی کریم ﷺ سے محبت نہیں جو آپ کے کلام پر دوسروں کی رائے اور قیاس کو مقدم سمجھتے ہیں۔ (مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ) نبی کریم ﷺ کی جدائی میں اس لکڑی کا رونا یہ معجزات نبوی میں سے ہے۔

٩١٩ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

(٩١٩) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((مَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ)). [راجع: ۸۷۷]

ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سالم نے، ان سے ان کے باپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "جو جمعہ کے لیے آئے وہ پہلے غسل کر لیا کرے۔"

تشریح: اس حدیث سے منبر ثابت ہوا۔

بَابُ الْخُطْبَةِ قَائِمًا

باب: خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا

وَقَالَ أَنَسٌ: بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔

۹۲۰۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُومُ كَمَا تَفْعَلُونَ الْآنَ. [طرفه في: ۹۲۸]

(۹۲۰) ہم سے عبیداللہ بن عمر قواریری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا، ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، پھر بیٹھ جاتے اور پھر کھڑے ہوتے جیسے تم لوگ بھی آج کل کرتے ہو۔

[مسلم: ۱۹۹٤؛ ترمذي: ۵۰٦]

تشریح: شافعیہ نے کہا کہ قیام خطبہ کی شرط ہے کیونکہ قرآن شریف: ﴿وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ (٦٢/ الجمعۃ: ١١) اور حدیثوں سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ عبدالرحمن بن ابی الحکم بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا تھا تو کعب بن عجرہ صحابی رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتراض کیا۔

بَابُ اسْتِقْبَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ إِذَا خَطَبَ

باب: امام جب خطبہ دے تو لوگ امام کی طرف منہ کر لیں

وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَسٌ۔ الْإِمَامَ.

اور عبداللہ بن عمر اور انس رضی اللہ عنہم نے خطبہ میں امام کی طرف منہ کیا۔

۹۲۱۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ.

(۹۲۱) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، ان سے ہلال بن ابی میمونہ نے، انہوں نے کہا ہم سے عطاء بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ ایک دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم سب آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

[أطرافه في: ۱٤٦٥، ۲۸٤۲، ٦٤٢٧] [مسلم: ۲٤۲۲، ۲٤۲۳؛ نسائي: ۲۵۸۰]

تشریح: اور سب نے آپ ﷺ کی طرف منہ کیا۔ باب کا یہی مطلب ہے۔ خطبہ کا اولین مقصد امام کے خطاب کو پوری توجہ سے سننا اور دل میں جگہ

دینا اور اس پر عمل کرنے کا عزم کرنا ہے، اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ امام کا خطاب اس طور پر ہو کہ سامعین اسے سمجھ لیں۔ اسی سے سامعین کی مادری زبان میں خطبہ ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی آیات واحادیث پڑھ پڑھ کر سامعین کی مادری زبان میں سمجھائی جائیں۔ اور سامعین امام کی طرف منہ کر کے پوری توجہ سے سنیں۔

بَابُ مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ: أَمَّا بَعْدُ!

باب: خطبہ میں اللہ کی حمد وثنا کے بعد اما بعد کہنا

رَوَاهُ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کو عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

٩٢٢ـ وَقَالَ مَحْمُوْدٌ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، قَالَ: أَخْبَرَتْنِيْ فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ، قُلْتُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَقُلْتُ: آيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ، قَالَتْ: فَأَطَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ جِدًّا حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ وَإِلَى جَنْبِي قِرْبَةٌ فِيْهَا مَاءٌ فَفَتَحْتُهَا فَجَعَلْتُ أَصُبُّ مِنْهَا عَلَى رَأْسِي، فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَمِدَاللَّهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ!)) قَالَتْ: وَلَغِطَ نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْكَفَأْتُ إِلَيْهِنَّ لِأُسَكِّتَهُنَّ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ: مَا قَالَ؟ قَالَتْ: قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيْتُهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَإِنَّهُ قَدْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ . أَوْ قَرِيْبًا مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، يُؤْتَى أَحَدُكُمْ، فَيُقَالُ لَهُ: مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ)) أَوْ قَالَ: ((الْمُوْقِنُ))

(٩٢٢) اور محمود بن غیلان (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ) نے کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا مجھے فاطمہ بنت منذر نے خبر دی، ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے، انہوں نے کہا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی۔ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے (اس بے وقت نماز پر تعجب سے پوچھا کہ) یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا کیا کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے سر کے اشارہ سے ہاں کہا (کیونکہ سورج گہن ہو گیا تھا) اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ دیر تک نماز پڑھتے رہے، یہاں تک کہ مجھ کو غشی آنے لگی۔ قریب ہی ایک مشک میں پانی بھرا رکھا تھا۔ میں اسے کھول کر اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر جب سورج صاف ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز ختم کر دی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مناسب تعریف بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا: "اما بعد!" اتنا فرمانا تھا کہ کچھ انصاری عورتیں شور کرنے لگیں۔ اس لیے میں ان کی طرف بڑھی کہ انہیں چپ کراؤں (تاکہ رسول اللہ ﷺ کی بات اچھی طرح سن سکوں مگر میں آپ کا کلام نہ سن سکی) تو پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے بتایا کہ آپ نے فرمایا: کہ "بہت سی چیزیں جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھیں، آج اپنی اس جگہ سے میں نے انہیں دیکھ لیا۔ یہاں تک کہ جنت اور دوزخ تک میں نے آج دیکھی۔ مجھے وحی کے ذریعہ یہ بھی بتایا گیا کہ قبروں میں تمہاری ایسی آزمائش ہوگی جیسے کانے دجال کے سامنے یا اس کے قریب قریب۔

شَكَّ هِشَامٌ ((فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. هُوَ مُحَمَّدٌ. جَاءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَآمَنَّا وَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا، فَيُقَالُ لَهُ: نَمْ صَالِحًا، قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا بِهِ. وَأَمَّا الْمُنَافِقُ)) أَوِ ((الْمُرْتَابُ)) شَكَّ هِشَامٌ ((فَيُقَالُ لَهُ: مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ)) قَالَ هِشَامٌ: فَلَقَدْ قَالَتْ لِي فَاطِمَةُ: فَأَوْعَيْتُهُ غَيْرَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ مَا يُغَلِّظُ عَلَيْهِ. [راجع: ٨٦]

تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتہ آئے گا اور پوچھے گا کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ مومن یا یہ کہا کہ یقین والا (ہشام کو شک تھا) کہے گا کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، ہمارے پاس ہدایت اور واضح دلائل لے کر آئے۔ اس لیے ہم ان پر ایمان لائے، ان کی دعوت قبول کی، ان کی اتباع کی اور ان کی تصدیق کی۔ اب اس سے کہا جائے گا کہ تو صالح ہے، آرام سے سو جا۔ ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ تیرا ان پر ایمان ہے (ہشام نے شک کے اظہار کے ساتھ کہا کہ) رہا منافق یا شک کرنے والا تو جب اس سے پوچھا جائے گا کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے تو وہ جواب دے گا مجھے نہیں معلوم میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا اسی کے مطابق میں نے بھی کہا۔" ہشام نے بیان کیا کہ فاطمہ بنت منذر نے جو کچھ کہا تھا میں نے وہ سب یاد رکھا۔ لیکن انہوں نے قبر میں منافقوں پر سخت عذاب کے بارے میں جو کچھ کہا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔

تشریح: یہ حدیث یہاں اس لئے لائی گئی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبہ میں اما بعد کا لفظ استعمال فرمایا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ خطبہ میں اما بعد کہنا سنت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ کہا تھا۔ آپ کا "فصل خطاب" بھی یہی ہے کہ پہلے خداوند قدوس کی حمد و تعریف کی پھر نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا گیا اور اما بعد نے اس تمہید کو اصل خطاب سے جدا کر دیا۔ اما بعد کا مطلب یہ ہے کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد اب اصل خطبہ شروع ہوگا۔

٩٢٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ، يَقُولُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أُتِيَ بِمَالٍ أَوْ بِشَيْءٍ فَقَسَمَهُ، فَأَعْطَى رِجَالًا وَتَرَكَ رِجَالًا فَبَلَغَهُ أَنَّ الَّذِينَ تَرَكَ عَتَبُوا، فَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ أَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ! فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ، وَأَدَعُ الرَّجُلَ، وَالَّذِي أَدَعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعْطِي، وَلَكِنِّي أُعْطِي أَقْوَامًا لِمَا أَرَى فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ، وَأَكِلُ أَقْوَامًا إِلَى مَا جَعَلَ اللَّهُ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْغِنَى وَالْخَيْرِ، فِيهِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ)).

(٩٢٣) ہم سے محمد بن معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عاصم نے جریر بن حازم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مال آیا یا کوئی چیز آئی۔ آپ نے بعض صحابہ کو اس سے عطا کیا اور بعض کو کچھ نہیں دیا۔ پھر آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو آپ نے نہیں دیا تھا انہیں اس کا رنج ہوا، اس لیے آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و تعریف کی پھر فرمایا: "اما بعد! اللہ کی قسم میں بعض لوگوں کو دیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا لیکن میں جس کو نہیں دیتا وہ میرے نزدیک ان سے زیادہ محبوب ہیں جن کو میں دیتا ہوں۔ میں تو ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کے دلوں میں بے صبری اور لالچ پاتا ہوں لیکن جن کے دل اللہ تعالیٰ نے خیر والے اور بے نیاز بنائے ہیں، میں ان پر بھروسہ کرتا ہوں۔ عمرو بن تغلب بھی ان ہی لوگوں میں سے ہیں۔" اللہ کی قسم! میرے لیے رسول اللہ ﷺ کا یہ کلمہ

فَوَاللَّهِ! مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ. [طرفاه في: ٣١٤٥، ٧٥٣٥]

سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے۔

تشریح: سبحان اللہ! صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا ایک حکم فرمانا جس سے آپ کی رضامندی ہو، ساری دنیا کا مال و دولت ملنے سے زیادہ پسند تھا، اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کا کمال خلق ثابت ہوا کہ آپ کسی کی ناراضگی پسند نہیں فرماتے تھے نہ کسی کی دل شکنی۔ آپ ﷺ نے ایسا خطبہ سنایا کہ جن لوگوں کو نہیں دیا تھا وہ ان سے بھی زیادہ خوش ہوئے جن کو دیا تھا۔ (وحیدی) آپ ﷺ نے یہاں بھی لفظ امابعد! استعمال فرمایا۔ یہی مقصود باب ہے۔

٩٢٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ، فَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا، فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهُ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ: **((أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ، لَكِنِّي خَشِيْتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا))** تَابَعَهُ يُوْنُسُ. [راجع: ٧٢٩] [مسلم: ١٧٨٥؛ نسائي: ٢١٩٢]

(٩٢٤) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے عقیل سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت اٹھ کر مسجد میں نماز پڑھی اور چند صحابہ بھی آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ صبح کو ان صحابہ (رضوان اللہ علیہم) نے دوسرے لوگوں سے اس کا ذکر کیا چنانچہ (دوسرے دن) اس سے بھی زیادہ جمع ہو گئے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ دوسری صبح کو اس کا چرچا اور زیادہ ہوا پھر کیا تھا تیسری رات بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے اور جب رسول اللہ ﷺ اٹھے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے پیچھے نماز شروع کر دی۔ چوتھی رات جو آئی تو مسجد میں نمازیوں کی کثرت سے تل دھرنے کی بھی جگہ نہیں تھی۔ لیکن آج رات نبی کریم ﷺ نے یہ نماز نہ پڑھائی اور فجر کی نماز کے بعد لوگوں سے فرمایا: "پہلے آپ ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھا، پھر فرمایا: امابعد! مجھے تمہاری اس حاضری سے کوئی ڈر نہیں لیکن میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم سے یہ ادا نہ ہو سکے۔" اس روایت کی متابعت یونس نے کی ہے۔

تشریح: یہ حدیث کئی جگہ آئی ہے یہاں اس مقصد کے تحت لائی گئی کہ نبی کریم ﷺ نے وعظ میں لفظ امابعد! استعمال فرمایا۔

٩٢٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَامَ عَشِيَّةً بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَتَشَهَّدَ وَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ

(٩٢٥) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ نے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نماز عشاء کے بعد کھڑے ہوئے۔ پہلے آپ نے کلمہ شہادت پڑھا، پھر اللہ تعالیٰ کے لائق اس کی تعریف کی، پھر فرمایا: "امابعد!" زہری کے ساتھ اس روایت کی متابعت ابومعاویہ اور ابواسامہ نے ہشام سے کی،

قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ!)) تَابَعَهُ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَأَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حُمَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ!)) وَتَابَعَهُ الْعَدَنِيُّ عَنْ سُفْيَانَ فِيْ ((أَمَّا بَعْدُ!)).

[أطرافه في: ١٥٠٠، ٢٥٩٧، ٦٦٣٦، ٦٩٧٩، ٧١٧٤، ٧١٩٧] [مسلم: ٤٧٣٩، ٤٧٤٠، ٤٧٤١، ٤٧٤٢، ٤٧٤٣؛ ابوداود: ٢٩٤٦]

انہوں نے اپنے والد عروہ سے اس کی روایت کی، انہوں نے ابوحمید سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "امابعد!" اور ابوالیمان کے ساتھ اس حدیث کو محمد بن یحییٰ نے بھی سفیان سے روایت کیا۔ اس میں صرف: "امابعد!" ہے۔

تشریح: یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جسے خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان اور نذور میں نکالا ہے۔ ہوا یہ کہ نبی کریم ﷺ نے ابن لتبیہ نامی ایک صحابی کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا جب وہ زکوٰۃ کا مال لایا تو بعض چیزوں کی نسبت کہنے لگا کہ یہ مجھ کو بطور تحفہ ملی ہیں، اس وقت آپ نے عشاء کے بعد یہ خطبہ سنایا اور بتایا کہ اس طرح سرکاری سفر میں تم کو ذاتی تحائف لینے کا حق نہیں ہے جو بھی ملا ہے وہ سب بیت المال میں داخل کرنا ہوگا۔

٩٢٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَمِعْتُهُ حِيْنَ تَشَهَّدَ يَقُوْلُ: ((أَمَّا بَعْدُ!)) تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [أطرافه في: ٣١١٠؛ ٣٧١٤، ٣٧٢٩، ٣٧٦٧، ٥٢٣٠، ٥٢٧٨] [مسلم: ٤٧٣٨، ٤٧٣٩؛ ابوداود: ٢٠٦٩، ٢٠٧٠؛ ابن ماجه: ١٩٩٩]

(٩٢٦) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھ سے علی بن حسین نے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے۔ میں نے سنا کہ کلمہ شہادت کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "امابعد!" شعیب کے ساتھ اس روایت کی متابعت محمد بن ولید زبیدی نے زہری سے کی ہے۔

تشریح: زبیدی کی روایت کو طبرانی نے شامیوں کی سند میں وصل کیا ہے۔

٩٢٧۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيْلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِنْبَرَ وَكَانَ آخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهُ مُتَعَطِّفًا مِلْحَفَةً عَلَى مَنْكِبِهِ، قَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ بِعِصَابَةٍ دَسِمَةٍ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ! إِلَيَّ)) فَثَابُوْا إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنَ الْأَنْصَارِ يَقِلُّوْنَ، وَيَكْثُرُ النَّاسُ، فَمَنْ وَلِيَ

(٩٢٧) ہم سے اسمٰعیل بن ابان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن غسیل عبدالرحمٰن بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے۔ منبر پر یہ آپ ﷺ کی آخری بیٹھک تھی۔ آپ ﷺ دونوں شانوں سے چادر لپیٹے ہوئے تھے اور سر مبارک پر ایک پٹی باندھ رکھی تھی۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا: "لوگو! میری بات سنو۔" چنانچہ لوگ آپ ﷺ کی طرف کلام مبارک سننے کے لیے متوجہ ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "امابعد! یہ قبیلہ انصار کے لوگ (آنے

شَيْئًا مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَاسْتَطَاعَ أَنْ يَضُرَّ فِيهِ أَحَدًا أَوْ يَنْفَعَ فِيهِ أَحَدًا، فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ)). [طرفاه في: ٣٦٢٨، ٣٨٠٠]

والے دور میں) تعداد میں بہت کم ہو جائیں گے پس محمد ﷺ کی امت کا جو شخص بھی حاکم ہو اور اسے نفع ونقصان پہنچانے کی طاقت ہو تو انصار کے نیک لوگوں کی نیکی قبول کرے اور ان کے برے کی برائی سے درگزر کرے۔"

تشریح: یہ آپ کا مسجد نبوی میں آخری خطبہ تھا۔ آپ کی اس پیشین گوئی کے مطابق انصار اب دنیا میں کم میں ہی ملتے ہیں۔ دوسرے شیوخ عرب کی نسلیں تمام عالم اسلام میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس شان کریمی پر قربان جائیے۔ اس احسان کے بدلے میں کہ انصار نے آپ ﷺ کی اور اسلام کی کسمپری اور مصیبت کے وقت مدد کی تھی، آپ ﷺ اپنی تمام امت کو اس کی تلقین فرما رہے ہیں کہ انصار کو اپنا محسن سمجھو۔ ان میں جو اچھے ہوں اس کے ساتھ حسن معاملت بڑھ چڑھ کر کرو اور بروں سے درگزر کرو کہ ان کے آباء نے اسلام کی بڑی کسمپری کے عالم میں مدد کی تھی۔ اس باب میں جتنی حدیثیں آئی ہیں یہاں ان کا ذکر صرف اسی وجہ سے ہوا ہے کہ کسی خطبہ وغیرہ کے موقع پر امابعد! کا ذکر ہے۔ قسطلانی نے کہا کہ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انصار پر سے حدود شرعیہ اٹھا دی جائیں حدود تو نبی کریم ﷺ نے ہر امیر غریب سب پر قائم کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ یہاں انصاری کی خفیف غلطیاں مراد ہیں کہ ان سے درگزر کیا جائے۔

امام الائمہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت یہ مختلف احادیث روایت فرمائی ہیں۔ ان سب میں ترجمہ باب لفظ امابعد! سے نکالا ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنے ہر خطاب میں اللہ کی حمد وثنا کے بعد لفظ امابعد کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ گزشتہ سے پیوستہ حدیث میں عشاء کے بعد آپ کے خطاب عام کا ذکر ہے جس میں آپ نے لفظ امابعد استعمال فرمایا۔ آپ نے ابن لتبیہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا جب وہ اموال زکوٰۃ لے کر واپس ہوئے تو بعض چیزوں کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ مجھ کو بطور تحائف ملی ہیں۔ اس وقت آپ ﷺ نے عشاء کے بعد یہ وعظ فرمایا اور اس پر سخت اظہار ناراضگی فرمایا کہ کوئی شخص سرکاری طور پر تحصیل زکوٰۃ کے لئے جائے تو اس کا کیا حق ہے کہ وہ اس سفر میں اپنی ذات کے لئے تحائف قبول کرے حالانکہ اس کو جو بھی ملے گا وہ سب اسلامی بیت المال کا حق ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ایمان ونذور میں پورے طور پر نقل فرمایا ہے۔

گزشتہ حدیث میں نبی کریم ﷺ کے ایک آخری اور بالکل آخری خطاب عام کا تذکرہ جو آپ نے مرض الموت کی حالت میں پیش فرمایا اور جس میں آپ نے حمد وثنا کے بعد لفظ امابعد استعمال فرمایا۔ پھر انصار کے بارے میں وصیت فرمائی کہ مستقبل میں مسلمان ذی اقتدار لوگوں کا فرض ہوگا کہ وہ انصار کے حقوق کا خاص خیال رکھیں۔ ان میں اچھے لوگوں کو نگاہ احترام سے دیکھیں اور برے لوگوں سے درگزر کریں۔ فی الواقع انصار قیامت تک کے لئے امت مسلمہ میں اپنی خاص تاریخ کے مالک ہیں جس کو اسلام کا سنہری دور کہا جا سکتا ہے۔ یہ انصار ہی کی تاریخ ہے پس انصار کی عزت واحترام ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔

بَابُ الْقَعْدَةِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن دونوں خطبوں کے بیچ میں بیٹھنا

٩٢٨۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا. [راجع: ٩٢٠] [نسائي:

(٩٢٨) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری نے نافع سے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ (جمعہ میں) دو خطبے دیتے اور دونوں کے بیچ میں بیٹھتے تھے۔ (خطبہ جمعہ کے بیچ میں یہ بیٹھنا بھی مسنون

١٤١٥؛ابن ماجه: ١١٠٣]

طریقہ ہے)۔

بَابُ الْإِسْتِمَاعِ إِلَى الْخُطْبَةِ

باب: جمعہ کے روز خطبہ کان لگا کر سننا

٩٢٩۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِاللّٰهِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي بَدَنَةً، ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي بَقَرَةً، ثُمَّ كَبْشًا، ثُمَّ دَجَاجَةً، ثُمَّ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ، وَيَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ)). [طرفه في :٣٢١١]

[مسلم: ١٩٨٥؛ نسائي: ١٣٨٤]

(٩٢٩) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمن بن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے ابوعبداللہ سلیمان اغر نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے جامع مسجد کے دروازے پر آنے والوں کے نام لکھتے ہیں۔ سب سے پہلے آنے والا اونٹ کی قربانی دینے والے کی طرح لکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد آنے والا گائے کی قربانی دینے والے کی طرح پھر مینڈھے کی قربانی کا ثواب رہتا ہے، اس کے بعد مرغی کا، اس کے بعد انڈے کا۔ لیکن جب امام (خطبہ دینے کے لیے) باہر آجاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے دفاتر بند کردیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہوجاتے ہیں۔“

تشریح: اس حدیث میں بہ سلسلہ ذکر ثواب مختلف جانوروں کے ساتھ مرغی اور انڈے کا بھی ذکر ہے۔ اس کے متعلق مولانا شیخ الحدیث عبیداللہ صاحب مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”والمشكل ذكر الدجاجة والبيضة لان الهدى لا يكون منهما واجب بانه من باب المشاكلة اى من تسمية الشيء باسم قرينه والمراد بالاهداء هنا التصدق لما دل عليه لفظ قرب في رواية اخرىٰ وهو يجوز بهما۔“ (مرعاة، ج: ٢ / ص: ٢٩٣)

یعنی مرغی اور انڈے کا بھی ذکر آیا حالانکہ ان کی قربانی نہیں ہوتی، اس کا جواب دیا گیا کہ یہاں یہ ذکر باب مشاکلہ میں ہے یعنی کسی چیز کا ایسا نام رکھ دینا جو اس کے قرین کا نام ہو یہاں قربانی سے مراد صدقہ کرنا ہے جس پر بعض روایت میں آمدہ لفظ قرب دلالت کرتا ہے اور قربت میں رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے ان ہر دو چیزوں کو بھی خیرات میں دیا جاسکتا ہے۔ امام المحدثین نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا کہ نمازیوں کو خطبہ کان لگا کر سننا چاہیے کیونکہ فرشتے بھی کان لگا کر خطبہ سنتے ہیں۔ شافعیہ کے نزدیک خطبہ کی حالت میں کلام کرنا مکروہ ہے لیکن حرام نہیں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک خطبے کے وقت نماز اور کلام دونوں منع ہیں۔ بعض نے کہا کہ دنیا کا بےکار کلام منع ہے مگر ذکر یا دعا منع نہیں ہے اور امام احمد کا یہ قول ہے کہ جو خطبہ سنتا ہو یعنی خطبہ کی آواز اس کو پہنچتی ہو اس کو منع ہے جو نہ سنتا ہو اس کو منع نہیں۔ شوکانی رحمہ اللہ نے اہلحدیث کا مذہب یہ لکھا ہے کہ خطبے کے وقت خاموش رہے۔ سید علامہ نے کہا تحیۃ المسجد مستثنیٰ ہے جو شخص مسجد میں آئے اور خطبہ ہو رہا ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھ لے۔ اسی طرح امام کا کسی ضرورت سے بات کرنا جیسے صحیح احادیث میں وارد ہے۔ مسلم کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ (تحیۃ المسجد کی) ہلکی پھلکی دو رکعتیں پڑھ لے۔ یہی اہلحدیث اور امام احمد رحمہ اللہ کی دلیل ہے کہ خطبہ کی حالت میں تحیۃ المسجد پڑھ لینا چاہیے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ امام خطبہ کی حالت میں ضرورت سے بات کرسکتا ہے اور یہی ترجمہ باب ہے۔ ہلکی پھلکی کا مطلب یہ کہ قراءت کو طول نہ دے۔ یہ مطلب نہیں کہ جلدی جلدی پڑھ لے۔

بَابٌ: إِذَا رَأَى الْإِمَامُ رَجُلًا جَاءَ وَهُوَ يَخْطُبُ أَمَرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ

باب: امام خطبہ کی حالت میں کسی شخص کو جو آئے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دے سکتا ہے

رَكْعَتَيْنِ

٩٣٠- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: ((أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ؟)) فَقَالَ: لَا، قَالَ: ((قُمْ فَارْكَعْ)).

[طرفاه في: ٩٣١، ١١٦٦] [مسلم: ٢٠١٨؛ ابوداود: ١١١٥؛ ترمذي: ٥١٠؛ نسائي: ١٤٠٨]

(۹۳۰) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص آیا نبی کریم ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ ''اے فلاں! کیا تم نے (تحیۃ المسجد کی) نماز پڑھ لی؟'' اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا اٹھ اور دو رکعت نماز پڑھ لے۔''

بَابُ مَنْ جَاءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ

باب: جب امام خطبہ دے رہا ہو اور کوئی مسجد میں آئے تو ہلکی سی دو رکعت نماز پڑھ لے

٩٣١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرًا، قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ: ((أَصَلَّيْتَ؟)) قَالَ: لَا، قَالَ: ((قُمْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ)). [راجع: ٩٣٠] [مسلم: ٢٠١٨؛ ابن ماجه: ١١١٢]

(۹۳۱) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو سے بیان کیا، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں آیا۔ نبی کریم ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ ''کیا تم نے (تحیۃ المسجد کی) نماز پڑھ لی ہے؟'' آنے والے نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ''اٹھو اور دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) پڑھ لو۔''

تشریح: جمعہ کے دن حالت خطبہ میں کوئی شخص آئے تو اسے خطبہ ہی کی حالت میں دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے بغیر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے، جسے امام المحدثین نے یہاں نقل فرمایا ہے، روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے باب فی الرکعتین اذا جاء الرجل والامام یخطب کے تحت اسی حدیث کو نقل فرمایا ہے، آخر میں فرماتے ہیں کہ هذا حديث حسن صحيح یہ حدیث بالکل حسن صحیح ہے، اس میں صاف بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ کی ہی حالت میں ایک آنے والے شخص (سلیک نامی) کو دو رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ بعض ضعیف روایتوں میں مذکور ہے کہ جس حالت میں اس شخص نے دو رکعت ادا کیں نبی کریم ﷺ نے اپنا خطبہ بند کر دیا تھا۔ یہ روایت سند کے اعتبار سے لائق حجت نہیں ہے اور صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث حسن صحیح ہے، جس میں نبی کریم ﷺ کی حالت خطبہ ہی میں اس کے دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ لہٰذا اس کے مقابلہ پر یہ روایت قابل حجت نہیں۔

دیوبندی حضرات فرماتے ہیں کہ آنے والے شخص کو نبی کریم ﷺ نے دو رکعت نماز کا حکم بے شک فرمایا مگر ابھی آپ نے خطبہ شروع ہی نہیں فرمایا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ حدیث کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما جو صاف لفظوں میں والنبی ﷺ یخطب الناس یوم الجمعة ''یعنی نبی کریم ﷺ لوگوں کو خطبہ سنا رہے تھے۔'' نقل فرما رہے ہیں نعوذ باللہ ان کا یہ بیان غلط ہے اور ابھی نبی کریم ﷺ نے خطبہ شروع ہی نہیں فرمایا تھا۔ یہ کس قدر جرأت ہے کہ ایک صحابی رسول کو غلط بیانی کا مرتکب گردانا جائے اور بعض ضعیف روایات کا سہارا لے کر محدثین کرام کی فقاہت حدیث اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے بیان کی نہایت بے باکی کے ساتھ تغلیط کی جائے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ کی دوسری حدیث عبداللہ

بن ابی مسرح سے یوں نقل فرمائی ہے:

"ان ابا سعید الخدری دخل یوم الجمعة ومروان یخطب فقام یصلی فجاء الحرس لیجلسوه فابی حتی صلی فلما انصرف اتیناه فقلنا رحمك الله ان كادوا لیقعوا بك فقال: ما كنت لاتركهما بعد شیء رایته من رسول الله ﷺ ثم ذكر ان رجلا جاء یوم الجمعة فی هیئة بذة والنبی ﷺ یخطب یوم الجمعة فامره فصلی ركعتین والنبی ﷺ یخطب۔

یعنی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن مسجد میں اس حالت میں آئے کہ مروان خطبہ دے رہا تھا یہ نماز (تحیۃ المسجد) پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ یہ دیکھ کر سپاہی آئے اوران کو زبردستی نماز سے باز رکھنا چاہا مگر یہ نہ مانے اور پڑھ کر ہی سلام پھیرا، عبداللہ بن ابی مسرح کہتے ہیں کہ نماز کے بعد ہم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کہا کہ وہ سپاہی آپ پر حملہ آور ہونا ہی چاہتے تھے آپ نے فرمایا کہ میں ان دو رکعتوں کو چھوڑنے والا ہی نہیں تھا۔ خواہ سپاہی لوگ کچھ بھی کرتے کیونکہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے آپ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی پریشان شکل میں داخل مسجد ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو اس حالت میں دو رکعت پڑھ لینے کا حکم فرمایا۔ وہ نماز پڑھتا رہا اور نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔

دو عادل گواہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہر دو عادل گواہوں کا بیان قارئین کے سامنے ہے اس کے بعد مختلف تاویلات یا کمزور روایات کا سہارا لے کر ان ہر دو صحابیوں کی تغلیط کے درپے ہونا کسی بھی اہل علم کی شان کے خلاف ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں کہ ابن عیینہ اور ابوعبدالرحمٰن مقری ہر دو بزرگوں کا یہی معمول تھا کہ وہ اس حالت مذکورہ میں ان ہر دو رکعتوں کو ترک نہیں کیا کرتے تھے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے کی دیگر روایات کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے جن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت طبرانی میں یوں مذکور ہے:

"عن جابر قال: دخل النعمان بن نوفل ورسول الله ﷺ علی المنبر یخطب یوم الجمعة فقال له النبی ﷺ: صلی ركعتین وتجوز فیهما فاذا اتی احدكم یوم الجمعة والامام یخطب فلیصل ركعتین ولیخففهما كذا فی قوت المغتذی۔"

(وتحفة الاحوذی، ج:۲/ ص:۲٦٤)

یعنی ایک بزرگ نعمان بن نوفل نامی مسجد میں داخل ہوئے اور نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو حکم فرمایا کہ "اٹھ کر دو رکعت پڑھ کر بیٹھیں اوران کو ہلکا کر کے پڑھیں اور جب بھی کوئی تمہارا اس حالت میں مسجد میں آئے کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ ہلکی دو رکعتیں پڑھ کر ہی بیٹھے اوران کو ہلکا پڑھے۔" حضرت علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم شریف فرماتے ہیں:

"هذه الاحادیث كلها یعنی التی رواها مسلم صریحة فی الدلالة لمذهب الشافعی واحمد واسحاق فقهاء المحدثین انه اذا دخل الجامع یوم الجمعة والامام یخطب یستحب ان یصلی ركعتین تحیة المسجد ویكره الجلوس قبل ان یصلیهما وانه یستحب ان یتجوز فیهما یسمع بعدهما الخطبة وحكی هذا المذهب عن الحسن البصری وغیره من المتقدمین۔" (تحفة حوذی)

یعنی ان جملہ احادیث سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے کہ امام جب خطبہ دے رہا ہو اور کوئی آنے والا آئے تو اسے چاہیے کہ دو رکعتیں تحیۃ المسجد ادا کر کے ہی بیٹھے۔ بغیر ان دو رکعتوں کے اس کا بیٹھنا مکروہ ہے اور مستحب ہے کہ ہلکا پڑھے تاکہ پھر خطبہ سنے۔ یہی مسلک امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ متقدمین کا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے حضرات کا مسلک بھی ذکر فرمایا ہے جو ان دو رکعتوں کے قائل نہیں ہیں پھر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا فیصلہ ان لفظوں میں دیا ہے والقول الاول اصح یعنی ان ہی حضرات کا مسلک صحیح ہے جو ان دو رکعتوں کے پڑھنے کے قائل ہیں۔ اس تفصیل کے بعد بھی اگر کوئی شخص ان دو رکعتوں کو ناجائز تصور کرے تو یہ خود اس کی ذمہ داری ہے۔

آخر میں حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی بھی سن لیجئے، آپ فرماتے ہیں:

"فاذا جاء والامام یخطب فلیركع ركعتین ولیتجوز فیهما رعایة لسنة الراتبة وادب الخطبة جمیعا بقدر الامكان

ولا تغتر فی هذه المسألة بما یلهج به اهل بلدك فان الحدیث صحیح واجب اتباعه۔"

(حجة الله البالغة ، جلد :دوم/ ص:۱۰۱)

یعنی جب کوئی نمازی ایسے حال میں مسجد میں داخل ہو کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو دو رکعت ہلکی خفیف پڑھ لے تا کہ سنت راتبہ اور ادب خطبہ ہر دو کی رعایت ہو سکے اور اس مسئلہ کے بارے میں تمہارے شہر کے لوگ جو شور کرتے ہیں (اور ان رکعتوں کے پڑھنے سے روکتے ہیں، ان کے دھوکا میں نہ آنا) کیونکہ اس مسئلہ کے حق میں حدیث صحیح وارد ہے جس کا اتباع واجب ہے۔ وبالله التوفیق۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ

باب: خطبہ میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

٩٣٢۔حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ ح: وَعَنْ يُونُسَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلَكَ الْكُرَاعُ، وَهَلَكَ الشَّاءُ، فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَسْقِيَنَا، فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا.

[أطرافه في: ٩٣٣، ١٠١٣، ١٠١٤، ١٠١٥، ١٠١٦، ١٠١٧، ١٠١٨، ١٠١٩، ١٠٢١، ١٠٢٩، ١٠٣٣، ٣٥٨٢، ٦٠٩٣، ٦٣٤٢]

[ابوداود: ١١٧٤]

(۹۳۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن انس نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے، (دوسری سند) اور حماد نے یونس سے بھی روایت کی عبدالعزیز اور یونس دونوں نے ثابت سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یارسول اللہ! مویشی اور بکریاں ہلاک ہو گئیں (بارش نہ ہونے کی وجہ سے) آپ ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بارش برسائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور دعا کی۔

بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن خطبہ میں بارش کے لیے دعا کرنا

٩٣٣۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَبَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا، فَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا وَضَعَهَا

(۹۳۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام ابوعمرو اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا، ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں قحط پڑا، آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کہا: یارسول اللہ! جانور مر گئے اور اہل و عیال دانوں کو ترس گئے۔ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے، اس وقت بادل کا ایک ٹکڑا بھی آسمان پر نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ابھی آپ ﷺ نے ہاتھوں کو نیچے بھی نہیں کیا

حَتّٰى ثَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتّٰى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهِ ﷺ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ، وَمِنَ الْغَدِ، وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِيْ يَلِيْهِ، حَتّٰى الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى، فَقَامَ ذٰلِكَ الْأَعْرَابِيُّ- أَوْ قَالَ: غَيْرُهُ- فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا- فَرَفَعَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا، وَلَا عَلَيْنَا)) فَمَا يُشِيْرُ بِيَدِهِ إِلٰى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ إِلَّا انْفَرَجَتْ، وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ، وَسَالَ الْوَادِيْ قَنَاةُ شَهْرًا، وَلَمْ يَجِيءْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ. [راجع: ٩٣٢]

[مسلم: ٢٠٧٩؛ نسائي: ١٥٢٧]

تھا کہ پہاڑوں کی طرح گھٹا امڈ آئی اور آپ ﷺ ابھی منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ ﷺ کے ریش مبارک سے ٹپک رہا تھا۔ اس دن اس کے بعد اور متواتر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی (دوسرے جمعہ کو) یہی دیہاتی پھر کھڑا ہوا یا کہا کہ کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! عمارتیں منہدم ہوگئیں اور جانور ڈوب گئے۔ آپ ﷺ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ "اے اللہ! اب دوسری طرف بارش برسا اور ہم سے روک دے۔" آپ ﷺ ہاتھ سے بادل کے لیے جس طرف بھی اشارہ کرتے، ادھر مطلع صاف ہو جاتا۔ سارا مدینہ تالاب کی طرح بن گیا تھا اور قناۃ کا نالا مہینہ بھر بہتا رہا اور ارد گرد سے آنے والے بھی اپنے یہاں بھرپور بارش کی خبر دیتے رہے۔

تشریح: باب اور نقل کردہ حدیث سے ظاہر ہے کہ امام بوقت ضرورت جمعہ میں بھی بارش کے لئے دعا کر سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی ایسی عوامی ضرورت کے لئے دعا کرنے کی درخواست بحالت خطبہ امام سے کی جا سکتی ہے اور یہ بھی کہ امام ایسی درخواست پر خطبہ ہی میں توجہ کر سکتا ہے۔ جن حضرات نے خطبہ کو نماز کا درجہ دے کر اس میں بوقت ضرورت تکلم کو بھی منع بتلایا ہے، اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ پر لکھتے ہیں:

"وفی الحديث فوائد منها جواز المكالمة من الخطيب حال الخطبة وتكرار الدعاء وادخال الاستسقاء فی الخطبة والدعاء به علی المنبر وترك تحويل الرداء والاستقبال والاجتزاء بصلاة الجمعة عن صلاة الاستسقاء كما تقدم وفيه علم من اعلام النبوة فيه اجابة الله تعالى دعاء نبيه وامتثال الحساب امره كما وقع كثير من الروايات وغير ذلك من الفوائد۔"

(نيل الاوطار)

یعنی اس حدیث سے بہت سے مسائل نکلتے ہیں مثلاً: حالت خطبہ میں خطیب سے بات کرنے کا جواز نیز دعا کرنا (اور اس کے لئے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرنا) اور خطبہ جمعہ میں استسقاء کی دعا اور استسقاء کے لئے ایسے مواقع پر چادر الٹنے پلٹنے کو چھوڑ دینا اور کعبہ رخ بھی نہ ہونا اور نماز جمعہ کو نماز استسقاء کے بدلے کافی سمجھنا اور اس میں آپ کی نبوت کی ایک اہم دلیل بھی ہے کہ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور بادلوں کو آپ کا فرمان تسلیم کرنے پر مامور فرما دیا اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ آپ نے کن لفظوں میں دعائے استسقاء کی۔ اس بارے میں بھی کئی روایات ہیں جن میں جامع دعائیں یہ ہیں:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ- اَللّٰهُمَّ غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا طَبَقًا غَدَقًا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِثٍ- اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ-"

یہ بھی امر مشروع ہے کہ ایسے مواقع پر اپنے میں سے کسی نیک بزرگ کو دعا کے لئے آگے بڑھایا جائے اور وہ اللہ سے رو رو کر دعا کرے اور لوگ پیچھے سے آمین آمین کہہ کر تضرع و آزاری کے ساتھ اللہ سے پانی کا سوال کریں۔

بَابُ الْإِنْصَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ

باب: جمعہ کے دن خطبہ کے وقت چپ رہنا

وَإِذَا قَالَ لِصَاحِبِهِ:أَنْصِتْ، فَقَدْ لَغَا. وَقَالَ: سَلْمَانُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ)).

اور یہ بھی لغو حرکت ہے کہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے کوئی کہے کہ "چپ رہ" سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ "جب امام خطبہ شروع کرے تو خاموش ہو جانا چاہیے۔"

٩٣٤ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ: أَنْصِتْ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ)). [مسلم: ١٩٦٥، ١٩٦٦؛ ترمذي: ٥١٢؛ نسائي: ١٤٠٠، ١٤٠١]

(٩٣٤) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے عقیل سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب امام جمعہ کا خطبہ دے رہا ہو اور تو اپنے پاس بیٹھے آدمی سے کہے کہ "چپ رہ" تو تو نے خود ایک لغو حرکت کی۔"

بَابُ السَّاعَةِ الَّتِي فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن وہ گھڑی جس میں دعا قبول ہوتی ہے

٩٣٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: ((فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي، يَسْأَلُ اللَّهَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ)). وَأَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا [طرفاه في: ٥٢٩٤، ٦٤٠٠] [مسلم: ١٩٦٩]

(٩٣٥) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا، ان سے ابو الزناد نے، ان سے عبدالرحمن اعرج نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے ذکر میں ایک دفعہ فرمایا: "اس دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں اگر کوئی مسلمان بندہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی چیز اللہ پاک سے مانگے تو اللہ پاک اسے وہ چیز ضرور دیتا ہے۔" ہاتھ کے اشارے سے آپ نے بتلایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی سی ہے۔

تشریح: اس گھڑی کی تعیین میں اختلاف ہے کہ یہ گھڑی کس وقت آتی ہے بعض روایات میں اس کے لئے وہ وقت بتلایا گیا ہے جب امام نماز جمعہ شروع کرتا ہے۔ گویا نماز ختم ہونے تک درمیان میں یہ گھڑی آتی ہے بعض روایات میں طلوع فجر سے اس کا وقت بتلایا گیا ہے۔ بعض روایات میں عصر سے مغرب تک کا وقت اس کے لئے بتلایا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں بہت تفصیل کے ساتھ ان جملہ روایات پر روشنی ڈالی ہے اور اس بارے میں علمائے اسلام و فقہائے عظام کے ۴۳ اقوال نقل کئے ہیں امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن منیر کا خیال ان لفظوں میں نقل فرمایا ہے:

"قال ابن المنير: اذا علم ان فائدة الابهام لهذه الساعة ولليلة القدر بعث الدواعي على الاكثار من الصلاة والدعاء ولووقع البيان لها لاتكل الناس على ذالك وتركوا ما عداها فالعجب بعد ذالك ممن يتكل في طلب تحديدها وقال في موضع آخر يحسن جمع الاقوال فتكون ساعة الاجابة واحدة منها لا بعينها فيصادفها من اجتهد في الدعاء في جميعها۔"

(نيل الاوطار)

یعنی اس گھڑی کے پوشیدہ ہونے میں فائدہ یہ ہے کہ ان کی تلاش کے لئے بکثرت نماز نفل ادا کی جائے اور دعائیں کی جائیں، اس صورت میں ضرور ضرور وہ گھڑی کسی نہ کسی ساعت میں اسے حاصل ہوگی۔ اگر ان کو ظاہر کردیا جاتا تو لوگ بھروسہ کرکے بیٹھ جاتے اور صرف اس گھڑی میں عبادت کرتے۔ پس تعجب ہے اس شخص پر جو اسے محدود وقت میں پالینے پر بھروسہ کئے ہوئے ہے۔ بہتر ہے کہ مذکورہ بالا اقوال کو بایں صورت جمع کیا جائے کہ اجابت کی گھڑی وہ ایک ہی ساعت ہے جسے معین نہیں کیا جاسکتا پس جو تمام اوقات میں اس کے لئے کوشش کرے گا وہ ضرور اسے کسی نہ کسی وقت میں پالے گا۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا فیصلہ ان لفظوں میں دیا ہے:

"والقول بانها آخر ساعة من اليوم هو ارجع الاقوال واليه ذهب الجمهور من الصحابة والتابعين والائمة...... الخ"

یعنی اس بارے میں راجح قول یہی ہے کہ وہ گھڑی آخر دن میں بعد عصر آتی ہے اور جمہور صحابہ وتابعین وائمہ دین کا یہی خیال ہے۔

بَابٌ: إِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الْإِمَامِ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَصَلَاةُ الْإِمَامِ وَمَنْ بَقِيَ جَائِزَةٌ

باب: اگر جمعہ کی نماز میں کچھ لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں تو امام اور باقی نمازیوں کی نماز صحیح ہوجائے گی

٩٣٦۔حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَقْبَلَتْ عِيرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا، فَالْتَفَتُوا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا اثْنَي عَشَرَ رَجُلاً، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾. [الجمعة:١١] [أطرافه في :٢٠٥٨، ٢٠٦٤، ٤٨٩٩] [مسلم: ١٩٩٧، ١٩٩٨، ١٩٩٩، ٢٠٠١؛ ترمذي: ٣٣١١]

(٩٣٦) ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زائدہ نے حصین سے بیان کیا، ان سے سالم بن ابی جعد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں غلہ لادے ہوئے ایک تجارتی قافلہ ادھر سے گزرا۔ لوگ خطبہ چھوڑ کر ادھر چل دیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل بارہ آدمی رہ گئے۔ اس وقت سورۂ جمعہ کی یہ آیت اتری: ''اور جب یہ لوگ تجارت اور کھیل دیکھتے ہیں تو اس طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔''

تشریح: ایک مرتبہ مدینہ میں غلہ کی سخت کمی تھی کہ ایک تجارتی قافلہ غلہ لے کر مدینہ آیا، اس کی خبر سن کر کچھ لوگ جمعہ کے دن عین خطبہ کی حالت میں باہر نکل گئے، اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ سے یہ ثابت فرمایا کہ احناف اور شوافع جمعہ کی صحت کے لئے جو خاص قید لگاتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے، اتنی تعداد ضرور ہو جسے جماعت کہا جاسکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سے اکثر لوگ چلے گئے پھر بھی آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی۔ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحابہ کی شان خود قرآن میں یوں ہے: ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ﴾ (٢٤/النور:٣٧) یعنی ''میرے بندے

تجارت وغیرہ میں غافل ہو کر میری یاد کبھی نہیں چھوڑ دیتے۔" سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے بعد میں وہ حضرات اپنے کاموں سے رک گئے اور صحیح معنوں میں اس آیت کے مصداق بن گئے تھے۔ (رضی اللہ عنہم وارضاهم)۔ آمین

بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَقَبْلَهَا

باب: جمعہ کے بعد اور اس سے پہلے سنت پڑھنا

٩٣٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ. [أطرافه في: ١١٦٥، ١١٧٢، ١١٨٠] [مسلم: ١٢٥٢؛ نسائي: ٨٧٢، ١٤٢٦]

(۹۳۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نافع سے خبر دی، ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے دو رکعت، اس کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں پڑھتے اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھتے اور جمعہ کے بعد دو رکعتیں جب گھر واپس ہوتے تب پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: چونکہ ظہر کی جگہ جمعہ کی نماز ہے، اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جو سنتیں ظہر سے پہلے اور پیچھے مسنون ہیں، وہی جمعہ کے پہلے اور پیچھے بھی مسنون ہیں، بعض دوسری احادیث میں ان سنتوں کا ذکر آیا ہے جمعہ کے بعد کی سنتیں اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں پڑھا کرتے تھے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾ [الجمعة: ١٠]

باب: اللہ عزوجل کا (سورۂ جمعہ میں) یہ فرمانا کہ "جب جمعہ کی نماز ختم ہو جائے تو اپنے کام کاج کے لیے زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (روزی، رزق یا علم) کو ڈھونڈو۔"

٩٣٨ـ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ قَالَ: كَانَتْ فِيْنَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِيْ مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ تَنْزِعُ أُصُوْلَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِيْ قِدْرٍ، ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيْرٍ تَطْحَنُهَا، فَتَكُوْنُ أُصُوْلُ السِّلْقِ عَرْقَهُ، وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ

(۹۳۸) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوغسان محمد بن مطرف مدنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوحازم سلمہ بن دینار نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے یہاں ایک عورت تھی جو نالوں پر اپنے ایک کھیت میں چقندر بوتی۔ جمعہ کا دن آتا تو وہ چقندر اکھاڑ لاتیں اور اسے ایک ہانڈی میں پکاتیں پھر اوپر سے ایک مٹھی جو کا آٹا چھڑک دیتیں اس طرح یہ چقندر گوشت کی طرح ہو جاتے۔ جمعہ سے واپسی میں ہم انہیں سلام کرنے کے لیے حاضر ہوتے تو یہی پکوان ہمارے آگے کر دیتیں اور ہم اسے چاٹ

عَلَيْهَا، فَتُقَرِّبُ ذَٰلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ، وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذَٰلِكَ. [أطرافه في: ٩٣٩، ٩٤١، ٢٣٤٩، ٥٤٠٣، ٦٢٤٨، ٦٢٧٩]

جاتے ہم لوگ ہر جمعہ کو ان کے اس کھانے کے آرزومند رہا کرتے تھے۔

تشریح: باب کی مناسبت اس طرح پر ہے کہ صحابہ جمعہ کی نماز کے بعد رزق کی تلاش میں نکلتے اور اس عورت کے گھر پر اس امید پر آتے کہ وہاں کھانا ملے گا۔ اللہ اکبر۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیسی تکلیف اٹھائی کہ چقندر کی جڑیں اور مٹھی بھر جو کا آٹا غنیمت سمجھتے اور اسی پر قناعت کرتے۔ رضی اللہ عنہم۔

٩٣٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ. عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ بِهَذَا وَقَالَ: مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ. [راجع: ٩٣٨] [مسلم: ١٩٩١؛ ترمذي: ٥٢٥؛ ابن ماجه: ١٠٩٩]

(٩٣٩) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا اپنے باپ سے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے یہی بیان کیا اور فرمایا کہ دوپہر کا سونا اور دوپہر کا کھانا جمعہ کی نماز کے بعد رکھتے تھے۔

بَابُ الْقَائِلَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کی نماز کے بعد سونا

٩٤٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: كُنَّا نُبَكِّرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ نَقِيلُ. [راجع: ٩٠٥]

(٩٤٠) ہم سے محمد بن عقبہ شیبانی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسحاق فزاری ابراہیم بن محمد نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم جمعہ سویرے پڑھتے، اس کے بعد دوپہر کی نیند لیتے تھے۔

٩٤١ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ، ثُمَّ تَكُونُ الْقَائِلَةُ. [راجع: ٩٣٨]

(٩٤١) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوغسان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوحازم نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے بتلایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھتے، پھر دوپہر کی نیند لیا کرتے تھے۔

تشریح: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وظاهر ذالك انهم كانوا يصلون الجمعة باكِرَ النهار قال الحافظ: لكن طريق الجمع اولى من دعوىٰ التعارض وقد تقرر ان التبكير يطلق على فعل الشيء فى اول وقته اوتقديمه على غيره وهو المراد ههنا انهم كانوا يبدؤون الصلوٰة قبل القيلولة بخلاف ماجرت به عادتهم فى صلوٰة الظهر فى الحر فإنهم كانوا يقيلون ثم يصلون لمشروعية الابراد والمراد بالقائلة المذكورة فى الحديث نوم نصف النهار۔" (نيل الاوطار)

یعنی ظاہر یہ کہ وہ صحابہ کرام جمعہ کی نماز چڑھتے ہوئے دن میں ادا کر لیتے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعارض پیدا کرنے سے بہتر ہے کہ ہر دو قسم کی احادیث میں تطبیق دی جائے اور یہ مقرر ہو چکا ہے کہ تبکیر کا لفظ کسی کام کو اس کے اول وقت میں کرنے یا غیر پر اسے مقدم کرنے پر بولا

جاتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعہ کی نماز روزانہ کی عادت قیلولہ کے اول وقت میں پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ گرمیوں میں ان کی عادت تھی کہ وہ ٹھنڈا کرنے کے خیال سے پہلے قیلولہ کرتے بعد میں ظہر کی نماز پڑھتے مگر جمعہ کی نماز بعض دفعہ خلاف عادت قیلولہ سے پہلے ہی پڑھ لیا کرتے تھے، قیلولہ دوپہر کے سونے پر بولا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کو بعد زوال اول وقت پڑھنا ان روایات کا مطلب اور منشا ہے۔ اس طرح جمعہ اول وقت اور آخر وقت ہر دو میں پڑھا جا سکتا ہے بعض حضرات قبل زوال بھی جمعہ کے قائل ہیں۔ مگر ترجیح بعد زوال ہی کو ہے اور یہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک معلوم ہوتا ہے۔ ایک طویل تفصیل کے بعد حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقد ظهر بما ذكرنا انه ليس فى صلوة الجمعة قبل الزوال حديث صحيح صريح فالقول الراجع هو ما قال به الجمهور قال شيخنا فى شرح الترمذى: والظاهر المعول عليه هو ما ذهب اليه الجمهور من انه لاتجوز الجمعة الابعد زوال الشمس واما مَا ذهب اليه بعضهم من تجوز قبل الزوال فليس فيه حديث صحيح صريح۔" انتهى

(مرعاۃ ج:۲/ ص: ۲۰۳)

خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے درست نہیں اسی قول کو ترجیح حاصل ہے۔ زوال سے پہلے جمعہ کے صحیح ہونے میں کوئی حدیث صحیح صریح وارد نہیں ہوئی پس جمہور ہی کا مسلک صحیح ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

أَبْوَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ
نمازِ خوف کا بیان

وَقَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿عَذَابًا مُّهِينًا﴾. [النساء: ١٠١، ١٠٢]

اور اللہ پاک نے (سورۂ نساء) میں فرمایا: "اور جب تم مسافر ہو تو تم پر گناہ نہیں اگر نماز کم کر دو۔" فرمان الٰہی: ﴿عذابا مهينا﴾ تک۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی روش کے مطابق صلوٰۃ الخوف کے اثبات کے لئے آیت قرآنی کو نقل فرما کر اشارہ کیا کہ آگے آنے والی احادیث کو اس آیت کی تفسیر سمجھنا چاہیے۔

خوف کی نماز اس کو کہتے ہیں جو حالت جہاد میں ادا کی جاتی ہے جب اسلام اور دشمنان اسلام کی جنگ ہو رہی ہو اور فرض نماز کا وقت آ جائے اور خوف ہو کہ اگر ہم نماز میں کھڑے ہوں گے تو دشمن پیچھے حملہ آور ہو جائے گا ایسی حالت میں خوف کی نماز ادا کرنا جائز ہے اور اس کا جواز کتاب وسنت ہر دو سے ثابت ہے۔ اگر مقابلہ کا وقت ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ فوج دو حصے ہو جائے مجاہدین کا ہر حصہ نماز میں امام کے ساتھ شریک ہو اور آدھی نماز جدا پڑھ لے۔ جب تک دوسری جماعت دشمن کے مقابلہ پر رہے اور اس حالت نماز میں آمد ورفت معاف ہے اور ہتھیار اور زرہ اور سپر ساتھ رکھیں اور اگر اتنی بھی فرصت نہ ہو تو جماعت موقوف کریں تنہا پڑھ لیں، پیادہ پڑھیں یا سوار یا شدت جنگ ہو تو اشاروں سے پڑھ لیں اگر یہ بھی فرصت نہ ملے تو توقف کریں جب تک جنگ ختم ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "فرض الله الصلوة على نبيكم في الحضر اربعا وفي السفر ركعتين وفي الخوف ركعة۔" (رواه احمد ومسلم وابوداود والنسائی) یعنی اللہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضر میں چار رکعت نماز فرض کی اور سفر میں دو رکعت اور خوف میں صرف ایک رکعت۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے منعقد باب میں وارد پوری آیات یہ ہیں: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝ وَإِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ﴾ (۴/النساء: ۱۰۱-۱۰۲) یعنی "جب تم زمین میں سفر کرنے کو جاؤ تو تمہیں نماز کا قصر کرنا جائز ہے اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تم کو ستائیں گے۔ واقعی کافر لوگ تمہارے صریح دشمن ہیں اور جب تو اے نبی! ان میں ہو اور نماز خوف پڑھانے لگے تو چاہیے کہ ان حاضرین میں سے ایک جماعت تیرے ساتھ کھڑی ہو جائے اور اپنے ہتھیار بھی ساتھ لئے رہیں پھر جب پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ کر چکیں تو تم سے پہلی جماعت پیچھے چلی جائے اور دوسری جماعت والے جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی وہ آ جائیں اور تیرے ساتھ ایک نماز پڑھ لیں اور اپنا بچاؤ اور ہتھیار ساتھ ہی رکھیں۔ کافروں کی یہ دلی آرزو ہے کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ تو تم پر وہ ایک ہی دفعہ ٹوٹ پڑیں۔" آخر آیت تک۔

نماز خوف حدیثوں میں پانچ چھ طرح سے آئی ہے جس وقت جیسا موقع ملے پڑھ لینی چاہیے۔ آگے حدیثوں میں ان صورتوں کا بیان آ رہا ہے۔ مولانا وحید الزماں فرماتے ہیں کہ اکثر علما کے نزدیک یہ آیت قصر سفر کے بارے میں ہے بعض نے کہا خوف کی نماز کے باب میں ہے، امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ ہم خوف کا قصر تو اللہ کی کتاب میں پاتے ہیں مگر سفر کا قصر نہیں پاتے۔ انہوں نے کہا ہم نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کرتے دیکھا ویسا ہی ہم بھی کرتے ہیں یعنی گویا یہ حکم اللہ کی کتاب میں نہ سہی پر حدیث میں تو ہے اور حدیث بھی قرآن شریف کی طرح واجب العمل ہے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے زاد المعاد میں نمازِ خوف کی جملہ احادیث کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان سے نماز چھ طریقہ کے ساتھ ادا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طریق پر چاہیں اور جیسا موقع ہو یہ نماز اس طرح پڑھی جا سکتی ہے۔

کچھ حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ نمازِ خوف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منسوخ ہو گئی مگر یہ غلط ہے۔ جمہور علمائے اسلام کا اس کی مشروعیت پر اتفاق ہے۔ آپ کے بعد صحابہ مجاہدین نے کتنی مرتبہ میدان جنگ میں یہ نماز ادا کی ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مبارک پوری فرماتے ہیں:

"فان الصحابة اجمعوا علی صلوٰة الخوف فروی ان علیا صلی صلوٰة الخوف لیلة الهریر وصلاها ابو موسیٰ الاشعری باصبهان باصحابه روی ان سعید بن العاص کان امیر علی الجیش بطبر ستان فقال: ایکم صلی مع رسول اللهﷺ صلوٰة الخوف فقال حذیفة :انا فقدمه فصلی بهم قال الزیلعی: دلیل الجمهور وجوب الاتباع والتاسی بالنبیﷺ وقوله: صلوا کما رایتمونی اصلی...... الخ۔" (مرعاة ، ج : ۲/ ص:۳۱۸)

یعنی صلوٰۃ خوف پر صحابہ کا اجماع ہے جیسا کہ مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لیلۃ الہریر میں نماز خوف ادا کی اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اصفہان کی جنگ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوف کی نماز پڑھی اور حضرت سعید بن عاص نے جو جنگ طبرستان میں امیر لشکر تھے، فوجیوں سے کہا کہ تم میں کوئی ایسا بزرگ ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خوف کی نماز ادا کی ہو۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں موجود ہوں۔ پس ان ہی کو آگے بڑھا کر یہ نماز ادا کی گئی۔ زیلعی نے کہا کہ صلوٰۃ خوف پر جمہور کی دلیل یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اقتدا واجب ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جیسے تم نے مجھ کو ادا کرتے دیکھا ہے ویسے ہی تم بھی ادا کرو پس ان لوگوں کا قول غلط ہے جو صلوٰۃ خوف کو اب منسوخ کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اول سب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز کی نیت باندھی، دو صف ہو گئے۔ ایک صف تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل، دوسری صف ان کے پیچھے اور یہ اس حالت میں ہے جب دشمن قبلے کی جانب ہو اور سب کا منہ قبلے ہی کی جانب ہو۔ خیر اب پہلی صف والوں نے آپ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا اور دوسری صف والے کھڑے کھڑے ان کی حفاظت کرتے رہے، اس کے بعد پہلی صف والے دوسری صف والوں کی جگہ پر حفاظت کے لئے کھڑے رہے اور دوسری صف والے ان کی جگہ پر آ کر رکوع اور سجدہ میں گئے۔ رکوع اور سجدہ کر کے قیام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہو گئے اور دوسری رکعت کا رکوع اور سجدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کیا جب آپ التحیات پڑھنے لگے تو پہلی صف والے رکوع اور سجدہ میں گئے پھر سب نے ایک ساتھ سلام پھیرا جیسے ایک ساتھ نیت باندھی تھی۔ (شرح وحیدی)

٩٤٢ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: سَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ يَعْنِي صَلَاةَ الْخَوْفِ؟ فَقَالَ: أَخْبَرَنَا سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ، فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي لَنَا، فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهُ، وَأَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ، فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بِمَنْ مَعَهُ،

(۹۴۲) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے زہری سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ خوف پڑھی تھی؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ ہمیں سالم نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ میں نجد کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ (ذات الرقاع) میں شریک تھا۔ دشمن سے مقابلہ کے وقت ہم نے صفیں باندھیں، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خوف کی نماز پڑھائی (تو ہم میں سے) ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے میں شریک ہو گئی اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اب اپنی

وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِيْ لَمْ تُصَلِّ، فَجَاؤُوْا، فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِهِمْ رَكْعَةً، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهِ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ. [أطرافه في: ٩٤٣، ٤١٣٢، ٤١٣٣، ٤٥٣٥] [نسائي: ١٥٣٨]

اقتدا میں نماز پڑھنے والوں کے ساتھ ایک رکوع اور دو سجدے کئے۔ پھر یہ لوگ لوٹ کر اس جماعت کی جگہ آ گئے جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی تھی اب دوسری جماعت آئی۔ ان کے ساتھ بھی آپ نے ایک رکوع اور دو سجدے کئے۔ پھر آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا۔ اس گروہ میں سے ہر شخص کھڑا ہوا اور اس نے اکیلے اکیلے ایک رکوع اور دو سجدے ادا کئے۔

تشریح: نجد لغت میں بلندی کو کہتے ہیں اور عرب میں یہ علاقہ وہ ہے جو تہامہ اور یمن سے لے کر عراق اور شام تک پھیلا ہوا ہے جہاد مذکور ۷ھ میں بنی غطفان کے کافروں سے ہوا تھا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فوج کے دو حصے کئے گئے اور ہر حصہ نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک ایک رکعت باری باری ادا کی پھر دوسری رکعت انہوں نے اکیلے اکیلے ادا کی۔ بعض روایتوں میں یوں ہے کہ ہر حصہ ایک رکعت پڑھ کر چلا گیا اور جب دوسرا گروہ پوری نماز پڑھ گیا تو یہ گروہ دوبارہ آیا اور ایک رکعت اکیلے اکیلے پڑھ کر سلام پھیرا۔

فٹ پٹ ہو جائیں یعنی بھڑ جائیں صف باندھنے کا موقع نہ ملے تو جو جہاں کھڑا ہو وہیں نماز پڑھ لے بعض نے کہا قیاماً کا لفظ یہاں (راوی کی طرف سے) غلط ہے صحیح قائماً ہے اور پوری عبارت یوں ہے: "اذا اختلطوا فانما هو الذكر والاشارة بالراس۔" یعنی جب کافر اور مسلمان لڑائی میں خلط ملط ہو جائیں تو صرف زبان سے قراءت اور رکوع سجدے کے بدل سر سے اشارہ کرنا کافی ہے۔ (شرح وحیدی)

"قال ابن قدامة: يجوز ان يصلى صلوة الخوف على كل صفة صلاها رسول الله ﷺ قال احمد: كل حديث يروى فى ابواب صلوة الخوف فالعمل به جائز وقال: ستة اوجه اوسبعة يروى فيها كلها جائز۔" (مرعاة المصابيح، ج: ٢ / ص: ٣١٩)

یعنی ابن قدامہ نے کہا کہ جن جن طریقوں سے خوف کی نماز نبی کریم ﷺ سے نقل ہوئی ہے ان سب کے مطابق جیسا موقع ہو خوف کی نماز ادا کرنا جائز ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ نماز چھ سات طریقوں سے جائز ہے جو مختلف احادیث میں مروی ہیں:

"قال ابن عباس والحسن البصرى وعطاء وطاوس ومجاهد والحكم بن عتيبة وقتادة واسحاق والضحاك والثورى: انها ركعة عند شدة القتال يومى ايماء۔" (حوالہ مذکور)

یعنی مذکورہ جملہ اکابر اسلام کہتے ہیں کہ شدت قتال کے وقت ایک رکعت محض اشاروں سے بھی ادا کر لینا جائز ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ رِجَالاً وَرُكْبَانًا، رَاجِلٌ: قَائِمٌ

باب: خوف کی نماز پیدل اور سوار ہو کر پڑھنا قرآن میں رجالاً راجل کی جمع ہے (یعنی پا پیادہ)

تشریح: یعنی آیت کریمہ: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا﴾ (٢/البقرة:٢٣٩) میں لفظ رجالا راجل کی جمع ہے نہ کہ رجل کی۔ راجل کے معنی پیدل چلنے والا اور رجل کے معنی مرد۔ اسی فرق کو ظاہر کرنے کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے بتلایا کہ آیت مبارکہ میں رجالا راجل کی جمع ہے یعنی پیدل چلنے والے رجل بمعنی مرد کی جمع نہیں ہے۔

٩٤٣۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقُرَشِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ،

(٩٤٣) ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید قرشی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، نَحْوًا مِنْ قَوْلِ مُجَاهِدٍ إِذَا اخْتَلَطُوْا قِيَامًا. وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((وَإِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَلْيُصَلُّوْا قِيَامًا وَرُكْبَانًا)). [راجع:٩٤٢] [مسلم:١٩٤٣]

عمر رضی اللہ عنہما نے مجاہد کے قول کی طرح بیان کیا کہ جب جنگ میں لوگ ایک دوسرے سے گھ جائیں تو کھڑے کھڑے نماز پڑھ لیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے اپنی روایت میں اضافہ کیا ہے کہ اگر" کافر بہت سارے ہوں کہ مسلمانوں کو دم نہ لینے دیں تو کھڑے کھڑے اور سوار رہ کر (جس طور ممکن ہو اشاروں سے ہی سہی مگر) نماز پڑھ لیں۔"

تشریح: علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قيل مقصوده ان الصلوة لا تسقط عند العجز عن النزول عن العرابة و لا تؤخر عن وقتها بل تصلى على اى وجه حصلت القدرة عليه بدليل الاية۔" (فتح البارى) یعنی مقصود یہ ہے کہ نماز اس وقت بھی ساقط نہیں ہوتی جبکہ نمازی سواری سے اترنے سے عاجز ہو اور نہ وہ وقت سے مؤخر کی جاسکتی ہے بلکہ ہر حالت میں اپنی قدرت کے مطابق اسے پڑھنا ہی ہوگا جیسا کہ آیت بالا اس پر دال ہے۔

زمانہ حاضرہ میں ریلوں، موٹروں ہوائی جہازوں میں بہت سے ایسے ہی مواقع آجاتے ہیں کہ ان سے اترنا ناممکن ہوجاتا ہے بہرحال نماز جس طور بھی ممکن ہو وقت مقررہ پر پڑھ لینی چاہیے۔ ایسی ہی دشواریوں کے پیش نظر شارع علیہ السلام نے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے ادا کرنا جائز قرار دیا ہے اور سفر میں قصر اور بوقت جہاد اور بھی مزید رعایت دی گئی مگر نماز کو معاف نہیں کیا گیا۔

بَابٌ: يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ

باب: خوف کی نماز میں نمازی ایک دوسرے کی حفاظت کرتے ہیں

تشریح: یعنی اگر ایک گروہ نماز پڑھے اور دوسرا ان کی حفاظت کرے پھر وہ گروہ نماز پڑھے، اور پہلا گروہ ان کی جگہ آجائے۔

٩٤٤۔ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَكَبَّرَ وَكَبَّرُوْا مَعَهُ، وَرَكَعَ وَرَكَعَ نَاسٌ مِنْهُمْ، ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوْا مَعَهُ، ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِيْنَ سَجَدُوْا وَحَرَسُوْا إِخْوَانَهُمْ، وَأَتَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَرَكَعُوْا وَسَجَدُوْا مَعَهُ، وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِي صَلَاةٍ، وَلَكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا. [نسائي:١٥٣٣]

(٩٤٤) ہم سے حیوہ بن شریح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حرب نے زبیدی سے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور دوسرے لوگ بھی آپ ﷺ کی اقتدا میں کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ آپ ﷺ نے رکوع کیا تو لوگوں نے آپ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کرلیا تھا وہ کھڑے کھڑے اپنے بھائیوں کی نگرانی کرتے رہے۔ اور دوسرا گروہ آیا۔ (جو اب تک حفاظت کے لئے دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہا بعد میں) اس نے بھی رکوع اور سجدے کئے۔ سب لوگ نماز میں تھے لیکن لوگ ایک دوسرے کی حفاظت کررہے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ

باب: اس وقت (جب دشمن کے) قلعوں کی فتح

الْحُصُوْنِ وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ، کے امکانات روشن ہوں اور جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو رہی ہو تو اس وقت نماز پڑھے یا نہیں

وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: إِنْ كَانَ تَهَيَّأَ الْفَتْحُ، وَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلَاةِ صَلَّوْا إِيمَاءً كُلُّ امْرِئٍ لِنَفْسِهِ، فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْإِيْمَاءِ أَخَّرُوا الصَّلَاةَ، حَتَّى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ أَوْ يَأْمَنُوْا، فَيُصَلُّوْا رَكْعَتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوْا صَلَّوْا رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوْا فَلَايُجْزِئُهُمُ التَّكْبِيْرُ وَيُؤَخِّرُوْنَهَا حَتَّى يَأْمَنُوْا. وَبِهِ قَالَ مَكْحُوْلٌ. وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: حَضَرْتُ مُنَاهَضَةَ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ إِضَاءَةِ الْفَجْرِ، وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ، فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلَاةِ، فَلَمْ نُصَلِّ إِلَّا بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ، فَصَلَّيْنَاهَا وَنَحْنُ مَعَ أَبِي مُوْسَى، فَفُتِحَ لَنَا، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: وَمَا يَسُرُّنِي بِتِلْكَ الصَّلَاةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب فتح سامنے ہو اور نماز پڑھنی ممکن نہ رہے تو اشارہ سے نماز پڑھ لیں۔ ہر شخص اکیلے اکیلے، اگر اشارہ بھی نہ کرسکیں تو لڑائی کے ختم ہونے تک یا امن ہونے تک نماز موقوف رکھیں، اس کے بعد دو رکعتیں پڑھ لیں۔ اگر دو رکعت نہ پڑھ سکیں تو ایک ہی رکوع اور دو سجدے کرلیں اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو صرف تکبیر تحریمہ کافی نہیں ہے، امن ہونے تک نماز میں دیر کریں۔ مکحول تابعی کا یہی قول ہے۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صبح روشنی میں تستر کے قلعہ پر جب چڑھائی ہو رہی تھی اس وقت میں موجود تھا۔ لڑائی کی آگ خوب بھڑک رہی تھی تو جو لوگ نماز نہ پڑھ سکے۔ جب دن چڑھ گیا اس وقت صبح کی نماز پڑھی گئی۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے پھر قلعہ فتح ہوگیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس دن جو نماز ہم نے پڑھی (گو وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھی) اس سے اتنی خوشی ہوئی کہ ساری دنیا ملنے سے اتنی خوشی نہ ہوگی۔

تشریح: تستر اہواز کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ وہاں کا قلعہ سخت جنگ کے بعد بعہد خلافت فاروقی۔ ۲۰ھ میں فتح ہوا۔ اس کی تعلیق کو ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے وصل کیا۔ ابوموسیٰ اشعری اس فوج کے افسر تھے جس نے اس قلعہ پر چڑھائی کی تھی۔ اس نماز کی خوشی ہوئی تھی کہ یہ مجاہدوں کی نماز تھی نہ آجکل کے بزدل مسلمانوں کی نماز۔ بعض نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نماز فوت ہونے پر افسوس کیا یعنی اگر یہ نماز وقت پر پڑھ لیتے تو ساری دنیا کے ملنے سے زیادہ مجھ کو خوشی ہوتی مگر پہلے معنی کو ترجیح ہے۔

٩٤٥۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: جَاءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَيَقُوْلُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغِيبَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَأَنَا وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ)) قَالَ:

(۹۴۵) ہم سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا کہ ہم سے وکیع نے علی بن مبارک سے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ نے، ان سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے دن کفار کو برا بھلا کہتے ہوئے آئے اور عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ! سورج ڈوبنے ہی کو ہے اور میں نے تو اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ کی قسم! میں نے بھی ابھی تک نہیں پڑھی۔'' انہوں نے بیان کیا پھر آپ بطحان کی طرف گئے (جو مدینہ میں ایک میدان

فَنَزَلَ إِلَى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ، وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا.

تھا)، وضو کر کے آپ نے وہاں سورج غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی، پھر اس کے بعد نماز مغرب پڑھی۔

[راجع:٥٩٦]

تشریح: باب کا ترجمہ اس حدیث سے نکلا کہ نبی کریم ﷺ کو لڑائی میں مصروف رہنے سے بالکل نماز کی فرصت نہ ملی تھی تو آپ نے نماز میں دیر کی۔ قسطلانی نے کہا ممکن ہے کہ اس وقت تک خوف کی نماز کا حکم نہیں اترا ہوگا۔ یا نماز کا آپ کو خیال نہ رہا ہوگا یا خیال ہوگا مگر طہارت کرنے کا موقع نہ ملا ہوگا۔

"قيل اخرها عمدا لانه كانت قبل نزول صلوة الخوف ذهب اليه الجمهور كما قال ابن رشد وبه جزم ابن القيم فى الهدیٰ والحافظ فى الفتح والقرطبى فى شرح مسلم وعياض فى الشفاء والز يلعى فى نصب الراية وابن القصار وهذا هوالراجح عندنا۔ (مرعاة المفاتيح ، ج ٢/ ص:٣١٨)

یعنی کہا گیا (شدت جنگ کی وجہ سے) آپ ﷺ نے عمداً نماز عصر کو مؤخر فرمایا، اس لیے کہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ بقول ابن رشد جمہور کا یہی قول ہے اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں اس خیال پر جزم کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری اور قرطبی نے شرح مسلم میں اور قاضی عیاض نے شفاء میں اور زیلعی نے نصب الرایہ میں اور ابن قصار نے اسی خیال کو ترجیح دی ہے اور حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مؤلف مرعاۃ المفاتیح فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بھی اسی خیال کو ترجیح حاصل ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ رَاكِبًا وَإِيمَاءً

باب: جو دشمن کے پیچھے لگا ہو یا دشمن اس کے پیچھے لگا ہو وہ سوار رہ کر اشارے ہی سے نماز پڑھ لے

وَقَالَ الْوَلِيْدُ: ذَكَرْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ صَلَاةَ شُرَحْبِيْلَ بْنِ السِّمْطِ وَأَصْحَابِهِ عَلَى ظَهْرِ الدَّابَّةِ، فَقَالَ: كَذَلِكَ الأَمْرُ عِنْدَنَا إِذَا تُخُوِّفَ الْفَوْتُ. وَاحْتَجَّ الْوَلِيْدُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ)).

اور ولید بن مسلم نے کہا میں نے امام اوزاعی سے شرحبیل بن سمط اور ان کے ساتھیوں کی نماز کا ذکر کیا کہ انہوں نے سواری پر ہی نماز پڑھ لی، تو انہوں نے کہا ہمارا بھی یہی مذہب ہے جب نماز کے قضا ہونے کا ڈر ہو۔ اور ولید نے نبی کریم ﷺ کے اس اشارے سے دلیل لی کہ "کوئی تم میں سے عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ کے پاس پہنچ کر۔"

٩٤٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْأَحْزَابِ: ((لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ)) فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمُ الْعَصْرُ فِي الطَّرِيْقِ، فَقَالَ: بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّي لَمْ يُرِدْ

(٩٤٦) ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے نافع سے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جب نبی کریم ﷺ غزوۂ خندق سے فارغ ہوئے (ابوسفیان لوٹا) تو ہم سے آپ نے فرمایا: "کوئی شخص بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے سے پہلے نماز عصر نہ پڑھے۔" لیکن جب عصر کا وقت آیا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے پر نماز عصر پڑھیں گے اور کچھ حضرات کا خیال یہ ہوا کہ ہمیں نماز پڑھ لینی

مِنَّا ذَلِكَ، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُعَنِّفْ أَحَدًا مِنْهُمْ. [أطرافه في: ٤١١٩] [مسلم: ٦٠٠٢]

چاہیے کیونکہ آپ ﷺ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نماز قضا کر لیں۔ پھر جب آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے کسی پر بھی ملامت نہیں فرمائی۔

تشریح: طالب یعنی دشمن کی تلاش میں نکلنے والے، مطلوب یعنی جس کی تلاش میں دشمن لگا ہو۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب غزوہ احزاب ختم ہو گیا اور کفار ناکام چلے گئے تو نبی کریم ﷺ نے فوراً ہی مجاہدین کو حکم دیا کہ اسی حالت میں بنو قریظہ کے محلہ میں چلیں جہاں مدینہ کے یہودی رہتے تھے جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ان یہودیوں نے ایک معاہدہ کے تحت ایک دوسرے کے خلاف کسی جنگی کارروائی میں حصہ نہ لینے کا عہد کیا تھا۔ مگر خفیہ طور پر یہودی پہلے بھی مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہے اور اس موقع پر تو انہوں نے کھل کر کفار کا ساتھ دیا۔ یہود نے یہ سمجھ کر بھی اس میں شرکت کی تھی کہ یہ آخری اور فیصلہ کن لڑائی ہوگی اور مسلمانوں کی اس میں شکست یقینی ہے۔ معاہدہ کی رو سے یہودیوں کی اس جنگ میں شرکت ایک سنگین جرم تھا، اس لئے نبی کریم ﷺ نے چاہا کہ بغیر کسی مہلت کے ان پر حملہ کیا جائے اور اسی لئے آپ نے فرمایا تھا کہ نماز عصر بنو قریظہ میں جا کر پڑھی جائے کیونکہ راستے میں اگر کہیں نماز کے لئے ٹھہرتے تو دیر ہو جاتی چنانچہ بعض صحابہ ؓ نے بھی اس سے یہی سمجھا کہ آپ کا مقصد صرف جلد تر بنو قریظہ پہنچنا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بحالت مجبوری طالب اور مطلوب ہر دو سواری پر نماز اشارے سے پڑھ سکتے ہیں، امام بخاری ؒ کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی ؒ اور امام احمد ؒ کے نزدیک جس کے پیچھے دشمن لگا ہو وہ تو اپنے بچانے کے لئے سواری پر اشارے ہی سے نماز پڑھ سکتا ہے اور جو خود دشمن کے پیچھے لگا ہو تو اس کو درست نہیں اور امام مالک ؒ نے کہا کہ اس کو اس وقت درست ہے جب دشمن کے نکل جانے کا ڈر ہو۔ ولید نے امام اوزاعی ؒ کے مذہب پر حدیث ((لایصلین احد العصر ...... الخ)) سے دلیل لی کہ صحابہ بنو قریظہ کے طالب تھے یعنی ان کے پیچھے اور بنی قریظہ مطلوب تھے اور نبی کریم ﷺ نے نماز قضا ہو جانے کی ان کے لئے پروانہ کی۔ جب طالب کو نماز قضا کر دینا درست ہوا تو اشارہ سے سوار پر پڑھ لینا بطریق اولیٰ درست ہوگا امام بخاری ؒ کا استدلال اسی لئے اس حدیث سے درست ہے۔ بنو قریظہ پہنچنے والے صحابہ ؓ میں سے ہر ایک نے اپنے اجتہاد اور رائے پر عمل کیا بعض نے یہ خیال کیا کہ نبی کریم ﷺ کے حکم کا یہ مطلب ہے کہ جلد جاؤ بیچ میں ٹھہرو نہیں تو ہم نماز کیوں قضا کریں، انہوں نے سواری پر پڑھ لی بعض نے خیال کیا کہ حکم بجالانا ضروری ہے نماز بھی اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کے لئے پڑھتے ہیں تو آپ کے حکم کی تعمیل میں اگر نماز میں دیر ہو جائے گی تو ہم گنا ہگار نہ ہوں گے (الغرض) فریقین کی نیت بخیر تھی اس لئے کوئی ملامت کے لائق نہ ٹھہرا۔ معلوم ہوا کہ اگر مجتہد غور کرے اور پھر اس کے اجتہاد میں غلطی ہو جائے تو اس سے مؤاخذہ نہ ہوگا۔ نووی ؒ نے کہا اس پر اتفاق ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر مجتہد صواب پر ہے۔

بَابُ التَّبْكِيرِ وَالْغَلَسِ بِالصُّبْحِ، وَالصَّلَاةِ عِنْدَ الْإِغَارَةِ وَالْحَرْبِ

باب: حملہ کرنے سے پہلے صبح کی نماز اندھیرے میں جلدی پڑھ لینا اسی طرح لڑائی میں (طلوع فجر کے بعد فوراً ادا کر لینا)

٩٤٧ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِالْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، وَثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ، ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ: ((اللَّهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا

(٩٤٧) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب اور ثابت بنانی نے بیان کیا ان سے حضرت انس بن مالک ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھا دی، پھر سوار ہوئے (پھر آپ خیبر پہنچ گئے اور وہاں کے یہودیوں کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو گئی) اور فرمایا:

نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ)) فَخَرَجُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ وَيَقُوْلُوْنَ: مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ. قَالَ: وَالْخَمِيْسُ: الْجَيْشُ. فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَ وَسَبَى الذَّرَارِيَّ، فَصَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، وَصَارَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عِتْقَهَا. فَقَالَ: عَبْدُالْعَزِيْزِ لِثَابِتٍ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ! أَأَنْتَ سَأَلْتَ أَنَسًا مَا أَمْهَرَهَا؟ قَالَ: أَمْهَرَهَا نَفْسَهَا، قَالَ: فَتَبَسَّمَ.

[راجع:٣٧١] [نسائي: ٣٣٨٠]

''اللہ اکبر خیبر پر بربادی آ گئی۔ ہم تو جب کسی قوم کے آنگن میں اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح منحوس ہوگی۔'' اس وقت خیبر کے یہودی گلیوں میں یہ کہتے ہوئے بھاگ رہے تھے کہ محمد ﷺ لشکر سمیت آ گئے۔ راوی نے کہا کہ (روایت میں) لفظ خمیس لشکر کے معنی میں ہے۔ آخر رسول اللہ ﷺ کو فتح ہوئی لڑنے والے جوان قتل کر دیئے گئے، عورتیں اور بچے قید ہوئے۔ اتفاق سے صفیہ (رضی اللہ عنہا) دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو ملیں اور آپ نے ان سے نکاح کیا اور آزادی ان کا مہر قرار پایا۔ عبدالعزیز نے ثابت سے پوچھا ابو محمد! کیا تم نے انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مہر آپ نے مقرر کیا تھا انہوں نے جواب دیا کہ خود انہیں کو ان کے مہر میں دے دیا تھا۔ کہا کہ ابو محمد اس پر مسکرا دیئے۔

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ آپ ﷺ نے صبح کی نماز سویرے اندھیرے منہ پڑھ لی اور سوار ہوتے وقت نعرہ تکبیر بلند کیا۔ خمیس لشکر کو اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں پانچ ٹکڑیاں ہوتی ہیں مقدمہ، ساقہ، میمنہ، میسرہ، قلب۔ صفیہ شہزادی تھی نبی کریم ﷺ نے ان کی دلجوئی اور شرافت نسبی کی بنا پر انہیں اپنے حرم میں لے لیا اور آزاد فرما دیا ان ہی کو ان کے مہر میں دینے کا مطلب ان کو آزاد کر دینا ہے، بعد میں یہ خاتون ایک بہترین وفادار ثابت ہوئیں۔ امہات المؤمنین میں ان کا بھی بڑا مقام ہے۔ رضی اللہ عنہا وارضاھا۔ علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ حضرت صفیہ حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں جو بنی اسرائیل میں سے تھے اور ہارون بن عمران علیہ السلام کے نواسہ تھے۔ یہ صفیہ کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں جو جنگ خیبر میں بماہ محرم ۷ھ قتل کیا گیا اور یہ قید ہوگئیں تو ان کی شرافت نسبی کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنے حرم میں داخل فرما لیا، پہلے دحیہ بن خلیفہ کلبی کے حصہ غنیمت میں لگا دی گئی تھیں۔ بعد میں نبی کریم ﷺ نے ان کا حال دریافت فرما کر سات غلاموں کے بدلہ ان کو دحیہ کلبی سے حاصل فرما لیا اسکے بعد یہ برضا ورغبت اسلام لے آئیں اور نبی کریم ﷺ نے اپنی زوجیت سے ان کو مشرف فرمایا اور ان کو آزاد کر دیا اور ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر مقرر فرمایا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ۵۰ھ میں وفات پائی، اور جنت البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔ ان سے حضرت انس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ روایت کرتے ہیں حیی میں حائے مہملہ کا پیش اور نیچے دو نقطوں والی یاء کا زبر اور دوسری یاء پر تشدید ہے۔

صلوٰۃ الخوف کے متعلق علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے بہت کافی تفصیلات پیش فرمائی ہیں اور چھ سات طریقوں سے اس کے پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں:

"وقد اختلف فی عدد الانواع الواردة فی صلوة الخوف فقال ابن قصار المالکی: ان النبی ﷺ صلاھا فی عشرة مواطن وقال النووی: انه یبلغ مجموع انواع صلوة الخوف ستة عشر وجها کلها جائزة وقال الخطابی: صلوة الخوف انواع صلاھا النبی ﷺ فی ایام مختلفة واشکال متباینة یتحری فی کلها ما ھوا حوط للصلوة وابلغ فی الحراسة...... الخ۔"(نیل الاوطار)

یعنی صلوٰۃ خوف کی قسموں میں اختلاف ہے جو وارد ہوئی ہیں ابن قصار مالکی نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اسے دس جگہ پڑھا ہے اور نووی کہتے ہیں کہ اس نماز کی تمام قسمیں سولہ تک پہنچی ہیں اور وہ سب جائز و درست ہیں۔ خطابی نے کہا کہ صلوٰۃ الخوف کو نبی کریم ﷺ نے ایام مختلفہ میں مختلف طریقوں سے ادا فرمایا ہے۔ اس میں زیادہ تر قابل غور چیز یہی رہی ہے کہ نماز کے لئے بھی ہر ممکن احتیاط سے کام لیا جائے اور اس کا بھی خیال رکھا جائے

کہ حفاظت اور نگہبانی میں بھی فرق نہ آنے پائے۔ علامہ ابن حزم نے اس کے چودہ طریقے بتلائے ہیں اور ایک مستقل رسالہ میں ان سب کا ذکر فرمایا ہے۔

الحمدللہ کہ اواخر محرم ۱۳۸۹ھ میں کتاب صلوٰۃ الخوف کی تکمیل سے فراغت حاصل ہوئی، اللہ پاک ان لغزشوں کو معاف فرمائے جو اس مبارک کتاب کا ترجمہ لکھنے اور تشریحات پیش کرنے میں مترجم سے ہوئی ہونگی۔ وہ غلطیاں یقیناً میری طرف سے ہیں۔ اللہ کے حبیب ﷺ کے فرامین عالیہ کا مقام بلند و برتر ہے، آپ کی شان أوتیت جوامع الکلم ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ میری لغزشوں کو معاف فرما کر اپنے دامن رحمت میں ڈھانپ لے اور اس مبارک کتاب کے جملہ قدر دانوں کو برکات دارین سے نوازے۔ آمین یارب العالمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ الْعِیْدَیْنِ
عیدین کے مسائل کا بیان

تشریح: عید کی وجہ تسمیہ کے بارے میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"واصل العيد عود لانه مشتق من عاد يعود عودا وهو الرجوع قلبت الواوياء لسكونها وانكسار ما قبلها كما في الميزان والميقات وجمعه اعياد لزوم الياء في الواحد او للفرق بينه وبين اعواد الخشب وسميا عيدين لكثرة عوائد الله تعالى فيهما اولانهم يعودون اليهما مرة بعد اخرى اولتكررهما وعودهما لكل عام اولعود السرور بعود هما قال في الازهار كل اجتماع للسرور فهو عند العرب عيد يعود السرور بعود وقيل ان الله تعالى يعود على العباد بالمغفرة والرحمة وقيل تفاؤه بعوده على من ادركه كما سميت القافلة تفاولا برجوعها وقيل لعود بعض المباحات فيهما واجبا كالفطر وقيل لانه يعاد فيهما التكبيرات۔" والله تعالى اعلم۔ (مرعاة ، ج:۲/ ص:۳۲۷)

یعنی عید کی اصل لفظ عود ہے جو عاد یعود سے مشتق ہے جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں، عود کا واؤ یاء سے بدل گیا ہے اس لئے کہ وہ ساکن ہے اور ماقبل اس کے کسرہ ہے جیسا کہ لفظ میزان اور میقات میں واؤ یاء سے بدل گیا ہے عید کی جمع اعیاد ہے۔ اس لئے کہ واحد میں لفظ "یاء" کا لزوم ہے یا لفظ عود بمعنی لکڑی کی جمع اعواد سے فرق ظاہر کرنا مقصود ہے۔ ان کا عیدین نام اس لئے رکھا گیا کہ ان دونوں میں عنایات الٰہی بے پایاں ہوتی ہیں یا اس لئے ان کو عیدین کہا گیا کہ مسلمان ان دونوں کی طرف لوٹتے رہتے ہیں یا یہ کہ یہ دونوں دن ہر سال لوٹ لوٹ کر مکرر آتے رہتے ہیں یا یہ کہ ان کے لوٹنے سے مسرت لوٹتی ہے۔ عربوں کی اصطلاح میں ہر وہ اجتماع جو خوشی اور مسرت کا اجتماع ہو عید کہلاتا تھا، اس لئے ان دنوں کو بھی جو مسلمان کے لئے انتہائی خوشی کے دن ہیں عیدین کہا گیا۔ یا یہ بھی کہ ان دنوں میں اپنے بندوں پر اللہ اپنی بے شمار رحمتوں کا اعادہ فرماتا ہے یا اس لئے کہ جس طرح بطور نیک فال جانے والے گروہ کو قافلہ کہا جاتا ہے جس کے لفظی معنی آنے والے کے ہیں یا اس لئے بھی کہ ان میں بعض مباح کام وجوب کی طرف لوٹ جاتے ہیں جیسے کہ اس دن عید الفطر میں روزہ رکھنا واجب طور پر نہ رکھنے کی طرف لوٹ گیا ہے یا اس لئے کہ ان دنوں میں تکبیرات کو بار بار لوٹا لوٹا کر کہا جاتا ہے اس لئے ان کو لفظ عیدین سے تعبیر کیا گیا ہے ان دنوں کے مقرر کرنے میں کیا کیا فوائد اور مصالح ہیں اسی مضمون کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ احسن طور پر بیان فرمایا ہے۔ اس کو وہاں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز عیدین کے متعلق تکبیرات کی بابت کچھ نہیں بتلایا اگرچہ اس بارے میں اکثر احادیث واقوال صحابہ موجود ہیں مگر وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط پر نہیں تھے۔ اس لئے آپ نے ان میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں کیا۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں اس سلسلہ کے دس قول نقل کئے ہیں جن میں جسے ترجیح حاصل ہے وہ یہ ہے:

"احدها انه يكبر في الاولى سبعا قبل القراء ة وفي الثانية خمسا قبل القراء ة قال العراقي وهو قول اكثر اهل العلم من الصحابة والتابعين والائمة قال وهو مروى عن عمرو علي وابي هريره وابي سعيد...... الخ۔"

یعنی پہلا قول یہ ہے کہ پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں۔ صحابہ

اور تابعین اور ائمہ کرام میں سے اکثر اہل علم کا یہی مسلک ہے، اس بارے میں جو احادیث مروی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

"عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ کبر فی عید ثنتی عشرة تکبیرة سبعا فی الاولی و خمسا فی الاخرة ولم یصل قبلها و لا بعد۔" (رواه احمد وابن ماجة قال احمد انا اذهب الی هذا)

یعنی عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے، انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے عید میں بارہ تکبیروں سے نماز پڑھائی پہلی رکعت میں آپ ﷺ نے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیر کہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا عمل بھی یہی ہے۔

"وعن عمرو بن عوف المزنی ان النبی ﷺ کبر فی العیدین فی الاولی سبعا قبل القراءة وفی الثانیة خمسا قبل القراءة رواه الترمذی وقال: هو احسن شیء فی هذا الباب عن النبی ﷺ۔"

یعنی عمرو بن عوف مزنی سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے عیدین کی پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کے بارے میں یہ بہترین حدیث ہے جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے کتاب العلل المفردہ میں فرمایا "سألت محمد بن اسمعیل (البخاری) عن هذا الحدیث فقال لیس فی هذا الباب شیء اصح منه وبه اقول۔" انتهی۔

یعنی اس حدیث کے بارے میں میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس مسئلہ کے متعلق اس سے زیادہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور میرا بھی یہی مذہب ہے، اس بارے میں اور بھی کئی احادیث مروی ہیں۔ حنفیہ کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد قراءت سے پہلے تین تکبیریں کہی جائیں اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد تین تکبیریں۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ مسلک بھی نقل کیا گیا ہے جیسا کہ نیل الاوطار، ص:۲۹۹ پر منقول ہے مگر اس بارے کی روایات ضعف سے خالی نہیں ہیں جیسا کہ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے فمن شاء فلیرجع الیه حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "واما ما ذهب الیه اهل الکوفة فلم یرد فیه حدیث مرفوع غیر حدیث ابی موسی الاشعری وقد عرفت انه لا یصلح للاحتجاج۔" (تحفة الاحوذی) یعنی کوفہ والوں کے مسلک کے ثبوت میں کوئی حدیث مرفوع وارد نہیں ہوئی صرف حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے جو قابل حجت نہیں ہے۔

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بارے میں بہت ہی بہتر فیصلہ دیا ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ مبارک یہ ہیں: "یکبر فی الاولی سبعا قبل القراءة والثانیة خمسا قبل القراءة وعمل الکوفیین ان یکبر اربعا کتکبیر الجنائز فی الاولی قبل القراءة وفی الثانیة بعدها وهما سنتان وعمل الحرمین ارجح۔" (حجة الله البالغة، ج: ۲/ ص: ۱۰۶) یعنی پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہنی چاہییں مگر کوفہ والوں کا عمل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیرات جنازہ کی طرح قراءت سے پہلے چار تکبیر کہی جائیں اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد یہ دونوں طریقے سنت ہیں۔ مگر حرمین شریفین یعنی کہ مکہ و مدینہ والوں کا عمل جو پہلے بیان ہوا ترجیح اس کو حاصل ہے۔ (کوفہ والوں کا عمل مرجوح ہے)

عید کی نماز فرض ہے یا سنت اس بارے میں علما مختلف ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جن پر جمعہ فرض ہے ان پر عیدین کی نماز فرض ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسے سنت مؤکدہ قرار دیتے ہیں۔ اس پر حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارک پوری فرماتے ہیں:

"والراجح عندی ما ذهب الیه ابوحنیفة من انها واجبة علی الاعیان لقوله تعالی فصل لربك وانحر والامر یقتضی الوجوب ولمداومة النبی ﷺ علی فعلها من غیر ترك ولانها من اعلام الدین الظاهرة فکانت واجبة...... الخ۔"

(مرعاة، ج: ۳/ ص: ۳۲۷)

یعنی میرے نزدیک ترجیح اسی خیال کو حاصل ہے جس کی طرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ گئے ہیں کہ یہ اعیان پر واجب ہے جیسا کہ اللہ پاک نے قرآن میں بصیغہ امر فرمایا: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (۱۰۸/ الکوثر: ۲) اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ صیغہ امر وجوب کو چاہتا ہے اور اس

لئے بھی کہ نبی کریم ﷺ نے اس پر ہمیشگی فرمائی اور یہ دین کے ظاہر نشانوں میں سے ایک اہم ترین نشان ہے۔

بَابٌ: مَاجَاءَ فِي الْعِيدَيْنِ وَالتَّجَمُّلِ فِيهِمَا

باب: دونوں عیدوں کا بیان اور ان میں زیب و زینت کرنے کا بیان

٩٤٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ ابْنُ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوْقِ، فَأَخَذَهَا فَأَتَى بِهَا رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ ابْتَعْ هَذِهِ، تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيدِ وَالْوُفُوْدِ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ)). فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَلْبَثَ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بِجُبَّةِ دِيبَاجٍ، فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ، فَأَتَى بِهَا رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنَّكَ قُلْتَ: ((إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ؟)) وَأَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ الْجُبَّةِ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((تَبِيعُهَا وَتُصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ)). [راجع: ٨٨٦]

(۹۴۸) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک موٹے ریشمی کپڑے کا چغہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو بازار میں بک رہا تھا کہنے لگے: یا رسول اللہ! آپ اسے خرید لیجئے اور عید اور وفود کی پذیرائی کے لیے اسے پہن کر زینت فرمایا کیجئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو وہ پہنے گا جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔'' اس کے بعد جب تک اللہ نے چاہا عمر رہی پھر ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خود ان کے پاس ایک ریشمی چغہ تحفہ میں بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے لیے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے تو یہ فرمایا کہ ''اس کو وہ پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔'' پھر آپ نے یہ میرے پاس کیوں بھیجا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے اسے تیرے پہننے کو نہیں بھیجا بلکہ اس لیے کہ تم اسے بیچ کر اس کی قیمت اپنے کام میں لاؤ۔''

تشریح: اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ جبہ آپ ﷺ عید کے دن پہنا کیجئے اسی طرح وفود آتے رہتے ہیں ان سے ملاقات کے لئے بھی آپ ﷺ اس کا استعمال کیجئے۔ لیکن وہ جبہ ریشمی تھا اس لئے نبی کریم ﷺ نے اس سے انکار فرمایا کہ ریشم مردوں کے لئے حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے دن جائز لباسوں کے ساتھ آرائش کرنی چاہیے اس سلسلے میں دوسری احادیث بھی آئی ہیں۔

مولانا وحید الزماں اس حدیث کے ذیل فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ! اسلام کی بھی کیا عمدہ تعلیم ہے کہ مردوں کو چھوٹا موٹا سوتی اونی کپڑا کافی ہے ریشمی اور باریک کپڑے یہ عورتوں کو سزاوار ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کو مضبوط محنتی جفاکش سپاہی بننے کی تعلیم دی نہ عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار اور نازک بدن بننے کی۔ اسلام نے عیش وعشرت کا ناجائز اسباب مثلاً نشہ شراب خوری وغیرہ بالکل بند کر دیا لیکن مسلمان اپنے پیغمبر کی تعلیم چھوڑ کر نشہ اور رنڈی بازی میں مشغول ہوئے اور عورتوں کی طرح چکن اور ململ اور گوٹا کناری کے کپڑے پہننے لگے۔ ہاتھوں میں کڑے اور پاؤں میں مہندی، آخر اللہ تعالیٰ نے ان سے حکومت چھین لی اور دوسری مردانہ قوم کو عطا فرمائی ایسے زنانے مسلمانوں کو ڈوب مرنا چاہیے بے غیرت بے حیا کم بخت۔ (وحیدی) مولانا کا اشارہ ان مغل شہزادوں کی طرف ہے جو عیش و آرام میں پڑ کر زوال کا سبب بنے، آج کل مسلمانوں کے کالج زدہ نوجوانوں کا کیا حال ہے جو زنانہ بننے میں شاید مغل شہزادوں سے بھی آگے بڑھنے کی کوششوں میں مصروف ہیں جن کا حال یہ ہے:

نہ پڑھتے تو کھاتے سو طرح کما کر
وہ کھوئے گئے الٹے تعلیم پا کر

بَابُ الْحِرَابِ وَالدَّرَقِ يَوْمَ الْعِيدِ

باب: عید کے دن برچھیوں اور ڈھالوں سے کھیلنا

٩٤٩۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَسَدِيَّ، حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثٍ، فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ، وَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ: مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: ((دَعْهُمَا)) فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا خَرَجَتَا. [أطرافه في: ٩٥٢، ٩٨٧، ٢٩٠٦، ٣٥٢٩، ٣٩٣١] [مسلم: ٢٠٦٥]

(٩٤٩) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی کہ محمد بن عبدالرحمن اسدی نے ان سے بیان کیا، ان سے عروہ نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے بتلایا کہ ایک دن نبی کریم ﷺ میرے گھر تشریف لائے اس وقت میرے پاس (انصار کی) دو لڑکیاں جنگ بعاث کے قصوں کی نظمیں پڑھ رہی تھیں، آپ بستر پر لیٹ گئے اور اپنا چہرہ دوسری طرف پھر لیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھے ڈانٹا اور فرمایا کہ یہ شیطانی باجہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں؟ آخر نبی کریم ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ''جانے دو خاموش رہو۔'' پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسرے کام لگ گئے تو میں نے انہیں اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں۔

٩٥٠۔ وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ، فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَإِمَّا قَالَ: ((تَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ خَدِّي عَلَى خَدِّهِ، وَهُوَ يَقُولُ: ((دُونَكُمْ يَابَنِي أَرْفِدَةَ)). حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ قَالَ لِي: ((حَسْبُكِ)). قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَاذْهَبِي)). [راجع: ٤٥٤]

(٩٥٠) اور یہ عید کا دن تھا۔ حبشہ سے کچھ لوگ ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے۔ اب یا خود میں نے کہا یا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم یہ کھیل دیکھو گی؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ فرما رہے تھے: ''کھیلو کھیلو اے بنی ارفدہ'' (یہ حبشہ کے لوگوں کا لقب تھا) پھر جب میں تھک گئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''بس!'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جاؤ۔''

تشریح: بعض لوگوں نے کہا کہ حدیث اور ترجمۃ الباب میں مطابقت نہیں۔

"واجاب ابن المنير فى الحاشية بان مراد البخارى الاستدلال علىٰ ان العيد يغتفر فيه من الانبساط مالا يغتفر فى غيره وليس فى الترجمة ايضا تقييده بحال الخروج الى العيد بل الظاهر ان لعب الحبشة انما كان بعد رجوعه ﷺ من المصلى لانه كان يخرج اول النهار۔" (فتح البارى)

یعنی ابن منیر نے یہ جواب دیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال اس امر کے لئے ہے کہ عید میں اس قدر مسرت ہوتی ہے جو اس کے غیر میں نہیں ہوتی اور ترجمہ میں حبشیوں کے کھیل کا ذکر عید سے قبل کے لئے نہیں ہے بلکہ ظاہر ہے کہ حبشیوں کا یہ کھیل عید گاہ سے واپسی پر تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ شروع دن ہی میں نماز عید کے لئے نکل جایا کرتے تھے۔

بَابُ سُنَّةِ الْعِيدَيْنِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ

باب: اس بارے میں کہ مسلمانوں کے لیے عید کے دن پہلی سنت کیا ہے

٩٥١ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي زُبَيْدٌ، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ: ((إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا)). [أطرافه في: ٩٥٥، ٩٦٥، ٩٦٨، ٩٧٦، ٩٨٣، ٥٥٤٥، ٥٥٥٦، ٥٥٥٧، ٥٥٦٠، ٥٥٦٣، ٦٦٧٣] [مسلم: ٥٠٦٩، ٥٠٧٠، ٥٠٧١، ٥٠٧٢، ٥٠٧٣، ٥٠٧٤، ٥٠٧٥، ٥٠٧٦؛ ابوداود: ٢٨٠٠، ٢٨٠١؛ ترمذي: ١٥٠٨؛ نسائي: ١٥٦٢، ١٥٦٩، ١٥٨٠، ٤٤٠٦، ٤٤٠٧]

(۹۵۱) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہیں زبید بن حارث نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے شعبی سے سنا، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے عید کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''پہلا کام جو ہم آج کے دن (عیدالاضحیٰ) میں کرتے ہیں، یہ ہے کہ پہلے ہم نماز پڑھیں پھر واپس آ کر قربانی کریں۔ جس نے اس طرح کیا وہ ہمارے طریق پر چلا۔''

٩٥٢ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ، قَالَتْ: وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: بِمَزَامِيرِ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ وَذَلِكَ فِي يَوْمِ عِيدٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَا أَبَا بَكْرٍ! إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا، وَهَذَا عِيدُنَا)). [راجع: ٩٤٩] [مسلم: ٢٠٦١؛ ابن ماجه: ١٨٩٧]

(۹۵۲) ہم سے عبید بن اسمٰعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ (عروہ بن زبیر) نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے، آپ نے بتلایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے بعاث کی جنگ کے موقع پر کہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ گانے والیاں نہیں تھیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں یہ شیطانی باجے؟ اور یہ عید کا دن تھا آخر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج یہ ہماری عید ہے۔''

تشریح: ''قال الخطابی: یوم بعاث یوم مشهود من ایام العرب کانت فیه مقتلة عظیمة للاوس والخزرج ولقیت الحربة قائمة مائة وعشرین سنة الی الاسلام علی ما ذکر ابن اسحاق وغیره۔'' یعنی خطابی نے کہا کہ یوم بعاث تاریخ عرب میں ایک عظیم لڑائی کے نام سے مشہور ہے جس میں اوس اور خزرج کے دو بڑے قبائل کی جنگ ہوئی تھی جس کا سلسلہ نسلاً بعد نسل ایک سو بیس سال تک جاری رہا یہاں تک

اسلام کا دور آیا اور یہ قبائل مسلمان ہوئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ یہ گانا دف کے ساتھ ہو رہا تھا۔ بعاث ایک قلعہ ہے جس پر اوس اور خزرج کی جنگ ایک سو بیس برس سے جاری تھی۔ اسلام کی برکت سے یہ جنگ موقوف ہوگئی اور دونوں قبیلوں میں الفت پیدا ہوگئی۔ اس جنگ کی مظلوم روداد تھی جو یہ بچیاں گا رہی تھی جن میں ایک حضرت عبداللہ بن سلام کی لڑکی اور دوسری حسان بن ثابت کی لڑکی تھی۔ (فتح الباری)

اس حدیث سے معلوم یہ ہوا کہ عید کے دن ایسے گانے میں مضائقہ نہیں کیونکہ یہ دن شرعاً خوشی کا دن ہے پھر اگر چھوٹی لڑکیاں کسی کی تعریف یا کسی کی بہادری کے اشعار خوش آوازی سے پڑھیں تو جائز ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی رخصت دی۔ لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ گانے والی جوان عورت نہ ہو اور راگ کا مضمون شرع کے خلاف نہ ہو اور صوفیوں نے جو اس باب میں خرافات اور بدعات نکالی ہیں ان کی حرمت میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے اور نفوس شہوانیہ بہت صوفیوں پر غالب آگئے یہاں تک کہ بہت صوفی دیوانوں اور بچوں کی طرح ناچتے ہیں اور ان کو تقرب الی اللہ کا وسیلہ جانتے ہیں اور نیک کام سمجھتے ہیں اور یہ بلاشک وشبہ زنادقہ کی علامت ہے اور بے ہودہ لوگوں کا قول ہے۔ واللہ المستعان۔

(تسہیل القاری، پ:۴/ ۳۶۲:/ ۳۹)

بنو ارفدہ حبشیوں کا لقب ہے نبی کریم ﷺ نے برچھوں اور ڈھالوں سے ان کے جنگی کرتبوں کو ملاحظہ فرمایا اور ان پر خوشی کا اظہار کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہی ہے کہ عید کے دن اگر ایسے جنگی کرتب دکھلائے جائیں تو جائز ہے۔ اس حدیث سے اور بھی بہت سی باتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً یہ کہ خاوند کی موجودگی میں باپ اپنی بیٹی کو ادب کی بات بتا سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے بڑوں کے سامنے بات کرنے میں شرم کرنی مناسب ہے، یہ بھی ظاہر ہوا کہ شاگرد اگر استاذ کے پاس کوئی امر مکروہ دیکھے تو وہ از راہ ادب نیک نیتی سے اصلاح مشورہ دے سکتا ہے اور بھی کئی امور پر اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے۔ جو معمولی غور و فکر سے واضح ہو سکتے ہیں۔

بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوْجِ

باب: عید الفطر میں نماز کے لیے جانے سے پہلے کچھ کھا لینا

٩٥٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ، أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ. وَقَالَ مُرَجَّى بْنُ رَجَاءٍ: حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَيَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا. [ابن ماجه: ١٧٥٥]

(٩٥٣) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم کو سعید بن سلیمان نے خبر دی کہ ہمیں ہشیم بن بشیر نے خبر دی، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن ابی بکر بن انس نے خبر دی اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے، آپ نے بتلایا کہ رسول کریم ﷺ عید الفطر کے دن نہ نکلتے جب تک کہ آپ ﷺ چند کھجوریں نہ کھا لیتے اور مرجی بن رجاء نے کہا کہ مجھ سے عبیداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے، پھر یہی حدیث بیان کی کہ آپ طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے۔

تشریح: معلوم ہوا کے عید الفطر میں نماز کے لئے نکلنے سے پہلے چند کھجوریں اگر میسر ہوں تو کھا لینا سنت ہے۔

بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ النَّحْرِ

باب: بقر عید کے دن کھانا

تشریح: اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ وہ صاف حدیث نہ لا سکے جو امام احمد اور ترمذی نے روایت کی ہے کہ بقر عید کے دن آپ لوٹ کر

اپنی قربانی میں سے کھاتے۔ وہ حدیث بھی تھی مگر ان شرائط کے مطابق نہ تھی جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط ہیں، اسی لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کو نہ لا سکے۔

٩٥٤۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ)). فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: هَذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيْهِ اللَّحْمُ. وَذَكَرَ مِنْ جِيْرَانِهِ فَكَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَدَّقَهُ، قَالَ: وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَا أَدْرِيْ أَبَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِوَاهُ أَمْ لَا. [اطرافه في: ٩٨٤، ٥٥٤٦، ٥٥٤٩، ٥٥٦١] [مسلم: ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٠٨١؛ نسائي: ٤٤٠٠، ٤٤٠٨، ١٥٨٧؛ ابن ماجه: ٣١٥١]

(۹۵۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے محمد بن سیرین سے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص نماز سے پہلے قربانی کر دے اسے دوبارہ کرنی چاہیے۔'' اس پر ایک شخص (ابو بردہ رضی اللہ عنہ) نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ ایسا دن ہے جس میں گوشت کی خواہش زیادہ ہوتی ہے اور اس نے اپنے پڑوسیوں کی تنگی کا حال بیان کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو سچا سمجھا اس شخص نے کہا کہ میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے بھی مجھے زیادہ پیاری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر اسے اجازت دے دی کہ وہی قربانی کرے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ یہ اجازت دوسروں کے لیے بھی ہے یا نہیں۔

تشریح: یہ اجازت خاص ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے لئے تھی جیسا کہ آگے آ رہا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ان کی خبر نہیں ہوئی، اس لئے انہوں نے ایسا کہا۔

٩٥٥۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْأَضْحَى بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ، وَلَا نُسُكَ لَهُ)). فَقَالَ أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ خَالُ الْبَرَاءِ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! فَإِنِّيْ نَسَكْتُ شَاتِيْ قَبْلَ الصَّلَاةِ، وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ، وَأَحْبَبْتُ أَنْ يَكُوْنَ شَاتِيْ أَوَّلَ شَاةٍ تُذْبَحُ فِيْ بَيْتِيْ، فَذَبَحْتُ شَاتِيْ وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ أَنْ آتِيَ الصَّلَاةَ. قَالَ: ((شَاتُكَ

(۹۵۵) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے شعبی نے، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے، آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''جس شخص نے ہماری نماز کی سی نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی اس کی قربانی صحیح ہوئی لیکن جو شخص نماز سے پہلے قربانی کرے وہ نماز سے پہلے ہی گوشت کھاتا ہے مگر وہ قربانی نہیں۔'' براء کے ماموں ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے کہ یا رسول اللہ! میں نے اپنی بکری کی قربانی نماز سے پہلے کر دی میں نے سوچا کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے میری بکری اگر گھر کا پہلا ذبیحہ بنے تو بہت اچھا ہو۔ اس خیال سے میں نے بکری ذبح کر دی اور نماز سے پہلے ہی اس کا گوشت بھی کھا لیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''پھر تمہاری بکری گوشت کی بکری ہوئی۔'' ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے اور وہ مجھے

شَاةُ لَحْمٍ)). فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَإِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَنَا جَذْعَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ، أَفَتَجْزِيْ عَنِّيْ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)). [راجع: ٩٥١]

گوشت کی دو بکریوں سے بھی عزیز ہے، کیا اس سے میری قربانی ہو جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہاں لیکن تمہارے بعد کسی کی قربانی اس عمر کے بچے سے کافی نہ ہوگی۔''

تشریح: کیونکہ قربانی میں مسنہ بکری ضروری ہے جو دوسرے سال میں ہو اور دانت نکال چکی ہو۔ بغیر دانت نکالے بکری قربانی کے لائق نہیں ہوتی۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "قوله الامسنة قال العلماء المسنة هی الثنية من كل شیء من الابل والبقر والغنم فما فوقها...... الخ۔" مسند میں ہے۔ کہ "الثنية جمعه ثنايا وهی اسنان مقدم الفم ثنتان من فوق وثنتان من اسفل۔" یعنی ثنیہ کے سامنے کے اوپر نیچے دانت کو کہتے ہیں، اس لحاظ سے حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ دانت والے جانوروں کو قربانی کرو اس سے لازم یہی نتیجہ نکلا کہ کھیرے کی قربانی نہ کرو اس لئے ایک روایت میں ہے ینفی من الضحایا التی لم تسنن قربانی کے جانوروں میں سے وہ جانور نکال ڈالا جائے گا جس کے دانت نہ اگے ہوں گے اگر مجبوری کی حالت میں مسنہ نہ ملے مشکل و دشوار ہو تو "جذعة من الضان" بھی کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ اسی حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا: "الا ان يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضان۔" لغات الحدیث میں لکھا ہے پانچویں برس میں جو اونٹ لگا ہو اور دوسرے برس میں جو گائے بکری لگی ہو اور چوتھے برس میں جو گھوڑا لگا ہو۔ بعض نے کہا جو گائے تیسرے برس میں لگی ہو اور جو بھیڑ ایک برس کی ہو گئی جیسا کہ حدیث میں ہے۔

"ضحينا مع رسول الله ﷺ بالجذع من الضان والثنی من المعز" ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک برس کی بھیڑ اور دو برس کی (جو تیسرے میں لگی ہیں) بکری قربانی کی اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ بکری ثنی وہ ہے جو دو سال گزار چکی ہو اور جذعہ اسے کہتے ہیں جو سال بھر کا ہو گیا ہو۔

بَابُ الْخُرُوْجِ إِلَى الْمُصَلَّى بِغَيْرِ مِنْبَرٍ

باب: عیدگاہ میں خالی جانا، منبر نہ لے جانا

٩٥٦۔ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ زَيْدُ ابْنُ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ سَرْحٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ، وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلَى صُفُوْفِهِمْ، فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ، فَإِنْ كَانَ يُرِيْدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ، أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ.

(٩٥٦) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، انہیں عیاض بن عبداللہ بن ابی سرح نے، انہیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے، آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن (مدینہ کے باہر) عیدگاہ تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے، نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے۔ تمام لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے، آپ ﷺ انہیں وعظ و نصیحت فرماتے، اچھی باتوں کا حکم دیتے۔ اگر جہاد کے لیے کہیں لشکر بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو اس کو الگ کرتے۔ کسی اور بات کا حکم دینا ہوتا تو وہ حکم دیتے۔ اس کے بعد شہر کو واپس تشریف لاتے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ برابر اسی سنت پر

فَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ أَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمُصَلَّى إِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ، فَإِذَا مَرْوَانُ يُرِيْدُ أَنْ يَرْتَقِيَهُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَجَذَبْتُهُ بِثَوْبِهِ فَجَبَذَنِيْ فَارْتَفَعَ، فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقُلْتُ لَهُ: غَيَّرْتُمْ وَاللَّهِ! فَقَالَ: أَبَا سَعِيْدٍ، قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ فَقُلْتُ: مَا أَعْلَمُ وَاللَّهِ خَيْرٌ مِمَّا لَا أَعْلَمُ فَقَالَ: إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ. [راجع: ٣٠٤]

قائم رہے (لیکن معاویہ کے زمانہ میں) مروان جو مدینہ کا حاکم تھا پھر میں اس کے ساتھ عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی نماز کے لیے نکلا ہم جب عیدگاہ پہنچے تو وہاں میں نے کثیر بن صلت کا بنا ہوا ایک منبر دیکھا۔ جاتے ہی مروان نے چاہا کہ اس پر نماز سے پہلے (خطبہ دینے کے لیے چڑھے) اس لیے میں نے ان کا دامن پکڑ کر کھینچا لیکن وہ جھٹک کر اوپر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ واللہ! تم نے (نبی کریم ﷺ کی سنت کو) بدل دیا۔ مروان نے کہا کہ اے ابوسعید! اب وہ زمانہ گزر گیا جس کو تم جانتے ہو۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بخدا میں جس زمانہ کو جانتا ہوں اس زمانہ سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ مروان نے کہا کہ ہمارے دور میں لوگ نماز کے بعد نہیں بیٹھتے، اس لیے میں نے نماز سے پہلے خطبہ کو کر دیا۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ بتلانا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں عیدگاہ میں منبر نہیں رکھا جاتا تھا اور نماز کے لئے کوئی خاص عمارت نہ تھی۔ میدان میں عیدالفطر اور بقرعید کی نمازیں پڑھی جاتی تھیں۔ مروان جب مدینہ کا حاکم ہوا تو اس نے عیدگاہ میں خطبہ کے لئے منبر بھجوایا اور عیدین میں خطبہ نماز کے بعد دینا چاہیے تھا لیکن مروان نے سنت کے خلاف پہلے ہی خطبہ شروع کر دیا۔ صد افسوس کہ اسلام کی فطری سادگی جلد ہی بدل دی گئی پھر ان میں دن بدن اضافے ہوتے رہے۔ علمائے احناف نے آج نیا اضافہ کر ڈالا کہ نماز اور خطبہ سے قبل کچھ وعظ کرتے ہیں اور گھنٹہ آدھ گھنٹہ اس میں صرف کر کے بعد میں نماز اور خطبہ محض رسمی طور پر چند منٹوں میں ختم کر دیا جاتا ہے۔ آج کوئی کثیر بن صلت نہیں جو ان اختراعات پر نوٹس لے۔

بَابُ الْمَشْيِ وَالرُّكُوْبِ إِلَى الْعِيْدِ [وَالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ] بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ

باب: نماز عید کے لیے پیدل یا سوار ہو کر جانا اور نماز کا خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر ہونا

٩٥٧۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ، ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ. [طرفه في: ٩٦٣]

(٩٥٧) ہم سے ابراہیم بن منذر حزامی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، انہوں نے عبیداللہ بن عمر سے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر کی نماز پہلے پڑھتے اور خطبہ نماز کے بعد دیتے تھے۔

تشریح: باب کی حدیثوں میں سے نہیں نکلتا کہ عید کی نماز کے لئے سواری پر جانا یا پیدل جانا مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے سواری پر جانے کی ممانعت مذکور نہ ہونے سے یہ نکالا کہ سواری پر بھی جانا منع نہیں ہے گو پیدل جانا افضل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہمیں زہری سے پہنچا کہ نبی کریم ﷺ عید میں یا جنازے میں کبھی سوار ہو کر نہیں گئے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکالا کہ عید کی نماز کے لئے پیدل جانا سنت ہے (وحیدی)۔

اس باب کی روایات میں نہ پیدل چلنے کا ذکر ہے نہ سواری پر چلنے کی ممانعت ہے۔ جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ نے اشارہ فرمایا کہ ہر دو طرح سے عیدگاہ جانا درست ہے، اگرچہ پیدل چلنا سنت ہے اور اسی میں زیادہ ثواب ہے کیونکہ زمین پر جس قدر بھی نقش قدم ہوں گے ہر قدم کے بدلے دس دس نیکیوں کا ثواب ملے گا لیکن اگر کوئی معذور ہو یا عیدگاہ دور ہو تو سواری کا استعمال بھی جائز ہے۔ بعض شارحین نے نبی کریم ﷺ کے بلال رضی اللہ عنہ پر تکیہ لگانے سے سواری کا جواز ثابت کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

٩٥٨ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ، فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ. [طرفاه في: ٩٦١، ٩٧٨] [مسلم: ٢٠٤٧؛ ابوداود: ١١٤١]

(٩٥٨) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ آپ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ عیدالفطر کے دن عیدگاہ تشریف لے گئے اور پہلے نماز پڑھی پھر خطبہ سنایا۔

٩٥٩ـ قَالَ: وَأَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي أَوَّلِ مَا بُوْيِعَ لَهُ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ، وَإِنَّمَا الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلَاةِ.

(٩٥٩) پھر ابن جریج نے کہا کہ مجھے عطاء نے خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص کو اس زمانہ میں بھیجا جب (شروع شروع ان کی خلافت کا زمانہ تھا آپ نے کہلایا کہ) عیدالفطر کی نماز کے لیے اذان نہیں دی جاتی تھی اور خطبہ نماز کے بعد ہوتا تھا۔

٩٦٠ـ وَأَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، قَالَا: لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَضْحَى.

(٩٦٠) اور مجھے عطاء نے ابن عباس اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے واسطہ سے خبر دی کہ عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی نماز کے لیے نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں اذان نہیں دی جاتی تھی۔

٩٦١ـ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدُ، فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ، فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ، وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ، يُلْقِيْ فِيْهِ النِّسَاءُ صَدَقَةً. قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَتَرَى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ الْآنَ أَنْ يَأْتِيَ النِّسَاءَ فَيُذَكِّرَهُنَّ حِيْنَ يَفْرُغُ؟ قَالَ: إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ، وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يَفْعَلُوْا؟! [راجع: ٩٥٨]

(٩٦١) اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (عید کے دن) نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے، پہلے آپ نے نماز پڑھی پھر خطبہ دیا، اس سے فارغ ہو کر آپ ﷺ عورتوں کی طرف گئے اور انہیں نصیحت کی۔ آپ ﷺ بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے تھے اور بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا رکھا تھا، عورتیں اس میں خیرات ڈال رہی تھیں۔ میں نے اس پر عطاء سے پوچھا کہ کیا اس زمانہ میں بھی آپ امام پر یہ حق سمجھتے ہیں کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ عورتوں کے پاس آ کر انہیں نصیحت کرے۔ انہوں نے فرمایا کہ بے شک یہ ان پر حق ہے اور سبب کیا جو وہ ایسا نہ کریں؟

تشریح: یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد ۶۲ھ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کی گئی۔ اس سے بعض نے یہ نکالا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ باب یوں ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ پر ٹیکا دیا معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت عید میں سوار ہو کر بھی جانا درست ہے روایت میں عورتوں کو الگ وعظ بھی مذکور ہے، لہٰذا امام کو چاہیے کہ عید میں مردوں کو وعظ سنا کر عورتوں کو بھی دین کی باتیں سمجھائے اور ان کو نیک کاموں کی رغبت دلائے۔

بَابُ الْخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيْدِ

باب: عید کی نماز کے بعد خطبہ پڑھنا

٩٦٢ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ. [راجع: ٩٨] [مسلم: ٢٠٤٤؛ ابوداود: ١١٤٧؛ ابن ماجه: ١١٧٤]

(۹۶۲) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے حسن بن مسلم نے خبر دی، انہیں طاؤس نے، انہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے، آپ نے فرمایا کہ میں عید کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سب کے ساتھ گیا ہوں، یہ لوگ پہلے نماز پڑھتے، پھر خطبہ دیا کرتے تھے۔

٩٦٣ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ. [راجع: ٩٥٧] [مسلم: ٢٠٥٢؛ ترمذي: ٥٣١؛ ابن ماجه: ١٢٧٦]

(۹۶۳) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ حماد بن ابو اسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ نے نافع سے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

٩٦٤ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ، تُلْقِي الْمَرْأَةُ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا. [راجع: ٩٨] [مسلم: ٢٠٥٧؛ ابوداود: ١١٥٩؛ ترمذي: ٥٣٧؛ نسائي: ١٥٨٦؛ ابن ماجه: ١٢٩١]

(۹۶۴) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، انہوں نے عدی بن ثابت سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن دو رکعتیں پڑھیں نہ ان سے پہلے کوئی نفل پڑھا نہ ان کے بعد۔ پھر (خطبہ پڑھ کر) آپ عورتوں کے پاس آئے اور بلال آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے عورتوں سے فرمایا خیرات کرو۔ وہ خیرات دینے لگیں کوئی اپنی بالی پیش کرنے لگی کوئی اپنا ہار دینے لگی۔

٩٦٥ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ:

(۹۶۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہ ہم سے شعبہ نے بیان

حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ [فَقَدْ] أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ)). فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يُقَالُ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ ابْنُ نِيَارٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ، ذَبَحْتُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ. قَالَ: ((اجْعَلْهُ مَكَانَهُ، وَلَنْ تُوفِيَ أَوْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)). [راجع:٩٥١]

کیا، کہا کہ ہم سے زبید نے بیان کیا، کہا کہ میں نے شعبی سے سنا، ان سے براء بن عازب نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "ہم اس دن پہلے نماز پڑھیں گے پھر خطبہ کے بعد واپس ہو کر قربانی کریں گے۔ جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کے مطابق عمل کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو اس کا ذبیحہ گوشت کا جانور ہے جسے وہ گھر والوں کے لیے لایا ہے، قربانی سے اس کا کوئی بھی تعلق نہیں۔" ایک انصاری جن کا نام ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ تھا بولے کہ یا رسول اللہ! میں نے تو (نماز سے پہلے ہی) قربانی کر دی لیکن میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے جو دوندی ہوئی بکری سے بھی اچھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اچھا اسی کو بکری کے بدلہ میں قربانی کر لو اور تمہارے بعد یہ کسی اور کے لیے کافی نہ ہوگی۔"

تشریح: روایت میں لفظ ((اول ما نبدأ فی یومنا هذا)) سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ جب پہلا کام نماز ہو تو معلوم ہوا کہ نماز خطبے سے پہلے پڑھنی چاہیے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلَاحِ فِي الْعِيدِ وَالْحَرَمِ

باب: عید کے دن اور حرم کے اندر ہتھیار باندھنا مکروہ ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ: نُهُوا أَنْ يَحْمِلُوا السِّلَاحَ يَوْمَ الْعِيدِ إِلَّا أَنْ يَخَافُوا عَدُوًّا.

اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عید کے دن ہتھیار لے جانے کی ممانعت تھی مگر جب دشمن کا خوف ہوتا۔

٩٦٦- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى أَبُو السُّكَيْنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ سُوقَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِينَ أَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمْحِ فِي أَخْمَصِ قَدَمِهِ، فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ، فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا وَذَلِكَ بِمِنًى، فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ فَجَاءَ يَعُودُهُ فَقَالَ الْحَجَّاجُ: لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَنْتَ أَصَبْتَنِي قَالَ: وَكَيْفَ؟ قَالَ: حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِي يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيهِ، وَأَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ فِي الْحَرَمِ. [طرفه

(٩٦٦) ہم سے زکریا بن یحییٰ ابو السکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن محاربی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن سوقہ نے سعید بن جبیر سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں (حج کے دن) ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا جب نیزے کی انی آپ کے تلوے میں چبھ گئی جس کی وجہ سے آپ کا پاؤں رکاب سے چپک گیا۔ تب میں نے اتر کر اسے نکالا۔ یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا تھا۔ جب حجاج کو معلوم ہوا جو اس زمانہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل کے بعد حجاز کا امیر تھا تو وہ بیمار پرسی کے لیے آیا۔ حجاج نے کہا کہ کاش ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کس نے آپ کو زخمی کیا ہے۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تو نے ہی تو مجھ کو نیزہ مارا ہے۔ حجاج نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اس دن ہتھیار اپنے ساتھ لائے جس دن پہلے کبھی ہتھیار ساتھ نہیں لایا جاتا تھا (عیدین کے دن) تم ہتھیار حرم میں لائے حالانکہ

في: ٩٦٧]

حرم میں ہتھیار نہیں لایا جاتا تھا۔

٩٦٧۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَأَنَا عِنْدَهُ، قَالَ: كَيْفَ هُوَ؟ قَالَ: صَالِحٌ. فَقَالَ: مَنْ أَصَابَكَ؟ قَالَ: أَصَابَنِي مَنْ أَمَرَ بِحَمْلِ السِّلَاحِ فِي يَوْمٍ لَا يَحِلُّ فِيهِ حَمْلُهُ، يَعْنِي الْحَجَّاجَ.

[راجع: ٩٦٦]

(٩٦٧) ہم سے احمد بن یعقوب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعید بن عاص نے اپنے باپ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ حجاج عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا میں بھی آپ کی خدمت میں موجود تھا، حجاج نے مزاج پوچھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اچھا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ آپ کو یہ برچھا کس نے مارا؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے اس شخص نے مارا جس نے اس دن ہتھیار ساتھ لے جانے کی اجازت دی جس دن ہتھیار ساتھ نہیں لے جایا جاتا تھا۔ آپ کی مراد حجاج ہی سے تھی۔

تشریح: حجاج ظالم، دل میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دشمنی رکھتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اس کو کعبہ پر منجنیق لگانے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل کرنے پر ملامت کی تھی۔ دوسرے عبدالملک بن مروان نے جو خلیفہ وقت تھا حجاج کو یہ کہلا بھیجا تھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اطاعت کرتا رہے، یہ امر اس مردود پر شاق گزرا اور اس نے چپکے سے ایک شخص کو اشارہ کر دیا اس نے زہر آلودہ برچھا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں گھسیڑ دیا۔ خود ہی تو یہ شرارت کی اور خود ہی کیا اور مسکین بن کر عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کو آیا واہ رے مکار اللہ کو کیا جواب دے گا۔ آخر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جو اللہ کے بڑے مقبول بندے اور بڑے عالم اور عابد زاہد اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان کا مکر پہچان لیا، اور فرمایا کہ تم نے ہی تو مارا ہے تو ہی کہتا ہے کہ ہم مجرم کو پالیں تو اس کو سخت سزا دیں۔

جفا کردی وخود کشتی بہ تیغ ظلم مارا

بہانہ میں برائے پرسش بیماری آئی

(مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا دار مسلمانوں نے کس کس طرح سے علمائے اسلام کو تکالیف دی ہیں پھر بھی وہ مردانِ حق پرست امر حق کی دعوت دیتے رہے، آج بھی علما کو ان بزرگوں کی اقتدا لازمی ہے۔

بَابُ التَّبْكِيرِ لِلْعِيدِ

باب: عید کی نماز کے لیے سویرے جانا

وَقَالَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ بُسْرٍ: إِنْ كُنَّا فَرَغْنَا فِي هَذِهِ السَّاعَةِ، وَذَلِكَ حِينَ التَّسْبِيحِ.

اور عبداللہ بن بسر صحابی نے (ملک شام میں امام کے دیر سے نکلنے پر اعتراض کیا اور) فرمایا کہ ہم تو نماز سے اس وقت فارغ ہو جایا کرتے تھے۔ یعنی جس وقت نفل نماز پڑھنا درست ہوتا ہے۔

تشریح: یعنی اشراق کی نماز۔ مطلب یہ ہے کہ سورج ایک نیزہ یا دو نیزہ ہو جائے بس یہی عید کی نماز کا افضل وقت ہے اور جو لوگ عید کی نماز میں دیر کرتے ہیں وہ بدعتی ہیں خصوصاً عید الاضحیٰ کی نماز کو جلد پڑھنا چاہیے تاکہ لوگ قربانی وغیرہ سے جلدی فارغ ہو جائیں اور سنت کے موافق قربانی میں سے کھائیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج دو نیزے بلند ہوتا اور عید الاضحیٰ کی نماز جب ایک نیزہ بلند ہو جاتا۔ (مولانا وحید الزماں)

٩٦٨ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: ((إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ)). فَقَامَ خَالِي أَبُو بُرْدَةَ ابْنُ نِيَارٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ. فَقَالَ: ((اجْعَلْهَا مَكَانَهَا)) أَوْ قَالَ: ((اذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)). [راجع: ٩٥١]

(٩٦٨) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے زبید سے بیان کیا، ان سے شعبی نے، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے قربانی کے دن خطبہ دیا اور آپ نے فرمایا کہ ”اس دن سب سے پہلے ہمیں نماز پڑھنی چاہیے پھر (خطبہ کے بعد) واپس آ کر قربانی کرنی چاہیے جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کے مطابق کیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا تو یہ ایک ایسا گوشت ہوگا جسے اس نے اپنے گھر والوں کے لیے جلدی سے تیار کر لیا، یہ قربانی قطعاً نہیں۔“ اس پر میرے ماموں ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے تو نماز پڑھنے سے پہلے ہی ذبح کر دیا۔ البتہ میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے جو دانت نکلی بکری سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اس کے بدلہ میں اسے سمجھ لو۔“ یا یہ فرمایا کہ ”اسے ذبح کر لو اور تمہارے بعد یہ ایک سال کی پٹھیا کسی کے لیے کافی نہ ہوگی۔“

تشریح: اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس دن پہلے جو کام ہم کرتے ہیں وہ نماز ہے۔ اس سے یہ نکلا کہ عید کی نماز صبح سویرے پڑھنا چاہیے کیونکہ جو کوئی دیر کر کے پڑھے گا اور وہ نماز سے پہلے دوسرے کام کرے گا تو پہلا کام اس کا اس دن نماز نہ ہوگا۔ یہ استنباط امام بخاری رحمہ اللہ کی گہری بصیرت کی دلیل ہے۔ (رحمہ اللہ)

اس صورت میں آپ نے خاص ان ہی ابوبردہ بن نیار نامی صحابی کے لئے جذعہ کی قربانی کی اجازت بخشی، ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ تیرے بعد یہ کسی اور کے لئے کافی نہ ہوگی۔ یہاں جذعہ سے ایک سال کی بکری مراد ہے لفظ جذعہ ایک سال کی بھیڑ بکری پر بولا جاتا ہے۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الجذعة من الضأن ماله سنة تامة هذا هو الاشهر عن اهل اللغة وجمهور اهل العلم من غيرهم۔" یعنی جذعہ وہ ہے جس کی عمر پر پورا ایک سال گزر چکا ہو۔ اہل سنت اور جمہور اہل علم سے یہی منقول ہے۔ بعض چھ اور آٹھ اور دس ماہ کی بکری پر بھی لفظ جذعہ بولتے ہیں۔

دیوبندی تراجم بخاری میں اس مقام پر جگہ جگہ جذعہ کا ترجمہ چار مہینے کی بکری کا کیا گیا ہے۔ تفہیم البخاری میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد مقامات پر چار مہینے کی بکری لکھا ہوا موجود ہے۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ کی تصریح بالا کے مطابق یہ غلط ہے اسی لئے اہل حدیث تراجم بخاری میں ہر جگہ ایک سال کی بکری کے ساتھ ترجمہ کیا گیا ہے۔

لفظ جذعہ کا اطلاق مسلک حنفی میں چھ ماہ کی بکری پر کیا گیا ہے دیکھو تسہیل القاری، پ: ۴/ص: ۴۰۰ مگر چار ماہ کی بکری پر لفظ جذعہ یہ خود مسلک حنفی کے بھی خلاف ہے۔ قسطلانی شرح بخاری، ص: ۱۱۷ مطبوعہ نول کشور میں ہے: "جذعة من المعز ذات سنة۔" یعنی جذعۃ ایک سال کی بکری کو کہا جاتا ہے۔

بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ **باب:** ایام تشریق میں عمل کی فضیلت کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ، أَيَّامُ الْعَشْرِ، وَالأَيَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ: أَيَّامُ التَّشْرِيْقِ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوْقِ فِي الأَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ، وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيْرِهِمَا. وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (فرمانِ باری تعالیٰ) ''اور اللہ تعالیٰ کا ذکر معلوم دنوں میں کرو۔'' میں ایام معلومات سے مراد ذی الحجہ کے دس دن ہیں اور ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں۔ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ان دس دنوں میں بازار کی طرف نکل جاتے اور لوگ ان بزرگوں کی تکبیر سن کر تکبیر کہتے اور محمد بن باقر رحمۃ اللہ علیہ نفل نمازوں کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے۔

٩٦٩ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِيْنِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا الْعَمَلُ فِيْ أَيَّامٍ أَفْضَلَ مِنْهَا فِيْ هَذِهِ)). قَالُوْا: وَلَا الْجِهَادُ؟ قَالَ: ((وَلَا الْجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ)). [ابوداود: ٢٤٣٨؛ ترمذي: ٧٥٧؛ ابن ماجه: ١٧٢٧]

(٩٦٩) ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے سلیمان کے واسطے سے بیان کیا، ان سے مسلم بطین نے، ان سے سعید بن جبیر نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان دنوں کے عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں۔'' لوگوں نے پوچھا اور جہاد بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں جہاد میں بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال خطرہ میں ڈال کر نکلا اور واپس آیا تو ساتھ کچھ بھی نہ لایا۔'' (سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا)۔

تشریح: اور ایک حنفی فتوی! ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں عبادت سال کے تمام دنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ کہا گیا ہے کہ ذی الحجہ کے دن تمام دنوں میں سب سے زیادہ افضل ہیں اور رمضان کی راتوں میں سے سب سے افضل ہیں۔ ذی الحجہ کے ان دس دنوں کی خاص عبادت جس پر سلف کا عمل تھا تکبیر کہنا اور روزے رکھنا ہے۔ اس عنوان کی تشریحات میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما جب تکبیر کہتے تو عام لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیر کہتے تھے اور تکبیر میں مطلوب بھی یہی ہے کہ جب کسی کہتے ہوئے کو سنیں تو اردگرد بھی آدمی ہوں سب بلند آواز سے تکبیر کہیں۔ (تفہیم البخاری) عام طور پر برادران احناف نویں تاریخ سے تکبیر شروع کرتے ہیں، ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ خود ان کے علما کی تحقیق کے مطابق ان کا طرز عمل سلف کے عمل کے خلاف ہے جیسا کہ یہاں صاحب تفہیم البخاری دیوبند حنفی نے صاف لکھا ہے کہ ذی الحجہ کے ان دس دنوں میں تکبیر کہنا سلف کا عمل تھا (اللہ نیک عمل کی توفیق دے) آمین۔ بلکہ تکبیروں کا سلسلہ ایام تشریق میں بھی جاری ہی رہنا چاہیے جو گیارہ سے تیرہ تاریخ تک کے دن ہیں۔ تکبیر کے الفاظ یہ ہیں الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد اور یوں بھی مروی ہیں الله اکبر کبیرا والحمد لله کثیرا وسبحان الله بکرة واصیلا۔

بَابُ التَّكْبِيْرِ أَيَّامَ مِنًى وَإِذَا غَدَا إِلَى عَرَفَةَ

باب: تکبیر منیٰ کے دنوں میں اور جب نویں تاریخ کو عرفات میں جائے

وَكَانَ عُمَرُ يُكَبِّرُ فِيْ قُبَّتِهِ بِمِنًى فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ، فَيُكَبِّرُوْنَ وَيُكَبِّرُ أَهْلُ الأَسْوَاقِ،

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے ڈیرے کے اندر تکبیر کہتے تو مسجد میں موجود لوگ اسے سنتے اور وہ بھی تکبیر کہنے لگتے پھر بازار میں موجود لوگ بھی

حَتَّى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيْرًا. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنًى تِلْكَ الْأَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ، وَعَلَى فِرَاشِهِ وَفِي فُسْطَاطِهِ، وَمَجْلِسِهِ وَمَمْشَاهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامَ جَمِيْعًا وَكَانَتْ مَيْمُوْنَةُ تُكَبِّرُ يَوْمَ النَّحْرِ. وَكَانَ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ ابْنِ عُثْمَانَ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَيَالِيَ التَّشْرِيْقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ.

تکبیر کہنے لگتے اور سارا منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں ان دنوں میں نمازوں کے بعد، بستر پر، خیمہ میں، مجلس میں، راستے میں اور دن کے تمام ہی حصوں میں تکبیر کہتے تھے اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا دسویں تاریخ میں تکبیر کہتی تھیں۔ اور عورتیں ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے مسجد میں مردوں کے ساتھ تکبیر کہا کرتی تھیں۔

٩٧٠ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ عَنِ التَّلْبِيَةِ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: كَانَ يُلَبِّي الْمُلَبِّي لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ. [طرفه في: ١٦٥٩]

[مسلم: ٣٠٩٧، ٣٠٩٨؛ نسائي: ٣٠٠٠، ٣٠٠١؛ ابن ماجه: ٣٠٠٨]

(٩٧٠) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک بن انس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن ابی بکر ثقفی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے تلبیہ کے متعلق دریافت کیا کہ آپ لوگ نبی کریم ﷺ کے عہد میں اسے کس طرح کہتے تھے۔ اس وقت ہم منیٰ سے عرفات کی طرف جا رہے تھے، انہوں نے فرمایا کہ تلبیہ کہنے والے تلبیہ کہتے اور تکبیر کہنے والے تکبیر۔ اس پر کوئی اعتراض نہ کرتا۔

تشریح: لفظ منیٰ کی تحقیق حضرت علامہ قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں یہ ہے: "منابکسر المیم یذکر ویؤنث فان قصد الموضع فمذکر ویکتب بالالف وینصرف وان قصد البقعة فموئنث ولا ینصرف ویکتب بالیاء والمختار تذکیرہ۔" یعنی لفظ منا میم کے زیر کے ساتھ اگر اس سے منا موضع مراد لیا جائے تو یہ مذکر ہے اور منصرف ہے اور یہ الف کے ساتھ (منا) لکھا جائے گا اور اگر اس سے مراد بقعہ (مقام خاص) لیا جائے تو پھر یہ مؤنث ہے اور لفظ یاء کے ساتھ منیٰ لکھا جائے گا مگر مختار یہی ہے کہ یہ مذکر ہے اور منا کے ساتھ اس کی کتابت بہتر ہے۔ پھر فرماتے ہیں: "وسمی منی لما یمنی فیه ای براق من الدماء۔" یعنی یہ مقام لفظ منیٰ سے اس لئے موسوم ہوا کہ یہاں خون بہانے کا قصد ہوتا ہے۔

٩٧١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيْدِ، حَتَّى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا، حَتَّى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ

(٩٧١) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے عاصم بن سلیمان سے بیان کیا، ان سے حفصہ بنت سیرین نے، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے فرمایا کہ (نبی کریم ﷺ کے زمانہ) میں ہمیں عید کے دن عیدگاہ میں جانے کا حکم تھا۔ کنواری لڑکیاں اور حائضہ عورتیں بھی پردہ میں باہر آتی تھیں۔ یہ

النَّاسِ، فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ، وَيَدْعُوْنَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُوْنَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ. [راجع: ٣٢٤] [مسلم: ٢٠٥٥؛ ابوداود: ١١٣٨]

سب مردوں کے پیچھے پردہ میں رہتیں۔ جب مرد تکبیر کہتے تو یہ بھی تکبیر کہتیں اور جب وہ دعا کرتے تو یہ بھی کرتیں۔ اس دن کی برکت اور پاکیزگی حاصل کرنے کی امید رکھتیں۔

تشریح: باب کی مطابقت اس سے ہوئی کہ عید کے دن عورتیں بھی تکبیریں کہتی تھیں اور مسلمانوں کے ساتھ دعاؤں میں بھی شریک ہوتی تھیں۔ درحقیقت عیدین کی روح ہی بلند آواز سے تکبیر کہنے میں مضمر ہے تاکہ دنیا والوں کو اللہ پاک کی بڑائی اور بزرگی سنائی جائے اور اس کی عظمت کا سکہ دل میں بٹھایا جائے۔ آج ہر مسلمان کے لئے نعرۂ تکبیر کی روح کو حاصل کرنا ضروری ہے۔ مردہ قلوب میں زندگی پیدا ہوگی۔ تکبیر کے لفظ یہ ہیں: اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً یا یوں کہئے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْحَرْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ

باب: عید کے دن برچھی کو سترہ بنا کر نماز پڑھنا

٩٧٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ تُرْكَزُ لَهُ الْحَرْبَةُ قُدَّامَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، ثُمَّ يُصَلِّي. [راجع: ٤٩٤]

(٩٧٢) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز کے لیے برچھی آگے آگے اٹھائی جاتی اور وہ عیدگاہ میں آپ کے سامنے گاڑ دی جاتی آپ اسی کی آڑ میں نماز پڑھتے۔

تشریح: کیونکہ عید میدان میں پڑھی جاتی تھی اور میدان میں نماز پڑھنے کے لئے سترہ ضروری ہے، اس لئے چھوٹا سا نیزہ لے لیتے تھے جو سترہ کے لئے کافی ہو سکے اور اسے نبی کریم ﷺ کے سامنے گاڑ دیتے تھے، نیزہ اس لئے لیتے تھے کہ اسے گاڑنے میں آسانی ہوتی تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس سے پہلے لکھ آئے ہیں کہ عیدگاہ میں ہتھیار نہ لے جانا چاہیے۔ یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ضرورت ہو تو لے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ خود نبی کریم ﷺ کے سترہ کے لئے نیزہ لے جایا جاتا تھا۔ (تفہیم البخاری)

بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ أَوِ الْحَرْبَةِ بَيْنَ يَدَيِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ

باب: امام کے آگے آگے عید کے دن عنزہ یا حربہ لے کر چلنا

٩٧٣ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَغْدُو إِلَى الْمُصَلَّى، وَالْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ، تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلَّى بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا. [راجع: ٤٩٤]

(٩٧٣) ہم سے ابراہیم بن منذر حزامی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عمرو اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ عیدگاہ جاتے تو برچھا (ڈنڈا جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) آپ ﷺ کے آگے آگے لے جایا جاتا تھا پھر یہ عیدگاہ میں آپ ﷺ کے سامنے گاڑ دیا جاتا اور آپ اس کی آڑ میں نماز پڑھتے۔

تشریح: تشریح اوپر گزر چکی ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ عیدین کی نماز جنگل (میدان) میں پڑھا کرتے تھے پس مسنون یہی ہے جو لوگ بلا عذر بارش وغیرہ مساجد میں عیدین کی نماز ادا کرتے ہیں وہ سنت کے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔

بَابُ خُرُوْجِ النِّسَاءِ وَالْحُيَّضِ الْمُصَلَّى

باب: عورتوں اور حیض والیوں کا عیدگاہ میں جانا

٩٧٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ. وَعَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنَحْوِهِ. وَزَادَ فِي حَدِيْثِ حَفْصَةَ قَالَ: أَوْ قَالَتِ: الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، وَيَعْتَزِلْنَ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى. [راجع: ٣٢٤]

[مسلم ٢٠٥٤: ابوداود: ١١٣٦، ١١٣٧؛ نسائي: ١٥٥٨؛ ابن ماجه: ١٣٠٨]

(۹۷۴) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے محمد نے، ان سے ام عطیہ ؓ نے انہوں نے فرمایا کہ ہمیں حکم تھا کہ پردہ والی دوشیزاؤں کو عیدگاہ کے لیے نکالیں اور ایوب سختیانی نے حفصہ ؓ سے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔ حفصہ ؓ کی حدیث میں زیادتی ہے کہ دوشیزائیں اور پردہ والیاں ضرور (عیدگاہ جائیں) اور حائضہ نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔

تشریح: امام بخاری ؒ نے عورتوں کے عیدین میں شرکت کرنے کے متعلق تفصیل سے صحیح احادیث کو نقل فرمایا ہے جن میں کچھ قیل وقال کی گنجائش ہی نہیں۔ متعدد روایات میں موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی جملہ بیویوں اور صاحبزادیوں کو عیدین کے لئے نکالتے تھے۔ یہاں تک فرمادیا کہ حیض والی بھی نکلیں اور وہ نماز سے دور رہ کر مسلمانوں کی دعاؤں میں شرکت کریں اور وہ بھی نکلیں جن کے پاس چادر نہ ہو، چاہیے کہ ان کی ہم جولیاں ان کو چادر یا دوپٹہ دے دیں۔ بہر حال عورتوں کا عیدگاہ میں شرکت کرنا ایک اہم ترین سنت اور اسلامی اشعار ہے۔ جس سے شوکت اسلام کا مظاہرہ ہوتا ہے اور مرد وعورت اور بچے میدان عیدگاہ میں اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر دعائیں کرتے ہیں۔ جن میں سے کسی ایک کی بھی دعا اگر قبولیت کا درجہ حاصل کرلے تو تمام حاضرین کے لئے باعث صد برکت ہو سکتی ہے۔

اس بارے میں کچھ لوگوں نے فرضی شکوک وشبہات اور مفروضہ خطرات کی بنا پر عورتوں کا عیدگاہ میں جانا مکروہ قرار دیا ہے۔ مگر یہ جملہ مفروضہ باتیں ہیں جن کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے۔ عیدگاہ کے منتظمین کا فرض ہے کہ وہ پردے کا انتظام کریں اور ہر فساد وخطرہ کے انسداد کے لئے پہلے ہی سے بندوبست کر رکھیں۔

علامہ شوکانی ؒ نے اس بارے میں مفصل مدلل بحث کے بعد فرمایا ہے: "اما فی معناه من الاحادیث قاضية بمشروعية خروج النساء فی العیدین الی المصلی من غیر فرق بین البکر والثیب والشابة والعجوز والحائض وغیرها مالم تکن معتدة او کان فی خروجها فتنة او کان لها عذر۔" یعنی احادیث اس میں فیصلہ دے رہی ہیں کہ عورتوں کو عیدین میں مردوں کے ساتھ عیدگاہ میں شرکت کرنا مشروع ہے اور اس بارے میں شادی شدہ اور کنواری اور بوڑھی اور جوان اور حائضہ وغیرہ کا کوئی امتیاز نہیں ہے جب تک ان میں سے کوئی عدت میں نہ ہو یا ان کے نکلنے میں کوئی فتنہ کا ڈر نہ ہو یا کوئی عذر نہ ہو تو بلاشک جملہ مسلمان عورتوں کو عیدگاہ میں جانا مشروع ہے پھر فرماتے ہیں: "والقول بکراهية الخروج علی الاطلاق رد للاحادیث الصحیحة بالاراء الفاسدة۔" یعنی مطلقاً عورتوں کے لئے عیدگاہ میں جانے کو مکروہ قرار دینا یہ

اپنی فاسد آراء کی بنا پر احادیث صحیحہ کو رد کرتا ہے۔

آج کل جو علما عیدین میں عورتوں کی شرکت نا جائز قرار دیتے ہیں، ان کو اتنا غور کرنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ یہی مسلمان عورتیں بے تحاشا بازاروں میں آتی جاتی، میلوں عرسوں میں شریک ہوتیں ہیں اور بہت سی غریب عورتیں جو محنت مزدوری کرتی ہیں۔ جب ان سارے حالات میں یہ مفاسد مفروضہ سے بالاتر ہیں تو عیدگاہ کی شرکت میں جبکہ وہاں جانے کے لئے باپردہ باادب ہونا ضروری ہے کون سے فرضی خطرات کا تصور کر کے ان کے لئے عدم جواز کا فتویٰ لگایا جا سکتا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عورتوں کا عیدگاہ میں عید کی نماز کے لئے جانا سنت ہے، شادی شدہ، ہوں یا غیر شادی شدہ جوان ہو یا ادھیڑ یا بوڑھی:

"عن ام عطية ان رسول الله ﷺ كان يخرج الابكار والعواتق وذوات الخدور والحيض في العيدين فاما الحيض ليعتزلن المصلى ويشهدن دعوة المسلمين قالت احداهن: يارسول الله ان لم يكن لها جلباب قال: فلتلبسها اختها من جلبابها۔" (صحيحين وغيره)

"نبی کریم ﷺ عیدین میں دوشیزہ جوان کنواری حیض والی عورتوں کو عیدگاہ جانے کا حکم دیتے تھے حیض والی عورتیں نماز سے الگ رہتیں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک رہتیں۔ ایک عورت نے عرض کیا اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو آپ نے فرمایا کہ اس کی مسلمان بہن اپنی چادر میں لے جائے۔" جو لوگ کراہت کے قائل ہیں یا جوان یا بوڑھی کے درمیان فرق کرتے ہیں درحقیقت وہ صحیح حدیث کو اپنی فاسد اور باطل آراء سے رد کرتے۔ حافظ نے فتح الباری میں اور ابن حزم نے اپنی محلی میں بالتفصیل مخالفین کے جوابات ذکر کیے ہیں عورتوں کو عیدگاہ میں سخت پردہ کے ساتھ بغیر کسی قسم کی خوشبو لگائے اور بغیر بجنے والے زیور اور زینت کے لباس کے جانا چاہیے تاکہ فتنہ کا باعث نہ بنیں "قال شيخنا في الترمذي لادليل على منع الخروج الى العيد للشواب مع الامن من المفاسد مما احدثن في هذا الزمان بل هو مشروع لهن وهو القول الراجح انتهى۔" یعنی امن کی حالت میں جوان عورتوں کو شرکت عیدین سے روکنا اس کے متعلق مانعین کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ وہ مشروع ہے اور قول راجح یہی ہے۔

بَابُ خُرُوْجِ الصِّبْيَانِ إِلَى الْمُصَلَّى

باب: بچوں کا عیدگاہ جانا

٩٧٥ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى، فَصَلَّى الْعِيْدَ ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ. [راجع: ٩٨]

(٩٧٥) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبدالرحمٰن بن عابس سے بیان کیا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھنے کے بعد خطبہ دیا پھر عورتوں کی طرف آئے اور انہیں نصیحت فرمائی اور صدقہ کے لیے حکم فرمایا۔

بَابُ اسْتِقْبَالِ الْإِمَامِ النَّاسَ

باب: امام عید کے خطبے میں لوگوں کی طرف منہ

فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ

کر کے کھڑا ہو

وَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ مُقَابِلَ النَّاسِ.

ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے تھے۔

٩٧٦ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ طَلْحَةَ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أَضْحَى إِلَى الْبَقِيْعِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: ((إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذَلِكَ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ)) فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنِّي ذَبَحْتُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ. قَالَ: ((اذْبَحْهَا، وَلَا تَفِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)).

[راجع: ٩٥١]

(٩٧٦) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن طلحہ نے بیان کیا، ان سے زبید نے، ان سے شعبی نے، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ کے دن بقیع کی طرف تشریف لے گئے اور دو رکعت عید کی نماز پڑھائی۔ پھر ہماری طرف چہرہ مبارک کر کے فرمایا کہ "سب سے مقدم عبادت ہمارے اس دن کی یہ ہے کہ پہلے ہم نماز پڑھیں پھر (نماز اور خطبے سے لوٹ کر) قربانی کریں، اس لیے جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کے مطابق کیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا تو وہ ایسی چیز ہے جسے اس نے گھر والوں کے کھلانے کے لیے جلدی سے مہیا کر دیا ہے اور اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔" اس پر ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے تو پہلے ہی ذبح کر دیا۔ لیکن میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے اور وہ دوندی بکری سے زیادہ بہتر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "خیر تم اسی کو ذبح کر لو لیکن تمہارے بعد کسی کی طرف سے ایسی پٹھیا جائز نہ ہو گی۔"

تشریح: سوال کرنیوالے ابو بردہ بن نیار انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ الْعَلَمِ بِالْمُصَلَّى

باب: عیدگاہ میں نشان لگانا

تشریح: یعنی کوئی اونچی چیز جیسے لکڑی وغیرہ اس سے یہ غرض تھی کہ عیدگاہ کا مقام معلوم رہے۔

٩٧٧ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ عَابِسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قِيلَ لَهُ أَشَهِدْتَّ الْعِيْدَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: نَعَمْ، وَلَوْلَا مَكَانِي مِنَ الصِّغَرِ مَا شَهِدْتُهُ، حَتَّى أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ،

(٩٧٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے سفیان ثوری سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عابس نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، ان سے دریافت کیا گیا تھا کہ کیا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدگاہ گئے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں اور اگر باوجود کم عمری کے میری قدر و منزلت آپ کے یہاں نہ ہوتی تو میں جا نہیں سکتا تھا۔ آپ اس نشان پر آئے جو کثیر بن صلت کے گھر کے قریب ہے۔ آپ نے وہاں نماز پڑھائی پھر خطبہ سنایا۔ اس کے بعد عورتوں کی طرف آئے۔ آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں

فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِيْنَ بِأَيْدِيْهِنَّ يَقْذِفْنَهُ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ. [راجع: ۹۸]

وعظ اور نصیحت کی اور صدقہ کے لیے کہا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ عورتیں اپنے ہاتھوں سے بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالے جا رہی تھیں ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور بلال رضی اللہ عنہ گھر واپس ہوئے۔

تشریح: کثیر بن صلت کا مکان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بنایا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو عیدگاہ کا مقام بتانے کیلئے اس کا پتہ دیا۔

بَابُ مَوْعِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَاءَ يَوْمَ الْعِيْدِ

باب: امام کا عید کے دن عورتوں کو نصیحت کرنا

۹۷۸۔ حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْفِطْرِ، فَصَلَّى فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ، فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ، فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ، تُلْقِيْ فِيْهِ النِّسَاءُ الصَّدَقَةَ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ: زَكَاةَ يَوْمِ الْفِطْرِ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ صَدَقَةً يَتَصَدَّقْنَ حِيْنَئِذٍ، تُلْقِيْ فَتَخَهَا وَيُلْقِيْنَ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَتَرَى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ ذَلِكَ وَيُذَكِّرُهُنَّ؟ قَالَ: إِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ، وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُوْنَهُ؟ [راجع: ۹۵۸]

(۹۷۸) ہم سے اسحاق بن ابراہیم بن نصر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء نے خبر دی کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو میں نے یہ کہتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی نماز پڑھی۔ پہلے آپ نے نماز پڑھی اس کے بعد خطبہ دیا۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو گئے تو اترے اور عورتوں کی طرف آئے۔ پھر انہیں نصیحت فرمائی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے تھے ۔ بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا رکھا تھا جس میں عورتیں صدقہ ڈال رہی تھیں ۔ میں نے عطاء سے پوچھا کیا یہ صدقہ فطر دے رہی تھیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ صدقہ کے طور پر دے رہی تھیں ۔ اس وقت عورتیں اپنے چھلے (وغیرہ) برابر ڈال رہی تھیں ۔ پھر میں نے عطاء سے پوچھا کہ کیا آپ اب بھی امام پر اس کا حق سمجھتے ہیں کہ وہ عورتوں کو نصیحت کرے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں ان پر یہ حق ہے اور کیا وجہ ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتے؟

۹۷۹۔ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَأَخْبَرَنِي الْحَسَنُ ابْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: شَهِدْتُ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ يُصَلُّوْنَهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ يُخْطَبُ بَعْدُ، خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِيْنَ يُجْلِسُ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتَّى جَاءَ النِّسَاءَ مَعَهُ بِلَالٌ فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا

(۹۷۹) ابن جریج نے کہا کہ حسن بن مسلم نے مجھے خبر دی، انہیں طاؤس نے، انہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے، انہوں نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ عید الفطر کی نماز پڑھنے گیا ہوں ۔ یہ سب حضرات خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے اور بعد میں خطبہ دیتے تھے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے ، میری نظروں کے سامنے وہ منظر ہے ، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ہاتھ کے اشارہ سے بٹھا رہے تھے ۔ پھر آپ صفوں سے گزرتے ہوئے عورتوں کی طرف آئے۔ آپ کے ساتھ بلال تھے

النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ﴾ الآيَةَ [الممتحنة: ١٢] ثُمَّ قَالَ: حِينَ فَرَغَ مِنْهَا ((آنْتُنَّ عَلَى ذَلِكَ؟)). قَالَتِ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا نَعَمْ. لَا يَدْرِي حَسَنٌ مَنْ هِيَ. قَالَ: ((فَتَصَدَّقْنَ)) فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهُ ثُمَّ قَالَ: ((هَلُمَّ لَكُنَّ فِدَاءٌ أَبِي وَأُمِّي)) فَيُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ. قَالَ عَبْدُالرَّزَّاقِ: الْفَتَخُ: الْخَوَاتِيمُ الْعِظَامُ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. [راجع: ٩٧]

آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کے لیے آئیں" الخ۔ پھر جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "کیا تم ان باتوں پر قائم ہو؟" ایک عورت نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس کے علاوہ کوئی عورت نہ بولی، حسن کو معلوم نہیں کہ بولنے والی خاتون کون تھیں؟ آپ ﷺ نے خیرات کے لیے حکم فرمایا اور بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا دیا اور کہا کہ "لاؤ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔" چنانچہ عورتیں چھلے اور انگوٹھیاں بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔ عبدالرزاق نے کہا "فتخ" بڑے (چھلے) کو کہتے ہیں جس کا جاہلیت کے زمانہ میں استعمال تھا۔

تشریح: اگرچہ عہد نبوی ﷺ میں عیدگاہ کے لئے کوئی عمارت نہیں تھی، اور جہاں عیدین کی نماز پڑھی جاتی تھی وہاں کوئی منبر بھی نہیں تھا لیکن اس لفظ فلما فرغ نزل سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بلند جگہ تھی جس پر آپ ﷺ خطبہ دیتے تھے۔
جب نبی کریم ﷺ مردوں کے سامنے خطبہ دے چکے تو لوگوں نے سمجھا کہ اب خطبہ ختم ہو گیا ہے اور انہیں واپس جانا چاہیے، چنانچہ لوگ واپسی کے لئے اٹھے لیکن نبی اکرم ﷺ نے انہیں ہاتھ کے اشارہ سے روکا کہ ابھی بیٹھے رہیں۔ کیونکہ آپ عورتوں کو خطبہ دینے جا رہے تھے۔
دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب دینے والی خاتون اسماء بنت یزید تھیں جو اپنی فصاحت وبلاغت کی وجہ سے "خطیبة النساء" کے نام سے مشہور تھیں انہیں کی ایک روایت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ عورتوں کی طرف آئے تو میں بھی ان میں موجود تھی۔ آپ نے فرمایا: "کہ عورتو! تم جہنم کا ایندھن زیادہ بنوگی۔" میں نے آپ ﷺ کو پکار کر کہا: یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس لئے کہ تم لوگ لعن طعن بہت زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔"

بَابٌ: إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ فِي الْعِيدِ

باب: اگر کسی عورت کے پاس عید کے دن دوپٹہ (یا چادر) نہ ہو

٩٨٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، قَالَتْ: كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيدِ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ فَأَتَيْتُهَا فَحَدَّثَتْ أَنَّ زَوْجَ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً فَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ. قَالَتْ: فَكُنَّا نَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى وَنُدَاوِي الْكَلْمَى،

(٩٨٠) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے حفصہ بنت سیرین کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم اپنی لڑکیوں کو عیدگاہ جانے سے منع کرتے تھے۔ پھر ایک خاتون باہر سے آئی اور قصر بنو خلف میں انہوں نے قیام کیا میں ان سے ملنے کے لیے حاضر ہوئی تو انہوں نے بیان کیا کہ ان کی بہن کے شوہر نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ لڑائیوں میں شریک رہے اور خود ان کی بہن اپنے شوہر کے ساتھ چھ لڑائیوں میں شریک ہوئی تھیں، ان کا بیان تھا کہ ہم مریضوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور زخمیوں کی مرہم

فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! عَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ فَقَالَ: ((لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا فَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ)) قَالَتْ حَفْصَةُ: فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أَتَيْتُهَا، فَسَأَلْتُهَا أَسَمِعْتِ فِي كَذَا وَكَذَا فَقَالَتْ: نَعَمْ، بِأَبِي وَقَلَّ مَا ذَكَرَتِ النَّبِيَّ ﷺ إِلَّا قَالَتْ بِأَبِي. قَالَ: ((لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ- أَوْ قَالَ: الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ شَكَّ أَيُّوبُ- وَالْحُيَّضُ، فَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى، وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ)). قَالَتْ: فَقُلْتُ لَهَا: آلْحُيَّضُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَلَيْسَ الْحَائِضُ تَشْهَدُ عَرَفَاتٍ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا.

[راجع: ٣٢٤]

پٹی کرتے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو اور اس وجہ سے وہ عید کے دن (عیدگاہ) نہ جا سکے تو کوئی حرج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس کی سہیلی اپنی چادر کا ایک حصہ اسے اوڑھا دے اور پھر وہ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔'' حفصہ نے بیان کیا کہ پھر جب ام عطیہ ؓ یہاں تشریف لائیں تو میں ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوئی اور دریافت کیا کہ آپ نے فلاں فلاں بات سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میرے باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔ ام عطیہ ؓ جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتیں تو یہ ضرور کہتیں کہ میرے باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، ہاں تو انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جوان پردہ والی یا جوان اور پردہ والی باہر نکلیں۔ شبہ ایوب کو تھا۔ البتہ حائضہ عورتیں عیدگاہ سے علیحدہ ہو کر بیٹھیں انہیں خیر اور مسلمانوں کی دعا میں ضرور شریک ہونا چاہیے۔'' حفصہ ؓ نے کہا کہ میں نے ام عطیہ ؓ سے دریافت کیا کہ حائضہ عورتیں بھی؟ انہوں نے فرمایا کہ ''حائضہ عورتیں عرفات نہیں جاتیں اور کیا وہ فلاں فلاں جگہوں میں شریک نہیں ہوتیں۔'' (پھر اجتماع عید ہی کی شرکت میں کون سی قباحت ہے)

تشریح: حفصہ ؓ کے سوال کی وجہ یہ تھی کہ جب حائضہ پر نماز فرض نہیں اور نہ وہ نماز پڑھ سکتی ہے تو عیدگاہ میں اس کی شرکت سے کیا فائدہ ہوگا۔ اس پر ام عطیہ ؓ نے فرمایا کہ جب حیض والی عرفات اور دیگر مقامات مقدسہ میں جا سکتی ہیں اور جاتی ہیں تو عیدگاہ میں کیوں نہ جائیں، اس جواب پر آج کل کے ان حضرات کو غور کرنا چاہیے جو عورتوں کا عیدگاہ میں جانا ناجائز قرار دیتے ہیں اور اس کے لئے سو حیلے بہانے تراشتے ہیں حالانکہ مسلمانوں کی عورتیں میلوں میں اور فسق و فجور میں دھڑلے سے شریک ہوتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حیض والی عورتوں کو بھی عیدگاہ جانا چاہیے۔ وہ نماز سے الگ رہیں مگر دعاؤں میں شریک ہوں۔ اس سے مسلمانوں کی اجتماعی دعاؤں کی اہمیت بھی ثابت ہوتی ہے۔ بلاشک دعا مؤمن کا ہتھیار ہے اور جب مسلمان مرد و عورت مل کر دعا کریں تو نہ معلوم کس کی دعا قبول ہو کر جملہ اہل اسلام کے لئے باعث برکت ہو سکتی ہے۔ بحالات موجودہ جبکہ مسلمان ہر طرف سے مصائب کا شکار ہیں بالضرور دعاؤں کا سہارا ضروری ہے۔ امام عید کا فرض ہے کہ خشوع و خضوع کے ساتھ اسلام کی سربلندی کے لئے دعا کرے، خاص طور پر قرآنی دعائیں زیادہ مؤثر ہیں پھر احادیث میں بھی بڑی پاکیزہ دعائیں وارد ہوئی ہیں۔ ان کے بعد سامعین کی مادری زبانوں میں بھی دعا کی جا سکتی ہے۔ (وباللہ التوفیق)

بَابُ اعْتِزَالِ الْحُيَّضِ الْمُصَلَّى

باب: حائضہ عورتیں عیدگاہ سے علیحدہ رہیں

٩٨١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ: أُمِرْنَا أَنْ نَخْرُجَ فَنُخْرِجَ

(۹۸۱) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابراہیم بن ابی عدی نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عون نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے کہ ام عطیہ ؓ نے فرمایا کہ ہمیں حکم تھا کہ حائضہ

الْحُيَّضَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ. قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: أَوِ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُورِ. فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعْوَتَهُمْ، وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ. [راجع: ٣٢٤] [مسلم: ٢٠٥٤؛ ابوداود: ١١٣٦، ١١٣٧؛ نسائي: ١٥٥٨؛ ابن ماجه: ١٣٠٨]

عورتوں، دوشیزاؤں اور پردہ والیوں کو عیدگاہ لے جائیں۔ ابن عون نے کہا کہ یا (حدیث میں) پردہ والی دوشیزائیں ہیں۔ البتہ حائضہ عورتیں مسلمانوں کی جماعت اور دعاؤں میں شریک ہوں اور (نماز سے) الگ رہیں۔

بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُصَلَّى

باب: عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ میں نحر اور ذبح کرنا

٩٨٢- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْحَرُ أَوْ يَذْبَحُ بِالْمُصَلَّى. [أطرافه في: ١٧١٠، ١٧١١، ٥٥٥١، ٥٥٥٢] [نسائي: ١٥٨٨]

(٩٨٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے کثیر بن فرقد نے نافع سے بیان کیا، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ عیدگاہ ہی میں نحر اور ذبح کیا کرتے۔

تشریح: نحر اونٹ کا ہوتا ہے باقی جانوروں کو لٹا کر ذبح کرتے ہیں۔ اونٹ کو کھڑے کھڑے اس کے سینہ میں خنجر مار دیتے ہیں اس کا نام نحر ہے۔ قربانی شعائر اسلام میں ہے۔ حسب موقع و محل بلاشبہ عیدگاہ میں بھی نحر اور قربانی مسنون ہے مگر بحالات موجودہ اپنے گھروں یا مقررہ مقامات پر یہ سنت ادا کرنی چاہیے، حالات کی مناسبت کے لئے اسلام میں گنجائش رکھی گئی ہے۔

بَابُ كَلَامِ الْإِمَامِ وَالنَّاسِ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ وَإِذَا سُئِلَ الْإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ

باب: عید کے خطبہ میں امام کا اور لوگوں کا باتیں کرنا اور امام کا جواب دینا جب خطبے میں اس سے کچھ پوچھا جائے

٩٨٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ)) فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ

(٩٨٣) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوالاحوص سلام بن سلیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے منصور بن معتمر نے بیان کیا کہ ان سے عامر شعبی نے، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے بقر عید کے دن نماز کے بعد خطبہ سنایا اور فرمایا: ''جس نے ہماری طرح کی نماز پڑھی اور ہماری طرح کی قربانی کی، اس کی قربانی درست ہوئی۔ لیکن جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ ذبیحہ صرف گوشت کھانے کے لیے ہوگا۔'' اس پر ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول

نِيَارٍ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ! لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ فَتَعَجَّلْتُ وَأَكَلْتُ وَأَطْعَمْتُ أَهْلِيْ وَجِيْرَانِيْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ)). قَالَ: فَإِنَّ عِنْدِيْ عَنَاقَ جَذَعَةٍ، هِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَهَلْ تَجْزِيْ عَنِّيْ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)). [راجع: ٩٥١]

اللہ قسم اللہ کی! میں نے تو نماز کے لیے آنے سے پہلے قربانی کر لی میں نے یہ سمجھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے، اسی لیے میں نے جلدی کی اور خود بھی کھایا اور گھر والوں کو اور پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''بہر حال یہ گوشت (کھانے کا) ہوا (قربانی نہیں)۔'' انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک بکری کا سال بھر کا بچہ ہے وہ دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ بہتر ہے۔ کیا میری (طرف سے اس کی) قربانی درست ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں مگر تمہارے بعد کسی کی طرف سے ایسے بچے کی قربانی کافی نہ ہوگی۔''

تشریح: اس سے یہ ثابت فرمایا کہ امام اور لوگ عید کے خطبہ میں مسائل کی بات کر سکتے ہیں اور آگے کے فقروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ میں اگر امام سے کوئی شخص مسئلہ پوچھے تو جواب دے۔

٩٨٤۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ حَمَّادِ ابْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، أَنَّ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ، قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ خَطَبَ فَأَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ يُعِيْدَ ذَبْحَهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! جِيْرَانٌ لِيْ -إِمَّا قَالَ: بِهِمْ خَصَاصَةٌ، وَإِمَّا قَالَ: بِهِمْ فَقْرٌ- وَإِنِّيْ ذَبَحْتُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعِنْدِيْ عَنَاقٌ لِيْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ. فَرَخَّصَ لَهُ فِيْهَا. [راجع: ٩٥٤]

(۹۸۴) ہم سے حامد بن عمر نے بیان کیا، ان سے حماد بن زید نے، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے محمد نے، ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بقر عید کے دن نماز پڑھ کر خطبہ دیا آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جس شخص نے نماز سے پہلے جانور ذبح کر لیا اسے دوبارہ قربانی کرنی ہوگی۔ اس پر انصار میں سے ایک صاحب اٹھے کہ یا رسول اللہ! میرے کچھ غریب بھوکے پڑوسی ہیں یا یوں کہا وہ محتاج ہیں۔ اس لیے میں نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا البتہ میرے پاس ایک سال کی ایک پٹھیا ہے جو دو بکریوں کے گوشت سے بھی زیادہ مجھے پسند ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

٩٨٥۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ جُنْدَبٍ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ ذَبَحَ وَقَالَ: ((مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ أُخْرَى مَكَانَهَا، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللّٰهِ)). [أطرافه في: ٥٥٠٠، ٥٥٦٢، ٦٦٧٤، ٧٤٠٠] [مسلم: ٥٠٦٤، ٥٠٦٨؛ نسائي: ٤٤١٠، ٤٣٨٠؛ ابن

(۹۸۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اسود بن قیس نے، ان سے جندب نے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے بقر عید کے دن نماز پڑھنے کے بعد خطبہ دیا پھر قربانی کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا ہو تو اسے دوسرا جانور بدلہ میں قربانی کرنا چاہیے اور جس نے نماز سے پہلے ذبح نہ کیا ہو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے۔''

ماجه: ۱۵۲۳]

بَابُ مَنْ خَالَفَ الطَّرِيقَ إِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيدِ

باب: جو شخص عیدگاہ کو ایک راستے سے جائے وہ گھر کو دوسرے راستے سے آئے

۹۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ، يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ. تَابَعَهُ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ فُلَيْحٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَحَدِيثُ جَابِرٍ أَصَحُّ. [ترمذي: ۵۴۱]

(۹۸۶) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوتمیلہ یحییٰ بن واضح نے خبر دی، انہیں فلیح بن سلیمان نے، انہیں سعید بن حارث نے، انہیں جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ عید کے دن ایک راستہ سے جاتے پھر دوسرا راستہ بدل کر آتے۔ اس روایت کی متابعت یونس بن محمد نے فلیح سے کی، ان سے سعید نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا لیکن جابر رضی اللہ عنہ کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: یعنی جو شخص سعید کا شیخ جابر رضی اللہ عنہ کو قرار دیتا ہے اس کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو سعید کا شیخ کہتا ہے۔ یونس کی اس روایت کو اسماعیل نے وصل کیا ہے۔

راستہ بدل کر آ جانا بھی شرعی مصالح سے خالی نہیں ہے جس کا مقصد علمانے یہ سمجھا کہ ہر دو راستوں پر عبادت الٰہی کے لئے نماز کے قدم پڑیں گے اور دونوں راستوں کی زمینیں عنداللہ اس کے لئے گواہ ہوں گی۔ (واللہ اعلم)

بَابٌ: إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

باب: اگر کسی کو جماعت سے عید کی نماز نہ ملے تو پھر دو رکعت پڑھ لے

وَكَذَلِكَ النِّسَاءُ، وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوتِ وَالْقُرَى لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((هَذَا عِيدُنَا يَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ)) وَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلَاهُ ابْنَ أَبِي عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ، فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَبَنِيهِ، وَصَلَّى كَصَلَاةِ أَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيرِهِمْ. وَقَالَ عِكْرِمَةُ: أَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُونَ فِي الْعِيدِ يُصَلُّونَ رَكْعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ، وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

اور عورتیں بھی ایسا ہی کریں اور وہ لوگ بھی جو گھروں اور دیہاتوں وغیرہ میں ہوں اور جماعت میں نہ آ سکیں (وہ بھی ایسا ہی کریں) کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''اسلام والو! یہ ہماری عید ہے۔'' انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے غلام ابن ابی عتبہ زاویہ نامی گاؤں میں رہتے تھے۔ انہیں آپ نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں اور بچوں کو جمع کر کے شہر والوں کی طرح نماز عید پڑھیں اور تکبیر کہیں۔ عکرمہ نے شہر کے قرب و جوار میں آباد لوگوں کے لیے فرمایا کہ جس طرح امام کرتا ہے یہ لوگ بھی عید کے دن جمع ہو کر دو رکعت نماز پڑھیں۔ عطاء نے کہا کہ اگر کسی کی عید کی نماز (جماعت) چھوٹ جائے تو دو رکعت (تنہا) پڑھ لے۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں یہ ثابت فرمایا ہے کہ عید کی نماز سب کو پڑھنا چاہیے خواہ گاؤں میں ہوں یا شہر میں اور اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ زاویہ بصرہ سے چھ میل پر ایک گاؤں تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان وہاں پر ہی بنوایا تھا۔

٩٨٧۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ، وَالنَّبِيُّ ﷺ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ، فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ: ((دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيْدٍ، وَتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامُ مِنًى)). [راجع: ٩٤٩]

(٩٨٧) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے یہاں (منیٰ کے دنوں میں) تشریف لائے اس وقت گھر میں دو لڑکیاں دف بجا رہی تھیں (اور بعاث کی لڑائی کی نظمیں گا رہی تھی) نبی کریم ﷺ چہرہ مبارک پر کپڑا ڈالے ہوئے تشریف فرما تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو ڈانٹا۔ اس پر آپ ﷺ نے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا کہ "ابوبکر جانے بھی دو یہ عید کے دن ہیں اور وہ بھی منیٰ میں۔"

٩٨٨۔ وَقَالَتْ عَائِشَةُ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتُرُنِي، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ، فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((دَعْهُمْ، أَمْنًا بَنِي أَرْفِدَةَ)) يَعْنِي مِنَ الْأَمْنِ. [راجع: ٤٥٤]

(٩٨٨) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے (ایک دفعہ) نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے مجھے چھپا رکھا تھا اور میں حبشہ کے لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں تیروں سے کھیل رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جانے دو" اور ان سے فرمایا "اے بنوارفدہ! تم بے فکر ہو کر کھیل دکھاؤ۔"

تشریح: شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکالا کہ جب ہر ایک شخص کے لئے یہ دن خوشی کے ہوئے تو ہر ایک کو عید کی نماز بھی پڑھنی ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے عیدالاضحیٰ اور بعد کے ایام تشریق گیارہ، بارہ تیرہ سب کو عید کے ایام فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ایک تو عید کے دن خود خوشی کے دن ہیں اور پھر منیٰ میں ہونے کی اور خوشی ہے کہ اللہ نے حج نصیب فرمایا۔

بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْعِيدِ وَبَعْدَهَا

باب: عیدگاہ میں عید کی نماز سے پہلے یا اس کے بعد نفل نماز پڑھنا کیسا ہے؟

وَقَالَ أَبُو الْمُعَلَّى: سَمِعْتُ سَعِيْدًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَرِهَ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْعِيْدِ.

اور ابو معلیٰ یحییٰ بن میمون نے کہا کہ میں نے سعید سے سنا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے تھے کہ آپ عید سے پہلے نفل نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے۔

تشریح: حافظ نے کہا کہ یہ اثر مجھ کو موصولاً نہیں ملا اور ابوالمعلی سے اس کتاب میں اس کے سوا اور کوئی روایت نہیں ہے۔

٩٨٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا، وَمَعَهُ بِلَالٌ. [راجع: ٩٨]

(٩٨٩) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ عیدالفطر کے دن نکلے اور (عیدگاہ) میں دو رکعت نماز عید پڑھی آپ ﷺ نے نہ اس سے پہلے نفل نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔ آپ ﷺ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

تشریح: علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " قوله لم یصل قبلها ولا بعدها فیه وفی بقیة احادیث الباب دلیل علی کراهة الصلوة قبل صلاة العید وبعدها الیه ذهب احمد بن حنبل قال ابن قدامة: وهو مذهب ابن عباس وابن عمر...... الخ۔" (نیل الاوطار)
یعنی اس حدیث اور اس بارے میں دیگر احادیث سے ثابت ہوا کہ عید کی نماز کے پہلے اور بعد نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے اور بقول ابن قدامہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت علی و حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہم) اور بہت سے اکابر صحابہ و تابعین کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم اسمع احدا من علماء نا یذکر ان احدا من سلف هذه الامة کان یصلی قبل تلک الصلوة ولا بعدها۔" (نیل الاوطار)
یعنی اپنے زمانہ کے علما میں میں نے کسی عالم سے نہیں سنا کہ سلف امت میں سے کوئی بھی عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نماز پڑھتا ہو۔ ہاں عید کی نماز پڑھ کر اور واپس گھر آ کر گھر میں دو رکعت نفل پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، وہ فرماتے ہیں: "عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان لا یصلی قبل العید شیئا فاذا رجع الی منزله صلی رکعتین رواه ابن ماجة واحمد بمعناه" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید سے پہلے کوئی نماز نفل نہیں پڑھی جب آپ اپنے گھر واپس ہوئے، تو آپ نے دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ اس کو ابن ماجہ اور احمد نے بھی اس کے قریب قریب روایت کیا ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"وحدیث ابی سعید اخرجه ایضاً الحاکم وصححه وحسنه الحافظ فی الفتح وفی اسناده عبد الله بن محمد بن عقیل وفیه مقال وفی الباب عن عبدالله بن عمرو بن العاص عند ابن ماجه بنحو حدیث ابن عباس...... الخ۔" (نیل الاوطار)
یعنی ابوسعید رضی اللہ عنہ والی حدیث کو حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو صحیح بتلایا ہے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اس کی تحسین کی ہے اور اس کی سند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل ایک راوی ہے جن کے متعلق کچھ کہا گیا ہے اور اس مسئلہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی بھی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کی مانند ہے۔
خلاصہ یہ کہ عیدگاہ میں صرف نماز عید اور خطبہ نیز دعا کرنا مسنون ہے عیدگاہ مزید نفل نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہ تو وہ مقام ہے جس کی حاضری ہی اللہ کو اس قدر محبوب ہے کہ وہ اپنے بندوں اور بندیوں کو میدان عیدگاہ میں دیکھ کر اس قدر خوش ہوتا ہے کہ جملہ حالات جاننے کے باوجود اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ یہ میرے بندے اور بندیاں آج یہاں کیوں جمع ہوئے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یہ تیرے مزدور ہیں جنہوں نے رمضان میں تیرا فرض ادا کیا ہے، تیری رضا کے لئے روزے رکھے ہیں اور اب میدان میں تجھ سے مزدوری مانگنے آئے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ اے فرشتو! گواہ رہو میں نے ان کو بخش دیا اور ان کے روزوں کو قبول کیا اور ان کی دعاؤں کو بھی شرف قبولیت تا قیامت عطا کیا۔ پھر اللہ کی طرف سے ندا ہوتی ہے کہ میرے بندو! جاؤ اس حال میں کہ تم بخش دیئے گئے ہو۔
خلاصہ یہ کہ عیدگاہ میں بجز دوگانہ عید کے کوئی نماز نفل نہ پڑھی جائے یہی اسوہ حسنہ ہے اور اسی میں اجر و ثواب ہے۔ واللہ اعلم وعلمه اتم۔

تشریح: اور وتر کے معنی طاق یعنی بے جوڑ کے ہیں۔ یہ ایک مستقل نماز ہے جو عشاء کے بعد سے فجر تک رات کے کسی حصہ میں پڑھی جا سکتی ہے۔ اس نماز کی کم سے کم ایک رکعت پھر تین، پانچ، سات، نو، گیارہ، تیرہ رکعت تک پڑھی جا سکتی ہیں۔ اہلحدیث اور امام احمد اور شافعی اور سب علما کے نزدیک وتر سنت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو واجب کہتے ہیں حالانکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وتر سنت ہے لیکن اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں صحابیوں کا بھی خلاف کیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ

باب: وتر کا بیان

٩٩٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا، سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً، تُوْتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى)). [راجع: ٤٧٢] [مسلم: ١٧٤٨؛ ابوداود: ١٣٢٦؛ نسائي: ١٦٩٣]

(٩٩٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نافع اور عبداللہ بن دینار سے خبر دی اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے رات میں نماز کے متعلق معلوم کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "رات کی نماز دو دو رکعت ہے پھر جب کوئی صبح ہو جانے سے ڈرے تو ایک رکعت پڑھ لے، وہ اس کی ساری نماز کو طاق بنا دے گی۔"

٩٩١۔ وَعَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ، حَتَّى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهِ.

(٩٩١) اور اسی سند کے ساتھ نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی جب تین رکعتیں پڑھتے تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے یہاں تک کہ ضرورت سے بات بھی کرتے۔

تشریح: اس حدیث سے دو باتیں نکلیں ایک یہ کہ رات کی نماز دو رکعت کر کے پڑھنا چاہیے یعنی ہر دوگانہ کے بعد سلام پھیرے، دوسرے وتر کی ایک رکعت بھی پڑھ سکتا ہے اور حنفیہ نے اس میں خلاف کیا ہے اور ان کی دلیل ضعیف ہے۔ صحیح حدیثوں سے وتر کی ایک رکعت پڑھنا ثابت ہے اور تفصیل امام محمد بن نصر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الوتر والنوافل میں ہے۔ (مولانا وحید الزماں)

٩٩٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ،

(٩٩٢) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے مخرمہ بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے کریب نے اور انہیں

أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ - وَهِيَ خَالَتُهُ- فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طُوْلِهَا، فَنَامَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَرِيبًا مِنْهُ، فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ، ثُمَّ قَرَأَ عَشَرَ آيَاتٍ مِنْ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ، فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَصَنَعْتُ مِثْلَهُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي، وَأَخَذَ بِأُذُنِي يَفْتِلُهَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ آپ ایک رات اپنی خالہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سوئے (آپ ﷺ نے کہا کہ) میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی بیوی لمبائی میں لیٹیں، آپ ﷺ سو گئے جب آدھی رات گزر گئی یا اس کے لگ بھگ تو آپ ﷺ بیدار ہوئے، نیند کے اثر کو چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر آپ نے دور کیا۔ اس کے بعد آل عمران کی دس آیتیں پڑھیں۔ پھر ایک پرانی مشک پانی کی بھری ہوئی لٹک رہی تھی۔ آپ ﷺ اس کے پاس گئے اور اچھی طرح وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ پیار سے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھ کر اور میرا کان پکڑ کر اسے ملنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت سب بارہ رکعتیں پھر ایک رکعت وتر پڑھ کر آپ لیٹ گئے، یہاں تک کہ مؤذن صبح صادق کی اطلاع دینے آیا تو آپ ﷺ نے پھر کھڑے ہو کر دو رکعت سنت نماز پڑھی۔ پھر باہر تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

[راجع:١١٧]

تشریح: بعض محدثین نے لکھا ہے کہ چونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بچے تھے اس لئے لاعلمی کی وجہ سے بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے آپ کا کان بائیں طرف کرنے کے لئے پکڑا تھا۔ اس تفصیل کے ساتھ بھی روایتوں میں ذکر ہے۔ لیکن ایک دوسری روایت میں ہے کہ میرا کان پکڑ کر آپ ﷺ اس لئے ملنے لگے تھے تاکہ رات کی تاریکی میں آپ کے دست مبارک سے میں مانوس ہو جاؤں اور گھبراہٹ نہ ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں روایتیں الگ ہیں۔ آپ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کان بائیں سے دائیں طرف کرنے کے لئے بھی پکڑا تھا اور پھر تاریکی میں انہیں مانوس کرنے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کا کان ملنے بھی لگے تھے۔ آپ کو آپ کے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے گھر سونے کے لئے بھیجا تھا تاکہ آپ کی رات کے وقت کی عبادت کی تفصیل ایک عینی شاہد کے ذریعہ معلوم کریں چونکہ آپ بچے تھے اور پھر نبی کریم ﷺ کی ان کے یہاں سونے کی باری تھی۔ آپ بے تکلفی کے ساتھ چلے گئے اور وہیں رات بھر رہے۔ بچپنے کے باوجود انتہائی ذکی فہیم تھے۔ اس لئے ساری تفصیلات یاد رکھیں۔ (تفہیم البخاری)

یہ نماز تہجد کی تھی جس میں آپ ﷺ نے دو دو رکعت کر کے بارہ رکعت کی تکمیل فرمائی پھر ایک رکعت وتر پڑھا۔ اس طرح آپ ﷺ نے تہجد کی تیرہ رکعتیں ادا کیں مطابق بیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی رات کی نماز گیارہ اور تیرہ سے کبھی زیادہ نہیں ہوئی۔ رمضان شریف میں اس کو تراویح کی شکل میں ادا کیا گیا، اس کی بھی ہمیشہ آٹھ رکعت سنت تین وتر یعنی کل گیارہ رکعات کا ثبوت ہے جیسا کہ پارہ میں مفصل گزر چکا ہے۔

٩٩٣۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي

(٩٩٣) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عمرو بن حارث نے

عَمْرُوبْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُوْتِرُ لَكَ مَا صَلَّيْتَ)). قَالَ الْقَاسِمُ: وَرَأَيْنَا أُنَاسًا مُنْذُ أَدْرَكْنَا يُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ، وَإِنَّ كُلًّا لَوَاسِعٌ وَأَرْجُوْ أَنْ لَا يَكُوْنَ بِشَيْءٍ مِنْهُ بَأْسٌ. [راجع: ٤٧٢][نسائي: ١٦٩١]

خبر دی، ان سے عبدالرحمن بن قاسم نے اپنے باپ قاسم سے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات کی نمازیں دو دو رکعتیں ہیں اور جب تو ختم کرنا چاہے تو ایک رکعت وتر پڑھ لے جو ساری نماز کو طاق بنا دے گی۔'' قاسم بن محمد نے بیان کیا کہ ہم نے بہت سوں کو تین رکعت وتر پڑھتے بھی پایا ہے اور تین یا ایک سب جائز ہے اور مجھ کو امید ہے کہ کسی میں قباحت نہ ہوگی۔

تشریح: یہ قاسم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ ان کے کلام سے اس شخص کی غلطی معلوم ہوگئی جو ایک رکعت وتر کو نادرست جانتا ہے اور مجھ کو حیرت ہے کہ صحیح حدیثیں دیکھ کر پھر کوئی مسلمان یہ کیسے کہے گا کہ ایک رکعت وتر نادرست ہے۔

اس روایت سے گو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تین رکعتیں وتر پڑھنا ثابت ہوتا ہے مگر حنفیہ کے لئے کچھ بھی مفید نہیں کیونکہ اس میں یہ نہیں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمیشہ وتر کی تین ہی رکعتیں پڑھتے۔ علاوہ بھی اس کے دو سلام سے تین رکعتیں وتر کی ثابت ہیں اور حنفیہ ایک سلام سے کہتے ہیں (م وحیدی) یہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جن سے صحیح مسلم شریف ص ۲۵۷ میں صراحتاً ایک رکعت وتر ثابت ہے: ''عن عبداللہ بن عمر قال: قال رسول اللہ ﷺ الوتر رکعة من آخر اللیل۔'' (رواہ مسلم) حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ وتر پچھلی رات میں ایک رکعت ہے۔ دوسری حدیث میں مزید وضاحت موجود ہے:

''عن ایوب قال: قال رسول اللہ ﷺ: الوتر حق علی کل مسلم ومن احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلاث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدة فلیفعل۔'' (رواہ ابوداود والنسائی او ابن ماجه)

یعنی حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وتر کی نماز حق ہے جو ہر مسلم کے لئے ضروری ہے اور چاہے پانچ رکعات وتر پڑھ لے جو چاہے تین رکعات اور جو چاہے ایک رکعت وتر ادا کرلے۔ اور بھی اس قسم کی کئی روایات مختلف کتب احادیث میں موجود ہیں۔ اسی لئے حضرت مولانا عبیداللہ شیخ الحدیث بذیل حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ویوتر بواحدة (آپ ﷺ ایک رکعت وتر پڑھتے) فرماتے ہیں:

''فیه ان اقل الوتر رکعة وان الرکعة الفردة صلوة صحیحة وهو مذهب الائمة الثلاثة وهو الحق وقال ابوحنیفة: لا یصح الایتار بواحدة فلا تکون الرکعة الواحدة صلوة قط قال النووی والاحادیث الصحیحة ترد علیه۔''

(مرعاة، ج:۲/ ص:۱۵۸)

یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ وتر کی کم از کم ایک رکعت ہے اور یہ کہ ایک رکعت پڑھنا بھی نماز صحیح ہے، ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے اور یہی حق ہے (ائمہ ثلاثہ سے امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ مراد ہیں) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک رکعت وتر صحیح نہیں کیونکہ ایک رکعت نماز ہی نہیں ہوتی۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول کی تردید ہوتی ہے۔

وتر کے واجب فرض سنت ہونے کے متعلق بھی اختلاف ہے، اس بارے میں حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''والحق ان الوتر سنة هو اوکد السنن بینه علی وابن عمر وعبادة بن الصامت۔''

اور حق یہ ہے کہ نماز وتر سنت ہے اور وہ سب سنتوں سے زیادہ مؤکدہ ہیں۔ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم

نے ایسا ہی بیان فرمایا ہے۔ (حجۃ البالغہ، ج:۲/ص:۶۴)

وتر تین رکعت پڑھنے کی صورت میں پہلی رکعت میں سورۂ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (۱/الاعلیٰ:۸۷) اور دوسری میں ﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ (۱۰۹/ الکافرون:۱) اور تیسری میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ (۱۱۲/ الاخلاص:۱) پڑھنا مسنون ہے۔ وتر کے بعد بآواز بلند تین مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ کا لفظ ادا کرنا بھی مسنون ہے۔ ایک رکعت وتر کے بارے میں مزید تفصیلات حضرت نواب صدیق حسن صاحب رحمہ اللہ کی مشہور کتاب هداية السائل الى ادلة المسائل مطبوعہ بھوپال، ص: ۲۵۵ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

۹۹٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ: أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، كَانَتْ تِلْكَ صَلَاتَهُ - تَعْنِيْ بِاللَّيْلِ- فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلصَّلَاةِ. [راجع: ٦١٩]

(۹۹۴) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعتیں (وتر اور تہجد کی) پڑھتے تھے، آپ ﷺ کی یہی نماز تھی۔ مراد ان کی رات کی نماز تھی۔ آپ کا سجدہ ان رکعتوں میں اتنا لمبا ہوتا تھا کہ سر اٹھانے سے پہلے تم میں سے کوئی شخص بھی پچاس آیتیں پڑھ سکتا اور فجر کی نماز فرض سے پہلے آپ سنت دو رکعتیں پڑھتے تھے اس کے بعد (ذرا دیر) داہنے پہلو پر لیٹ رہتے یہاں تک کہ مؤذن بلانے کے لیے آپ کے پاس آتا۔

تشریح: پس گیارہ رکعتیں انتہا ہیں۔ وتر کی دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان یا غیر رمضان میں کبھی گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اب ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جو تیرہ رکعتیں مذکورہ ہیں تو اس کی رو سے بعض نے انتہا وتر کی تیرہ رکعت قرار دی ہیں۔ بعض نے کہا ان میں دو رکعتیں عشاء کی سنت تھیں تو وتر کی وہی گیارہ رکعتیں ہوئیں۔ غرض وتر کی ایک رکعت سے لے کر تین پانچ نو گیارہ رکعتوں تک منقول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان گیارہ رکعتوں میں آٹھ تہجد کی تھیں اور تین وتر کی اور صحیح یہ ہے کہ تراویح، تہجد، وتر، صلوٰۃ اللیل سب ایک ہی ہیں (وحید الزماں رحمہ اللہ)

بَابُ سَاعَاتِ الْوِتْرِ

باب: وتر پڑھنے کے اوقات کا بیان

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَوْصَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْوِتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ.

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ وصیت فرمائی کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

۹۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: أَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ أُطِيْلُ فِيْهِمَا الْقِرَاءَةَ؟ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ

(۹۹۵) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس بن سیرین نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ نماز صبح سے پہلے کی دو رکعتوں کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا میں ان میں لمبی قراءت کر سکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ تو رات کی نماز (تہجد) دو دو رکعت کر کے پڑھتے تھے پھر ایک رکعت پڑھ کر ان کو طاق بنا لیتے اور صبح کی نماز سے پہلے کی دو رکعتیں (سنت

صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَكَأَنَّ الْأَذَانَ بِأُذُنَيْهِ. قَالَ حَمَّادٌ: أَيْ بِسُرْعَةٍ. [راجع: ٤٧٢] [مسلم: ١٧٦١، ١٧٦٢؛ ابن ماجه: ١١٤٤، ١١٧٤]

فجر تو) اس طرح پڑھتے گویا اذان (اقامت) کی آواز آپ کے کان میں پڑ رہی ہے۔ حماد کی اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ جلدی پڑھ لیتے۔

تشریح: اس سلسلے کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد ساری رات وتر کیلئے ہے۔ طلوع صبح صادق سے پہلے جس وقت بھی چاہے پڑھ سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا معمول آخر شب میں صلوٰۃ اللیل کے بعد اسے پڑھنے کا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آخر شب میں اٹھنے کا پوری طرح یقین نہیں ہوتا تھا، اس لیے وہ عشاء کے بعد ہی پڑھ لیتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کا معمول آخر شب میں پڑھنے کا تھا۔ اس حدیث کے ذیل میں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والحديث يدل على مشروعية الايتار بركعة واحدة عند مخافة هجوم الصبح وسياتى ما يدل على مشروعية ذالك من غير تقييد وقد ذهب الى ذالك الجمهور قال العراقي وممن كان يوتر بركعة من الصحابة الخلفاء الاربعة...... الخ۔"

یعنی اس حدیث سے ایک رکعت وتر مشروع ثابت ہوا جب صبح کی پو پھوٹنے کا ڈر ہو اور عنقریب دوسرے دلائل آرہے ہیں جن سے اس قید کے بغیر ہی ایک رکعت وتر کی مشروعیت ثابت ہے اور ایک رکعت وتر پڑھنا خلفائے اربعہ (حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق عثمان غنی و علی المرتضیٰ) اور سعد بن ابی وقاص بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، یہاں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے سب کے نام تحریر فرمائے ہیں اور تقریباً بیس ہی تابعین و تبع تابعین وائمہ دین کے نام بھی تحریر فرمائے ہیں جو ایک وتر پڑھا کرتے تھے۔

حنفیہ کے دلائل! علامہ نے حنفیہ کے ان دلائل کا جواب دیا ہے جو ایک رکعت وتر کے قائل نہیں جن کی پہلی یہ دلیل حدیث ہے: ((عن محمد بن كعب ان النبى ﷺ نهى عن البتيراء)) یعنی رسول کریم ﷺ نے بتیراء نماز سے منع فرمایا لفظ (بتیراء) دم کٹی نماز کو کہتے ہیں۔ عراقی نے کہا یہ حدیث مرسل اور ضعیف ہے۔ علامہ ابن حزم نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے نماز بتیراء کی نہی ثابت نہیں اور کہا کہ محمد بن کعب کی حدیث باوجود یکہ استدلال کے قابل نہیں مگر اس میں بتیراء کا بیان نہیں ہے بلکہ ہم نے عبدالرزاق سے، انہوں نے سفیان بن عیینہ سے، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ تین رکعت وتر بھی بتیراء (یعنی دم کٹی) نماز ہے۔ فعاد البتيراء على المحتج بالخبر الكاذب فيها۔

حنفیہ کی دوسری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: "انه قال: ما اجزات ركعة قط۔" یعنی ایک رکعت نماز کبھی بھی کافی نہیں ہوتی۔ امام نووی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ یہ اثر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے اگر اس کو درست بھی مانا جائے تو اس کا تعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کی تردید کرنا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ حالت خوف میں چار فرض نماز میں ایک ہی رکعت کافی ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک رکعت کافی نہیں ہے! الغرض اس قول سے استدلال درست نہیں اور اس کا تعلق صلوٰۃ خوف کی ایک رکعت سے ہے۔ ابن ابی شیبہ میں ہے ایک مرتبہ ولید بن عقبہ امیر مکہ کے ہاں حضرت حذیفہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے جب وہاں سے وہ نکلے تو انہوں نے نماز (وتر) ایک ایک رکعت ادا کی۔ (نیل الاوطار)

بڑی مشکل: یہاں صحیح بخاری میں جن جن روایات میں ایک رکعت وتر کا ذکر آیا ہے ایک رکعت وتر کے ساتھ ان کا ترجمہ کرنے میں ان حنفی حضرات کو جو آج کل بخاری شریف کے ترجمے شائع فرما رہے ہیں بڑی مشکل پیش آئی ہے اور انہوں نے پوری کوشش کی ہے کہ ترجمہ اس طرح کیا جائے کہ ایک رکعت وتر پڑھنے کا لفظ ہی نہ آنے پائے بایں طور کہ اس سے ایک رکعت وتر کا ثبوت ہو سکے اس کوشش کے لئے ان کی محنت قابل داد ہے اور اہل علم کے مطالعہ کے قابل مگر ان بزرگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ تصنع و تکلف و عبارت آرائی سے حقیقت پر پردہ ڈالنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔

٩٩٦۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي

(٩٩٦) ہم سے عمرو بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ

مُسْلِمٌ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ. [مسلم: ١٧٣٦؛ ابوداود: ١٤٣٥]

سے مسلم بن کیسان نے بیان کیا ان سے مسروق نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں بھی وتر پڑھی ہے اور اخیر میں آپ کا وتر صبح کے قریب پہنچا۔

تشریح: دوسری روایتوں میں ہے کہ آپ نے وتر اول شب میں بھی پڑھی اور درمیان شب میں بھی اور آخر شب میں بھی گویا عشاء کے بعد سے صبح صادق کے پہلے تک وتر پڑھنا آپ ﷺ سے ثابت ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مختلف حالات میں آپ ﷺ نے وتر مختلف اوقات میں پڑھے۔ غالباً تکلیف اور مرض وغیرہ میں اول شب میں پڑھتے تھے اور سفر کی حالت میں درمیان شب میں لیکن عام معمول آپ ﷺ کا اسے آخر شب ہی میں پڑھنے کا تھا۔ (تفہیم البخاری)

رسول کریم ﷺ نے امت کی آسانی کے لئے عشاء کے بعد رات میں جب بھی ممکن ہو وتر ادا کرنا جائز قرار دیا۔

بَابُ إِيْقَاظِ النَّبِيِّ ﷺ أَهْلَهُ بِالْوِتْرِ

باب: وتر کے لیے نبی کریم ﷺ کا گھر والوں کو جگانا

٩٩٧۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي، وَأَنَا رَاقِدَةٌ، مُعْتَرِضَةٌ عَلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوْتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ. [راجع: ٣٨٢]

(۹۹۷) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ (تہجد کی) نماز پڑھتے رہتے اور میں آپ ﷺ کے بستر پر عرض میں لیٹی رہتی۔ جب وتر پڑھنے لگتے تو مجھے بھی جگا دیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیتی۔

بَابٌ: لِيَجْعَلْ آخِرَ صَلَاتِهِ وِتْرًا

باب: نماز وتر رات کی تمام نمازوں کے بعد پڑھی جائے

٩٩٨۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا)). [مسلم: ١٧٥٥؛ ابوداود: ١٤٣٨]

(۹۹۸) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے ان سے نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا اور ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وتر رات کی تمام نمازوں کے بعد پڑھا کرو۔''

بَابُ الْوِتْرِ عَلَى الدَّابَّةِ

باب: نماز وتر سواری پر پڑھنے کا بیان

٩٩٩۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ

(۹۹۹) ہم سے اسمٰعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، انہوں نے ابوبکر بن عمر بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر بن

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ أَسِيْرُ مَعَ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَقَالَ سَعِيْدٌ: فَلَمَّا خَشِيْتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ، ثُمَّ لَحِقْتُهُ، فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: أَيْنَ كُنْتَ؟ فَقُلْتُ: خَشِيْتُ الصُّبْحَ، فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ: أَلَيْسَ لَكَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟ فَقُلْتُ: بَلَى، وَاللّٰهِ! قَالَ: فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ عَلَى الْبَعِيْرِ. [أطرافه فيه: ١٠٠٠، ١٠٩٥، ١٠٩٦، ١٠٩٨، ١١٠٥]

[مسلم: ١٦١٥؛ ترمذي: ٤٧٢؛ نسائي: ١٦٨٧؛ ابن ماجه: ١٢٠٠]

خطاب سے بیان کیا اور ان کو سعید بن یسار نے بتلایا کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا۔ سعید نے کہا جب راستے میں مجھے طلوع فجر کا خطرہ ہوا تو سواری سے اتر کر میں نے وتر پڑھ لیا اور پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جا ملا۔ آپ نے پوچھا کہ کہاں رک گئے تھے؟ میں نے کہا اب صبح کا وقت ہونے ہی والا تھا اس لیے سواری سے اتر کر وتر پڑھنے لگا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کیا تمہارے لیے نبی کریم ﷺ کا عمل اچھا نمونہ نہیں ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں بے شک ہے۔ آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ تو اونٹ ہی پر وتر پڑھ لیا کرتے تھے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہی بہر حال قابل اقتدا اور باعث صد برکات ہے۔

بَابُ الْوِتْرِ فِي السَّفَرِ

باب: نماز وتر سفر میں بھی پڑھنا

١٠٠٠ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ، حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ، يُوْمِيءُ إِيْمَاءً، صَلَاةَ اللَّيْلِ إِلَّا الْفَرَائِضَ، وَيُوْتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ. [راجع: ٩٩٩]

(١٠٠٠) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ سفر میں اپنی سواری ہی پر رات کی نماز اشاروں سے پڑھ لیتے تھے خواہ سواری کا رخ کسی طرف ہو جاتا آپ ﷺ اشاروں سے پڑھتے رہتے مگر فرائض اس طرح نہیں پڑھتے تھے اور وتر اپنی اونٹنی پر پڑھ لیتے۔

بَابُ الْقُنُوْتِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَبَعْدَهُ

باب: (وتر اور ہر نماز میں) قنوت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد پڑھ سکتے ہیں

١٠٠١ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، قَالَ: سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَقَنَتَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الصُّبْحِ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقِيْلَ: أَوَقَنَتَ قَبْلَ

(١٠٠١) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا ان سے ایوب سختیانی نے ان سے محمد بن سیرین نے، انہوں نے کہا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں پھر پوچھا گیا کہ کیا رکوع سے پہلے؟

الرُّكُوعِ؟ قَالَ: بَعْدَ الرُّكُوعِ يَسِيرًا .

تو آپ نے فرمایا کہ رکوع کے بعد تھوڑے دنوں تک۔

[أطرافه في: ١٠٠٢، ١٠٠٣، ١٣٠٠، ٢٨٠١، ٢٨١٤، ٣٠٦٤، ٣١٧٠، ٤٠٨٨، ٤٠٨٩، ٤٠٩٠، ٤٠٩١، ٤٠٩٢، ٤٠٩٤، ٤٠٩٥، ٤٠٩٦، ٦٣٩٤، ٧٣٤١] [مسلم: ١٥٤٦، ١٥٤٧؛ ابوداود: ١٤٤٤؛ نسائي: ١٠٧٠؛ ابن ماجه: ١١٨٤]

تشریح: صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا شافعیہ کے ہاں ضروری ہے، اس لئے وہ اس کے ترک ہونے پر سجدہ سہو کرتے ہیں۔ حنفیہ کے ہاں صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا مکروہ ہے، اہلحدیث کے ہاں گاہے گاہے قنوت پڑھ لینا بھی جائز ہے اور ترک بھی جائز۔ اسی لئے مسلک اہلحدیث افراط وتفریط سے ہٹ کر ایک صراط مستقیم کا نام ہے۔ اللہ پاک ہم کو سچا اہلحدیث بنائے۔ آمین

١٠٠٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ فَقَالَ: قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ، قُلْتُ: قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ قَالَ: قَبْلَهُ . قَالَ فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ: بَعْدَ الرُّكُوعِ. فَقَالَ: كَذَبَ، إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا۔ أُرَاهُ۔ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمْ: الْقُرَّاءُ زُهَاءَ سَبْعِينَ رَجُلًا إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ دُونَ أُولَئِكَ، وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيْهِمْ. [راجع: ١٠٠١]

[مسلم: ١٥٤٩، ١٥٥٠، ١٥٥١]

(۱۰۰۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عاصم بن سلیمان نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دعائے قنوت (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں) پڑھی جاتی تھی۔ میں نے پوچھا کہ رکوع سے پہلے یا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے۔ عاصم نے کہا کہ آپ ہی کے حوالہ سے فلاں شخص نے خبر دی ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد فرمایا تھا۔ اس کا جواب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ دیا کہ انہوں نے غلط سمجھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ دعائے قنوت پڑھی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ستر قاریوں کے قریب مشرکوں کی ایک قوم (بنی عامر) کی طرف سے ان کو تعلیم دینے کے لیے بھیجے تھے، یہ لوگ ان کے سوا تھے جن پر آپ نے بددعا کی تھی۔ ان میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عہد تھا، لیکن انہوں نے عہد شکنی کی (اور قاریوں کو مار ڈالا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک (رکوع کے بعد) قنوت پڑھتے رہے ان پر بددعا کرتے رہے۔

١٠٠٣ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَنَتَ النَّبِيُّ ﷺ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ .[راجع: ١٠٠١]

(۱۰۰۳) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زائدہ نے بیان کیا، ان سے تیمی نے، ان سے ابومجلز نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک دعائے قنوت پڑھی اور اس میں قبائل رعل وذکوان پر بددعا کی تھی۔

[مسلم: ١٥٤٥؛ نسائي: ١٠٦٩]

١٠٠٤ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ الْقُنُوتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ. [راجع:٧٩٨]

(۱۰۰۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں اسماعیل بن علیہ نے خبر دی، کہا کہ ہمیں خالد حذاء نے خبر دی، انہیں ابوقلابہ نے، انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قنوت مغرب اور فجر میں پڑھی جاتی تھی۔

تشریح: مگر ان حدیثوں میں جو امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں لائے خاص وتر میں قنوت پڑھنے کا ذکر نہیں ہے مگر جب فرض نمازوں میں قنوت پڑھنا جائز ہوا تو وتر میں بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور بعض نے کہا مغرب دن کا وتر ہے۔ جب اس میں قنوت پڑھنا ثابت ہوا تو رات کے وتر میں بھی ثابت ہوا۔ حاصل یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر ان لوگوں کا رد کیا جو قنوت کو بدعت کہتے ہیں گزشتہ حدیث کے ذیل مولانا وحید الزماں صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی ایک مہینے تک۔ اہلحدیث کا مذہب یہ ہے کہ قنوت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح درست ہے اور صبح کی نماز میں اور اسی طرح ہر نماز میں جب مسلمان پر کوئی آفت آئے، قنوت پڑھنا چاہیے۔ عبدالرزاق اور حاکم نے باسناد صحیح روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ قنوت ہمیشہ رکوع کے بعد پڑھے اور حنفیہ کہتے ہیں ہمیشہ رکوع سے پہلے پڑھے اور اہلحدیث سب سنتوں کا مزا لوٹتے ہیں۔ گزشتہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں اور ظالموں پر نماز میں بددعا کرنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ آپ نے ان قاریوں کو نجد والوں کی طرف بھیجا تھا، راہ میں بئر معونہ پر یہ لوگ اترے تو عامر بن طفیل نے رعل اور ذکوان اور عصیہ کے لوگوں کو لے کر ان پر حملہ کیا، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان سے عہد تھا۔ لیکن انہوں نے دغا کیا۔

قنوت کی صحیح دعا یہ ہے جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ وتر میں پڑھا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَیْكَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ۔"

یہ دعا بھی منقول ہے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰی عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ، اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِكَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَآءَكَ، اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَیْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَاْسَكَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ، اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ، اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰی فُلَانٍ وَاجْعَلْهَا عَلَیْهِمْ سِنِیْنَ كَسِنِیْ یُوْسُفَ۔"

فلاں کی جگہ اس شخص کا یا اس قوم کا نام لے جس پر بددعا کرنا منظور ہو۔ (مولانا وحید الزماں)

تشریح: استسقاء کی تشریح میں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وهو لغة طلب سقى الماء من الغير للنفس او الغير وشرعا طلبه من الله عند حصول الجدب على الوجه المبين فى الاحاديث قال الجزرى فى النهاية: هو استفعال من طلب السقيا اى انزال الغيث على البلاد والعباد يقال سقى الله عباده الغيث واسقاهم والاسم السقيا بالضم واستسقيت فلانا اذا طلبت منه ان يسقيك انتهى قال القسطلانى: الاستسقاء ثلاثة انواع احدها وهو (ادناها) ان يكون بالدعاء مطلقا اى من غير صلوة فرادى و مجتمعين وثانيها (وهو افضل من الاول) ان يكون بالدعاء خلف الصلوات ولو نافلة كما فى البيان وغيره عن الاصحاب خلافا لما وقع فى شرح مسلم من تقييده بالفرائض وفى خطبة الجمعة وثالثها (وهو اكملها وافضلها) ان يكون بصلوة ركعتين والخطبتين قال النووى يتاهب قبله بصدقة وصيام وتوبة واقبال على الخير ومجانبة الشرونحو ذالك من طاعة الله قال الشاه ولى الله الدهلوى: قد استسقى النبى لامته مرات على انحاء كثيرة لكن الوجه الذى سنه لِامته ان خرج الناس الى المصلى متبذلا متواضعا متضرعاً فصلى بهم ركعتين جهر فيهما بالقراء ة ثم خطب واستقبل فيها القبلة يدعو ويرفع يديه وحول ردائه وذالك لان لاجتماع المسلمين فى مكان واحد راغبين فى شىء واحد باقصى هممهم واستغفارهم وفعلهم الخيرات اثرا عظيما فى استجابة الدعاء والصلوة اقرب احوال العبد من الله ورفع اليدين حكاية من التضرع التام والابتهال العظيم تنبه النفس على التخشع وتحويل ردائه حكاية عن تقلب احوالهم كما يفعل المستغيث بحضرة الملوك انتهى۔“

(مرعاة، ج: ۲/ ص: ۳۹۰)

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ استسقاء لغت میں کسی سے اپنے لئے یا کسی غیر کے لئے پانی طلب کرنا اور شریعت میں قحط سالی کے وقت اللہ سے بارش کی دعا کرنا جن جن طریقوں سے احادیث میں وارد ہے۔ امام جزری نے نہایہ میں کہا کہ شہروں اور بندوں کے لئے اللہ سے بارش کی دعا کرنا۔ محاورہ ہے اللہ اپنے بندوں کو بارش سے سیراب فرمائے۔ قسطلانی نے کہا کہ استسقاء شرعی کے تین طریقے ہیں۔ اول طریقہ جو ادنیٰ ترین ہے یہ کہ مطلقاً بارش کی دعا کی جائے ان لفظوں میں اَللّٰهُمَّ اَسْقِ عِبَادَكَ وَبَهِيْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ یا اللہ! اپنے بندوں کو اور اپنے جانوروں کو بارش سے سیراب فرما دے اور اپنی بارانِ رحمت کو پھیلا اور مردہ کھیتوں کو ہرا بھرا سرسبز وشاداب کردے۔ یہ دعا نمازوں کے بعد ہو یا بغیر نمازوں کے تنہا دعا کی جائے یا اجتماعی حالت میں بہرحال پہلی صورت یہ ہے دوسری صورت جو اول سے افضل ہے یہ کہ نفل وفرض نمازوں کے بعد اور خطبہ جمعہ میں دعا کی جائے اور تیسری کامل ترین صورت یہ ہے کہ امام جملہ مسلمانوں کو ہمراہ لے کر میدان میں جائے وہاں دو رکعت اور دو خطبوں سے فارغ ہو کر دعا کی جائے اور مناسب ہے کہ اس سے قبل کچھ صدقہ وخیرات، توبہ واستغفار اور نیک کام کئے جائیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے کئی طریقوں سے بارش کی دعا فرمائی ہے لیکن جو طریقہ اپنی امت کے لئے مسنون قرار دیا وہ یہ کہ امام لوگوں

کو ہمراہ لے کر نہایت ہی فقیری مسکینی کی حالت میں خشوع وخضوع کی حالت میں عیدگاہ جائے وہاں دو رکعت جہری پڑھائے اور خطبہ کہے پھر قبلہ رخ ہو کر ہاتھوں کو بلند اٹھا کر دعا کرے اور چادر کو الٹے۔ اس طرح مسلمانوں کے جمع ہونے اور استغفار وغیرہ کرنے میں قبولیت دعا کے لئے ایک خاص اثر ہے اور نماز وہ چیز ہے جس سے بندہ کو اللہ سے حددرجہ قرب حاصل ہوتا ہے اور ہاتھوں کا اٹھانا تضرع تام خشوع وخضوع کے لئے نفس کی ہوشیاری کی دلیل ہے اور چادر کا الٹانا حالات کے تبدیل ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ فریادی بادشاہوں کے سامنے کیا کرتے ہیں۔ مزید تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔

بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ وَخُرُوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

باب: پانی مانگنا اور نبی کریم ﷺ کا پانی کے لیے (جنگل میں) نکلنا

۱۰۰۵ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَسْقِي وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ. [أطرافه في: ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۶۳۴۳] [مسلم: ۲۰۷۳؛ ابوداود: ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴؛ ترمذي: ۵۵۶؛ نسائي: ۱۵۰۴، ۱۵۰۶، ۱۵۰۹، ۱۵۰۴، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹؛ ابن ماجه: ۱۲۶۷]

(۱۰۰۵) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کیا، ان سے عباد بن تمیم نے اور ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید نے کہ نبی کریم ﷺ پانی کی دعا کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور اپنی چادر الٹائی۔

تشریح: چادر الٹنے کی کیفیت آگے آئے گی اور اہلحدیث اور اکثر فقہا کا یہ قول ہے کہ امام استسقاء کے لئے نکلے تو دو رکعت نماز پڑھے پھر دعا اور استغفار کرے۔

بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ: ((اجْعَلْهَا [عَلَيْهِمْ] سِنِيْنَ كَسِنِي يُوْسُفَ))

باب: نبی کریم ﷺ کا قریش کے کافروں پر بددعا کرنا کہ ''الٰہی ان کے سال ایسے کر دے جیسے یوسف علیہ السلام کے سال (قحط کے) گزرے ہیں''

۱۰۰۶ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ يَقُوْلُ: ((اللّٰهُمَّ! أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيْعَةَ، اللّٰهُمَّ! أَنْجِ سَلَمَةَ

(۱۰۰۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ جب سر مبارک آخری رکعت (کے رکوع) سے اٹھاتے تو یوں فرماتے: ''یا اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو چھڑوا دے، یا اللہ! سلمہ بن ہشام کو چھڑوا دے۔ یا اللہ! ولید بن

ابْنَ هِشَامٍ، اللَّهُمَّ! أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، اللَّهُمَّ! أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اللَّهُمَّ! اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، اللَّهُمَّ! اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِي يُوْسُفَ)) وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((غِفَارُ غَفَرَ اللَّهُ لَهَا وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللَّهُ)). قَالَ: ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ هَذَا كُلُّهُ فِي الصُّبْحِ. [راجع: ٧٩٧]

ولید کو نجات دے۔ یا اللہ! بے بس ناتواں مسلمانوں کو رہائی دے۔ یا اللہ! مضر کے کافروں کو سخت پکڑ۔ یا اللہ! ان کے سال یوسف علیہ السلام کے سے سال کر دے۔" اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "غفار کی قوم کو اللہ نے بخش دیا اور اسلم کی قوم کو اللہ نے سلامت رکھا۔"

ابن ابی الزناد نے اپنے باپ سے صبح کی نماز میں یہی دعا نقل کی۔

١٠٠٧ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِاللَّهِ؛ ح:حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا رَأَى مِنَ النَّاسِ إِدْبَارًا فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ سَبْعًا كَسَبْعِ يُوْسُفَ)) فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى أَكَلُوا الْجُلُوْدَ وَالْمَيْتَةَ وَالْجِيَفَ وَيَنْظُرَ أَحَدُهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى الدُّخَانَ مِنَ الْجُوْعِ فَأَتَاهُ أَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللَّهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ، وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللَّهَ لَهُمْ. قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿إِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى﴾ [الدخان: ١٠، ١٦] وَالْبَطْشَةُ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَدْ مَضَتِ الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَآيَةُ الرُّوْمِ. [أطرافه في: ١٠٢٠، ٣٦٩٣، ٤٧٦٧، ٤٧٧٤، ٤٨٠٩، ٤٨٢٠، ٤٨٢١، ٤٨٢٢، ٤٨٢٣، ٤٨٢٤، ٤٨٢٥]

(١٠٠٧) ہم سے امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے سلیمان اعمش نے، ان سے ابوالضحیٰ نے، ان سے مسروق نے، ان سے عبداللہ بن مسعود نے (دوسری سند) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے منصور بن مسعود بن معتمر سے بیان کیا اور ان سے ابوالضحیٰ نے، ان سے مسروق نے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے جب کفار قریش کی سرکشی دیکھی تو آپ ﷺ نے بددعا کی کہ "اے اللہ! سات برس کا قحط ان پر بھیج جیسے یوسف علیہ السلام کے وقت میں بھیجا تھا۔" چنانچہ ایسا قحط پڑا کہ ہر چیز تباہ ہو گئی اور لوگوں نے چمڑے اور مردار تک کھا لیے۔ بھوک کی شدت کا یہ عالم تھا کہ آسمان کی طرف نظر اٹھائی جاتی تو دھویں کی طرح معلوم ہوتا تھا آخر مجبور ہو کر ابوسفیان حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد! آپ لوگوں کو اللہ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ اب تو آپ ہی کی قوم برباد ہو رہی ہے، اس لیے آپ اللہ سے ان کے حق میں دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اس دن کا انتظار کر جب آسمان صاف دھواں نظر آئے گا آیت انکم عائدون تک (نیز) "جب ہم سختی سے ان کی گرفت کریں گے (کفار کی)۔" سخت گرفت بدر کی لڑائی میں ہوئی۔ دھوئیں کا بھی معاملہ گزر چکا (جب سخت قحط پڑا تھا) جس میں پکڑ اور قید کا ذکر ہے اور وہ سب ہو چکے اسی طرح سورۂ روم کی آیت میں جو ذکر ہے وہ بھی ہو چکا۔

[مسلم: ٧٠٦٦، ٧٠٦٧؛ ترمذي: ٣٢٥٤]

تشریح: یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے نبی اکرم ﷺ مکہ میں تشریف رکھتے تھے۔ قحط کی شدت کا یہ عالم تھا کہ قحط زدہ علاقے ویرانے بن گئے تھے۔ ابوسفیان نے اسلام کی اخلاقی تعلیمات اور صلہ رحمی کا واسطہ دے کر رحم کی درخواست کی۔ نبی اکرم ﷺ نے پھر دعا فرمائی اور قحط ختم ہوا یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ استسقاء میں اس لئے لائے کہ جیسے مسلمانوں کے لئے بارش کی دعا کرنا مسنون ہے اسی طرح کافروں پر قحط کی بددعا کرنا جائز ہے۔ روایت میں جن مسلمان مظلوموں کا ذکر ہے یہ سب کافروں کی قید میں تھے۔ آپ کی دعا کی برکت سے اللہ نے ان کو چھوڑ دیا اور وہ مدینہ میں آپ کے پاس آ گئے۔ سات سال تک حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط پڑا تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ غفار اور اسلم یہ دو قومیں مدینہ کے اردگرد رہتی تھیں۔ غفار قدیم سے مسلمان تھے اور اسلم نے آپ ﷺ سے صلح کر لی تھی۔

پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے: ''اس دن کا منتظر رہ جس دن آسمان کھلا ہوا دھواں لے کر آئے گا جو لوگوں کو گھیرے گا۔ یہی تکلیف کا عذاب ہے اس وقت لوگ کہیں گے مالک ہمارے! یہ عذاب ہم پر سے اٹھا دے ہم ایمان لاتے ہیں'' آخر تک۔ یہاں سورۂ دخان میں بطش اور دخان کا ذکر ہے۔ اور سورۂ فرقان میں: ﴿فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا﴾ (۲۵/ الفرقان: ۷۷) لزام یعنی کافروں کے لئے قید ہونے کا ذکر ہے۔ یہ تینوں باتیں آپ کے عہد میں ہی پوری ہو گئی تھیں۔ دخان سے مراد قحط تھا جو اہل مکہ پر نازل ہوا جس میں بھوک کی وجہ سے آسمان دھواں نظر آتا تھا اور بطشة الكبرى (بڑی پکڑ) سے کافروں کا جنگ بدر میں مارا جانا مراد ہے اور لزام ان کا قید ہونا۔ سورۂ روم کی آیت میں یہ بیان تھا کہ رومی کافر ایرانیوں سے مغلوب ہو گئے لیکن چند سال میں رومی پھر غالب ہو جائیں گے۔ یہ بھی ہو چکا۔ آئندہ حدیث میں شعر (يستسقى الغمام الخ) ابوطالب کے ایک طویل قصیدے کا ہے جو قصیدہ ایک سو دس (۱۱۰) اشعار پر مشتمل ہے جسے ابوطالب نے نبی کریم ﷺ کی شان میں کہا تھا۔

بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ الْإِسْتِسْقَاءَ إِذَا قَحَطُوْا

باب: قحط کے وقت لوگ امام سے پانی کی دعا کرنے کے لیے کہہ سکتے ہیں

١٠٠٨ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ قُتَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ أَبِيْ طَالِبٍ:

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

[طرفه في: ١٠٠٩]

(۱۰۰۸) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوقتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار نے، ان سے ان کے والد نے، کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابوطالب کا یہ شعر پڑھتے سنا تھا ''گورا ان کا رنگ ان کے منہ کے واسطہ سے بارش کی (اللہ سے) دعا کی جاتی ہے۔ یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کے سہارے۔''

١٠٠٩ـ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ أَبِيْهِ: وَرُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَسْقِيْ فَمَا يَنْزِلُ حَتَّى يَجِيْشَ كُلُّ مِيْزَابٍ:

(۱۰۰۹) اور عمر بن حمزہ نے بیان کیا کہ ہم سے سالم نے اپنے والد سے بیان کیا وہ کہا کرتے تھے کہ اکثر مجھے شاعر (ابوطالب) کا شعر یاد آ جاتا ہے۔ میں نبی کریم ﷺ کے منہ کو دیکھ رہا تھا کہ آپ دعائے استسقاء (منبر پر) کر رہے تھے اور ابھی (دعا سے فارغ ہو کر) اترے بھی نہیں تھے کہ تمام

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ
وَهُوَ قَوْلُ أَبِي طَالِبٍ. [راجع: ١٠٠٨]

نالے لبریز ہوگئے۔
(شعر کا ترجمہ) گورا رنگ ان کا، لوگ پانی مانگتے ہیں ان کے منہ کے صدقہ سے، وہ حامی یتیموں بیواؤں کے، یہ قول (شعر) ابوطالب کا ہے۔

١٠١٠ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ ثُمَامَةَ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا. قَالَ: فَيُسْقَوْنَ.
[طرفه في: ٣٧١]

(۱۰۱۰) ہم سے حسن بن محمد بن صباح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عبداللہ بن مثنیٰ انصاری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ عبداللہ بن مثنیٰ نے بیان کیا، ان سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑتا تو عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! پہلے ہم تیرے پاس اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ لایا کرتے تھے۔ تو تو پانی برساتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں تو تو ہم پر پانی برسا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چنانچہ بارش خوب ہی برستی۔

تشریح: خیرالقرون میں دعا کا یہی طریقہ تھا اور سلف کا عمل بھی اسی پر رہا کہ مردوں کو وسیلہ بنا کر وہ دعا نہیں کرتے تھے کہ انہیں تو عام حالات میں دعا کا شعور بھی نہیں ہوتا بلکہ کسی زندہ مقرب بارگاہ ایزدی کو آگے بڑھا دیتے تھے۔ آگے بڑھ کر وہ دعا کرتے جاتے اور لوگ ان کی دعا پر آمین کہتے جاتے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے اس طرح توسل کیا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر موجود یا مردوں کو وسیلہ بنانے کی کوئی صورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے نہیں تھی۔ سلف کا یہی معمول تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل اس مسئلہ میں بہت زیادہ واضح ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دعا بھی نقل کی ہے آپ نے استسقاء کی دعا اس طرح کی تھی ''اے اللہ! آفت اور مصیبت بغیر گناہ کے نازل نہیں ہوتی اور توبہ کے بغیر نہیں چھٹتی۔ آپ کے نبی کے یہاں میری قدر ومنزلت تھی اس لئے قوم مجھے آگے بڑھا کر تیری بارگاہ میں حاضر ہوئی ہے۔ یہ ہمارے ہاتھ ہیں جن سے ہم نے گناہ کئے تھے اور توبہ کے لئے ہماری پیشانیاں سجدہ ریز ہیں، باران رحمت سے سیراب کیجئے۔'' دوسری روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا معاملہ تھا جیسے بیٹے کا باپ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس لوگو! رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرو اور اللہ کی بارگاہ میں ان کے چچا کو وسیلہ بناؤ۔ چنانچہ دعائے استسقاء کے بعد اس زور کی بارش ہوئی کہ تاحد نگاہ پانی ہی پانی تھا۔ (ملخص)

بَابُ تَحْوِيلِ الرِّدَاءِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

باب: استسقاء میں چادر الٹنا

١٠١١ـ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

(۱۰۱۱) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، انہیں محمد بن ابی بکر نے، انہیں عباد بن تمیم نے، انہیں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ

زَيْدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَسْقَى فَقَلَبَ رِدَاءَهُ. [راجع: ١٠٠٥]

نبی کریم ﷺ نے دعائے استسقاء کی تو اپنی چادر کو بھی الٹا۔

١٠١٢ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ يُحَدِّثُ أَبَاهُ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ زَيْدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُولُ: هُوَ صَاحِبُ الْأَذَانِ وَلَكِنَّهُ وَهْمٌ فِيهِ لِأَنَّ هَذَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيُّ مَازِنُ الْأَنْصَارِ. [راجع: ١٠٠٥]

(۱۰۱۲) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کیا، انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے تھے کہ ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ عیدگاہ گئے۔ آپ نے وہاں دعائے استسقاء قبلہ رو ہو کر کی اور آپ نے چادر بھی پلٹی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ ابن عیینہ کہتے تھے کہ (حدیث کے یہ راوی عبداللہ بن زید) وہی ہیں جنہوں نے اذان خواب میں دیکھی تھی لیکن یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ یہ عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی ہیں جو انصار کے قبیلہ مازن سے تھے۔

تشریح: یہ مضمون احادیث کی اور کتابوں میں بھی موجود ہے کہ دعائے استسقاء میں نبی کریم ﷺ نے چادر کا نیچے کا کونا پکڑ کر اس کو الٹا اور چادر کو دائیں جانب سے گھما کر بائیں طرف ڈال لیا۔ اس میں اشارہ تھا کہ اللہ اپنے فضل سے ایسے ہی قحط کی حالت کو بدل دے گا۔ اب بھی دعائے استسقاء میں اہلحدیث کے ہاں یہی مسنون طریقہ معمول ہے مگر احناف اس کے قائل نہیں ہیں۔ اسی حدیث میں استسقاء کی نماز میں دو رکعت کا بھی ذکر ہے۔ استسقاء کی نماز بھی نماز عید کی طرح ہے۔

بَابُ انْتِقَامِ الرَّبِّ عَزَّوَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ بِالْقَحْطِ إِذَا انْتُهِكَ مَحَارِمُهُ

باب: جب لوگ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کا خیال نہیں رکھتے تو اللہ تعالیٰ قحط بھیج کر ان سے بدلہ لیتا ہے

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمہ میں کوئی حدیث بیان نہیں کی شاید کوئی حدیث لکھنا چاہتے ہوں گے مگر موقع نہیں ملا بعض نسخوں میں یہ عبارت بالکل نہیں ہے۔ باب کا مضمون اس حدیث سے نکلتا ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ قریش کے کفار پر نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب آیا۔

بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ

باب: جامع مسجد میں استسقاء یعنی پانی کی دعا کرنا

١٠١٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

(۱۰۱۳) ہم سے محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے بیان کیا کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے ایک شخص

يَذْكُرُ: أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وِجَاهَ الْمِنْبَرِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَائِمًا فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يُغِيْثَنَا قَالَ: فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ فَقَالَ: ((اللّٰهُمَّ! اسْقِنَا، اللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اللّٰهُمَّ اسْقِنَا)) قَالَ: أَنَسٌ فَلَا وَاللّٰهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةٍ وَلَا شَيْئًا وَلَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ قَالَ: فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ قَالَ: فَوَاللّٰهِ! مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سَبْتًا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يُمْسِكَهَا قَالَ: فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ! حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اللّٰهُمَّ! عَلَى الْآكَامِ وَالْجِبَالِ وَالظِّرَابِ وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ)) قَالَ: فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ. قَالَ شَرِيْكٌ: فَسَأَلْتُ أَنَسًا أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ؟ قَالَ: لَا أَدْرِي. [راجع: ٩٣٢] [مسلم: ٢٠٧٨؛ ابوداود: ١١٧٥؛ نسائي: ١٥٠٣، ١٥١٤، ١٥١٧]

(کعب بن مرہ یا ابوسفیان) کا ذکر کیا جو منبر کے سامنے والے دروازہ سے جمعہ کے دن مسجد نبوی میں آیا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، اس نے بھی کھڑے کھڑے رسول اللہ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! (بارش نہ ہونے سے) جانور مر گئے اور راستے بند ہو گئے، آپ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمایئے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کہتے ہی ہاتھ اٹھا دیئے آپ ﷺ نے دعا کی: ''اے اللہ! ہمیں سیراب کر، اے اللہ! ہمیں سیراب کر، اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔'' انس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم کہیں دور دور تک آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آتا تھا اور نہ کوئی اور چیز (ہوا وغیرہ جس سے معلوم ہو کہ بارش آئے گی) اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی مکان بھی نہ تھا۔ (کہ ہم بادل ہونے کے باوجود نہ دیکھ سکتے ہوں) پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کے برابر بادل نمودار ہوا اور بیچ آسمان تک پہنچ کر چاروں طرف پھیل گیا اور بارش شروع ہو گئی، اللہ کی قسم ہم نے سورج ایک ہفتہ تک نہیں دیکھا۔ پھر ایک شخص دوسرے جمعہ کو اسی دروازے سے آیا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، اس شخص نے پھر آپ کو کھڑے کھڑے ہی مخاطب کیا کہ یا رسول اللہ! (بارش کی کثرت سے) مال و منال پر تباہی آ گئی اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ بارش روک دے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ ''یا اللہ! اب ہمارے اردگرد بارش برسا ہم سے اسے روک دے۔ ٹیلوں پہاڑوں پہاڑیوں وادیوں اور باغوں کو سیراب کر۔'' انہوں نے کہا کہ اس دعا سے بارش ختم ہو گئی اور ہم نکلے تو دھوپ نکل چکی تھی۔ شریک نے کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ وہی پہلا شخص تھا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

تشریح: سلع مدینہ کا پہاڑ۔ مطلب یہ کہ کسی بلند مکان یا گھر کی آڑ بھی نہ تھی کہ ابر ہو اور ہم اسے نہ دیکھ سکیں بلکہ آسمان شیشے کی طرح صاف تھا، برسات کا کوئی نشان نہ تھا۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت فرمایا کہ جمعہ میں بھی استسقاء یعنی پانی کی دعا مانگنا درست ہے۔ نیز اس حدیث سے کئی ایک معجزات نبوی کا ثبوت ملتا ہے کہ آپ نے اللہ پاک سے بارش کے لئے دعا فرمائی تو وہ فوراً قبول ہوئی اور بارش شروع ہو گئی۔ پھر جب کثرت باراں سے نقصان شروع ہوا تو آپ نے بارش بند ہونے کی دعا فرمائی اور وہ بھی فوراً قبول ہوئی اس سے آپ کے عنداللہ درجہ قبولیت

وصداقت پر روشنی پڑتی ہے۔(ﷺ)

بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ فِي خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ

١٠١٤ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ۔ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ۔ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَائِمًا، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُغِيْثُنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ! أَغِثْنَا، اللّٰهُمَّ! أَغِثْنَا، اللّٰهُمَّ! أَغِثْنَا)) قَالَ أَنَسٌ: وَلَا وَاللّٰهِ! مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةً وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ، قَالَ: فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ [السَّمَاءَ] انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ فَلَا وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سَبْتًا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ ـ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ۔ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا عَنَّا قَالَ: فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ! حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللّٰهُمَّ! عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ)) قَالَ: فَأَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِيْ فِي الشَّمْسِ. قَالَ شَرِيْكٌ: فَسَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ؟ فَقَالَ: مَا أَدْرِيْ. [راجع: ٩٣٢]

باب: جمعہ کا خطبہ پڑھتے وقت جب منہ قبلہ کی طرف نہ ہو پانی کے لیے دعا کرنا

(۱۰۱۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شریک نے بیان کیا، ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا۔ اب جہاں دار القضا ہے اسی طرف کے دروازے سے وہ آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، اس نے بھی کھڑے کھڑے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کیا۔ کہا کہ یا رسول اللہ! جانور مر گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر پانی برسائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی: "اے اللہ! ہم پر پانی برسا۔ اے اللہ! ہم پر پانی برسا۔ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔" انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! آسمان پر بادل کا کہیں نشان بھی نہ تھا اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے بیچ میں مکانات بھی نہیں تھے، اتنے میں پہاڑ کے پیچھے سے بادل نمودار ہوا ڈھال کی طرح آسمان کے بیچ میں پہنچ کر چاروں طرف پھیل گیا اور برسنے لگا۔ اللہ کی قسم! ہم نے ایک ہفتہ تک سورج نہیں دیکھا۔ پھر دوسرے جمعہ کو ایک شخص اسی دروازے سے داخل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے، اس لیے اس نے کھڑے کھڑے کہا یا رسول اللہ! (کثرت بارش سے) جانور تباہ ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ بارش بند ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی "اے اللہ! ہمارے اطراف میں بارش برسا (جہاں ضرورت ہے) ہم پر نہ برسا۔ اے اللہ! ٹیلوں پہاڑیوں وادیوں اور باغوں کو سیراب کر۔" چنانچہ بارش کا سلسلہ بند ہو گیا اور ہم باہر آئے تو دھوپ نکل چکی تھی۔ شریک نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا یہ پہلا ہی شخص تھا؟ انہوں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں۔

تشریح: سلع مدینہ کی مشہور پہاڑی ہے ادھر ہی سمندر تھا۔ راوی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بادل کا کہیں نام ونشان بھی نہیں تھا۔ سلع کی طرف بادل کا امکان ہوسکتا تھا۔ لیکن اس طرف بھی بادل نہیں تھا۔ کیونکہ پہاڑی صاف نظر آ رہی تھی درمیان میں مکانات وغیرہ بھی نہیں تھے اگر بادل ہوتے تو ضرور نظر آتے اور نبی اکرم ﷺ کی دعا کے بعد بادل ادھر ہی سے آئے۔ دار القضاء ایک مکان تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنوایا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہونے لگا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ مکان بیچ کر میرا قرض ادا کر دیا جائے جو بیت المال سے میں نے لیا ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچ کر آپ کا قرض ادا کر دیا، اس وجہ سے اس گھر کو دار القضاء کہنے لگے یعنی وہ مکان جس سے قرض ادا کیا گیا۔ یہ حال تھا مسلمانوں کے خلیفہ کا کہ دنیا سے رخصتی کے وقت ان کے پاس کوئی سرمایہ نہ تھا۔

بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ

باب: منبر پر پانی کے لیے دعا کرنا

۱۰۱۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَحَطَ الْمَطَرُ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَسْقِيَنَا فَدَعَا فَمُطِرْنَا فَمَا كِدْنَا أَنْ نَصِلَ إِلَى مَنَازِلِنَا فَمَازِلْنَا نُمْطَرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ قَالَ: فَقَامَ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَصْرِفَهُ عَنَّا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ! حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا)) قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ السَّحَابَ يَتَقَطَّعُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا يُمْطَرُوْنَ وَلَا يُمْطَرُ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ.

(۱۰۱۵) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! پانی کا قحط پڑ گیا ہے، اللہ سے دعا کیجئے کہ ہمیں سیراب کر دے۔ آپ نے دعا کی اور بارش اس طرح شروع ہوئی کہ گھروں تک پہنچنا مشکل ہو گیا، دوسرے جمعہ تک برابر بارش ہوتی رہی۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر (دوسرے جمعہ میں) وہی شخص یا کوئی اور کھڑا ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ بارش کا رخ کسی اور طرف موڑ دے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش برسا ہم پر نہ برسا۔'' انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دیکھا بادل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دائیں بائیں طرف چلے گئے پھر وہاں بارش شروع ہو گئی اور مدینہ میں اس کا سلسلہ بند ہوا۔

تشریح: اس حدیث میں بظاہر منبر کا ذکر نہیں ہے آپ کے خطبہ جمعہ کا ذکر ہے جو آپ منبر ہی پر دیا کرتے تھے کہ اس سے منبر ثابت ہو گیا۔

بَابُ مَنِ اكْتَفَى بِصَلَاةِ الْجُمُعَةِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

باب: پانی کی دعا کرنے میں جمعہ کی نماز کو کافی سمجھنا

۱۰۱۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، فَدَعَا فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ:

(۱۰۱۶) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے، ان کو انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ایک آدمی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جانور ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ آپ نے دعا کی اور ایک ہفتہ تک بارش ہوتی رہی پھر ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ (بارش کی کثرت سے) گھر

تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي [فَادْعُ اللَّهَ يُمْسِكْهَا] فَقَامَ ﷺ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ! عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ)) فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ. [راجع: ٩٣٢]

گر گئے، راستے بند ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے پھر کھڑے ہو کر دعا کی کہ "اے اللہ! بارش ٹیلوں، پہاڑیوں، وادیوں اور باغوں میں برسا" (دعا کے نتیجہ میں) بادل مدینہ سے اس طرح پھٹ گئے جیسے کپڑا پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ إِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ

باب: اگر بارش کی کثرت سے راستے بند ہو جائیں تو پانی تھمنے کی دعا کر سکتے ہیں

١٠١٧۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ، فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمُطِرُوا مِنْ جُمُعَةٍ إِلَى جُمُعَةٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ عَلَى رُؤُوسِ الْجِبَالِ وَالْآكَامِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ)) فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

(١٠١٧) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کے واسطے سے بیان کیا، ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی پھر دوسرے جمعہ کو ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ! (کثرت باران سے بہت سے) مکانات گر گئے، راستے بند ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ "اے اللہ! پہاڑوں ٹیلوں وادیوں اور باغات کی طرف بارش کا رخ کر دے۔ (جہاں بارش کی کمی ہے۔) چنانچہ آپ ﷺ کی دعا سے بادل کپڑے کی طرح پھٹ گیا۔

تشریح: اور پانی پروردگار کی رحمت ہے، اس کے بالکل بند ہو جانے کی دعا نہیں فرمائی بلکہ یوں فرمایا کہ جہاں مفید ہے وہاں برسے۔

بَابُ مَا قِيلَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يُحَوِّلْ رِدَائَهُ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جب نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے دن مسجد ہی میں پانی کی دعا کی تو چادر نہیں الٹائی

١٠١٨۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْحَاقَ

(١٠١٨) ہم سے حسن بن بشیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معافی بن عمران نے بیان کیا کہ ان سے امام اوزاعی نے، ان سے اسحاق بن

ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَجُلًا شَكَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ هَلَاكَ الْمَالِ وَجَهْدَ الْعِيَالِ فَدَعَا اللَّهَ يَسْتَسْقِي وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ حَوَّلَ رِدَاءَهُ وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

[راجع: ٩٣٢] [مسلم: ٢٠٧٩؛ نسائي: ١٥٣٧]

عبداللہ بن ابی طلحہ نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (قحط سے) مال کی بربادی اور اہل وعیال کی بھوک کی شکایت کی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے استسقاء کی۔ راوی نے اس موقع پر نہ چادر پلٹنے کا ذکر کیا اور نہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ چادر الٹانا اس استسقاء میں سنت ہے جو میدان میں نکل کر کیا جائے اور نماز پڑھی جائے۔

بَابٌ: إِذَا اسْتَشْفَعُوا إِلَى الْإِمَامِ لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ لَمْ يَرُدَّهُمْ

باب: جب لوگ امام سے دعائے استسقاء کی درخواست کریں تو ردّ نہ کرے

١٠١٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ فَدَعَا اللَّهَ فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ! عَلَى ظُهُورِ الْجِبَالِ وَالْآكَامِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ)) فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ. [راجع: ٩٣٢]

(١٠١٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں مالک رضی اللہ عنہ نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کے واسطے سے خبر دی اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! (قحط سے) جانور ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے، اللہ سے دعا کیجئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور ایک جمعہ سے اگلے جمعہ تک (ایک ہفتہ تک) بارش ہوتی رہی۔ پھر ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (بارش کی کثرت سے) مکانات گر گئے، راستے بند ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ "اے اللہ! بارش کا رخ پہاڑوں ٹیلوں وادیوں اور باغات کی طرف موڑ دے۔" چنانچہ بادل مدینہ سے اس طرح چھٹ گیا جیسے کپڑا پھٹ جایا کرتا ہے۔

بَابٌ: إِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُونَ بِالْمُسْلِمِينَ عِنْدَ الْقَحْطِ

باب: اس بارے میں کہ اگر قحط میں مشرکین مسلمانوں سے دعا کی درخواست کریں

تشریح: اگر قحط پڑے اور غیر مسلم مسلمانوں سے دعا کے طالب ہوں تو بلا دریغ دعا کرنی چاہیے کیونکہ کسی بھی غیر مسلم سے انسانی سلوک کرنا اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا اسلام کا عین منشا ہے اور اسلام کی عزت بھی اسی میں ہے۔

١٠٢٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ

(١٠٢٠) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، انہوں

قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: أَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ: إِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَئُوا عَنِ الْإِسْلَامِ فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا وَأَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ فَجَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! جِئْتَ تَأْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَادْعُ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ فَقَرَأَ: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ﴾ [الدخان: ١٠] ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى﴾ [الدخان: ١٠] يَوْمَ بَدْرٍ وَزَادَ أَسْبَاطٌ عَنْ مَنْصُورٍ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسُقُوا الْغَيْثَ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا وَشَكَا النَّاسُ كَثْرَةَ الْمَطَرِ، فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا)) فَانْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ عَنْ رَأْسِهِ فَسُقُوا النَّاسُ حَوْلَهُمْ. [راجع: ١٠٠٧]

نے بیان کیا کہ ہم سے منصور اور اعمش نے بیان کیا، ان سے ابوالضحیٰ نے، ان سے مسروق نے، آپ نے کہا کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ قریش کا اسلام سے اعراض بڑھتا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے بددعا کی۔ اس بددعا کے نتیجہ میں ایسا قحط پڑا کہ کفار مرنے لگے اور مردار اور ہڈیاں کھانے لگے۔ آخر ابوسفیان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد! آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں لیکن آپ کی قوم مر رہی ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا کیجئے۔ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی (ترجمہ) ''اس دن کا انتظار کر جب آسمان پر صاف کھلا ہوا دھواں نمودار ہوگا۔'' الآیہ (خیر آپ نے دعا کی بارش ہوئی قحط جاتا رہا) لیکن وہ پھر کفر کرنے لگے اس پر اللہ پاک کا یہ فرمان نازل ہوا ''جس دن ہم انہیں سختی کے ساتھ پکڑ کریں گے۔'' اور یہ پکڑ بدر کی لڑائی میں ہوئی اور اسباط بن محمد نے منصور سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے دعائے استسقاء کی (مدینہ میں) جس کے نتیجہ میں خوب بارش ہوئی کہ سات دن تک وہ برابر جاری رہی۔ آخر لوگوں نے بارش کی زیادتی کی شکایت کی تو نبی اکرم ﷺ نے دعا کی کہ ''اے اللہ! ہمارے اطراف وجوانب میں بارش برسا، مدینہ میں بارش کا سلسلہ ختم کر۔'' چنانچہ بادل آسمان سے چھٹ گیا اور مدینہ کے اردگرد خوب بارش ہوئی۔

تشریح: شروع میں جو واقعہ بیان ہوا، اس کا تعلق مکہ سے ہے کفار کی سرکشی اور نافرمانی سے عاجز آ کر نبی اکرم ﷺ نے جب بددعا کی اور اس کے نتیجہ میں سخت قحط پڑا تو ابوسفیان جو ابھی تک کافر تھے۔ حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ لیکن خود اپنی قوم کے حق میں اتنی سخت بددعا کردی۔ اب کم از کم آپ کو دعا کرنی چاہیے کہ قوم کی یہ پریشانی دور ہو حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ آپ نے ان کے حق میں دوبارہ دعا فرمائی لیکن حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دعا کی تھی جبھی تو قحط کا سلسلہ ختم ہوا لیکن قوم کی سرکشی برابر جاری رہی اور پھر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى﴾ (۴۴/الدخان:۱۶) یہ بطش کبریٰ بدر کی لڑائی میں وقوع پذیر ہوئی۔ جب قریش کے بہترین افراد لڑائی میں کام آئے اور انہیں بری طرح پسپا ہونا پڑا۔ دمیاطی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے بددعا نبی اکرم ﷺ نے اس وقت کی تھی جب کفار نے حرم میں سجدہ کی حالت میں آپ پر اوجھڑی ڈال دی تھی اور پھر خوب اس ''کارنامے'' پر خوش ہوئے اور قہقہے لگائے تھے۔ قوم کی سرکشی اور فساد اس درجہ بڑھ گیا تو نبی اکرم ﷺ جیسے حلیم الطبع اور بردبار اور صابر نبی کی زبان سے بھی بددعا نکل گئی۔ جب ایمان لانے کی کسی درجہ میں بھی امید نہیں ہوتی بلکہ قوم کا وجود دنیا میں صرف شر وفساد کا باعث بن کر رہ جاتا ہے تو اس شر کو ختم کرنے کی آخری تدبیر بددعا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے پھر کبھی بھی ایسی بددعا نہیں نکلی جو ساری قوم کی تباہی کا باعث ہوتی کیونکہ عرب کے اکثر افراد کا ایمان مقدر تھا۔ اس روایت میں اسباط کے واسطہ سے جو حصہ بیان ہوا ہے اس کا تعلق مکہ سے نہیں بلکہ مدینہ سے ہے۔

اسباط نے منصور کے واسطہ سے جو حدیث نقل کی ہے اس کی تفصیل اس سے پہلے متعدد ابواب میں گزر چکی ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دو حدیثوں

کو ملا کر ایک جگہ بیان کر دیا، یہ غلط کسی راوی کا نہیں بلکہ جیسا کہ دمیاطی نے کہا ہے خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ (تفہیم البخاری)

پیغمبروں کی شخصیت بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے، وہ ہر مشکل کو ہر دکھ کو ہنس کر برداشت کر لیتے ہیں مگر جب قوم کی سرکشی حد سے گزرنے لگے اور وہ ان کی ہدایت سے مایوس ہو جائیں تو وہ اپنا آخری ہتھیار بددعا بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ایسے مواقع پر بہت سے نبیوں کی دعائیں منقول ہیں۔ ہمارے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مایوس کن مواقع پر بددعا کی ہے جن کے نتائج بھی فوراً ہی ظاہر ہوئے اس میں سے ایک یہ واقعہ مذکورہ بھی ہے۔ (واللہ اعلم)

بَابُ الدُّعَاءِ إِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ: حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا

باب: جب بارش حد سے زیادہ ہو تو اس بات کی دعا کہ ہمارے یہاں بارش بند ہو جائے اور اردگرد برسے

١٠٢١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَامَ النَّاسُ فَصَاحُوا فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَحَطَ الْمَطَرُ وَاحْمَرَّتِ الشَّجَرُ وَهَلَكَتِ الْبَهَائِمُ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَسْقِيَنَا، فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ اسْقِنَا)) مَرَّتَيْنِ وَايْمُ اللَّهِ! مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً مِنْ سَحَابٍ فَنَشَأَتْ سَحَابَةٌ وَأَمْطَرَتْ وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ لَمْ تَزَلْ تُمْطِرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ صَاحُوا إِلَيْهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ يَحْبِسْهَا عَنَّا فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا)) وَتَكَشَّطَتِ الْمَدِينَةُ فَجَعَلَتْ تَمْطُرُ حَوْلَهَا وَمَا تَمْطُرُ بِالْمَدِينَةِ قَطْرَةٌ فَنَظَرْتُ إِلَى الْمَدِينَةِ وَإِنَّهَا لَفِي مِثْلِ الْإِكْلِيلِ. [راجع: ٩٣٢] [مسلم: ٢٠٨٠؛ نسائي: ١٥١٦]

(١٠٢١) مجھ سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے عبیداللہ عمری سے بیان کیا، ان سے ثابت نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں لوگوں نے کھڑے ہو کر غل مچایا، کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! بارش کے نام بوند بھی نہیں، درخت سرخ ہو چکے (یعنی تمام پتے خشک ہو گئے) اور جانور تباہ ہو رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں سیراب کرے۔ آپ نے دعا کی: ''اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔'' دو مرتبہ آپ نے اس طرح کہا۔ قسم اللہ کی! اس وقت آسمان پر بادل کہیں دور دور نظر نہیں آتا تھا لیکن دعا کے بعد اچانک ایک بادل آیا اور بارش شروع ہو گئی۔ آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو بارش ہو رہی تھی اور دوسرے جمعہ تک بارش برابر ہوتی رہی پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے جمعہ میں خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے بتایا کہ مکانات منہدم ہو گئے اور راستے بند ہو گئے، اللہ سے دعا کیجئے کہ بارش بند کر دے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور دعا کی: ''اے اللہ! ہمارے اطراف میں اب بارش برسا، مدینہ میں اس کا سلسلہ بند کر۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے مدینہ سے بادل چھٹ گئے اور بارش ہمارے اردگرد ہونے لگی۔ اس شان سے کہ اب مدینہ میں ایک بوند بھی نہ پڑتی تھی میں نے مدینہ کو دیکھا ابر تاج کی طرح گردا گرد تھا اور مدینہ اس کے بیچ میں۔

بَابُ الدُّعَاءِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ قَائِمًا

باب: استسقاء میں کھڑے ہو کر خطبہ میں دعا مانگنا

١٠٢٢ـ وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: خَرَجَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ، وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ فَاسْتَسْقَى فَقَامَ لَهُمْ عَلَى رِجْلَيْهِ عَلَى غَيْرِ مِنْبَرٍ فَاسْتَسْقَى ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ. قَالَ: أَبُو إِسْحَاقَ وَرَأَى عَبْدُاللَّهِ بْنُ يَزِيدَ [الْأَنْصَارِيُّ] النَّبِيَّ ﷺ.

(۱۰۲۲) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، ان سے زہیر نے ان سے ابواسحاق نے کہ عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ استسقاء کے لیے باہر نکلے۔ ان کے ساتھ براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ انہوں نے پانی کے لیے دعا کی تو پاؤں پر کھڑے رہے، منبر نہ تھا۔ اسی طرح آپ نے دعا کی پھر دو رکعت نماز پڑھی جس میں قراءت بلند آواز سے کی، نہ اذان کہی اور نہ اقامت۔ ابواسحاق نے کہا عبداللہ بن یزید نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تھا۔

تشریح: وہ صحابی تھے اور ان کا یہ واقعہ ۶۴ھ سے تعلق رکھتا ہے جب وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے۔

١٠٢٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ تَمِيمٍ أَنَّ عَمَّهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِي لَهُمْ فَقَامَ فَدَعَا اللَّهَ قَائِمًا ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ فَأُسْقُوا. [راجع: ١٠٠٥] [مسلم: ٢٠٧٠، ٢٠٧١]

(۱۰۲۳) ہم سے ابوالیمان حکیم بن نافع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عباد بن تمیم نے بیان کیا کہ ان کے چچا عبداللہ بن زید نے جو صحابی تھے، انہیں خبر دی کہ نبی کریم ﷺ لوگوں کو ساتھ لے کر استسقاء کے لیے نکلے اور آپ کھڑے ہوئے اور کھڑے ہی کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنی چادر پلٹی چنانچہ بارش خوب ہوئی۔

بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

باب: استسقاء کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کرنا

١٠٢٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَسْقِي فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُو وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ. [راجع: ١٠٠٥]

(۱۰۲۴) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے زہری سے بیان کیا، ان سے عباد بن تمیم نے اور ان سے ان کے چچا (عبداللہ بن زید) نے کہ نبی کریم ﷺ استسقاء کے لیے باہر نکلے تو قبلہ رو ہو کر دعا کی۔ پھر اپنی چادر پلٹی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز میں آپ نے قراءت قرآن بلند آواز سے کی۔

بَابٌ: كَيْفَ حَوَّلَ النَّبِيُّ ﷺ ظَهْرَهُ إِلَى النَّاسِ

باب: استسقاء میں نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی طرف پشت مبارک کس طرح موڑی تھی؟

١٠٢٥ـ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي قَالَ: فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوْ ثُمَّ حَوَّلَ رِدَاءَهُ ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَاءَةِ. [راجع: ١٠٠٥]

(١٠٢٥) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے زہری سے بیان کیا، ان سے عباد بن تمیم نے، ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید نے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو جب آپ ﷺ استسقاء کے لیے باہر نکلے، دیکھا تھا انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے اپنی پیٹھ صحابہ کی طرف کردی اور قبلہ رخ ہو کر دعا کی۔ پھر چادر پلٹی اور دو رکعت نماز پڑھائی جس کی قراءت قرآن میں آپ نے جہر کیا تھا۔

بَابُ صَلَاةِ الْإِسْتِسْقَاءِ رَكْعَتَيْنِ

باب: استسقاء کی نماز دو رکعتیں پڑھنا

١٠٢٦ـ حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ ابْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَسْقَى فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ. [راجع: ١٠٠٥]

(١٠٢٦) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کیا، ان سے عباد بن تمیم نے، ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے دعائے استسقاء کی تو دو رکعت نماز پڑھی اور چادر پلٹی۔

تشریح: استسقاء کی دو رکعت نماز سنت ہے امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور کا یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ استسقاء کے لئے نماز ہی نہیں تسلیم کرتے مگر صاحبین نے اس بارے میں حضرت امام کی مخالفت کی ہے اور صلوٰۃ استسقاء کے سنت ہونے کا اقرار کیا ہے۔

صاحب عرف الشذی نے اس بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ العالی جملہ اختلافات کی تشریح کے بعد فرماتے ہیں:

"وقد عرفت بما ذکرنا من وجه تخبط الحنفیة فی بیان مذهب امامهم وهو انه قد نفی الصلوة فی الاستسقاء مطلقاً کما هو مصرح فی کلام ابی یوسف ومحمد فی بیان مذهب ابی حنیفة ولا شك ان قوله هذا مخالف ومنا بذ للسنة الصحیحة الثابتة الصریحة فاضطر بت الحنفیة لذالك وتخبطوا فی تشریح مذهبه وتعلیله حتی اضطر بعضهم الی الاعتراف بان الصلوة فی الاستسقاء بجماعة سنة وقال: لم ینکر ابو حنیفة سنیتها واستحبابها وانما انکر کونها سنة مؤکدة وهذا کما تری من باب توجیه الکلام بما لایرضی به قائله لانه لوکان الامر کذالك لم یکن بینه وبین صاحبیه خلاف مع انه قد صرح جمیع الشراح وغیرهم ممن کتب فی اختلاف الائمة بالخلاف بینه وبین الجمهور فی هذه المسئلة قال شیخنا فی شرح الترمذی: قول الجمهور وهو الصواب والحق لانه قد ثبت صلوته ﷺ رکعتین فی الاستسقاء من احادیث کثیرة صحیحة۔" (مرعاة ج: ٢/ ص: ٣٩٠)

خلاصہ یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے مطلقاً صلوٰۃ استسقاء کا انکار کیا ہے تم پر واضح ہوگا کہ اس بارے میں حنفیہ کو کس قدر پریشان ہونا پڑا ہے حالانکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ وامام محمد رحمہ اللہ کے کلام سے صراحتاً ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے اور کوئی شک نہیں کہ آپ کا یہ قول سنت صحیحہ کے صراحتاً خلاف ہے۔ اس لئے اس کی تاویل اور تشریح اور تعلیل بیان کرنے میں علمائے احناف کو بڑی مشکل پیش آئی ہے حتیٰ کہ بعض نے اعتراف کیا ہے کہ نماز استسقاء جماعت کے ساتھ سنت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صرف سنت مؤکدہ ہونے کا انکار کیا ہے۔ یہ قائل کی ایسی توجیہ ہے جو خود قائل کو بھی پسند نہیں ہے۔ اگر حقیقت یہی ہوتی تو صاحبین اپنے امام سے اختلاف نہ کرتے۔ اختلافات ائمہ بیان کرنے والوں نے اپنی کتابوں

میں صاف لکھا ہے کہ صلوٰۃ استسقاء کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول جمہور امت کے خلاف ہے۔ ہمارے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور کا قول ہی درست ہے اور یہی حق ہے کہ نماز استسقاء کی دو رکعتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے پھر مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کی بیشتر احادیث کو تفصیل سے ذکر فرمایا ہے، شائقین مزید تحفۃ الاحوذی کا مطالعہ فرمائیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استسقاء کی دو رکعتیں عیدین کی نمازوں کی طرح تکبیرات زوائد کے ساتھ ادا کی جائیں مگر جمہور کے نزدیک اس نماز میں تکبیرات زوائد نہیں ہیں بلکہ ان کو اسی طرح ادا کیا جائے جس طرح دیگر نمازیں ادا کی جاتی ہیں، قول جمہور کو ہی ترجیح حاصل ہے۔ نماز استسقاء کے خطبہ کے لئے منبر کا استعمال بھی مستحب ہے جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں صراحت کے ساتھ موجود ہے جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اس میں صاف فقعد علی المنبر کے لفظ موجود ہیں۔

بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ فِي الْمُصَلَّى

باب: عیدگاہ میں بارش کی دعا کرنا

١٠٢٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمُصَلَّى يَسْتَسْقِي وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ قَالَ سُفْيَانُ: وَأَخْبَرَنِي الْمَسْعُودِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ جَعَلَ الْيَمِينَ عَلَى الشِّمَالِ. [راجع: ١٠٠٥]

(١٠٢٧) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کیا، انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا اور عباد اپنے چچا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعائے استسقاء کے لیے عیدگاہ کو نکلے اور قبلہ رخ ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر چادر پلٹی۔ سفیان ثوری نے کہا مجھے عبدالرحمٰن بن عبداللہ مسعودی نے ابوبکر کے حوالے سے خبر دی کہ آپ نے چادر کا داہنا کونا بائیں کندھے پر ڈالا۔

تشریح: افضل تو یہ ہے کہ جنگل، میدان میں استسقاء کی نماز پڑھے کیونکہ وہاں سب آ سکتے ہیں اور عیدگاہ اور مسجد میں بھی درست ہے۔

بَابُ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

باب: استسقاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا

١٠٢٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ [بْنُ سَلَامٍ] قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى يُصَلِّي، وَأَنَّهُ لَمَّا دَعَا ـ أَوْ أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ ـ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: عَبْدُاللَّهِ بْنُ زَيْدٍ هَذَا مَازِنِيٌّ، وَالْأَوَّلُ كُوفِيٌّ

(١٠٢٨) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبدالوہاب ثقفی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید انصاری نے حدیث بیان کی، کہا کہ مجھے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے خبر دی کہ عباد بن تمیم نے انہیں خبر دی اور انہیں عبداللہ بن زید انصاری نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (استسقاء کے لیے) عیدگاہ کی طرف نکلے وہاں نماز پڑھ رہے تھے اور جب آپ دعا کرنے لگے یا راوی نے یہ کہا دعا کا ارادہ کیا تو قبلہ رو ہو کر چادر مبارک پلٹی۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی عبداللہ بن زید مازنی ہیں اور اس سے پہلے (باب الدعا فی الاستسقاء)

وَهُوَ ابْنُ يَزِيْدَ.

میں جن کا ذکر گزرا وہ عبداللہ بن زید ہیں کوفہ کے رہنے والے۔

بَابُ رَفْعِ النَّاسِ أَيْدِيَهُمْ مَعَ الْإِمَامِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

باب: استسقاء میں امام کے ساتھ لوگوں کا بھی ہاتھ اٹھانا

١٠٢٩ـ قَالَ أَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنِي أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْبَدْوِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ هَلَكَ الْعِيَالُ هَلَكَ النَّاسُ، فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ يَدْعُوْ وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَدْعُوْنَ قَالَ: فَمَا خَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى مُطِرْنَا فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ حَتَّى كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْأُخْرَى فَأَتَى الرَّجُلُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! بَشِقَ الْمُسَافِرُ وَمُنِعَ الطَّرِيْقُ بَشِقَ أَيْ مَلَّ. [راجع: ٩٣٢]

(١٠٢٩) ایوب بن سلیمان نے کہا کہ مجھ سے ابوبکر بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن بلال سے بیان کیا کہ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ ایک بدوی (جنگل کا رہنے والا) جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! بھوک سے مویشی تباہ ہو گئے، اہل وعیال اور تمام لوگ مر رہے ہیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے ہاتھ اٹھائے۔ اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے، دعا کرنے لگے، انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابھی ہم مسجد سے باہر نکلے بھی نہ تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور ایک ہفتہ برابر بارش ہوتی رہی۔ دوسرے جمعہ میں پھر وہی شخص آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! (بارش ہونے سے) مسافر گھبرا گئے اور راستے بند ہو گئے (بشق بمعنی مل)۔

١٠٣٠ـ وَقَالَ الْأُوَيْسِيُّ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ وَشَرِيْكٍ قَالَا سَمِعْنَا أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ. [مسلم: ٢٠٧٧؛ ابوداود: ١١٧٠؛ نسائي: ١٥١٢؛ ابن ماجه: ١١٨٠]

(١٠٣٠) عبدالعزیز اویسی نے کہا کہ مجھے سے محمد بن جعفر نے بیان کیا ان سے یحییٰ بن سعید اور شریک نے، انہوں نے کہا کہ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ (نے استسقاء میں دعا کرنے کے لیے) اس طرح ہاتھ اٹھائے کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔

بَابُ رَفْعِ الْإِمَامِ يَدَهُ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

باب: امام کا استسقاء میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا

١٠٣١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا

(١٠٣١) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان اور محمد بن ابراہیم بن عدی بن عروبہ نے بیان کیا، ان سے سعید نے، ان سے قتادہ اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ

يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ دُعَائِهِ إِلَّا فِي الْإِسْتِسْقَاءِ وَإِنَّهُ يَرْفَعُ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ.

دعائے استسقاء کے سوا اور کسی دعا کے لیے ہاتھ (زیادہ) نہیں اٹھاتے تھے اور استسقاء میں ہاتھ اتنے اٹھاتے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آ جاتی۔

تشریح: ابوداؤد کی مرسل روایتوں میں یہی حدیث اسی طرح ہے کہ ''استسقاء کے سوا پوری طرح آپ کسی دعا میں بھی ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری کی اس روایت میں ہاتھ اٹھانے کے انکار سے مراد یہ ہے کہ بمبالغہ ہاتھ نہیں اٹھاتے اس روایت سے یہ کسی بھی طرح ثابت نہیں ہو سکا کہ آپ دعاؤں میں ہاتھ ہی نہیں اٹھاتے تھے۔ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الدعوات میں اس کے لئے ایک باب قائم کیا ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ استسقاء کی دعا میں آپ نے ہتھیلی کی پشت آسمان کی طرف کی اور شافعیہ نے کہا کہ قحط وغیرہ بلیات کے رفع کرنے کے لئے اس طرح دعا کرنا سنت ہے (قسطلانی) علامہ نووی فرماتے ہیں:

"هذا الحديث يوهم ظاهره انه لم يرفع ﷺ الا في الاستسقاء وليس الامر كذلك بل قد ثبت رفع يديه ﷺ في الدعاء في مواطن غير الاستسقاء وهي اكثر من ان تحصر وقد جمعت منها نحوا من ثلا ثين حديثا من الصحيحين اواحدهما وذكرتها في اواخر باب صفة الصلوة من شرح المهذب ويتاول هذا الحديث على انه لم يرفع الرفع البليغ بحيث يرى بياض ابطيه الا في الاستسقاء وان المراد لم اره رفع وقد راه غيره رفع فيقدم المثبتون في مواضع كثيرة ومجماعات على واحد لم يحضر ذلك ولا بد من تاويله كما ذكرناه۔ والله اعلم۔" (نووی ج:۱/ ص:۲۹۳)

خلاصہ یہ کہ اس حدیث میں اٹھانے سے مبالغہ کے ساتھ ہاتھ اٹھانا مراد ہے استسقاء کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے۔ میں نے اس بارے میں تیس احادیث جمع کی ہیں دیگر آنکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف اپنی روایت کا ذکر کیا ہے جبکہ ان کے علاوہ بہت سے صحابہ سے یہ ثابت ہے۔

بَابٌ: مَا يُقَالُ إِذَا مَطَرَتْ

باب: مینہ برستے وقت کیا کہے؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿كَصَيِّبٍ﴾ [البقرة: ١٩] الْمَطَرُ. وَقَالَ غَيْرُهُ: صَابَ وَأَصَابَ يَصُوْبُ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (سورۂ بقرہ میں) **کصیب** (کے لفظ **صیب**) سے مینہ کے معنی لیے ہیں اور دوسروں نے کہا ہے کہ **صیب صاب یصوب** سے مشتق ہے اسی سے ہے **اصاب**۔

تشریح: باب کی حدیث میں صیب کا لفظ آیا ہے اور قرآن شریف میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق اس کی تفسیر کر دی، اس کو طبری نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے وصل کیا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جن کے قول سے آپ نے صیب کے معنی بیان کر دیئے اور دوسروں کے اقوال سے صیب کا اشتقاق بیان کیا کہ یہ کلمہ اجوف واوی ہے اس کا مجرد صاب یصوب اور مزید اصاب ہے۔

١٠٣٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ [أَبُو الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ] قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُاللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ قَالَ: ((اللَّهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا)) تَابَعَهُ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِاللهِ وَرَوَاهُ

(۱۰۳۲) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں عبیداللہ عمری نے نافع سے خبر دی، انہیں قاسم بن محمد نے، انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ جب بارش ہوتی دیکھتے تو یہ دعا کرتے: ''اے اللہ! نفع بخشنے والی بارش برسا۔'' اس روایت کی متابعت قاسم بن یحییٰ نے عبیداللہ عمری سے کی اور اس کی روایت اوزاعی اور عقیل نے نافع سے کی ہے۔

الْأَوْزَاعِيُّ وَعُقَيْلٌ عَنْ نَافِعٍ. [ابن ماجه: ٣٨٩٠]

بَابُ مَنْ تَمَطَّرَ فِي الْمَطَرِ حَتَّى يَتَحَادَرَ عَلَى لِحْيَتِهِ

باب: اس شخص کے بارے میں جو بارش میں قصداً اتنی دیر ٹھہرا کہ بارش سے اس کی داڑھی (بھیگ گئی اور اس) سے پانی بہنے لگا

١٠٣٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَبَيْنَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللَّهَ لَنَا أَنْ يَسْقِيَنَا قَالَ: فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ قَالَ: فَثَارَ سَحَابٌ أَمْثَالُ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ قَالَ: فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذَلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِيْهِ إِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى، فَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ رَجُلٌ غَيْرُهُ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللَّهَ لَنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا)) قَالَ: فَمَا جَعَلَ [رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ] يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّمَاءِ إِلَّا تَفَرَّجَتْ حَتَّى صَارَتِ الْمَدِينَةُ فِي مِثْلِ الْجَوْبَةِ حَتَّى سَالَ الْوَادِي۔ وَادِي قَنَاةَ۔ شَهْرًا قَالَ: فَلَمْ

(١٠٣٣) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی، کہا کہ ہم سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ انصاری نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگوں پر ایک دفعہ قحط پڑا۔ انہی دنوں آپ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! جانور مر گئے اور بال بچے فاقے پر فاقے کر رہے ہیں، اللہ سے دعا کیجئے کہ پانی برسائے۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر دعا کے لیے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ آسمان پر دور دور تک ابر کا پتہ تک نہیں تھا۔ لیکن (آپ کی دعا سے) پہاڑوں کے برابر بادل گرجتے ہوئے آ گئے ابھی نبی اکرم ﷺ منبر سے اترے بھی نہیں تھے میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ کی داڑھی سے بہہ رہا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس روز بارش دن بھر ہوتی رہی۔ دوسرے دن، تیسرے دن بھی اور برابر اسی طرح ہوتی رہی۔ اس طرح دوسرا جمعہ آ گیا۔ پھر یہی بدوی یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ! (کثرت باران سے) عمارتیں گر گئیں اور مال ڈوب گیا، ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پھر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ ''اے اللہ! ہمارے اطراف میں برسا اور ہم پر نہ برسا۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے ہاتھوں سے آسمان کی جس طرف بھی اشارہ کر دیتے ابر ادھر سے پھٹ جاتا، اب مدینہ حوض کی طرح بن چکا تھا اور اس کے بعد وادی قناۃ کا نالہ ایک مہینہ تک بہتا رہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس کے بعد مدینہ کے اردگرد سے جو بھی

يَجِيءُ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ. آیا اس نے خوب سیرابی کی خبر سنائی۔

[راجع: ٩٣٢]

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے باران رحمت کا پانی اپنی ریش مبارک پر بہایا۔ مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے بارش میں اپنا کپڑا کھول دیا اور یہ پانی اپنے جسد اطہر پر لگایا اور فرمایا کہ ((انه حديث عهد بربه)) یہ پانی ابھی ابھی تازہ بتازہ اپنے پروردگار کے ہاں سے آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ بارش کا پانی اس خیال سے جسم پر لگانا سنت نبوی ﷺ ہے۔ اس حدیث سے خطبہ جمعہ میں بارش کے لئے دعا کرنا بھی ثابت ہوا۔

بَابٌ: إِذَا هَبَّتِ الرِّيحُ

باب: جب ہوا چلتی

١٠٣٤ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: كَانَتِ الرِّيحُ الشَّدِيْدَةُ إِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ.

(١٠٣٤) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے حمید طویل نے خبر دی اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب تیز ہوا چلتی تو نبی اکرم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ڈر محسوس ہوتا تھا۔

تشریح: آندھی کے بعد چونکہ اکثر بارش ہوتی ہے، اس مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں بیان کیا۔ قوم عاد پر آندھی کا عذاب آیا تھا۔ اس لئے آندھی آنے پر آپ عذاب الٰہی کا تصور فرما کر گھبرا جاتے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ جب آندھی چلتی تو آپ ان لفظوں میں دعا فرماتے: "اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهِ۔" یعنی "یا اللہ میں اس آندھی میں تجھ سے خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس کے نتیجہ میں بھی خیر ہی چاہتا ہوں اور یا اللہ میں تجھ سے اس کی اور اس کے اندر کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور جو شر یہ لے کر آئی ہے اس سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔" ایک روایت میں ہے کہ جب آپ آندھی دیکھتے تو دوزانوں ہو کر بیٹھ جاتے اور یہ دعا فرماتے: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيْحًا۔" یعنی یا اللہ اس ہوا کو فائدہ کی ہوا بنا نہ کہ عذاب کی ہوا۔ لفظ ریاح رحمت کی ہوا اور ریح عذاب کی ہوا پر بولا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں وارد ہوا ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((نُصِرْتُ بِالصَّبَا))

باب: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ "پروا ہوا کے ذریعہ مجھے مدد پہنچائی گئی"

١٠٣٥ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ)). [أطرافه في: ٣٢٠٥، ٣٣٤٣، ٤١٠٥] [مسلم: ٢٠٨٧]

(١٠٣٥) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم سے بیان کیا، ان سے مجاہد نے، ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "مجھے پروا ہوا کے ذریعہ مدد پہنچائی گئی اور قوم عاد پچھوا کے ذریعہ ہلاک کر دی گئی تھی۔"

تشریح: جنگ خندق میں بارہ ہزار کافروں نے مدینہ کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا آخر اللہ نے پروا ہوا بھیجی۔ اس زور کے ساتھ کہ ان کے ڈیرے

اکھڑ گئے، آگ بجھ گئی، آنکھوں میں خاک گھس گئی جس پر کافر پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپ کا یہ اشارہ اس ہوا کی طرف ہے۔

بَابُ مَا قِيْلَ فِي الزَّلَازِلِ وَالْآيَاتِ

باب: بھونچال اور قیامت کی نشانیوں کا بیان

١٠٣٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ [الْأَعْرَجِ] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ۔ وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ۔ حَتَّى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ))۔ [راجع: ٨٥]

(١٠٣٦) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابوالزناد (عبداللہ بن ذکوان) نے بیان کیا۔ ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک علم دین نہ اٹھ جائے گا اور زلزلوں کی کثرت نہ ہو جائے گی اور زمانہ جلدی جلدی نہ گزرے گا اور فتنے فساد پھوٹ پڑیں گے اور ''ھرج'' کی کثرت ہو جائے گی اور ھرج سے مراد قتل ہے۔ قتل اور تمہارے درمیان دولت و مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ وہ ابل پڑے گا۔

تشریح: سخت آندھی کا ذکر آیا تو اس کے ساتھ بھونچال کا بھی ذکر کر دیا، دونوں آفتیں ہیں۔ بھونچال یا گرج یا آندھی یا زمین دھنسنے میں ہر شخص کو دعا اور استغفار کرنا چاہیے اور زلزلے میں نماز بھی پڑھنا بہتر ہے لیکن اکیلے اکیلے۔ جماعت اس میں مسنون نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زلزلے میں انہوں نے جماعت سے نماز پڑھی تو یہ صحیح نہیں ہے۔ (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

١٠٣٧۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَفِيْ يَمَنِنَا)) قَالَ: قَالُوْا: وَفِيْ نَجْدِنَا. قَالَ: قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَفِيْ يَمَنِنَا)) قَالُوْا: وَفِيْ نَجْدِنَا. قَالَ: ((هُنَالِكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ))۔ [ترمذي: ٣٩٥٣]

(١٠٣٧) مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن عون نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا، ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''اے اللہ! ہمارے شام اور یمن پر برکت نازل فرما۔'' اس پر لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد کے لیے بھی برکت کی دعا کیجئے لیکن آپ نے پھر وہی کہا: ''اے اللہ! ہمارے شام اور یمن پر برکت نازل فرما۔'' پھر لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد میں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ''وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ وہیں سے طلوع ہوگا۔''

تشریح: نجد عرب حجاز سے شرق کی طرف واقع ہے خاص وہ علاقہ مراد نہیں ہے جو کہ آج کل نجد کہلاتا ہے بلکہ نجد سے تمام ممالک شرقیہ مراد ہیں۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: ''وهو تهامة وكل كما ارتفع من بلاد تهامة الى ارض العراق۔'' یعنی نجد سے تہامہ کا علاقہ مراد ہے جو بلاد تہامہ سے ارض عراق تک سطح مرتفع میں پھیلا ہوا ہے۔ درحقیقت یہ اشارہ نبوی ﷺ ارض عراق کیلئے تھا جہاں بڑے بڑے فتنے پیدا ہوئے اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو اس علاقے سے مسلمانوں کا افتراق وانتشار شروع ہوا جو آج تک موجود ہے اور شاید ابھی عرصہ تک یہ انتشار باقی رہے گا، یہ سب ارض عراق کی پیداوار ہے۔ یہ روایت یہاں موقوفاً بیان ہوئی ہے اور درحقیقت مرفوع ہے۔ اسی کتاب یعنی بخاری شریف کتاب الفتن میں یہ حدیث آئے گی اور وہاں اس پر مفصل تبصرہ کیا جائے گا ان شاء اللہ۔ صاحب فضل الباری ترجمہ بخاری حنفی تحریر فرماتے ہیں شام کا ملک مدینہ کے شمال میں ہے اور یمن

جنوب کی طرف اور نجد کا ملک مشرق کی طرف ہے۔ آپ نے شام کو اپنی طرف اس واسطے منسوب کیا کہ وہ مکہ تہامہ کی زمین ہے اور تہامہ یمن سے متعلق ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث اس وقت فرمائی تھی کہ ابھی تک نجد کے لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ فتنہ وفساد میں مشغول تھے جب وہ لوگ اسلام لائے اور آپ کی طرف صدقہ بھیجا تو آپ نے صدقہ کو دیکھ کر فرمایا ((هذا صدقة قومی)) یہ میری قوم کا صدقہ ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ قومی نسبت شامنا ویمننا کی نسبت سے قوی تر ہے۔

سینگ شیطان سے مراد اس کا گروہ ہے، یہ الفاظ آپ نے اسی واسطے فرمائے کہ وہ ہمیشہ آپ کے ساتھ فساد کیا کرتے تھے اور کہا کعب نے کہ عراق سے یعنی اس طرف سے دجال نکلے گا۔ (فضل الباری، ص:۳۵۳/پ:۳)

آخر کار نجد سے وہ تحریک اٹھی جس نے زمانہ رسالت مآب ﷺ اور عہد خلفائے راشدین کی یاد کو تازہ کر دیا جس سے مجدد اسلام حضرت الشیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ کی تحریک مراد ہے جنہوں نے از سر نو مسلمانوں کو اصل اسلام کی دعوت دی اور شرک وبدعات کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ نجدیوں سے قبل حجاز کی حالت جو کچھ تھی وہ تاریخ کے اوراق پر ثبت ہے۔ جس دن سے وہاں نجدی حکومت قائم ہوئی ہر طرح کا امن وامان قائم ہوا اور آج تو حکومت سعودیہ نجدیہ نے حرمین شریفین کی خدمات کے سلسلے میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جو ساری دنیائے اسلام میں ہمیشہ یادر ہیں گے۔ ایدهم الله بنصره العزیز۔ آمین

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾.

[الواقعة: ۸۲]

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: شُكْرَكُمْ.

باب: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تشریح

﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ یعنی "تمہارا شکر یہی ہے کہ تم اللہ کو جھٹلاتے ہو (یعنی تمہارے حصہ میں جھٹلانے کے سوا اور کچھ آیا ہی نہیں)۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہمارے رزق سے مراد شکر ہے۔

تشریح: اس کو عبد بن منصور اور ابن مردویہ نے نکالا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کے فضل وکرم سے پانی برسے تو تم کو اس کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن تم تو شکر کے بدلے یہ کرتے ہو کہ اللہ کو تو جھٹلاتے ہو جس نے پانی برسایا اور ستاروں کو مانتے ہو، کہتے ہو ان کی گردش سے پانی پڑا۔ اس آیت کی مناسبت باب استسقاء سے ظاہر ہوگئی۔ اب زید بن خالد کی حدیث جو اس باب میں لائے وہ بھی بارش سے متعلق ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں بارش ہوئی۔ پھر آپ نے یہی فرمایا جو حدیث میں ہے پھر سورۂ واقعہ سے یہ آیت پڑھی: ﴿فَلَا اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ﴾ سے لے کر ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ (۵۶/الواقعۃ:۸۲) تک۔ (وحیدی)

۱۰۳۸۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟)) قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ:

(۱۰۳۸) ہم سے اسماعیل بن ایوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، انہوں نے صالح بن کیسان سے بیان کیا ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ میں ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ رات کو بارش ہو چکی تھی نماز کے بعد آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ لوگ بولے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پروردگار فرماتا ہے: آج میرے دو طرح کے بندوں نے صبح

((أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ)).

[راجع: ٨٤٦]

کی۔ ایک مومن ہے ایک کافر۔ جس نے کہا اللہ کے فضل و رحم سے پانی برسا وہ تو مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا فلاں تارے کے فلاں جگہ آنے سے پانی پڑا اس نے میرا کفر کیا، تاروں پر ایمان لایا۔"

بَابٌ: لَا يَدْرِي مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ إِلَّا اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ

باب: اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں کہ بارش کب ہوگی

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ)).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا: "پانچ چیزیں ایسی ہیں۔ جنہیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔"

١٠٣٩ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ: لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي غَدٍ، وَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي الْأَرْحَامِ، وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، وَمَا يَدْرِي أَحَدٌ مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ)). [أطرافه في: ٤٦٢٧، ٤٦٩٧، ٤٧٧٨، ٧٣٧٩]

(۱۰۳۹) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا: کسی کو نہیں معلوم کہ کل کیا ہونے والا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے (لڑکا یا لڑکی) کل کیا کرنا ہوگا، اس کا کسی کو علم نہیں۔ نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ اسے موت کس جگہ آئے گی اور نہ کسی کو یہ معلوم کہ بارش کب ہوگی۔"

تشریح: جب اللہ تعالیٰ نے صاف قرآن میں اور پیغمبر صاحب نے حدیث میں فرما دیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو یہ علم نہیں ہے کہ برسات کب پڑے گی تو جس شخص میں ذرا بھی ایمان ہوگا وہ ان ڈھونگی بند پنڈتوں کی بات کیوں مانے اور جو مانے گا اور ان پر اعتقاد رکھے معلوم ہوا وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہے اور کافر ہے۔ لطف یہ ہے کہ رات دن پنڈتوں کا جھوٹ اور بے تکا پن دیکھتے جاتے ہیں اور پھر ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے اگر کافر لوگ ایسا کریں تو چنداں تعجب نہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ باوجود دعویٰ اسلام مسلمان بادشاہ اور امیر نجومیوں کی باتیں سنتے ہیں اور آیندہ واقعات پوچھتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ ان نام کے مسلمانوں کی عقل کہاں تشریف لے گئی ہے۔ صدہا مسلمان بادشاہتیں انہی نجومیوں پہ اعتقاد رکھنے سے تباہ اور برباد ہو چکی ہیں اور اب بھی مسلمان بادشاہ اس حرکت سے باز نہیں آتے جو کفر صریح ہے۔ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔" (مولانا وحید الزماں)

آیت کریمہ میں غیب کی پانچ کنجیوں کو بیان کیا گیا ہے جو خاص اللہ ہی کے علم میں ہیں اور علم غیب خاص اللہ ہی کو حاصل ہے۔ جو لوگ انبیا، اولیا کے لئے غیب دانی کا عقیدہ رکھتے ہیں، وہ قرآن و حدیث کی رو سے صریح کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔

پوری آیت مبارکہ یہ ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ

غَدًا وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (۳۱/لقمان:۳۴) یعنی ''بے شک قیامت کب قائم ہوگی یہ علم خاص اللہ پاک ہی کو ہے اور وہی بارش اتارتا ہے (کسی کو صحیح علم نہیں کہ بالضرور فلاں وقت بارش ہو جائے گی) اور صرف وہی جانتا ہے کہ مادہ کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ، اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کونسی زمین پر انتقال کرے گا، بے شک اللہ ہی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے، یہ غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جن کا علم سوائے اللہ پاک کے اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔''

قیامت کی علامات تو احادیث اور قرآن میں بہت کچھ بتلائی گئی ہیں اور ان میں سے اکثر نشانیاں ظاہر بھی ہو رہی ہیں مگر خاص دن تاریخ وقت یہ علم خاص اللہ پاک ہی کو حاصل ہے، اسی طرح بارش کے لئے بہت سی علامات ہیں جن کے ظہور کے بعد اکثر بارش ہو جاتی ہے پھر بھی خاص وقت نہیں بتلایا جا سکتا۔ اس لئے کہ بعض دفعہ بہت سی علامتوں کے باوجود بارش ٹل جایا کرتی ہے اور ماں کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ اس کا صحیح علم بھی کسی حکیم ڈاکٹر کو حاصل ہے نہ کسی کاہن نجومی پنڈت ملا کو، یہ خاص اللہ پاک ہی جانتا ہے، اسی طرح ہم کل کیا کام کریں گے یہ بھی خاص اللہ ہی کو معلوم ہے جبکہ ہم روزانہ اپنے کاموں کا نقشہ بناتے ہیں مگر بیشتر اوقات وہ جملہ نقشے فیل ہو جاتے ہیں اور یہ بھی کسی کو معلوم نہیں کہ اس کی قبر کہاں بننے والی ہے۔ الغرض علم غیب جزوی اور کلی طور پر صرف اللہ پاک ہی کو حاصل ہے ہاں وہ جس قدر چاہتا ہے کبھی کبھار اپنے محبوب بندوں کو کچھ چیزیں بتلا دیا کرتا ہے مگر اس کو غیب نہیں کہا جا سکتا یہ تو اللہ کا عطیہ ہے وہ جس قدر چاہے اور جب چاہے اور جسے چاہے اس کو بخش دے۔ اس کو غیب دانی کہنا بالکل جھوٹ ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں باب کی مناسبت سے اس حدیث کو نقل فرما کر ثابت فرمایا کہ بارش ہونے کا صحیح علم صرف اللہ پاک ہی کو حاصل ہے اور کوئی نہیں بتلا سکتا کہ یقینی طور پر فلاں دن فلاں وقت بارش ہو جائے گی۔

تشریح: کسوف لغت میں سیاہ ہو جانے کو کہتے ہیں۔ جس شخص کی حالت متغیر ہو جائے اور منہ پر سیاہی آ جائے اس کے لئے عربی محاورہ یہ ہے فلان کسف وجهه وحاله یعنی فلاں کا چہرہ اور اس کی حالت سیاہ ہوگئی۔ اور سورج گرہن کے وقت بولتے ہیں کسف الشمس (سورج سیاہ ہو گیا) اور چاند اور سورج کے ظاہری اسباب کچھ بھی ہوں مگر حقیقت میں یہ غافلوں کے لئے قدرت کی طرف سے تنبیہ ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے نڈر نہ ہوں اللہ پاک جس طرح چاند اور سورج جیسے اجرام فلکی کو متغیر کر دیتا ہے ایسے ہی گناہگاروں کے دلوں کو بھی کالا کر دیتا ہے اور اس پر بھی تنبیہ ہے کہ چاند اور سورج اپنی ذات میں خود مختار نہیں ہیں بلکہ یہ بھی مخلوق ہیں اور اپنے خالق کے تابع ہیں پھر بھلا یہ عبادت کے لائق کیسے ہو سکتے ہیں۔ گرہن کے وقت نماز کے مشروع ہونے پر جملہ علمائے اسلام کا اتفاق ہے جمہور اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں اور فضلائے حنفیہ نے اسے سنت گردانا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ: احناف کا مسلک اس نماز کے بارے میں یہ ہے کہ عام نمازوں کی طرف پڑھی جائے گی مگر یہ مسلک صحیح نہیں ہے جس کی تفصیل علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں یہ ہے جسے صاحب تفہیم البخاری نے نقل کیا ہے کہ سورج گرہن سے متعلق روایتیں متعدد اور مختلف ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے اس نماز میں بھی عام نمازوں کی طرح ایک رکوع کیا۔

بہت سی روایتوں میں ہر رکعت میں دو رکوع کا ذکر ہے اور بعض میں تین اور پانچ تک بیان ہوئے ہیں۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس باب کی تمام روایتوں کا جائزہ لینے کے بعد صحیح روایت وہی معلوم ہوئی جو بخاری میں موجود ہے یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر رکعت میں دو رکوع کئے تھے آگے چل کر صاحب تفہیم البخاری نے علامہ مرحوم کی یہ تفصیل نقل کی ہے۔

انتہائی نامناسب بات! جن روایتوں میں متعدد رکوع کا ذکر ہے اس کے متعلق بعض احناف نے یہ کہا ہے کہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل رکوع کیا تھا اور اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رکوع سے سر اٹھا اٹھا کر یہ دیکھتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے یا نہیں اور اسی طرح بعض صحابہ نے جو پیچھے تھے یہ سمجھ لیا کہ کئی رکوع کئے گئے ہیں۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ یہ بات انتہائی نامناسب اور متاخرین کی ایجاد ہے۔ (تفہیم البخاری، پ: ۴/ص: ۱۲۵)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں ایسا کہنا ان کی انتہائی تخفیف ہے۔ بھلا وہ مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو سراپا خشوع و خضوع سے نماز پڑھا کرتے تھے ان کے بارے میں حاشا وکلا ایسا گمان کیا جا سکتا ہے ہرگز نہیں۔ لفظ کسوف اور خسوف کے بارے میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

"الكسوف هو التغير الى السواد ومنه كسف وجهه اذا تغير والخسوف بالخاء المعجمة النقصان قاله الاصمعی والخسف ايضا الذل والجمهور على انهما يكونان لذهاب ضوء الشمس والقمر بالكلية وقيل بالكاف فى الابتداء وبالخاء فى الانتهاء وزعم بعض علماء الهيئة ان كسوف الشمس لا حقيقة له فانها لاتتغير فى نفسها وانما القمر يحول بيننا وبينها ونورها باق واما كسوف القمر فحقيقة فان ضوئه من ضوء الشمسن وكسوفه بحيلولة ظل الارض من بين الشمس وبينه بنقطة التقاطع فلا يبقىٰ فيه ضوء البتة فخسوفه ذهاب ضوئه حقيقة۔ انتهى الخ۔"

"قال الحافظ عبدالعظيم المنذرى ومن قبله القاضى ابوبكر بن العربى حديث الكسوف رواه عن النبى صلى الله عليه وسلم سبعة

عشر نفسا رواه جماعة منهم بالكاف وجماعة بالخاء وجماعة باللفظين جميعا انتهى ولا ريب ان مدلول الكسوف لغة غير مدلول الخسوف لان الكسوف بالكاف التغير الى سواد والخسوف بالخاء النقص والزوال۔"

یعنی کسوف کے معنی سیاہی کی طرف متغیر ہوجانا ہے جب کسی کا چہرہ متغیر ہوجائے لفظ کسف وجهه بولا کرتے ہیں اور خسوف خائے معجمہ کے ساتھ نقصان کو کہتے ہیں اور لفظ خسف ذلت کے معنی میں بولا گیا ہے یہ بھی کہا گیا کہ گرہن کی ابتدائی حالت پر کسوف اور انتہائی حالت پر خسوف بولا گیا ہے بعض علمائے ہیئت کا ایسا خیال ہے کہ کسوف شمس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات میں متغیر نہیں ہوتا چاند اس کے اور ہمارے درمیان حائل ہوجاتا اور اس کا نور باقی رہتا ہے (یہ علمائے ہیئت کا خیال ہے کہ کوئی شرعی بات نہیں ہے حقیقت حال سے اللہ ہی واقف ہے)

کسوف قمر کی حقیقت ہے اس کی روشنی سورج کی روشنی ہے جب زمین اس کے اور چاند کے درمیان حائل ہوجاتی ہے تو اس میں روشنی نہیں رہتی۔ حافظ عبدالعظیم منذری اور قاضی ابوبکر نے کہا کہ حدیث کسوف کو نبی کریم ﷺ سے سترہ صحابیوں نے روایت کیا ہے۔ ایک جماعت نے ان میں سے کاف کے ساتھ یعنی لفظ کسوف کے ساتھ اور ایک جماعت نے خاء لفظ خسوف کے ساتھ اور ایک جماعت نے ہر دو لفظوں کے ساتھ۔ لغوی اعتبار سے ہر دو لفظوں سے لفظوں کا مدلول الگ الگ ہے کسوف سیاہی کی طرف متغیر ہونا۔ اور خسوف نقص اور زوال کی طرف متغیر ہونا۔ بہرحال اس بارے میں شارع علیہ السلام کا جامع ارشاد کافی ہے کہ ہر دو اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جن کے ذریعہ اللہ پاک اپنے بندوں کو دکھاتا ہے کہ یہ چاند اور سورج بھی اس کے قبضے میں ہیں اور عبادت کے لائق صرف وہی اللہ تبارک وتعالیٰ ہے جو لوگ چاند سورج کی پرستش کرتے ہیں وہ بھی انتہائی حماقت میں مبتلا ہیں کہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو معبود بناتے ہیں۔ سچ ہے: ﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (۴۱/حم السجدہ: ۳۷) یعنی "چاند اور سورج کو سجدہ نہ کرو۔ بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے اگر تم خاص اس اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو۔" معلوم ہوا کہ ہر قسم کے سجدے خاص اللہ ہی کے لئے کرنے ضروری ہیں۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ

باب: سورج گرہن کی نماز کا بیان

١٠٤٠۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلْنَا فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ، حَتَّى انْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا، وَادْعُوْا، حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ)). [أطرافه في: ١٠٤٨، ١٠٦٢، ١٠٦٣، ٥٧٥٨] [نسائي: ١٤٩٠، ١٤٩١]

(۱۰۴۰) ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے یونس سے بیان کیا، ان سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے سورج کو گرہن لگنا شروع ہوا۔ نبی کریم ﷺ (اٹھ کر جلدی میں) چادر گھسیٹتے ہوئے مسجد میں گئے۔ ساتھ ہی ہم بھی گئے، آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی تا آنکہ سورج صاف ہوگیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ "سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت و ہلاکت سے نہیں لگتا لیکن جب تم گرہن دیکھو تو اس وقت تک نماز اور دعا کرتے رہو جب تک گرہن کھل نہ جائے۔"

١٠٤١۔ حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ،

(۱۰۴۱) ہم سے شہاب بن عباد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابراہیم بن حمید نے خبر دی، انہیں اسماعیل بن ابی خالد نے، انہیں قیس بن ابی حازم

عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُوْدٍ، يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا)). [طرفاه في: ١٠٥٧، ٣٢٠٤] [مسلم: ٢١١٤؛ نسائي: ١٤٦١؛ ابن ماجه: ١٢٦١]

نے اور انہوں نے کہا کہ میں نے ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سورج اور چاند میں گرہن کسی شخص کی موت سے نہیں لگتا۔ یہ دونوں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اس لیے اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو۔"

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرہن کی نماز کا وقت وہی ہے جب گرہن لگے خواہ وہ کسی وقت ہو اور حنفیوں نے اوقات مکروہہ کو مستثنیٰ کیا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ سے بھی مشہور روایت یہی ہے اور مالکیہ کے نزدیک اس وقت سورج کے نکلنے سے آفتاب کے ڈھلنے تک ہے اور اہل حدیث نے اول مذہب کو اختیار کیا ہے اور وہی راجح ہے۔ (وحیدی)

١٠٤٢ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا)). [طرفه في: ٣٢٠١] [مسلم: ٢١٢١؛ نسائي: ١٤٦٠]

(۱۰۴۲) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے عبدالرحمن بن قاسم سے خبر دی، انہیں ان کے باپ قاسم بن محمد نے اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے خبر دی کہ آپ نے فرمایا: "سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت و زندگی سے نہیں لگتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، اس لیے جب تم یہ دیکھو تو نماز پڑھو۔"

١٠٤٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ، فَقَالَ النَّاسُ: كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيْمَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللّٰهَ)). [طرفاه في: ١٠٦٠، ٦١٩٩] [مسلم: ٢١٢٢]

(۱۰۴۳) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہاشم بن قاسم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان ابومعاویہ نے بیان کیا، ان سے زیاد بن علاقہ نے بیان کیا، ان سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن اس دن لگا جس دن (آپ ﷺ کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا بعض لوگ کہنے لگے کہ گرہن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے لگا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "گرہن کسی کی موت و حیات سے نہیں لگتا۔ البتہ تم جب دیکھو تو نماز پڑھا کرو اور دعا کیا کرو۔"

تشریح: اتفاق سے جب حضرت ابراہیم نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے گزر گئے تو سورج گرہن لگا۔ بعض لوگوں نے سمجھا کہ ان کی موت سے یہ گرہن لگا ہے، آپ ﷺ نے اس اعتقاد کا رد فرمایا۔ جاہلیت کے لوگ ستاروں کی تاثیر زمین پر پڑنے کا اعتقاد رکھتے تھے ہماری شریعت نے اسے باطل قرار دیا۔ حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ گرہن کی نماز کا وقت وہی ہے جب بھی گرہن لگے خواہ کسی وقت ہو، یہی مذہب راجح ہے۔ یہاں گرہن کو اللہ کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ مسند امام احمد اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں اتنا زیادہ منقول ہے کہ اللہ عزوجل جب کسی چیز پر تجلی کرتا ہے تو وہ عاجزی سے اطاعت کرتی ہے۔ تجلی کا مفہوم و مطلوب اللہ ہی کو معلوم ہے۔ یہ خیال کہ گرہن ہمیشہ چاند یا زمین کے حائل ہونے سے ہوتا ہے یہ علمائے ہیئت کا خیال ہے اور یہ علم یقینی نہیں ہے۔ حکیم دیو جانس کلبی کا یہ حال تھا کہ جب اس کے سامنے کوئی علم ہیئت کا مسئلہ بیان کرتا تو وہ کہتا کہ کیا آپ آسمان سے اترے ہیں۔ بہرحال بقول حضرت مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ علمائے ہیئت جو کہتے ہیں کہ زمین یا چاند حائل ہونے سے گرہن ہوتا ہے، یہ حدیث کے خلاف نہیں ہے پھر بھی آیۃ من آیات اللہ کا اطلاق اس پر صحیح ہے۔ روایت میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ ۱۰ھ میں بماہ ربیع الاول یا ماہ رمضان میں ہوا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صاحب تسہیل القاری لکھتے ہیں کہ اگر ایسا ہوتا جیسے کفار کا اعتقاد تھا تو گرہن سورج اور چاند کا اپنے مقررہ وقت پر نہ ہوتا بلکہ جب دنیا میں کسی بڑے کی موت کا حادثہ پیش آتا یا کوئی بڑا آدمی پیدا ہوتا گرہن لگا کرتا حالانکہ اب کاملین علم ہیئت نے سورج اور چاند کے گرہن کے اوقات ایسے دریافت کئے ہیں کہ ایک منٹ ان سے آگے پیچھے گرہن نہیں ہوتا اور سال بھر کی بیشتر جنتریوں میں لکھ دیتے ہیں کہ اس سال سورج گرہن فلاں تاریخ اور فلاں وقت ہوگا اور چاند گرہن فلاں تاریخ اور فلاں وقت میں اور بھی لکھ دیتے ہیں کہ سورج یا چاند کی ٹکی گرہن سے چھپ جائے گی یا ان کا اتنا حصہ۔ اور یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ کس ملک میں کس قدر گرہن لگے گا۔

بہرحال یہ دونوں اللہ کی قدرت کی اہم نشانیاں ہیں اور قرآن پاک میں اللہ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا﴾ (۱۷/ بنی اسرائیل:۵۹) کہ ہم اپنی قدرت کی کتنی ہی نشانیاں لوگوں کو ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں جو اہل ایمان ہیں وہ ان سے اللہ کے وجود برحق پر دلیل لے کر اپنا ایمان مضبوط کرتے ہیں اور جو الحاد و دہریت کے شکار ہیں وہ ان کو مادی عینک سے دیکھ کر اپنے الحاد و دہریت میں ترقی کرتے ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ "وفی کل شیء له آیة تدل علی انه واحد" یعنی کائنات کی ہر چیز میں اس کی نشانی موجود ہے کہ اللہ پاک اکیلا ہے علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وفی هذا الحديث ابطال ماكان اهل الجاهلية يعتقدونه من تاثير الكواكب قال الخطابی: كانوا فی الجاهلية يعتقدون ان الكسوف يوجب حدوث تغير الارض من موت اوضرر فاعلم النبی ﷺ انه اعتقاد باطل وان الشمس والقمر خلقان مسخر ان الله تعالى ليس لهما سلطان فی غيرهما ولا قدرة على الدفع عن انفسهما۔" (نیل الاوطار)

یعنی عہد جاہلیت والے ستاروں کی تاثیر کا جو اعتقاد رکھتے تھے اس حدیث میں اس کا ابطال ہے خطابی نے کہا کہ جاہلیت کے لوگ اعتقاد رکھتے تھے کہ گرہن سے زمین پر موت یا اور کسی نقصان کا حادثہ ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بتلایا کہ یہ اعتقاد باطل ہے اور سورج اور چاند اللہ پاک کی دو مخلوق جو اللہ پاک ہی کے تابع ہیں ان کو اپنے غیر میں کوئی اختیار نہیں اور نہ وہ اپنے ہی نفسوں سے کسی کو دفع کر سکتے ہیں۔

آج کل بھی عوام الناس جاہلیت جیسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں، اہل اسلام کو ایسے غلط خیال سے بالکل دور رہنا چاہیے اور جاننا چاہیے کہ ستاروں میں کوئی طاقت قدرت نہیں ہے۔ ہر قسم کی قدرت صرف اللہ پاک ہی کو حاصل ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ الصَّدَقَةِ فِي الْكُسُوفِ

باب: سورج گرہن میں صدقہ خیرات کرنا

۱۰۴۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي

(۱۰۴۴) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ عروہ بن زبیر نے بیان کیا، ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالنَّاسِ، فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ، ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ، وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرَى مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلَى، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا، وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا)). ثُمَّ قَالَ: ((يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ! وَاللّٰهِ! مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ، يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ! وَاللّٰهِ! لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا)). [أطرافه في: ١٠٤٦، ١٠٤٧، ١٠٥٠، ١٠٥٦، ١٠٥٨، ١٠٦٤، ١٠٦٥، ١٠٦٦، ١٢١٢، ٣٢٠٣، ٤٦٢٤، ٥٢٢١، ٦٦٣١]

[مسلم: ٢٠٨٩؛ ترمذي: ٥٦١؛ نسائي: ١٤٧٣]

نے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پہلے آپ کھڑے ہوئے تو بڑی دیر تک کھڑے رہے، قیام کے بعد رکوع کیا اور رکوع میں بہت دیر تک رہے۔ پھر رکوع سے اٹھنے کے بعد دیر تک دوبارہ کھڑے رہے لیکن آپ کے پہلے قیام سے کچھ کم، پھر رکوع کیا تو بڑی دیر تک رکوع میں رہے لیکن پہلے سے مختصر، پھر سجدہ میں گئے اور دیر تک سجدہ کی حالت میں رہے۔ دوسری رکعت میں بھی آپ ﷺ نے اسی طرح کیا۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو گرہن کھل چکا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ دیا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ "سورج اور چاند دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی موت وحیات سے ان میں گرہن نہیں لگتا۔ جب تم گرہن لگا ہوا دیکھو تو اللہ سے دعا کرو تکبیر کہو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔" پھر آپ نے فرمایا: "اے محمد (ﷺ) کی امت کے لوگو! دیکھو اس بات پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت اور کسی کو نہیں آتی کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کرے۔ اے امت محمد! واللہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں بھی معلوم ہو جائے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔"

تشریح: یعنی ہر رکعت میں دو دو رکوع کئے اور دو دو قیام اگرچہ بعض روایتوں میں تین تین رکوع اور بعض میں چار چار اور بعض میں پانچ پانچ ہر رکعت میں وارد ہوئے ہیں۔ مگر دو دو رکوع کی روایتیں صحت میں بڑھ کر ہیں اور اہلحدیث اور شافعی کا اس پر عمل ہے اور حنفیہ کے نزدیک ہر رکعت میں ایک ہی رکوع کرے۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ایک رکوع کی روایتیں صحت میں دو دو رکوع کی روایتوں کے برابر نہیں ہیں اب جن روایتوں میں دو رکوع سے زیادہ منقول ہیں یا تو وہ راویوں کی غلطی ہے یا کسوف کا واقعہ کئی بار ہوا ہوگا۔ بعض علما نے یہی اختیار کیا ہے کہ جن جن طریقوں سے کسوف کی نماز منقول ہے۔ ان سب طریقوں سے پڑھنا درست ہے۔

قسطلانی نے پچھلے متکلمین کی طرح غیرت کی تاویل کی ہے۔ اور کہا ہے کہ غیرت غصے کے جوش کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے تغیرات سے پاک ہے۔ اہلحدیث کا یہ طریق نہیں، اہل حدیث اللہ تعالیٰ کی ان سب صفات کو جو قرآن وحدیث میں وارد ہیں اپنے ظاہری معنی پر محمول رکھتے ہیں اور ان میں تاویل اور تحریف نہیں کرتے جب غضب اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے تو غیرت بھی اس کی صفات میں سے ہوگی غضب زائد اور کم ہو سکتا ہے اور تغیر اللہ کی ذات اور صفات حقیقی میں نہیں ہوتا لیکن صفات افعال میں تو تغیر ضرور ہے مثلاً گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے پھر توبہ کرنے سے

راضی ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرتا کبھی اترتا ہے کبھی چڑھتا ہے غرض صفات افعالیہ کا حدوث اور تغیر اہل حدیث کے نزدیک جائز ہے۔

(مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

بَابُ النِّدَاءِ بِـ: ((الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ)) فِي الْكُسُوفِ

باب: گرہن کے وقت یوں پکارنا کہ نماز کے لیے اکٹھے ہو جاؤ جماعت سے نماز پڑھو

١٠٤٥ـ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامِ الْحَبَشِيِّ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ نُوْدِيَ: إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ. [راجع:١٠٥١] [مسلم: ٢١١٣؛ نسائي: ١٤٧٨]

(۱۰۴۵) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں یحییٰ بن صالح نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے معاویہ بن سلام بن ابی سلام حبشی دمشقی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری نے خبر دی، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن لگا تو یہ اعلان کیا گیا کہ نماز ہونے والی ہے۔

تشریح: مقصد باب یہ ہے کہ گرہن کی نماز کے لئے اذان نہیں دی جاتی مگر لوگوں میں اس طور اعلان کراتا کہ یہ نماز گرہن جماعت سے ادا کی جانے والی ہے لہٰذا لوگو! شرکت کے لئے تیار ہو جاؤ اس طرح پر اعلان کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ایسا اعلان کرانا حدیث ذیل سے ثابت ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گرہن کی نماز خاص اہتمام جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔

بَابُ خُطْبَةِ الْإِمَامِ فِي الْكُسُوفِ

باب: گرہن کی نماز میں امام کا خطبہ پڑھنا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ.

اور حضرت عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے سورج گرہن میں خطبہ سنایا۔

١٠٤٦ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ؛ ح: وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ قَالَ فَصَفَّ

(۱۰۴۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے (دوسری سند) اور مجھ سے احمد بن صالح نے بیان کیا کہ ہم سے عنبسہ بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یونس بن یزید نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عروہ نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں سورج گرہن لگا، اس وقت آپ ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے

النَّاسُ وَرَاءَهُ، فَكَبَّرَ فَاقْتَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، ثُمَّ قَالَ: ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)). فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ، وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً، هِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُوْلَى، ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، هُوَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ: ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَالَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَاسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ، وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ ثُمَّ قَامَ فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: ((هُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَافْزَعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ)). وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ: إِنَّ أَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِيْنَةِ لَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ قَالَ: أَجَلْ لِأَنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ. [راجع: ١٠٤٤] [مسلم: ٢٠٩١، ٢٠٩٤؛ ابوداود: ١١٨٠، ١١٨١؛ نسائي: ١٤٦٨]

انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے صف باندھی آپ نے تکبیر کہی اور بہت دیر قرآن مجید پڑھتے رہے پھر تکبیر کہی اور بہت لمبا رکوع کیا پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر کھڑے ہو گئے اور سجدہ نہیں کیا (رکوع سے اٹھنے کے بعد) پھر بہت دیر تک قرآن مجید پڑھتے رہے لیکن پہلی قراءت سے کم، پھر تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے گئے اور دیر تک رکوع میں رہے، یہ رکوع بھی پہلے رکوع سے کم تھا۔ اب سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا ولک الحمد کہا پھر سجدہ میں گئے۔ آپ نے دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا (ان دونوں رکعتوں میں) پورے چار رکوع اور چار سجدے کئے۔ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی سورج صاف ہو چکا تھا۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا اور پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کی پھر فرمایا: ''سورج اور چاند اللہ کی دو نشانیاں ہیں ان میں گرہن کسی کی موت وحیات کی وجہ سے نہیں لگتا لیکن جب تم گرہن دیکھا کرو تو فوراً نماز کی طرف لپکو۔''

زہری نے کہا کہ کثیر بن عباس اپنے بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے تھے وہ سورج گرہن کا قصہ اس طرح بیان کرتے تھے جیسے عروہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا زہری نے کہا میں نے عروہ سے کہا تمہارے بھائی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جس دن مدینہ میں سورج گرہن ہوا صبح کی نماز کی طرح دو رکعت پڑھی اور کچھ زیادہ نہیں کیا۔ انہوں نے کہا ہاں مگر وہ سنت کے طریق سے چوک گئے۔

تشریح: ان کو عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث نہ پہنچی ہوگی حالانکہ عبداللہ بن زبیر صحابی تھے اور عروہ تابعی ہیں مگر عروہ نے نبی کریم ﷺ کی حدیث نقل کی اور حدیث کی پیروی سب پر مقدم ہے۔ اس روایت سے یہ بھی نکلا کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابی جیسے عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں ان سے بھی غلطی ہو جاتی تھی تو اور مجتہدوں سے جیسے امام ابوحنیفہ یا امام شافعی رحمہما اللہ ہیں غلطی کا ہونا کچھ بعید نہیں اور اگر منصف آدمی امام ابن قیم کی اعلام الموقعین انصاف سے دیکھے تو اس کو ان مجتہدوں کی غلطیاں بخوبی معلوم ہو سکتی ہیں۔ (وحیدی)

بَابٌ هَلْ يَقُوْلُ: كَسَفَتِ الشَّمْسُ أَوْ خَسَفَتْ؟

باب: سورج کا کسوف و خسوف دونوں کہہ سکتے ہیں

وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾ [القيامة: ٨]

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ قیامہ میں) فرمایا ﴿وخسف القمر﴾

تشریح: اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کسوف اور خسوف چاند اور سورج دونوں کے گرہن میں مستعمل ہوتے ہیں اور جن لوگوں نے سورج گرہن کو کسوف یا خسوف کہنے سے منع کیا ہے ان کا قول صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح جن لوگوں نے چاند گرہن کو خسوف کہنے سے، کیونکہ اللہ نے خود سورۂ قیامہ میں چاند گرہن کو خسوف فرمایا۔ (وحیدی)

١٠٤٧ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ فَكَبَّرَ، فَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)). فَقَامَ كَمَا هُوَ، ثُمَّ قَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً، وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُوْلَى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُوْلَى، ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَقَالَ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ: ((إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَافْزَعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ)). [راجع: ١٠٤٤]

(١٠٤٧) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور انہیں نبی کریم ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جس دن سورج میں خسوف (گرہن) لگا تو نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی آپ کھڑے ہوئے تکبیر کہی پھر دیر تک قرآن مجید پڑھتے رہے۔ لیکن اس کے بعد ایک طویل رکوع کیا۔ رکوع سے سر اٹھایا تو کہا سمع اللہ لمن حمدہ پھر آپ پہلے ہی کی طرح کھڑے ہو گئے اور دیر تک قرآن مجید پڑھتے رہے لیکن اس مرتبہ کی قراءت پہلے سے کچھ کم تھی۔ پھر آپ سجدہ میں گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے پھر دوسری رکعت میں بھی آپ نے اسی طرح کیا پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو سورج صاف ہو چکا تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا: ''سورج اور چاند کا (گرہن) اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے اور ان میں ''خسوف'' (گرہن) کسی کی موت اور زندگی پر نہیں لگتا۔ لیکن جب تم اسے دیکھو تو فوراً نماز کے لیے لپکو۔''

تشریح: ہر دو گرہن پر آپ نے کسوف اور خسوف ہر دو لفظ استعمال فرمائے۔ پس باب کا مطلب ثابت ہوا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يُخَوِّفُ اللَّهُ عِبَادَهُ بِالْكُسُوْفِ))

باب: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سورج گرہن کے ذریعہ ڈراتا ہے''

قَالَهُ أَبُوْ مُوْسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

یہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

١٠٤٨ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

(١٠٤٨) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَلَكِنْ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهُ)) لَمْ يَذْكُرْ عَبْدُالْوَارِثِ وَشُعْبَةُ وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يُوْنُسَ: ((يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهُ)) وَتَابَعَهُ مُوْسَى عَنْ مُبَارَكٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ)). وَتَابَعَهُ أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ.

[راجع: ١٠٤٠]

بیان کیا، ان سے یونس بن عبید نے، ان سے امام حسن بصری نے، ان سے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی موت وحیات سے ان میں گرہن نہیں لگتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ عبدالوارث، شعبہ، خالد بن عبداللہ اور حماد بن سلمہ ان سب حافظوں نے یونس سے یہ جملہ کہ "اللہ ان کو گرہن کر کے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے" بیان نہیں کیا اور یونس کے ساتھ اس حدیث کو موسیٰ نے مبارک بن فضالہ سے، انہوں نے امام حسن بصری سے روایت کیا۔ اس میں یوں ہے کہ ابوبکرہ نے آنحضرت ﷺ سے سن کر مجھ کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو گرہن کر کے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور یونس کے ساتھ اس حدیث کو اشعث بن عبداللہ نے بھی امام حسن بصری سے روایت کیا۔

تشریح: اس کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے چل کر وصل کیا گو کسوف یا خسوف زمین یا چاند کے حائل ہونے سے ہو جس میں اب کچھ شک نہیں رہا۔ یہاں تک کہ منجمین اور اہل ہیئت خسوف اور کسوف کا ٹھیک وقت اور یہ کہ وہ کس ملک میں کتنا ہوگا پہلے ہی بتا دیتے ہیں اور تجربہ سے وہ بالکل ٹھیک نکلتا ہے، اس میں سر مو فرق نہیں ہوتا مگر اس سے حدیث کے مطلب میں کوئی خلل نہیں آیا کیونکہ خداوند کریم اپنی قدرت اور طاقت دکھلاتا ہے کہ چاند اور سورج کیسے بڑے اور روشن اجرام کو وہ دم بھر میں تاریک کر دیتا ہے۔ اس کی عظمت اور طاقت اور ہیبت سے بندوں کو ہر دم تھرانا چاہیے اور جس نے چاند اور سورج گرہن کے عادی اور حسابی ہونے کا انکار کیا ہے وہ عقلا کے نزدیک ہنسی کے قابل ہے۔ (مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ)

بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فِي الْكُسُوْفِ

باب: سورج گرہن میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگنا

١٠٤٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ يَهُوْدِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُوْرِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذَلِكَ)).

[أطرافه في: ١٠٥٥، ١٣٧٢، ٦٣٦٦] [مسلم: ٢٠٩٨، ٢٠٩٩؛ نسائي: ١٤٧٤، ١٤٩٨]

(١٠٤٩) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس مانگنے کے لیے آئی اور اس نے دعا دی کہ اللہ آپ کو قبر کے عذاب سے بچائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا لوگوں کو قبر میں عذاب ہوگا؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "میں اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ مانگتا ہوں۔"

١٠٥٠- ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا، فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَرَجَعَ ضُحًى، فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ الْحُجَرِ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا، وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ، فَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُوْلَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. [راجع: ١٠٤٤، ١٠٤٩]

(١٠٥٠) پھر ایک مرتبہ صبح کو (کہیں جانے کے لیے) رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے، اس کے بعد سورج گرہن لگا۔ آپ ﷺ دن چڑھے واپس ہوئے اور اپنی بیویوں کے حجروں سے گزرتے ہوئے (مسجد میں) نماز کے لیے کھڑے ہوگئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی اقتدا میں نیت باندھ لی۔ آپ ﷺ نے بہت ہی لمبا قیام کیا پھر رکوع بھی بہت طویل کیا، اس کے بعد کھڑے ہوئے اور اب کی دفعہ قیام پھر لمبا کیا لیکن پہلے سے کچھ کم۔ پھر رکوع کیا اور اس دفعہ بھی دیر تک رکوع میں رہے لیکن پہلے رکوع سے کچھ کم، پھر رکوع سے سر اٹھایا اور سجدہ میں گئے۔ اب آپ پھر دوبارہ کھڑے ہوئے اور بہت دیر تک قیام کیا لیکن پہلے قیام سے کچھ کم۔ پھر ایک لمبا رکوع کیا لیکن پہلے رکوع سے کچھ کم، پھر رکوع سے سر اٹھایا اور قیام میں اب کی دفعہ بھی بہت دیر تک رہے لیکن پہلے سے کم دیر تک (چوتھی مرتبہ) پھر رکوع کیا اور بہت دیر تک رکوع میں رہے لیکن پہلے سے مختصر۔ رکوع سے سر اٹھایا تو سجدہ میں چلے گئے آخر آپ ﷺ نے اس طرح نماز پوری کر لی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ نے فرمایا۔ اسی خطبہ میں آپ نے لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگیں۔

تشریح: بعض روایتوں میں ہے کہ جب یہودیہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے عذاب قبر کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا چلو! قبر کا عذاب یہودیوں کو ہوگا مسلمانوں کا اس سے کیا تعلق لیکن اس یہودیہ کے ذکر پر انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا اور آپ نے اس کا حق ہونا بتایا۔ اسی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی اور یہ نماز کسوف کے خطبہ کا واقعہ ۹ھ میں ہوا۔

حدیث کے آخری جملہ سے ترجمہ باب نکلتا ہے اس یہودن کو شاید اپنی کتابوں سے قبر کا عذاب معلوم ہو گیا ہوگا۔ ابن حبان میں ہے کہ آیت کریمہ میں لفظ: ﴿مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ (۲۰/ طٰہٰ:۱۲۴) اس سے عذاب قبر مراد ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم کو عذاب قبر کی تحقیق اس وقت ہوئی جب آیت کریمہ: ﴿حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ (۱۰۲/التکاثر:۲) نازل ہوئی اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور قتادہ اور ربیع نے آیت: ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ﴾ (۹/التوبۃ:۱۰۱) کی تفسیر میں کہا کہ ایک عذاب دنیا کا اور دوسرا عذاب قبر کا مراد ہے۔ اب اس حدیث میں جو دوسری رکعت میں ((دون القیام الاول)) ہے اس کے مطلب میں اختلاف ہے کہ دوسری رکعت کا قیام اول مراد ہے یا اگلے کل قیام مراد ہیں بعض نے کہا چار قیام اور چار رکوع ہیں اور ہر ایک قیام اور رکوع اپنے ماسبق سے کم ہوتا تو ثانی اول سے کم اور ثالث ثانی سے کم اور رابع ثالث سے کم۔ واللہ اعلم۔

یہ جو کسوف کے وقت عذاب قبر سے ڈرایا اس کی مناسبت یہ ہے کہ جیسے کسوف کے وقت دنیا میں اندھیرا ہو جاتا ہے ایسے ہی گناہگار کی قبر میں جس پر عذاب ہوگا، اندھیرا چھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ قبر کا عذاب حق ہے، حدیث اور قرآن سے ثابت ہے جو لوگ عذاب قبر سے انکار کرتے ہیں وہ قرآن و حدیث کا انکار کرتے ہیں لہٰذا ان کو اپنے ایمان کے بارے میں فکر کرنا چاہیے۔

بَابُ طُوْلِ السُّجُوْدِ فِي الْكُسُوفِ

باب: گرہن کی نماز میں لمبا سجدہ کرنا

١٠٥١۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ عَمْرٍو، أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ نُوْدِيَ أَنِ الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ فَرَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ، ثُمَّ جَلَسَ، ثُمَّ جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ قَالَ: وَقَالَتْ عَائِشَةُ: مَا سَجَدْتُ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ أَطْوَلَ مِنْهَا. [راجع: ١٠٤٦]

(١٠٥١) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان بن عبدالرحمٰن نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، ان سے سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے، ان سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہ جب نبی کریم ﷺ کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا تو اعلان ہوا کہ نماز ہونے والی ہے (اس نماز میں) نبی کریم ﷺ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے اور پھر دوسری رکعت میں بھی دو رکوع کیے، اس کے بعد آپ ﷺ بیٹھے رہے (قعدہ میں) یہاں تک کہ سورج صاف ہو گیا۔ عبداللہ نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اس سے زیادہ لمبا سجدہ اور کبھی نہیں کیا۔

تشریح: سجدہ میں بندہ اللہ پاک کے بہت ہی زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس میں جس قدر خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کو یاد کر لیا جائے اور جو کچھ بھی اس سے مانگا جائے کم ہے۔ سجدہ میں اس کیفیت کا حصول خوش بختی کی دلیل ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ جَمَاعَةً

باب: گرہن کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا

وَصَلَّى لَهُمُ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي صُفَّةِ زَمْزَمَ. وَجَمَّعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ. وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ.

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے زمزم کے چبوترہ میں لوگوں کو یہ نماز پڑھائی تھی اور علی بن عبداللہ بن عباس نے اس کے لیے لوگوں کو جمع کیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھائی۔

تشریح: یہ علی بن عبداللہ تابعی ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں اور خلفائے عباسیہ ان ہی کی اولاد ہیں ان کو سجاد کہتے تھے کیونکہ یہ ہر روز ہزار سجدے کیا کرتے تھے جس رات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اسی رات کو یہ پیدا ہوئے، اس لئے ان کا نام بطور یادگار علی ہی رکھا گیا۔ اس روایت کو ابن شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ (قسطلانی)

١٠٥٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَصَلَّى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا، وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا

(١٠٥٢) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے بیان کیا، ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا تو آپ ﷺ نے نماز پڑھی تھی آپ ﷺ نے اتنا لمبا قیام کیا کہ اتنی دیر میں سورۂ بقرہ پڑھی جا سکتی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع لمبا کیا اور اس کے بعد کھڑے ہوئے تو اب کی مرتبہ بھی قیام بہت لمبا تھا لیکن پہلے سے کچھ کم پھر ایک دوسرا لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کچھ کم تھا پھر آپ ﷺ سجدہ میں گئے، سجدہ سے اٹھ کر پھر لمبا قیام کیا لیکن

طَوِيْلًا، وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا، وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ)). قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ؟ فَقَالَ ﷺ: ((إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ، وَتَنَاوَلْتُ عُنْقُوْدًا، وَلَوْ أَصَبْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا، وَأُرِيْتُ النَّارَ، فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ)). قَالُوْا: بِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((بِكُفْرِهِنَّ)). قِيْلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ؟ قَالَ: ((يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهُ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ)).

پہلے قیام کے مقابلے میں کم لمبا تھا پھر ایک لمبا رکوع کیا۔ یہ رکوع بھی پہلے رکوع کے مقابلہ میں کم تھا۔ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد پھر آپ ﷺ بہت دیر تک کھڑے رہے اور یہ قیام بھی پہلے سے مختصر تھا۔ پھر (چوتھا) رکوع کیا یہ بھی بہت لمبا تھا لیکن پہلے سے کچھ کم۔ پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور نماز سے فارغ ہوئے تو سورج صاف ہو چکا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا: ''سورج اور چاند دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی موت وزندگی کی وجہ سے ان میں گرہن نہیں لگتا اس لیے جب تم کو معلوم ہو کہ گرہن لگ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ (نماز میں) اپنی جگہ سے آپ آگے بڑھے اور پھر اس کے بعد پیچھے ہٹ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے جنت دیکھی اور اس کا ایک خوشہ توڑنا چاہا تھا اگر میں اسے توڑ سکتا تو تم اسے رہتی دنیا تک کھاتے اور مجھے جہنم بھی دکھائی گئی میں نے اس سے زیادہ بھیانک اور خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا اس میں عورتیں زیادہ ہیں۔'' کسی نے پوچھا یارسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ''اپنے کفر (انکار) کی وجہ سے۔'' پوچھا گیا کیا اللہ تعالیٰ کا کفر (انکار) کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''شوہر کا اور احسان کا کفر کرتی ہیں۔ زندگی بھر تم کسی عورت کے ساتھ حسن سلوک کرو لیکن کبھی اگر کوئی خلافِ مزاج بات آ گئی تو فوراً یہی کہے گی کہ میں نے تم سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔''

تشریح: یہ حدیث اس سے قبل بھی گزر چکی ہے، دوزخ اور جنت کی تصویریں آپ کو دکھلا دیں، اس حدیث میں عورتوں کا بھی ذکر ہے جس میں ان کے کفر سے ناشکری مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ نے اصل جنت اور دوزخ کو دیکھا کہ پردہ درمیان سے اٹھ گیا یا یہ مراد ہے کہ دوزخ اور جنت کا ایک ایک ٹکڑا بطور نمونہ آپ کو دکھلایا گیا۔ بہر حال یہ عالم برزخ کی چیز ہے جس طرح حدیث میں آ گیا ہمارا ایمان ہے، تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ جنت کے خوشے کے لئے آپ نے جو فرمایا وہ اس لئے کہ جنت اور نعمائے جنت کے لئے فنا نہیں ہے اس لئے وہ خوشہ اگر آ جاتا تو وہ یہاں دنیا کے قائم رہنے تک رہتا مگر یہ عالم دنیا اس کا محل نہیں اس لئے اس کا آپ کو معائنہ کرایا گیا۔ اس روایت میں بھی نبی کریم ﷺ کا ہر رکعت میں دو رکوع کرنے کا ذکر ہے جس کے پیش نظر برادران احناف نے بھی بہر حال اپنے مسلک کے خلاف اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے جو قابل تحسین ہے چنانچہ صاحب تفہیم البخاری کے الفاظ ملاحظہ ہوں آپ فرماتے ہیں: اس باب کی تمام احادیث میں قابل غور بات یہ ہے کہ راویوں نے اس پر خاص طور سے زور دیا ہے کہ

آپ ﷺ نے ہر رکعت میں دو رکوع کئے تھے چنانچہ قیام پھر رکوع پھر قیام اور پھر رکوع کی کیفیت پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں لیکن سجدہ کا ذکر جب آیا تو صرف اسی پر اکتفا کیا کہ آپ نے سجدہ کیا تھا اس کی کوئی تفصیل نہیں کہ سجدے کتنے تھے کیونکہ راویوں کے پیش نظر اس نماز کے امتیازات کو بیان کرنا ہے اس لیے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ رکوع ہر رکعت میں آپ نے دو کئے تھے اور جن میں ایک رکوع کا ذکر ہے ان میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

بَابُ صَلَاةِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوفِ

باب: سورج گرہن میں عورتوں کا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا

١٠٥٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنِ امْرَأَتِهِ، فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّوْنَ، فَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي فَقُلْتُ: مَا لِلنَّاسِ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَاءِ، وَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللَّهِ! فَقُلْتُ: آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ أَيْ نَعَمْ قَالَتْ: فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ، فَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ. أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ- لَا أَدْرِي أَيَّتَهُمَا قَالَتْ: أَسْمَاءُ- يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ- أَوْ قَالَ الْمُوْقِنُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ- فَيَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى، فَأَجَبْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا فَيُقَالُ لَهُ: نَمْ صَالِحًا، فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ- أَوِ الْمُرْتَابُ لَا

(١٠٥٣) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کی بیوی فاطمہ بنت منذر نے، انہیں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے، انہوں نے کہا کہ جب سورج کو گرہن لگا تو میں نبی کریم ﷺ کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئی۔ اچانک لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نماز میں شریک تھیں میں نے پوچھا کہ لوگوں کو بات کیا پیش آئی؟ اس پر آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے سبحان اللہ کہا۔ پھر میں نے پوچھا کیا کوئی نشانی ہے؟ اس کا آپ نے اشارہ سے ہاں میں جواب دیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں بھی کھڑی ہوگئی لیکن مجھے چکر آ گیا اس لیے میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ''وہ چیزیں جو کہ میں نے پہلے نہیں دیکھی تھیں اب انہیں میں نے اپنی اسی جگہ سے دیکھ لیا۔ جنت اور دوزخ تک میں نے دیکھی اور مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ تم قبر میں دجال کے فتنہ کی طرح یا (یہ کہا کہ) دجال کے فتنہ کے قریب ایک فتنہ میں مبتلا ہو گے۔'' مجھے یاد نہیں کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کیا کہا تھا آپ نے فرمایا کہ ''تمہیں لایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ اس شخص (محمد ﷺ) کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔ مومن یا یہ کہا کہ یقین کرنے والا (مجھے یاد نہیں کہ ان دو باتوں میں سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کونسی بات کہی تھی) تو کہے گا یہ محمد ﷺ ہیں آپ نے ہمارے سامنے صحیح راستہ اور اس کے دلائل پیش کئے اور ہم آپ پر ایمان لائے تھے اور آپ کی بات قبول کی اور آپ کی اتباع کی تھی۔ اس پر اس سے کہا جائے گا کہ تو مرد صالح ہے پس آرام سے سو جاؤ ہمیں تو پہلے ہی

أَدْرِي أَيَّهُمَا قَالَتْ: أَسْمَاءُ- فَيَقُوْلُ: لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ: شَيْئًا فَقُلْتُهُ)). [راجع: ٨٦]

معلوم تھا کہ تو ایمان ویقین والا ہے۔ منافق یا شک کرنے والا (مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کیا کہا تھا) وہ یہ کہے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں میں نے لوگوں سے ایک بات سنی تھی وہی میں نے بھی کہی (آگے مجھ کو حقیقت معلوم نہیں)۔"

تشریح: اس حدیث نے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے جن میں صلوٰۃ کسوف میں عورت کی شرکت کا مسئلہ بھی ہے اور اس میں عذاب قبر اور امتحان قبر کی تفصیلات بھی شامل ہیں یہ بھی کہ ایمان والے قبر میں نبی کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق اور آپ کی اتباع کا اظہار کریں گے اور بے ایمان لوگ وہاں چکر میں پڑ کر صحیح جواب نہ دے سکیں گے اور دوزخ کے مستحق ہوں گے۔ اللہ ہر مسلمان کو قبر میں ثابت قدمی عطا فرمائے۔ (آمین)

بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْعَتَاقَةَ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ

باب: جس نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنا پسند کیا (اس نے اچھا کیا)

١٠٥٤ـ حَدَّثَنَا رَبِيْعُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: لَقَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعَتَاقَةِ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ. [راجع :٨٦] [ابوداود: ١١٩٢]

(۱۰۵۴) ہم سے ربیع بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زائدہ نے ہشام سے بیان کیا، ان سے فاطمہ نے، ان سے اسماء رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا۔

بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوْفِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: کسوف کی نماز مسجد میں پڑھنی چاہیے

١٠٥٥ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ يَهُوْدِيَّةً، جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ أَعَاذَكِ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُوْرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((عَائِذًا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ)). [راجع: ١٠٤٩]

(۱۰۵۵) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے امام مالک یحییٰ بن سعید انصاری سے بیان کیا، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے، ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس کچھ مانگنے آئی۔ اس نے کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ قبر کے عذاب سے بچائے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا قبر میں بھی عذاب ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا: "میں اللہ کی اس سے پناہ مانگتا ہوں۔"

١٠٥٦ـ ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا، فَكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضُحًى، فَمَرَّ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ ظَهْرَانَي الْحُجَرِ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى، وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، ثُمَّ

(۱۰۵۶) پھر رسول اللہ ﷺ ایک دن صبح کے وقت سوار ہوئے (کہیں جانے کے لیے) ادھر سورج گرہن لگ گیا اس لیے آپ واپس آ گئے، ابھی چاشت کا وقت تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے حجروں سے گزرے اور مسجد میں کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کی اقتدا میں صف باندھ کر کھڑے ہو گئے آپ ﷺ نے قیام بہت لمبا کیا

رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ وَهُوَ دُونَ السُّجُودِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. [راجع: ١٠٤٤]

رکوع بھی بہت لمبا کیا پھر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دوبارہ لمبا قیام کیا لیکن پہلے سے کم اس کے بعد رکوع بہت لمبا کیا لیکن پہلے رکوع سے کچھ کم پھر رکوع سے سر اٹھا کر آپ ﷺ سجدہ میں گئے اور لمبا سجدہ کیا۔ پھر لمبا قیام کیا اور یہ قیام بھی پہلے سے کم تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا اگرچہ یہ رکوع بھی پہلے کے مقابلہ میں کم تھا پھر آپ ﷺ رکوع سے کھڑے ہو گئے اور لمبا قیام کیا لیکن یہ قیام پھر پہلے سے کم تھا اب (چوتھا) رکوع کیا اگرچہ یہ رکوع بھی پہلے رکوع کے مقابلے میں کم تھا۔ پھر سجدہ کیا بہت لمبا لیکن پہلے سجدہ کے مقابلے میں کم۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پھر لوگوں کو سمجھایا کہ قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگیں۔

تشریح: اس حدیث اور دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا۔ اس بارے میں شارحین بخاری لکھتے ہیں:

"لعظم هوله وايضا فان ظلمة الكسوف اذا غمت الشمس تناسب ظلمة القبرو الشيء يذكر فيخاف من هذا كما يخاف من هذا ومما يستنبط منه انه يدل على ان عذاب القبر حق واهل السنة مجمعون على الايمان به والتصديق به ولا ينكره الامبتدع۔" (حاشیہ بخاری)

یعنی اس کی ہولناک کیفیت کی وجہ سے آپ نے ایسا فرمایا اور اس لئے بھی کہ سورج کی کیفیت جب اس کی روشنی غائب ہو جائے قبر کے اندھیرے سے مناسبت رکھتی ہے۔ اسی طرح ایک چیز کا ذکر دوسری چیز کے ذکر کی مناسبت سے کیا جاتا ہے اور اس سے ڈرایا جاتا ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ قبر کا عذاب حق ہے اور جملہ اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے جو عذاب قبر کا انکار کرے وہ بدعتی ہے۔ (انتہی)

بَابٌ: لَا تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ

باب: سورج گرہن کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے نہیں لگتا

رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ وَالْمُغِيرَةُ وَأَبُو مُوسَى وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ.

اس کو ابوبکرہ، مغیرہ، ابوموسیٰ اشعری، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

١٠٥٧ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الشَّمْسُ

(١٠٥٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے اسماعیل بن ابی خالد سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے قیس نے بیان کیا، ان سے ابومسعود عقبہ بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا)). [راجع: ١٠٤١]

''سورج، چاند میں گرہن کسی کی موت کی وجہ سے نہیں لگتا البتہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں، اس لیے جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھو۔''

١٠٥٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَهِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ، وَهِيَ دُونَ قِرَاءَتِهِ الْأُولَى، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ وَهُوَ دُونَ رُكُوعِهِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ يُرِيهِمَا عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ)). [راجع: ١٠٤٤]

(١٠٥٨) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری اور ہشام بن عروہ نے، انہیں عروہ بن زبیر نے، انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور لوگوں کے ساتھ نماز میں مشغول ہو گئے۔ آپ ﷺ نے لمبی قراءت کی۔ پھر رکوع کیا اور یہ بھی بہت لمبا تھا۔ پھر سر اٹھایا اور اس مرتبہ بھی دیر تک قراءت کی مگر پہلی قراءت سے کم۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے (دوسری مرتبہ) رکوع کیا بہت لمبا لیکن پہلے کے مقابلہ میں مختصر پھر رکوع سے سر اٹھا کر آپ سجدہ میں چلے گئے اور دو سجدے کئے پھر کھڑے ہوئے اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا جیسے پہلی رکعت میں کر چکے تھے اس کے بعد فرمایا: ''سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت و حیات سے نہیں لگتا۔ البتہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دکھاتا ہے، اس لیے جب تم انہیں دیکھو تو فوراً نماز کے لیے دوڑو۔''

بَابُ الذِّكْرِ فِي الْكُسُوفِ

باب: سورج گرہن میں اللہ کو یاد کرنا

رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ۔

اس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا۔

١٠٥٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَزِعًا، يَخْشَى أَنْ تَكُونَ السَّاعَةُ، فَأَتَى الْمَسْجِدَ، فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ رَأَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ وَقَالَ: ((هٰذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَا

(١٠٥٩) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے برید بن عبداللہ نے، ان سے ابو بردہ نے، ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ ایک دفعہ سورج گرہن ہوا تو نبی اکرم ﷺ بہت گھبرا کر اٹھے اس ڈر سے کہ کہیں قیامت نہ قائم ہو جائے۔ آپ ﷺ نے مسجد میں آ کر بہت ہی لمبا قیام، لمبا رکوع اور لمبے سجدوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں نے کبھی آپ ﷺ کو اس طرح کرتے نہیں دیکھا تھا۔ آپ ﷺ نے نماز کے بعد فرمایا: ''یہ نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے یہ کسی کی موت

تَكُوْنُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنْ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَافْزَعُوْا إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ)).

[مسلم: ۲۱۱۷؛ نسائي: ۱۵۰۲]

وحیات کی وجہ سے نہیں آتیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اس لیے جب تم اس طرح کی کوئی چیز دیکھو تو فوراً اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے استغفار کی طرف لپکو۔"

تشریح: قیامت کی کچھ علامات ہیں جو پہلے ظاہر ہوں گی اور پھر اس کے بعد قیامت برپا ہوگی۔ اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی حیات میں ہی قیامت ہو جانے سے ڈرے حالانکہ اس وقت قیامت کی کوئی علامت نہیں پائی جاسکتی تھی۔ اس لئے اس حدیث کے ٹکڑے کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ آپ اس طرح کھڑے ہوئے جیسے ابھی قیامت آجائے گی گویا اس سے آپ کی خشیت وخوف کی حالت بتانا مقصود ہے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر ایک خاشع وخاضع کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ اگر کبھی گھٹا دیکھتے یا آندھی چل پڑتی تو آپ ﷺ کی اس وقت بھی یہی کیفیت ہو جاتی تھی یہ صحیح ہے کہ قیامت کی ابھی علامتیں ظہور پذیر نہیں ہوئی تھیں لیکن جو اللہ تعالیٰ کی شان جلالی وقہاری میں گم ہوتا ہے وہ ایسے مواقع پر غور وفکر سے کام نہیں لے سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خود نبی کریم ﷺ کے ذریعہ جنت کی بشارت دی گئی تھی لیکن آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر حشر میں میرا معاملہ برابر سرابر ختم ہو جائے تو میں اسی پر راضی ہوں۔ اس کی وجہ بھی یہی تھی الغرض بہ نظر غور وتدبر وانصاف اگر دیکھا جائے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا چاند اور سورج گرہن کی حقیقت آپ ﷺ نے ایسے جامع لفظوں میں بیان فرمادی کہ سائنس کی موجودہ معلومات اور آئندہ کی ساری معلومات اسی ایک جملہ کے اندر مدغم ہو کر رہ گئی ہیں۔ بلا شک وشبہ جملہ اختراعات جدیدہ اور ایجادات موجودہ معلومات سائنسی سب اللہ پاک کی قدرت کی نشانیاں ہیں سب کا اولین موجد وہی ہے جس نے انسان کو ان ایجادات کے لئے ایک بیش قیمت دماغ عطا فرمادیا فتبارك الله احسن الخالقين والحمدلله رب العالمين۔

"قال الكرمانى: هذا تمثيل من الراوى كانه فزع كالخاشى ان يكون القيامة والا فكان النبى ﷺ عالما بان الساعة لاتقوم وهو بين اظهر هم وقد وعد الله اعلاء دينه على الاديان كلها ولم يبلغ الكتاب اجله"

یعنی کرمانی نے کہا کہ یہ تمثیل راوی کی طرف سے ہے گویا آپ ﷺ ایسے گھبرائے جیسے کوئی قیامت کے آنے سے ڈر رہا ہو۔ ورنہ آپ ﷺ تو جانتے تھے کہ آپ کی موجودگی میں قیامت قائم نہیں ہوگی، اللہ نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ قیامت سے پہلے آپ کا دین جملہ ادیان پر غالب آکر رہے گا اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ ابھی قیامت کے بارے میں اللہ کا نوشتہ اپنے وقت کو نہیں پہنچا ہے۔ والله اعلم بالصواب وما علينا الا البلاغ۔

بَابُ الدُّعَاءِ فِي الْكُسُوْفِ

باب: سورج گرہن میں دعا کرنا

قَالَهُ أَبُوْ مُوْسَى وَعَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کو ابو موسیٰ اور عائشہ رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

۱۰۶۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ، يَقُوْلُ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ، فَقَالَ النَّاسُ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

(۱۰۶۰) ہم سے ابو الولید طیالسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زائدہ بن قدامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زیاد بن علاقہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے کہا جس دن ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت ہوئی سورج گرہن اسی دن لگا۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ گرہن ابراہیم (نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے)

((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَادْعُوا اللَّهَ وَصَلُّوا حَتَّى يَنْجَلِيَ)). [راجع: ١٠٤٣]

کی وفات کی وجہ سے لگا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشان ہیں ان میں گرہن کسی کی موت وحیات کی وجہ سے نہیں لگتا۔ جب اسے دیکھو تو اللہ پاک سے دعا کرو اور نماز پڑھو یہاں تک کہ سورج صاف ہو جائے۔"

بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ فِي خُطْبَةِ الْكُسُوفِ: أَمَّا بَعْدُ!

باب: گرہن کے خطبہ میں امام کا امابعد کہنا

١٠٦١ـ وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ، فَحَمِدَ اللَّهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ!)). [راجع: ٨٦]

(١٠٦١) اور ابو اسامہ نے بیان کیا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے فاطمہ بنت منذر نے خبر دی، ان سے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب سورج صاف ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور آپ نے خطبہ دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی تعریف کی اس کے بعد فرمایا "امابعد!"

بَابُ الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ الْقَمَرِ

باب: چاند گرہن کی نماز پڑھنا

١٠٦٢ـ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ عَامِرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ. [راجع: ١٠٤٠]

(١٠٦٢) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن عامر نے بیان کیا اور ان سے شعبہ نے، ان سے یونس نے، ان سے حسن بصری رحمہ اللہ نے اور ان سے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

تشریح: یہاں یہ اعتراض ہوا ہے کہ یہ حدیث ترجمہ باب سے مطابقت نہیں رکھتی اس میں تو چاند کا ذکر تک نہیں ہے اور جواب یہ ہے کہ یہ روایت مختصر ہے اس روایت کی جو آگے آتی ہے اس میں صاف چاند کا ذکر ہے تو مقصود وہی دوسری روایت ہے اور اس کو اس لئے ذکر کر دیا کہ معلوم ہو جائے کہ روایت مختصر بھی مروی ہوئی ہے بعض نے کہا صحیح بخاری کے ایک نسخہ میں اس حدیث میں یوں ہے انکسف القمر دوسرے ممکن ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے اس طریق کی طرف اشارہ کیا ہو جس کو ابن ابی شیبہ نے نکالا اس میں یوں ہے انکسفت الشمس والقمر امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ ایک حدیث بیان کر کے اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور باب کا مطلب اس سے نکالتے ہیں۔ (وحیدی)

سیرت ابن حبان میں ہے کہ ۵ھ میں بھی چاند گرہن ہوا تھا اور نبی کریم ﷺ نے اس میں بھی نماز با جماعت ادا کی تھی۔ معلوم ہوا کہ چاند گرہن اور سورج گرہن ہر دو کا ایک ہی حکم ہے مگر ہمارے محترم برادران احناف چاند گرہن کی نماز کے لئے جماعت کے قائل نہیں ہیں، اس کو تنہا پڑھنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اس باب میں ان کے پاس بجز رائے قیاس کوئی دلیل پختہ نہیں ہے مگر ان کو اس پر اصرار ہے لیکن سنت رسول ﷺ کے شیدائیوں کے لئے نبی کریم ﷺ کا طور طریقہ ہی سب سے بہتر عمدہ چیز ہے۔ الحمدللہ علی ذلك۔

١٠٦٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

(١٠٦٣) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان

الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى الْمَسْجِدِ، وَثَابَ إِلَيْهِ النَّاسُ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ، فَانْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، وَإِنَّهُمَا لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ)). وَذَلِكَ أَنَّ ابْنًا لِلنَّبِيِّ ﷺ، يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ، مَاتَ فَقَالَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ. [راجع: ١٠٤٠]

کیا، کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا، ان سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے، ان سے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج گرہن لگا تو آپ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے (بڑی تیزی سے) مسجد میں پہنچے۔ صحابہ بھی جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی، گرہن بھی ختم ہو گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور ان میں گرہن کسی کی موت پر نہیں لگتا اس لیے جب گرہن لگے تو اس وقت تک نماز اور دعا میں مشغول رہو جب تک یہ صاف نہ ہو جائے۔'' یہ آپ نے اس لیے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے ایک صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات (اسی دن) ہوئی تھی اور بعض لوگ ان کے متعلق کہنے لگے تھے (کہ گرہن ان کی موت پر لگا ہے)۔

تشریح: اس حدیث میں صاف چاند گرہن کا ذکر موجود ہے اور یہی مقصد باب ہے۔

بَابُ صَبِّ الْمَرْأَةِ عَلَى رَأْسِهَا الْمَاءَ إِذَا أَطَالَ الْإِمَامُ الْقِيَامَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى

باب: جب امام گرہن کی نماز میں پہلی رکعت لمبی کردے اور کوئی عورت اپنے سر پر پانی ڈالے

تشریح: اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی حدیث بیان نہیں کی بعض نسخوں میں یہ ترجمہ باب نہیں ہے تو شاید ایسا ہوا کہ یہ باب قائم کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس میں کوئی حدیث لکھنے والے تھے مگر ان کو موقع نہ ملا یا ان کو خیال نہ رہا اور اوپر جو حدیث اسماء رضی اللہ عنہا کی کئی بار گزری اس سے اس باب کا مطلب نکل آتا ہے۔ (وحیدی)

بَابُ الرَّكْعَةِ الْأُولَى فِي الْكُسُوفِ أَطْوَلُ

باب: گرہن کی نماز میں پہلی رکعت کا لمبا کرنا

١٠٦٤ـ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمْ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي سَجْدَتَيْنِ، الْأُولَى أَطْوَلُ. [راجع: ١٠٤٤]

(۱۰۶۴) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواحمد محمد بن عبداللہ زبیری نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، ان سے عمرہ نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے سورج گرہن کی دو رکعتوں میں چار رکوع کیے اور پہلی رکعت دوسری رکعت سے لمبی تھی۔

تشریح: سورج اور چاند گرہن میں نماز باجماعت مسنون ہے مگر حنفیہ چاند گرہن میں نماز باجماعت کے قائل نہیں۔ اللہ جانے ان کو یہ فرق کرنے کی ضرورت کیسے محسوس ہوئی کہ سورج گرہن میں تو نماز باجماعت جائز ہو اور چاند گرہن میں ناجائز۔ اس فرق کے لئے کوئی واضح دلیل ہونی چاہیے تھی

بہر حال خیال اپنا اپنا نظر اپنی اپنی۔

بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْكُسُوْفِ

باب: گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کرنا

١٠٦٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ نَمِرٍ، سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَهَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ صَلَاةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَاءَتِهِ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَتِهِ كَبَّرَ فَرَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). ثُمَّ يُعَاوِدُ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوْفِ، أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ. [راجع:١٠٤٤] [مسلم: ٢٠٩٣؛ ابوداود: ١١٩٠؛ نسائي: ١٤٩٣، ١٤٩٦]

(١٠٦٥) ہم سے محمد بن مہران نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن نمر نے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب سے سنا، انہوں نے عروہ سے اور عروہ نے (اپنی خالہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے گرہن کی نماز میں قراءت بلند آواز سے کی، قراءت سے فارغ ہو کر آپ ﷺ تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے گئے جب رکوع سے سر اٹھایا تو "سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد" کہا پھر دوبارہ قراءت شروع کی۔ غرض گرہن کی دو رکعتوں میں آپ نے چار رکوع اور چار سجدے کئے۔

١٠٦٦ـ وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَغَيْرُهُ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ الشَّمْسَ، خَسَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَبَعَثَ مُنَادِيًا: الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ، فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ قَالَ: وَأَخْبَرَنِيْ عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ مِثْلَهُ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَقُلْتُ: مَا صَنَعَ أَخُوْكَ ذَلِكَ، عَبْدُاللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَا صَلَّى إِلَّا رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ إِذَا صَلَّى بِالْمَدِيْنَةِ. وَقَالَ: أَجَلْ، إِنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ. تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ ابْنُ كَثِيْرٍ وَسُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي الْجَهْرِ. [راجع: ١٠٤٤] [مسلم: ٢٠٩٢؛ نسائي: ١٤٦٤، ١٤٧٢]

(١٠٦٦) اور امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا میں نے زہری سے سنا، انہوں نے عروہ سے عروہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں سورج گرہن لگا تو آپ نے ایک آدمی سے اعلان کرا دیا کہ نماز ہونے والی ہے پھر آپ نے دو رکعتیں چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ پڑھیں۔ ولید بن مسلم نے بیان کیا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن نمر نے خبر دی اور انہوں نے ابن شہاب سے سنا، اسی حدیث کی طرح زہری (ابن شہاب) نے بیان کیا کہ اس پر میں نے (عروہ سے) پوچھا کہ پھر تمہارے بھائی عبداللہ بن زبیر نے جب مدینہ میں کسوف کی نماز پڑھائی تو انہوں نے کیوں ایسا کیا کہ جس طرح صبح کی نماز پڑھی جاتی ہے، اسی طرح یہ نماز کسوف انہوں نے پڑھائی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں انہوں نے سنت کے خلاف کیا۔ عبدالرحمٰن بن نمر کے ساتھ اس حدیث کو سلیمان بن کثیر اور سفیان بن حسین نے بھی زہری سے روایت کیا، اس میں پکار کر قراءت کرنے کا بیان ہے۔

تشریح: یعنی سنت یہ تھی کہ گرہن کی نماز میں ہر رکعت میں دو رکوع کرتے دو قیام مگر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے جو صبح کی نماز کی طرح اس میں ہر رکعت میں ایک رکوع کیا اور ایک ہی قیام تو یہ ان کی غلطی ہے وہ چوک گئے طریقہ سنت کے خلاف کیا۔ عبدالرحمٰن بن نمر کے بارے میں لوگوں نے کلام کیا ہے

گوزہری وغیرہ نے اس کو ثقہ کہا ہے مگر یحیٰی بن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کا ضعف رفع کرنے کے لئے یہ بیان فرما کر کہ عبدالرحمٰن کی متابعت سلیمان بن کثیر اور سفیان بن حصین نے بھی کی ہے مگر متابعت سے حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ حافظ نے کہا کہ ان کے سوا عقیل اور اسحاق بن راشد نے بھی عبدالرحمٰن بن نمر کی متابعت کی ہے۔ سلیمان بن کثیر کی روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور سفیان بن حصین کی روایت کو ترمذی اور طحاوی نے عقیل کی روایت کو بھی طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور اسحاق بن راشد کی روایت کو دارقطنی نے وصل کیا ہے۔ (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

"وقد ورد الجهر فيها عن علی مرفوعا اخرجه ابن خزيمة وغيره وبه قال صاحبا ابی حنيفة واحمد واسحاق وابن خزيمة وابن المنذر وغيرهما من الشافعية وابن العربی۔"(فتح الباری)

یعنی کسوف میں جہری قراءت کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور موقوفاً ابن خزیمہ نے روایت کی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد اور اسحاق اور ابن خزیمہ اور ابن منذر اور ابن عربی وغیرہ بھی جہر کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم۔

جهر النبی ﷺ فی صلوٰة الخسوف بقراء ته کے ذیل میں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: هذا نص فی ان قراء ته ﷺ فی صلوٰة كسوف الشمس كانت جهرا لا سرا وهو يدل على ان السنة فی صلوة الكسوف هی الجهر بالقراء ة لا سرا ويدل لذلك ايضا حديث اسماء عندالبخاری قال الزيلعی فی نصب الراية ، ص: ٢٣٢/ ج:٢ والحافظ فی الدراية ص:١٣٧ وابن الهمام فی فتح القدير والعينی فی البناية وللبخاری من حديث اسماء بنت ابی بكر قالت جهر النبی ﷺ فی صلوة الكسوف انتهی ويدل له ايضا ماروی ابن خزيمة والطحاوی عن علی مرفوعا وموقوفا من الجهر بالقراء ة فی صلوة الكسوف قال الطحاوی بعد رواية الحديث عن علی موقوفا ولولم يجهر النبی ﷺ حين صلی علی معه لما جهر علی ايضا لانه علم انه السنة فلم يترك الجهر والله اعلم۔"

(مرعاة ج: ٢/ ص:٣٧٥)

یعنی یہ حدیث اس امر پر نص ہے کہ کسوف شمس کی نماز میں نبی کریم ﷺ کی قراءت جہری تھی سری نہ تھی اور یہ دلیل ہے کہ صلوٰۃ کسوف میں جہری قراءت سنت ہے نہ کہ سری اور اس پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی دلیل ہے۔ زیلعی نے اپنی کتاب نصب الرایہ، ج:۲/ص:۲۳۲ پر اور حافظ نے درایہ، ص:۱۳۷ پر اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور عینی نے بنایہ میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے لئے حدیث اسماء بنت ابی بکر بھی دلیل ہے جس میں ان کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسوف کی نماز میں جہری قراءت کی تھی اور ابن خزیمہ اور طحاوی میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے مرفوعاً اور موقوفاً ہر دو طرح سے نماز کسوف کی نماز میں قراءت کی دلیل موجود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ذکر فرما کر امام طحاوی نے فرمایا کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ کسوف کی نماز ادا کی تھی اس وقت نبی کریم ﷺ جہری قراءت نہ فرماتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنی نماز میں جہری قراءت نہ کرتے۔ وہ بلاشک جانتے تھے کہ جہری سنت ہے، اس لئے انہوں نے اسے ترک نہیں کیا اور سنت نبوی کے مطابق جہری قراءت کے ساتھ اسے ادا فرمایا۔

اس بارے میں کچھ علمائے متقدمین نے اختلافات بھی کئے ہیں مگر دلائل قویہ کی رو سے ترجیح جہری قراءت ہی کو حاصل ہے:

"وقال فی السيل الجرار: رواية الجهر اصح واكثرو راوی الجهر مثبت وهو مقدم علی النافی وتاول بعض الحنفية حديث عائشة بانه ﷺ جهر بآية او آيتين قال فی البدائع: نحمل ذلك علی انه جهر ببعضها اتفاقا كما روی ان النبی ﷺ كان يسمع الاية والايتين فی صلوة الظهر احيانا انتهی وهذا تاويل باطل لان عائشة كانت تصلی فی حجرتها قريبا من القبلة وكذا اختها اسماء ومن كان كذلك لا يخفی عليه قراء ة النبی ﷺ فلو كانت قراء ته سرا وكان يجهر باية وآيتين

احیانا کما فعل لذلك فی صلوۃ الظھر لما عبرت عن ذلك بانه کان جھر بالقراءۃ فی صلوۃ الکسوف کما لم یقل احد ممن روی قراءته فی صلوۃ الظھر انه جھر فیھا بالقراءۃ۔

حوالہ مذکورہ یعنی سیل جرار میں کہا کہ جہر کی روایت صحیح اور اکثر ہیں اور جہر کی روایت کرنے والا راوی مثبت ہے جو نفی کرنے والے پر اصولاً مقدم ہے بعض حنفیہ نے یہ تاویل کی ہے کہ آپ ﷺ نے بعض آیات کو جہر سے پڑھ دیا تھا جیسا کہ آپ ﷺ بعض دفعہ ظہر کی نماز میں بھی بعض آیات جہر سے پڑھ دیا کرتے تھے پس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں جہری سے یہی مراد ہے اور یہ تاویل بالکل باطل ہے کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن اسماء رضی اللہ عنہا قبلہ کے قریب اپنے حجروں میں نماز پڑھتی تھیں اور جو ایسا ہو اس پر نبی کریم ﷺ کی قراءت مخفی رہ سکتی ہے پس اگر آپ ﷺ کی قراءت کسوف کی نماز میں سری ہوتی اور آپ کبھی کبھار کوئی آیت ظہر کی طرح پڑھ دیا کرتے تو عائشہ رضی اللہ عنہا اسماء رضی اللہ عنہا سے جہری قراءت سے نہ تعبیر کرتیں جیسا کہ آپ کے نماز ظہر میں بعض آیات کو جہری پڑھ دینے سے کسی نے بھی اس کو جہری قراءت پر محمول نہیں کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[أَبْوَابُ سُجُوْدِ الْقُرْآنِ]

سجودِ قرآن کے مسائل کا بیان

تشریح: سجدۂ تلاوت اکثر ائمہ کے نزدیک سنت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں واجب ہے۔ اہلحدیث کے نزدیک قرآن شریف میں پندرہ جگہ سجدۂ تلاوت ہے۔ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورۂ ص میں سجدہ نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورۂ حج میں ایک ہی سجدہ ہے حالانکہ صاف روایت موجود ہے کہ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں جو یہ دو سجدہ نہ کرے وہ اس سورت کو نہ پڑھے بہر حال اپنا اپنا خیال اور اپنی اپنی ذمہ داری ہے۔ سجدۂ تلاوت میں یہ دعا ماثور ہے: ''سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ۔''

بَابُ مَا جَاءَ فِي سُجُوْدِ الْقُرْآنِ وَسُنَّتِهَا

باب: سجدۂ تلاوت اور اس کے سنت ہونے کا بیان

١٠٦٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الأَسْوَدَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ النَّجْمَ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ فِيْهَا، وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ، غَيْرَ شَيْخٍ أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ، وَقَالَ: يَكْفِيْنِيْ هَذَا. فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ قُتِلَ كَافِرًا. [أطرافه في: ١٠٧٠، ٣٨٥٣، ٣٩٧٢، ٤٨٦٣]

(١٠٦٧) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا اور ان سے ابواسحاق نے انہوں نے کہا کہ میں نے اسود سے سنا انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ مکہ میں نبی کریم ﷺ نے سورۂ النجم کی تلاوت کی اور سجدۂ تلاوت کیا آپ کے پاس جتنے آدمی تھے (مسلمان اور کافر) ان سب نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا البتہ ایک بوڑھا شخص (امیہ بن خلف) اپنے ہاتھ میں کنکری یا مٹی اٹھا کر اپنی پیشانی تک لے گیا اور کہا میرے لیے یہی کافی ہے میں نے دیکھا کہ بعد میں وہ بوڑھا کافر ہی رہ کر مارا گیا۔

[مسلم: ١٢٩٧؛ ابوداود: ١٤٠٦؛ نسائي: ٩٥٨]

تشریح: شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے سورۂ نجم کی تلاوت کی تو مشرکین اس درجہ مقہور و مغلوب ہو گئے کہ آپ ﷺ نے آیت سجدہ پر سجدہ کیا تو مسلمانوں کے ساتھ وہ بھی سجدہ میں چلے گئے۔ اس باب میں یہ تاویل سب سے زیادہ مناسب اور واضح ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب فرعون کے بلائے ہوئے جادوگروں کے مقابلہ میں آپ کا عصا سانپ ہو گیا اور ان شعبدوں کی حقیقت کھل گئی تو سارے جادوگر سجدہ میں پڑ گئے۔ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے مدہوش و مغلوب ہو گئے تھے۔ اس وقت انہیں اپنے اوپر قابو نہ رہا تھا اور سب بیک زبان بول اٹھے تھے کہ امنا برب موسیٰ وھارون یہی کیفیت مشرکین مکہ کی ہو گئی تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور ہم نے سجدہ کیا دارقطنی کی روایت میں ہے کہ جن وانس تک نے سجدہ کیا۔ جس بوڑھے نے سجدہ نہیں کیا تھا وہ امیہ بن خلف تھا۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واما المصنف فی روایة اسرائیل ان النجم، اول سورة انزلت فیها سجدة وهذا هو السر فی بداٰة المصنف فی هذا الابواب بهذا الحدیث۔"

یعنی مصنف نے روایت اسرائیل میں بتایا کہ سورۂ نجم پہلی سورت ہے جس میں سجدہ نازل ہوا یہاں بھی ان ابواب کو اسی حدیث سے شروع کرنے میں یہی بھید ہے یوں تو سجدہ سورۂ اقرا میں اس سے پہلے بھی نازل ہو چکا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا کھل کر اعلان فرمایا وہ یہی سورۂ نجم ہے اور اس میں یہ سجدہ ہے "ان المراد اول سورة فیها سجدة تلاها جهرا علی المشرکین۔" (فتح الباری)

بَابُ سَجْدَةِ تَنْزِيلُ السَّجْدَةُ

باب: سورۂ الم تنزیل میں سجدہ کرنا

١٠٦٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ: ﴿الٓمٓ تَنْزِيلُ﴾ السَّجْدَةُ وَ ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾ [راجع: ٨٩١]

(١٠٦٨) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، انہوں نے سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف سے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن ہرمز اعرج نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل السجدة اور هل اتی علی الانسان (سورۂ دہر) پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: یہ حدیث ترجمہ باب کے مطابق نہیں ہے مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی وسعت نظری کی بنا پر اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کر دیا جسے طبرانی نے معجم صغیر میں نکالا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں سورۂ الم تنزیل کی تلاوت فرمائی اور سجدہ تلاوت کیا یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ کی شرائط پر نہ تھی۔ اس لیے یہاں صرف یہ روایت لائے جس میں خالی پہلی رکعت میں الم تنزیل پڑھنے کا ذکر ہے اس میں بھی یہ اشارہ ہے کہ اگرچہ احادیث میں سجدہ تلاوت کا ذکر نہیں مگر اس میں سجدہ تلاوت ہے لہٰذا اعلاناً آپ نے سجدہ بھی کیا ہوگا۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لم ارفی شيء من الطرق التصریح بانه ﷺ سجد لما قرا سورة تنزیل السجدة فی هذا المحل الا فی کتاب الشریعة لابن ابی داود من طریق اخری عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال: غدوت علی النبی ﷺ یوم الجمعة فی صلوة الفجر فقرأ سورة فیها سجدة فسجد الحدیث وفی اسناده من ینظر فی حاله وللطبرانی فی الصغیر من حدیث علی ان النبی ﷺ سجد فی صلوة الصبح فی تنزیل السجدة لکن فی اسناده ضعف۔"

یعنی میں نے صراحتاً کسی روایت میں یہ نہیں پایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس مقام پر (یعنی نماز فجر میں) سورۂ الم تنزیل سجدہ کو پڑھا آپ نے یہاں سجدہ کیا ہو ہاں کتاب الشریعہ ابن ابی داؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے ایک جمعہ کے دن فجر کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ادا کی اور آپ نے سجدہ والی سورت پڑھی اور سجدہ کیا۔ طبرانی میں حدیث علی رضی اللہ عنہ میں یہ وضاحت موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں یہ سورت پڑھی اور سجدہ کیا۔ ان سورتوں کے فجر کی نماز میں جمعہ کے دن بلاناغہ پڑھنے میں بھید یہ ہے کہ ان میں پیدائش آدم پھر قیامت کے واقع ہونے کا ذکر ہے آدم کی پیدائش جمعہ کے ہی دن ہوئی اور قیامت بھی جمعہ کے ہی دن قائم ہوگی ؟ [illegible] کے دن نماز فجر میں ان ہر دو سورتوں کو ہمیشگی کے ساتھ پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ بھی ثابت شدہ امر ہے کہ سورت الم تنزیل [illegible] ت ہے پس یہ ممکن نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سورہ مبارکہ کو پڑھیں اور سجدہ تلاوت نہ کریں۔ پھر طبرانی وغیرہ میں صراحت کے ساتھ اس [illegible] ی موجود ہے اس تفصیل کے بعد علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے جو نفی

فرمائی ہے وہ اسی حقیقت بیان کردہ کی روشنی میں مطالعہ کرنی چاہیے۔

بَابُ سَجْدَةِ صٓ

باب: سورۂ ص میں سجدہ کرنا

١٠٦٩۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَأَبُو النُّعْمَانِ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ﴿صٓ﴾ لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ، وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْجُدُ فِيهَا. [طرفه في: ٣٤٢٢] [ابو داود: ١٤٠٩؛ ترمذي: ٥٧٧]

(١٠٦٩) ہم سے سلیمان بن حرب اور ابوالنعمان بن فضل نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سورۂ ص کا سجدہ کچھ تاکیدی سجدوں میں سے نہیں ہے اور میں نے نبی کریم ﷺ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔

تشریح: نسائی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورۂ ص میں سجدہ کیا اور فرمایا کہ یہ سجدہ داؤد علیہ السلام نے توبہ کے لئے کیا تھا ہم شکر کے طور پر یہ سجدہ کرتے ہیں اس حدیث میں "ليس من عزائم السجود" کا بھی یہی مطلب ہے کہ سجدہ تو داؤد علیہ السلام کا تھا انہیں کی سنت پر ہم بھی شکر کے لیے یہ سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کر لی۔

"والمراد بالعزائم ما وردت العزيمة على فعله كصيغة الامر...... الخ۔" (فتح الباری) یعنی عزائم سے مراد وہ جن کے لیے صیغہ امر کے ساتھ تاکید وارد ہوئی ہو سورت ص کا سجدہ ایسا نہیں ہے، ہاں بطور شکر سنت ضروری ہے۔

بَابُ سَجْدَةِ النَّجْمِ

باب: سورۂ نجم میں سجدہ کا بیان

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

١٠٧٠۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ سُوْرَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا، فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ إِلَّا سَجَدَ، فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ، فَرَفَعَهُ إِلَى وَجْهِهِ وَقَالَ: يَكْفِيْنِي هٰذَا، قَالَ عَبْدُاللّٰهِ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا. [راجع: ١٠٦٧]

(١٠٧٠) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے، ابواسحاق سے بیان کیا، ان سے اسود نے، ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے سورۂ النجم کی تلاوت کی اور اس میں سجدہ کیا اس وقت قوم کا کوئی فرد (مسلمان اور کافر) بھی ایسا نہ تھا جس نے سجدہ نہ کیا ہو۔ البتہ ایک شخص نے ہاتھ میں کنکری یا مٹی لے کر اپنے چہرہ تک اٹھائی اور کہا کہ میرے لیے یہی کافی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت ہی میں قتل ہوا۔ (یہ امیہ بن خلف تھا)

تشریح: اس حدیث سے سورۂ والنجم میں سجدۂ تلاوت بھی ثابت ہوا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فلعل جميع من وفق للسجود يومئذ ختم له بالحسنىٰ فاسلم لبركة السجود۔" یعنی جن لوگوں نے اس دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ سجدہ کر لیا (خواہ ان میں سے کافروں کی نیت کچھ بھی ہو بہر حال) ان کو سجدہ کی برکت سے اسلام لانے کی توفیق ہوئی اور ان کا خاتمہ اسلام پر ہوا۔ بعد کے واقعات سے ثابت ہے کہ کفار مکہ بڑی تعداد میں مسلمان ہو گئے تھے جن میں یقیناً اس موقعہ پر یہ سجدہ کرنے والے بھی شامل ہیں۔ مگر امیہ بن خلف نے آج بھی سجدہ نہیں کیا بلکہ رسماً مٹی کو ہاتھ میں لے کر سر سے لگا لیا اس تکبر کی وجہ سے اس کو اسلام نصیب

نہیں ہوا۔ آخر کفر کی ہی حالت میں وہ مارا گیا۔

خلاصہ یہ کہ سورۂ نجم میں بھی سجدہ ہے اور یہ عزائم السجود میں شمار کرلیا گیا ہے یعنی جن سجدوں کا ادا کرنا ضروری ہے: "وعن علي ما ورد الامر فيه بالسجود عزيمة۔" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن آیات میں سجدہ کرنے کا حکم صادر ہوا ہے وہ سجدے ضروری ہیں (فتح) مگر ضروری کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ وہ فرض واجب ہوں جب کہ سجدۂ تلاوت سنت کے درجہ میں ہے یہ امر علیحدہ ہے کہ ہر سنت نبوی پر عمل کرنا ہر ایک مسلمان کے لیے سعادت دارین کا واحد وسیلہ ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

بَابُ سُجُوْدِ الْمُسْلِمِيْنَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ

باب: مسلمانوں کا مشرکوں کے ساتھ سجدہ کرنا

وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ لَيْسَ لَهُ وُضُوْءٌ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَسْجُدُ عَلَى غَيْرِ وُضُوْءٍ.

حالانکہ مشرک ناپاک ہے اس کو وضو کہاں سے آیا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بے وضو سجدہ کیا کرتے تھے۔

تشریح: اس کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سواری سے اتر کر استنجا کرتے پھر سوار ہوتے اور تلاوت کا سجدہ بے وضو کرتے۔ قسطلانی نے کہا کہ شعبی کے سوا اور کوئی ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ اس مسئلہ میں موافق نہیں ہوا بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک ثابت ہوا کہ بغیر وضو یہ سجدہ کیا جاسکتا ہے "استدل بذالك على جواز السجود بلا وضوء عند وجود المشقة بالماء بالوضوء۔" (فتح الباری) یعنی جب وضو کرنا مشکل ہو تو یہ سجدہ بغیر وضو جائز ہے۔

١٠٧١ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالإِنْسُ رَوَاهُ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوْبَ. [طرفه في: ٤٨٦٢] [ترمذي: ٥٧٥]

(١٠٧١) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے سورۂ النجم میں سجدہ کیا تو مسلمانوں، مشرکوں اور جن و انس سب نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ اس حدیث کی روایت ابراہیم بن طہمان نے بھی ایوب سختیانی سے کی ہے۔

تشریح: ظاہر ہے کہ مسلمان بھی اس وقت سب باوضو نہ ہوں گے اور مشرکوں کے وضو کا تو کوئی سوال ہی نہیں پس بے وضو سجدہ کرنے کا جواز نکلا اور امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَسْجُدْ

باب: سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ نہ کرنا

١٠٧٢ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيْعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ، عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ عَطَاءِ

(١٠٧٢) ہم سے سلیمان بن داؤد ابوالربیع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یزید بن خصیفہ نے خبر دی، انہیں (یزید بن عبداللہ) ابن قسیط نے، اور انہیں عطاء بن یسار نے

ابْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَزَعَمَ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ: ﴿وَالنَّجْمِ﴾ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا [طرفه في: ١٠٧٣]

[مسلم: ١٢٩٨؛ ابوداود: ١٤٠٤؛ ترمذي: ٥٧٦؛ نسائي: ٩٥٩]

کہ انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ آپ نے یقین کے ساتھ اس امر کا اظہار کیا کہ نبی ﷺ کے سامنے سورۂ نجم کی تلاوت آپ نے کی تھی اور نبی کریم ﷺ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

تشریح: آپ کے اس وقت سجدہ نہ کرنے کی کئی وجوہ ہیں۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اوترك حينئذ لبيان الجواز وهذا ارجع الاحتمالات وبه جزم الشافعی۔" (فتح) یعنی آپ نے سجدہ اس لیے نہیں کیا کہ اس کا ترک بھی جائز ہے اسی تاویل کو ترجیح حاصل ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی خیال ہے۔

١٠٧٣۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا. [طرفه في: ١٠٧٢]

(١٠٧٣) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن عبداللہ بن قسیط نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے، ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سورۂ نجم کی تلاوت کی اور آپ ﷺ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

تشریح: اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت کچھ واجب نہیں ہے بعض نے کہا کہ اس کا رد منظور ہے جو کہتا ہے کہ مفصل سورتوں میں سجدہ نہیں ہے کیونکہ سجدہ کرنا فوراً واجب نہیں تو سجدہ ترک کرنے سے یہ نہیں نکلتا ہے کہ سورۃ النجم میں سجدہ نہیں ہے۔ جو لوگ سجدۂ تلاوت کو واجب کہتے ہیں وہ بھی فوراً سجدہ کرنا ضروری نہیں جانتے۔ ممکن ہے آپ نے بعد کو سجدہ کر لیا ہو۔ بزار اور دار قطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نکالا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے والنجم میں سجدہ کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔

بَابُ سَجْدَةِ: ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾

باب: سورۂ ﴿انشقاق﴾ میں سجدہ کرنا

١٠٧٤ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُعَاذُ ابْنُ فَضَالَةَ، قَالَا حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَرَأَ: ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ فَسَجَدَ بِهَا فَقُلْتُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، أَلَمْ أَرَكَ تَسْجُدُ؟ قَالَ: لَوْ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ لَمْ أَسْجُدْ. [راجع: ٧٦٦]

[مسلم: ١٢٩٩]

(١٠٧٤) ہم سے مسلم بن ابراہیم اور معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن ابی عبداللہ دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سورۂ ﴿اذا السماء انشقت﴾ پڑھتے دیکھا۔ آپ نے اس میں سجدہ کیا میں نے کہا: یا اباہریرہ! کیا میں نے آپ کو سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر میں نبی کریم ﷺ کو سجدہ کرتے نہ دیکھتا تو میں بھی نہ کرتا۔

بَابُ مَنْ سَجَدَ لِسُجُودِ الْقَارِئِ

باب: سننے والا اسی وقت سجدہ کرے جب پڑھنے

والا کرے

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: لِتَمِيْمِ بْنِ حَذْلَمٍ - وَهُوَ غُلَامٌ- فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً، فَقَالَ: اسْجُدْ فَإِنَّكَ إِمَامُنَا فِيْهَا.

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمیم بن حذلم سے کہا۔ وہ لڑکا تھا اس نے سجدے کی آیت پڑھی۔ سجدہ کر۔ کیونکہ اس سجدے میں تو ہمارا امام ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ سننے والے کو جب سجدہ کرنا چاہیے کہ پڑھنے والا بھی کرے اگر سجدہ پڑھنے والا نہ کرے تو سننے والے پر بھی لازم نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا شاید یہی مذہب ہے اور جمہور علما کا یہ قول ہے کہ سننے والے پر ہر طرح سجدہ ہے اگر چہ پڑھنے والا بے وضو یا نابالغ یا کافر یا عورت یا تارك الصلوٰۃ ہو یا نماز پڑھ رہا ہو۔ (وحیدی)

١٠٧٥ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى، قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّوْرَةَ فِيْهَا السَّجْدَةُ، فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ، حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَوْضِعَ جَبْهَتِهِ. [طرفاه في: ١٠٧٦، ١٠٧٩] [مسلم: ١٢٩٥؛ ابوداود: ١٤١٢]

(۱۰۷۵) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے نافع نے بیان کیا، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ہماری موجودگی میں آیت سجدہ پڑھتے اور سجدہ کرتے تو ہم بھی آپ کے ساتھ (ہجوم کی وجہ سے) اس طرح سجدہ کرتے کہ پیشانی رکھنے کی جگہ بھی نہ ملتی جس پر سجدہ کرتے۔

بَابُ ازْدِحَامِ النَّاسِ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ السَّجْدَةَ

باب: امام جب سجدہ کی آیت پڑھے اور لوگ ہجوم کریں تو بہر حال سجدہ کرنا چاہیے

١٠٧٦ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ فَنَزْدَحِمُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا لِجَبْهَتِهِ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ . [راجع:١٠٧٥]

(۱۰۷۶) ہم سے بشر بن آدم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبیداللہ عمری نے خبر دی، انہیں نافع نے اور نافع کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ آیت سجدہ کی تلاوت اگر ہماری موجودگی میں کرتے تو آپ کے ساتھ ہم بھی سجدہ کرتے تھے۔ اس وقت اتنا ازدھام ہو جاتا کہ سجدہ کے لیے پیشانی رکھنے کی بھی جگہ نہ ملتی جس پر سجدہ کرنے والا سجدہ کر سکے۔

تشریح: اسی حدیث سے بعض نے یہ نکالا کہ جب پڑھنے والا سجدہ کرے تو سننے والا بھی کرے گویا اس سجدے میں سننے والا مقتدی ہے اور پڑھنے والا امام ہے۔ بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جب لوگوں کا بہت ہجوم ہو تو تم میں کوئی اپنے بھائی کی پشت پر بھی سجدہ کر سکتا ہے۔ قسطلانی نے کہا جب ہجوم کی حالت میں فرض نماز میں پیٹھ پر سجدہ کرنا جائز ہوا تو تلاوت قرآن پاک کا سجدہ ایسی حالت میں بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُوْجِبِ السُّجُوْدَ

باب: اس شخص کی دلیل جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں کیا

وَقِيلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: الرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا؟ قَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَلَهَا؟ كَأَنَّهُ لَا يُوجِبُهُ عَلَيْهِ. وَقَالَ سَلْمَانُ: مَا لِهَذَا غَدَوْنَا وَقَالَ عُثْمَانُ: إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلَى مَنِ اسْتَمَعَهَا. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لَايَسْجُدُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ طَاهِرًا، فَإِذَا سَجَدْتَ وَأَنْتَ فِي حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، فَإِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ. وَكَانَ السَّائِبُ ابْنُ يَزِيْدَ لَا يَسْجُدُ بِسُجُوْدِ الْقَاصِّ.

اور عمران بن حصین صحابی سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو آیت سجدہ سنتا ہے مگر وہ سننے کی نیت سے نہیں بیٹھا تھا تو کیا اس پر سجدہ واجب ہے؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا اگر وہ اس نیت سے بیٹھا بھی ہوتو کیا، گویا انہوں نے سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں سمجھا۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم سجدہ تلاوت کے لیے نہیں آئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سجدہ ان کے لیے ضروری ہے جنہوں نے آیت سجدہ قصد سے سنی ہو۔ زہری نے فرمایا کہ سجدہ کے لیے طہارت ضروری ہے اگر کوئی سفر کی حالت میں نہ ہو بلکہ گھر پر ہوتو سجدہ قبلہ رو ہو کر کیا جائے گا اور سواری پر قبلہ رو ہونا ضروری نہیں جدھر بھی رخ ہو (اسی طرف سجدہ کر لینا چاہیے) سائب بن یزید واعظوں وقصہ خوانوں کے سجدہ کرنے پر سجدہ نہ کرتے۔

تشریح: ہوا یہ کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں پر سے گزرے جو بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے نہیں کیا تو لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تب انہوں نے یہ کہا۔ (رواہ عبدالرزاق)

١٠٧٧ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ الْهُدَيْرِ التَّيْمِيِّ- قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَكَانَ رَبِيعَةُ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ- عَمَّا حَضَرَ رَبِيعَةُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِسُورَةِ النَّحْلِ حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ، حَتَّى إِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ قَرَأَ بِهَا حَتَّى إِذَا جَاءَ تِ السَّجْدَةَ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا نَمُرُّ بِالسُّجُودِ فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ، وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ. وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ وَزَادَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَفْرِضِ السُّجُودَ إِلَّا أَنْ نَشَاءَ.

(١٠٧٧) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی اور انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے ابوبکر بن ابی ملیکہ نے خبر دی، انہیں عثمان بن عبدالرحمٰن تیمی نے اور انہیں ربیعہ بن عبداللہ بن ہدیر تیمی نے کہا کہ ابوبکر بن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ ربیعہ بہت اچھے لوگوں میں سے تھے۔ ربیعہ نے وہ حال بیان کیا جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں انہوں نے دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن منبر پر سورۂ نحل پڑھی جب سجدہ کی آیت ﴿ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ ﴾ آخر تک پہنچے تو منبر پر سے اترے اور سجدہ کیا تو لوگوں نے بھی ان کے ساتھ سجدہ کیا۔ دوسرے جمعہ کو پھر یہی سورت پڑھی جب سجدہ کی آیت پر پہنچے تو کہنے لگے لوگو! ہم سجدہ کی آیت پڑھتے چلے جاتے ہیں پھر جو کوئی سجدہ کرے اس نے اچھا کیا اور جو کوئی نہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا اور نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدۂ تلاوت فرض نہیں کیا ہماری خوشی پر رکھا۔

تشریح: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "واقوی الادلة علی نفی الوجوب حدیث عمر المذکور فی هذا الباب۔" یعنی اس بات کی قوی دلیل کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو یہاں اس باب میں مذکور ہوئی اکثر ائمہ وفقہا اسی کے قائل ہیں کہ سجدۂ تلاوت ضروری نہیں بلکہ صرف سنت ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ فِي الصَّلَاةِ فَسَجَدَ بِهَا

باب: جس نے نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی اور نماز ہی میں سجدہ کیا

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے مالکیہ پر رد کرنا ہے جو سجدہ کی آیت نماز میں پڑھنا مکروہ جانتے ہیں۔

١٠٧٨۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ:سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ فَسَجَدَ فَقُلْتُ: مَا هَذِهِ قَالَ: سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ فِيهَا حَتَّى أَلْقَاهُ. [راجع: ٧٦٦]

(١٠٧٨) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا۔ کہا کہ ہم سے بکر بن عبداللہ مزنی نے بیان کیا، ان سے ابورافع نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عشاء پڑھی۔ آپ نے ﴿اذا السماء انشقت﴾ کی تلاوت کی اور سجدہ کیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ انہوں نے اس کا جواب دیا کہ میں نے اس میں ابوالقاسم ﷺ کی اقتدا میں سجدہ کیا تھا اور ہمیشہ سجدہ کرتا رہوں گا تا آنکہ آپ سے جاملوں۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَجِدْ مَوْضِعًا لِلسُّجُوْدِ مِنَ الزِّحَامِ

باب: جو شخص ہجوم کی وجہ سے سجدہ تلاوت کی جگہ نہ پائے

١٠٧٩۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ السُّوْرَةَ الَّتِي فِيهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهِ. [راجع: ١٠٧٥]

(١٠٧٩) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے، اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کسی ایسی سورت کی تلاوت کرتے جس میں سجدہ ہوتا پھر آپ سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے یہاں تک کہ ہم میں کسی کو اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہ ملتی (معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں سجدہ نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے)۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّقْصِيرِ وَكَمْ يُقِيمُ حَتَّى يُقَصِّرَ

باب: نماز میں قصر کرنے کا بیان اور اقامت کی حالت میں کتنی مدت تک قصر کرسکتا ہے

تشریح: قصر کے معنی کم کرنا یہاں حالت سفر میں چار رکعت والی فرض نماز کو کم کر کے دو رکعت پڑھنا مراد ہے ہجرت کے چوتھے سال قصر کی اجازت نازل ہوئی مغرب اور فجر کی فرض نمازوں میں قصر نہیں ہے اور ایسے سفر میں قصر جائز نہیں جو سفر گناہ کی نیت سے کیا جائے کوئی مسلمان ہو کر چوری کرنے یا زنا کرنے کے لیے سفر کرے تو اس کے لیے قصر کی اجازت نہیں ہے۔ امام شافعی اور امام احمد اور امام مالک اور علما کا یہی فتویٰ ہے دیکھو تسہیل القاری ص ۶۷۸۔ قرآن مجید میں قصر نماز کا ذکر ان لفظوں میں ہے:

﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ الآیۃ۔ (۴/ النساء:۱۰۱)

یعنی ''اگر حالت سفر میں تم کو کافروں کی طرف سے خوف ہو تو اس وقت نماز قصر کرنے پر تم پر گناہ نہیں۔'' اس کے متعلق یہ روایت وضاحت کے لیے کافی ہے۔

"عن يعلى بن امية: قال قلت لعمر بن خطاب: ليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة ان خفتم ان يفتنكم الذين كفروا فقد امن الناس عن ذلك فقال عجبت مما عجبت منه فسالت رسول الله ﷺ فقال صدقه تصدق الله عليكم فاقبلوا صدقته۔" (رواه مسلم)

یعنی یعلی بن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت مذکورہ کے بارے میں کہا اب تو لوگ امن میں ہیں پھر قصر کا کیا معنی اس پر آپ نے بتلایا کہ مجھے بھی تم جیسا تردد ہوا تھا تو میں نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ اب سفر میں نماز قصر کرنا یہ اللہ کی طرف سے تمہارے لیے صدقہ ہے پس مناسب ہے کہ اس کا صدقہ قبول کرو۔ اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ اب نماز قصر کرنے کے سفر میں دشمن سے خوف کی قید نہیں ہے نبی کریم ﷺ نے بسا اوقات حالت سفر میں جبکہ آپ کو امن حاصل تھا نماز فرض قصر کر کے پڑھائی پس ارشاد باری ہے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۳۳/ الاحزاب:۲۱) یعنی تمہارے لیے رسول کریم ﷺ کا عمل بہترین نمونہ ہے نیز اللہ نے فرمایا: ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (۲/ البقرۃ:۱۸۵) یعنی اللہ پاک تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے دشواری نہیں چاہتا۔

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ سفر میں نماز قصر کے واجب یا سنت ہونے میں علما کا اختلاف ہے۔ امام شافعی اور مالک بن انس اور اکثر علما نے قصر کرنے اور پوری پڑھنے ہر دو کو جائز قرار دیا ہے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ قصر افضل ہے ان حضرات کی دلیل بہت سی احادیث مشہور ہیں جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہیں جن میں مذکور ہے کہ صحابۂ کرام رسول کریم ﷺ کے ساتھ سفر کرتے ان میں بعض لوگ قصر کرتے بعض نماز پوری ادا کرتے بعض ان میں روزہ رکھتے بعض روزہ چھوڑ دیتے اور ان میں آپس میں کوئی ایک دوسرے پر اعتراض نہ کرتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

سے بھی سفر میں پوری نماز ادا کرنا منقول ہے۔

بعض علما قصر کو واجب جانتے ہیں ان میں حضرت عمر حضرت علی اور جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم داخل ہیں اور حضرت امام مالک اور حضرت امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ المحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں:

"قلت من شان متبعی السنن النبویة ومقتضی الاثار المصطفویه ان یلازموا القصر فی السفر کما لازمه ﷺ ولو کان القصر غیر واجب فاتباع السنة فی القضر فی السفر هو المتعین ولا حاجة لهم ان یتموا فی السفر ویتاولوا کما تاولت عائشة وتاول عثمان هذا ما عندی والله اعلم۔" (تحفة الاحوذی ص:۳۸۳)

یعنی سنن نبوی ﷺ کے فدائیوں کے لیے ضروری ہے کہ سفر میں قصر ہی کو لازم پکڑیں۔ اگر چہ یہ غیر واجب ہے پھر بھی اتباع سنت کا تقاضا یہی ہے کہ سفر میں قصر کیا جائے اور اتمام نہ کیا جائے اور کوئی تاویل اس بارے میں مناسب نہیں ہے۔ جیسے حضرت عائشہ صدیقہ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے تاویلات کی ہیں۔ میرا یہی خیال ہے۔

یہ بھی ایک طویل بحث ہے کہ کتنے میل کا سفر ہو جہاں سے قصر جائز ہے اس سلسلہ میں بعض روایات میں تین میل کا بھی ذکر آیا ہے:

"قال النووی الی ان اقل مسافة القصر ثلا ثة امیال وکانهم احتجوا فی ذلك بما رواه مسلم وابوداود من حدیث انس قال: کان رسول الله ﷺ اذا خرج مسیرة ثلا ثة امیال او فراسخ قصر الصلٰوة قال الحافظ وهو اصح حدیث ورد فی بیان ذاك واصرحه وقد حمله من خالفه علی ان المراد به المسافة التی یبتدأ منها القصر لا غایة السفر (یعنی انه اراد به اذا سافر سفرا طویلا قصر اذا بلغ ثلا ثة امیال کما قال فی لفظه الاخر ان النبی ﷺ صلی بالمدینة اربعاً وبذی الحلیفة رکعتین۔" (مرعاة ج ص۲۵۶)

یعنی امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ قصر کی کم ترین مدت تین میل ہے انہوں نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے دلیل لی ہے۔ جس میں ہے کہ جب رسول کریم ﷺ تین میل یا تین فرسخ نکلتے تو نماز قصر کرتے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قصر کے متعلق صحیح ترین حدیث یہ ہے جن لوگوں نے تین میل کو نہیں مانا انہوں نے اس حدیث کو غایت سفر نہیں بلکہ ابتدائے سفر پر محمول کیا ہے۔ یعنی یہ مراد ہے کہ جب مسافر کا سفر طویل کے لیے ارادہ ہو اور وہ تین میل پہنچ جائے اور نماز کا وقت آ جائے تو وہ قصر کرلے جیسا کہ حدیث میں دوسری جگہ یہ بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ جب سفر حج کے لیے نکلے تو آپ نے مدینہ میں چار رکعتیں پڑھیں اور ذی الحلیفہ میں پہنچ کر دو رکعت ادا کیں اس بارے میں طویل مباحثہ کے بعد آخری فیصلہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ صاحب رحمہ اللہ کے لفظوں میں یہ ہے:

"والراجع عندی ما ذهب الیه الائمة الثلا ثة انه لا یقصر الصلٰوة فی اقل من ثمانیة واربعین میلا بالهاشمی وذلك اربعة برد ای ستة عشر فرسخاً وهی مسیرة یوم ولیلة بالسیر الحثیث وذهب اکثر علماء اهل الحدیث فی عصر نا مسافة القصر ثلا ثة فراسخ مستدلین لذالك بحدیث انس المقدم فی کلام الحافظ۔" (مرعاة ج۲ ص۲۵۶)

میرے نزدیک ترجیح اسی کو حاصل ہے جدھر ائمہ ثلاثہ گئے ہیں۔ وہ یہ کہ اڑتالیس میل ہاشمی سے کم میں قصر نہیں اور یہ چار برد ہوتے ہیں یعنی سولہ فرسخ اور رات اور دن کے تیز سفر کی یہی حد ہوتی ہے اور ہمارے زمانے میں اکثر علمائے اہل حدیث اسی طرف گئے ہیں کہ قصر کی مسافت تین فرسخ ہیں۔ (جس کے اڑتالیس میل ہوتے ہیں) ان کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہی حدیث ہے جس کا پہلے بیان ہوا اور ابن قدامہ کا رجحان ظاہریہ کے قول کی طرف ہے جو کہتے ہیں کہ ہر سفر خواہ وہ قصیر یا طویل ہو۔ اس میں قصر جائز ہے، مگر اجماع کے یہ خلاف ہے۔ (والله اعلم بالصواب)

۱۰۸۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، وَحُصَيْنٍ، (۱۰۸۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا، ان سے عاصم احول اور حصین سلمی نے، ان

عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ تِسْعَةَ عَشَرَ يُقَصِّرُ، فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَّرْنَا، وَإِنْ زِدْنَا أَتْمَمْنَا. [طرفاه في: ٤٢٩٨، ٤٢٩٩] [ابوداود: ١٢٣٠؛ ترمذي: ٥٤٩؛ ابن ماجه: ١٠٧٥]

سے عکرمہ نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ (مکہ میں فتح مکہ کے موقع پر) انیس دن ٹھہرے اور برابر قصر کرتے رہے۔ اس لیے انیس دن کے سفر میں ہم بھی قصر کرتے رہتے ہیں اور اس سے اگر زیادہ ہو جائے تو پوری نماز پڑھتے ہیں۔

تشریح: اس ترجمہ میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں ایک یہ کہ سفر میں چار رکعت نماز کو قصر کرے یعنی دو رکعتیں پڑھے دوسرے مسافر اگر کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لے تو جتنے دن تک ٹھہرنے کی نیت کرے وہ قصر کر سکتا ہے۔

امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جب کہیں چار دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے۔ حنفیہ کے نزدیک پندرہ سے کم میں قصر کرنا، زیادہ کی نیت ہو تو پوری۔ امام احمد اور داؤد کا مذہب یہ کہ چار دن سے زیادہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری پڑھے اسحاق بن راہویہ انیس دن سے کم قصر بتلاتے ہیں اور زیادہ کی صورت میں نماز پوری پڑھنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی مذہب یہی معلوم ہوتا ہے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ نے امام احمد کے مسلک کو ترجیح دی ہے۔ (مرعاۃ ج۲ص۲۵۶)

١٠٨١ـ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ، فَكَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتَّى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ قُلْتُ: أَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا؟ قَالَ: أَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا. [طرفه في: ٤٢٩٧] [مسلم: ١٥٨٦، ١٥٨٧؛ ابوداود: ١٢٣٣؛ ترمذي: ٥٤٨؛ نسائي: ١٤٣٧؛ ابن ماجه: ١٠٧٧]

(١٠٨١) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی اسحاق نے بیان کیا انہوں نے انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ ہم مکہ کے ارادہ سے مدینہ سے نکلے تو برابر نبی کریم ﷺ دو دو رکعت پڑھتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ واپس آئے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا مکہ میں کچھ دن قیام بھی رہا تھا؟ تو اس کا جواب انس رضی اللہ عنہ نے یہ دیا کہ دس دن تک ہم وہاں ٹھہرے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ بِمِنًى

باب: منیٰ میں نماز قصر کرنے کا بیان

١٠٨٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِنْ إِمَارَتِهِ ثُمَّ أَتَمَّهَا. [طرفه في: ١٦٥٥] [نسائي: ١٤٤٩]

(١٠٨٢) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ نے عبید اللہ عمری سے بیان کیا، کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی اور انہیں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے، کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت (یعنی چار رکعت والی نمازوں میں) قصر پڑھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ان کے دور خلافت کے شروع میں دو ہی رکعت پڑھی تھیں لیکن بعد میں آپ رضی اللہ عنہ نے پوری پڑھی تھیں۔

١٠٨٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ آمَنَ مَا كَانَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ. [طرفه في: ١٦٥٦] [مسلم: ١٥٩٨، ١٥٩٩؛ ابوداود: ١٩٦٥؛ ترمذي: ٨٨٢؛ نسائي: ١٤٤٤، ١٤٤٥]

(۱۰۸۳) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ہمیں ابو اسحاق نے خبر دی، انہوں نے حارثہ سے سنا اور انہوں نے وہب رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں امن کی حالت میں ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی تھی۔

١٠٨٤ـ حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ ابْنُ زِيَادٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ: صَلَّى بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَقِيلَ فِي ذَلِكَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ ـ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ. [طرفه في: ١٦٥٧] [ابوداود: ١٩٦٠؛ نسائي: ١٤٤٧، ١٤٤٨]

(۱۰۸۴) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم نخعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن یزید سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ہمیں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی تھی لیکن جب اس کا ذکر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر کہنے لگے میں نے تو نبی کریم ﷺ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی میں نے دو رکعت ہی پڑھی ہیں اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو ہی رکعت پڑھی تھی۔ کاش میرے حصہ میں ان چار رکعتوں کے بجائے دو مقبول رکعتیں ہوتیں۔

تشریح: نبی اکرم ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی منیٰ میں نماز کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ آپ حضرات حج کے ارادہ سے جاتے اور حج کے ارکان ادا کرتے ہوئے منیٰ میں بھی قیام کرتے۔ یہاں سفر کی حالت میں ہوتے تھے اس لیے قصر کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا ہمیشہ یہی معمول تھا کہ منیٰ میں قصر کرتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ابتدائی دور خلافت میں قصر کیا لیکن بعد میں جب پوری چار رکعتیں آپ نے پڑھیں تو، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر سخت ناگواری کا اظہار فرمایا۔ دوسری روایتوں میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی پوری چار رکعت پڑھنے کا عذر بیان کیا تھا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

بَابٌ: كَمْ أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّتِهِ؟

باب: حج کے موقعہ پر نبی کریم ﷺ نے کتنے دن قیام کیا تھا؟

١٠٨٥ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ

(۱۰۸۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا ان سے ابوالعالیہ براء نے ان سے

أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ لِصُبْحِ رَابِعَةٍ يُلَبُّونَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ. تَابَعَهُ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ. [أطرافه في: ١٥٦٤، ٢٥٠٥، ٣٨٣٢]

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کو ساتھ لے کر تلبیہ کہتے ہوئے ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ کو (مکہ میں) تشریف لائے، پھر آپ نے فرمایا کہ جن کے پاس ہدی نہیں ہے وہ بجائے حج کے عمرہ کی نیت کر لیں اور عمرہ سے فارغ ہو کر حلال ہو جائیں پھر حج کا احرام باندھیں۔ اس حدیث کی متابعت عطاء نے جابر سے کی ہے۔

[مسلم: ٣٠١٠؛ نسائي: ٢٨٧١]

تشریح: کیونکہ آپ چوتھی ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے تھے اور چودہویں کو مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے تو مدت اقامت کل دس دن ہوئی اور مکہ میں صرف چار دن رہنا ہوا باقی ایام منیٰ وغیرہ میں صرف ہوئے اسی لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب مسافر کسی مقام میں چار دن سے زیادہ رہنے کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے چار دن تک قصر کرتا رہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اکیس نمازوں تک (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ) پچھلی روایت جس میں آپ کا قیام اکیس دن مذکور ہے اس میں یہ قیام فتح مکہ سے متعلق ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مغازی میں دوسرے طریق سے اقامت کا مقام مکہ بیان فرمایا ہے جہاں آپ نے انیس دن قیام فرمایا اور آپ نماز قصر کرتے رہے معلوم ہوا کہ قصر کے لیے یہ آخری حد ہے اگر اس سے زیادہ ٹھہرنے کا فیصلہ ہو تو نماز پوری پڑھنی ہوگی اور اگر کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور تردد میں آج کل، آج کل کرتا رہ جائے تو وہ جب تک اس حالت میں ہے قصر کر سکتا ہے۔ جیسا کہ زاد المعاد میں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے: "ومنها انه ﷺ اقام بتبوك عشرين يوماً يقصر الصلوة ولم يقل للامة لا يقصر الرجل الصلوة اذا قام اكثر من ذلك ولكن اتفق اقامته هذه المدة وهذه الاقامة في حالة السفر لاتخرج عن حكم السفر سواء طالت اوقصرت اذا كان غير مستوطن ولا عازم على الاقامة بذلك المرضع۔" یعنی رسول اللہ ﷺ تبوک میں بیس دن تک مقیم رہے اور نماز قصر فرماتے رہے اور آپ نے امت کے لیے نہیں فرمایا کہ امت میں سے اگر کسی کا اس سے بھی زیادہ کہیں (حالت سفر میں) اقامت کا موقعہ آ جائے تو وہ قصر نہ کرے۔ ایسا آپ نے کہیں نہیں فرمایا پس جب کوئی شخص سفر میں کسی جگہ بہ حیثیت وطن کے نہ اقامت کرے اور نہ وہاں اقامت کا عزم ہو مگر آج کل میں تردد ہے تو اس کی مدت اقامت کم ہو یا زیادہ وہ بہر حال سفر کے حکم میں ہے اور نماز قصر کر سکتا ہے۔

حافظ نے کہا کہ بعض لوگوں نے احمد سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو سمجھا یہ بالکل غلط ہے کیونکہ امام احمد نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں سنا۔ (وحیدی)

بَابٌ: فِي كَمْ يَقْصُرُ الصَّلَاةَ

باب: نماز کتنی مسافت میں قصر کرنی چاہیے

وَسَمَّى النَّبِيُّ ﷺ السَّفَرَ يَوْمًا وَلَيْلَةً. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بُرُدٍ وَهِيَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا.

نبی کریم ﷺ نے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کو بھی سفر کہا ہے اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم چار برد (تقریباً اڑتالیس میل کی مسافت) پر قصر کرتے اور روزہ بھی افطار کرتے تھے۔ چار برد میں سولہ فرسخ ہوتے ہیں (اور ایک فرسخ میں تین میل)۔

تشریح: اس ترجمہ میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں ایک یہ کہ سفر میں چار رکعت نماز کو قصر کرے یعنی دو رکعت پڑھے دوسرے مسافر اگر کہیں زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے وہ قصر کر سکتا ہے امام شافعی اور امام احمد و مالک رحمہم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ جب کہیں چار دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو نماز پوری پڑھے اور چار دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر کرتا رہے اور حنفیہ کے نزدیک پندرہ دن سے کم میں قصر کرے پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھے اور اسحاق بن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ انیس دن سے کم میں قصر کرتا رہے انیس دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی

یہی مذہب معلوم ہوتا ہے۔

ابن المنذر نے کہا کہ مغرب اور فجر کی نماز میں بالاجماع قصر نہیں ہے۔ (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو حدیث صحیح لائے ہیں اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی کے مسلک کی تائید ہوتی ہے گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اس حدیث پر ہے۔ یہاں کا انیس روز کا قیام فتح مکہ کے موقع پر ہوا تھا بعض راویوں نے اس قیام کو صرف سترہ دن بتلایا ہے گویا انہوں نے آنے اور جانے کے دو دن چھوڑ کر سترہ دن کا شمار کیا اور جنہوں نے ہر دو دنوں کو شمار کیا، انہوں نے انیس روز بتلائے۔

اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ سفر کے لیے کم سے کم ایک دن رات کی راہ ضروری ہے۔ حنفیہ نے تین دن کی مسافت کو سفر کہا ہے اس مسئلہ میں کوئی بیس قول ہیں۔ ابن منذر نے ان کو نقل کیا ہے صحیح اور مختار مذہب اہل حدیث کا ہے کہ ہر سفر میں قصر کرنا چاہیے جس کو عرف میں سفر کہیں اس کی کوئی حد مقرر نہیں امام شافعی اور امام مالک اور امام اوزاعی کا یہ قول ہے کہ دو منزل سے کم میں قصر جائز نہیں دو منزل اڑتالیس میل ہوتے ہیں ایک میل چھ ہزار ہاتھ کا ایک ہاتھ چوبیس انگل چھ جو کا (وحیدی) فتح الباری میں جمہور کا مذہب یہ نقل ہوا ہے کہ جب اپنے شہر سے باہر ہو جائے اس کا قصر شروع ہو جاتا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں فقہائے اہل حدیث کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے کہ سفر میں دو منزلوں سے کم میں قصر جائز نہیں اور دو منزلوں کے اڑتالیس میل ہاشمی ہوتے ہیں۔

داؤد ظاہری اور دیگر اہل ظاہر کا مسلک یہ ہے کہ قصر کرنا بہر حال جائز ہے سفر دراز ہو یا کم یہاں تک کہ اگر تین میل کا سفر ہو تب بھی یہ حضرات قصر جائز کہتے ہیں تفصیل گزر چکی ہے۔

١٠٨٦ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ: حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ)). [طرفه في: ١٠٨٧] [مسلم: ٣٢٥٩]

(١٠٨٦) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، انہوں نے ابواسامہ سے، میں نے پوچھا کہ کیا آپ سے عبیداللہ عمری نے نافع سے یہ حدیث بیان کی تھی کہ ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا تھا کہ ''عورتیں تین دن کا سفر ذی رحم محرم کے بغیر نہ کریں۔'' (ابواسامہ نے کہا ہاں)۔

تشریح: محرم وہ جن سے عورت کیلئے نکاح حرام ہے اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو عورت کیلئے سفر کرنا جائز نہیں۔ یہاں تین دن کی قید کا مطلب ہے کہ اس مدت پر لفظ سفر کا اطلاق کیا گیا اور ایک دن اور رات کو بھی سفر کہا گیا ہے تقریباً اڑتالیس میل پر اکثر کا اتفاق ہے۔ کما مر۔

١٠٨٧ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا إِلَّا مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ)). [راجع: ١٠٨٦] [مسلم: ٣٢٥٨؛ ابو داود: ١٧٢٧]

(١٠٨٧) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، عبیداللہ عمری سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں نافع نے خبر دی، انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے خبر دی کہ آپ نے فرمایا: ''عورت تین دن کا سفر اس وقت تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار نہ ہو۔''

تَابَعَهُ أَحْمَدُ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس روایت کی متابعت احمد نے ابن مبارک سے کی ان سے عبیداللہ عمری نے ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے۔

١٠٨٨ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي

(١٠٨٨) ہم سے آدم نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب

ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ)). تَابَعَهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَسُهَيْلٌ وَمَالِكٌ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. [مسلم: ٣٢٦٨؛ ابوداود: ١٧٢٤؛ ترمذي: ١١٧٠]

نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے اپنے باپ سے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کسی خاتون کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہو، جائز نہیں کہ ایک دن رات کا سفر بغیر کسی ذی رحم محرم کے کرے۔" اس روایت کی متابعت یحییٰ بن ابی کثیر، سہیل اور مالک نے مقبری سے کی۔ وہ اس روایت کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے۔

تشریح: عورت کے لیے پہلی احادیث میں تین دن کے سفر کی ممانعت وارد ہوئی ہے جبکہ اس کے ساتھ کوئی ذی محرم نہ ہو اور اس حدیث میں ایک دن اور ایک رات کی مدت کا ذکر آیا۔ دن سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد لفظ سفر سے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ حد بتلانا مقصود ہے یعنی ایک دن رات کی مدت سفر کو شرعی سفر کا ابتدائی حصہ اور تین دن کے سفر کو آخری حصہ قرار دیا ہے پھر اس سے جس قدر بھی زیادہ ہو پہلے بتلایا جاچکا ہے کہ اہلحدیث کے ہاں قصر کرنا سنت ہے فرض واجب نہیں ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ قصر اللہ کی طرف کا ایک صدقہ ہے جسے قبول کرنا ہی مناسب ہے۔

بَابٌ: يَقْصُرُ إِذَا خَرَجَ مِنْ مَوْضِعِهِ

باب: جب آدمی سفر کی نیت سے اپنی بستی سے نکل جائے تو قصر کرے

وَخَرَجَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَصَرَ وَهُوَ يَرَى الْبُيُوتَ فَلَمَّا رَجَعَ قِيلَ لَهُ: هَذِهِ الْكُوفَةُ؟ قَالَ: لَا، حَتَّى نَدْخُلَهَا.

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (کوفہ سے سفر کے ارادہ سے) نکلے تو نماز قصر کرنی اسی وقت سے شروع کر دی جب ابھی کوفہ کے مکانات دکھائی دے رہے تھے اور پھر واپسی کے وقت بھی جب آپ کو بتایا گیا کہ یہ کوفہ سامنے ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب تک ہم شہر میں داخل نہ ہو جائیں نماز پوری نہیں پڑھیں گے۔

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، وَإِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَلَّيْتُ الظُّهْرَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ. [اطرافه في: ١٥٤٦، ١٥٤٧، ١٥٤٨، ١٥٥١، ١٧١٢، ١٧١٤، ١٧١٥، ٢٩٥١، ٢٩٨٦] [مسلم: ١٥٨٢؛ ابوداود: ١٢٠٢، ١٧٧٣؛ ترمذي: ٥٤٦؛ نسائي: ٤٦٨]

(۱۰۸۹) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے، محمد بن منکدر اور ابراہیم بن میسرہ سے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت پڑھی۔

تشریح: دیگر روایتوں میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شام کے ارادہ سے نکلے تھے، کوفہ چھوڑتے ہی آپ نے قصر شروع کر دیا تھا۔ اسی طرح واپسی میں کوفہ کے مکانات دکھائی دے رہے تھے۔ لیکن آپ نے اس وقت بھی قصر کیا۔ جب آپ سے کہا گیا کہ اب تو کوفہ کے قریب آگئے! تو فرمایا کہ ہم پوری

نماز اس وقت تک نہ پڑھیں گے جب تک ہم کوفہ میں داخل نہ ہو جائیں رسول کریم ﷺ حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ جا رہے تھے ظہر کے وقت تک آپ مدینہ میں تھے اس کے بعد سفر شروع ہو گیا پھر آپ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو عصر کا وقت ہو چکا تھا اور وہاں آپ نے عصر چار رکعت کی بجائے صرف دو رکعت پڑھی۔ ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ میل پر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر جب اپنے مقام سے نکل جائے تو قصر شروع کر دے باب کا یہی مطلب ہے۔

١٠٩٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ: الصَّلَاةُ أَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَانِ فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ، وَأُتِمَّتْ صَلَاةُ الْحَضَرِ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ: فَمَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ؟ قَالَ: تَأَوَّلَتْ مَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ. [راجع: ٣٥٠] [مسلم: ١٥٧٢؛ نسائي: ٤٥٢]

(۱۰۹۰) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا، ان سے عروہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی بعد میں سفر کی نماز تو اپنی اسی حالت پر رہ گئی البتہ حضر کی نماز پوری (چار رکعت) کر دی گئی۔ زہری نے بیان کیا کہ میں نے عروہ سے پوچھا کہ پھر خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیوں نماز پوری پڑھی تھی انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی جو تاویل کی تھی وہی انہوں نے بھی کی۔

تشریح: عثمان رضی اللہ عنہ نے جب منیٰ میں پوری نماز پڑھی تو فرمایا کہ میں نے یہ اس لیے کیا کہ بہت سے عوام مسلمان جمع ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نماز کی دو ہی رکعت سمجھ لیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی حج کے موقع پر نماز پوری پڑھی اور قصر نہیں کیا حالانکہ آپ مسافرہ تھیں اس لیے آپ کو نماز قصر کرنی چاہیے تھی۔ مگر آپ سفر میں پوری نماز پڑھنا بہتر جانتی تھیں اور قصر رخصت سمجھتی تھیں۔

بَابٌ: يُصَلِّي الْمَغْرِبُ ثَلَاثًا فِي السَّفَرِ

باب: مغرب کی نماز سفر میں بھی تین ہی رکعت ہیں

١٠٩١ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ. قَالَ سَالِمٌ: وَكَانَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ. [أطرافه في: ١٠٩٢، ١١٠٦، ١١٠٩، ١٦٦٨، ١٦٧٣، ١٨٠٥، ٣٠٠٠] [نسائي: ٥٩١]

(۱۰۹۱) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، زہری سے انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب سفر میں چلنے کی جلدی ہوتی تو آپ ﷺ مغرب کی نماز دیر سے پڑھتے یہاں تک کہ مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھتے۔ سالم نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی جب سفر میں جلدی ہوتی تو اس طرح کرتے۔

١٠٩٢ـ وَزَادَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ سَالِمٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ

(۱۰۹۲) لیث بن سعد نے اس روایت میں اتنا زیادہ کیا کہ مجھ سے یونس نے ابن شہاب سے بیان کیا، کہ سالم نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما مزدلفہ

يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ. قَالَ سَالِمٌ: وَأَخَّرَ ابْنُ عُمَرَ الْمَغْرِبَ، وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلَى امْرَأَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلَاةُ فَقَالَ: سِرْ. فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةُ. فَقَالَ: سِرْ. حَتَّى سَارَ مِيلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ. وَقَالَ عَبْدُاللَّهِ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيمُ الْمَغْرِبَ، فَيُصَلِّيهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ، ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتَّى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ، لَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ حَتَّى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ. [راجع:١٠٩١]

میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ جمع کر کے پڑھتے تھے۔ سالم نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مغرب کی نماز اس دن دیر سے پڑھی تھی جب انہیں ان کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کی سخت بیماری کی اطلاع ملی تھی (چلتے ہوئے) میں نے کہا کہ نماز! (یعنی وقت ختم ہوا چاہتا ہے) لیکن آپ نے فرمایا کہ چلے چلو۔ پھر دوبارہ میں نے کہا کہ نماز! آپ نے پھر فرمایا کہ چلے چلو۔ اس طرح جب ہم دو یا تین میل نکل گئے تو آپ اترے اور نماز پڑھی پھر فرمایا کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سفر میں تیزی کے ساتھ چلنا چاہتے تو اسی طرح کرتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے خود دیکھا کہ جب نبی کریم ﷺ (منزل مقصود تک) جلدی پہنچنا چاہتے تو پہلے مغرب کی تکبیر کہلواتے اور آپ اس کی تین رکعت پڑھا کر سلام پھیرتے۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر عشاء پڑھاتے اور اس کی دو ہی رکعت پر سلام پھیرتے۔ عشاء کے فرض کے بعد آپ سنتیں وغیرہ نہیں پڑھتے تھے آدھی رات کے بعد کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ آپ ﷺ نے سفر میں مغرب کی تین رکعت فرض نماز ادا کی۔

بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّوَابِّ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ

باب: نفل نماز سواری پر، اگرچہ سواری کا منہ کسی طرف ہو

١٠٩٣ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ. [طرفاه في: ١٠٩٧، ١١٠٤] [مسلم: ١٦١٩]

(۱۰۹۳) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معمر نے زہری سے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عامر نے اور ان سے ان کے باپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اونٹنی پر نماز پڑھتے رہتے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو۔

تشریح: ثابت ہوا کہ نفل سواری پر درست ہیں اسی طرح وتر بھی۔ امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد رحمہ اللہ اور اہل حدیث کا یہی قول ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر سواری پر پڑھنے درست نہیں۔

١٠٩٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ، أَخْبَرَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِي غَيْرِ

(۱۰۹۴) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے کہا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمن نے بیان کیا، کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نفل نماز اپنی اونٹنی پر غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے بھی پڑھتے تھے۔

الْقِبْلَةِ. [راجع: ٤٠٠]

تشریح: یہ واقعہ غزوۂ انمار کا ہے قبلہ وہاں جانے والوں کے لیے بائیں طرف رہتا ہے سواری اونٹ اور ہر جانور کو شامل ہے۔

١٠٩٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ وَيُوْتِرُ عَلَيْهَا، وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ. [راجع: ٩٩٩]

(١٠٩٥) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نفل نماز سواری پر پڑھتے تھے، اسی طرح وتر بھی۔ اور فرماتے کہ نبی ﷺ بھی ایسا کرتے تھے۔

بَابُ الْإِيْمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ

باب: سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا

١٠٩٦ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ دِيْنَارٍ، قَالَ: كَانَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ، أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ يُوْمِىءُ. وَذَكَرَ عَبْدُاللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ. [راجع: ٩٩٩]

(١٠٩٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اپنی اونٹنی پر نماز پڑھتے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہوتا۔ آپ اشاروں سے نماز پڑھتے۔ آپ کا بیان تھا کہ نبی کریم ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

بَابٌ: يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوْبَةِ

باب: نمازی فرض نماز کیلئے سواری سے اتر جائے

١٠٩٧ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، أَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِيْعَةَ، أَخْبَرَهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ، يُوْمِىءُ بِرَأْسِهِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ. [راجع: ١٠٩٣]

(١٠٩٧) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے کہ عامر بن ربیعہ نے انہیں خبر دی انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اونٹنی پر نماز نفل پڑھتے دیکھا۔ آپ ﷺ سر کے اشاروں سے پڑھ رہے تھے اس کا خیال کئے بغیر کہ سواری کا منہ کدھر ہوتا ہے لیکن فرض نمازوں میں آپ اس طرح نہیں کرتے تھے۔

١٠٩٨ وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ سَالِمٌ: كَانَ عَبْدُاللَّهِ يُصَلِّي عَلَى دَابَّتِهِ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُسَافِرٌ، مَا يُبَالِي حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَكَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ

(١٠٩٨) اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ سالم نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں رات کے وقت اپنے جانور پر نماز پڑھتے کچھ پروانہ کرتے کہ اس کا منہ کس طرف ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھی اونٹنی پر نفل نماز پڑھا کرتے، چاہے اس کا منہ

وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ. [راجع: ٩٩٩] [مسلم: ١٦١٨؛ ابوداود: ١٢٢٤؛ نسائي: ٤٨٩، ٧٤٣]

کدھر ہی ہو اور وتر بھی سواری پر پڑھ لیتے تھے البتہ فرض اس پر نہیں پڑھتے تھے۔

تشریح: ترجمہ باب اسی فقرے سے نکلتا ہے معلوم ہوا فرض نماز کے لیے جانور سے اترتے کیونکہ وہ سواری پر درست نہیں ہے اس پر علما کا اجماع ہے۔ سواری سے اونٹ، گھوڑے، خچر وغیرہ مراد ہیں۔ ریل میں نماز درست ہے۔

١٠٩٩ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ. [راجع: ٤٠٠]

(۱۰۹۹) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ہشام نے یحییٰ سے بیان کیا' ان سے محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان نے بیان کیا' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی پر مشرق کی طرف منہ کئے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور جب فرض پڑھتے تو سواری سے اتر جاتے اور پھر قبلہ کی طرف رخ کرکے پڑھتے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو سواری اپنے اختیار میں ہو بہر حال اسے روک کر فرض نماز نیچے زمین ہی پر پڑھنی چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

خاتمہ: لِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ کہ شب و روز مسلسل سفر و حضر کی محنت شاقہ کے نتیجہ میں آج صحیح بخاری کے پارہ چہارم کی تسوید سے فراغت حاصل کر رہا ہوں یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ مجھ جیسا ناچیز انسان اس عظیم اسلامی مقدس کتاب کی یہ خدمت انجام دیتے ہوئے اس کا بامحاورہ ترجمہ و جامع ترین تشریحات سے اپنے قدر دانوں کی خدمت میں پیش کر رہا ہے اپنی بے بضاعتی و ہر کمزوری کی بنا پر اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس سلسلہ میں کہاں کہاں کیا کیا لغزشیں مجھ سے ہوئی ہوں گی۔ اللہ پاک میری ان جملہ لغزشوں کو معاف فرمائے اور اس خدمت کو قبول فرمائے اور اسے نہ صرف میرے لیے بلکہ میرے والدین مرحومین و جملہ متعلقین و میرے جملہ اساتذہ کرام پھر جملہ قدر دانوں کے لیے جن کا مجھے دامے درمے سخنے تعاون حاصل رہا ان سب کے لیے اس کو وسیلۂ نجات آخرت بنائے اور توفیق دے کہ ہم سب مل کر اس کتاب مقدس کے تیس پاروں کی اشاعت اس نہج پر کرکے اردو داں دین پسند طبقہ کے لیے ایک بہترین ذخیرۂ معلومات دین مہیا کر دیں۔ اس سلسلہ میں اپنے اساتذۂ کرام اور جمیع علمائے عظام سے بھی پُرزور و پرخلوص درخواست کروں گا کہ ترجمہ و تشریحات میں اپنی ذمہ داریوں کے پیش نظر پورے طور پر میں نے ہر ممکن تحقیق کی کوشش کی ہے مسائل خلافیہ میں ہر ممکن تفصیلات کو کام لاتے ہوئے مخالفین و موافقین سب ہی کو اچھے لفظوں میں یاد کیا ہے اور مسلک محدثین رحمہم اللہ کے بیان کے لیے عمدہ سے عمدہ الفاظ لائے گئے ہیں۔ پھر بھی مجھ کو اپنی بھول چوک پر ندامت ہے اگر آپ حضرات کو کہیں بھی علمی اخلاقی کوئی خامی نظر آئے تو اس پر خادم کو از راہ اخلاص آگاہ فرمائیں شکریہ کے ساتھ آپ کے مشورہ پر توجہ دی جائے گی اور طبع ثانی میں ہر ممکن اصلاح کی کوشش کی جائے گی۔ اپنا مقصد خالصتاً فرامین رسالت مآب کو ان کے اصل منشا کے تحت زبان اردو میں منتقل کرنا ہے اور اس کے لیے یہ کتاب یعنی صحیح بخاری مستند و معتمد کتاب ہے جس کی صحت پر بیشتر اکابر امت کا اتفاق ہے۔

آخر میں اپنے محترم اراکین ٹرسٹ بورڈ جامع اہل حدیث (مسجد چار مینار) بنگلور شہر کا شکر گزار ہوں اور ان کی ترقی دارین کے لیے دعاگو ہوں کہ ان حضرات کی پرخلوص دعوت پر مجھے امسال بھی رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ یہاں جامع مسجد اہلحدیث میں گزارنے کا موقع ملا اور پرسکون ماحول میں یہاں اس پارے کی تسوید کا کام انجام کو پہنچا۔

الحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى اله واصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين۔

غرض نقشے است کز ما یاد ماند — کہ ہستی را نمی بینم بقائے

خادم حدیث نبوی ﷺ محمد داؤد راز دہلوی عفی عنہ (وار دحال) جامع اہلحدیث کینٹ بنگلور ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ

بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الْحِمَارِ

باب: نفل نماز گدھے پر بیٹھے ہوئے ادا کرنا

۱۱۰۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ أخبرَنَا أَنَسُ ابْنُ سِيرِينَ، قَالَ: اسْتَقْبَلْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حِينَ قَدِمَ مِنَ الشَّأْمِ، فَلَقِينَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ، فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَوَجْهُهُ مِنْ ذَا الْجَانِبِ- يَعْنِي عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ- فَقُلْتُ: رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلَهُ لَمْ أَفْعَلْهُ. رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [مسلم: ۱٦٢٠]

(۱۱۰۰) ہم سے احمد بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حبان بن ہلال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس بن سیرین نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ شام سے جب (حجاج کی خلیفہ سے شکایت کر کے) واپس ہوئے تو ہم ان سے عین التمر میں ملے۔ میں نے دیکھا کہ آپ گدھے پر سوار ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا منہ قبلہ سے بائیں طرف تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ میں نے آپ کو قبلہ کے سوا دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے نہ دیکھتا تو میں بھی نہ کرتا۔ اس روایت کو ابراہیم بن طہمان نے بھی حجاج سے، انہوں نے انس بن سیرین سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا ہے۔

تشریح: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بصرہ سے شام میں خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان کے ہاں حجاج بن یوسف ظالم ثقفی کی شکایت لے کر گئے تھے۔ جب لوٹ کر بصرہ آئے تو انس بن سیرین آپ کے استقبال کو گئے اور آپ کو دیکھا کہ گدھے پر نفل نماز اشاروں سے ادا کر رہے ہیں اور منہ بھی غیر قبلہ کی طرف ہے۔ آپ سے پوچھا گیا فرمایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو بھی سواری پر نفل نماز ایسے ہی پڑھتے دیکھا۔ یہ روایت مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یوں ہے: "رأيت رسول الله ﷺ يصلي علي حمار وهو متوجه الي خيبر۔" کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ (نفل نماز) گدھے پر ادا فرما رہے تھے اور آپ کا چہرہ مبارک خیبر کی طرف تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو ابراہیم بن طہمان کی سند سے نقل فرمایا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں مجھ کو یہ حدیث ابراہیم بن طہمان کے طریق سے موصولاً نہیں ملی، البتہ سراج نے عمرو بن عامر سے، انہوں نے حجاج سے، اس لفظ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی پر نماز پڑھتے چاہے جدھر وہ منہ کرتی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے گدھے پر نماز پڑھنے کو اونٹنی کے اوپر پڑھنے پر قیاس کیا اور سراج نے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا اور آپ خیبر کی طرف منہ کئے ہوئے تھے۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا بالا جماع فرض ہے۔ مگر جب آدمی عاجز ہو یا خوف ہو یا نفل نماز ہو تو ان حالات میں یہ فرض اٹھ جاتا ہے۔ نفل نماز کے لئے بھی ضروری ہے کہ شروع کرتے وقت نیت باندھنے پر منہ قبلہ رخ ہو بعد میں وہ سواری جدھر بھی رخ کرے نماز نفل ادا کرنا جائز ہے۔ عین التمر ایک گاؤں ملک شام میں عراق کی طرف واقع ہے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ کسی ظالم حاکم کی شکایت بڑے حاکم کو پہنچانا معیوب نہیں ہے اور یہ کہ کسی بزرگ کے استقبال کے لئے چل کر جانا عین ثواب ہے اور یہ بھی کہ بڑے لوگوں سے چھوٹے آدمی مسائل کی تحقیق کر سکتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دلیل پیش کرنے میں رسول کریم ﷺ کی حدیث بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ مومن کے لئے اس سے آگے گنجائش نہیں۔ اس لئے بالکل سچ کہا گیا ہے:

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفی برجاں مسلم داشتن

یعنی دین کی بنیاد ہی یہ ہے کہ قرآن مجید کو حد درجہ قابل تعظیم کہا جائے اور پس احادیث نبوی ﷺ کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ دُبُرَ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلَهَا

باب: سفر میں جس نے فرض نماز سے پہلے اور پیچھے سنتوں کو نہیں پڑھا

١١٠١ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ، حَدَّثَهُ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: صَحِبْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَلَمْ أَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ، وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾. [الأحزاب: ٢١] [طرفه في: ١١٠٢]

[مسلم: ١٥٧٩، ١٥٨٠؛ ابوداود: ١٢٢٣؛ نسائي: ١٤٥٧؛ ابن ماجه: ١٠٧١]

(١١٠١) ہم سے یحییٰ بن سلیمان کوفی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمر بن محمد بن یزید نے بیان کیا کہ حفص بن عاصم بن عمر نے ان سے بیان کیا کہ میں نے سفر میں سنتوں کے متعلق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں۔ میں نے آپ ﷺ کو سفر میں کبھی سنتیں پڑھتے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔“

تشریح: معلوم ہوا کہ سفر میں خالی فرض نماز کی دو رکعتیں ظہر و عصر میں کافی ہیں سنت نہ پڑھنا بھی خود نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔

١١٠٢ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عِيسَى بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ، سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَكَانَ لَا يَزِيدُ فِي السَّفَرِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ، وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذَلِكَ. [راجع: ١١٠١]

(١١٠٢) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عیسیٰ بن حفص بن عاصم نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں، آپ ﷺ سفر میں دو رکعت (فرض) سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

تشریح: دوسری روایت صحیح مسلم میں یوں ہے: ”صحبت ابن عمر فی طریق مکة فصلی لنا الظهر رکعتین ثم اقبل واقبلنا معه حتی جاء رحله وجلسنا معه فحانت منه التفاتة نحو حیث صلی فرای ناسا قیاما فقال: ما یصنع هو لاء قلت: یسبحون قال لو کنت مسبحا لا تممت۔“ (قسطلانی) حفص بن عاصم کہتے کہ میں مکہ شریف کے سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ آپ نے ظہر کی دو رکعت فرض نماز قصر پڑھائی پھر کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ سنت پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں سنتیں پڑھوں تو پھر فرض ہی کیوں نہ پورے پڑھ لوں۔ اگلی روایت میں مزید وضاحت موجود ہے کہ رسول کریم ﷺ اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سب کا یہی عمل تھا کہ وہ سفر میں نماز قصر کرتے اور ان دو رکعتوں فرض کے علاوہ کوئی سنت نماز نہیں پڑھتے تھے۔ بہت سے ناواقف بھائیوں کو سفر میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ اہل حدیث کے اس عمل پر تعجب کیا

کرتے ہیں۔ بلکہ بعض تو اظہار نفرت سے بھی نہیں چوکتے ، ان لوگوں کو خود اپنی ناواقفی پر افسوس کرنا چاہیے اور معلوم ہونا چاہیے کہ حالت سفر میں جب فرض نماز کو قصر کیا جا رہا ہے پھر اس وقت سنت نمازوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

بَابُ مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ فِي غَيْرِ دُبُرِ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلَهَا وَرَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ فِي السَّفَرِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب: فرض نمازوں کے بعد اور اول کی سنتوں کے علاوہ اور دوسرے نفل سفر میں پڑھنا اور نبی کریم ﷺ نے سفر میں فجر کی سنتوں کو پڑھا ہے

١١٠٣ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الضُّحَى غَيْرُ أُمِّ هَانِيءٍ، ذَكَرَتْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا، فَصَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، فَمَا رَأَيْتُهُ صَلَّى صَلَاةً أَخَفَّ مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ. [طرفاه في: ١١٧٦، ٤٢٩٢] [مسلم: ١٦٦٧؛ ابوداود: ١٢٩١؛ ترمذي: ٤٧٤]

(۱۱۰۳) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مرہ نے، ان سے ابن ابی لیلیٰ نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ رسول اللہ ﷺ کو انہوں نے چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا، ہاں ام ہانی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر غسل کیا تھا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے آٹھ رکعتیں پڑھی تھیں، میں نے آپ ﷺ کو کبھی اتنی ہلکی پھلکی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ البتہ آپ ﷺ رکوع اور سجدہ پوری طرح کرتے تھے۔

١١٠٤ـ وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، أَنَّ أَبَاهُ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ. [راجع: ١٠٩٣]

(۱۱۰۴) اور لیث بن سعد نے کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے بیان کیا کہ انہیں ان کے باپ نے خبر دی کہ انہوں نے خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ (رات میں) سفر میں نفل نمازیں سواری پر پڑھتے تھے، وہ جدھر آپ ﷺ کو لے جاتی ادھر ہی سہی۔

تشریح: اس سے نبی کریم ﷺ کا سفر میں نفل پڑھنا ثابت ہوا نیز چاشت کی نماز بھی ثابت ہوئی اگر نبی کریم ﷺ سے عمر بھر کوئی کام صرف ایک ہی دفعہ کرنا ثابت ہو تو وہ بھی امت کے لئے سنت ہے اور چاشت کے لئے تو اور بھی ثبوت موجود ہیں۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے صرف اپنے دیکھنے کا حال بیان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کو ہر وقت آپ ﷺ کے معمولات دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

١١٠٥ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ

(۱۱۰۵) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے اور انہیں سالم بن عبداللہ بن عمر نے اپنے باپ

عَبْدِاللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُسَبِّحُ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ، يُوْمِئُ بِرَأْسِهِ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ. [راجع: ١٠٩٩]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی کی پیٹھ پر خواہ اس کا منہ کسی طرف ہوتا نفل نماز سر کے اشاروں سے پڑھتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

تشریح: مطلب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ سفر میں نبی کریم ﷺ نے فرض نمازوں کے اوّل اور بعد کی سنن راتبہ نہیں پڑھی ہیں، ہاں اور قسم کے نوافل جیسے اشراق وغیرہ سفر میں پڑھنا منقول ہے اور فجر کی سنتوں کا سفر میں ادا کرنا ثابت ہے۔

"قال ابن القيم في الهدى: وكان من هديه ﷺ في سفره الاقتصار على الفرض ولم يحفظ عنه انه ﷺ صلى سنة الصلاة قبلها ولا بعدها الا ما كان من سنة الوتر والفجر فانه لم يكن يدعها حضرا ولا سفرا انتهى۔" (نيل الاوطار)

یعنی علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ سے یہ بھی ہے کہ حالت سفر میں آپ صرف فرض کی قصر رکعتوں پر اکتفا کرتے تھے اور آپ ﷺ سے ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے سفر میں وتر اور فجر کی سنتوں کے سوا اور کوئی نماز ادا کی ہو۔ آپ ﷺ ان ہر دو کو سفر اور حضر میں برابر پڑھا کرتے تھے۔ پھر علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان روایات پر روشنی ڈالی ہے جن سے نبی کریم ﷺ کا حالت سفر میں نماز نوافل ادا کرنا ثابت ہوتا ہے۔

"وقد سئل الامام احمد عن التطوع في السفر فقال: ارجوان لا يكون بالتطوع في السفر باس۔" یعنی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سفر میں نوافل کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ سفر میں نوافل ادا کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے مگر سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنا بہتر اور مقدم ہے۔

پس ہر دو امور ثابت ہوئے کہ ترک میں بھی کوئی برائی نہیں اور ادائیگی میں بھی کوئی حرج نہیں۔" وقال الله تعالى ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (٢٢/الحج:٧٨) والحمدلله على نعمائه الكاملة۔

بَابُ الْجَمْعِ فِي السَّفَرِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

باب: سفر میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھنا

١١٠٦۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ. [راجع: ١٠٩١] [مسلم: ١٦٢٣؛ نسائي: ٥٩٩]

(۱۱۰۶) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا، انہوں نے سالم سے اور انہوں نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نبی اکرم ﷺ کو اگر سفر میں جلد چلنا منظور ہوتا تو مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھتے۔

١١٠٧۔ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ: عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الظُّهْرِ

(۱۱۰۷) اور ابراہیم بن طہمان نے کہا کہ ان سے حسین معلم نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ملا کر پڑھتے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء کی بھی

وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ، وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔

١١٠٨۔ وَعَنْ حُسَيْنٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ. وَتَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى عَنْ حَفْصٍ عَنْ أَنَسٍ: جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ. [طرفه في: ١١١٠]

(۱۱۰۸) اور ابن طہمان ہی نے بیان کیا کہ ان سے حسین نے، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے حفص بن عبید اللہ بن انس رضی اللہ عنہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی کریم ﷺ سفر میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔ اس روایت کی متابعت علی بن مبارک اور حرب نے یحییٰ سے کی ہے۔ یحییٰ حفص سے اور حفص انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (مغرب اور عشاء) ایک ساتھ ملا کر پڑھی تھیں۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جمع کا مسئلہ قصر کے ابواب میں اس لئے لائے کہ جمع بھی گویا ایک طرح کا قصر ہی ہے۔ سفر میں ظہر عصر اور مغرب عشاء کا جمع کرنا اہلحدیث اور امام احمد اور امام شافعی اور ثوری اور اسحاق رحمہم اللہ سب کے نزدیک جائز ہے خواہ جمع تقدیم کرے یعنی ظہر کے وقت عصر اور مغرب کے وقت عشاء پڑھ لے خواہ جمع تاخیر کرے یعنی عصر کے وقت ظہر اور عشاء کے وقت مغرب بھی پڑھ لے۔ اس بارے میں مزید تفصیل مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم ہو سکتی ہے۔

"عن معاذ بن جبل قال: كان النبی ﷺ فی غزوة تبوك اذا زاغت الشمس قبل ان يرتحل جمع بين الظهر والعصر وان ارتحل قبل ان تزيغ الشمس اخر الظهر حتى ينزل للعصر وفى المغرب مثل ذلك اذا غابت الشمس قبل ان يرتحل جمع بين المغرب والعشاء وان ارتحل قبل ان تغيب الشمس اخر المغرب حتى ينزل للعشاء ثم يجمع بينهما۔ رواه ابوداود والترمذی وقال هذا حديث حسن غريب۔"

یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں نبی کریم ﷺ کے کسی دن کوچ کرنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو آپ ظہر اور عصر ملا کر پڑھ لیتے (جسے جمع تقدیم کہا جاتا ہے) اور اگر کبھی آپ کا سفر سورج ڈھلنے سے پہلے ہی شروع ہو جاتا تو ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے (جسے جمع تاخیر کہا جاتا ہے) مغرب میں بھی آپ ﷺ کا یہی عمل تھا اگر کوچ کرتے وقت سورج غروب ہو چکا ہوتا تو آپ مغرب اور عشاء ملا کر پڑھ لیتے اور اگر سورج غروب ہونے سے قبل ہی سفر شروع ہو جاتا تو پھر مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ ملا کر ادا کرتے۔ مسلم شریف میں بھی یہ روایت مختصر مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء ملا کر پڑھ لیا کرتے تھے۔

ایک اور حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں مطلق سفر کا ذکر ہے اور ساتھ ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ بھی بیان فرماتے ہیں: "كان رسول الله ﷺ اذا ارتحل قبل ان تزيغ الشمس اخر الظهر الى وقت العصر الحديث۔" یعنی سفر میں نبی کریم ﷺ کا یہی معمول تھا کہ اگر سفر سورج ڈھلنے سے قبل شروع ہوتا تو آپ ﷺ ظہر کو عصر میں ملا لیا کرتے تھے اور اگر سورج ڈھلنے کے بعد آپ ﷺ سفر کرتے تو ظہر کے ساتھ عصر ملا کر سفر شروع کرتے تھے۔

مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی مروی ہے اس میں مزید یہ ہے کہ "قال سعيد: فقلت لابن عباس ما حمله على ذلك قال: اراد ان لا يحرج امته۔" (رواه مسلم ص: ٢٤٦) یعنی سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا آپ ﷺ نے یہ اس لئے کیا تا کہ امت تنگی میں نہ پڑ جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں حضرت علی اور ابن عمر اور انس اور عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ اور ابن عباس اور اسامہ بن زید اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی مرویات ہیں اور امام شافعی اور احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم بھی یہی کہتے ہیں کہ سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا خواہ جمع تقدیم ہو یا تاخیر بلا خوف و خطر جائز ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر لوگوں کا قول نقل کیا ہے کہ سفر طویل میں جو ۴۸ میل ہاشمی پر بولا جاتا ہے جمع تقدیم و جمع تاخیر ہر دو طور پر جمع کرنا جائز ہے اور چھوٹے سفر کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں اور ان میں بہت صحیح قول یہ ہے کہ جس سفر میں نماز کا قصر کرنا جائز نہیں اس میں جمع بھی جائز نہیں ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ درر البہیہ میں فرماتے ہیں کہ مسافر کے لئے جمع تقدیم اور جمع تاخیر ہر دو طور پر جمع کرنا جائز ہے۔ خواہ اذان اور اقامت سے ظہر میں عصر کو ملائے یا عصر کے ساتھ ظہر ملائے۔ اس طرح مغرب کے ساتھ عشاء پڑھے یا عشاء کے ساتھ مغرب ملائے۔ حنفیہ کے ہاں سفر میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت ہے جسے بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ میں نے مزدلفہ کے سوا کہیں نہیں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازیں ملا کر ادا کی ہوں۔

اس کا جواب صاحب مسک الختام نے یوں دیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہمارے مقصود کے لئے ہرگز مضر نہیں ہے کہ یہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے اس بیان کے خلاف بیان دے رہے ہیں جیسا کہ محدث سلام اللہ نے محلی شرح مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں مسند ابی سے نقل کیا ہے کہ ابوقیس ازدی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع فرمایا کرتے تھے۔ اب ان کے پہلے بیان میں نفی ہے اور اس میں اثبات ہے اور قاعدہ مقررہ کی رو سے نفی پر اثبات مقدم ہوتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ان کا پہلا بیان محض نسیان کی وجہ سے ہے۔ دوسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اللہ پاک نے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا﴾ (۴/النساء:۱۰۳) یعنی نماز مومنوں پر وقت مقررہ میں فرض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے مفسر اول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے نماز میں جمع ثابت ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ جمع بھی وقت موقت ہی میں داخل ہے ورنہ آیت کو اگر مطلق مانا جائے تو پھر مزدلفہ میں بھی جمع کرنا جائز نہیں ہوگا۔ حالانکہ وہاں کے جمع پر حنفی، شافعی اور اہلحدیث سب کا اتفاق ہے۔ بہر حال امر ثابت یہی ہے کہ سفر میں جمع تقدیم و جمع و تاخیر ہر دو صورتوں میں جائز ہے۔

"وقد روى مسلم عن جابر انه ﷺ جمع بين الظهر والعصر بعرفة في وقت الظهر فلو لم يرد من فعله الا هذا لكان ادل دليل على جواز جمع التقديم في السفر۔" (قسطلانی، ج: ۲/ ص: ۲۴۹)

یعنی امام مسلم نے جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نمازوں کو عرفہ میں ظہر کے وقت میں جمع کر کے ادا فرمایا۔ پس اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اسی موقع پر صحیح روایت سے جمع ثابت ہوا۔ یہی بہت بڑی دلیل ہے کہ جمع تقدیم سفر میں جائز ہے۔

علامہ قسطلانی نے امام زہری کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے سالم سے پوچھا کہ سفر میں ظہر اور عصر کا جمع کرنا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ بلا شک جائز ہے تم دیکھتے نہیں کہ عرفات میں لوگ ظہر اور عصر ملا کر ادا کرتے ہیں۔

پھر علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ جمع تقدیم کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اول والی نماز پڑھی جائے مثلاً ظہر و عصر کو ملانا ہے تو پہلے ظہر ادا کی جائے اور یہ بھی ضروری ہے کہ نیت بھی پہلے ادا کرنے کی، کی جائے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان ہر دو نمازوں کو پے در پے پڑھا جائے درمیان میں کسی سنت راتبہ وغیرہ سے فصل نہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نمرہ میں ظہر اور عصر کو جمع فرمایا تو: "والى بينهما وترك الرواتب واقام الصلوة بينهما ورواه الشيخان۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملا کر پڑھا درمیان میں کوئی سنت نماز نہیں پڑھی اور درمیان میں تکبیر کہی۔ اسے بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے (حوالہ مذکور)

اس بارے میں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں باب منعقد فرمایا ہے۔ "باب الجمع باذان واقامتين من غير تطوع بينهما" یعنی نماز کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کرنا اور ان کے درمیان کوئی نفل نماز نہ ادا کرنا۔ پھر آپ اس بارے میں بطور دلیل حدیث ذیل کو لائے ہیں۔

"عن ابن عمر ان النبی ﷺ صلی المغرب والعشاء بالمزدلفة جميعا كل واحدة منهما باقامة ولم يسبح بينهما ولا على اثر واحدة منهما رواه البخاری والنسائی۔"
یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مزدلفہ میں نبی کریم ﷺ نے مغرب اور عشاء کو الگ الگ اقامت کے ساتھ جمع فرمایا اور نہ آپ ﷺ نے ان کے درمیان کوئی نفل نماز ادا کی اور نہ ان کے آگے پیچھے۔ جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے مسلم اور احمد اور نسائی میں اتنا اور زیادہ ہے "ثم اضطجع حتى طلع الفجر" پھر آپ ﷺ لیٹ گئے یہاں تک کہ فجر ہوگئی۔

بَابٌ: هَلْ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ إِذَا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ؟

باب: جب مغرب اور عشاء ملا کر پڑھے تو کیا ان کے لیے اذان و تکبیر کہی جائے گی؟

١١٠٩ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ، حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ. قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ، يُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ يُسَلِّمُ، ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتَّى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَيْنَهُمَا بِرَكْعَةٍ، وَلَا بَعْدَ الْعِشَاءِ بِسَجْدَةٍ حَتَّى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ. [راجع: ١٠٩١]

(۱۱۰۹) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی۔ آپ نے کہا رسول اللہ ﷺ کو جب جلدی سفر طے کرنا ہوتا تو مغرب کی نماز مؤخر کر دیتے۔ پھر اسے عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔ سالم نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اگر سفر سرعت کے ساتھ طے کرنا چاہتے تو اسی طرح کرتے تھے۔ مغرب کی تکبیر پہلے کہی جاتی اور آپ تین رکعت مغرب کی نماز پڑھ کر سلام پھیر دیتے۔ پھر معمولی سے توقف کے بعد عشاء کی تکبیر کہی جاتی اور آپ اس کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیتے۔ دونوں نمازوں کے درمیان ایک رکعت بھی سنت وغیرہ نہ پڑھتے اور اسی طرح عشاء کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ درمیان شب میں آپ اٹھتے (اور تہجد ادا کرتے)۔

١١١٠ـ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُالصَّمَدِ قَالَ: حَدَّثَنِي حَرْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ فِي السَّفَرِ يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ. [راجع: ١١٠٨]

(۱۱۱۰) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حرب بن شداد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے حفص بن عبیداللہ بن انس نے بیان کیا کہ انس رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ان دو نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کو سفر میں ایک ساتھ ملا کر پڑھا کرتے تھے۔

بَابٌ: يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى الْعَصْرِ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ

باب: مسافر جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرے تو ظہر کی نماز میں عصر کا وقت آنے تک دیر کرے

فِيهِ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

١١١١ـ حَدَّثَنَا حَسَّانُ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا، فَإِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ. [طرفه في:١١١٢] [مسلم: ١٢٢٥، ١٢٢٦؛ ابوداود: ١٢١٩؛ نسائي: ٥٨٥، ٥٩٣]

(١١١١) ہم سے حسان واسطی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مفضل بن فضالہ نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اگر سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر کی نماز عصر تک نہ پڑھتے پھر ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھتے اور اگر سورج ڈھل چکا ہوتا تو پہلے ظہر پڑھ لیتے پھر سوار ہوتے۔

بَابٌ: إِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ

باب: سفر اگر سورج ڈھلنے کے بعد شروع ہو تو پہلے ظہر پڑھ لے پھر سوار ہو

١١١٢ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ، ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا، فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ. [راجع: ١١١١]

(١١١٢) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مفضل بن فضالہ نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ جب سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر، عصر کا وقت آنے تک نہ پڑھتے۔ پھر کہیں (راستے میں) ٹھہرتے اور ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے لیکن اگر سفر شروع کرنے سے پہلے سورج ڈھل چکا ہوتا تو پہلے ظہر پڑھتے پھر سوار ہوتے۔

بَابُ صَلَاةِ الْقَاعِدِ

باب: نماز بیٹھ کر پڑھنے کا بیان

١١١٣ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ، فَصَلَّى جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ،

(١١١٣) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ عروہ نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی ﷺ بیمار تھے اس لیے آپ ﷺ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھائی، بعض لوگ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھنے لگے۔ لیکن آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے،

فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا)). [راجع: ٦٨٨]

اس لیے جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔"

١١١٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: سَقَطَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ فَرَسٍ فَخُدِشَ ـ أَوْ فَجُحِشَ ـ شِقُّهُ الأَيْمَنُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُودُهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا قُعُودًا وَقَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). [راجع: ٣٧٨] [مسلم: ٩٢٣]

(۱۱۱۴) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر پڑے اس کی وجہ سے آپ کے دائیں پہلو پر زخم آ گئے۔ ہم مزاج پرسی کے لیے گئے تو نماز کا وقت آ گیا۔ آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ہم نے بھی بیٹھ کر آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے اسی موقع پر فرمایا تھا کہ "امام اس لیے ہے تا کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لیے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا ولك الحمد کہو۔"

تشریح: ہر دو احادیث میں مقتدیوں کے لئے بیٹھنے کا حکم پہلے دیا گیا تھا۔ بعد میں آخری نماز مرض الموت میں جو آپ ﷺ نے پڑھائی اس میں آپ بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اس سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔

١١١٥ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ ؛ ح: وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: وَأَخْبَرَنَا عَبْدُالصَّمَدِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ الْحُصَيْنِ ـ وَكَانَ مَبْسُورًا ـ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ: ((إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ)).

[طرفاه في: ١١١٦، ١١١٧]

(۱۱۱۵) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں حسین نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن بریدہ نے انہیں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہ آپ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا (دوسری سند) اور ہمیں اسحاق بن منصور نے خبر دی، کہا کہ ہمیں عبدالصمد نے خبر دی، کہا کہ میں نے اپنے باپ عبدالوارث سے سنا، کہا کہ ہم سے حسین نے بیان کیا اور ان سے ابن بریدہ نے کہا کہ مجھ سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، وہ بواسیر کے مریض تھے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کسی آدمی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "افضل یہی ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھے کیونکہ بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے اور لیٹے لیٹے پڑھنے والے کو بیٹھ کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔"

تشریح: اس حدیث میں ایک اصول بتایا گیا ہے کہ کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور لیٹ کر نمازوں کے ثواب میں کیا تفاوت ہے۔ رہی صورت مسئلہ کہ لیٹ کر نماز جائز بھی ہے یا نہیں اس سے کوئی بحث نہیں کی گئی ہے اس لئے اس حدیث پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ جب لیٹ کر نماز جائز ہی نہیں تو حدیث میں اس پر ثواب کا کیسے ذکر ہو رہا ہے؟ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان احادیث پر جو عنوان لگایا ہے اس کا مقصد اسی اصول کی وضاحت ہے۔ اس کی تفصیلات

دوسرے مواقع پر شارع سے خود ثابت ہیں۔ اس لئے عملی حدود میں جواز اور عدم جواز کا فیصلہ انہیں تفصیلات کے پیش نظر ہوگا۔ اس باب کی پہلی دو احادیث پر بحث پہلے گزر چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ عذر کی وجہ سے مسجد میں نہیں جا سکتے تھے اس لئے فرض آپ نے اپنی قیامگاہ پر ادا کئے۔ صحابہ ﷢ نماز سے فارغ ہو کر عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور جب آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ ﷺ کے پیچھے انہوں نے بھی اقتدا کی نیت باندھ لی۔ صحابہ ﷢ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، اس لئے آپ ﷺ نے انہیں منع کیا کہ نفل نماز میں امام کی حالت کے اس طرح خلاف مقتدیوں کے لئے کھڑا ہونا مناسب نہیں ہے۔ (تفہیم البخاری، پ:۵/ص:۱۳۰) جو مریض بیٹھ کر بھی نماز نہ پڑھ سکے وہ لیٹ کر پڑھ سکتا ہے۔ جس کے جواز میں کوئی شک نہیں۔ امام کے ساتھ مقتدیوں کا بیٹھ کر نماز پڑھنا بعد میں منسوخ ہو گیا ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الْقَاعِدِ بِالْإِيمَاءِ

باب: بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھنا

١١١٦ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ ـوَكَانَ رَجُلًا مَبْسُوْرًاـ وَقَالَ أَبُوْ مَعْمَرٍ مَرَّةً عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ: ((مَنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ)). [راجع: ١١١٥]

(۱۱۱۶) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حسین معلم نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن بریدہ نے کہ عمران بن حصین ﷛ نے جنہیں بواسیر کا مرض تھا۔ اور کبھی ابو معمر نے یوں کہا کہ عمران بن حصین ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "کھڑے ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے لیکن اگر کوئی بیٹھ کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے اسے آدھا ثواب ملے گا اور لیٹ کر پڑھنے والے کو بیٹھ کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا۔"

بَابٌ: إِذَا لَمْ يُطِقْ قَاعِدًا صَلَّى عَلَى جَنْبٍ

باب: جب بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو کروٹ کے بل لیٹ کر پڑھے

وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا لَمْ يَقْدِرْ أَنْ يَتَحَوَّلَ إِلَى الْقِبْلَةِ صَلَّى حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ.

اور عطاء ﷫ نے کہا کہ اگر قبلہ رخ ہونے کی بھی طاقت نہ ہو تو جس طرف اس کا رخ ہو ادھر ہی نماز پڑھ سکتا ہے۔

١١١٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ طَهْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: كَانَتْ بِي بَوَاسِيْرُ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: ((صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ)). [راجع: ١١١٥]

(۱۱۱۷) ہم سے عبدان نے بیان کیا، ان سے امام عبداللہ بن مبارک نے، ان سے ابراہیم بن طہمان نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے حسین مکتب نے (جو بچوں کو لکھنا سکھاتا تھا) بیان کیا، ان سے ابن بریدہ نے اور ان سے عمران بن حصین ﷛ نے کہا کہ مجھے بواسیر کا مرض تھا۔ اس لیے میں نے نبی کریم ﷺ سے نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ لو۔"

بَابٌ: إِذَا صَلَّى قَاعِدًا ثُمَّ صَحَّ أَوْ وَجَدَ خِفَّةً تَمَّمَ مَا بَقِيَ

باب: اگر کسی شخص نے نماز بیٹھ کر شروع کی لیکن دوران نماز میں وہ تندرست ہوگیا یا مرض میں کچھ کمی محسوس کی تو باقی نماز کھڑے ہوکر پوری کرے

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ شَاءَ الْمَرِيضُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا وَرَكْعَتَيْنِ قَائِمًا.

اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مریض دو رکعت بیٹھ کر اور دو رکعت کھڑے ہوکر پڑھ سکتا ہے۔

١١١٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي صَلَاةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتَّى أَسَنَّ، فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ، فَقَرَأَ نَحْوًا مِنْ ثَلَاثِينَ آيَةً أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً، ثُمَّ رَكَعَ. [أطرافه في: ١١١٩، ١١٤٨، ٤٨٣٧]

(۱۱۱۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے باپ عروہ بن زبیر نے اور انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بیٹھ کر نماز پڑھتے نہیں دیکھا البتہ جب آپ ﷺ ضعیف ہوگئے تو قراءت قرآن نماز میں بیٹھ کر کرتے تھے، پھر جب رکوع کا وقت آتا تو کھڑے ہوجاتے اور پھر تقریباً تیس یا چالیس آیتیں پڑھ کر رکوع کرتے۔

١١١٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ يَزِيدَ، وَأَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللَّهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ نَحْوٌ مِنْ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ، يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، فَإِذَا قَضَى صَلَاتَهُ نَظَرَ فَإِنْ كُنْتُ يَقْظَى تَحَدَّثَ مَعِي، وَإِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اضْطَجَعَ. [راجع: ١١١٨] [مسلم: ١٧٠٥؛ أبوداود: ١٢٦٢؛ ترمذي: ٤١٧؛ نسائي: ١٦٤٧]

(۱۱۱۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن یزید، عمر بن عبیداللہ کے غلام ابوالنضر سے خبر دی، انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما نے، انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز بیٹھ کر پڑھنا چاہتے تو قراءت بیٹھ کر کرتے۔ جب تقریباً تیس چالیس آیتیں پڑھنی باقی رہ جاتیں تو آپ انہیں کھڑے ہوکر پڑھتے۔ پھر رکوع اور سجدہ کرتے پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے۔ نماز سے فارغ ہونے پر دیکھتے کہ میں جاگ رہی ہوں تو مجھ سے باتیں کرتے لیکن اگر میں سوئی ہوتی تو آپ ﷺ بھی لیٹ جاتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ التَّهَجُّدِ

تہجد کا بیان

بَابُ التَّهَجُّدِ بِاللَّيْلِ وَقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ﴾ [الإسراء:٧٩]

١١٢٠ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِيْ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ: ((اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ ﷺ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْلِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ- أَوْ- لَا إِلٰهَ غَيْرُكَ)) قَالَ سُفْيَانُ: وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِيْمِ أَبُوْ أُمَيَّةَ:

باب: رات میں تہجد پڑھنا اور اللہ عزوجل نے (سورۂ بنی اسرائیل میں) فرمایا: ''اور رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھ، یہ آپ کے لیے زیادہ حکم ہے''

(۱۱۲۰) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیمان بن ابی مسلم نے بیان کیا، ان سے طاؤس نے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ جب رات میں تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے ۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے) ''اے میرے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لیے زیبا ہے، تو آسمان اور زمین اور ان میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لیے مناسب ہے۔ آسمان و زمین اور ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لیے ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے، تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لیے زیبا ہے، تو سچا ہے، تیرا وعدہ سچا، تیری ملاقات سچی، تیرا فرمان سچا ہے، جنت سچ ہے، دوزخ سچ ہے، انبیا سچے ہیں، محمد ﷺ سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔ اے میرے اللہ! میں تیرا ہی فرماں بردار ہوں اور تجھی پر ایمان رکھتا ہوں، تجھی پر بھروسہ ہے، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں، تیرے ہی عطا کئے ہوئے دلائل کے ذریعہ بحث کرتا ہوں اور تجھی کو حکم بناتا ہوں۔ پس جو خطائیں مجھ سے پہلے ہوئیں اور جو بعد میں ہوں گی ان سب کی مغفرت فرما، خواہ وہ ظاہر ہوئی ہوں یا پوشیدہ۔ آگے کرنے والا اور پیچھے رکھنے والا تو ہی ہے۔ معبود صرف تو ہی ہے۔ یا (یہ کہا کہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''

((وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ)) قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ: سَمِعَهُ مِنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[أطرافه في: ٦٣١٧، ٧٣٨٥، ٧٤٤٢، ٧٤٩٩]

ابوسفیان نے بیان کیا کہ عبدالکریم ابوامیہ نے اس دعا میں اضافہ نقل کیا ہے "لا حول ولا قوة الا بالله"۔ سفیان نے بیان کیا کہ سلیمان بن مسلم نے طاؤس سے یہ حدیث سنی تھی، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

[مسلم: ١٨٠٩؛ نسائي: ١٦١٨؛ ابن ماجه: ١٣٥٥]

تشریح: مسنون ہے کہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھنے والے خوش نصیب مسلمان اٹھتے ہی پہلے یہ دعا پڑھ لیں۔ لفظ تہجد باب تفعل کا مصدر ہے اس کا مادہ ہجود ہے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: "اصله ترك الهجود وهو النوم قال ابن فارس: المتهجد المصلي ليلا فتهجد به اى ترك الهجود للصلوة" یعنی اصل اس کا یہ ہے کہ رات کو سونا نماز کے لئے ترک کر دیا جائے۔ پس اصطلاحی معنی متہجد کے مصلّی (نمازی) کے ہیں جو رات میں اپنی نیند کو خیر باد کہہ کر نماز میں مشغول ہو جائے۔ اصطلاح میں رات کی نماز کو نماز تہجد سے موسوم کیا گیا۔ آیت مبارکہ کے جملہ: ﴿نَافِلَةً لَّكَ﴾ (۱۷/ الاسراء: ۷۹) کی تفسیر میں علامہ قسطلانی کہتے ہیں: "فريضة زائدة لك على الصلوات المفروضة خصصت بها من بين امتك روى الطبراني باسناد ضعيف عن ابن عباس ان النافلة للنبي ﷺ خاصة لانه امر بقيام الليل وكتب عليه دون امته۔" یعنی تہجد کی نماز نبی کریم ﷺ کے لئے نماز پنجگانہ کے علاوہ فرض ہے اور آپ کو اس بارے میں امت سے ممتاز قرار دیا گیا کہ امت کے لئے یہ فرض نہیں مگر آپ پر فرض ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی لفظ ﴿نَافِلَةً لَّكَ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ خاص آپ ﷺ کے لئے بطور ایک فرض نماز کے ہے۔ آپ ﷺ رات کی نماز کے لئے مامور کئے گئے اور امت کے علاوہ آپ ﷺ پر اسے فرض قرار دیا گیا۔ لیکن امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ بعد میں آپ کے اوپر سے بھی اس کی فرضیت کو منسوخ کر دیا گیا تھا۔

بہر حال نماز تہجد فرائض پنجگانہ کے بعد بڑی اہم نماز ہے جو پچھلی رات میں ادا کی جاتی ہے اور اسکی گیارہ رکعات ہیں جن میں آٹھ رکعتیں دو دو کر کے سلام سے ادا کی جاتی ہیں اور آخر میں تین وتر پڑھے جاتے ہیں۔ یہی نماز رمضان میں تراویح سے موسوم کی گئی۔

بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ

باب: رات کی نماز کی فضیلت کا بیان

١١٢١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ؛ ح: وَحَدَّثَنِي مَحْمُودٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا رَأَى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرَى رُؤْيَا فَأَقُصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا، وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا

(۱۱۲۱) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن یوسف صنعانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر نے حدیث بیان کی (دوسری سند) اور مجھ سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں سالم نے، انہیں ان کے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں جب کوئی خواب دیکھتا تو آپ ﷺ سے بیان کرتا (آپ ﷺ تعبیر دیتے) میرے بھی دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھتا اور آپ ﷺ سے بیان کرتا۔ میں ابھی نوجوان تھا اور آپ ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں سوتا تھا۔ چنانچہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ

بِي إِلَى النَّارِ فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ، وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ، وَإِذَا فِيهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ أَقُولُ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ. قَالَ: فَلَقِيَنَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لِي: لَمْ تُرَعْ. [راجع: ٤٤٠] [مسلم: ٦٣٧٠، ٦٣٧١؛ ابن ماجه: ٣٩١٩]

کر دوزخ کی طرف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ دوزخ پر کنویں کی طرح بندش ہے (یعنی اس پر کنویں کی سی منڈیر بنی ہوئی ہے) اس کے دو جانب تھے۔ دوزخ میں بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا جنہیں میں پہچانتا تھا۔ میں کہنے لگا دوزخ سے اللہ کی پناہ! انہوں نے بیان کیا کہ پھر ہم کو ایک فرشتہ ملا اور اس نے مجھ سے کہا: ڈرو نہیں۔

١١٢٢۔ فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ)) وَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا. [أطرافه في: ١١٥٧، ٣٧٣٩، ٣٧٤١، ٧٠١٦، ٧٠٢٩، ٧٠٣١]

(١١٢٢) یہ خواب میں نے (اپنی بہن) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سنایا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو۔ تعبیر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ "عبداللہ خوب لڑکا ہے۔ کاش رات میں نماز پڑھا کرتا۔" (راوی نے کہا کہ آپ ﷺ کے اس فرمان کے بعد) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات میں بہت کم سوتے تھے (زیادہ عبادت ہی کرتے رہتے)۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس خواب کو نبی کریم ﷺ نے ان کی رات میں غفلت کی نیند پر محمول فرمایا اور ارشاد ہوا کہ وہ بہت ہی اچھے آدمی ہیں مگر اتنی کمی ہے کہ رات کو نماز تہجد نہیں پڑھتے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز تہجد کو اپنی زندگی کا معمول بنا لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز تہجد کی بے حد فضیلت ہے۔ اس بارے میں کئی احادیث مروی ہیں۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " عليكم بقيام الليل فانه داب الصالحين قبلكم۔" یعنی اپنے لئے نماز تہجد کو لازم کر لو یہ تمام صالحین نیکوکار بندوں کا طریقہ ہے۔ حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ رات میں تہجد پڑھنا دوزخ سے نجات پانے کا باعث ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان کی والدہ نے نصیحت فرمائی تھی رات بہت سونا اچھا نہیں جس سے آدمی قیامت کے دن محتاج ہو کر رہ جائے گا۔

بَابُ طُولِ السُّجُودِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ

باب: رات کی نمازوں میں لمبے سجدے کرنا

١١٢٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، كَانَتْ تِلْكَ صَلَاتَهُ، يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِي لِلصَّلَاةِ. [راجع: ٦١٩، ٦٢٦]

(١١٢٣) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی اور انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ (رات میں) گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ کی یہی نماز تھی۔ لیکن اس کے سجدے اتنے لمبے ہوا کرتے کہ تم میں سے کوئی نبی ﷺ کے سر اٹھانے سے قبل پچاس آیتیں پڑھ سکتا تھا (اور طلوع فجر ہونے پر) فجر کی نماز سے پہلے آپ ﷺ دو رکعت سنت پڑھتے۔ اس کے بعد دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔ آخر موذن آپ ﷺ کو نماز کے لیے بلانے آتا۔

تشریح: فجر کی سنتوں کے بعد تھوڑی دیر کے لئے داہنی کروٹ پر لیٹنا نبی کریم ﷺ کا معمول تھا۔ جس قدر روایات فجر کی سنتوں کے بارے میں مروی ہیں ان سے بیشتر میں اس "اضطجاع" کا ذکر ملتا ہے، اسی لئے اہلحدیث کا یہ معمول ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی ہر سنت اور آپ کی ہر مبارک عادت کو اپنے لئے سرمایہ نجات جانتے ہیں۔ پچھلے کچھ متعصب و متشدد قسم کے بعض حنفی علما نے اس لیٹنے کو بدعت قرار دے دیا تھا مگر آج کل سنجیدگی کا دور ہے اس میں کوئی اوٹ پٹانگ بات ہانک دینا کسی بھی اہل علم کے لئے زیبا نہیں، اس لئے آج کل کے سنجیدہ علمائے احناف نے پہلے متشدد خیال والوں کی تردید کی ہے اور صاف لفظوں میں نبی کریم ﷺ کے اس فعل کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ صاحب تفہیم البخاری کے یہاں یہ الفاظ ہیں:

''اس حدیث میں سنت فجر کے بعد لیٹنے کا ذکر ہے، احناف کی طرف اس مسئلے کی نسبت غلط ہے کہ ان کے نزدیک سنت فجر کے بعد لیٹنا بدعت ہے۔ اس میں بدعت کا کوئی سوال ہی نہیں۔ یہ تو نبی کریم ﷺ کی عادت تھی، عبادات سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں البتہ ضروری سمجھ کر فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا پسندیدہ نہیں خیال کیا جا سکتا، اس حیثیت سے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی ایک عادت تھی اس میں اگر آپ ﷺ کی اتباع کی جائے تو ضرور اجر و ثواب ملے گا۔''

فاضل موصوف نے بہر حال اس عادت نبوی پر عمل کرنے والوں کے لئے اجر و ثواب کا فتویٰ دے ہی دیا ہے۔ باقی یہ کہنا کہ عبادات سے اس کا کوئی تعلق نہیں غلط ہے، موصوف کو معلوم ہوگا کہ عبادت ہر وہ کام ہے جو نبی کریم ﷺ نے دینی امور میں تقرب الی اللہ کے لئے انجام دیا۔ آپ کا یہ لیٹنا بھی تقرب الی اللہ ہی کے لئے ہوتا تھا کیونکہ دوسری روایات میں موجود ہے کہ آپ اس وقت لیٹ کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَعَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَعَنْ يَسَارِيْ نُوْرًا وَفَوْقِيْ نُوْرًا وَتَحْتِيْ نُوْرًا وَاَمَامِيْ نُوْرًا وَخَلْفِيْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِيْ نُوْرًا وَفِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا وَفِيْ عَصَبِيْ نُوْرًا وَلَحْمِيْ نُوْرًا وَدَمِيْ نُوْرًا وَشَعْرِيْ نُوْرًا وَبَشَرِيْ نُوْرًا وَاجْعَلْ فِيْ نَفْسِيْ نُوْرًا وَاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ نُوْرًا۔'' (صحیح مسلم)

اس دعا کے بعد کون ذی عقل کہہ سکتا ہے کہ آپ کا یہ کام محض عادت ہی سے متعلق تھا اور بالفرض آپ ﷺ کی عادت ہی سہی بہر حال آپ کے سچے فدائیوں کے لئے آپ ﷺ کی ہر ادا آپ کی ہر عادت آپ کا ہر طور طریقہ زندگی باعث صد فخر و مباہات ہے۔ اللہ عمل کی توفیق بخشے آمین۔

به مصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
وگر با ونہ رسیدی تمام بولہبی است

آپ ﷺ سجدے میں یہ بار بار کہا کرتے: ''سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ'' ایک روایت میں یوں ہے: ''سُبْحٰنَكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ'' سلف صالحین بھی نبی کریم ﷺ کی پیروی میں لمبا سجدہ کرتے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اتنی دیر تک سجدہ میں رہتے کہ چڑیاں اتر کر ان کی پیٹھ پر بیٹھ جاتیں اور سمجھتیں کہ یہ کوئی دیوار ہے۔ (وحیدی)

بَابُ تَرْكِ الْقِيَامِ لِلْمَرِيْضِ

باب: مریض بیماری میں تہجد ترک کر سکتا ہے

١١٢٤ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: سَمِعْتُ جُنْدَبًا، يَقُوْلُ اشْتَكَى النَّبِيُّ ﷺ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ.

[أطرافه في: ١١٢٥، ٤٩٥٠، ٤٩٥١، ٤٩٨٣]

[مسلم: ٤٦٥٧، ٤٦٥٨]

(۱۱۲۴) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے اسود بن قیس سے بیان کیا، کہا کہ میں نے جندب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے تو ایک یا دو رات (نماز کے لیے) نہ اٹھ سکے۔

١١٢٥ـ ح: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ جُنْدَبِ

(۱۱۲۵) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے اسود بن قیس سے خبر دی ان سے جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے

ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: احْتَبَسَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَبْطَأَ عَلَيْهِ شَيْطَانُهُ فَنَزَلَتْ ﴿وَالضُّحَى ٥ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى ٥ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى﴾ .

[الضحى: ١-٣] [راجع: ١١٢٤]

فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام (ایک مرتبہ چند دنوں تک) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (وحی لے کر) نہیں آئے تو قریش کی ایک عورت (ام جمیل ابولہب کی بیوی) نے کہا کہ اب اس کے شیطان نے اس کے پاس آنے سے دیر لگائی۔ اس پر یہ سورت اتری: ﴿وَالضُّحَى٥ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى٥ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى﴾۔

تشریح: ترجمہ یہ ہے "قسم ہے چاشت کے وقت کی اور قسم ہے رات کی جب وہ ڈھانپ لے تیرے مالک نے نہ تجھ کو چھوڑا نہ تجھ سے غصے ہوا"۔ اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے مشکل ہے اور اصل یہ ہے کہ یہ حدیث اگلی حدیث کا تتمہ ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تھے تو رات کا قیام چھوڑ دیا تھا۔ اسی زمانہ میں حضرت جرائیل علیہ السلام نے بھی آنا موقوف کر دیا اور شیطان ابولہب کی بیوی (ام جمیل بنت حرب اخت ابی سفیان امراۃ ابی لهب حمالة الحطب) نے یہ فقرہ کہا۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کو پتھر کی مار لگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "هل انت الا اصبع دميت وفى سبيل الله ما لقيت" "تو ہے کیا ایک انگلی ہے اللہ کی راہ میں تجھ کو مار لگی خون آلودہ ہوئی۔ اسی تکلیف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو تین روز تہجد کے لئے بھی نہ اٹھ سکے تو ایک عورت (مذکورہ ام جمیل) کہنے لگی میں سمجھتی ہوں اب تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا۔ اس وقت یہ سورۃ اتری: ﴿وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾ (۹۳/الضحیٰ:۳-۱) (وحیدی)

احادیث گزشتہ کو صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں لفظ ح سے نقل کر کے ہر دو کو ایک ہی حدیث شمار کیا گیا ہے۔

بَابُ تَحْرِيضِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کی نماز اور نوافل پڑھنے کے لیے ترغیب دلانا لیکن واجب نہ کرنا

وَطَرَقَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاطِمَةَ وَعَلِيًّا لَيْلَةً لِلصَّلَاةِ.

ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے پاس رات کی نماز کے لیے جگانے آئے تھے۔

١١٢٦ـ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم اسْتَيْقَظَ لَيْلَةً فَقَالَ: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ، مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ، يَا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ)).

[راجع: ١١٥]

(۱۱۲۶) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ہند بنت حارث نے اور انہیں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات جاگے تو فرمایا: "سبحان اللہ! آج رات کیا کیا بلائیں اتری ہیں اور ساتھ ہی (رحمت اور عنایت کے) کیسے خزانے نازل ہوئے ہیں۔ ان حجرے والیوں (ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن) کو کوئی جگانے والا ہے، افسوس! کہ دنیا میں بہت سی کپڑے پہننے والی عورتیں آخرت میں ننگی ہوں گی۔"

١١٢٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ،

(۱۱۲۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے

عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً فَقَالَ: ((أَلَا تُصَلِّيَانِ؟)) فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللَّهِ، فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا. فَانْصَرَفَ حِينَ قُلْتُ ذَلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُولُ: ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ [الكهف: ٥٤]

خبردی، کہا کہ مجھے حضرت زین العابدین علی بن حسین نے خبردی اور انہیں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبردی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں خبردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم لوگ (تہجد کی) نماز نہیں پڑھو گے؟'' میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہماری روحیں اللہ کے قبضہ میں ہیں، جب وہ چاہے گا ہمیں اٹھا دے گا۔ ہماری اس عرض پر آپ واپس تشریف لے گئے آپ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن واپس جاتے ہوئے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ران پر ہاتھ مار کر (سورۂ کہف کی یہ آیت پڑھ رہے تھے) ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ ''آدمی سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔''

[أطرافه في: ٤٧٢٤، ٧٣٤٧، ٧٤٦٥]

[مسلم: ١٨١٨؛ نسائي: ١٦١٠، ١٦١١]

تشریح: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو رات کی نماز کی طرف رغبت دلائی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عذر سن کر آپ چپ ہو گئے۔ اگر نماز فرض ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عذر قابل قبول نہیں ہو سکتا تھا۔ البتہ جاتے ہوئے تاسف کا اظہار ضرور کر دیا۔

مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب فی الحقیقت درست تھا مگر اس کا استعمال اس موقع پر درست نہ تھا کیونکہ دنیا دار کو تکلیف ہے اس میں نفس پر زور ڈال کر تمام اوامر الٰہی کو بجا لانا چاہیے۔ تقدیر پر تکیہ کر لینا اور عبادت سے قاصر ہو کر بیٹھنا اور جب کوئی اچھی بات کا حکم کرے تو تقدیر پر حوالہ کرنا کج بحثی اور جھگڑا ہے۔ تقدیر کا اعتقاد اس لئے نہیں ہے کہ آدمی اپاہج ہو کر بیٹھ رہے اور تدبیر سے غافل ہو جائے۔ بلکہ تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ محنت اور مشقت اور اسباب حاصل کرنے میں کوشش کرے مگر یہ جانتا رہے کہ ہوگا وہی جو اللہ نے قسمت میں لکھا ہے۔ چونکہ رات کا وقت تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹے اور داماد تھے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر تطویل بحث اور سوال جواب کو نامناسب سمجھ کر کچھ جواب نہ دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جواب سے افسوس ہوا۔

١١٢٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ خَشْيَةَ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ، وَمَا سَبَّحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سُبْحَةَ الضُّحَى قَطُّ، وَإِنِّي لَأُسَبِّحُهَا. [طرفه في: ١١٧٧]

(۱۱۲۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا، ان سے عروہ نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کام کو چھوڑ دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا کرنا پسند ہوتا۔ اس خیال سے ترک کر دیتے کہ دوسرے صحابہ بھی اس پر (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر) عمل شروع کر دیں اور اس طرح وہ کام ان پر فرض ہو جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز کبھی نہیں پڑھی لیکن میں پڑھتی ہوں۔

[مسلم: ١٦٦٢؛ ابو داود: ١٢٩٣]

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شاید وہ قصہ معلوم نہ ہوگا جس کو ام ہانی نے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن چاشت کی نماز پڑھی۔ باب کا

مطلب حدیث سے یوں نکلتا ہے کہ چاشت کی نفل نماز کا پڑھنا آپ ﷺ کو پسند تھا۔ جب پسند ہوا تو گویا آپ ﷺ نے اس پر ترغیب دلائی اور پھر اس کو واجب نہ کیا۔ کیونکہ آپ نے خود اس کو نہیں پڑھا، بعض نے کہا آپ نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشگی کے ساتھ کبھی نہیں پڑھی کیونکہ دوسری روایت سے آپ کا یہ نماز پڑھنا ثابت ہے۔

١١٢٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ، ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ، فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ: ((قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ وَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوْجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيْتُ أَنْ يُفْرَضَ عَلَيْكُمْ))، وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ. [راجع:٧٢٩] [مسلم: ١٧٨٣؛ ابوداود: ١٣٧٣؛ نسائي: ١٦٠٣]

(۱۱۲۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب زہری نے، انہیں عروہ بن زبیر نے، انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی۔ صحابہ نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ یہ نماز پڑھی، دوسری رات بھی آپ ﷺ نے یہ نماز پڑھی تو نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی تیسری یا چوتھی رات تو پورا اجتماع ہی ہو گیا تھا۔ لیکن نبی ﷺ اس رات نماز پڑھانے تشریف نہیں لائے۔ صبح کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم لوگ جتنی بڑی تعداد میں جمع ہو گئے تھے میں نے اسے دیکھا لیکن مجھ باہر آنے سے یہ خیال مانع رہا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے یہ رمضان کا واقعہ تھا۔''

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے چند راتوں میں رمضان کی نفل نماز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جماعت سے پڑھائی، بعد میں اس خیال سے کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے آپ ﷺ نے جماعت کا اہتمام ترک فرما دیا۔ اس سے رمضان شریف میں نماز تراویح باجماعت کی مشروعیت ثابت ہوئی۔ آپ ﷺ نے یہ نفل نماز گیارہ رکعات پڑھائی تھیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے۔ چنانچہ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''واما العدد الثابت عنه ﷺ فی صلوته فی رمضان فاخرج البخاری وغيره عن عائشة انها قالت: ما كان النبی ﷺ يزيد فی رمضان ولا فی غيره علی احدی عشرة ركعة واخرج ابن حبان فی صحيحه من حديث جابر انه ﷺ صلی بهم ثمان ركعات ثم اوتر۔'' (نیل الاوطار)

اور رمضان کی اس نماز میں نبی کریم ﷺ سے جو عدد صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے رمضان اور غیر رمضان میں اس نماز کو گیارہ رکعات سے زیادہ ادا نہیں فرمایا اور مسند ابن حبان میں بسند صحیح مزید وضاحت یہ موجود ہے کہ آپ نے آٹھ رکعتیں پڑھائیں پھر تین وتر پڑھائے۔

پس ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رمضان میں تراویح باجماعت گیارہ رکعات پڑھائی تھیں اور تراویح و تہجد میں یہی عدد مسنون ہے، باقی تفصیلات اپنے مقام پر آئیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّيْلَ حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ،

باب: نبی کریم ﷺ رات کو نماز میں اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ پاؤں سوج جاتے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ يَقُوْمُ حَتَّى تَفَطَّرَ قَدَمَاهُ. وَالْفُطُوْرُ: الشُّقُوْقُ، انْفَطَرَتْ: انْشَقَّتْ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے پاؤں پھٹ جاتے تھے۔ فطور کے معنی عربی زبان میں پھٹنا اور قرآن شریف میں لفظ انفطرت اسی سے ہے یعنی جب آسمان پھٹ جائے۔

١١٣٠ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ يَقُوْلُ: إِنْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَيَقُوْمُ أَوْ لَيُصَلِّي حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ أَوْ سَاقَاهُ، فَيُقَالُ لَهُ: فَيَقُوْلُ: ((أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا؟)). [طرفاه في: ٤٨٣٦، ٦٤٧١] [مسلم: ٧١٢٤، ٧١٢٥؛ ترمذي: ٤١٢؛ نسائي: ١٦٤٣؛ ابن ماجه: ١٤١٩]

(۱۱۳۰) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے مسعر نے بیان کیا، ان سے زیاد بن علاقہ نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ اتنی دیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہتے کہ آپ کے قدم یا (یہ کہا کہ) پنڈلیوں پر ورم آ جاتا، جب آپ ﷺ سے اس کے متعلق عرض کیا جاتا تو فرماتے: "کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔"

تشریح: سورۂ مزمل کے شروع نزول کے زمانہ میں آپ ﷺ کا یہی معمول تھا کہ رات کے اکثر حصوں میں آپ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

بَابُ مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحَرِ

باب: جو شخص سحر کے وقت سو گیا

١١٣١ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهُ: ((أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوُدَ وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا)). [أطرافه في: ١١٥٢، ١١٥٣، ١٩٧٤، ١٩٧٥، ١٩٧٦، ١٩٧٧، ١٩٧٨، ١٩٧٩، ١٩٨٠، ٣٤١٨، ٣٤١٩، ٣٤٢٠، ٥٠٥٢، ٥٠٥٤، ٥١٩٩، ٦١٣٤، ٦٢٧٧] [مسلم: ٢٧٣٩، ٢٧٤٠؛ أبوداود: ٢٤٤٨؛ نسائي: ١٦٣٩، ٢٣٤٣؛ ابن ماجه: ١٧١٢]

(۱۱۳۱) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ عمرو بن اوس نے انہیں خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "سب نمازوں میں اللہ کے نزدیک پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور روزوں میں بھی داؤد علیہ السلام کا روزہ۔ آپ آدھی رات تک سوتے، اس کے بعد تہائی رات نماز پڑھنے میں گزارتے۔ پھر رات کے چھٹے حصے میں بھی سو جاتے۔ اسی طرح آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔"

تشریح: رات کے بارہ گھنٹے ہوتے ہیں تو پہلے چھ گھنٹے میں سو جاتے، پھر چار گھنٹے عبادت کرتے، پھر دو گھنٹے سو رہتے۔ گویا سحر کے وقت سوتے یہی

ترجمہ باب ہے۔

١١٣٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَشْعَثَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ مَسْرُوْقًا، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَتِ: الدَّائِمُ قُلْتُ: مَتَى كَانَ يَقُوْمُ؟ قَالَتْ: يَقُوْمُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ؛ ح: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ: عَنِ الْأَشْعَثِ قَالَ: إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلَّى. [طرفاه في: ٦٤٦١، ٦٤٦٢] [مسلم: ١٧٣٠؛ نسائي: ١٦١٥]

(۱۱۳۲) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ عثمان بن جبلہ نے شعبہ سے خبر دی، انہیں اشعث نے، اشعث نے کہا کہ میں نے اپنے باپ (سلیم بن اسود) سے سنا اور میرے باپ نے مسروق سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کو کون سا عمل زیادہ پسند تھا؟ آپ نے جواب دیا کہ جس پر ہمیشگی کی جائے (خواہ وہ کوئی بھی نیک کام ہو) میں نے دریافت کیا کہ آپ (رات میں نماز کے لیے) کب کھڑے ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ جب مرغ کی آواز سنتے۔ ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابوالاحوص بن سلیم نے خبر دی، ان سے اشعث نے بیان کیا کہ مرغ کی آواز سنتے ہی آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور نماز پڑھتے۔

تشریح: کہتے ہیں کہ پہلے پہل مرغ آدھی رات کے وقت بانگ دیتا ہے۔ احمد اور ابوداؤد میں ہے کہ مرغ کو برا مت کہو وہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔ مرغ کی عادت ہے کہ فجر طلوع ہوتے ہی اور سورج ڈھلنے پر بانگ دیا کرتا ہے۔ یہ اللہ کی فطرت ہے پہلے امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی شب بیداری کا حال بیان کیا۔ پھر ہمارے پیغمبر ﷺ کا بھی عمل اس کے مطابق ثابت کیا تو ان دونوں حدیثوں سے یہ نکلا کہ آپ اول شب میں آدھی رات تک سوتے رہتے پھر مرغ کی بانگ کے وقت یعنی آدھی رات پر اٹھتے۔ پھر آگے کی حدیث سے یہ ثابت کیا کہ سحر کو آپ سوتے ہوتے۔ پس آپ ﷺ کا اور حضرت داؤد علیہ السلام کا عمل یکساں ہو گیا۔ عراقی نے اپنی کتاب سیرت میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ہاں ایک سفید مرغ تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

١١٣٣ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: ذَكَرَ أَبِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا أَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِي إِلَّا نَائِمًا تَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ.

[ابوداود: ١٣١٨؛ ابن ماجه: ١١٩٧]

(۱۱۳۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ میرے باپ سعد بن ابراہیم نے اپنے چچا ابوسلمہ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ انہوں نے اپنے یہاں سحر کے وقت رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ لیٹے ہوئے پایا۔

تشریح: عادت مبارکہ تھی کہ تہجد سے فارغ ہو کر آپ قبل فجر سحر کے وقت تھوڑی دیر آرام فرمایا کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہی بیان فرما رہی ہیں۔

بَابُ مَنْ تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنَمْ حَتَّى صَلَّى الصُّبْحَ

باب: اس بارے میں جو سحری کھانے کے بعد صبح کی نماز پڑھنے تک نہیں سویا

١١٣٤ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي

(۱۱۳۴) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا، ان سے

عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا، فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُورِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّيَا. فَقُلْنَا لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: كَقَدْرِ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً. [راجع: ٥٧٦]

قتادہ نے ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دونوں نے مل کر سحری کھائی، سحری سے فارغ ہو کر آپ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور دونوں نے نماز پڑھی۔ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سحری سے فراغت اور نماز شروع کرنے کے درمیان کتنا فاصلہ رہا ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ اتنی دیر میں ایک آدمی پچاس آیتیں پڑھ سکتا ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس سے پہلے جو احادیث بیان ہوئی ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تہجد پڑھ کر لیٹ جاتے تھے اور پھر مؤذن صبح کی نماز کی اطلاع دینے آتا تھا لیکن یہ بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ اس وقت لیٹتے نہیں تھے بلکہ صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ کا یہ معمول رمضان کے مہینہ میں تھا کہ سحری کے بعد تھوڑا سا توقف فرماتے پھر فجر کی نماز اندھیرے میں ہی شروع کر دیتے تھے (تفہیم البخاری) پس معلوم ہوا کہ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا سنت ہے، جو لوگ اس سنت کا انکار کرتے ہیں اور فجر کی نماز ہمیشہ سورج نکلنے کے قریب پڑھتے ہیں وہ یقیناً سنت کے خلاف کرتے ہیں۔

بَابُ طُولِ الْقِيَامِ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ

باب: رات کے قیام میں نماز کو لمبا کرنا (یعنی قراءت بہت کرنا)

١١٣٥ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً، فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ قُلْنَا: مَا هَمَمْتَ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ ﷺ. [مسلم: ١٨١٥، ١٨١٦؛ ابن ماجه: ١٤١٨]

(١١٣٥) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے اعمش سے بیان کیا، ان سے ابو وائل نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مرتبہ رات میں نماز پڑھی۔ آپ نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میرے دل میں ایک غلط خیال پیدا ہو گیا۔ ہم نے پوچھا کہ وہ غلط خیال کیا تھا تو آپ نے بتایا کہ میں نے سوچا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی کریم ﷺ کا ساتھ چھوڑ دوں۔

تشریح: یہ ایک وسوسہ تھا جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دل میں آیا تھا مگر وہ فوراً سنبھل کر اس وسوسہ سے باز آ گئے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ رات کو نماز میں آپ بہت لمبی قراءت کیا کرتے تھے۔

١١٣٦ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ

(١١٣٦) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے حصین بن عبدالرحمن نے ان سے ابو وائل نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ جب رات میں تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو پہلے اپنا منہ مسواک سے خوب صاف کرتے۔

بِالسِّوَاكِ. [راجع: ٢٤٥]

تشریح: تہجد کے لئے مسواک کا خاص اہتمام اس لئے تھا کہ مسواک کر لینے سے نیند کا خمار بخوبی اتر جاتا ہے۔ آپ ﷺ اس طرح نیند کا خمار اتار کر طول قیام کے لئے اپنے کو تیار فرماتے۔ یہاں اس حدیث اور باب میں یہی وجہ مطابقت ہے۔

بَابٌ: كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ وَكَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ؟

باب: نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کی کیا کیفیت تھی؟ اور رات کی نماز کیوں کر پڑھنی چاہیے؟

١١٣٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ ابْنُ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: إِنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ؟ قَالَ: ((مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ)). [راجع:٤٧٢] [نسائي: ١٦٦٦]

(۱۱۳۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ! رات کی نماز کس طرح پڑھی جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دو دو رکعت اور جب طلوع صبح ہونے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت وتر پڑھ کر اپنی ساری نماز کو طاق بنا لے۔

تشریح: رات کی نماز کی کیفیت بتلائی کہ وہ دو دو رکعت پڑھی جائے۔ اس طرح آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ کر اسے طاق بنالیا جائے۔ اسی بنا پر رات کی نماز کو جس کا نام غیر رمضان میں تہجد اور رمضان میں تراویح، گیارہ رکعت پڑھنا مسنون ہے جس میں آٹھ رکعتیں دو دو رکعت کے سلام سے پڑھی جائیں گی پھر آخر میں تین رکعات وتر ہوں گے یا دس رکعات ادا کر کے آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ لیا جائے اور اگر فجر قریب ہو تو پھر جس قدر بھی رکعتیں پڑھی جا چکی ہیں ان پر اکتفا کرتے ہوئے ایک رکعت وتر پڑھ کر ان کو طاق بنالیا جائے اس حدیث سے صاف ایک رکعت وتر ثابت ہے۔ مگر حنفی حضرات ایک رکعت وتر کا انکار کرتے ہیں۔

اس حدیث کے ذیل علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: "وهو حجة للشافعية على جواز الايتار بركعة واحدة قال النووي: وهو مذهب الجمهور وقال ابوحنيفة لا يصح بواحدة ولا تكون الركعة الواحدة صلوة قط والاحاديث الصحيحة ترد عليه۔"
یعنی اس حدیث سے ایک رکعت وتر کا صحیح ہونا ثابت ہو رہا ہے اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ ؒ اس کا انکار کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک رکعت کوئی نماز ہی نہیں ہے حالانکہ احادیث صحیحہ ان کے خیال کی تردید کر رہی ہیں۔

١١٣٨ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ صَلَاةُ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَعْنِي بِاللَّيْلِ. [مسلم: ١٨٠٣؛ ترمذي: ٤٤٢]

(۱۱۳۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے کہا کہ مجھ سے ابوجمرہ نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس ؓ نے کہ نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز تیرہ رکعت ہوتی تھی۔

١١٣٩ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُاللَّهِ

(۱۱۳۹) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن

ابْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنِي إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي حَصِيْنٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ: سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَإِحْدَى عَشْرَةَ سِوَى رَكْعَتَي الْفَجْرِ.

موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں اسرائیل نے خبر دی، انہیں ابو حصین عثمان بن عاصم نے، انہیں یحییٰ بن وثاب نے، انہیں مسروق بن اجدع نے، آپ نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ﷺ سات نو اور گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ فجر کی سنت اس کے سوا ہوتی۔

تشریح: رات کی نماز سے مراد غیر رمضان میں نماز تہجد اور رمضان میں نماز تراویح ہے۔

١١٤٠ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ. [مسلم: ١٧٢٧؛ ابوداود: ١٣٣٤]

(۱۱۴۰) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی، انہیں قاسم بن محمد نے اور انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ وتر اور فجر کی دو سنت رکعتیں اسی میں ہوتیں۔

تشریح: وتر سمیت یعنی دس رکعتیں تہجد کی دو دو کر کے پڑھتے۔ پھر ایک رکعت پڑھ کر سب کو طاق کر لیتے۔ یہ گیارہ تہجد اور وتر کی تھیں اور دو فجر کی سنتیں ملا کر تیرہ رکعتیں ہوئیں۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ رمضان یا غیر رمضان میں کبھی گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ جن روایات میں آپ ﷺ کا بیس رکعات تراویح پڑھنا مذکور ہے وہ سب ضعیف اور ناقابل احتجاج ہیں۔

بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ وَنَوْمِهِ وَمَا نُسِخَ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ

باب: نبی کریم ﷺ کی نماز رات میں اور سو جانا اور رات کی نماز میں سے جو منسوخ ہوا (اس کا بیان)

وَقَوْلِهِ: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا ۝ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيْلًا ۝ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾ [المزمل: ١ـ٧] وَقَوْلُهُ: ﴿عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضَى وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللَّهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيْمُوا

اور اللہ تعالیٰ نے اسی باب میں (سورۂ مزمل میں) فرمایا: ''اے کپڑا لپیٹنے والے! رات کو (نماز میں) کھڑا رہ۔ آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا اس سے زیادہ اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو، بے شک ہم عنقریب تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے، بے شک رات کا اٹھنا نفس کو کچل دیتا ہے اور بات کو درست کر دیتا ہے، بے شک تیرے لیے دن میں بہت زیادہ شغل ہوتا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم رات کی اتنی عبادت کو نباہ نہ سکو گے تو تم کو معاف کر دیا، پس تم قرآن میں سے جتنا آسان ہو پڑھو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ شاید کہ تم میں وہ لوگ بھی ہوں جو بیمار ہوں اور دوسرے جو کہ زمین میں چلتے پھرتے ہوں وہ اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوں اور دوسرے وہ جو قتال کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں، پس تم پڑھو اس میں سے جتنا آسان

الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَاللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوْا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [المزمل: ٢٠] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشِيَّةِ، وِطْأً قَالَ: مُوَاطَأَةً لِلْقُرْآنِ أَشَدُّ مُوَافَقَةً لِسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ وَقَلْبِهِ لِيُوَاطِئُوْا: لِيُوَافِقُوْا.

ہو۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض ادا کرو قرض حسنہ اور جو بھی تم کوئی بھلائی اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے تو تم اس کو اللہ کے ہاں بہترین اور بہت بڑا اجر پاؤ گے۔"

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قرآن میں جو لفظ ناشئۃ اللیل ہے تو نشا کے معنی حبشی زبان میں کھڑا ہوا اور وطا کے معنی موافق ہونا یعنی رات کا قرآن، کان، آنکھ اور دل کو ملا کر پڑھا جاتا ہے۔

تشریح: اس کو بھی عبد بن حمید نے وصل کیا یعنی رات کو بوجہ سکوت اور خاموشی کے قرآن پڑھنے میں دل اور زبان اور کان اور آنکھ سب اسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ ورنہ دن کو آنکھ کسی طرف پڑتی ہے، کان کہیں لگتا ہے، دل کہیں ہوتا ہے۔

١١٤١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يَصُوْمَ مِنْهُ، وَيَصُوْمُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا، وَكَانَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ وَأَبُوْ خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ. [أطرافه في: ١٩٧٢، ١٩٧٣، ٣٥٦١]

(۱۱۴۱) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینہ میں روزہ نہ رکھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ اب آپ ﷺ اس مہینہ میں روزہ ہی نہیں رکھیں گے اور اگر کسی مہینہ میں روزہ رکھنا شروع کرتے تو خیال ہوتا کہ اب آپ ﷺ کا ایک دن بھی بغیر روزہ کے نہیں رہ جائے گا اور رات کو نماز تو ایسی پڑھتے تھے کہ تم جب چاہتے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ لیتے اور جب چاہتے سوتا دیکھ لیتے۔ محمد بن جعفر کے ساتھ اس حدیث کو سلیمان اور ابوخالد نے بھی حمید سے روایت کیا ہے۔

تشریح: اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ساری رات سوتے بھی نہیں تھے اور ساری رات جاگتے اور عبادت بھی نہیں کرتے تھے۔ ہر رات میں سوتے اور عبادت بھی کرتے جو شخص آپ ﷺ کو جس حال میں دیکھنا چاہتا دیکھ لیتا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ساری رات جاگنا اور عبادت کرنا یا ہمیشہ روزہ رکھنا نبی کریم ﷺ کی عبادت سے بڑھ کر ہے ان کو اتنا شعور نہیں کہ ساری رات جاگتے رہنے سے یا ہمیشہ روزہ رکھنے سے نفس کو عادت ہو جاتی ہے پھر اس کو عبادت میں کوئی تکلیف نہیں رہتی۔ مشکل یہی ہے کہ رات کو سونے کی عادت بھی رہے اسی طرح دن میں کھانے پینے کی پھر نفس پر زور ڈال کر جب ہی چاہے اس کی عادت توڑے۔ میٹھی نیند سے منہ موڑے۔ پس جو نبی کریم ﷺ نے کیا وہی افضل اور وہی اعلیٰ اور وہی مشکل ہے۔ آپ ﷺ کی نو بیویاں تھیں آپ ﷺ ان کا حق بھی ادا فرماتے، اپنے نفس کا بھی حق ادا کرتے۔ اپنے عزیز و اقارب اور عام مسلمانوں کے بھی حقوق ادا فرماتے۔ اس کے ساتھ اللہ کی بھی عبادت کرتے، کہیے اس کے لئے کتنا بڑا دل اور جگر چاہیے۔ ایک سونٹا لے کر لنگوٹ باندھ کر اکیلے دم بیٹھ رہنا اور بے فکری سے ایک طرف کے ہو جانا یہ نفس پر بہت سہل ہے۔

بَابُ عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلَى قَافِيَةِ

باب: جب آدمی رات کو نماز نہ پڑھے تو شیطان کا

الرَّأْسِ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ

گدی پر گرہ لگانا

١١٤٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ عِنْدَ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ)).

[طرفه في: ٣٢٦٩] [ابو داود: ١٣٠٦]

(۱۱۴۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ابوالزناد نے، انہیں اعرج نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''شیطان آدمی کے سر کے پیچھے رات میں سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ افسوں پھونک دیتا ہے سو جا ابھی رات بہت باقی ہے پھر اگر کوئی بیدار ہو کر اللہ کی یاد کرنے لگا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز (فرض یا نفل) پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ اس طرح صبح کے وقت آدمی چاق و چوبند خوش مزاج رہتا ہے۔ ورنہ سست اور بد باطن رہتا ہے۔''

تشریح: حدیث میں جو آیا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ حقیقت میں شیطان گرہیں لگاتا ہے اور یہ گرہیں ایک شیطانی دھاگے میں ہوتی ہیں وہ دھاگہ گدی پر رہتا ہے۔ امام احمد کی روایت میں صاف یہ ہے کہ ایک رسی سے گرہ لگاتا ہے بعض نے کہا گرہ لگانے سے یہ مقصود ہے کہ شیطان جادوگر کی طرح اس پر اپنا افسوں چلاتا ہے اور اسے نماز سے غافل کرنے کے لئے تھپک تھپک کر سلا دیتا ہے۔

١١٤٣ـ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَمُرَةُ ابْنُ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الرُّؤْيَا قَالَ: ((أَمَّا الَّذِي يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ)).

[راجع: ٨٤٥]

(۱۱۴۳) ہم سے مؤمل بن ہشام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عوف اعرابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابورجاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے نبی کریم ﷺ نے خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ قرآن کا حافظ تھا مگر وہ قرآن سے غافل ہو گیا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جایا کرتا تھا۔''

تشریح: یعنی عشاء کی نماز نہ پڑھتا نہ فجر کے لئے اٹھتا حالانکہ اس نے قرآن پڑھا تھا مگر اس پر عمل نہیں کیا بلکہ اس کو بھلا بیٹھا۔ آج دوزخ میں اس کو یہ سزا مل رہی ہے۔ یہ حدیث تفصیل کے ساتھ آگے آئے گی۔

بَابٌ: إِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ

باب: جو شخص سوتا رہے اور (صبح کی) نماز نہ پڑھے معلوم ہوا کہ شیطان نے اس کے کانوں میں پیشاب کر دیا ہے

١١٤٤ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو

(۱۱۴۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوالاحوص سلام بن سلیم

الْأَحْوَصِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَقِيلَ: مَا زَالَ نَائِمًا حَتَّى أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ)). [طرفه في:٣٢٧٠] [مسلم: ١٨١٧؛ ابوداود: ١٦٠٧، ١٦٠٨؛ ابن ماجه: ١٣٣٠]

نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے منصور بن معتمر نے ابووائل سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر آیا کہ وہ صبح تک پڑا سوتا رہا اور فرض نماز کے لیے بھی نہیں اٹھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا۔''

تشریح: جب شیطان کھاتا پیتا ہے تو پیشاب بھی کرتا ہوگا۔ اس میں کوئی امر قیاس کے خلاف نہیں ہے۔ بعض نے کہا پیشاب کرنے سے یہ مطلب ہے کہ شیطان نے اس کو اپنا محکوم بنالیا اور کان کی تخصیص اس وجہ سے کی ہے کہ آدمی کان ہی سے آواز سن کر بیدار ہوتا ہے شیطان نے اس میں پیشاب کر کے اس کے کان بھر دیئے: "قال القرطبي وغيره: لا مانع من ذلك اذلا احالة فيه لانه ثبت ان الشيطان ياكل ويشرب وينكح فلا مانع من ان يبول۔" (فتح الباری) یعنی قرطبی وغیرہ نے کہا کہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ جب یہ ثابت ہے کہ شیطان کھاتا پیتا اور شادی بھی کرتا ہے تو اس کا ایسے بے نمازی آدمی کے کان میں پیشاب کر دینا کیا بعید ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ وَالصَّلَاةِ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ

باب: آخر رات میں دعا اور نماز کا بیان

وَقَالَ [عَزَّوَجَلَّ:] ﴿كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ﴾ يَنَامُونَ ﴿وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾. [الذاريات: ١٧، ١٨]

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ الذاریات میں) فرمایا: ''رات میں وہ کم سوتے اور سحر کے وقت استغفار کرتے تھے۔'' ہجوع کے معنی سونا۔

١١٤٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟)). [طرفاه في: ٦٣٢١، ٧٤٩٤] [مسلم: ١٧٧٢؛ ابوداود: ٤٧٣٣؛ ترمذي: ٣٤٩٨]

(۱۱۴۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابوسلمہ عبدالرحمٰن اور ابوعبداللہ اغر نے اور ان دونوں حضرات سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہمارا پروردگار بلند برکت والا ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں، کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔''

تشریح: بلا تاویل و بلا تکییف اللہ پاک رب العالمین کا عرش معلیٰ سے آسمان دنیا پر اترنا برحق ہے۔ جس طرح اس کا عرش عظیم پر مستوی ہونا برحق ہے۔ اہل الحدیث کا ازاول تا آخر یہی عقیدہ ہے۔ قرآن مجید کی سات آیات میں اللہ کا عرش پر مستوی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ آسمان بھی سات ہی

ہیں لہٰذا ان ساتوں کے اوپر عرش عظیم اور اس پر اللہ کا استواء اسی لئے سات آیات میں مذکور ہوا۔ پہلی آیت سورۂ اعراف میں ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ (۷/الاعراف:۵۴) ''تمہارا رب وہ ہے جس نے چھ ایام میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔'' دوسری آیت سورہ یونس میں ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ﴾ (۱۰/یونس:۳) ''بے شک تمہارا رب وہ ہے جس نے چھ دنوں میں زمین وآسمان کو بنایا پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔'' تیسری آیت سورۂ رعد میں ہے: ﴿اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ (۱۳/الرعد:۲) ''اللہ وہ ہے جس نے بغیر ستونوں کے اونچے آسمان بنائے جن کو تم دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔'' چوتھی آیت سورہ طٰہٰ میں ہے: ﴿تَنْزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (۲۰/طٰہٰ:۱۹،۲۰) یعنی ''اس قرآن کا نازل کرنا اس کا کام ہے جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا پھر وہ رحمٰن عرش کے اوپر مستوی ہوا۔'' پانچویں آیت سورہ فرقان میں ہے: ﴿الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ (۲۵/الفرقان:۵۹) ''وہ اللہ جس نے زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔'' چھٹی آیت سورۂ سجدہ میں ہے: ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ (۳۲/السجدۃ:۴) ''اللہ وہ ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں بنایا وہ پھر عرش پر قائم ہوا۔'' ساتویں آیت سورۂ حدید میں ہے: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (۵۷/الحدید:۴) یعنی ''اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے چھ دنوں میں زمین وآسمانوں کو بنایا وہ پھر عرش پر قائم ہوا ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہیں اور جو کچھ اس سے باہر نکلتی ہیں اور جو چیزیں آسمان سے اترتی ہیں اور جو کچھ آسمان کی طرف چڑھتی ہیں وہ سب سے واقف ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو اور اللہ پاک تمہارے سارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔''

ان سات آیتوں میں صراحت کے ساتھ اللہ پاک کا عرش عظیم پر مستوی ہونا مذکور ہے۔ آیات قرآنی کے علاوہ پندرہ احادیث نبوی ایسی ہیں جن میں اللہ پاک کا آسمانوں کے اوپر عرش اعظم پر ہونا مذکور ہے اور جن سے اس کے لئے جہت فوق ثابت ہے۔ اس حقیقت کے بعد اس باری تعالیٰ وتقدس کا عرش عظیم سے آسمان دنیا پر نزول فرمانا یہ بھی برحق ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بارے میں ایک مستقل کتاب بنام نزول الرب الی السماء الدنیا تحریر فرمائی ہے جس میں بدلائل واضحہ اس کا آسمان دنیا پر نازل ہونا ثابت فرمایا ہے۔

علامہ وحید الزماں صاحب کے لفظوں میں خلاصہ یہ ہے یعنی وہ خود اپنی ذات سے اترتا ہے جیسے دوسری روایت میں ہے۔ نزل بذاتہ اب یہ تاویل کرنا کہ اس کی رحمت اترتی ہے، محض فاسد ہے۔ علاوہ اس کے اس کی رحمت اتر کر آسمان تک رہ جانے سے ہم کو فائدہ ہی کیا ہے، اس طرح یہ تاویل کہ ایک فرشتہ اس کا اترتا ہے یہ بھی فاسد ہے کیونکہ فرشتہ یہ کیسے کہہ سکتا ہے جو کوئی مجھ سے دعا کرے میں قبول کروں گا، گناہ بخش دوں گا۔ دعا قبول کرنا یا گناہوں کا بخش دینا خاص پروردگار کا کام ہے۔ اہل حدیث نے اس قسم کی حدیثوں کو جن میں صفات الٰہی کا بیان ہے، بہ دل وجان قبول کیا ہے اور ان کے اپنے ظاہری معنی پر محمول رکھا ہے۔ مگر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں اور ہمارے اصحاب میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں ایک کتاب لکھی ہے جو دیکھنے کے قابل ہے اور مخالفوں کے تمام اعتراضوں اور شبہوں کا جواب دیا ہے۔ اس حدیث پر روشنی ڈالتے ہوئے المحدث الکبیر حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومنهم من اجراه على ماورد مؤمنا به على طريق الاجمال منزها الله تعالى من الكيفية والتشبيه وهم جمهور السلف ونقله البيهقي وغيره عن الائمة الاربعة السفيانين والحمادين والاوزاعي والليث وغيرهم وهذا القول هو الحق

فعليك اتباع جمهور السلف واياك ان تكون من اصحاب التاويل والله تعالى اعلم۔" (تحفة الاحوذی)
یعنی سلف صالحین وائمہ اربعہ اور بیشتر علمائے دین اسلاف کرام کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ بغیر تاویل اور کیفیت اور تشبیہ کے کہ اللہ اس سے پاک ہے جس طرح سے یہ صفات باری تعالیٰ وارد ہوئی ہیں، ان پر ایمان رکھتے ہیں اور یہی حق اور صواب ہے۔ پس سلف کی اتباع لازم پکڑ لے اور تاویل والوں میں سے مت ہو کہ یہی حق ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ مَنْ نَامَ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَأَحْيَا آخِرَهُ

باب: جو شخص رات کے شروع میں سو جائے اور اخیر میں جاگے

وَقَالَ سَلْمَانُ لِأَبِي الدَّرْدَاءِ: نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ: قُمْ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صَدَقَ سَلْمَانُ)).

اور حضرت سلمان فارسی نے ابودرداء رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ شروع رات میں سو جا اور آخر رات میں عبادت کر۔ نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ "سلمان نے بالکل سچ کہا۔"

١١٤٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ؛ ح: وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، كَيْفَ صَلَاةُ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ قَالَتْ: كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ وَيَقُومُ آخِرَهُ، فَيُصَلِّي ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ، فَإِنْ كَانَتْ بِهِ حَاجَةٌ اغْتَسَلَ، وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ. [نسائي: ١٦٧٩]

(١١٤٦) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، (دوسری سند) اور مجھ سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق عمرو بن عبداللہ نے، ان سے اسود بن یزید نے، انہوں نے بتلایا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ رات میں نماز کیونکر پڑھتے تھے؟ آپ نے بتلایا کہ شروع رات میں سو رہتے آخر رات میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھتے۔ اس کے بعد بستر پر آ جاتے اور جب مؤذن اذان دیتا تو جلدی سے اٹھ بیٹھتے۔ اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضو کر کے باہر تشریف لے جاتے۔

تشریح: مطلب یہ کہ نہ ساری رات سوتے ہی رہتے نہ ساری رات نماز ہی پڑھتے رہتے بلکہ درمیانی راستہ آپ ﷺ کو پسند تھا اور یہی مسنون ہے۔

بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ

باب: نبی کریم ﷺ کا رمضان اور غیر رمضان میں رات کو نماز پڑھنا

١١٤٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَأَلَ عَائِشَةَ: كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ؟

(١١٤٧) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں سعید بن ابوسعید مقبری نے خبر دی، انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے پوچھا کہ نبی ﷺ رمضان میں (رات کو) کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ (رات

فَقَالَتْ: مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزِيْدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا .قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ: ((يَا عَائِشَةُ! إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي)). [طرفاه في: ٢٠١٣، ٣٥٦٩]

میں) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ خواہ رمضان کا مہینہ ہوتا یا کوئی اور۔ پہلے آپ چار رکعت پڑھتے۔ ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا پوچھنا۔ پھر آپ ﷺ چار رکعت اور پڑھتے ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا پوچھنا۔ پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے ہی سو جاتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔''

تشریح: ان ہی گیارہ رکعتوں کو تراویح قرار دیا گیا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ سے رمضان اور غیر رمضان میں بروایات صحیحہ یہی گیارہ رکعات ثابت ہیں۔ رمضان شریف میں یہ نماز تراویح کے نام سے موسوم ہوئی اور غیر رمضان میں تہجد کے نام سے پکاری گئی۔ پس سنت نبوی صرف آٹھ رکعات تراویح اس طرح کل گیارہ رکعات ادا کرنی ثابت ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے مزید وضاحت ہوتی ہے۔

"عن جابر قال: صلى بنا رسول الله ﷺ في رمضان ثمان ركعات والوتر۔" علامہ محمد بن نصر مروزی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو رمضان میں آٹھ رکعت تراویح اور وتر پڑھا دیا (یعنی کل گیارہ رکعات)۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ "ماكان يزيد في رمضان ولا في غيره علي احدى عشرة ركعة۔" رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

بعض لوگوں کو اس سے غلط فہمی ہوگئی ہے کہ یہ تہجد کے بارے میں ہے تراویح کے بارے میں نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں تراویح اور تہجد الگ دو نمازیں قائم نہیں کیں وہی قیام رمضان (تراویح) یا بالفاظ دیگر تہجد گیارہ رکعت پڑھتے اور قیام رمضان (تراویح) کو حدیث شریف میں قیام اللیل (تہجد) بھی فرمایا ہے۔

رمضان میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تراویح پڑھا کر فرمایا: ''مجھ کو خوف ہوا کہ تم پر صلوٰۃ اللیل (تہجد) فرض نہ ہو جائے۔'' دیکھئے آپ ﷺ نے تراویح کو تہجد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں قیام رمضان (تراویح) اور صلوٰۃ اللیل (تہجد) ایک ہی نماز ہے۔

تراویح و تہجد کے ایک ہونے کی دوسری دلیل:

"عن ابی ذر قال: صمنا مع رسول الله ﷺ رمضان فلم يقم بنا شيئا منه حتى بقى سبع ليال فقام بنا ليلة السابعة حتى مضى نحو من ثلث الليل ثم كانت الليلة السادسة التى تليها فلم يقمها حتى كانت خامسة التى تليها ثم قام بنا حتى مضى نحو من شطر الليل فقلت: يارسول الله لو نفلتنا بقية ليلتنا هذه فقال: انه من قام مع الامام حتى ينصرف فانه يعدل قيام ليلة ثم كانت الرابعة التى تليها فلم يقمها حتى كانت الثالثة التى تليها قال: فجمع نسائه واهله واجتمع الناس قال: فقام بنا حتى خشينا ان يفوتنا الفلاح قيل: وما الفلاح قال: السحور قال: ثم لم يقم بنا شيئا من بقية الشهر۔" (رواه ابن ماجة)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم نے رمضان کے روزے رکھے، آپ ﷺ نے ہم کو آخر کے ہفتہ میں تین طاق راتوں میں تراویح اس ترتیب سے پڑھائی کہ پہلی رات کو اول وقت میں، دوسری رات کو نصف شب میں، پھر نصف بقیہ سے۔ سوال ہوا کہ اور نماز پڑھایئے! آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو امام کے ساتھ نماز ادا کرے اس کا پوری رات کا قیام ہوگا۔ پھر تیسری رات کو آخر شب میں اپنے اہل بیت کو

جمع کر کے سب لوگوں کی جمعیت میں تراویح پڑھائیں، یہاں تک کہ ہم ڈرے کہ جماعت ہی میں سحری کا وقت نہ چلا جائے، اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور صحیح بخاری میں یہ حدیث مختصر لفظوں میں کئی جگہ نقل ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اسی ایک نماز تراویح کو رات کے تین حصوں میں پڑھایا ہے اور اس تراویح کا وقت بعد عشاء کے اخیر رات تک اپنے فعل (اسوۂ حسنہ) سے بتادیا جس میں تہجد کا وقت آ گیا۔ پس فعل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو گیا کہ بعد عشاء کے آخر رات تک ایک ہی نماز ہے۔

نیز اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے جو آپ نے فرمایا: " والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون۔" یہ تراویح پچھلی شب میں کہ جس میں تم سوتے ہو پڑھنا بہتر ہے اول وقت پڑھنے سے معلوم ہوا کہ نماز تراویح و تہجد ایک ہی ہے اور یہی مطلب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کا ہے۔

نیز اسی حدیث پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب باندھا ہے کہ باب فضل من قام رمضان اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مذکور پر یوں باب منعقد کیا ہے: باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان اور اسی طرح امام محمد شاگرد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے باب قیام شهر رمضان کے تحت حدیث مذکور کو نقل کیا ہے۔ ان سب بزرگوں کی مراد بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تراویح ہی ہے اور اوپر مفصل گزر چکا کہ اول رات سے آخر رات تک ایک ہی نماز ہے۔ اب رہا کہ ان تین راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھائی تھیں؟ سو عرض ہے کہ علاوہ وتر آٹھ ہی رکعتیں پڑھی تھیں۔ اس کے ثبوت میں کئی روایات صحیحہ آئی ہیں جو ہدیہ ناظرین ہیں۔

علما و فقہائے حنفیہ نے فرمادیا کہ آٹھ رکعت تراویح سنت نبوی ہے:

(۱) علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری (جلد:۳/ص:۵۹۷) میں فرماتے ہیں:

"فان قلت: لم یبین فی الروایات المذکورة عدد الصلوة التی صلها رسول الله ﷺ فی تلك اللیالی قلت: رواه ابن خزیمة وابن حبان من حدیث جابر قال صلی بنا رسول الله ﷺ فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر۔"

"اگر تو سوال کرے کہ جو نماز آپ ﷺ نے تین راتوں میں پڑھائی اس میں تعداد کا ذکر نہیں تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علاوہ وتر آٹھ رکعتیں پڑھائی تھیں۔"

(۲) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری (جلد:۱/ص:۵۹۷) میں فرماتے ہیں کہ "لم اری فی شيء من طرقه بیان عدد صلوته فی تلك اللیالی لکن رواه ابن خزیمة وابن حبان من حدیث جابر قال: صلی بنا رسول الله ﷺ فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر۔"

"میں نے حدیث مذکور بالا کی کسی سند میں یہ نہیں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے ان تین راتوں میں کتنی رکعت پڑھائی تھیں۔ لیکن ابن خزیمہ اور ابن حبان نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علاوہ وتر آٹھ رکعت پڑھائی تھیں۔"

(۳) علامہ زیلعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ (جلد:۱/ص:۲۹۳) میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ

"عند ابن حبان فی صحیحه عن جابر بن عبد الله انه علیه الصلوة والسلام صلی بهم ثمان رکعات والوتر۔"

ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آٹھ رکعت اور وتر پڑھائے یعنی کل گیارہ رکعات۔

(۴) امام محمد شاگرد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مؤطا امام محمد (ص:۹۳) میں باب تراویح کے تحت فرماتے ہیں:

"عن ابی سلمة بن عبدالرحمن انه سأل عائشة کیف کانت صلوة رسول الله ﷺ قالت: ماکان رسول الله یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة۔"

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کیونکر تھی تو بتلایا رمضان وغیر رمضان میں آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ رمضان وغیر رمضان کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ پھر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وبهذا نأخذ كله یعنی ہمارا بھی ان سب حدیثوں پر عمل ہے، ہم ان سب کو لیتے ہیں۔

(۵) ہدایہ جلد اول کے حاشیہ پر ہے: ''السنة ما واظب عليه الرسول (ﷺ) فحسب فعلى هذه التعريف يكون السنة هو ذلك القدر المذكور وما زاد عليه يكون مستحبا۔ "سنت صرف وہی ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو۔ پس اس تعریف کے مطابق صرف مقدار مذکور (آٹھ رکعت ہی) سنت ہوگی اور جو اس سے زیادہ ہو وہ نماز مستحب ہوگی۔

(۶) امام ابن الہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں: "فتحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدىٰ عشرة ركعة بالوتر فى جماعة فعله۔" ان تمام کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کا قیام (تراویح) سنت مع وتر گیارہ رکعت باجماعت رسول اللہ ﷺ کے فعل (اسوۂ حسنہ) سے ثابت ہے۔

(۷) علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: "ان التراويح فى الاصل احدىٰ عشرة ركعة فعله رسول الله ﷺ ثم تركه لعذر۔" دراصل تراویح رسول اللہ ﷺ کے فعل سے گیارہ ہی رکعت ثابت ہے۔ جن کو آپ ﷺ نے پڑھا بعد میں عذر کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

(۸) مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ تعلیق المجد شرح مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں: "واخرج ابن حبان فى صحيحه من حديث جابر انه صلى بهم ثمان ركعات ثم اوتر وهذا اصح۔" اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو علاوہ وتر آٹھ رکعتیں پڑھائیں۔ یہ حدیث بہت صحیح ہے۔

ان حدیثوں سے صاف ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ آٹھ رکعت تراویح پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔ جن روایات میں آپ ﷺ کا بیس رکعت پڑھنا مذکور ہے وہ سب ضعیف اور ناقابل استدلال ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کا نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں آٹھ رکعت تراویح پڑھنا۔

(۹) امام محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: "جاء ابى ابن كعب فى رمضان فقال: يارسول الله ﷺ كان الليلة شيء قال: وما ذاك يا ابى قال: نسوة دارى قلن انا لا نقرء القرآن فنصلى خلفك بصلوتك فصليت بهن ثمان ركعات والوتر فسكت عنه شبه الرضاء" ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آج رات کو ایک خاص بات ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابی! وہ کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے گھرانے کی عورتوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھتی ہیں اس لئے تمہارے پیچھے نماز (تراویح) تمہاری اقتدا میں پڑھیں گی۔ تو میں نے ان کو آٹھ رکعت اور وتر پڑھا دیا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر سکوت فرمایا۔ گویا اس بات کو پسند فرمایا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے زمانہ میں آٹھ رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔

حضرت عمر خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی نماز تراویح مع وتر گیارہ رکعت

(۱۰) "عن سائب بن يزيد قال: امر عمر ابى بن كعب وتميما الدارى ان يقوما للناس فى رمضان احدى عشرة ركعة الخ۔" سائب بن یزید نے کہا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ رمضان شریف میں لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں۔ (مؤطا امام مالک)

واضح ہوا کہ آٹھ اور گیارہ میں وتر کا فرق ہے اور علاوہ آٹھ رکعت تراویح کے وتر ایک تین اور پانچ پڑھنے حدیث شریف میں آئے ہیں اور بیس تراویح کی روایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں اور جو روایت ان سے نقل کی جاتی ہے وہ منقطع السند ہے۔ اس لئے کہ بیس کا راوی یزید بن

رومان ہے۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ چنانچہ علامہ عینی حنفی وعلامہ زیلعی حنفی رحمۃ اللہ علیہم عمدۃ القاری اور نصب الرایہ میں فرماتے ہیں کہ یزید ابن رومان لم یدرك عمر۔" "یزید بن رومان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا" اور جن لوگوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پایا ہے ان کی روایات بالاتفاق گیارہ رکعت کی ہیں، ان میں حضرت سائب رضی اللہ عنہ کی روایت اوپر گزر چکی ہے۔

اور حضرت اعرج ہیں جو کہتے ہیں: "كان القاری يقرء سورة البقرة فی ثمانی ركعات۔" قاری سورہ بقرہ آٹھ رکعت میں ختم کرتا تھا (مؤطا امام مالک) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب وتمیم داری اور سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کو مع وتر گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا (مصنف ابن ابی شیبہ) غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے۔ لہٰذا علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین سے بھی گیارہ پر عمل کرنا ثابت ہوا۔

فقہا سے آٹھ کا ثبوت اور بیس کا ضعف

(۱۱) علامہ ابن الہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر شرح ہدایہ (جلد:۱/ص:۲۰۵) میں فرماتے ہیں: بیس رکعت تراویح کی حدیث ضعیف ہے: "انه مخالف للحديث الصحيح عن ابی سلمة بن عبدالرحمن انه سأل عائشة الحدیث۔" علاوہ بریں یہ (بیس کی روایت) صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے جو ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہ پڑھتے تھے۔

(۱۲) شیخ عبدالحق صاحب حنفی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتح سر المنان میں فرماتے ہیں: "ولم يثبت رواية عشرين منه صلی اللہ علیہ وسلم كما هو المتعارف الان الافی رواية ابن ابی شيبة وهو ضعيف وقد عارضه حديث عائشة وهو حديث صحيح۔" جو بیس تراویح مشہور ومعروف ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور جو ابن ابی شیبہ میں بیس کی روایت ہے وہ ضعیف ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث کے بھی مخالف ہے (جس میں مع وتر گیارہ رکعت ثابت ہیں)

(۱۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ما ثبت بالسنة (ص:۲۱۷) میں فرماتے ہیں: "والصحيح مارو ته عائشة انه صلی اللہ علیہ وسلم صلی احدیٰ عشرة ركعة كما هو عادته فی قيام الليل وروی انه كان بعض السلف فی عهد عمر بن عبدالعزيز يصلون احدی عشرة ركعة قصدا تشبيها برسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔" صحیح حدیث وہ ہے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ آپ گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام اللیل کی عادت تھی اور روایت ہے کہ بعض سلف امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں گیارہ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے، تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مشابہت پیدا کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود آٹھ رکعت تراویح کے قائل تھے اور سلف صالحین میں بھی یہ مشہور تھا کہ آٹھ رکعت تراویح سنت نبوی ہے اور کیوں نہ ہو جب خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت تراویح پڑھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھائیں۔ نیز ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو آٹھ رکعت تراویح پڑھائیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مع وتر گیارہ رکعت تراویح پڑھنے کا حکم تھا اور لوگ اس پر عمل کرتے تھے نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز کے وقت میں لوگ آٹھ رکعت تراویح پر سنت رسول سمجھ کر عمل کرتے تھے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مع وتر گیارہ رکعت ہی کو سنت کے مطابق اختیار کیا ہے چنانچہ

(۱۴) علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "احدی عشرة ركعة وهو اختيار مالك لنفسه۔" "گیارہ رکعت کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لئے اختیار کیا ہے۔"

اسی طرح فقہا اور علما مثل علامہ عینی حنفی، علامہ زیلعی حنفی، حافظ ابن حجر، علامہ محمد بن نصر مروزی، شیخ عبدالحق صاحب حنفی محدث دہلوی، مولانا عبدالحق حنفی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم نے علاوہ وتر کے آٹھ رکعت تراویح کو صحیح اور سنت نبوی فرمایا ہے جن کے حوالے پہلے گزر چکے۔ اور امام محمد شاگرد رشید امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو فرمایا کہ وبهذا نأخذ كله "ہم ان سب حدیثوں کو لیتے ہیں" یعنی ان گیارہ رکعت کی حدیثوں پر ہمارا عمل ہے۔

فالحمدللہ کہ مع وتر گیارہ رکعت تراویح کی مسنونیت ثابت ہوگئی۔

اس کے بعد سلف امت میں کچھ ایسے حضرات بھی ملتے ہیں جو بیس رکعات اور تیس رکعات اور چالیس رکعات تک بطور نفل نماز تراویح پڑھا کرتے تھے لہٰذا یہ دعویٰ کہ بیس رکعات پر اجماع ہو گیا، باطل ہے۔ اصل سنت نبوی آٹھ رکعت تراویح تین وتر کل گیارہ رکعات ہیں۔ نفل کے لئے ہر وقت اختیار ہے کوئی جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے۔ جن حضرات نے ہر رمضان میں آٹھ رکعات تراویح کو خلاف سنت کہنے کا مشغلہ بنالیا ہے اور ایسا لکھنا یا کہنا ان کے خیال میں ضروری ہے وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں بلکہ اسے بھی ایک طرح سے تلبیس ابلیس کہا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو نیک سمجھ عطا کرے، آمین۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو رات کے نوافل چار چار رکعت ملا کر پڑھنا افضل کہا ہے، وہ اسی حدیث سے دلیل لیتے ہیں۔ حالانکہ اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ ﷺ چار چار کے بعد سلام پھیرتے۔ ممکن ہے کہ پہلے آپ ﷺ چار رکعات (دو سلام کے ساتھ) بہت لمبی پڑھتے ہوں پھر دوسری چار رکعتیں (دو سلاموں کے ساتھ) ان سے ہلکی پڑھتے ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح ان چار چار رکعتوں کا علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ چار رکعتوں کا ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مراد ہو۔ اسی لئے علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ "واما ما سبق من انه كان يصلي مثنى مثنى ثم واحدة فمحمول على وقت اخر فالامران جائزان۔" یعنی پچھلی روایات میں جو آپ ﷺ کا دو دو رکعت پڑھنا مذکور ہوا ہے۔ پھر ایک رکعت وتر پڑھنا تو وہ دوسرے وقت پر محمول ہے اور یہ چار چار کر کے پڑھنا پھر تین وتر پڑھنا دوسرے وقت پر محمول ہے اس لئے ہر دو امر جائز ہیں۔

١١٤٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ جَالِسًا، حَتَّى إِذَا كَبِرَ قَرَأَ جَالِسًا، فَإِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ السُّورَةِ ثَلَاثُونَ أَوْ أَرْبَعُونَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهُنَّ ثُمَّ رَكَعَ. [راجع: ١١١٨] [مسلم: ١٧٠٤]

(١١٤٨) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو رات کی کسی نماز میں بیٹھ کر قرآن پڑھتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ بوڑھے ہو گئے تو بیٹھ کر قرآن پڑھتے تھے لیکن جب تیس چالیس آیتیں رہ جاتی تو کھڑے ہو جاتے پھر ان کو پڑھ کر رکوع کرتے تھے۔

بَابُ فَضْلِ الطُّهُورِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَفَضْلِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْوُضُوءِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

باب: دن اور رات میں باوضو رہنے کی فضیلت اور وضو کے بعد رات اور دن میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

١١٤٩ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لِبِلَالٍ

(١١٤٩) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواسامہ حماد بن اسامہ نے بیان کیا، ان سے ابوحیان یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ابوزرعہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ

عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ: ((يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ)) قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِي أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طُهُورًا فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ. [مسلم: ٦٢٢٤]

نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فجر کے وقت پوچھا ''اے بلال! مجھے اپنا سب سے زیادہ امید والا نیک کام بتاؤ جسے تم نے اسلام لانے کے بعد کیا ہے کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی چاپ سنی ہے۔'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے تو اپنے نزدیک اس سے زیادہ امید کا کوئی کام نہیں کیا کہ جب میں نے رات یا دن میں کسی وقت بھی وضو کیا تو میں اس وضو سے نفل نماز پڑھتا رہتا جتنی میری تقدیر میں لکھی گئی تھی۔

تشریح: یعنی جیسے تو بہشت میں چل رہا ہے اور تیرے جوتوں کی آواز نکل رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دکھلا دیا جو نظر آیا وہ ہونے والا تھا علما کا اس پر اتفاق ہے کہ بہشت میں بیداری کے عالم میں اس دنیا میں رہ کر نبی کریم ﷺ کے سوا اور کوئی نہیں گیا، آپ ﷺ معراج کی شب میں وہاں تشریف لے گئے۔ اسی طرح دوزخ اور یہ جو بعض فقرا سے منقول ہے کہ ان کا خادم حقہ کی آگ لینے کے لئے دوزخ میں گیا محض غلط ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ دنیا میں بھی بطور خادم کے نبی کریم ﷺ کے آگے سامان وغیرہ لے کر چلا کرتے، ویسا ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دکھلا دیا کہ بہشت میں بھی ہوگا۔ اس حدیث سے بلال رضی اللہ عنہ کی فضیلت نکلی اور ان کا جنتی ہونا ثابت ہوا۔ (وحیدی)

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّشْدِيدِ فِي الْعِبَادَةِ

باب: عبادت میں بہت سختی اٹھانا مکروہ ہے

١١٥٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ: ((مَا هَذَا الْحَبْلُ)) قَالُوا: هَذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا، حُلُّوهُ، لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ، فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ)).

[مسلم: ١٨٣٢؛ نسائي: ١٦٤٢؛ ابن ماجه: ١٣٧١]

(۱۱۵۰) ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ کی نظر ایک رسی پر پڑھی دوستونوں کے درمیان تنی ہوئی تھی دریافت فرمایا کہ ''یہ رسی کیسی ہے؟'' لوگوں نے عرض کی کہ یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے باندھی ہے جب وہ (نماز میں کھڑی کھڑی) تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹکی رہتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''نہیں، یہ رسی نہیں چاہیے اسے کھول ڈالو، تم میں ہر شخص کو چاہیے جب تک دل لگے نماز پڑھے، تھک جائے تو بیٹھ جائے۔''

١١٥١۔ وَقَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ: عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ عِنْدِي امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ هَذِهِ)) قُلْتُ: فُلَانَةُ لَا تَنَامُ بِاللَّيْلِ

(۱۱۵۱) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے مالک رحمۃ اللہ علیہ نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی، نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ فلاں خاتون ہیں جو رات بھی

فَذُكِرَ مِنْ صَلاَتِهَا فَقَالَ: ((مَهْ ، عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُونَ مِنَ الْأَعْمَالِ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا)). [راجع: ٤٣]

نہیں سوتیں۔ ان کی نماز کا آپ کے سامنے ذکر کیا گیا۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بس تمہیں صرف اتنا ہی عمل کرنا چاہیے جتنے کی تم میں طاقت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (ثواب دینے سے) تھکتا ہی نہیں تم ہی عمل کرتے کرتے تھک جاؤ گے۔''

تشریح: اس لئے حدیث انس رضی اللہ عنہ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں مروی ہے کہ "اذا نعس احدکم فی الصلوۃ فلینم حتی یعلم ما یقرأ۔" یعنی جب نماز میں کوئی سونے لگے تو اسے چاہیے کہ پہلے سو لے پھر نماز پڑھے، تاکہ وہ سمجھ لے کہ کیا پڑھ رہا ہے۔ یہ لفظ بھی ہیں: "فلیرقد حتی یذھب عنه النوم۔" (فتح الباری) یعنی سو جائے، تاکہ اس سے نیند چلی جائے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ اللَّيْلِ لِمَنْ كَانَ يَقُومُهُ

باب: جو شخص رات کو عبادت کیا کرتا تھا وہ اگر اسے چھوڑ دے تو اس کی یہ عادت مکروہ ہے

١١٥٢ ـ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ ، قَالَ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ؛ ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَا عَبْدَ اللَّهِ! لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ)) وَقَالَ هِشَامٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْعِشْرِينَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، بِهَذَا مِثْلَهُ وَتَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ. [راجع: ١١٣١] [مسلم: ٢٧٣٣؛ نسائي: ١٧٦٢، ١٧٦٣؛ ابن ماجه: ١٣٣١]

(١١٥٢) ہم سے عباس بن حسین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے مبشر بن اسماعیل حلبی نے، اوزاعی سے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن مقاتل ابوالحسن نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں امام اوزاعی نے خبر دی کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عبداللہ! فلاں کی طرح نہ ہو جانا وہ رات میں عبادت کیا کرتا تھا پھر چھوڑ دی۔''
اور ہشام بن عمار نے کہا ہم سے عبدالحمید بن ابوالعشرین نے بیان کیا، ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن حکم بن ثوبان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سلمہ بن عبدالرحمٰن نے، اسی طرح پھر یہی حدیث بیان کی۔ ابن ابی العشرین کی طرح عمرو بن ابی سلمہ نے بھی اس کو امام اوزاعی سے روایت کیا۔

تشریح: عباس بن حسین سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں ایک یہ حدیث اور ایک جہاد کے باب میں روایت کی، پس دو ہی حدیثیں۔ یہ بغداد کے رہنے والے تھے۔ ابن ابی العشرین یہ امام اوزاعی کا منشی تھا اس میں محدثین نے کلام کیا مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی روایت متابعتاً لائے۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمن کی سند کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس لئے لائے کہ اس میں یحییٰ بن ابی کثیر اور ابوسلمہ میں ایک شخص کا واسطہ ہے یعنی عمر بن حکم کا اور اگلی سند میں یحییٰ کہتے ہیں کہ مجھ سے خود ابوسلمہ نے بیان کیا تو شاید یحییٰ نے یہ حدیث عمر کے واسطے سے اور بلا واسطہ دونوں طرح ابوسلمہ سے سنی۔ (وحیدی)

بَابٌ

١١٥٣ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ)) قُلْتُ: إِنِّي أَفْعَلُ ذٰلِكَ، قَالَ: ((فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا، وَ لِأَهْلِكَ حَقًّا، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ)). [راجع: ١١٣١] [مسلم: ٢٧٣٤، ٢٧٣٨؛ نسائي: ٢٣٩٦، ٢٤٠٠]

باب

(۱۱۵۳) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے ابوالعباس سائب بن فروخ نے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ''کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور پھر دن میں روزے رکھتے ہو؟'' میں نے کہا کہ ہاں میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لیکن اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری آنکھیں (بیداری کی وجہ سے) بیٹھ جائیں گی اور تیری جان ناتواں ہو جائے گی۔ یہ جان لو کہ تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور بیوی بچوں کا بھی۔ اس لیے کبھی روزہ بھی رکھو اور کبھی بلا روزے کے بھی رہو، عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی۔''

تشریح: گویا نبی کریم ﷺ نے ایسے سخت مجاہدہ سے منع کیا۔ اب جو لوگ ایسا کریں وہ نبی کریم ﷺ کی سنت کے خلاف چلتے ہیں، اس سے نتیجہ کیا؟ عبادت تو اسی لئے ہے کہ اللہ اور رسول راضی ہوں۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى

١١٥٤ـ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ، هُوَ ابْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جُنَادَةُ ابْنُ أَبِي أُمَيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَادَةُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي أَوْ دَعَا اسْتُجِيْبَ لَهُ، فَإِنْ تَوَضَّأَ قُبِلَتْ صَلَاتُهُ)).

باب: جس شخص کی رات کو آنکھ کھلے پھر وہ نماز پڑھے، اس کی فضیلت

(۱۱۵۴) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ولید بن مسلم نے خبر دی، اس نے کہا ہمیں اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ کو عمیر بن ہانی نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے جنادہ بن ابی امیہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبادہ بن صامت نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص رات کو بیدار ہو کر یہ دعا (ترجمہ) ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کے لیے ہے اور تمام تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اللہ کی ذات پاک ہے، اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کی مدد کے بغیر نہ کسی کو گناہوں سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی ہمت'' پھر یہ پڑھے ''اے اللہ! میری مغفرت فرما'' یا (یہ کہا کہ) کوئی دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

پھر اگر اس نے وضو کیا (اور نماز پڑھی) تو نماز بھی مقبول ہوتی ہے۔" [ابوداود: ٥٠٦٠؛ ترمذي: ٣٤١٤؛ ابن ماجه: ٣٨٧٨]

تشریح: ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ وعدہ فرمایا ہے کہ جو مسلمان بھی رات میں اس طرح بیدار ہو کہ اس کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی توحید، اس پر ایمان ویقین، اس کی کبریائی اور سلطنت کے سامنے تسلیم اور بندگی اس کی نعمتوں کا اعتراف اور اس پر اس کا شکر وحمد اور اس کی ذات پاک کی تنزیہ وتقدیس سے بھرپور کلمات زبان پر جاری ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو بھی قبول کرتا ہے اور اس کی نماز بھی بارگاہ رب العزت میں مقبول ہوتی ہے۔ اس لئے جس شخص تک بھی یہ حدیث پہنچے، اسے اس پر عمل کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور اپنے رب کے لئے تمام اعمال میں نیت خالص پیدا کرنی چاہیے کہ سب سے پہلی شرط قبولیت یہی خلوص ہے۔ (تفہیم البخاری)

١١٥٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْهَيْثَمُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَقُصُّ فِي قَصَصِهِ وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ أَخًا لَكُمْ لَا يَقُوْلُ الرَّفَثَ)). يَعْنِي بِذَلِكَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَاحَةَ.

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللَّهِ يَتْلُوْ كِتَابَهُ
إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ
أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوْبُنَا
بِهِ مُوْقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ
يَبِيْتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ
إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ

تَابَعَهُ عُقَيْلٌ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدٍ وَالْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

[طرفه في: ٦١٥١]

(١١٥٥) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھ کو ہیثم بن ابی سنان نے خبر دی کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ اپنے وعظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: "تمہارے بھائی نے (اپنے نعتیہ اشعار میں) کوئی غلط بات نہیں کہی۔" آپ کی مراد عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اشعار سے تھی (جن کا ترجمہ یہ ہے:) "ہم میں اللہ کے رسول موجود ہیں، جو اس کی کتاب اس وقت ہمیں سناتے ہیں جب فجر طلوع ہوتی ہے۔ ہم تو اندھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گمراہی سے نکال کر صحیح راستہ دکھایا۔ ان کی باتیں اسی قدر یقینی ہیں جو ہمارے دلوں کے اندر جا کر بیٹھ جاتی ہیں اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ضرور واقع ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات بستر سے اپنے کو الگ کر کے گزارتے ہیں جبکہ مشرکوں سے ان کے بستر بوجھل ہو رہے ہوتے ہیں۔" یونس کی طرح اس حدیث کو عقیل نے بھی زہری سے روایت کیا اور زبیدی نے یوں کہا سعید بن مسیب اور اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

تشریح: زبیدی کی روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں نکالا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس بیان سے یہ ہے کہ زہری کے شیخ میں راویوں کا اختلاف ہے۔ یونس اور عقیل نے ہیثم بن ابی سنان کہا ہے اور زبیدی نے سعید بن مسیب اور اعرج اور ممکن ہے کہ زہری نے ان تینوں سے اس حدیث کو سنا ہو، حافظ نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلا طریق راجح ہے کیونکہ یونس اور عقیل دونوں نے بالاتفاق زہری کا شیخ ہیثم کو قرار دیا ہے۔ (وحیدی)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجالس وعظ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک کا نظم ونثر میں ذکر کرنا درست اور جائز ہے۔ سیرت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور حیات طیبہ کے واقعات کا ذکر کرنا باعث ازدیاد ایمان ہے لیکن محافل میلاد مروجہ کا انعقاد کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں۔ عہد صحابہ وتابعین وتبع تابعین وائمہ مجتہدین وجملہ محدثین کرام میں ایسی محافل کا نام ونشان بھی نہیں ملتا۔ پورے چھ سو سال گزر گئے دنیائے

اسلام محفل میلاد کے نام سے بھی آشنا نہ تھی۔ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ اس محفل کا موجد اول ایک بادشاہ ابوسعید مظفر الدین نامی تھا، جو نزد موصل اربل نامی شہر کا حاکم تھا۔ علمائے راسخین نے اسی وقت سے اس نو ایجاد محفل کی مخالفت فرمائی۔ مگر صد افسوس کہ نام نہاد فدائیان رسول کریم ﷺ آج بھی بڑے طنطنہ سے ایسی محافل کرتے ہیں جن میں نہایت غلط سلط روایات بیان کی جاتی ہیں، چراغاں اور شیرینی کا اہتمام خاص ہوتا ہے اور اس عقیدہ سے قیام کر کے سلام پڑھا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک خود اس محفل میں تشریف لائی ہے۔ یہ جملہ امور غلط بے ثبوت ہیں جن کے کرنے سے بدعت کا ارتکاب لازم آتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے صاف فرمادیا کہ ((من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهورد)) ''جو ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کرے جس کا ثبوت ادلہ شرعیہ سے نہ ہو وہ مردود ہے۔''

١١٥٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ كَأَنَّ بِيَدِي قِطْعَةَ إِسْتَبْرَقٍ، فَكَأَنِّي لَا أُرِيدُ مَكَانًا مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ إِلَيْهِ، وَرَأَيْتُ كَأَنَّ اثْنَيْنِ أَتَيَانِي أَرَادَا أَنْ يَذْهَبَا بِي إِلَى النَّارِ فَتَلَقَّاهُمَا مَلَكٌ فَقَالَ: لَمْ تُرَعْ خَلِّيَا عَنْهُ. [راجع: ٤٤٠] [مسلم: ٦٣٦٩؛ ترمذي: ٣٨٢٥]

(۱۱۵۶) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں یہ خواب دیکھا کہ گویا ایک گاڑھے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ ہے۔ جیسے میں جنت میں جس جگہ کا بھی ارادہ کرتا ہوں تو یہ ادھر اڑ کے مجھ کو لے جاتا ہے اور میں نے دیکھا کہ جیسے دو فرشتے میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے دوزخ کی طرف لے جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک فرشتہ ان سے آ کر ملا اور (مجھ سے) کہا کہ ڈرو نہیں (اور ان سے کہا کہ) اسے چھوڑ دو۔

١١٥٧ـ فَقَصَّتْ حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِحْدَى رُؤْيَايَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُاللَّهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ)) فَكَانَ عَبْدُاللَّهِ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ. [راجع: ١١٢٢] [مسلم: ٦٣٧٠، ٦٣٧١؛ ابن ماجه: ٣٩١٩]

(۱۱۵۷) میری بہن (ام المومنین) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے میرا ایک خواب بیان کیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''عبداللہ بڑا ہی اچھا آدمی ہے کاش رات میں بھی نماز پڑھا کرتا۔'' عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے بعد ہمیشہ رات میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

١١٥٨ـ وَكَانُوا لَا يَزَالُونَ يَقُصُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الرُّؤْيَا أَنَّهَا فِي اللَّيْلَةِ السَّابِعَةِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَتْ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ)). [طرفاه في: ٢٠١٥، ٦٩٩١]

(۱۱۵۸) بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے اپنے خواب بیان کئے کہ شب قدر (رمضان کی) ستائیسویں رات ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سب کے خواب رمضان کے آخری عشرے میں (شب قدر کے ہونے پر) متفق ہو گئے ہیں اس لیے جسے شب قدر کی تلاش ہو وہ رمضان کے آخری عشرے میں ڈھونڈے۔''

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کتاب الصیام میں باب تحری لیلة القدر کے تحت میں فرماتے ہیں:

''في هذه الترجمة اشارة الى رجحان كون ليلة القدر منحصرة فى رمضان ثم فى العشر الاخير منه ثم فى اوتاره لا فى ليلة منها بعينها وهذا هو الذى يدل عليه مجموع الاخبار الواردة فيها۔'' (فتح)

یعنی لیلۃ القدر رمضان میں منحصر ہے اور وہ آخری عشرہ کی کسی ایک طاق رات میں ہوتی ہے جملہ احادیث جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں ان سب سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ باقی تفصیل کتاب الصیام میں آئے گی۔ طاق راتوں سے ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ کی راتیں مراد ہیں۔ ان میں سے وہ کسی رات کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ احادیث سے یہی ثابت ہوا ہے۔

بَابُ الْمُدَاوَمَةِ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب: فجر کی سنتوں کو ہمیشہ پڑھنا

١١٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ- هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ- قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ ابْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ ثُمَّ صَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، وَرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا، وَرَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَائَيْنِ، وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا أَبَدًا. [راجع: ٦١٩] [ابوداود: ١٣٦١]

(۱۱۵۹) ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عراک بن مالک نے، ان سے ابوسلمہ نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر رات کو اٹھ کر آپ نے تہجد کی آٹھ رکعتیں پڑھیں اور دو رکعتیں صبح کی اذان واقامت کے درمیان پڑھیں جن کو آپ کبھی نہیں چھوڑتے تھے (فجر کی سنتوں پر مداومت ثابت ہوئی)۔

بَابُ الضِّجْعَةِ عَلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب: فجر کی سنتیں پڑھ کر داہنی کروٹ پر لیٹ جانا

١١٦٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ. [راجع: ٦١٩]

(۱۱۶۰) ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، انہوں کہا کہ ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ فجر کی دو سنت رکعتیں پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔

تشریح: فجر کی سنت پڑھ کر تھوڑی دیر کے لئے دائیں کروٹ پر لیٹنا مسنون ہے، اس بارے میں کئی جگہ لکھا جا چکا ہے۔ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق یہ باب منعقد فرمایا ہے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر کی سنتوں کے بعد تھوڑی دیر کے لئے دائیں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں علما کے چھ قول نقل کئے ہیں۔ المحدث الکبیر علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الاول انه مشروع على سبيل الاستحباب كما حكاه الترمذى عن بعض اهل العلم وهو قول ابى موسى الاشعرى ورافع بن خديج وانس بن مالك وابى هريرة قال الحافظ ابن القيم فى زاد المعاد قد ذكر عبدالرزاق فى المصنف عن

معمر عن ایوب عن ابن سیرین ان ابا موسی ورافع بن خدیج وانس بن مالك كانوا يضطجعون بعد ركعتی الفجر ويأمرون بذلك وقال العراقی ممن كان يفعل ذلك اويفتی به من الصحابة ابوموسی الاشعری ورافع بن خديج وانس بن مالك و ابوهريرة انتهى وممن قال به من التابعين محمد بن سيرين وعروة بن الزبير كما فی شرح المنتقى وقال ابومحمد علی بن حزمؒ فی المحلی وذكر عبدالرحمن بن زيد فی كتاب السبعة انهم يعنی سعيد بن المسيب والقاسم بن محمد بن ابی بكر وعروة بن الزبير وابا بكر هو ابن عبدالرحمن وخارجة بن زيد بن ثابت وعبيدالله بن عبد الله بن عتبة بن سليمان بن يسار كانوا يضطجعون علی ايمانهم بين ركعتی الفجر وصلوة الصبح انتهى وممن قال به من الائمة من الشافعی واصحابه قال العينی فی عمدة القاری ذهب الشافعی واصحابه الی انه سنة انتهی۔" (تحفة الاحوذی)

یعنی اس لیٹنے کے بارے میں پہلا قول یہ ہے کہ یہ مستحب ہے جیسا کہ امام ترمذی نے بعض اہل علم کا مسلک یہی نقل فرمایا ہے اور ابوموسیٰ اشعری اور رافع بن خدیج اور انس بن مالک اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہی عمل تھا، یہ سب سنت فجر کے بعد لیٹا کرتے اور لوگوں کو بھی اس کا حکم فرمایا کرتے تھے جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے زادالمعاد میں نقل فرمایا ہے اور علامہ عراقی نے ان جملہ مذکورہ صحابہ کے نام لکھے ہیں کہ یہ اس کے لئے فتویٰ دیا کرتے تھے، تابعین میں سے محمد بن سیرین اور عروہ بن زبیر کا بھی یہی عمل تھا۔ جیسا کہ شرح منتقی میں ہے اور علامہ ابن حزم نے محلی میں نقل فرمایا ہے کہ سعید بن مسیب، قاسم بن محمد بن ابی بکر، عروہ بن زبیر، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، خارجہ بن زید بن ثابت اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن سلیمان بن یسار، ان جملہ اجلہ تابعین کا یہی مسلک تھا کہ یہ فجر کی سنتیں پڑھ کر دائیں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں کا بھی یہی مسلک ہے کہ یہ لیٹنا سنت ہے۔

اس بارے میں دوسرا قول علامہ ابن حزم کا ہے جو اس لیٹنے کو واجب کہتے ہیں۔ اس بارے میں علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قلت: قدعرفت ان الامر الوارد فی حديث ابی هريرة محمول علی الاستحباب لانه ﷺ لم يكن يداوم علی الاضطجاع فلايكون واجب فضلا عن ان يكون شرطا لصحة صلوة الصبح۔"

یعنی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں اس بارے میں جو بصیغہ امر وارد ہوا ہے کہ جو شخص فجر کی سنتوں کو پڑھے اس کو چاہیے کہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹے۔ (رواہ الترمذی) یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے اس پر مداومت منقول نہیں ہے بلکہ ترک بھی منقول ہے۔ پس یہ بایں طور واجب نہ ہوگا کہ نماز صبح کی صحت کے لئے یہ شرط ہو۔

بعض بزرگوں سے اس کا انکار بھی ثابت ہے مگر صحیح حدیثوں کے مقابلے پر ایسے بزرگوں کا قول قابل حجت نہیں ہے۔ اتباع رسول کریم ﷺ بہر حال مقدم اور موجب اجر وثواب ہے۔ پچھلے صفحات میں علامہ انور شاہ صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اس بارے میں نقل کیا جا چکا ہے۔ بحث کے خاتمہ پر علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں: "والقول الراجح المحمول عليه هو ان الاضطجاع بعد سنة الفجر مشروع علی طريق الاستحباب والله تعالی اعلم۔" یعنی قول راجح یہی ہے کہ یہ لیٹنا بطور استحباب مشروع ہے۔

بَابُ مَنْ تَحَدَّثَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَضْطَجِعْ

باب: فجر کی سنتیں پڑھ کر باتیں کرنا اور نہ لیٹنا

١١٦١۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا

(۱۱۶۱) ہم سے بشر بن حکم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سالم ابوالنضر نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے بیان کیا اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ جب [فجر کی سنتیں] پڑھ چکتے تو اگر میں جاگتی ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرتے

اضطَجَعَ حَتَّى يُؤَذَّنَ بِالصَّلَاةِ. [راجع: ٦١٩] ورنہ لیٹ جاتے جب تک نماز کی اذان ہوتی۔

[مسلم: ١٧٣٢؛ ابوداود: ١٢٦٢؛ ترمذي: ٤١٨]

تشریح: معلوم ہوا کہ اگر لیٹنے کا موقع نہ ملے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر اس کو برا جاننا فعل رسول ﷺ کی تنقیص کرنا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنَى مَثْنَى

باب: نفل نمازیں دو دو رکعتیں کر کے پڑھنا

قَالَ مُحَمَّدٌ: وَيُذْكَرُ ذَلِكَ عَنْ عَمَّارٍ وَأَبِي ذَرٍّ وَأَنَسٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعِكْرِمَةَ وَالزُّهْرِيِّ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ: مَا أَدْرَكْتُ فُقَهَاءَ أَرْضِنَا إِلَّا يُسَلِّمُوْنَ فِي كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور عمار اور انس رضی اللہ عنہما صحابیوں سے بیان کیا، اور جابر بن زید، عکرمہ اور زہری رحمۃ اللہ علیہم تابعیوں سے ایسا ہی منقول ہے اور یحییٰ بن سعید انصاری (تابعی) نے کہا کہ میں نے اپنے ملک (مدینہ طیبہ) کے عالموں کو یہی دیکھا کہ وہ نوافل میں (دن کو) ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا کرتے تھے۔

تشریح: حافظ نے کہا عمار اور ابوذر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کو ابن ابی شیبہ نے نکالا اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اسی کتاب میں گزری کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر جا کر دو دو رکعتیں نفل پڑھیں اور جابر بن زید کا اثر مجھ کو نہیں ملا اور عکرمہ کا اثر ابن ابی شیبہ نے نکالا اور یحییٰ بن سعید کا اثر مجھ کو نہیں ملا۔ (وحیدی)

١١٦٢۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي الْمَوَالِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الِاسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ يَقُوْلُ: ((إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لِيَقُلْ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ، اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِيْنِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي- أَوْ قَالَ: عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ- فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي

(١١٦٢) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن ابی الموالی نے بیان کیا، ان سے محمد بن منکدر نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے تمام معاملات میں استخارہ کرنے کی اسی طرح تعلیم دیتے جس طرح قرآن کی کوئی سورت سکھلاتے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کوئی اہم معاملہ تمہارے سامنے ہو تو فرض کے علاوہ دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے (ترجمہ) ''اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی بدولت خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کی بدولت تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل عظیم کا طلب گار ہوں کہ قدرت تو ہی رکھتا ہے اور مجھے کوئی قدرت نہیں۔ علم تجھ ہی کو ہے اور میں کچھ نہیں جانتا اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اے میرے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (جس کے لیے استخارہ کیا جا رہا ہے)۔ میرے دین، دنیا اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے میرے لیے بہتر ہے یا (آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ) میرے لیے وقتی طور پر اور انجام کے اعتبار سے یہ (خیر ہے) تو

فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي- أَوْ قَالَ: فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ- فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ)). قَالَ: ((وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ)). [طرفاه في: ٦٣٨٢، ٧٣٩٠] [ابوداود: ١٥٣٨؛ ترمذي: ٤٨٠؛ نسائي: ٣٢٥٣؛ ابن ماجه: ١٣٨٣]

اسے میرے لیے نصیب کر اور اس کا حصول میرے لیے آسان کر اور پھر اس میں مجھے برکت عطا کر اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، دنیا اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے برا ہے یا (آپ ﷺ نے یہ کہا کہ) معاملہ میں وقتی طور پر اور انجام کے اعتبار سے (برا ہے) تو اسے مجھ سے ہٹا دے اور مجھے اس سے ہٹا دے۔ پھر میرے لیے خیر مقدر فرما دے، جہاں بھی وہ ہو اس سے میرے دل کو مطمئن بھی کر دے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اس کام کی جگہ اس کام کا نام لے۔"

تشریح: استخارہ سے کاموں میں برکت پیدا ہوتی ہے، یہ ضروری نہیں کہ استخارہ کرنے کے بعد کوئی خواب بھی دیکھا جائے یا کسی دوسرے ذریعہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ پیش آمدہ معاملہ میں کون سی روش مناسب ہوگی اس طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ طبعی رجحان ہی کی حد تک کوئی بات استخارہ سے دل میں پیدا ہو جائے۔ حدیث میں استخارہ کے یہ فوائد کہیں بیان نہیں ہوئے ہیں اور واقعات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ استخارہ کے بعد بعض اوقات ان میں سے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ استخارہ کا مقصد صرف طلب خیر ہے۔ جس کا ارادہ ہے یا جس معاملہ میں آپ الجھے ہوئے ہیں گویا استخارہ کے ذریعہ آپ نے اسے اللہ کے علم اور قدرت پر چھوڑ دیا اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر پوری طرح اس پر توکل کا وعدہ کر لیا۔ "میں تیرے علم کے واسطہ سے تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے واسطہ سے تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل کا خواستگار ہوں" ۔ یہ توکل تفویض نہیں تو اور کیا چیز ہے؟ اور پھر دعا کے آخری الفاظ "میرے لئے خیر مقدر فرما دیجئے جہاں بھی وہ ہو اور اس پر میرے قلب کو مطمئن بھی کر دیجئے"۔ یہ ہے رضا بالقضا کی دعا کہ اللہ کے نزدیک معاملہ کی جو نوعیت صحیح ہے، کام اسی کے مطابق ہو اور پھر اس پر بندہ اپنے لئے ہر طرح اطمینان کی بھی دعا کرتا ہے کہ دل میں اللہ کے فیصلہ کے خلاف کسی قسم کا خطرہ بھی نہ پیدا ہو۔ دراصل استخارہ کی اس دعا کے ذریعہ بندہ اول تو توکل کا وعدہ کرتا ہے اور پھر ثابت قدمی اور رضا بالقضا کی دعا کرتا ہے کہ خواہ معاملہ کا فیصلہ میری خواہش کے خلاف ہی کیوں نہ ہو وہ خیر ہی ہو اور میرا دل اس سے مطمئن اور راضی ہو جائے۔ اگر واقعی کوئی خلوص دل سے اللہ کے حضور میں یہ دونوں باتیں پیش کر دے تو اس کے کام میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے برکت یقیناً ہوگی۔ استخارہ کا صرف یہی فائدہ ہے اور اس سے زیادہ اور کیا چاہیے؟ (تفہیم البخاری) امام بخاری رحمہ اللہ یہاں اس حدیث کو اس لئے لائے کہ اس میں نفل نماز دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اور یہی ترجمہ باب ہے۔

١١٦٣ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ)). [راجع: ٤٤٤]

(۱۱۶۳) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن سعید نے، ان سے عامر بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے عمرو بن سلیم زرقی سے، انہوں نے ابوقتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی تم میں سے مسجد میں آئے تو نہ بیٹھے جب تک دو رکعت (تحیۃ المسجد کی) نہ پڑھ لے۔"

١١٦٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ

(۱۱۶۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے اور انہیں انس بن

أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ.

[راجع: ۳۸۰]

مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے (ہمارے گھر میں جب دعوت میں آئے تھے) دو رکعت نماز پڑھائی اور پھر واپس تشریف لے گئے۔

١١٦٥۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ. [راجع: ۹۳۷]

(۱۱۶۵) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے عقیل سے بیان کیا، عقیل سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، آپ نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھی اور ظہر کے بعد دو رکعت اور جمعہ کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت اور عشاء کے بعد بھی دو رکعت (نماز سنت) پڑھی ہے۔

١١٦٦۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ: ((إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ۔ أَوْ قَدْ خَرَجَ۔ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ)).

[راجع: ۹۳۰] [مسلم: ۲۰۲۲؛ نسائي: ۱۳۹٤]

(۱۱۶۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، انہیں عمرو بن دینار نے خبر دی، کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ''جو شخص بھی (مسجد میں) آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو یا خطبہ کے لیے نکل چکا ہو تو وہ دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد کی) پڑھ لے۔''

١١٦٧۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَيْفُ ابْنُ سُلَيْمَانَ الْمَكِّيُّ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، يَقُوْلُ: أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ فِي مَنْزِلِهِ فَقِيْلَ لَهُ هَذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ قَالَ: فَأَقْبَلْتُ فَأَجِدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ خَرَجَ، وَأَجِدُ بِلَالًا عِنْدَ الْبَابِ قَائِمًا فَقُلْتُ: يَا بِلَالُ، أَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْكَعْبَةِ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ: فَأَيْنَ؟ قَالَ: بَيْنَ هَاتَيْنِ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ. ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ. [راجع: ۳۹۷] وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: أَوْصَانِي النَّبِيُّ ﷺ بِرَكْعَتَيِ الضُّحَى وَقَالَ: عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ غَدَا عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ

(۱۱۶۷) ہم سے نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سیف بن سلیمان نے بیان کیا کہ میں نے مجاہد سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر (مکہ مکرمہ میں) اپنے گھر آئے کسی نے کہا بیٹھے کیا ہو رسول اللہ ﷺ آ گئے بلکہ کعبہ کے اندر بھی تشریف لے جا چکے ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سن کر میں آیا۔ دیکھا تو آپ ﷺ کعبہ سے باہر نکل چکے ہیں اور بلال رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ: اے بلال! رسول اللہ ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی، انہوں نے کہا کہ ہاں پڑھی تھی۔ میں نے پوچھا کہ کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ یہاں ان دو ستونوں کے درمیان۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور دو رکعتیں کعبہ کے دروازے کے سامنے پڑھی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے چاشت کی دو رکعتوں کی وصیت کی تھی۔ اور عتبان نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما صبح دن چڑھے میرے گھر تشریف لائے۔ ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف

وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ بَعْدَ مَا امْتَدَّ النَّهَارُ وَصَفَفْنَا وَرَائَهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ.

بنائی اور آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

تشریح: ان تمام روایتوں سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نفل نماز خواہ دن ہی میں کیوں نہ پڑھی جائے، دو دو رکعت کر کے پڑھنا افضل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

بَابُ الْحَدِيثِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب: فجر کی سنتوں کے بعد باتیں کرنا

١١٦٨۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ أَبُو النَّضْرِ: حَدَّثَنِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ. قُلْتُ لِسُفْيَانَ: فَإِنَّ بَعْضَهُمْ يَرْوِيهِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ. قَالَ سُفْيَانُ: هُوَ ذَاكَ.

[راجع: ٦١٩]

(١١٦٨) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابوالنضر سالم نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے باپ ابوامیہ نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ جب دو رکعت (فجر کی سنت) پڑھ چکتے تو اس وقت اگر میں جاگتی ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے۔ میں نے سفیان سے کہا کہ بعض راوی فجر کی دو رکعتیں اسے بتاتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں یہ وہی ہیں۔

تشریح: اصیلی کے نسخہ میں یوں ہے: قال ابو النضر حدثنی عن ابی سلمة یعنی سفیان نے کہا کہ مجھ کو یہ حدیث ابوالنضر نے ابوسلمہ سے بیان کی۔ اس نسخہ میں گویا ابوالنضر کے باپ کا ذکر نہیں ہے۔

بَابُ تَعَاهُدِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَمَنْ سَمَّاهُمَا تَطَوُّعًا

باب: فجر کی سنت کی دو رکعتیں ہمیشہ لازم کر لینا اور ان کے سنت ہونے کی دلیل

١١٦٩۔ حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ تَعَاهُدًا مِنْهُ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

[راجع: ٦١٩] [مسلم: ١٦٨٦، ١٦٨٧؛ ابوداود: ١٢٥٤]

(١١٦٩) ہم سے بیان بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے عطاء نے بیان کیا، ان سے عبید بن عمیر نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کسی نفل نماز کی فجر کی دو رکعتوں سے زیادہ پابندی نہیں کرتے تھے۔

تشریح: اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فجر کی سنتوں کو بھی لفظ نفل ہی سے ذکر فرمایا۔ پس باب اور حدیث میں مطابقت ہوگئی! یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے ان سنتوں پر مداومت فرمائی ہے۔ لہٰذا سفر و حضر کہیں بھی ان کا ترک کرنا اچھا نہیں ہے۔

بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب: فجر کی سنتوں میں قراءت کیسی کرے؟

١١٧٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ. [راجع: ٦١٩] [ابوداود: ١٣٣٩]

(۱۱۷۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے باپ (عروہ بن زبیر) نے اور انہیں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو ہلکی رکعتیں (سنت فجر) پڑھ لیتے۔

تشریح: اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کی سنتوں میں چھوٹی چھوٹی سورتوں کو پڑھنا چاہیے، آپ ﷺ کے ہلکا کرنے کا یہی مطلب ہے۔

١١٧١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ عَمَّتِهِ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى- هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ- عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى إِنِّي لَأَقُوْلُ هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الْكِتَابِ؟ [راجع:٦١٩] [مسلم: ١٦٨٤؛ ابوداود: ١٢٥٥]

(۱۱۷۱) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمٰن نے، ان سے ان کی پھوپھی عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ (دوسری سند) اور ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمٰن نے، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ صبح کی (فرض) نماز سے پہلے کی دو (سنت) رکعتوں کو بہت مختصر رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان میں سورۂ فاتحہ بھی پڑھی یا نہیں میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی۔

تشریح: یہ مبالغہ ہے یعنی بہت ہلکی پھلکی پڑھتے تھے ابن ماجہ میں ہے کہ آپ ﷺ ان میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔

بَابُ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ

باب: فرضوں کے بعد سنت کا بیان

١١٧٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ، فَأَمَّا

(۱۱۷۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت سنت، ظہر کے بعد دو رکعت سنت، مغرب کے بعد دو رکعت سنت، عشاء کے بعد دو رکعت سنت اور جمعہ کے بعد دو رکعت سنت پڑھی ہیں اور مغرب اور عشاء کی سنتیں

الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ فَفِي بَيْتِهِ. [راجع: ٩٣٧] [مسلم: ١٦٩٥]

آپ ﷺ گھر میں پڑھتے تھے۔

١١٧٣ـ وَحَدَّثَتْنِي أُخْتِي، حَفْصَةُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ، وَكَانَتْ سَاعَةً لَا أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيهَا. تَابَعَهُ كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ وَأَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ. وَقَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ: عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ. [راجع: ٦١٨]

(۱۱۷۳) ان سے (ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ) میری بہن حفصہ نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ فجر ہونے کے بعد دو ہلکی رکعتیں (سنت فجر) پڑھتے اور یہ ایسا وقت ہوتا کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس نہیں جاتی تھی۔ اور ابن ابی الزناد نے اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ سے، انہوں نے نافع سے روایت کیا۔ اس میں في بيته کے بدل في اهله ہے۔ عبیداللہ کے ساتھ اس حدیث کو کثیر بن فرقد اور ایوب نے بھی نافع سے روایت کیا۔

تشریح: یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس لئے کہا کہ فجر سے پہلے اور عشاء کی نماز کے بعد اور ٹھیک دوپہر کو گھر کے کام کاج کے لیے لوگوں کو بھی اجازت لے کر جانا چاہیے، اس وقت غیر لوگ آپ ﷺ سے کیسے مل سکتے۔ اس لئے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سنتوں کا حال اپنی بہن ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے سن کر معلوم کیا۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ

باب: اس کے بارے میں جس نے فرض کے بعد سنت نماز نہیں پڑھی

١١٧٤ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الشَّعْثَاءِ، جَابِرًا قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثَمَانِيًا جَمِيعًا وَسَبْعًا جَمِيعًا قُلْتُ: يَا أَبَا الشَّعْثَاءِ أَظُنُّهُ أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ قَالَ: وَأَنَا أَظُنُّهُ. [راجع: ٥٤٣]

(۱۱۷۴) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالشعثاء جابر بن عبداللہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ آٹھ رکعت ایک ساتھ (ظہر اور عصر) اور سات رکعت ایک ساتھ (مغرب اور عشاء ملا کر) پڑھیں۔ (بیچ میں سنت وغیرہ کچھ نہیں) ابوالشعثاء سے میں نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر آخر وقت میں اور عصر اول وقت میں پڑھی ہوگی، اسی طرح مغرب آخر وقت میں پڑھی ہوگی اور عشاء اول وقت میں۔ ابوالشعثاء نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔

تشریح: یہ عمرو بن دینار کا خیال ہے ورنہ یہ حدیث صاف ہے کہ دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے نہ وہاں کوئی خوف تھا نہ بندش تھی۔ اوپر گزر چکا ہے کہ اہلحدیث کے نزدیک یہ جائز ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ سنتوں کا ترک کرنا جائز ہے اور سنت بھی یہی ہے کہ جمع کرے تو سنتیں نہ پڑھے (مولانا وحید الزماں)

بَابُ صَلَاةِ الضُّحَى فِي السَّفَرِ

باب: سفر میں چاشت کی نماز پڑھنا

۱۱۷۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ تَوْبَةَ، عَنْ مُوَرِّقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: أَتُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ فَعُمَرُ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَأَبُو بَكْرٍ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَالنَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَ: لَا، إِخَالُهُ. [راجع: ۷۷]

(۱۱۷۵) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے شعبہ بن حجاج نے، ان سے توبہ بن کیسان نے، ان سے مورق بن مشمرج نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا اور عمر رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا اور نبی کریم ﷺ؟ فرمایا: نہیں، میرا خیال یہی ہے۔

تشریح: بعض شراح کرام کا کہنا ہے کہ بظاہر اس حدیث اور باب میں مطابقت نہیں ہے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

"فحمله الخطابي على غلط الناسخ وابن المنير على انه لما تعارضت عنده احاديثها نفيا كحديث ابن عمر هذا واثباتا كحديث ابي هريرة في الوصية بها نزل حديث النفي على السفر وحديث الاثبات على الحضر ويؤيد ذلك انه ترجم لحديث ابي هريرة بصلوة الضحى في الحضر مع ما يعضده من قول ابن عمر لو كنت مسبحا لاتممت في السفر قاله ابن حجر۔"

یعنی خطابی نے اس باب کو ناقل کی غلطی پر محمول کیا ہے اور ابن منیر کا کہنا یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک نفی اور اثبات کی احادیث میں تعارض تھا، اس کو انہوں نے اس طرح رفع کیا کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جس میں نفی ہے سفر پر محمول کیا اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جس میں وصیت کا ذکر ہے اور جس سے اثبات ثابت ہو رہا ہے، اس کو حضر پر محمول کیا۔ اس امر کی اس سے بھی تائید ہو رہی ہے کہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر امام بخاری رحمہ اللہ نے صلوٰۃ الضحیٰ فی الحضر کا باب منعقد فرمایا اور نفی کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول سے بھی تائید ہوتی ہے جو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں سفر میں نفل پڑھتا تو نمازوں کو ہی پورا کیوں نہ کر لیتا، پس معلوم ہوا کہ نفی سے ان کی سفر میں نفی مراد ہے اور حضرات شیخین کا فعل بھی سفر ہی سے متعلق ہے کہ وہ حضرات سفر میں نماز ضحیٰ نہیں پڑھا کرتے تھے۔

۱۱۷۶۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى، يَقُولُ: مَا حَدَّثَنَا أَحَدٌ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي الضُّحَى غَيْرَ أُمِّ هَانِيءٍ فَإِنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ وَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَلَمْ أَرَ صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ. [راجع: ۱۱۰۳]

(۱۱۷۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ مجھ سے ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سوا کسی (صحابی) نے یہ نہیں بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا۔ صرف ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے، آپ ﷺ نے غسل کیا اور پھر آٹھ رکعت (چاشت کی) نماز پڑھی۔ تو میں نے ایسی ہلکی پھلکی نماز کبھی نہیں دیکھی البتہ آپ ﷺ رکوع اور سجدہ پوری طرح ادا کرتے تھے۔

تشریح: حدیث ام ہانی میں نبی کریم ﷺ کی جس نماز کا ذکر ہے۔ شارحین نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے، بعض نے اسے شکرانہ کی نماز قرار دیا ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ یہ ضحیٰ کی نماز تھی۔ ابوداؤد میں وضاحت موجود ہے کہ صلى سبحة الضحى یعنی آپ ﷺ نے ضحیٰ کے نفل ادا فرمائے اور مسلم نے کتاب الطہارۃ میں نقل فرمایا ثم صلى ثمان ركعات سبحة الضحى یعنی پھر نبی کریم ﷺ نے ضحیٰ کی آٹھ رکعت نفل نماز ادا فرمائی اور تمہید ابن عبدالبر

میں ہے کہ: "قالت: قدم ﷺ مکة فصلی ثمان رکعات فقلت: ما هذه الصلوة قال: هذه صلوة الضحی۔" حضرت ام ہانی کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ مکہ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے آٹھ رکعات ادا کیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیسی نماز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ضحیٰ کی نماز ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ صلوٰۃ الضحیٰ کا مسنون طریقہ آٹھ رکعات ادا کرنا ہے۔ یوں روایات میں کم وبیش بھی آئی ہیں۔ بعض روایات میں کم سے کم تعداد دو رکعت بھی مذکور ہے۔ بہر حال بہتر یہ ہے کہ صلوٰۃ الضحیٰ پر مداومت کی جائے کیونکہ طبرانی اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ جنت میں ایک دروازے کا نام ہی باب الضحیٰ ہے جو لوگ نماز ضحیٰ پر مداومت کرتے ہیں، ان کو اس دروازے سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ضحیٰ کی نماز میں سورۂ والشمس وضحاها اور والضحیٰ پڑھا کریں۔ اس نماز کا وقت سورج کے بلند ہونے سے زوال تک ہے۔ (قسطلانی)

بَابُ مَنْ لَمْ يُصَلِّ الضُّحَى وَرَآهُ وَاسِعًا

باب: چاشت کی نماز پڑھنا اور اس کو ضروری نہ جاننا

١١٧٧ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحَى، وَإِنِّي لأُسَبِّحُهَا. [راجع: ١١٢٨]

(١١٧٧) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے، ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ مگر میں خود پڑھتی ہوں۔

تشریح: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صرف اپنی رؤیت کی نفی کی ہے ورنہ بہت سی روایات میں آپ ﷺ کا یہ نماز پڑھنا مذکور ہے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خود پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس نماز کے فضائل سنے ہوں گے۔ پس معلوم ہوا کہ اس نماز کی ادائیگی باعث اجر وثواب ہے۔

اس لفظ سے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو پڑھتے نہیں دیکھا۔ باب کا مطلب نکلتا ہے کیونکہ اس کا پڑھنا ضروری ہوتا تو وہ نبی کریم ﷺ کو ہر روز پڑھتے دیکھتیں۔ قسطلانی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہ دیکھنے سے چاشت کی نماز کی نفی نہیں ہوتی۔ ایک جماعت صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ جیسے انس، ابو ہریرہ، ابوذر، ابو امامہ، عقبہ بن عبد، ابن ابی اوفی، ابوسعید، زید بن ارقم، ابن عباس، جبیر بن مطعم، حذیفہ، ابن عمر، ابوموسیٰ، عتبان، عقبہ بن عامر، علی، معاذ بن انس، ابوبکرہ اور ابو مرہ وغیرہم رضی اللہ عنہم نے۔ عتبان بن مالک کی حدیث اوپر کئی بار اس کتاب میں گزر چکی ہے اور امام احمد نے اس کو اس لفظ سے نکالا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر میں چاشت کے نفل پڑھے۔ سب لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ (وحیدی)

بَابُ صَلَاةِ الضُّحَى فِي الْحَضَرِ

باب: چاشت کی نماز اپنے شہر میں پڑھے

قَالَهُ عِتْبَانُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

یہ عتبان بن مالک نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

١١٧٨ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ- هُوَ الْجُرَيْرِيُّ- عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيلِي ﷺ بِثَلَاثٍ لَا

(١١٧٨) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں شعبہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے عباس جریری نے جو فروخ کے بیٹے تھے بیان کیا، ان سے ابو عثمان نہدی نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے جانی دوست (نبی کریم ﷺ) نے مجھے تین چیزوں کی وصیت

أَدَعُهُنَّ حَتَّى أَمُوتَ: صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلَاةِ الضُّحَى، وَنَوْمٍ عَلَى وِتْرٍ.

[طرفه في:١٩٨١][مسلم: ١٦٧٢؛ نسائي: ١٦٧٦، ١٦٧٧]

کی ہے کہ موت سے پہلے ان کو نہ چھوڑوں: ہر مہینہ میں تین دن روزے، چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سونا۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جن روایات میں صلوۃ الضحی کی نفی وارد ہوئی ہے وہ نفی سفر کی حالت سے متعلق ہے پھر بھی اس میں وسعت ہے اور جن روایات میں اس نماز کے لئے اثبات آیا ہے وہاں حالت حضر مراد ہے۔ ہر ماہ میں تین دن کے روزوں سے ایام بیض یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخوں کے روزے مراد ہیں۔

١١٧٩ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ ـ وَكَانَ ضَخْمًا ـ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيْعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا، فَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ، وَنَضَحَ لَهُ طَرَفَ حَصِيْرٍ بِمَاءٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ. فَقَالَ: فُلَانُ بْنُ فُلَانِ بْنِ الْجَارُوْدِ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الضُّحَى؟ فَقَالَ: مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى غَيْرَ ذَلِكَ الْيَوْمِ. [راجع:٦٧٠]

(۱۱۷۹) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا کہ ہم کو شعبہ نے خبر دی، ان سے انس بن سیرین نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انصار میں سے ایک شخص (عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ) نے جو بہت موٹے آدمی تھے، رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا (مجھ کو گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت دیجئے تو) انہوں نے اپنے گھر نبی کریم ﷺ کے لیے کھانا پکوایا اور آپ ﷺ کو اپنے گھر بلایا اور ایک چٹائی کے کنارے کو آپ ﷺ کے لیے پانی سے صاف کیا۔ آپ ﷺ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی۔ اور فلاں بن فلاں بن جارود نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس روز کے سوا آپ کو کبھی یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے مختلف مقاصد کے تحت اس حدیث کو کئی جگہ روایت فرمایا ہے۔ یہاں آپ کا مقصد اس سے ضحیٰ کی نماز حالت حضر میں پڑھنا اور بعض مواقع پر جماعت سے بھی پڑھنے کا جواز ثابت کرنا ہے۔ بالفرض بقول حضرت انس رضی اللہ عنہ کے صرف اسی موقع پر آپ ﷺ نے یہ نماز پڑھی تو ثبوت مدعا کے لئے آپ ﷺ کا ایک دفعہ کام کو کر لینا بھی کافی وافی ہے۔ یوں کئی مواقع پر آپ سے اس نماز کے پڑھنے کا ثبوت موجود ہے۔ ممکن ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ان مواقع میں آپ ﷺ کے ساتھ ہونے کا موقع نہ ملا ہو۔

بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ

باب: ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا

١١٨٠ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهِ،

(۱۱۸۰) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ سے دس رکعت سنتیں یاد ہیں۔ دو رکعت سنت ظہر سے پہلے، دو رکعت سنت ظہر کے بعد، دو رکعت سنت مغرب کے بعد اپنے گھر میں، دو رکعت سنت عشاء کے

وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَكَانَتْ سَاعَةً لَا يُدْخَلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيهَا. [راجع: ٩٣٧]

بعد اپنے گھر میں اور دو رکعت سنت صبح کی نماز سے پہلے اور یہ وہ وقت ہوتا تھا جب آپ ﷺ کے پاس کوئی نہیں جاتا تھا۔

[ترمذي: ٤٣٣]

١١٨١ـ حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ، أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَطَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ. [راجع: ٦١٨]

(۱۱۸۱) مجھ کو ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ مؤذن جب اذان دیتا اور فجر ہو جاتی تو آپ ﷺ دو رکعتیں پڑھتے۔

١١٨٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ. تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَعَمْرٌو عَنْ شُعْبَةَ. [ابوداود: ١٢٥٣؛ نسائي: ١٧٥٧]

(۱۱۸۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے، ان سے ابراہیم بن محمد بن منتشر نے، ان سے ان کے باپ محمد بن منتشر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت سنت اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت نماز پڑھنی نہیں چھوڑتے تھے۔ یحییٰ کے ساتھ اس حدیث کو ابن ابی عدی اور عمرو بن مرزوق نے بھی شعبہ سے روایت کیا۔

تشریح: یہ حدیث باب کے مطابق نہیں کیونکہ باب میں دو رکعتیں ظہر سے پہلے پڑھنے کا ذکر ہے اور شاید ترجمہ باب کا یہ مطلب ہو کہ ظہر سے پہلے دو ہی رکعتیں پڑھنا ضروری نہیں، چار بھی پڑھ سکتا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

باب: مغرب سے پہلے سنت پڑھنا

١١٨٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنِ الْحُسَيْنِ وَهُوَ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُاللَّهِ الْمُزَنِيُّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((صَلُّوا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ)) قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: ((لِمَنْ شَاءَ)) كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً.

(۱۱۸۳) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے حسین معلم نے، ان سے عبداللہ بن بریدہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مغرب کے فرض سے پہلے (سنت کی دو رکعتیں) پڑھا کرو۔'' تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا کہ ''جس کا جی چاہے۔'' کیونکہ آپ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ لوگ اسے لازمی سمجھ بیٹھیں۔

[طرفه في: ٧٣٦٨] [ابوداود: ١٢٨١]

تشریح: حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ مغرب کی جماعت سے قبل ان دو رکعتوں کو پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔

١١٨٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مَرْثَدَ ابْنَ عَبْدِاللَّهِ الْيَزَنِيَّ، قَالَ: أَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ

(۱۱۸۴) ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے مرثد بن عبداللہ یزنی سے سنا کہ میں عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا آپ کو ابو تمیم عبداللہ بن مالک پر تعجب نہیں آیا کہ وہ

عَامِرِ الْجُهَنِيَّ فَقُلْتُ: أَلَا أُعَجِّبُكَ مِنْ أَبِي تَمِيمٍ؟ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، فَقَالَ عُقْبَةُ: إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْآنَ؟ قَالَ: الشُّغْلُ. [نسائي: ٥٨١]

مغرب کی نماز فرض سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے ہیں۔ اس پر عقبہ نے فرمایا کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اسے پڑھتے تھے۔ میں نے کہا پھر اب اس کے چھوڑنے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ دنیا کے کاروبار مانع ہیں۔

تشریح: ہر دو احادیث سے ثابت ہوا کہ اب بھی موقع ملنے پر مغرب سے پہلے ان دو رکعتوں کو پڑھا جاسکتا ہے، اگرچہ پڑھنا ضروری نہیں مگر کوئی پڑھ لے تو یقیناً موجب اجر و ثواب ہوگا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ بعد میں ان کے پڑھنے سے روک دیا گیا۔ یہ بات بالکل غلط ہے پچھلے صفحات میں ان دو رکعتوں کے استحباب پر روشنی ڈالی جاچکی ہے۔ عبداللہ بن مالک جثانی یہ تابعی مخضرم تھا یعنی نبی کریم ﷺ کے زمانے میں موجود تھا، پر آپ سے نہیں ملا۔ یہ مصر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آیا، پھر وہیں رہ گیا۔ ایک جماعت نے ان کو صحابہ میں گنا۔ اس سے یہ نکلا کہ مغرب کا وقت لمبا ہے اور جس نے اس کو تھوڑا اقرار دیا اس کا قول بے دلیل ہے۔ مگر یہ رکعتیں جماعت کھڑی ہونے سے پہلے پڑھ لینا مستحب ہے۔ (وحیدی)

بَابُ صَلَاةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً

باب: نفل نمازیں جماعت سے پڑھنا

ذَكَرَهُ أَنَسٌ وَعَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کا ذکر انس اور عائشہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے کیا ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے مطلب پر انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل لی جو اوپر گزر چکی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی باب قیام اللیل میں گزر چکی۔ قسطلانی نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے مراد کسوف کی حدیث ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے جماعت سے نماز پڑھی۔ ان احادیث سے نفل نمازوں میں جماعت کا جواز ثابت ہوتا ہے اور بعض نے تداعی یعنی بلانے کے ساتھ ان میں امامت مکروہ رکھی ہے۔ اگر خود بخود کچھ آدمی جمع ہو جائیں تو امامت مکروہ نہیں ہے۔ (وحیدی)

١١٨٥ـ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ، أَنَّهُ عَقَلَ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ، وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِهِ مِنْ بِئْرٍ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ. [راجع: ٧٧]

(۱۱۸۵) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمارے باپ ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے کہا کہ مجھے محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی انہیں نبی کریم ﷺ یاد ہیں اور آپ ﷺ کی وہ کلی بھی یاد ہے جو آپ ﷺ نے ان کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر ان کے منہ میں کی تھی۔

١١٨٦ـ فَزَعَمَ مَحْمُوْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ، وَكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ، فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ

(۱۱۸۶) محمود نے کہا کہ میں نے عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا جو بدر کی لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے، وہ کہتے تھے کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا میرے (گھر) اور قوم کی مسجد کے بیچ میں ایک نالہ تھا، اور جب بارش ہوتی تو اسے پار کر کے مسجد تک پہنچنا میرے لیے مشکل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے میں نے کہا کہ میری آنکھیں خراب ہوگئی ہیں اور ایک نالہ ہے

لَهُ: إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي، وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ، فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّي مِنْ بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((سَأَفْعَلُ)) فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ: ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ نُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟)) فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ فَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ، فَحَبَسْتُهُ عَلَى خَزِيرَةٍ تُصْنَعُ لَهُ فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِي فَثَابَ رِجَالٌ مِنْهُمْ حَتَّى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: مَا فَعَلَ مَالِكٌ لَا أَرَاهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: ذَاكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَقُلْ ذَاكَ، أَلَا تَرَاهُ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ؟)) فَقَالَ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، أَمَّا نَحْنُ فَوَاللَّهِ لَا نَرَى وُدَّهُ وَلَا حَدِيثَهُ إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِينَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ)) قَالَ مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا فِيهِمْ أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَتِهِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا، وَيَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِأَرْضِ الرُّومِ، فَأَنْكَرَهَا عَلَيَّ أَبُو أَيُّوبَ، قَالَ: وَاللَّهِ مَا أَظُنُّ

جو میرے اور میری قوم کے درمیان پڑتا ہے، وہ بارش کے دنوں میں بہنے لگ جاتا ہے اور میرے لیے اس کا پار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میری یہ خواہش ہے کہ آپ تشریف لا کر میرے گھر کسی جگہ نماز پڑھ دیں تاکہ میں اسے اپنے لیے نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کرلوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں تمہاری یہ خواہش جلد ہی پوری کروں گا۔" پھر دوسرے ہی دن آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر صبح تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے اجازت چاہی اور میں نے اجازت دے دی۔ آپ ﷺ تشریف لا کر بیٹھے بھی نہیں بلکہ پوچھا کہ "تم اپنے گھر میں کس جگہ میرے لیے نماز پڑھنا پسند کرو گے۔" میں جس جگہ کو نماز پڑھنے کے لیے پسند کر چکا تھا اس کی طرف میں نے اشارہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہی اور ہم سب نے آپ کے پیچھے صف باندھ لی۔ آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر سلام پھیرا۔ ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ سلام پھیرا۔ میں نے حلیم کھانے کے لیے آپ کو روک لیا جو تیار ہو رہا تھا۔ محلہ والوں نے جو سنا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف فرما ہیں تو لوگ جلدی جلدی جمع ہونے شروع ہو گئے اور گھر میں ایک خاصا مجمع ہو گیا۔ ان میں سے ایک شخص بولا: مالک کو کیا ہو گیا ہے! یہاں دکھائی نہیں دیتا۔ اس پر دوسرا بولا وہ تو منافق ہے۔ اسے اللہ اور رسول سے محبت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر فرمایا: "ایسا مت کہو، دیکھتے نہیں کہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے اور اس سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔" تب وہ کہنے لگا کہ (اصل حال) تو اللہ اور رسول ہی کو معلوم ہے۔ لیکن واللہ! ہم تو ان کی بات چیت اور میل جول ظاہر میں منافقوں ہی سے دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر اس آدمی پر دوزخ حرام کر دی ہے جس نے لا الہ الا اللہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کہہ لیا۔" محمود بن ربیع نے بیان کیا: میں نے یہ حدیث ایک ایسی جگہ میں بیان کی جس میں نبی کریم ﷺ کے مشہور صحابی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ یہ روم کے اس جہاد کا ذکر ہے جس میں آپ کی موت واقع ہوئی تھی۔ فوج کے سردار یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے انکار کیا اور فرمایا کہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ، فَكَبُرَ ذٰلِكَ عَلَيَّ فَجَعَلْتُ لِلّٰهِ عَلَيَّ إِنْ سَلَّمَنِيْ حَتَّى أَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِيْ أَنْ أَسْأَلَ عَنْهَا عِتْبَانَ ابْنَ مَالِكٍ إِنْ وَجَدْتُهُ حَيًّا فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِهِ، فَقَفَلْتُ فَأَهْلَلْتُ بِحَجَّةٍ أَوْ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ سِرْتُ حَتَّى قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَأَتَيْتُ بَنِيْ سَالِمٍ، فَإِذَا عِتْبَانُ شَيْخٌ أَعْمَى يُصَلِّيْ لِقَوْمِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَأَخْبَرْتُهُ مَنْ أَنَا ثُمَّ سَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ، فَحَدَّثَنِيْهِ كَمَا حَدَّثَنِيْهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ. [راجع: ٤٢٤]

اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی بات کبھی بھی کہی ہو۔ آپ کی یہ گفتگو مجھ کو بہت ناگوار گزری اور میں نے اللہ تعالیٰ کی منت مانی کہ اگر میں اس جہاد سے سلامتی کے ساتھ لوٹا تو واپسی پر اس حدیث کے بارے میں عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے ضرور پوچھوں گا۔ اگر میں نے انہیں ان کی قوم کی مسجد میں زندہ پایا۔ آخر میں جہاد سے واپس ہوا۔ پہلے تو میں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا پھر جب مدینہ واپسی ہوئی تو میں قبیلہ بنوسالم میں آیا۔ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ جو بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے، اپنی قوم کو نماز پڑھاتے ہوئے ملے۔ سلام پھیرنے کے بعد میں نے حاضر ہو کر آپ کو سلام کیا اور بتلایا کہ میں فلاں ہوں۔ پھر میں نے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے مجھ سے اس مرتبہ بھی اس طرح یہ حدیث بیان کی جس طرح پہلے بیان کی تھی۔

تشریح: یہ ۵۰ھ یا اس کے بعد کا واقعہ ہے۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ پر فوج بھیجی تھی اور اس کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اس لشکر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید تھے۔ جو بعد میں حادثہ کربلا کی وجہ سے تاریخ اسلام میں مطعون ہوئے۔ اس فوج میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جو نبی کریم کی مدینہ میں تشریف آوری پر اولین میزبان ہیں ان کی موت اسی موقع پر ہوئی اور قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے نیچے دفن ہوئے۔ ترجمہ باب اس حدیث سے یوں نکلا کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور حاضرین خانہ نے آپ ﷺ کے پیچھے صف باندھی اور یہ نفل نماز جماعت سے ادا کی گئی۔ کیونکہ دوسری حدیث میں موجود ہے کہ آدمی کی نفل نماز گھر ہی میں بہتر ہے اور فرض نماز کا مسجد میں باجماعت ادا کرنا ضروری ہے۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو اس حدیث پر شبہ اس لئے ہوا کہ اس میں اعمال کے بغیر صرف کلمہ پڑھ لینے پر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ مگر یہ حدیث اس بارے میں مجمل ہے دیگر احادیث میں تفصیل موجود ہے کہ کلمہ طیبہ بے شک جنت کی کنجی ہے۔ مگر ہر کنجی کے لئے دندانے ضروری ہیں۔ اسی طرح کلمہ طیبہ کے دندانے فرائض و واجبات کو ادا کرنا ہے۔ محض کلمہ پڑھ لینا اور اس کے مطابق عمل نہ کرنا بے نتیجہ ہے۔

امیر المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ اس طویل حدیث کو یہاں اپنے مقصد باب کے تحت لائے ہیں کہ نفل نماز ایسی حالت میں باجماعت پڑھی جا سکتی ہے۔ مگر اس کے علاوہ بھی اور بہت سے مسائل اس سے ثابت ہوتے ہیں مثلاً معذور لوگ اگر جماعت میں آنے کی سکت نہ رکھتے ہوں تو وہ اپنے گھر ہی میں ایک جگہ مقرر کر کے وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مہمانان خصوصی کو عمدہ سے عمدہ کھانا کھلانا مناسب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر سوچے سمجھے کسی پر نفاق یا کفر کا فتویٰ لگا دینا جائز نہیں۔ لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اس شخص مالک نامی کا ذکر برے لفظوں میں کیا جو آپ کو ناگوار گزرا اور آپ نے فرمایا کہ وہ کلمہ پڑھنے والا ہے اسے تم لوگ منافق کیسے کہہ سکتے ہو۔ آپ ﷺ کو یہ بھی معلوم تھا کہ وہ محض رسمی رواجی کلمہ گو نہیں ہے بلکہ کلمہ پڑھنے سے اللہ کی خوشنودی اسکے مدنظر ہے۔ پھر اسے کیسے منافق کہا جا سکتا ہے۔ اس سے یہ بھی نکلا کہ جو لوگ اہلحدیث حضرات پر طعن کرتے ہیں اور ان کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں وہ سخت خطا کار ہیں؟ جبکہ اہلحدیث حضرات نہ صرف کلمہ توحید پڑھتے ہیں بلکہ اسلام کے سچے عامل اور قرآن و حدیث کے صحیح تابعدار ہیں۔

اس پر حضرت مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت وہ حکایت یاد آئی کہ شیخ محی الدین ابن عربی پر نبی کریم ﷺ کی خواب میں خفگی ہوئی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ ان کے پیر شیخ ابومدین مغربی کو ایک شخص برا بھلا کہا کرتا تھا۔ شیخ ابن عربی اس سے دشمنی رکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے عالم

خواب میں ان پر اپنی خفگی ظاہر کی۔ انہوں نے وجہ پوچھی۔ ارشاد ہوا تو فلاں شخص سے کیوں دشمنی رکھتا ہے۔ شیخ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ میرے پیر کو برا کہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے اپنے پیر کو برا کہنے کی وجہ سے تو اس سے دشمنی رکھی، اور اس کے رسول سے جو وہ محبت رکھتا ہے اس کا خیال کر کے تو نے اس سے محبت کیوں نہ رکھی۔ شیخ نے توبہ کی اور صبح کو معذرت کے لئے اس کے پاس گئے۔ مؤمنین کو لازم ہے کہ اہلحدیث سے محبت رکھیں کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتے ہیں اور گو مجتہدوں کی رائے اور قیاس کو نہیں مانتے مگر وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے پیغمبر ﷺ کے خلاف وہ کسی کی رائے اور قیاس کو کیوں مانیں سچ ہے۔

ما عاشقیم بے دل دلدار ما محمد ﷺ
ما بلبلیم نالاں گلزار ما محمد ﷺ

ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے انکار کی وجہ یہ بھی تھی کہ محض کلمہ پڑھ لینا اور عمل اس کے مطابق نہ ہونا نجات کے لئے کافی نہیں ہے۔ اسی خیال کی بنا پر انہوں نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ رسول کریم ﷺ ایسا کیونکر فرما سکتے ہیں۔ مگر واقعتاً محمود بن الربیع سچے تھے اور انہوں نے اپنی مزید تقویت کے لئے دوبارہ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضری دی اور مکرر اس حدیث کی تصدیق کی۔ حدیث مذکور میں نبی کریم ﷺ نے مجمل ایک ایسا لفظ بھی فرما دیا تھا جو اس چیز کا مظہر ہے کہ محض کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ابتغاء لوجہ اللہ (اللہ کی رضامندی کی طلب و تلاش) بھی ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چیز کلمہ پڑھنے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لحاظ سے یہاں آپ ﷺ نے ایک اجمالی ذکر فرمایا۔ آپ کا یہ مقصد نہ تھا کہ محض کلمہ پڑھنے سے وہ شخص جنتی ہو سکتا ہے بلکہ آپ کا ارشاد جامع تھا کہ کلمہ پڑھنا اور اس کے مطابق عمل درآمد کرنا اور یہ چیزیں آپ کو شخص متنازعہ کے بارے میں معلوم تھیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس کے ایمان کی توثیق فرمائی اور لوگوں کو اس کے بارے میں بدگمانی سے منع فرمایا۔
واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ

باب: گھر میں نفل نماز پڑھنا

١١٨٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُالأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ وَعُبَيْدِاللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اجْعَلُوْا فِي بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا)) تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوْبَ. [راجع: ٤٣٢]

(١١٨٧) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی اور عبیداللہ بن عمر نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اپنے گھروں میں بھی کچھ نمازیں پڑھا کرو اور انہیں بالکل قبریں نہ بنالو" (کہ جہاں نماز ہی نہ پڑھی جاتی ہو) وہیب کے ساتھ اس حدیث کو عبدالوہاب ثقفی نے بھی ایوب سے روایت کیا ہے۔

تشریح: نماز سے مراد یہاں نفل ہی ہے کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو گھر میں ہو۔ مگر فرض نماز کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے۔ قبر میں مردہ نماز نہیں پڑھتا لہٰذا جس گھر میں نماز نہ پڑھی جائے وہ بھی قبر ہوا۔ قبرستان میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اس لئے بھی فرمایا کہ گھروں کو قبرستان کی طرح نماز کے لئے مقام ممنوعہ نہ بنالو۔ عبدالوہاب کی روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع الصحیح میں نکالا ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ

باب: مکہ اور مدینہ (زاد هما الله شرفًا وتعظيمًا) کی مساجد میں نماز کی فضیلت کا بیان

١١٨٨ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُالْمَلِكِ، عَنْ قَزَعَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ أَرْبَعًا، قَالَ: سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً. [راجع: ٥٨٦]

(۱۱۸۸) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبدالملک نے قزعہ سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے چار باتیں سنیں اور انہوں نے بتلایا کہ میں نے انہیں نبی کریم ﷺ سے سنا تھا، آپ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ جہاد کئے تھے۔

١١٨٩ـ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ ﷺ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى)). [مسلم: ٣٣٨٤؛ ابوداود: ٢٠٣٣؛ نسائي: ٦٩٩]

(۱۱۸۹) (دوسری سند) ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تین مسجدوں کے سوا کسی کے لیے کجاوے نہ باندھے جائیں (یعنی سفر نہ کیا جائے) ایک مسجد الحرام، دوسری رسول اللہ ﷺ کی مسجد اور تیسری مسجد اقصیٰ۔'' (یعنی بیت المقدس)

تشریح: مسجد اقصیٰ کی وجہ تسمیہ علامہ قسطلانی کے لفظوں میں یہ ہے: ''وسمی به لبعده عن مسجد مكة فی المسافة۔'' یعنی اس لئے اس کا نام مسجد اقصیٰ رکھا گیا کہ مسجد مکہ سے مسافت میں یہ دور واقع ہے۔ لفظ رحال رحل کی جمع ہے یہ لفظ اونٹ کے کجاوہ پر بولا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں سفر کے لئے اونٹ کا استعمال ہی عام تھا۔ اس لئے یہی لفظ استعمال کیا گیا۔

مطلب یہ ہوا کہ صرف یہ تین مساجد ہی ایسا منصب رکھتی ہیں کہ ان میں نماز پڑھنے کے لیے، ان کی زیارت کے لیے سفر کیا جائے ان تین کے علاوہ کوئی بھی جگہ مسلمانوں کے لئے یہ درجہ نہیں رکھتی کہ ان کی زیارت کے لئے سفر کیا جا سکے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہی حدیث بخاری شریف میں دوسری جگہ موجود ہے۔ مسلم شریف میں یہ ان لفظوں میں ہے:

''عن قزعة عن ابی سعید قال: سمعت منه حدیثا فاعجبنی فقلت له: انت سمعت هذا من رسول الله ﷺ قال: فاقول علی رسول الله ﷺ مالم اسمع قال: سمعته یقول: قال رسول الله ﷺ: لا تشدوا الرحال الا الی ثلا ثة مساجد مسجدی هذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصی الحدیث۔''

یعنی قزعہ نامی ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی جو مجھ کو بے حد پسند آئی میں نے ان سے کہا کہ کیا فی الواقع آپ نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ وہ بولے کیا یہ ممکن ہے کہ میں رسول کریم ﷺ کی ایسی حدیث بیان کروں جو میں نے آپ ﷺ سے نہ سنی ہو۔ ہرگز نہیں بے شک میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ ''کجاوے نہ باندھو مگر صرف ان ہی تین مساجد کے لئے۔ یعنی یہ میری مسجد اور مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔'' ترمذی میں بھی یہ حدیث موجود ہے اور امام ترمذی کہتے ہیں هذا حدیث حسن صحیح یعنی یہ

حدیث حسن صحیح ہے۔ معجم طبرانی صغیر میں یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ان ہی لفظوں میں موجود ہے اور ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہ حدیث ان ہی لفظوں میں ذکر ہوئی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں اسے بصرہ بن ابی بصرہ غفاری سے روایت کیا ہے۔وہاں والی مسجد ایلیا او بیت المقدس کے لفظ ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے بالکل صحیح قابل اعتماد ہے اور اسی دلیل کی بنا پر بغرض حصول تقرب الی اللہ سامان سفر تیار کرنا اور زیارت کے لئے گھر سے نکلنا یہ صرف ان ہی تین مقامات کے ساتھ مخصوص ہے دیگر مساجد میں نماز ادا کرنے جانا یا قبرستان میں اموات مسلمین کی دعائے مغفرت کے لئے جانا یہ امور ممنوعہ نہیں۔اس لئے کہ ان کے بارے میں دیگر احادیث صحیحہ موجود ہیں۔نماز باجماعت کے لئے کسی بھی مسجد میں جانا اس درجہ کا ثواب ہے کہ ہر ہر قدم کے بدلے دس دس نیکیوں کا وعدہ دیا گیا ہے۔اسی طرح قبرستان میں دعائے مغفرت کے لئے جانا خود حدیث نبوی کے تحت ہے۔جس میں ذکر ہے ((فانها تذكر الاخرة)) یعنی وہاں جانے سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔باقی بزرگوں کے مزارات پر اس نیت سے جانا کہ وہاں جانے سے وہ بزرگ خوش ہو کر ہماری حاجت روائی کے لئے وسیلہ بن جائیں گے بلکہ وہ خود ایسی طاقت کے مالک ہیں کہ ہماری ہر مصیبت کو دور کر دیں گے یہ جملہ اوہام باطلہ اور اس حدیث کے تحت قطعاً ناجائز امور ہیں۔اس سلسلہ میں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"واول من وضع الاحاديث فى السفر لزيارة المشاهد التى على القبور اهل البدع الرافضة ونحوهم الذين يعطلون المساجد ويعظمون المشاهد يدعون بيوت الله التى امران يذكر فيها اسمه ويعبد وحده لاشريك له ويعظمون المشاهد التى يشرك فيها ويكذب فيها ويبتدع فيها دين لم ينزل الله به سلطانا فان الكتاب والسنة انما فيها ذكر المساجد دون المشاهد وهذا كله فى شدالرحال واما الزيارة فمشروعة بدونه۔"(نيل الاوطار)

یعنی اہل بدعت اور روافض ہی اولین وہ ہیں جنہوں نے مشاہد و مقابر کی زیارت کے لئے احادیث وضع کیں، یہ وہ لوگ ہیں جو مساجد کو معطل کرتے اور مقابر و مشاہد و مزارات کی حد درجہ تعظیم بجالاتے ہیں۔مساجد جن میں اللہ کے ذکر کرنے کا حکم ہے اور خالص اللہ کی عبادت جہاں مقصود ہے ان کو چھوڑ کر یہ فرضی مزارات پر جاتے ہیں اور ان کی اس درجہ تعظیم کرتے ہیں کہ وہ درجہ شرک تک پہنچ جاتی ہے اور وہاں جھوٹ بولتے اور ایسا نیا دین ایجاد کرتے ہیں جس پر اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔کتاب وسنت میں کہیں بھی ایسے مشاہد و مزارات و مقابر کا ذکر نہیں ہے جن کے لئے بایں طور شد رحال کیا جا سکے۔ہاں مساجد کی حاضری کے لئے کتاب وسنت میں بہت سی تاکیدات موجود ہیں۔ان منکرات کے علاوہ شرعی طریق پر قبرستان جانا اور زیارت کرنا مشروع ہے۔

رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہونا اور وہاں جا کر آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا یہ ہر مسلم کے لئے عین سعادت ہے۔مگر "گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی" کے تحت وہاں بھی فرق مراتب کی ضرورت ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ زیارت سے قبل مسجد نبوی کا حق ہے۔وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جس میں ایک رکعت ایک ہزار رکعتوں کے برابر درجہ رکھتی ہے اور خاص طور پر روضة من رياض الجنة کا درجہ اور بھی بڑھ کر ہے۔اس مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور وہاں ادائے نماز کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر بھی حاضر ہونا اور آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے اوپر سلام پڑھنا پھر بقیع الغرقد قبرستان میں جا کر وہاں جملہ اموات کے لئے دعائے مغفرت کرنا۔اسی طرح مسجد قبا میں جانا اور وہاں دو رکعت ادا کرنا، یہ جملہ امور مسنون ہیں جو سنت صحیحہ سے ثابت ہیں۔

اس تفصیل کے بعد کچھ اہل بدعت قسم کے لوگ ایسے بھی ہیں جو اہلحدیث پر اور ان کے اسلاف پر خاص کر علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر صلوٰۃ وسلام سے منع کرتے ہیں۔یہ صریح کذب اور بہتان ہے۔علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں جو فرمایا ہے وہ یہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔باقی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہو کر درود وسلام بھیجنا، یہ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں مدینہ تشریف لے جانے والوں اور مسجد نبوی میں حاضری دینے والوں کے لئے ضروری ہے۔

چنانچہ صاحب صيانة الانسان عن وسوسة الشيخ الدحلان علامہ محمد بشیر صاحب سہوانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"لانزاع لنا فی مشروعية زيارة قبر نبيناﷺ واما ما نسب الى شيخ الاسلام ابن تيمية رحمه الله من القول بعدم مشروعية زيارة قبر نبيناﷺ فافتراء بحت قال الامام العلامة ابوعبد الله محمد بن احمد بن عبدالهادى المقدسى الحنبلى فى الصارم المنكى ان شيخ الاسلام لم يحرم زيارة القبور على الوجه المشروع فى شيء من كتبه ولم ينه عنها ولم يكرهها بل استحبها وحض عليها ومصنفاته ومناسكه طافحة بذكر استحباب زيارة قبر النبىﷺ سائر القبور قال رحمه الله فى بعض مناسكه باب زيارة قبر النبىﷺ اذا اشرف على مدينة النبىﷺ قبل الحج اوبعده فليقل ما تقدم فاذا دخل استحب له ان يغتسل نص عليه الامام احمد فاذا دخل المسجد بدأ برجله اليمنىٰ وقال: بسم الله والصلوٰة على رسول الله اللهم اغفرلى ذنوبى وافتح لى ابواب رحمتك ثم ياتى الروضة بين القبر والمنبر فيصلى بها ويدعو بما شاء ثم ياتى قبر النبىﷺ فيستقبل جدار القبر لا يمسه ولا يقبله ويجعل القنديل الذى فى القبلة عند القبر على راسه ليكون قائما وجاه النبىﷺ ويقف متباعد كما يقف اوظهر فى حياته بخشوع وسكون ومنكسر الراس خاص الطرف مستحضرا بقلبه جلالة موقفه ثم يقول: السلام عليك يارسول الله ورحمة الله وبركاته السلام عليك يا نبى الله وخيرته من خلقه السلام عليك يا سيد المرسلين ويا خاتم النبيين وقائد الغر المحجلين اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك رسول الله واشهد انك قد بلغت رسالات ربك ونصحت لا متك دعوت الى سبيل ربك بالحكمة و الموعظة الحسنة وعبدت الله حتى اتاك اليقين فجزاك الله افضل ما جزى نبيا ورسولا عن امته اللهم آته الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودا الذى وعدته ليغبطه به الاولون والاخرون اللهم صلى على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم احشرنا فى زمرته وتوفنا على سنة واوردنا حوضه واسقنا بكاسه شربا رويا لا نظمأ بعده ابدأ ثم ياتى ابا بكر وعمر فيقول السلام عليك يا ابا بكر الصديق السلام عليك يا عمر الفاروق السلام عليكما يا صاحبى رسول اللهﷺ وضجيعيه ورحمة الله وبركاته جزا كما الله عن صحبة نبيكما وعن الاسلام خيرا السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار قال: ويزور قبور اهل البقيع وقبور الشهداء ان امكن هذا كلام الشيخ رحمه الله بحروفه انتهى مافى الصارم۔"

(صيانة الانسان عن وسوسة الدحلان ، ص:٣)

یعنی شرعی طریقہ پر نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کرنے میں قطعاً کوئی نزاع نہیں ہے اور اس بارے میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر یہ محض جھوٹا بہتان ہے کہ قبر نبوی کی زیارت کو ناجائز کہتے تھے، یہ محض الزام ہے۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد نے اپنی مشہور کتاب الصارم المنکی میں لکھا ہے کہ شرعی طریقہ پر زیارت قبور سے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ہرگز منع نہیں کیا نہ اسے مکروہ سمجھا۔ بلکہ وہ اسے مستحب قرار دیتے ہیں اور اس کے لئے رغبت دلاتے ہیں۔ انہوں نے اس بارے میں اپنی کتاب بابت ذکر مناسک حج میں نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کے سلسلہ میں باب منعقد فرمایا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ جب کوئی مسلمان حج سے پہلے یا بعد مدینہ شریف جائے تو پہلے وہ دعا مسنون پڑھے جو شہروں میں داخلہ کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ پھر غسل کرے اور بعد میں مسجد نبوی میں پہلے دایاں پاؤں رکھ کر داخل ہو اور یہ دعا پڑھے: "بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ ذُنُوْبِىْ وَافْتَحْ لِىْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" پھر اس جگہ آئے جو جنت کی کیاری ہے اور وہاں نماز پڑھے اور جو چاہے دعا مانگے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر آئے اور دیوار کی طرف منہ کرے نہ اسے بوسہ دے نہ ہاتھ لگائے۔ نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور پھر وہاں سلام اور درود پڑھے (جن کے الفاظ پیچھے نقل کئے گئے ہیں) پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے آئے اور وہاں بھی سلام پڑھے جیسا

کہ مذکور ہوا اور پھر اگر ممکن ہو تو بقیع غرقد نامی قبرستان میں جا کر وہاں بھی قبور مسلمین اور شہدا کی زیارت مسنونہ کرے۔

سابق امتوں میں کچھ لوگ کوہ طور اور تربت بابرکت حضرت یحییٰ علیہ السلام وغیرہ کی زیارت کے لئے دور دراز سے سفر کر کے جایا کرتے تھے۔ اللہ کے سچے رسول ﷺ نے ایسے تمام سفروں سے منع فرما کر اپنی امت کے لئے صرف یہ تین زیارت گاہیں مقرر فرمائیں۔ اب جو عوام اجمیر اور پاک پٹن وغیرہ وغیرہ مزارات کیلئے سفر باندھتے ہیں۔ یہ ارشاد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے عاصی نافرمان اور آپ ﷺ کے باغی ٹھہرتے ہیں۔ ہاں قبور المسلمین اپنے شہر یا قریہ میں ہوں وہ اپنوں کی ہوں یا بیگانوں کی وہاں مسنون طریقہ پر زیارت کرنا مشروع ہے کہ گورستان والوں کے لئے دعائے مغفرت کریں اور اپنی موت کو یاد کر کے دنیا سے بے رغبتی اختیار کریں۔ سنت طریق صرف یہی ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی بحث کے آخر میں فرماتے ہیں:

"فمعنى الحديث لاتشد الرحال الى مسجد من المساجد او الى مكان من الامكنة لاجل ذلك المكان الا الى الثلاثة المذكورة وشد الرحال الى زيارة او طلب علم ليس الى المكان بل الى من في ذلك المكان والله اعلم۔" (فتح الباری)

یعنی حدیث کا مطلب اسی قدر ہے کہ کسی بھی مسجد یا مکان کے لئے سفر نہ کیا جائے اس غرض سے کہ ان مساجد یا مکانات کی محض زیارت ہی موجب رضائے الٰہی ہے ہاں یہ تین مساجد یہ درجہ رکھتی ہیں جن کی طرف شد رحال کیا جانا چاہیے اور کسی کی ملاقات یا تحصیل علم کے لئے شد رحال کرنا اس ممانعت میں داخل نہیں اس کے لئے کہ یہ سفر کسی مکان یا مدرسہ کی عمارت کے لئے نہیں کیا جاتا بلکہ مکان کے مکین کی ملاقات اور مدرسہ میں تحصیل علم کے لئے کیا جاتا ہے۔

١١٩٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ رَبَاحٍ، وَعُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي عَبْدِاللّٰهِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِاللّٰهِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: قَالَ: ((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ)). [مسلم: ٣٣٧٦، ٣٣٧٧؛ ترمذي: ٣٢٥؛ نسائي: ٢٦٩٧، ٢٨٩٩؛ ابن ماجه: ١٤٠٤]

(۱۱۹۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے زید بن رباح اور عبیداللہ بن ابی عبداللہ اغر سے خبر دی، انہیں ابوعبداللہ اغر نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری اس مسجد میں نماز مسجد حرام کے سوا تمام مسجدوں میں نماز سے ایک ہزار درجہ زیادہ افضل ہے۔"

تشریح: میری مسجد سے مسجد نبوی مراد ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ یہی ہے کہ مسجد نبوی کی زیارت کے لئے شد رحال کیا جائے اور جو وہاں جائے گا لازماً رسول کریم ﷺ و حضرات شیخین پر بھی درود و سلام کی سعادتیں اس کو حاصل ہوں گی۔

بَابُ مَسْجِدِ قُبَاءٍ

باب: مسجد قبا کی فضیلت

١١٩١ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يُصَلِّي مِنَ الضُّحَى إِلَّا فِي يَوْمَيْنِ يَوْمَ يَقْدَمُ مَكَّةَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَقْدَمُهَا

(۱۱۹۱) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ایوب سختیانی نے خبر دی اور انہیں نافع نے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چاشت کی نماز صرف دو دن پڑھتے تھے۔ جب مکہ آتے کیونکہ آپ مکہ میں چاشت ہی کے وقت آتے

ضُحًى، فَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ، وَيَوْمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَأْتِيْهِ كُلَّ سَبْتٍ، فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَرِهَ أَنْ يَخْرُجَ مِنْهُ حَتَّى يُصَلِّيَ فِيْهِ، قَالَ: وَكَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَزُوْرُهُ رَاكِبًا وَمَاشِيًا. [أطرافه في: ١١٩٣، ١١٩٤، ٧٣٢٦] [مسلم: ٣٣٨٩]

تھے۔ اس وقت پہلے آپ طواف کرتے اور پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت پڑھتے۔ دوسرے جس دن آپ مسجد قبا میں تشریف لاتے آپ کا یہاں ہر ہفتہ کو آنے کا معمول تھا جب آپ مسجد کے اندر آتے تو نماز پڑھے بغیر باہر نکلنا برا جانتے۔ آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ یہاں سوار اور پیدل دونوں طرح آیا کرتے تھے۔

١١٩٢ـ قَالَ: وَكَانَ يَقُوْلُ لَهُ: إِنَّمَا أَصْنَعُ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يَصْنَعُوْنَ، وَلَا أَمْنَعُ أَحَدًا إِنْ صَلَّى فِي أَيِّ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، غَيْرَ أَنْ لَا يَتَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا. [راجع: ٥٨٢، ١١٩١]

(۱۱۹۲) نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ میں اسی طرح کرتا ہوں۔ جیسے میں نے اپنے ساتھیوں (صحابہ رضی اللہ عنہم) کو کرتے دیکھا ہے۔ لیکن تمہیں رات یا دن کے کسی بھی حصے میں نماز پڑھنے سے نہیں روکتا۔ صرف اتنی بات ہے کہ قصد کر کے تم سورج نکلتے یا ڈوبتے وقت نہ پڑھو۔

تشریح: قبا شہر مدینہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر ایک مشہور گاؤں ہے۔ جہاں ہجرت کے وقت نبی کریم ﷺ نے چند روز قیام فرمایا تھا اور یہاں آپ نے اولین مسجد کی بنیاد رکھی جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ آپ ﷺ کو اپنی اس اولین مسجد سے اس قدر محبت تھی کہ آپ ہفتہ میں ایک دفعہ یہاں ضرور تشریف لاتے اور اس مسجد میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرمایا کرتے تھے۔ ان دو رکعتوں کا بہت بڑا ثواب ہے۔

آج کل حرم نبوی کے متصل بس اڈہ سے قبا کو بسیں دوڑتی رہتی ہیں۔ الحمد للہ کہ ۱۹۵۱ء پھر ۱۹۶۲ء کے ہر دو سفروں میں مدینہ منورہ کی حاضری کی سعادت پر بارہا مسجد قبا بھی جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ ۶۲ء کا سفر حج میرے خاص الخاص مہربان قدر دان حضرت الحاج محمد پارہ آف رنگون وارد حال کراچی ادام اللہ اقبالھم وبارك لھم وبارك علیھم کے محترم والد ماجد حضرت الحاج اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے حج بدل کے لئے کیا گیا تھا۔ اللہ پاک قبول فرما کر مرحوم اسماعیل پارہ کے لئے وسیلہ آخرت بنائے اور گرامی قدر حاجی محمد پارہ اور ان کے بچوں اور جملہ متعلقین کو دارین کی نعمتوں سے نوازے اور ترقیات نصیب کرے اور میری عاجزانہ دعائیں ان سب کے حق میں قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

بَابُ مَنْ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ

باب: جو شخص مسجد قبا میں ہر ہفتہ حاضر ہوا

١١٩٣ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا. وَكَانَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ. [راجع: ١١٩١]

(۱۱۹۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، انہوں نے کہا کہ رسول ﷺ ہر ہفتہ کو مسجد قبا آتے پیدل بھی (بعض دفعہ) اور سواری پر بھی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ مسجد قبا کی ان دو رکعتوں کا عظیم ثواب ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو نصیب فرمائے آمین۔ یہی وہ تاریخی مسجد ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ان لفظوں میں کیا گیا ہے: ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ (۹/التوبۃ: ۱۰۸) یعنی ''یقیناً اس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ اس میں تیرا نماز کے لئے کھڑا ہونا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ اس میں ایسے نیک لوگ ہیں جو پاکیزگی چاہتے ہیں۔ اور اللہ پاکی چاہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

بَابُ إِتْيَانِ مَسْجِدِ قُبَاءٍ رَاكِبًا وَمَاشِيًا

باب: مسجد قبا آنا کبھی سواری پر اور کبھی پیدل (یہ سنت نبوی ہے)

١١٩٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءَ رَاكِبًا وَمَاشِيًا. زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ: قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ: فَيُصَلِّي فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ.

[راجع: ١١٩١] [مسلم: ٣٣٩٠؛ ابوداود: ٢٠٤٠]

(۱۱۹۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا اور ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ قبا آتے کبھی پیدل اور کبھی سواری پر۔ ابن نمیر نے اس میں زیادتی کی ہے کہ ہم سے عبید اللہ بن عمیر نے بیان کیا اور ان سے نافع نے کہ پھر آپ اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

تشریح: آج کل تو سواریوں کی اس قدر بہتات ہوگئی ہے کہ ہر ساعت سواری موجود ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے ہر دو عمل کر کے دکھلائے۔ پھر بھی پیدل جانے میں زیادہ ثواب یقینی ہے۔ مسجد قبا میں حاضری مسجد نبوی ہی کی زیارت کا ایک حصہ سمجھنا چاہیے۔ لہٰذا اسے حدیث ((لاتشد الرحال)) کے تحت نہیں لایا جاسکتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ فَضْلِ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ

باب: نبی کریم ﷺ کی قبر شریف اور منبر مبارک کے درمیانی حصہ کی فضیلت کا بیان

١١٩٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ۔ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ)).

(۱۱۹۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن ابی بکر نے، انہیں عباد بن تمیم نے اور انہیں (ان کے چچا) عبد اللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔''

تشریح: نیز یہی مسجد نبوی ہے جس میں ایک رکعت ہزار رکعتوں کے برابر درجہ رکھتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری مسجد میں چالیس نمازوں کو اس طرح باجماعت ادا کیا کہ تکبیر تحریمہ فوت نہ ہوسکی، اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

١١٩٦ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ،

(۱۱۹۶) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا کہ مجھ سے خبیب بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا، ان

عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي)).

سے حفص بن عاصم نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی زمین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر قیامت کے دن میرے حوض پر ہوگا۔''

[أطرافه في: ١٨٨٨، ٦٥٨٨، ٧٣٣٥] [مسلم: ٣٣٧٠]

تشریح: چونکہ آپ ﷺ اپنے گھر یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں مدفون ہیں۔اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ''قبر اور منبر کے درمیان'' باب منعقد فرمایا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ایک روایت میں (بیت) گھر کے بجائے قبر ہی کا لفظ ہے۔گویا عالم تقدیر میں جو کچھ ہونا تھا، اس کی آپ ﷺ نے پہلے ہی خبر دے دی تھی۔بلاشک وشبہ یہ حصہ جنت ہی کا ہے اور عالم آخرت میں یہ جنت ہی کا ایک حصہ بن جائے گا۔''میرا منبر میرے حوض پر ہے۔'' کا مطلب یہ ہے کہ حوض یہیں پر ہوگا۔یا یہ کہ جہاں بھی میرا حوض کوثر ہوگا وہاں ہی یہ منبر رکھا جائے گا۔آپ اس پر تشریف فرما ہوں گے اور اپنے دست مبارک سے مسلمانوں کو جام کوثر پلائیں گے۔مگر اہل بدعت کو وہاں حاضری سے روک دیا جائے گا۔جنہوں نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے دین کا حلیہ بگاڑ دیا۔نبی کریم ﷺ ان کا حال معلوم فرما کر فرمائیں گے: ((سحقا لمن بدل سحقا لمن غير)) ''دوری ہو ان کو جنہوں نے میرے بعد میرے دین کو بدل دیا۔''

بَابُ مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

باب: بیت المقدس کی مسجد کا بیان

١١٩٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: سَمِعْتُ قَزَعَةَ، مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يُحَدِّثُ بِأَرْبَعٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي، قَالَ: ((لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ: الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ: بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وَمَسْجِدِي)). [راجع: ٥٨٦] [مسلم: ٣٢٦١، ٣٢٦٢، ٢٣٦٥؛ ترمذي: ٣٢٦؛ ابن ماجه: ١٤١٠]

(١١٩٧) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبدالملک بن عمیر نے بیان کیا، انہوں نے زیاد کے غلام قزعہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے چار حدیثیں بیان کرتے ہوئے سنا جو مجھے بہت پسند آئیں آپ ﷺ نے فرمایا: ''عورت اپنے شوہر یا کسی ذی رحم محرم کے بغیر دو دن کا سفر نہ کرے اور دوسری یہ کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ دونوں دن روزے نہ رکھے جائیں۔تیسری حدیث یہ کہ صبح کی نماز کے بعد سورج کے نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج چھپنے تک کوئی نفل نماز نہ پڑھی جائے۔چوتھی یہ کہ تین مسجدوں کے سوا کسی کے لیے کجاوے نہ باندھے جائیں۔مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد (یعنی مسجد نبوی)۔''

بَابُ اسْتِعَانَةِ الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ

إِذَا كَانَ مِنْ أَمْرِ الصَّلَاةِ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْتَعِيْنُ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ جَسَدِهِ بِمَا شَاءَ، وَوَضَعَ أَبُوْ إِسْحَاقَ قَلَنْسُوَتَهُ فِي الصَّلَاةِ وَرَفَعَهَا، وَوَضَعَ عَلِيٌّ كَفَّهُ عَلَى رُصْغِهِ الْأَيْسَرِ، إِلَّا أَنْ يَحُكَّ جِلْدًا أَوْ يُصْلِحَ ثَوْبًا.

باب: نماز میں ہاتھ سے نماز کا کوئی کام کرنا

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نماز میں آدمی اپنے جسم کے جس حصے سے بھی چاہے، مدد لے سکتا ہے۔ ابواسحاق نے اپنی ٹوپی نماز پڑھتے ہوئے رکھی اور اٹھائی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ہتھیلی بائیں پہنچے پر رکھتے البتہ اگر کھجلانا یا کپڑا درست کرنا ہوتا (تو کر لیتے تھے)۔

تشریح: مثلاً نمازی کے سامنے سے کوئی گزر رہا ہو اس کو ہٹا دینا یا سجدے کے مقام پر کوئی ایسی چیز آن پڑے جس پر سجدہ نہ ہو سکے تو اس کا سرکا دینا۔ آگے جا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو اثر نقل کیا ہے، اس سے یہ نکلا کہ بدن کھجلانا یا کپڑا اسنوارنا نماز کا کام نہیں مگر یہ مستثنیٰ ہے یعنی نماز میں جائز ہے۔ مگر ایسے کاموں کی نماز میں عادت بنا لینا خشوع اور خضوع کے منافی ہے۔

١١٩٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ ـ وَهِيَ خَالَتُهُ ـ قَالَ: فَاضْطَجَعْتُ عَلَى عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طُوْلِهَا، فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَجَلَسَ، فَمَسَحَ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ خَوَاتِمَ سُوْرَةِ آلِ

(١١٩٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں مخرمہ بن سلیمان نے خبر دی، انہیں ابن عباس کے غلام کریب نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ آپ ایک رات ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سوئے۔ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کی خالہ تھیں۔ آپ نے بیان کیا کہ میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کی بیوی اس کے طول میں لیٹے۔ پھر رسول اللہ ﷺ سو گئے حتیٰ کہ آدھی رات ہوئی یا اس سے تھوڑی دیر پہلے یا بعد۔ تو آپ ﷺ بیدار ہو کر بیٹھ گئے اور چہرے پر نیند کے خمار کو اپنے دونوں ہاتھوں سے دور کرنے لگے۔ پھر سورۂ آل عمران کے آخر کی دس آیتیں پڑھیں۔ اس کے بعد ایک پانی کی مشک کے پاس گئے جو لٹک رہی تھی۔ اس سے آپ ﷺ نے اچھی طرح وضو کیا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کی۔

عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا، فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ، قَالَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ: فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي، وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا بِيَدِهِ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ. [راجع: ١١٧، ١٨٣]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں بھی اٹھا اور جس طرح آپ ﷺ نے کیا تھا میں نے بھی کیا اور پھر جا کر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے داہنے کان کو پکڑ کر اسے اپنے ہاتھ سے مروڑنے لگے پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی۔ اس کے بعد (ایک رکعت) وتر پڑھا اور لیٹ گئے۔ جب مؤذن آیا تو آپ دوبارہ اٹھے اور دو ہلکی رکعتیں پڑھ کر باہر نماز (فجر) کے لیے تشریف لے گئے۔

تشریح: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا کان مروڑنے سے آپ ﷺ کی غرض ان کی اصلاح کرنی تھی کہ وہ بائیں طرف سے دائیں طرف کو پھر جائیں۔ کیونکہ مقتدی کا مقام امام کے دائیں طرف ہے۔ یہیں سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب نکالا کیونکہ جب نمازی کو دوسرے کی نماز درست کرنے کے لئے ہاتھ سے کام لینا درست ہوا تو اپنی نماز درست کرنے کے لئے تو بطریق اولیٰ ہاتھ سے کام لینا جائز ہوگا (وحیدی) اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ آپ کبھی تہجد کی نماز تیرہ رکعتیں بھی پڑھتے تھے۔ نماز میں عمداً کام کرنا بالاتفاق مفسد صلوٰۃ ہے۔ بھول چوک کے لئے امید عفو ہے۔ یہاں آپ ﷺ کی نماز تہجد کے آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ کر ساری نماز کا طاق کر لینا بھی ثابت ہوا۔ اس قدر وضاحت کے باوجود تعجب ہے کہ بہت سے ذی علم حضرات ایک رکعت وتر کا انکار کرتے ہیں۔

بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں بات کرنا منع ہے

١١٩٩ـ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا، فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ: ((إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا)). [طرفاه في: ١٢١٦، ٣٨٧٥] [مسلم: ١٢٠١؛ ابوداود: ٩٢٣]

(۱۱۹۹) ہم سے عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (پہلے) نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے ہوتے اور ہم سلام کرتے تو آپ اس کا جواب دیتے تھے۔ جب ہم نجاشی کے یہاں سے واپس ہوئے تو ہم نے (پہلے کی طرح نماز ہی میں) سلام کیا۔ لیکن اس وقت آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا بلکہ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: ''نماز میں آدمی کو فرصت کہاں۔''

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ السَّلُولِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

ہم سے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، ان سے ہریم بن سفیان نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے پھر ایسی ہی روایت بیان کی۔

تشریح: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے ابتدائے اسلام میں حبشہ میں جا کر پناہ لی تھی اور نجاشی شاہ حبشہ نے جن کو بڑی عقیدت سے اپنے ہاں جگہ دی تھی۔ اسلام کا بالکل ابتدائی دور تھا، اس وقت نماز میں باہمی کلام جائز تھا بعد میں جب وہ حبشہ سے لوٹے تو نماز میں باہمی کلام کرنے کی ممانعت ہو چکی تھی۔ نبی کریم ﷺ کے آخری جملہ کا مفہوم یہ کہ نماز میں آدمی حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے ادھر دل لگا رہتا ہے اس لئے یہ لوگوں سے بات چیت کا موقع نہیں ہے۔

١٢٠٠ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى - هُوَابْنُ يُونُسَ - عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ: قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ: إِنْ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، يُكَلِّمُ أَحَدُنَا صَاحِبَهُ بِحَاجَتِهِ حَتَّى نَزَلَتْ: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ [البقرة: ٢٣٨]، فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ. [طرفه في: ٤٥٣٤] [مسلم: ١٢٠٣؛ ابوداود: ٩٤٩؛ ترمذي: ٤٠٥، ٢٩٨٦؛ نسائي: ١٢١٨]

(١٢٠٠) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، انہیں اسماعیل بن ابی خالد نے، انہیں حارث بن شبیل نے، انہیں ابوعمرو بن سعد بن ابی ایاس شیبانی نے بتایا کہ مجھ سے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے عہد میں نماز پڑھنے میں باتیں کر لیا کرتے تھے۔ کوئی بھی اپنے قریب کے نمازی سے اپنی ضرورت بیان کر دیتا۔ پھر آیت: ﴿حافظوا على الصلوات﴾ الخ اتری اور ہمیں (نماز میں) خاموش رہنے کا حکم ہوا۔

تشریح: آیت کا ترجمہ یہ ہے: ''نمازوں کا خیال رکھو اور بیچ والی نماز کا اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہو۔'' (سورۂ بقرہ) درمیانی نماز سے عصر کی نماز مراد ہے۔ آیت اور حدیث سے ظاہر ہوا کہ نماز میں کوئی بھی دنیاوی بات کرنا قطعاً منع ہے۔

بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالْحَمْدِ فِي الصَّلَاةِ لِلرِّجَالِ

باب: کیا نماز میں مردوں کا سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا جائز ہے؟

١٢٠١ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يُصْلِحُ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، وَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ: حُبِسَ

(١٢٠١) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ ابوحازم سلمہ بن دینار نے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ بنو عمرو بن عوف (قبا) کے لوگوں میں ملاپ کرنے تشریف لائے، اور جب نماز کا وقت ہو گیا تو بلال رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نبی کریم ﷺ تو اب تک نہیں

النَّبِيُّ ﷺ فَتَؤُمُّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنْ شِئْتُمْ، فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ، فَتَقَدَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ فَصَلَّى، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْشِي فِي الصُّفُوْفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ، وَأَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيْحِ، قَالَ سَهْلٌ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَا التَّصْفِيْحُ؟ هُوَ التَّصْفِيْقُ. وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلَاةِ، فَلَمَّا أَكْثَرُوْا، الْتَفَتَ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فِي الصَّفِّ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ، مَكَانَكَ، فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى. [راجع: ٦٨٤]

تشریف لائے اس لیے اب آپ نماز پڑھایئے۔ انہوں نے فرمایا اچھا اگر تمہاری خواہش ہے تو میں پڑھا دیتا ہوں۔ خیر بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نماز شروع کی۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف تک پہنچ گئے۔ لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ بجانا شروع کیا۔ (سہل نے) کہا کہ جانتے ہو تصفیح کیا ہے؟ یعنی تالیاں بجانا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف بھی دھیان نہیں کیا کرتے تھے، لیکن جب لوگوں نے زیادہ تالیاں بجائیں تو آپ متوجہ ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ صف میں موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لیے کہا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا اور الٹے پاؤں پیچھے آ گئے اور نبی کریم ﷺ آگے بڑھ گئے۔ پس نماز پڑھائی۔

تشریح: اس روایت کی مطابقت ترجمہ باب سے مشکل ہے کیونکہ اس میں سبحان اللہ کہنے کا ذکر نہیں اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا جو اوپر گزر چکا ہے اور اس میں صاف یوں ہے کہ تم نے تالیاں بہت بجائیں نماز میں کوئی امر خلاف واقع ہو تو سبحان اللہ کہا کرو تالی بجانا عورتوں کیلئے ہے۔ اب رہا الحمد للہ کہنا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے نکلتا ہے کہ انہوں نے نماز میں دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا۔ بعض نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تسبیح کو تحمید پر قیاس کیا تو یہ روایت بھی ترجمہ باب کے مطابق ہوگئی۔ (وحیدی)

بَابُ مَنْ سَمَّى قَوْمًا أَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى غَيْرِ مُوَاجَهَةٍ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

باب: نماز میں نام لے کر دعا یا بددعا کرنا یا کسی کو سلام کرنا بغیر اس کے مخاطب کئے اور نمازی کو معلوم نہ ہو کہ اس سے نماز میں خلل آتا ہے

تشریح: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ اس طرح سلام کرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ السلام علیك ایها النبی میں نبی کریم ﷺ کو سلام کرتا ہے لیکن نمازی آپ کو مخاطب نہیں کرتا اور نہ نبی کریم ﷺ کو خبر ہوتی ہے۔ جب تک فرشتے آپ کو خبر نہیں دیتے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

١٢٠٢ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عِيْسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَبْدِالصَّمَدِ الْعَمِّي عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِالصَّمَدِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: كُنَّا نَقُوْلُ التَّحِيَّةَ فِي الصَّلَاةِ وَنُسَمِّي، وَيُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ، فَسَمِعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

(١٢٠٢) ہم سے عمرو بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوعبدالصمد العمی عبدالعزیز بن عبدالصمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حصین بن عبدالرحمن نے بیان کیا، ان سے ابووائل نے بیان کیا، ان سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم پہلے نماز میں یوں کہا کرتے تھے فلاں پر سلام اور نام لیتے تھے۔ اور آپس میں ایک شخص دوسرے کو سلام کر لیتا۔ نبی کریم ﷺ نے سن کر فرمایا: ''اس طرح کہا کرو (ترجمہ)

فَقَالَ: ((قُوْلُوْا: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، فَإِنَّكُمْ إِذَا فَعَلْتُمْ ذَلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ)). [راجع: ۸۳۱]

یعنی ساری تحیات، بندگیاں اور کورنشیں اور اچھی باتیں خاص اللہ ہی کے لیے ہیں اور اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ ہم پر سلام ہو اور اللہ کے سب نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اگر تم نے یہ پڑھ لیا تو گویا اللہ کے ان تمام صالح بندوں پر سلام پہنچا دیا جو آسمان اور زمین میں ہیں۔''

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ہے لفظ التحیات سے مراد زبان سے کی جانے والی عبادات اور لفظ صلوات سے مراد بدن سے کی جانے والی عبادات اور طیبات سے مراد مال حلال سے کی جانے والی عبادات، یہ سب خاص اللہ ہی کے لئے ہیں۔ ان میں سے جو ذرہ برابر بھی کسی غیر کے لئے کرے گا وہ عنداللہ شرک ٹھہرے گا۔ لفظ نبوی ((قولوا)) الخ سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ اس وقت تک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ نماز میں اس طرح سلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا۔

بَابٌ: اَلتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ

باب: تالی بجانا یعنی ہاتھ پر ہاتھ مارنا صرف عورتوں کے لیے ہے

۱۲۰۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ وَالتَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ)). [مسلم: ۹۵٤؛ ابو داود: ۹۳۹؛ نسائي: ۱۲۰٦؛ ابن ماجه: ۱۰۳٤]

(۱۲۰۳) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (نماز میں اگر کوئی بات پیش آ جائے تو) مردوں کو سبحان اللہ کہنا اور عورتوں کو ہاتھ پر ہاتھ مار کر یعنی تالی بجا کر امام کو اطلاع دینی چاہیے۔''

تشریح: قسطلانی نے کہا کہ عورت اس طرح تالی بجائے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارے اگر کھیل کے طور پر بائیں ہاتھ پر مارے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر کسی مرد کو مسئلہ معلوم نہ ہو اور وہ بھی تالی بجا دے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان صحابہ کو جنہوں نے نادانستہ تالیاں بجائی تھیں نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ (وحیدی)

۱۲۰٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ)). [راجع: ٦٨٤]

(۱۲۰۴) ہم سے یحییٰ بلخی نے بیان کیا کہا کہ ہم کو وکیع نے خبر دی، انہیں سفیان ثوری نے، انہیں ابو حازم سلمہ بن دینار نے اور انہیں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ کہنا مردوں کے لیے ہے اور عورتوں کے لیے تالی بجانا۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ امام بھول جائے اور اس کو ہوشیار کرنا ہو تو مرد لفظ سبحان اللہ بلند آواز سے کہیں اور اگر کسی عورت کو لقمہ دینا ہو تو وہ تالی بجائے، اس سے عورتوں کا با جماعت نماز پڑھنا بھی ثابت ہوا۔

اب جو شخص نماز میں الٹے پاؤں پیچھے سرک جائے یا آگے بڑھ جائے کسی حادثہ کی وجہ سے تو نماز فاسد نہ ہوگی سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

بَابُ مَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرَى فِي الصَّلَاةِ أَوْ تَقَدَّمَ بِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ،

باب: جو شخص نماز میں الٹے پاؤں پیچھے سرک جائے یا آگے بڑھ جائے کسی حادثہ کی وجہ سے تو نماز فاسد نہ ہوگی

رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

١٢٠٥ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ بَيْنَا هُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِهِمْ، فَفَجَأَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ، وَهُمْ صُفُوْفٌ، فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ، فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ، وَظَنَّ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يُرِيْدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ أَنْ يَفْتَتِنُوْا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ رَأَوْهُ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ أَتِمُّوْا، ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ، وَتُوُفِّيَ ذَلِكَ الْيَوْمَ ﷺ. [راجع: ٦٨٠]

(١٢٠٥) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، انہیں امام عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ پیر کے روز مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ ہٹائے ہوئے دکھائی دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صحابہ صف باندھے کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھل کر مسکرا دیئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹے۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائیں گے اور مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس درجہ خوش ہوئے کہ نماز ہی توڑ ڈالنے کا ارادہ کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے ہدایت کی کہ نماز پوری کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ڈال دیا اور حجرے میں تشریف لے گئے۔ پھر اس دن آپ نے انتقال فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اب بھی کوئی خاص موقع اگر اس قسم کا آ جائے کہ امام کو پیچھے کی طرف ہٹنا پڑے یا کوئی حادثہ ہی ایسا داعی ہو تو اس طرح سے نماز میں نقص نہ آئے گا۔

بَابٌ: إِذَا دَعَتِ الْأُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلَاةِ

باب: اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی ماں اس کو بلائے تو کیا کرے؟

١٢٠٦ـ وَقَالَ: اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، قَالَ: قَالَ: أَبُوْ هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ:

(١٢٠٦) اور لیث بن سعد نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(بنی اسرائیل کی) ایک عورت نے اپنے

((نَادَتِ امْرَأَةٌ ابْنَهَا، وَهُوَ فِي صَوْمَعَتِهِ قَالَتْ: يَا جُرَيْجُ! قَالَ: اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي، فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ! قَالَ: اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي، قَالَتْ: يَا جُرَيْجُ! قَالَ: اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي. قَالَتْ: اللَّهُمَّ لَا يَمُوتُ جُرَيْجٌ حَتَّى يَنْظُرَ فِي وَجْهِ الْمَيَامِيسِ، وَكَانَتْ تَأْوِي إِلَى صَوْمَعَتِهِ رَاعِيَةٌ تَرْعَى الْغَنَمَ فَوَلَدَتْ، فَقِيلَ لَهَا: مِمَّنْ هَذَا الْوَلَدُ؟ قَالَتْ: مِنْ جُرَيْجٍ، نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهِ، قَالَ جُرَيْجٌ: أَيْنَ هَذِهِ الَّتِي تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِي؟ قَالَ: يَا بَابُوسُ: مَنْ أَبُوكَ؟ قَالَ: رَاعِي الْغَنَمِ)). [أطرافه في: ٢٤٨٢، ٣٤٣٦، ٣٤٦٦]

بیٹے کو پکارا، اس وقت وہ عبادت خانہ میں تھا۔ ماں نے پکارا کہ اے جریج! جریج (پس وپیش میں پڑ گیا اور دل میں) کہنے لگا کہ اے اللہ! میں اب ماں کو دیکھوں یا نماز کو۔ پھر ماں نے پکارا اے جریج! (وہ اب بھی اس پس وپیش میں تھا) کہ اے اللہ! میری ماں اور میری نماز۔ ماں نے پھر پکارا اے جریج! وہ (اب بھی یہی سوچے جا رہا تھا) اے اللہ! میری ماں اور میری نماز۔ (آخر) ماں نے تنگ ہو کر بددعا کی اے اللہ! جریج کو موت نہ آئے جب تک وہ فاحشہ عورت کا چہرہ نہ دیکھ لے۔ جریج کی عبادت گاہ کے قریب ایک چرانے والی آیا کرتی تھی جو بکریاں چراتی تھی۔ اتفاق سے اس کے بچہ پیدا ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ اس نے کہا کہ جریج کا ہے۔ وہ ایک مرتبہ اپنی عبادت گاہ سے نکل کر میرے پاس رہا تھا۔ جریج نے پوچھا کہ وہ عورت کون ہے؟ جس نے مجھ پر تہمت لگائی ہے کہ اس کا بچہ مجھ سے ہے؟ (عورت بچے کو لے آئی تو) انہوں نے بچے سے پوچھا کہ بچے! تمہارا باپ کون ہے؟ بچہ بول پڑا کہ ایک بکری چرانے والا گڈریا میرا باپ ہے۔"

تشریح: ماں کی اطاعت فرض ہے اور باپ سے زیادہ ماں کا حق ہے۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض نے کہا جواب نہ دے، اگر دے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ بعض نے کہا جواب دے اور نماز فاسد نہ ہوگی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ جب تو نماز میں ہو اور تیری ماں تجھ کو بلائے تو جواب دے اور اگر باپ بلائے تو جواب نہ دے۔ امام بخاری رحمہ اللہ جریج کی حدیث اس باب میں لائے کہ ماں کا جواب نہ دینے سے وہ (تنگی میں) مبتلا ہوئے۔ بعض نے کہا جریج کی شریعت میں نماز میں بات کرنا مباح تھا تو ان کو جواب دینا لازم تھا۔ انہوں نے نہ دیا تو ماں کی بددعا ان کو لگ گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر جریج کو معلوم ہوتا تو جواب دیتا کہ ماں کا جواب دینا بھی اپنے رب کی عبادت ہے۔ بابوس ہر شیر خوار بچے کو کہتے ہیں یا اس بچے کا نام ہوگا۔ اللہ نے اس کو بولنے کی طاقت دی۔ اس نے اپنا باپ بتلایا۔ جریج اس طرح اس الزام سے بری ہوئے۔ معلوم ہوا کہ ماں کو ہر حال میں خوش رکھنا اولاد کے لئے ضروری ہے ورنہ ان کی بددعا اولاد کی زندگی کو تباہ کر سکتی ہے۔

بَابُ مَسْحِ الْحَصَى فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں کنکری اٹھانا کیسا ہے؟

١٢٠٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَيْقِيبٌ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ، قَالَ: ((إِنْ كُنْتَ فَاعِلاً فَوَاحِدَةً)). [مسلم: ١٢١٩،

(١٢٠٧) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن کثیر نے، ان سے ابو سلمہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے معیقیب بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے جو ہر مرتبہ سجدہ کرتے ہوئے کنکریاں برابر کرتا تھا فرمایا: "اگر ایسا کرنا ہے تو صرف ایک ہی بار کر۔"

۱۲۲۰؛ نسائي: ۱۱۹۱؛ ابن ماجه: ۱۰۲۶]

تشریح: کیونکہ بار بار ایسا کرنا نماز میں خشوع وخضوع کے خلاف ہے۔

بَابُ بَسْطِ الثَّوْبِ فِي الصَّلَاةِ لِلسُّجُودِ

باب: نماز میں سجدہ کے لیے کپڑا بچھانا کیسا ہے؟

۱۲۰۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا غَالِبٌ الْقَطَّانُ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ، فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ. [راجع: ۳۸۵]

(۱۲۰۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غالب بن قطان نے بیان کیا، ان سے بکر بن عبداللہ مزنی نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم سخت گرمیوں میں جب نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے اور چہرہ کو زمین پر پوری طرح رکھنا مشکل ہو جاتا تو اپنا کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

تشریح: مسجد نبوی ابتدا میں ایک معمولی چھپر کی شکل میں تھی۔ جس میں بارش اور دھوپ کا پورا اثر ہوا کرتا تھا۔ اس لئے شدت گرمی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا کر لیا کرتے تھے۔ اب بھی کہیں ایسا ہی موقع ہو تو ایسا کر لینا درست ہے۔

بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں کون کون سے کام درست ہیں؟

۱۲۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَمُدُّ رِجْلِيْ فِيْ قِبْلَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّيْ، فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَرَفَعْتُهَا فَإِذَا قَامَ مَدَدْتُهَا. [راجع: ۳۸۲]

(۱۲۰۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے ابو النضر سالم بن ابی امیہ نے، ان سے ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اپنا پاؤں نبی کریم ﷺ کے سامنے پھیلا لیتی تھی اور آپ نماز پڑھتے ہوتے، جب آپ ﷺ سجدہ کرنے لگتے تو آپ مجھے ہاتھ لگاتے، میں پاؤں سمیٹ لیتی۔ پھر جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں پھر پھیلا لیتی۔

۱۲۱۰۔ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةً فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِيْ فَشَدَّ عَلَيَّ لِيَقْطَعَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ فَأَمْكَنَنِي اللَّهُ مِنْهُ فَذَعَتُّهُ

(۱۲۱۰) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شبابہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک نماز پڑھی پھر فرمایا کہ ''میرے سامنے ایک شیطان آ گیا اور کوشش کرنے لگا کہ میری نماز توڑ دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے قابو میں

وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُوثِقَهُ إِلَى سَارِيَةٍ حَتَّى تُصْبِحُوْا فَتَنْظُرُوْا إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ قَوْلَ سُلَيْمَانَ: ﴿رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي﴾ [ص:٣٥] فَرَدَّهُ اللَّهُ خَاسِئًا)).

کر دیا میں نے اس کا گلا گھونٹا یا اس کو دھکیل دیا۔ آخر میں میرا ارادہ ہوا کہ اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دوں اور جب صبح ہو تم بھی دیکھو۔ لیکن مجھے سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی: ''اے اللہ! مجھے ایسی سلطنت عطا کیجیے جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے''۔ (اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا) اور اللہ تعالیٰ نے اسے ذلت کے ساتھ بھگا دیا۔''

تشریح: یہاں یہ اعتراض نہ ہوگا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ شیطان عمر رضی اللہ عنہ کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان ڈرتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیونکر آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں افضل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چور ڈاکو بدمعاش کوتوال سے زیادہ ڈرتے ہیں بادشاہ سے اتنا نہیں ڈرتے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بادشاہ کو ہم پر رحم آ جائے گا۔ تو اس سے یہ نہیں نکلتا کہ کوتوال بادشاہ سے افضل ہے۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ دشمن کو دھکیلنا اس کو دھکا دینا اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے کتاب الصلوٰۃ میں اہلحدیث کا مذہب قرار دیا کہ نماز میں کھنکارنا یا کوئی گھر میں نہ ہو تو دروازہ کھول دینا، سانپ بچھو نکلے تو اس کا مارنا، سلام کا جواب ہاتھ کے اشارے سے دینا، کسی ضرورت سے آگے پیچھے سرک جانا یہ سب کام درست ہیں۔ ان سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (وحیدی)

بَابٌ: إِذَا انْفَلَتَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلَاةِ،

باب: اگر آدمی نماز میں ہو اور اس کا جانور بھاگ پڑے

وَقَالَ قَتَادَةُ: إِنْ أُخِذَ ثَوْبُهُ يَتْبَعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلَاةَ.

اور قتادہ نے کہا کہ اگر کسی کا کپڑا چور لے بھاگے تو اس کے پیچھے دوڑے اور نماز چھوڑ دے۔

١٢١١ـ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَزْرَقُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ: كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْحَرُوْرِيَّةَ، فَبَيْنَا أَنَا عَلَى جُرُفِ نَهْرٍ إِذَا رَجُلٌ يُصَلِّي، فَإِذَا لِجَامُ دَابَّتِهِ بِيَدِهِ فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهُ، وَجَعَلَ يَتْبَعُهَا قَالَ: شُعْبَةُ: هُوَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ، فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ يَقُوْلُ: اللَّهُمَّ افْعَلْ بِهَذَا الشَّيْخِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ، وَإِنِّي غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ سِتَّ غَزَوَاتٍ أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ ثَمَانِيَ، وَشَهِدْتُ تَيْسِيْرَهُ، وَإِنِّي إِنْ كُنْتُ أَنْ أَرْجِعَ مَعَ دَابَّتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدَعَهَا تَرْجِعُ إِلَى مَأْلَفِهَا فَيَشُقُّ

(۱۲۱۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ازرق بن قیس نے بیان کیا، کہا ہم اہواز میں (جو کئی بستیاں ہیں بصرہ اور ایران کے بیچ میں) خارجیوں سے جنگ کر رہے تھے۔ ایک بار میں نہر کے کنارے بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک شخص (ابوبرزہ رضی اللہ عنہ) آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے گھوڑے کی لگام ان کے ہاتھ میں ہے۔ اچانک گھوڑا ان سے چھوٹ کر بھاگنے لگا۔ تو وہ بھی اس کا پیچھا کرنے لگے۔ شعبہ نے کہا یہ ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ دیکھ کر خوارج میں سے ایک شخص کہنے لگا اے اللہ اس شیخ کا ناس کر۔ جب وہ شیخ واپس لوٹے تو فرمایا کہ میں نے تمہاری باتیں سن لی ہیں اور (تم کیا چیز ہو؟) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ جہادوں میں شرکت کی ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آسانیوں کو دیکھا ہے۔ اس لیے مجھے یہ اچھا معلوم ہوا کہ اپنا گھوڑا ساتھ لے کر لوٹوں نہ کہ اس کو چھوڑ دوں وہ جہاں

عَلَيَّ. [طرفه في: ٦١٢٧]

چاہے چل دے اور میں تکلیف اٹھاؤں۔

١٢١٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَرَأَ سُوْرَةً طَوِيْلَةً، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ سُوْرَةً أُخْرَى، ثُمَّ رَكَعَ حَتَّى قَضَاهَا، وَسَجَدَ، ثُمَّ فَعَلَ ذَلِكَ فِي الثَّانِيَةِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَصَلُّوْا حَتَّى يُفْرَجَ عَنْكُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ فِي مَقَامِي هَذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُهُ حَتَّى لَقَدْ رَأَيْتُهُ أُرِيْدُ أَنْ آخُذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِي أَنْ آخُذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِي جَعَلْتُ أَتَقَدَّمُ وَلَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِي تَأَخَّرْتُ وَرَأَيْتُ فِيْهَا عَمْرَو ابْنَ لُحَيٍّ وَهُوَ الَّذِي سَيَّبَ السَّوَائِبَ))

[راجع: ١٠٤٤]

(۱۲۱۲) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہم کو یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، ان سے عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ ؓ نے بتلایا کہ جب سورج گرہن لگا تو نبی کریم ﷺ (نماز کے لیے) کھڑے ہوئے اور ایک لمبی سورت پڑھی، پھر رکوع کیا اور بہت لمبا رکوع کیا۔ پھر سر اٹھایا اس کے بعد دوسری سورت شروع کر دی، اور رکوع پورا کر کے اس رکعت کو ختم کیا اور سجدہ میں گئے۔ پھر دوسری رکعت میں بھی آپ ﷺ نے اسی طرح کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: ''سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ اس لیے جب تم ان میں گرہن دیکھو تو نماز شروع کر دو جب تک کہ یہ صاف ہو جائے اور دیکھو میں نے اپنی اسی جگہ ان تمام چیزوں کو دیکھ لیا ہے جن کا مجھ سے وعدہ ہے۔ یہاں تک کہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں جنت کا ایک خوشہ لینا چاہتا ہوں۔ ابھی تم لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ میں آگے بڑھنے لگا تھا، اور میں نے دوزخ بھی دیکھی (اس حالت میں کہ) بعض آگ بعض آگ کو کھائے جا رہی تھی۔ تم لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ جہنم کے اس ہولناک منظر کو دیکھ کر میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔ میں نے جہنم کے اندر عمرو بن لحی کو دیکھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے سانڈ کی رسم عرب میں جاری کی تھی۔''

تشریح: سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو جاہلیت میں بتوں کی نذر مان کو چھوڑ دی جاتی تھی۔ نہ اس پر سوار ہوتے اور نہ اس کا دودھ پیتے۔ یہی عمرو بن لحی عرب میں بت پرستی اور دوسری بہت سی منکرات کا بانی ہوا ہے۔ حدیث کی مطابقت ترجمہ سے ظاہر ہے اس لئے کہ خوشہ لینے کے لئے آپ ﷺ کا آگے بڑھنا اور دوزخ کی ہیبت کھا کر پیچھے ہٹنا حدیث سے ثابت ہو گیا اور جس کا چوپایہ چھوٹ جاتا ہے وہ اس کے تھامنے کے واسطے بھی کبھی آگے بڑھتا ہے کبھی پیچھے ہٹتا ہے۔ (فتح الباری) خوارج ایک گروہ ہے جس نے حضرت علی ؓ کی خلافت کا انکار کیا۔ ساتھ ہی حدیث کا انکار کر کے حسبنا اللہ کتاب اللہ کا نعرہ لگایا۔ یہ گروہ بھی افراط و تفریط میں مبتلا ہو کر گمراہ ہوا۔

بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْبُصَاقِ وَالنَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ،

باب: اس بارے میں کہ نماز میں تھوکنا اور پھونک مارنا کہاں تک جائز ہے؟

وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو: نَفَخَ النَّبِيُّ ﷺ فِي سُجُوْدِهِ فِي كُسُوْفٍ.

عبداللہ بن عمرو ؓ سے گہن کی حدیث میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے گہن کی نماز میں سجدے میں پھونک ماری۔

تشریح: یعنی ایسے صاف طور پر اف نکالی کہ جس سے ف پوری اور لمبی آواز سے ظاہر ہوئی۔ ابن بطال نے کہا کہ نماز میں تھوک ڈالنے کے جواز پر

علما نے اتفاق کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پھونک مارنا بھی جائز ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق نہیں ہے۔ ابن دقیق نے کہا کہ نماز میں پھونک مارنے کو اس لئے مبطل نماز کہتے ہیں کہ وہ کلام کے مشابہ ہے اور یہ بات مردود ہے کیونکہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز میں پھونک ماری (فتح الباری)

١٢١٣۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، فَتَغَيَّظَ عَلَى أَهْلِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ قِبَلَ أَحَدِكُمْ فَإِذَا كَانَ فِي صَلَاتِهِ فَلَا يَبْزُقَنَّ)) أَوْ قَالَ: ((لَا يَتَنَخَّعَنَّ)). ثُمَّ نَزَلَ فَحَتَّهَا بِيَدِهِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِذَا بَزَقَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْزُقْ عَلَى يَسَارِهِ. [راجع: ٤٠٦] [مسلم: ١٢٢٣؛ ابوداود: ٤٧٩]

(۱۲۱۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے، ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ مسجد میں قبلہ کی طرف رینٹ دیکھی۔ آپ ﷺ مسجد میں موجود لوگوں پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے ہیں اس لیے نماز میں تھوکا نہ کرو۔'' یا یہ فرمایا: ''رینٹ نہ نکالا کرو۔'' پھر آپ اترے اور خود ہی اپنے ہاتھ سے اسے کھرچ ڈالا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب کسی کو تھوکنا ہی ضروری ہو تو اپنی بائیں طرف تھوک لے۔

تشریح: اس سے یہ معلوم ہوا کہ برے کام کو دیکھ کر تمام جماعت پر ناراض ہونا جائز ہے تا کہ سب کو تنبیہ ہو اور آیندہ کے لئے اس کا لحاظ رکھیں۔ نماز میں قبلہ کی طرف تھوکنے سے منع فرمایا۔ نہ کہ مطلق تھوک ڈالنے سے بلکہ اپنے پاؤں کے نیچے تھوکنے کی اجازت فرمائی جیسا کہ اگلی حدیث میں مذکور ہے۔ جب تھوک مسجد میں پختہ فرش ہونے کی وجہ سے دفن نہ ہو سکے تو رومال میں تھوکنا چاہیے۔ پھونک مارنا بھی کسی شدید ضرورت کے تحت جائز ہے بلا ضرورت پھونک مارنا نماز میں خشوع کے خلاف ہے۔

١٢١٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ شِمَالِهِ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى)). [راجع: ٢٤١، ٤١٢]

(۱۲۱۴) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نے قتادہ سے سنا، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز میں ہو تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ اس لیے اس کو سامنے نہ تھوکنا چاہیے اور نہ دائیں طرف البتہ بائیں طرف اپنے قدم کے نیچے تھوک لے۔''

بَابُ مَنْ صَفَّقَ جَاهِلًا مِنَ الرِّجَالِ فِي صَلَاتِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُ

فِيهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب: اگر کوئی مرد مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے نماز میں دستک دے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی

اس باب میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نبی کریم ﷺ سے ہے۔ (جو اوپر گزر چکی ہے اور آگے بھی آئے گی)۔

بَابٌ: إِذَا قِيلَ لِلْمُصَلِّي تَقَدَّمْ

باب: اگر نمازی سے کوئی کہے کہ آگے بڑھ جا، یا

أَوِ انتَظِرْ فَانتَظَرَ، فَلَا بَأْسَ

ٹھہر جا اور وہ آگے بڑھ جائے یا ٹھہر جائے تو کوئی قباحت نہیں

١٢١٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُمْ عَاقِدُوْ أُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلَى رِقَابِهِمْ، فَقِيْلَ لِلنِّسَاءِ: ((لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوْسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا)). [راجع: ٣٦٢]

(۱۲۱۵) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں ابو حازم نے، ان کو سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز اس طرح پڑھتے کہ تہبند چھوٹے ہونے کی وجہ سے انہیں اپنی گردنوں سے باندھے رکھتے اور عورتوں کو (جو مردوں کے پیچھے جماعت میں شریک رہتی تھیں) کہہ دیا جاتا کہ ''جب تک مرد پوری طرح سمٹ کر نہ بیٹھ جائیں تم اپنے سر (سجدے سے) نہ اٹھانا۔''

تشریح: امام نماز میں بھول جائے یا کسی دیگر ضروری امر پر امام کو آگاہ کرنا ہو تو مرد سبحان اللہ کہیں اور عورت تالیاں بجائیں اگر کسی مرد نے نادانی کی وجہ سے تالیاں بجائیں تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ چنانچہ سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو دو بابوں کے بعد آ رہی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نادانی کی وجہ سے ایسا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا۔ حدیث اور باب میں یوں مطابقت ہوئی کہ یہ بات عورتوں کو حالت نماز میں کہی گئی یا نماز سے پہلے۔ شق اول میں معلوم ہوا کہ نمازی کو مخاطب کرنا اور نمازی کے لئے کسی کا انتظار کرنا جائز ہے اور شق ثانی میں معلوم ہوا کہ نماز میں انتظار کرنا جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ کسی کا انتظار اگر شرعی ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (فتح الباری)

بَابٌ: لَا يَرُدُّ السَّلَامَ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں سلام کا جواب (زبان سے) نہ دے

١٢١٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللهِ، قَالَ: كُنْتُ أُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ: ((إِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا)). [راجع: ١١٩٩]

(۱۲۱۶) ہم سے عبداللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن فضیل نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (ابتدائے اسلام میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں ہوتے تو میں آپ کو سلام کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے تھے مگر جب ہم (حبشہ سے جہاں ہجرت کی تھی) واپس آئے تو میں نے (پہلے کی طرح نماز میں) سلام کیا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا (کیونکہ اب نماز میں بات چیت وغیرہ کی ممانعت نازل ہو گئی تھی) اور فرمایا: ''نماز میں اس سے مشغولیت ہوتی ہے۔''

تشریح: علما کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ واپسی مکہ مکرمہ کو تھی یا مدینہ منورہ کو۔ حافظ نے فتح الباری میں اسے ترجیح دی ہے کہ مدینہ منورہ کو تھی جس طرح پہلے گزر چکا ہے اور جب یہ واپس ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی لڑائی کے لئے تیاری فرما رہے تھے۔ اگلی حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے نماز کے اندر کلام کرنا مدینہ میں حرام ہوا۔ کیونکہ حضرت جابر انصاری مدینہ شریف کے باشندے تھے۔

١٢١٧ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

(۱۲۱۷) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان

الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ شِنْظِيرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَاجَةٍ لَهُ فَانْطَلَقْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ وَقَدْ قَضَيْتُهَا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مَا اللَّهُ بِهِ أَعْلَمُ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: لَعَلَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَجَدَ عَلَيَّ أَنِّي أَبْطَأْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي أَشَدُّ مِنَ الْمَرَّةِ الْأُولَى، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ وَقَالَ: إِنَّمَا مَنَعَنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي، وَكَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ مُتَوَجِّهًا إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

[راجع: ٤٠٠] [مسلم: ١٢٠٧، ١٢٠٨]

کیا، کہا کہ ہم سے کثیر بن شنظیر نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے ان سے جابر بن عبداللہ ﷜ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی ایک ضرورت کے لیے (غزوۂ بنی مصطلق میں) بھیجا۔ میں جا کر واپس آیا، میں نے کام پورا کر دیا تھا۔ پھر میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو سلام کیا۔ لیکن آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے دل میں اللہ جانے کیا بات آئی اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید رسول اللہ ﷺ مجھ پر اس لیے خفا ہیں کہ میں دیر سے آیا ہوں میں نے پھر دوبارہ سلام کیا اور جب اس مرتبہ بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو اب میرے دل میں پہلے سے بھی زیادہ خیال آیا۔ پھر میں نے (تیسری مرتبہ) سلام کیا اور اب آپ ﷺ نے جواب دیا اور فرمایا کہ ''پہلے جو دو بار میں نے جواب نہ دیا تو اس وجہ سے تھا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا'' اور آپ ﷺ اس وقت اپنی اونٹنی پر تھے اور اس کا رخ قبلہ کی طرف نہ تھا بلکہ دوسری طرف تھا۔

تشریح: مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ غزوہ بنی مصطلق میں تھا۔ اور مسلم ہی کی روایت میں یہ بھی وضاحت ہے کہ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے جواب دیا اور جابر ﷜ کا مغموم و متفکر ہونا اس لئے تھا کہ انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ یہ اشارہ سلام کا جواب ہے۔ کیونکہ پہلے زبان سے سلام کا جواب دیتے تھے نہ کہ اشارہ سے۔

بَابُ رَفْعِ الْأَيْدِي فِي الصَّلَاةِ لِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ

باب: نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

١٢١٨ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: بَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِقُبَاءٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَحُبِسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ حَانَتِ الصَّلَاةُ، فَهَلْ لَكَ

(۱۲۱۸) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ابوحازم سلمہ بن دینار نے اور ان سے سہل بن سعد ﷜ نے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ قبا کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں کوئی جھگڑا ہو گیا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کئی اصحاب کو ساتھ لے کر ان میں ملاپ کرانے کے لیے تشریف لے گیے۔ وہاں آپ ﷺ صلح صفائی کے لیے ٹھہر گئے۔ ادھر نماز کا وقت ہو گیا تو بلال ﷜ نے حضرت ابوبکر صدیق ﷜ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نہیں آئے اور نماز کا وقت ہو گیا، تو کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ آپ

أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنْ شِئْتُمْ، فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ، وَتَقَدَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ وَكَبَّرَ لِلنَّاسِ، وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ يَشُقُّهَا شَقًّا، حَتَّى قَامَ مِنَ الصَّفِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْحِ۔ قَالَ: سَهْلٌ: التَّصْفِيْحُ هُوَ التَّصْفِيْقُ۔ قَالَ: وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَشَارَ إِلَيْهِ، يَأْمُرُهُ أَنْ يُصَلِّيَ، فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَصَلَّى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيْحِ؟ إِنَّمَا التَّصْفِيْحُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِيْ صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ))۔ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ: ((يَا أَبَا بَكْرٍ! مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ حِيْنَ أَشَرْتُ عَلَيْكَ؟)) قَالَ: أَبُوْ بَكْرٍ: مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ أَبِيْ قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ [راجع: ٦٨٤]

نے جواب دیا کہ ہاں اگر تم چاہتے ہو تو پڑھا دوں گا۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر نیت باندھ لی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے اور صفوں سے گزرتے ہوئے آپ پہلی صف میں آ کھڑے ہوئے، لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنے شروع کر دیئے (سہل رضی اللہ عنہ نے کہا تصفیح کے معنی تصفیق کے ہیں) آپ نے بیان کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ لیکن جب لوگوں نے بہت دستکیں دیں تو انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے اشارہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے کہا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر الٹے پاؤں پیچھے کی طرف چلے آئے اور صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ "لوگو! یہ کیا بات ہے کہ جب نماز میں کوئی بات پیش آتی ہے تو تم تالیاں بجانے لگتے ہو؟ یہ مسئلہ تو عورتوں کے لیے ہے تمہیں اگر نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو سبحان اللہ کہا کرو۔" اس کے بعد آپ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ "ابوبکر! میرے کہنے کے باوجود تم نے نماز کیوں نہیں پڑھائی؟" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ابوقحافہ کے بیٹے کو زیب نہیں دیتا کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں نماز پڑھائے۔

تشریح: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رب کے سامنے ہاتھوں کو اٹھا کر الحمدللہ کہا۔ سو اگر اس میں کچھ حرج ہوتا تو آپ ضرور منع فرما دیتے اور اس سے حدیث کی مناسبت باب سے ظاہر ہوئی۔

بَابُ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا کیسا ہے؟

١٢١٩ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: نُهِيَ عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ. وَقَالَ هِشَامٌ وَأَبُوْ هِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ

(۱۲۱۹) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا تھا۔ ہشام اور ابوہلال محمد بن سلیم نے، ابن سیرین سے اس حدیث کو روایت کیا، ان سے

هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفه في: ١٢٢٠]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے۔

١٢٢٠ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نُهِيَ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ مُتَخَصِّرًا. [راجع: ١٢١٩]

(۱۲۲۰) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن حسان فردوسی نے بیان کیا۔ ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ آپ ﷺ نے کمر پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

تشریح: یعنی کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔ حکمت اس میں یہ ہے کہ ابلیس اسی حالت میں آسمان سے اتارا گیا اور یہود اکثر ایسا کیا کرتے تھے یا دوزخی اسی طرح راحت لیں گے۔ اس لئے اس سے منع کیا گیا، یہ متکبروں کی بھی علامت ہے۔

بَابُ تَفَكُّرِ الرَّجُلِ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ،

باب: آدمی نماز میں کسی بات کا فکر کرے تو کیسا ہے؟

وَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي لَأُجَهِّزُ جَيْشِي وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نماز پڑھتا رہتا ہوں اور نماز ہی میں جہاد کے لیے اپنی فوج کا سامان کیا کرتا ہوں۔

تشریح: باب کا مقصد یہ ہے کہ نماز میں کچھ سوچنے سے نماز باطل نہ ہوگی۔ کیونکہ اس سے بچنا دشوار ہے پھر اگر سوچنا دین اور آخرت سے متعلق ہو تو خفیف بات ہے اور اگر دنیاوی کام ہو تو بہت بھاری ہے۔ علمائے کرام نے اس نمازی کو جس کا نماز میں دنیاوی امور پر دھیان ہو اور اللہ سے غافل ہو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو کسی بادشاہ کے سامنے بطور تحفہ ایک مری ہوئی لونڈی پیش کرے۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ اس تحفہ سے انتہائی ناخوش ہوگا۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ

برزبان تسبیح و دل در گاؤخر
ایں چنیں تسبیح کہ وارد اثر

یعنی جب زبان پر تسبیح جاری ہو اور دل گھر کے جانوروں گائیوں اور گدھوں پر لگا ہوا ہو تو ایسی تسبیح کیا اثر پیدا کرسکتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر مذکور کو ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح روایت کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ نے اپنے دین کی خدمت و نصرت کیلئے پیدا فرمایا تھا۔ ان کو نماز میں بھی وہی خیالات دامن گیر رہتے تھے نماز میں جہاد کے لئے فوج کشی اور جنگی تدابیر سوچتے تھے چونکہ نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد ہے اور ان جوابی تدابیر کو سوچنا بھی از قسم جہاد ہے لہٰذا مفسد نہیں۔ (حواشی سلفیہ، پ:۵/ص:۴۴۳)

١٢٢١ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُـ هُوَ ابْنُ سَعِيدٍـ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَصْرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيعًا دَخَلَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ وَرَأَى مَا فِي وُجُوهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ، فَقَالَ: ((ذَكَرْتُ وَأَنَا

(۱۲۲۱) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے روح بن عبادہ نے، کہا کہ ہم سے عمر نے جو سعید کے بیٹے ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ سلام پھیرتے ہی بڑی تیزی سے اٹھے اور اپنی ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اپنی جلدی پر اس تعجب و حیرت کو محسوس کیا جو صحابہ کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا

فِي الصَّلَاةِ تِبْرًا عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ أَنْ يُمْسِيَ أَوْ يَبِيْتَ عِنْدَنَا فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ)). [راجع: ٨٥١][نسائي: ١٣٦٤]

کہ ''نماز میں مجھے سونے کا ایک ڈلا یاد آ گیا جو ہمارے پاس تقسیم سے باقی رہ گیا تھا۔ مجھے برا معلوم ہوا کہ ہمارے پاس وہ شام تک یا رات تک رہ جائے۔ اس لیے میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔''

تشریح: نماز میں نبی کریم ﷺ کو سونے کا وہ بقایا ڈلا تقسیم کے لئے یاد آ گیا یہیں سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔

١٢٢٢ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ: قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أُذِّنَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِيْنَ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ أَقْبَلَ، فَإِذَا ثُوِّبَ أَدْبَرَ، فَإِذَا سَكَتَ أَقْبَلَ، فَلَا يَزَالُ بِالْمَرْءِ يَقُوْلُ لَهُ: اذْكُرْ، مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتَّى لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلَّى)). قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ: إِذَا فَعَلَ أَحَدُكُمْ ذَلِكَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ وَسَمِعَهُ أَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. [راجع: ٦٠٨]

(۱۲۲۲) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے، ان سے جعفر بن ربیعہ نے اور ان سے اعرج نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ موڑ کر ریاح خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سن سکے۔ جب مؤذن چپ ہو جاتا ہے تو مردود پھر آ جاتا ہے اور جب جماعت کھڑی ہونے لگتی ہے (اور تکبیر کہی جاتی ہے) تو پھر بھاگ جاتا ہے۔ لیکن جب مؤذن چپ ہو جاتا ہے تو پھر آ جاتا ہے اور آدمی کے دل میں برابر وسوسے پیدا کرتا رہتا ہے۔ کہتا ہے کہ (فلاں فلاں بات) یاد کر۔ کم بخت وہ باتیں یاد دلاتا ہے جو اس کے ذہن میں بھی نہ تھیں۔ اس طرح نمازی کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔'' ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ جب کوئی یہ بھول جائے (کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں) تو بیٹھے بیٹھے (سہو کے) دو سجدے کر لے۔ ابو سلمہ نے یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ نماز میں شیطان وساوس کے لئے پوری کوشش کرتا ہے، اس لئے اس بارے میں انسان مجبور ہے۔ پس جب نماز کے اندر شیطانی وساوس کی وجہ سے یہ نہ معلوم رہے کہ کتنی رکعتیں پڑھ چکا ہوں تو یقین پر بنا رکھے، اگر اس کے فہم میں نماز پوری نہ ہو تو پوری کر کے سہو کے دو سجدے کر لے۔ (قسطلانی)

١٢٢٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، قَالَ: قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: يَقُوْلُ النَّاسُ أَكْثَرَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ، فَلَقِيْتُ رَجُلًا فَقُلْتُ: بِمَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ الْبَارِحَةَ فِي الْعَتَمَةِ؟ فَقَالَ: لَا أَدْرِيْ. فَقُلْتُ: أَلَمْ تَشْهَدْهَا؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: لَكِنْ أَنَا أَدْرِيْ، قَرَأَ سُوْرَةَ كَذَا وَكَذَا.

(۱۲۲۳) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عثمان بن عمر نے کہا کہ مجھے ابن ابی ذئب نے خبر دی، انہیں سعید مقبری نے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے (اور حال یہ ہے کہ) میں ایک شخص سے ایک مرتبہ ملا اور اس سے میں نے (بطور امتحان) دریافت کیا کہ گزشتہ رات نبی کریم ﷺ نے عشاء میں کون کون سی سورتیں پڑھی تھیں؟ اس نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔ میں نے پوچھا کہ تم نماز میں شریک تھے؟ کہا کہ ہاں تھا۔ میں نے کہا لیکن مجھے تو یاد ہے کہ آپ ﷺ نے فلاں فلاں سورتیں پڑھی تھیں۔

تشریح: اس روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ بتائی ہے کہ میں احادیث دوسرے بہت سے صحابہ کے مقابلے میں زیادہ کیوں بیان کرتا ہوں۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو اور دوسرے اعمال کو یاد رکھنے کی کوشش دوسروں کے مقابلے میں زیادہ کرتا تھا۔ ایک روایت میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں ہر وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا، میرے اہل وعیال نہیں تھے، کھانے کمانے کی فکر نہیں تھی ''صفہ'' میں رہنے والے غریب صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں دن گزرتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑتا تھا۔ اس لئے میں نے احادیث آپ سے زیادہ سنیں اور چونکہ محفوظ بھی رکھیں اس لئے انہیں بیان کرتا ہوں ۔ یہ حدیث کتاب العلم میں پہلے بھی آ چکی ہے ۔ وہیں اس کی بحث کا موقع بھی تھا۔ ان احادیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خاص عنوان کے تحت اس لئے جمع کیا ہے کہ وہ بتانا چاہتے ہیں کہ نماز پڑھتے ہوئے کسی چیز کا خیال آنے یا کچھ سوچنے سے نماز نہیں ٹوٹتی ۔ خیالات اور تفکرات ایسی چیزیں ہیں جن سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔ لیکن حالات اور خیالات کی نوعیت کے فرق کا یہاں بھی لحاظ ضرور ہوگا۔ اگر امور آخرت کے متعلق خیالات نماز میں آئیں تو وہ دنیاوی امور کی بہ نسبت نماز کی خوبیوں پر کم اثر انداز ہوں گے (تفہیم البخاری) باب اور حدیث میں مطابقت یہ ہے کہ وہ صحابی نماز میں اور خطرات میں مستغرق رہتا تھا۔ پھر بھی وہ اعادہ صلوٰۃ کے ساتھ مامور نہیں ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ إِذَا قَامَ مِنْ رَكْعَتَيِ الْفَرِيْضَةِ

باب: اگر چار رکعت نماز میں پہلا قعدہ نہ کرے اور بھولے سے اٹھ کھڑا ہو تو سجدہ سہو کرے

تشریح: سہو بھول چوک سے ہونے والی غفلتوں کو کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں علمائے مذاہب کا اختلاف ہے۔ شافعیہ کے نزدیک سہو کے سارے سجدے مسنون ہیں اور مالکیہ خاص نقصان کے سجود سہو کو واجب کہتے ہیں اور حنابلہ ارکان کے سوا اور واجبات کے ترک پر واجب کہتے ہیں اور سنن قولیہ کے ترک پر غیر واجب نیز ایسے قول یا فعل کے زیادہ پر واجب جانتے ہیں جس کے عمداً کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور حنفیہ کے ہاں سہو کے سب سجدے واجب ہیں (فتح الباری) بھول چوک انسانی فطرت میں داخل ہے اس لئے نماز میں سہو کے مسائل کا بیان کرنا ضروری ہوا۔

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وسن رسول الله ﷺ فيما قصر الانسان فى صلوته ان يسجد سجدتين تدار كا لما فرط ففيه شبه القضاء وشبه الكفارة والمواضع التى ظهر فيها النص اربعة الاول قوله ﷺ اذا شك احدكم فى صلوته ولم يدركم صلى ثلثا او اربعا فليطرح الشك وليبن على ما استيقن ثم يسجد سجدتين قبل ان يسلم...... الخ۔“

یعنی نبی ﷺ نے اس صورت میں کہ انسان اپنی نماز میں کوئی قصور کرے دو سجدے کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کوتاہی کی تلافی ہو جائے۔ پس اس کو قضا کے ساتھ بھی مناسبت ہے اور کفارہ کے ساتھ بھی اور وہ مواضع جن میں نص حدیث سے سجدہ کرنا ثابت ہے چار ہیں۔ اول یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں کوئی نماز میں شک کرے اور نہ جانے تین یا چار کتنی رکعات پڑھی ہیں تو وہ شک دور کرنے، جس مقدار پر یقین ہو سکے اس پر نماز کی بنا کر لے۔ پھر سلام پھیرنے سے پیشتر دو سجدے کر لے۔“ پس اگر اس نے پانچ رکعات پڑھی ہیں تو وہ ان دو سجدوں سے اس کو شفع کر لے گا اور اس نے پڑھ کر چار کو پورا کیا ہے تو یہ دونوں سجدے شیطان کے لئے سرزنش ہوں گے اور نیکی میں زیادتی ہوگی اور رکوع و سجود میں شک کرنا بھی اسی قسم سے ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

١٢٢٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ، فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيْمَهُ كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ سَلَّمَ. [راجع: ٨٢٩]

(۱۲۲۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبدالرحمٰن اعرج نے اور ان سے عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی (چار رکعت) نماز کی دو رکعت پڑھانے کے بعد (قعدہ تشہد کے بغیر) کھڑے ہو گئے، پہلا قعدہ نہیں کیا۔ اس لیے لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نماز پوری کر چکے تو ہم سلام پھیرنے کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن آپ نے سلام سے پہلے بیٹھے بیٹھے اللہ اکبر کہا اور سلام ہی سے پہلے دو سجدے بیٹھے بیٹھے کئے پھر سلام پھیرا۔

١٢٢٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ

(۱۲۲۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں یحییٰ بن سعید انصاری نے خبر دی، انہیں

عَبْدِالرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَامَ مِنِ اثْنَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَلَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ. [راجع: ٨٢٩]

عبدالرحمٰن اعرج نے خبر دی اوران سے عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی دو رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھے بغیر کھڑے ہو گئے اور قعدہ اولیٰ نہیں کیا۔ جب نماز پوری کر چکے تو دو سجدے کئے۔ پھر ان کے بعد سلام پھیرا۔

تشریح: اس میں ان پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ سہو کے سب سجدے سلام کے بعد ہیں۔ (فتح الباری)

بَابٌ: إِذَا صَلَّى خَمْسًا

باب: اگر کسی نے پانچ رکعت نماز پڑھ لی تو کیا کرے؟

تشریح: شاید مقصود امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ ہے کہ اگر نماز میں کوئی بات رہ جائے تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے۔ جس طرح کہ پورا اوپر گزرا اور اگر نماز میں کچھ زیادتی ہو جائے جس طرح کہ اس باب کی حدیث میں ہے تو سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔ مزنی، مالک، ابوثور اسی کے قائل ہیں۔ ابن عبدالبر نے بھی اس قول کو اولیٰ بتلایا ہے اور حنفیہ اگرچہ سلام سے پہلے سجدہ سہو کرنا اولیٰ نہیں کہتے لیکن جواز کے وہ بھی قائل ہیں۔ صاحب ہدایہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ خطابی نے کہا کہ زیادت اور نقصان کا فرق کرنا یہ چنداں صحیح نہیں کیونکہ ذوالیدین کی حدیث میں باوجود نقصان کے سجدے سلام کے بعد کئے۔ بعض علما نے کہا کہ امام احمد رحمہ اللہ کا طریقہ سب سے اقویٰ ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہر ایک حدیث کو اس کے محل میں استعمال کرنا چاہیے اور جس صورت میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی اس میں سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے۔ اور اگر رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیثیں مروی نہ ہوتیں تو میرے نزدیک سب سجدے سلام سے پہلے ہوتے۔ کیونکہ یہ بھی شان نماز سے ہیں۔ پس ان کا بجالانا سلام سے پہلے ٹھیک ہے۔ (فتح الباری)

١٢٢٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا، فَقِيْلَ لَهُ: أَزِيْدَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالَ: صَلَّيْتَ خَمْسًا، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ. [راجع: ٤٠١، ٤٠٤]

(۱۲۲۶) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر میں پانچ رکعت پڑھ لیں۔ اس لیے آپ سے پوچھا گیا کہ کیا نماز کی رکعتیں زیادہ ہو گئی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا بات ہے؟" کہنے والے نے کہا کہ آپ ﷺ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے کئے۔

بَابٌ: إِذَا سَلَّمَ فِي رَكْعَتَيْنِ أَوْ فِي ثَلَاثٍ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ مِثْلَ سُجُوْدِ الصَّلَاةِ أَوْ أَطْوَلَ

باب: دو رکعتیں یا تین رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو نماز کے سجدوں کی طرح یا ان سے لمبے سہو کے دو سجدے کرے

١٢٢٧ـ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي

(۱۲۲۷) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے

هُرَيْرَةَ قَالَ: صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ أَوِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ: الصَّلَاةُ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ أَنَقَصَتْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: ((أَحَقٌّ مَا يَقُوْلُ؟)) قَالُوْا: نَعَمْ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ أُخْرَاوَيْنِ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، قَالَ سَعْدٌ: وَرَأَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى مَا بَقِيَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ: هٰكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ. [راجع:٤٨٢، ٧١٥]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو ذوالیدین کہنے لگا: یارسول اللہ! کیا نماز کی رکعتیں کم ہو گئی ہیں؟ (کیونکہ آپ ﷺ نے بھول کر صرف دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا تھا) نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ ''کیا یہ سچ کہتے ہیں؟'' صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں، اس نے صحیح کہا ہے۔ تب نبی کریم ﷺ نے دو رکعت اور پڑھائیں پھر دو سجدے کیے۔ سعد نے بیان کیا کہ عروہ بن زبیر کو میں نے دیکھا کہ آپ نے مغرب کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا اور باتیں بھی کیں۔ پھر باقی ایک رکعت پڑھی اور دو سجدے کیے اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح کیا تھا۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَشَهَّدْ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

باب: سہو کے سجدوں کے بعد پھر تشہد نہ پڑھے

وَسَلَّمَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَلَمْ يَتَشَهَّدَا، وَقَالَ قَتَادَةُ: لَا يَتَشَهَّدُ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے سلام پھیرا (یعنی سجدہ سہو کے بعد) اور تشہد نہیں پڑھا اور قتادہ نے کہا کہ تشہد نہ پڑھے۔

١٢٢٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ أَبِي تَمِيْمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ انْصَرَفَ مِنِ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ: أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ؟ وَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ)) فَقَالَ النَّاسُ: نَعَمْ. فَقَامَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ ثُمَّ سَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ.

[راجع: ٤٨٢]

(۱۲۲۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی نے خبر دی، انہیں محمد بن سیرین نے اور انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ دو رکعت پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تو ذوالیدین نے پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ ﷺ بھول گئے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا: ''کیا ذوالیدین سچ کہتے ہیں۔'' لوگوں نے کہا جی ہاں! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت جو رہ گئی تھیں ان کو پڑھا، پھر سلام پھیرا، پھر اللہ اکبر کہا اور اپنے سجدے کی طرح (یعنی نماز کے معمولی سجدے کی طرح) سجدہ کیا یا اس سے لمبا پھر سر اٹھایا۔

تشریح: دوسرے مقام پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا طریق ذکر کیا ہے جس میں دوسرا سجدہ بھی مذکور ہے لیکن تشہد مذکور نہیں تو معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد نہیں ہے۔ چنانچہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے محفوظ ہے اور جس حدیث میں تشہد مذکور ہے اس کو بیہقی اور ابن عبدالبر وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔

(خلاصہ فتح الباری)

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ: فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ تَشَهُّدٌ فَقَالَ: لَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن علقمہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا کہ کیا سجدہ سہو میں تشہد ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تو اس کا ذکر نہیں ہے۔

بَابٌ: يُكَبِّرُ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

باب: سہو کے سجدوں میں تکبیر کہنا

تشریح: اس میں اختلاف ہے کہ نماز سے سلام پھیر کر جب سہو کے سجدے کو جائے تو تکبیر تحریمہ کہے یا سجدے کی تکبیر کافی ہے۔ جمہور کے نزدیک یہی کافی ہے اور احادیث کا ظاہر بھی یہی ہے۔ (فتح الباری)

١٢٢٩ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ- قَالَ مُحَمَّدٌ: وَأَكْثَرُ ظَنِّي أَنَّهَا الْعَصْرُ- رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشَبَةٍ فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا وَفِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَهَابَاهُ أَنْ يُكَلِّمَاهُ، وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ فَقَالُوا: قُصِرَتِ الصَّلَاةُ؟ وَرَجُلٌ يَدْعُوهُ النَّبِيُّ ﷺ ذَا الْيَدَيْنِ فَقَالَ: أَنَسِيتَ أَمْ قُصِرَتْ؟ فَقَالَ: لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ، قَالَ: بَلَى قَدْ نَسِيتَ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ. [راجع :٤٨٢]

(۱۲۲۹) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے تیسرے پہر کی دو نمازوں (ظہر یا عصر) میں سے کوئی نماز پڑھی۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ عصر ہی کی نماز تھی۔ اس میں آپ ﷺ نے صرف دو ہی رکعت پر سلام پھیر دیا۔ پھر آپ ایک درخت کے تنے سے جو مسجد کی اگلی صف میں تھا، ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ آپ اپنا ہاتھ اس پر رکھے ہوئے تھے حاضرین میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے لیکن انہیں بھی کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ جو (جلد باز قسم کے) لوگ نماز پڑھتے ہی مسجد سے نکل جانے کے عادی تھے۔ وہ باہر جا چکے تھے۔ لوگوں نے کہا کیا نماز کی رکعتیں کم ہو گئیں۔ ایک شخص جنہیں نبی کریم ﷺ ذوالیدین کہتے تھے۔ وہ بولے یا رسول اللہ! آپ بھول گئے یا نماز میں کمی ہو گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کی رکعتیں کم ہوئیں۔ ذوالیدین بولے کہ نہیں آپ بھول گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے دو رکعت اور پڑھی اور سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور معمول کے مطابق یا اس سے بھی طویل سجدہ کیا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو پھر تکبیر کہی اور پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں گئے۔ یہ سجدہ بھی معمول کی طرح یا اس سے طویل تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔

١٢٣٠ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسْدِيِّ، حَلِيفِ بَنِي

(۱۲۳۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے اعرج نے، ان سے عبداللہ بن بحینہ اسدی نے جو بنو عبدالمطلب کے حلیف تھے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر

عَبْدِالْمُطَّلِبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فِيْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ، فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوْسِ. تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ فِي التَّكْبِيْرِ.

[راجع: ٨٢٩]

کی نماز میں قعدہ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہو گئے۔ حالانکہ اس وقت آپ کو بیٹھنا چاہیے تھا۔ جب آپ نے نماز پوری کی تو آپ نے بیٹھے بیٹھے ہی سلام سے پہلے دو سجدے سہو کے کئے اور ہر سجدے میں اللہ اکبر کہا۔ مقتدیوں نے بھی آپ کے ساتھ یہ دو سجدے کئے۔ آپ بیٹھنا بھول گئے تھے، اس لیے یہ سجدے اسی کے بدلہ میں کئے تھے۔ اس روایت کی متابعت ابن جریج نے ابن شہاب سے تکبیر کے ذکر میں کی ہے۔

بَابٌ: إِذَا لَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

باب: اگر کسی نمازی کو یہ یاد نہ رہے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ سلام سے پہلے بیٹھے بیٹھے ہی دو سجدے کر لے

١٢٣١ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ الْأَذَانَ فَإِذَا قُضِيَ الْأَذَانُ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ وَيَقُوْلُ أَذْكُرْ كَذَا وَكَذَا مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ إِنْ يَدْرِيْ كَمْ صَلَّى فَإِذَا لَمْ يَدْرِ أَحَدُكُمْ كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ)).

[راجع: ٦٠٨] [مسلم: ٨٥٩؛ نسائي: ١٢٥٢]

(۱۲۳۱) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن ابی عبداللہ دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کے لیے اذان ہوتی ہے تو شیطان ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سنے، جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو پھر آ جاتا ہے۔ پھر جب اقامت ہوتی ہے تو پھر بھاگ پڑتا ہے۔ لیکن اقامت ختم ہوتے ہی پھر آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں فلاں بات یاد کر۔ اس طرح اسے وہ باتیں یاد دلاتا ہے جو اس کے ذہن میں نہیں تھیں۔ لیکن دوسری طرف نمازی کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں اس نے پڑھی ہیں۔ اس لیے اگر کسی کو یہ یاد نہ رہے کہ تین رکعت پڑھیں یا چار تو بیٹھے ہی بیٹھے سہو کے دو سجدے کر لے۔''

تشریح: یعنی جس کو اس قدر بے انداز وسوسے پڑتے ہوں اس کے لئے صرف سہو کے دو سجدے کافی ہیں۔ حسن بصری اور سلف کا ایک گروہ اسی طرف گئے ہیں کہ اس حدیث سے کثیر الوساوس آدمی مراد ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے (للعلامۃ الغزنوی) اور امام مالک شافعی اور احمد رحمۃ اللہ علیہم اس حدیث کو مسلم وغیرہ کی حدیث پر محمول کرتے ہیں جو ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر شک دو یا تین میں ہے تو دو سمجھے اور اگر تین یا چار میں ہے تو تین سمجھے۔ بقیہ کو پڑھ کر سہو کے دو سجدے سلام سے پہلے دے دے۔ (نصر الباری، ج:۱/ص:۴۴۷)

بَابُ السَّهْوِ فِي الْفَرْضِ وَالتَّطَوُّعِ

باب: سجدہ سہو فرض اور نفل دونوں نمازوں میں کرنا چاہیے

وَسَجَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ وِتْرِهِ.

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے وتر کے بعد یہ دو سجدے کئے۔

١٢٣٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي جَاءَ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتَّى لَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى فَإِذَا وَجَدَ ذَلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ)). [راجع: ٦٠٨] [مسلم: ١٢٦٥؛ ابوداود: ١٠٣٠؛ نسائي: ١٢٥١]

(۱۲۳۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان آ کر اس کی نماز میں شبہ پیدا کر دیتا ہے پھر اسے یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں۔ تم میں سے جب کسی کو ایسا اتفاق ہو تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے کر لے۔''

تشریح: یعنی نفل نماز میں بھی فرض کی طرح سجدہ سہو کرنا چاہیے یا نہیں؟ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فعل اور حدیث مذکور سے ثابت کیا کہ سجدہ سہو کرنا چاہیے۔ اس میں ان پر رد ہے جو اس بارے میں فرض اور نفل نمازوں کا امتیاز کرتے ہیں۔

بَابٌ: إِذَا كُلِّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَأَشَارَ بِيَدِهِ وَاسْتَمَعَ

باب: اگر نمازی سے کوئی بات کرے اور وہ سن کر ہاتھ کے اشارے سے جواب دے تو نماز فاسد نہ ہوگی

١٢٣٣ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَزْهَرَ أَرْسَلُوهُ إِلَى عَائِشَةَ، فَقَالُوا: اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ، وَقُلْ لَهَا: إِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّيهِمَا، وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهُمَا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا قَالَ كُرَيْبٌ: فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَبَلَّغْتُهَا

(۱۲۳۳) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، انہیں بکیر نے، انہیں کریب نے کہ ابن عباس، مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہم نے انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہم سب کا سلام کہنا اور اس کے بعد عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں دریافت کرنا۔ انہیں یہ بھی بتا دینا کہ ہمیں خبر ہوئی ہے کہ آپ یہ دو رکعتیں پڑھتی ہیں۔ حالانکہ ہمیں نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان دو رکعتوں سے منع کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان رکعتوں کے پڑھنے پر لوگوں کو مارا بھی تھا۔ کریب نے بیان کیا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور پیغام پہنچایا۔ اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

مَا أَرْسَلُوْنِي فَقَالَتْ: سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ، فَخَرَجْتُ إِلَيْهِمْ فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا فَرَدُّوْنِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُوْنِي بِهِ إِلَى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنْهَا ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيْهِمَا حِيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ: قُوْمِي بِجَنْبِهِ قُوْلِي لَهُ: تَقُوْلُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! سَمِعْتُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا، فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِي عَنْهُ، فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((يَا ابْنَتَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُوْنِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ)). [طرفه في: ٤٣٧٠]

سے اس کے متعلق دریافت کر۔ چنانچہ میں ان حضرات کی خدمت میں واپس ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو نقل کر دی۔ انہوں نے مجھے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا انہیں پیغامات کے ساتھ جن کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں بھیجا تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب دیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ عصر کے بعد نماز پڑھنے سے روکتے تھے لیکن ایک دن میں نے دیکھا کہ عصر کے بعد آپ ﷺ خود یہ دو رکعتیں پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ میرے گھر تشریف لائے۔ میرے پاس انصار کے قبیلہ بنو حرام کی چند عورتیں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس لیے میں نے ایک باندی کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ آپ کے بازو میں ہو کر یہ پوچھے کہ ام سلمہ کہتی ہیں کہ یا رسول اللہ! آپ تو ان دو رکعتوں سے منع کیا کرتے تھے حالانکہ میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ انہیں پڑھتے ہیں۔ اگر آپ ﷺ ہاتھ سے اشارہ کریں تو تم پیچھے ہٹ جانا۔ باندی نے پھر اسی طرح کیا اور آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو پیچھے ہٹ گئی۔ پھر جب آپ فارغ ہوئے تو (آپ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا کہ ''اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق پوچھا، بات یہ ہے کہ میرے پاس عبدالقیس کے کچھ لوگ آ گئے تھے اور ان کے ساتھ بات کرنے میں ظہر کے بعد کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا تھا سو یہ وہی دو رکعتیں ہیں۔''

تشریح: نمازی سے کوئی بات کرے اور وہ سن کر اشارہ سے کچھ جواب دے دے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ کا جوابی اشارہ اس حدیث سے ثابت ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فعل سے حسب موقع کسی خلاف شریعت کام پر مناسب طور پر مارنا اور سختی سے منع کرنا بھی ثابت ہوا۔

بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ، باب: نماز میں اشارہ کرنا

قَالَهُ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

یہ کریب نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

١٢٣٤ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ: أَنَّ رَسُوْلَ

(۱۲۳۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمن نے بیان کیا، ان سے ابوحازم سلمہ بن دینار نے، ان سے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی کہ

اللّٰهِ ﷺ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مَعَهُ، فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ حَانَتِ الصَّلَاةُ، فَهَلْ لَكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ، فَأَقَامَ بِلَالٌ وَتَقَدَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْشِي فِي الصُّفُوْفِ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ، وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُهُ أَنْ يُصَلِّيَ، فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَاللّٰهَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهُ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَالَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيْقِ إِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! إِلَّا الْتَفَتَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِيْنَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ)) فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: مَا كَانَ يَنْبَغِي۔ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. [راجع: ٦٨٤] [مسلم: ٩٥٠؛ نسائي: ٧٨٣]

بنی عمرو بن عوف کے لوگوں میں باہم کوئی جھگڑا پیدا ہوگیا ہے تو آپ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ملاپ کرانے کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ ابھی مشغول ہی تھے کہ نماز کا وقت ہوگیا۔ اس لیے بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ابھی تک تشریف نہیں لائے۔ ادھر نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ کیا آپ لوگوں کی امامت کریں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں اگر تم چاہو۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر تکبیر (تحریمہ) کہی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں آ کر کھڑے ہوگئے۔ لوگوں نے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگاہ کرنے کے لیے) ہاتھ پر ہاتھ بجانے شروع کردیے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف دھیان نہیں دیا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے بہت تالیاں بجائیں تو آپ متوجہ ہوئے اور کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے اشارہ سے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کے لیے کہا، اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور الٹے پاؤں پیچھے کی طرف آ کر صف میں کھڑے ہوگئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ نے فرمایا: "لوگو! نماز میں ایک امر پیش آیا تو تم لوگ ہاتھ پر ہاتھ کیوں مارنے لگے تھے، یہ دستک دینا تو صرف عورتوں کے لیے ہے۔ جس کو نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو سبحان اللہ! کہے کیونکہ جب بھی کوئی سبحان اللہ سنے گا وہ ادھر خیال کرے گا۔ اور اے ابوبکر! میرے اشارے کے باوجود لوگوں کو نماز کیوں نہیں پڑھاتے رہے۔" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بھلا ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا مجال تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے آگے نماز پڑھائے۔

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود اشارہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے رہنے کا حکم فرمایا۔ اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات مقدسہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تو

بعد وفات نبوی آپ کی خلافت بالکل حق بجانب تھی۔ صد افسوس ان لوگوں پر جو آنکھیں بند کر کے محض تعصب کی بنیاد پر خلافت صدیقی سے بغاوت کرتے ہیں۔ اور جمہور امت کا خلاف کر کے معصیت رسول ﷺ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

١٢٣٥۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي الثَّوْرِيُّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّيْ قَائِمَةً وَالنَّاسُ قِيَامٌ فَقُلْتُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ. فَقُلْتُ: آيَةٌ. فَقَالَتْ: بِرَأْسِهَا أَيْ: نَعَمْ. [راجع: ٨٦]

(۱۲۳۵) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی۔ اس وقت وہ کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں۔ لوگ بھی کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی؟ تو انہوں نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا کہ کیا کوئی نشانی ہے؟ تو انہوں نے اپنے سر کے اشارے سے کہا کہ ہاں۔

تشریح: اس روایت سے بھی بحالت نماز اشارہ کرنا ثابت ہوا۔

١٢٣٦۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: صَلَّى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِهِ - وَهُوَ شَاكٍ - جَالِسًا، وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا)). [راجع: ٦٨٨]

(۱۲۳۶) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے باپ عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بیمار تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے گھر ہی میں بیٹھ کر نماز پڑھی لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ لیکن آپ ﷺ نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور نماز کے بعد فرمایا: ''امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لیے جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔''

تشریح: یعنی نبی کریم ﷺ نے بحالت بیماری بیٹھ کر نماز پڑھی اور مقتدیوں کی طرف نماز میں ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں لیکن وفات کی بیماری میں آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، اس سے معلوم ہوا کہ پہلا امر منسوخ ہے۔ (کرمانی)۔

کِتَابُ الْجَنَائِزِ

جنازہ کے احکام ومسائل

تشریح: جنائز جنازۃ کی جمع ہے۔ جس کے معنی میت کے ہیں۔ لفظ جنائز کی وضاحت حضرت مولانا شیخ الحدیث عبیداللہ مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں یہ ہے:

"کتاب الجنائز بفتح الجیم لاغیر جمع جنازة بالفتح والکسر والکسر افصح اسم للمیت فی النعش اوبالفتح اسم لذلك وبالکسر اسم النعش وعلیه المیت وقیل عکسه وقیل هما لغتان فیهما فان لم یکن علیه میت فهو سریر ونعش، هی من جنزه یجنزه باب ضرب اذا ستره ذکره ابن فارس وغیره اورد کتاب الجنائز بعد الصلوة کاکثر المصنفین من المحدثین والفقهاء لان الذی یفعل با لمیت من غسل وتکفین وغیر ذلك لهمه الصلوة علیه لما فیها من فائدة الدعاء له بالنجاة من العذاب لاسیما عذاب القبر الذی سیدفن فیه وقیل لان للانسان حالتین حالة الحیاة وحالة المماة ویتعلق بکل منهما احکام العبادات واحکام المعاملات واهم العبادات الصلوة فلما فرغوا من احکامها المتعلقة بالاحیاء ذکروا ما یتعلق بالموتی من الصلوة وغیرها قیل شرعت صلوة الجنازة بالمدینة فی السنة الاولی من الهجرة فمن مات بمکة قبل الهجرة لم یصل علیه۔" (مرعاة، جلد:۲/ ص:۴۰۲)

خلاصہ یہ کہ لفظ جنائز جیم کے زبر کے ساتھ جنازۃ کی جمع ہے اور لفظ جنازۃ جیم کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ جائز ہے مگر زیر کے ساتھ لفظ جنازۃ زیادہ فصیح ہے۔ میت جب چارپائی یا تختہ میں چھپادی جائے تو اس وقت لفظ جنازہ میت پر بولا جاتا ہے۔ یا خالی اس تختہ پر جس پر میت کو رکھا جائے۔ جب اس پر میت نہ ہو تو وہ تختہ یا چارپائی ہے۔ یہ باب ضرب یضرب سے ہے جب میت کو چھپالے (علامہ شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں تقریباً ایسا ہی لکھا ہے) محدثین اور فقہا کی اکثریت نماز کے بعد ہی کتاب الجنائز لاتے ہیں، اس لئے کہ میت کی تجہیز وتکفین وغسل وغیرہ نماز جنازہ ہی کے پیش نظر کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ اس نماز میں اس کے لئے نجات اخروی اور عذاب قبر سے بچنے کی دعا کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان کے سامنے دو ہی حالتیں ہوتی ہیں ایک حالت زندگی سے متعلق ہے دوسری حالت موت سے متعلق ہے اور ہر حالت کے متعلق عبادات اور معاملات کے احکامات وابستہ ہیں اور عبادات میں اہم چیز نماز ہے۔ پس جب زندگی کے متعلقات سے فراغت ہوئی تو اب موت سے متعلق نماز وغیرہ کا بیان ضروری ہوا۔ کہا گیا ہے کہ نماز جنازہ ہجرت کے پہلے ہی سال مدینہ منورہ میں شروع ہوئی۔ جو لوگ ہجرت سے قبل مکہ ہی میں فوت ہوئے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ انتہی واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ والی حدیث باب کے ذیل میں محترم شیخ الحدیث فرماتے ہیں:

"قال الحافظ: لیس فی قوله الادخل الجنة من الاشکال ما تقدم فی السیاق الماضی ای فی حدیث انس المتقدم لانه اعم من ان یکون قبل التعذیب اوبعده انتهی ففیه اشارة الی انه مقطوع له بدخول الجنة لکن ان لم یکن صاحب کبیرة مات مصرا علیها دخل الجنة ولا وان کان صاحب کبیرة مات مصرا علیها فهو تحت المشیئة فان عفی عنه دخل اولا والا عذب بقدرها ثم اخرج من النار وخلد من فی الجنة کذا قرروا فی شرح الحدیث۔" (مرعاة، جلد:۱/ ص:۵۷)

یعنی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ کلمہ طیبہ توحید و رسالت کا اقرار صحیح کرنے والا اور شرک جلی اور خفی سے پورے طور پر پرہیز کرنے والا ضرور جنت میں جائے گا خواہ اس نے زنا اور چوری بھی کی ہو۔ اس کا یہ جنت میں جانا گناہوں کا عذاب بھگتنے کے بعد ہوگا یا پہلے بھی ہو سکتا ہے۔ اس کا جنت میں ایک نہ ایک دن داخل ہونا قطعی ہے اور اگر کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوا اور کلمہ طیبہ ہی پر رہا تو وہ اول ہی میں جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس بارے میں جو مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں۔ سب میں تطبیق یہی ہے کہ کسی حدیث میں اجمال ہے اور کسی میں تفصیل ہے سب کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایک شرک ہی ایسا گناہ ہے جس کے لئے دوزخ میں ہمیشگی کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ خود قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (۴/النساء:۱۱۶) یعنی ''بے شک اللہ پاک ہرگز نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے اور اس گناہ کے علاوہ وہ جس بھی گناہ کو چاہے بخش سکتا ہے۔'' اعاذنا الله من الشرك الجلي والخفي۔ آمین

بَابٌ: فِي الْجَنَائِزِ وَمَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

باب: جنازوں کے متعلق جو حدیثیں آئی ہیں اور جس شخص کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو، اس کا بیان

وَقِيلَ لِوَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ: أَلَيْسَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: بَلَى، وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا لَهُ أَسْنَانٌ، فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ، وَإِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ.

اور وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ کیا لا الٰہ الا اللہ جنت کی کنجی نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ضرور ہے لیکن کوئی کنجی ایسی نہیں ہوتی جس میں دندانے نہ ہوں۔ اس لیے اگر تم دندانے والی کنجی لاؤ گے تو تالا (قفل) کھلے گا ورنہ نہیں کھلے گا۔

تشریح: باب ماجاء حدیث باب کی شرح اور تفسیر ہے۔ یعنی حدیث باب میں جو آیا ہے کہ میری امت میں سے جو شخص توحید پر مرے گا وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ اگر اس نے زنا چوری وغیرہ بھی کی ہو۔ اس سے یہ مراد ہے کہ اس کا آخری کلام جس پر اس کا خاتمہ ہو لا اله الا الله محمد رسول الله ہو۔ یعنی اس کو دخول جنت تب ہی نصیب ہوگا کہ وہ اللہ کے ساتھ شریک نہ بناتا ہو اور اس کی موت کلمے پر ہو اور لا اله الا الله نام ہے سارے کلمے کا جس طرح قل هو الله نام ہے ساری سورت کا۔ کہتے ہیں کہ میں نے قل هو الله پڑھی مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ سورت پڑھی جس کے اول میں قل هو الله کے الفاظ ہیں۔ للعلامة الغزنوي۔

اس کی وضاحت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمہ اللہ یوں فرماتے ہیں: "والتلقين ان يذكره عنده ويقوله بحضرته ويتلفظ به عنده حتى يسمع ليتفطن فيقوله لا ان يامره به ويقول لا اله الا الله الا ان يكون كافرا فيقول له قل كما قال رسول الله ﷺ لعمه ابي طالب وللغلام اليهودي۔" (مرعاة ج: ٢/ ص: ٤٤٧) یعنی تلقین کا مطلب یہ کہ اس کے سامنے اس کلمہ کا ذکر کرے اور اس کے سامنے اس کے لفظ ادا کرے تاکہ وہ خود ہی سمجھ کر اپنی زبان سے یہ کہنے لگ جائے۔ اسے حکم نہ کرے بلکہ اس کے سامنے لا الٰہ الا اللہ کہتا رہے اور اگر یہ تلقین کسی کافر کو کرنی ہے تو اس طرح تلقین کرے جس طرح نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب اور ایک یہودی لڑکے کو تلقین کی تھی یعنی توحید و رسالت ہر دو کے اقرار کے لئے لااله الا الله محمد رسول الله کے ساتھ تلقین کرے۔ مسلمان کے لئے تلقین میں صرف کلمہ لااله الا الله کافی ہے۔ اسلئے کہ وہ مسلمان ہے اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر اس کا ایمان ہے۔ لہٰذا تلقین میں صرف کلمہ توحید ہی اس کے لئے منقول ہے:

"ونقل جماعة من الاصحاب انه يضيف اليها محمد رسول الله" (مرعاۃ حوالہ مذکور) یعنی اصحاب سے یہ بھی منقول ہے کہ محمد رسول الله کا بھی اضافہ کیا جائے مگر جمہور سے صرف لااله الاالله ہی کے اوپر اقتصار کرنا منقول ہے۔ مگر یہ حقیقت پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ کلمہ طیبہ توحید و رسالت کے ہر دو اجزا یعنی لااله الا الله محمد رسول الله ہی کا نام ہے۔ اگر کوئی شخص صرف پہلا جزو تسلیم کرے اور دوسرے جزو سے

انکار کرے تو وہ بھی عنداللہ کافر مطلق ہی ہے۔

١٢٣٧ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ، قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ، عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَتَانِي آتٍ مِنْ رَبِّي فَأَخْبَرَنِي ـ أَوْ قَالَ بَشَّرَنِي ـ أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ)) فَقُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ: ((وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ)) . [أطرافه في: ١٤٠٨، ٢٣٨٨، ٣٢٢٢، ٥٨٢٧، ٦٢٦٨، ٦٤٤٣، ٦٤٤٤، ٧٤٨٧] [مسلم: ٢٧٢]

(۱۲۳۷) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے مہدی بن میمون نے، کہا ہم سے واصل بن حیان احدب (کبڑے) نے، ان سے معرور بن سوید نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(کہ خواب میں) میرے پاس میرے رب کا ایک آنے والا (فرشتہ) آیا۔ اس نے مجھے خبر دی۔“ یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ ”اس نے مجھے خوشخبری دی کہ میری امت سے جو کوئی اس حال میں مرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس نے کوئی شریک نہ ٹھہرایا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔“ اس پر میں نے پوچھا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو، اگر چہ اس نے چوری کی ہو، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں اگر چہ زنا کیا ہو، اگر چہ چوری کی ہو۔“

تشریح: ابن رشید نے کہا احتمال ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ مراد ہو کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ یہ کلمہ توحید موت کے وقت پڑھ لے اسکے گزشتہ گناہ ساقط ہو کر معاف ہو جائیں گے اور اخلاص ملتزم توبہ اور ندامت ہے اور اس کلمے کا پڑھنا اس کیلئے نشانی ہو اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس واسطے لائے تا کہ ظاہر ہو کہ صرف کلمہ پڑھنا کافی نہیں بلکہ اعتقاد اور عمل ضروری ہے۔ اس واسطے کتاب اللباس میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے آخر میں ہے کہ ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث موت کے وقت کیلئے ہے یا اس سے پہلے جب توبہ کرے اور نادم ہو۔ وہیب کے اثر کو مؤلف نے اپنی تاریخ میں موصولاً روایت کیا ہے اور ابونعیم نے حلیہ میں۔ (فتح الباری)

١٢٣٨ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ حَدَّثَنَا شَقِيْقٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ)) وَقُلْتُ أَنَا: مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. [طرفاه في: ٤٤٩٧، ٦٦٨٣]

(۱۲۳۸) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے باپ حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شقیق بن سلمہ نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اس حالت میں مرے کہ کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا۔“ اور میں یہ کہتا ہوں کہ جو اس حالت میں مرا کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔

تشریح: اس کی مزید وضاحت حدیث انس رضی اللہ عنہ میں موجود ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا: ”اے ابن آدم! اگر تو دنیا بھر کے گناہ لے کر مجھ سے ملاقات کرے مگر تو نے شرک نہ کیا ہو تو میں تیرے پاس دنیا بھر کی مغفرت لے کر آؤں گا۔“ (رواہ الترمذی) خلاصہ یہ کہ شرک بدترین گناہ ہے اور توحید اعظم ترین نیکی ہے۔ موحد گناہگار مشرک عبادت گزار سے بہر حال ہزار درجے بہتر ہے۔

بَابُ الْأَمْرِ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

باب: جنازہ میں شریک ہونے کا حکم

١٢٣٩ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ،

(۱۲۳۹) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان

عَنِ الْأَشْعَثِ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ أَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ، وَرَدِّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَنَهَانَا عَنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ، وَخَاتَمِ الذَّهَبِ، وَالْحَرِيرِ، وَالدِّيبَاجِ، وَالْقَسِّيِّ، وَالْإِسْتَبْرَقِ.

[أطرافه في: ٢٤٤٥، ٥١٧٥، ٥٦٣٥، ٥٦٥٠، ٥٨٣٨، ٥٨٤٩، ٥٨٦٣، ٦٢٢٢، ٦٢٣٥، ٦٦٥٤] [مسلم: ٥٣٨٨، ٥٣٦٠؛ ترمذي: ١٧٦٠، ٢٨٠٩؛ نسائي: ٣٧٨٧، ٥٣٢٤؛ ابن ماجه: ٢١١٥، ٣٥٨٩]

سے اشعث بن ابی الشعثاء نے، انہوں نے کہا کہ میں نے معاویہ بن سوید بن مقرن سے سنا، وہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے سات کاموں کا حکم دیا اور سات کاموں سے روکا۔ ہمیں آپ ﷺ نے حکم دیا تھا: جنازے کے ساتھ چلنے، مریض کی مزاج پرسی، دعوت قبول کرنے، مظلوم کی مدد کرنے کا، قسم پوری کرنے، سلام کے جواب دینے، چھینک پر یرحمك الله کہنے کا اور آپ ﷺ نے ہمیں منع کیا تھا: چاندی کا برتن (استعمال میں لانے) سے، سونے کی انگوٹھی پہننے سے، ریشم اور دیباج (کے کپڑوں کے پہننے) سے، قسی سے، استبرق سے۔

تشریح: دیباج اور قسی اور استبرق یہ بھی ریشمی کپڑوں کی قسمیں ہیں۔ قسی کپڑے شام سے یا مصر سے بن کر آتے اور استبرق موٹا ریشمی کپڑا۔ یہ سب چھ چیزیں ہوئیں۔ ساتویں چیز کا بیان اس روایت میں چھوٹ گیا ہے وہ ریشمی چارجاموں پر سوار ہونا یا ریشمی گدیوں پر جو زین کے اوپر رکھی جاتی ہیں۔

١٢٤٠ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ)) تَابَعَهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَرَوَاهُ سَلَامَةُ عَنْ عُقَيْلٍ. [مسلم: ٥٦٥١؛ ابوداود: ٥٠٣٠]

(۱۲۴۰) ہم سے محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن ابی سلمہ نے بیان کیا، ان سے امام اوزاعی نے، انہوں نے کہا کہ مجھے ابن شہاب نے خبردی، کہا کہ مجھے سعید بن میتب نے خبردی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: "مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کا مزاج معلوم کرنا، جنازے کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا، اور چھینک پر (اس کے الحمدللہ کے جواب میں) یرحمك الله کہنا۔" اس روایت کی متابعت عبدالرزاق نے کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معمر نے خبردی تھی۔ اور اس کی روایت سلامہ نے بھی عقیل سے کی ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے جنازہ میں شرکت کرنا بھی حقوق مسلمین میں داخل ہے۔ حافظ نے کہا کہ عبدالرزاق کی روایت کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نکالا ہے اور سلامہ کی روایت کو ذہلی نے زہریات میں۔

بَابُ الدُّخُوْلِ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ

باب: میت کو جب کفن میں لپیٹا جا چکا ہو تو اس کے

الْمَوْتِ إِذَا أُدْرِجَ فِي أَكْفَانِهِ

پاس جانا (جائز ہے)

١٢٤١، ١٢٤٢ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، وَيُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى فَرَسِهِ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ، فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ، حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ، فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ، ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ ثُمَّ بَكَى فَقَالَ: بِأَبِي أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ! لَا يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَ اللَّهُ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا. [اطرافه في: ٣٦٦٧، ٣٦٦٩، ٤٤٥٢، ٤٤٥٥، ٥٧١٠]

[نسائي: ١٨٤٠؛ ابن ماجه: ١٦٢٧]

(۱۲۴۱، ۴۲) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبردی، کہا کہ مجھے معمر بن راشد اور یونس نے خبردی، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے ابوسلمہ نے خبردی کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبردی کہ (جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوگئی) ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو سنح میں تھا گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اترتے ہی مسجد میں تشریف لے گئے۔ پھر کسی سے گفتگو کئے بغیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آئے (جہاں نبی کریم ﷺ کا جسم مبارک رکھا ہوا تھا) اور نبی کریم ﷺ کی طرف گئے۔ نبی اکرم ﷺ کو بردحبرہ (یمن کی بنی ہوئی دھاری دار چادر) سے ڈھانک دیا گیا تھا۔ پھر آپ نے نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک کھولا اور جھک کر اس کا بوسہ لیا اور رونے لگے۔ آپ نے کہا، میرے باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ دو موتیں آپ پر کبھی جمع نہیں کرے گا۔ سوائے ایک موت کے جو آپ کے مقدر میں تھی سو آپ وفات پاچکے۔

قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: فَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ: اجْلِسْ فَأَبَى فَقَالَ: اجْلِسْ فَأَبَى، فَتَشَهَّدَ أَبُو بَكْرٍ فَمَالَ إِلَيْهِ النَّاسُ، وَتَرَكُوا عُمَرَ فَقَالَ: أَمَّا بَعْدُ! فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُاللَّهَ عَزَّوَجَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ إِلَى ﴿الشَّاكِرِينَ﴾. [آل عمران: ١٤٤] وَاللَّهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ، فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ إِلَّا يَتْلُوهَا. [اطرافه في:

ابوسلمہ نے کہا کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبردی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب باہر تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت لوگوں سے کچھ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں مانے۔ پھر دوبارہ آپ نے بیٹھنے کے لیے کہا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں مانے۔ آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا تو تمام مجمع آپ کی طرف متوجہ ہوگیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: امابعد! اگر کوئی شخص تم میں سے محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد ﷺ کی وفات ہو چکی اور اگر کوئی اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ باقی رہنے والا ہے۔ وہ کبھی مرنے والا نہیں اللہ پاک نے فرمایا ہے: ''محمد صرف اللہ کے رسول ہیں اور بہت سے رسول اس سے پہلے بھی گزر چکے ہیں۔'' الشاکرین تک (آپ نے آیت تلاوت کی) قسم اللہ کی ایسا معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آیت کی تلاوت سے پہلے جیسے

٣٦٦٨، ٦٣٧٠، ٤٤٥٣، ٤٤٥٤، ٤٤٥٧، ٥٧١١]

معلوم ہی نہ تھا کہ یہ آیت بھی اللہ پاک نے قرآن مجید میں اتاری ہے۔ اب تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیکھ لی پھر تو ہر شخص کی زبان پر یہی آیت تھی۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک کھولا اور آپ کو بوسہ دیا۔ یہیں سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک تہلکہ مچ گیا تھا۔ مگر بروقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امت کو سنبھالا اور حقیقت حال کا اظہار فرمایا جس سے مسلمانوں میں ایک گونہ سکون ہوگیا۔ اور سب کو اس بات پر اطمینان کلی حاصل ہوگیا کہ اسلام اللہ کا ایسا دین ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اسلام کی بقا پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں کی جماعت کے ایک فرد فرید ہیں۔ اور دنیا میں جو بھی رسول آئے اپنے اپنے وقت پر دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ایسے ہی آپ بھی اپنا مشن پورا کر کے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ خیال بھی ہوگیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ زندہ ہوں گے۔ اسی لئے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ پاک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو موت طاری نہیں کرے گا۔ اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارك وسلم۔ آمین

١٢٤٣ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ۔ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ۔ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ اقْتُسِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ قُرْعَةً فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ، فَأَنْزَلْنَاهُ فِيْ أَبْيَاتِنَا، فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ وَغُسِّلَ وَكُفِّنَ فِيْ أَثْوَابِهِ، دَخَلَ رَسُوْلُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ: رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ، فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللَّهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((وَمَا يُدْرِيْكِ أَنَّ اللَّهَ أَكْرَمَهُ؟)) فَقُلْتُ: بِأَبِيْ أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللَّهُ؟ فَقَالَ: ((أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِيْنُ وَاللَّهِ! إِنِّيْ لَأَرْجُوْلَهُ الْخَيْرَ وَاللَّهِ مَا أَدْرِيْ وَأَنَا رَسُوْلُ اللَّهِ مَا يُفْعَلُ بِيْ)) قَالَتْ: فَوَاللَّهِ لَا أُزَكِّيْ أَحَدًا بَعْدَهُ أَبَدًا.

(١٢٤٣) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے کہا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے فرمایا کہ مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ ام العلاء انصار کی ایک عورت نے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، انہیں خبر دی کہ مہاجرین قرعہ ڈال کر انصار میں بانٹ دیئے گئے تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے حصہ میں آئے۔ چنانچہ ہم نے انہیں اپنے گھر میں رکھا۔ آخر وہ بیمار ہوئے اور اسی میں وفات پا گئے۔ وفات کے بعد غسل دیا گیا اور کفن میں لپیٹ دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے کہا: ابوسائب آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں میری آپ کے متعلق شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت فرمائی ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت فرمائی ہے؟'' میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں پھر کس کی اللہ تعالیٰ عزت افزائی کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ''اس میں شبہ نہیں کہ ان کی موت آ چکی، قسم اللہ کی کہ میں بھی ان کے لیے خیر ہی کی امید رکھتا ہوں لیکن واللہ! مجھے خود اپنے متعلق بھی معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ حالانکہ میں اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔'' ام العلاء نے کہا کہ اللہ کی قسم! اب میں کبھی کسی کے متعلق (اس طرح کی) گواہی نہیں دوں گی۔

تشریح: اس روایت میں کئی امور کا بیان ہے۔ ایک تو اس کا کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پریشانی رفع کرنے کے لئے انصار سے ان کا بھائی چارہ قائم کرا دیا۔ اس بارے میں قرعہ اندازی کی گئی اور جو مہاجرین جس انصاری کے حصہ میں آیا وہ اس کے حوالہ کر دیا گیا۔

انہوں نے سگے بھائیوں سے زیادہ ان کی خاطر تواضع کی۔ ترجمہ باب اس سے نکلا کہ نبی کریم ﷺ نے غسل وکفن کے بعد عثمان بن مظعون کو دیکھا۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ کسی بھی بندے کے متعلق حقیقت کا علم اللہ ہی کو حاصل ہے۔ ہمیں اپنے ظن کے مطابق ان کے حق میں نیک گمان کرنا چاہیے۔ حقیقت حال کو اللہ کے حوالے کرنا چاہیے۔

کئی معاندین اسلام نے یہاں اعتراض کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو خود اپنی بھی نجات کا یقین نہ تھا تو آپ اپنی امت کی کیا سفارش کریں گے۔

اس اعتراض کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ابتدائے اسلام کا ہے، بعد میں اللہ نے آپ کو سورۂ فتح میں یہ بشارت دی کہ آپ کے اگلے اور پچھلے سب گناہ بخش دیئے گئے تو یہ اعتراض خود رفع ہوگیا اور ثابت ہوا کہ اس کے بعد آپ کو اپنی نجات سے متعلق یقین کامل حاصل ہوگیا تھا۔ پھر بھی شان بندگی اس کو مستلزم ہے کہ پروردگار کی شان صمدیت ہمیشہ ملحوظ خاطر رہے۔ آپ ﷺ کا شفاعت کرنا برحق ہے۔ بلکہ شفاعت کبریٰ کا مقام محمود آپ ﷺ کو حاصل ہے۔

حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، مِثْلَهُ. وَقَالَ نَافِعُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ عُقَيْلٍ: ((مَا يُفْعَلُ بِهِ)) وَتَابَعَهُ شُعَيْبٌ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَمَعْمَرٌ. [أطرافه في: ٢٦٨٧، ٣٩٢٩، ٧٠٠٣، ٧٠٠٤، ٧٠١٨]

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا اور ان سے لیث نے سابقہ روایت کی طرح بیان کیا، نافع بن یزید نے عقیل سے (ما یفعل بی کے بجائے) **ما یفعل به** کے الفاظ نقل کئے ہیں اور اس روایت کی متابعت شعیب، عمرو بن دینا اور معمر نے کی ہے۔

تشریح: اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ قسم اللہ کی میں نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ حالانکہ اس کے حق میں میرا گمان نیک ہی ہے۔

١٢٤٤۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ أَبْكِي، وَيَنْهَوْنِي وَالنَّبِيُّ ﷺ لَا يَنْهَانِي، فَجَعَلَتْ عَمَّتِي فَاطِمَةُ تَبْكِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَبْكِيْنَ أَوْ لَا تَبْكِيْنَ، فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رَفَعْتُمُوْهُ)) تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا. [أطرافه في: ١٢٩٣، ٢٨١٦، ٤٠٨٠] [مسلم: ٦٣٥٥؛ نسائي: ١٨٤٤]

(۱۲۴۴) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن منکدر سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ ؓ سے سنا، انہوں کہا کہ جب میرے والد شہید کردیئے گئے تو میں ان کے چہرے پر پڑا ہوا کپڑا کھولتا اور روتا تھا۔ دوسرے لوگ تو مجھے اس سے روکتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔ آخر میں چچی فاطمہ ؓ بھی رونے لگیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''تم لوگ روؤ یا چپ رہو۔ جب تک تم لوگ میت کو اٹھاتے نہیں ملائکہ تو برابر اس پر اپنے پروں کا سایہ کئے ہوئے ہیں۔'' اس روایت کی متابعت شعبہ کے ساتھ ابن جریج نے کی، انہیں ابن منکدر نے خبر دی اور انہوں نے جابر ؓ سے سنا۔

تشریح: منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ کافروں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کو قتل کر کے ان کے ناک کان بھی کاٹ ڈالے تھے۔ایسی حالت میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ مناسب جانا کہ جابر رضی اللہ عنہ ان کو نہ دیکھیں تو بہتر ہوگا تا کہ ان کو مزید صدمہ نہ ہو۔حدیث سے نکلا کہ مردے کو دیکھ سکتے ہیں۔اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر کو منع نہیں فرمایا۔

بَابُ الرَّجُلِ يَنْعَى إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهِ

باب: آدمی اپنی ذات سے موت کی خبر میت کے وارثوں کو سنا سکتا ہے

١٢٤٥ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَخَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى، فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا. [أطرافه في: ١٣١٨، ١٣٢٧، ١٣٢٨، ١٣٣٣، ٣٨٨٠، ٣٨٨١] [مسلم: ٢٢٠٤؛ ابوداود: ٣٢٠٤؛ نسائي: ١٩٧٠، ١٩٧١]

(۱۲۴۵) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی وفات کی خبر اسی دن دی جس دن اس کی وفات ہوئی تھی۔ پھر آپ نماز پڑھنے کی جگہ گئے۔ اور لوگوں کے ساتھ صف باندھ کر (جنازہ کی نماز میں) چار تکبیریں کہیں۔

تشریح: بعض نے اس کو برا سمجھا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر ان کا رد کیا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نجاشی اور زید اور جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی موت کی خبریں ان کے لوگوں کو سنائیں۔ آپ نے نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی حالانکہ وہ حبش کے ملک میں مرا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تھے تو میت غائب پر نماز پڑھنا جائز ہوا۔ اہلحدیث اور جمہور علما کے نزدیک یہ جائز ہے اور حنفیہ نے اس میں خلاف کیا ہے۔ یہ حدیث ان پر حجت ہے۔ اب یہ تاویل کی کہ اس کا جنازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا تھا فاسد ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔ دوسرے اگر سامنے بھی لایا گیا ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا ہوگا نہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے، انہوں نے تو غائب پر نماز پڑھی۔ (وحیدی)

نجاشی کے متعلق حدیث کو مسلم و احمد و نسائی و ترمذی نے بھی روایت کیا اور سب نے ہی اس کی تصحیح کی ہے۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد استدل بهذه القصة القائلون بمشروعية الصلوة على الغائب عن البلد قال فى الفتح وبذلك قال الشافعي واحمد وجمهور السلف حتى قال ابن حزم لم يات عن احد من الصحابة منعه قال الشافعي الصلوة على الميت دعاء له فكيف لا يدعي له وهو غائب اوفى القبر۔" (نيل الاوطار)

یعنی جو حضرات نماز جنازہ غائبانہ کے قائل ہیں انہوں نے اسی واقع سے دلیل پکڑی ہے اور فتح الباری میں ہے کہ امام شافعی اور احمد اور جمہور سلف کا یہی مسلک ہے۔ بلکہ علامہ ابن حزم کا قول تو یہ ہے کہ کسی بھی صحابی سے اس کی ممانعت نقل نہیں ہوئی۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ جنازہ کی نماز میت کے لئے دعا ہے۔ پس وہ غائب ہو یا قبر میں اتار دیا گیا ہو، اس کے لئے دعا کیوں نہ کی جائے گی۔

نجاشی کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ بن معاویہ لیثی کا جنازہ غائبانہ ادا فرمایا جن کا انتقال مدینہ میں ہوا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں تھے اور معاویہ بن مقرن اور معاویہ بن معاویہ مزنی کے متعلق بھی ایسے واقعات نقل ہوئے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنازے غائبانہ ادا فرمائے۔ اگرچہ یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ پھر بھی واقعہ نجاشی سے ان کی تقویت ہوتی ہے۔ جو لوگ نماز جنازہ غائبانہ کے قائل نہیں ہیں وہ

اس بارے میں مختلف اعتراض کرتے ہیں۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ بحث کے آخر میں فرماتے ہیں: "والحاصل انه لم يات المانعون من الصلوة على الغائب بشيء يعتدبه...... الخ۔" یعنی مانعین کوئی ایسی دلیل نہیں لا سکے ہیں جسے گنتی شمار میں لایا جائے۔ پس ثابت ہوا کہ نماز جنازہ غائبانہ بلا کراہت جائز اور درست ہے تفصیل مزید کے لئے (نیل الاوطار جلد:۳/ص:۵۶،۵۵) کا مطالعہ کیا جائے۔

١٢٤٦۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيْبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيْبَ ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيْبَ۔ وَإِنَّ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَتَذْرِفَانِ- ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ مِنْ غَيْرِ امْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ))۔ [أطرافه في: ٢٦٩٨، ٣٠٦٣، ٣٦٣٠، ٣٧٥٧، ٤٢٦٢] [نسائي: ١٨٧٧]

(۱۲۴۶) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے حمید بن ہلال نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "زید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا سنبھالا لیکن وہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہوئے۔ پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے اس وقت رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بہہ رہے تھے (آپ ﷺ نے فرمایا) اور پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خود اپنے طور پر جھنڈا اٹھا لیا، اور ان کو فتح حاصل ہوئی۔"

تشریح: یہ غزوۂ موتہ کا واقعہ ہے جو ۸ھ میں ملک شام کے پاس بلقان کی سرزمین پر ہوا تھا مسلمان تین ہزار تھے اور کافر بے شمار، آپ نے زید بن حارثہ کو امیر لشکر بنایا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ قیادت کریں اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔ یہ تینوں سردار شہید ہوئے۔ پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے (ازخود) کمان سنبھالی اور (اللہ نے ان کے ہاتھ پر) کافروں کو شکست فاش دی۔ نبی کریم ﷺ نے لشکر کے لوٹنے سے پہلے ہی سب خبریں لوگوں کو سنا دیں۔ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے کئی معجزات بھی مذکور ہوئے ہیں۔

بَابُ الْإِذْنِ بِالْجَنَازَةِ

باب: جنازہ تیار ہو تو لوگوں کو خبر دینا

وَقَالَ أَبُوْ رَافِعٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَا آذَنْتُمُوْنِيْ))۔

اور ابو رافع نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم لوگوں نے مجھے خبر کیوں نہ دی۔"

١٢٤٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَاتَ إِنْسَانٌ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوْدُهُ فَمَاتَ بِاللَّيْلِ فَدَفَنُوْهُ لَيْلًا، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرُوْهُ فَقَالَ: ((مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تُعْلِمُوْنِيْ)) قَالُوْا: كَانَ اللَّيْلُ فَكَرِهْنَا۔ وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ۔ أَنْ نَشُقَّ عَلَيْكَ فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ۔ [راجع: ٨٥٧]

(۱۲۴۷) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، انہیں ابو معاویہ نے خبر دی، انہیں ابو اسحاق شیبانی نے، انہیں شعبی نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ "ایک شخص کی وفات ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کو جایا کرتے تھے۔ چونکہ ان کا انتقال رات میں ہوا تھا اس لیے رات کو لوگوں نے انہیں دفن کر دیا اور جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ کو خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا" (کہ جنازہ تیار ہوتے وقت) مجھے بتانے میں (کیا) رکاوٹ تھی؟" لوگوں نے کہا کہ رات تھی اور اندھیرا بھی تھا۔ اس لیے ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ کہیں آپ کو تکلیف ہو۔ پھر آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لائے اور نماز پڑھی۔

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرنے والوں کے نماز جنازہ کے لئے سب کو اطلاع ہونی چاہیے اور اب بھی ایسے مواقع میں جنازہ قبر پر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ مَاتَ لَهُ وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ

باب: اس شخص کی فضیلت جس کی کوئی اولاد مر جائے اور وہ اجر کی نیت سے صبر کرے

وَقَالَ اللّٰهُ [عَزَّ وَجَلَّ]: ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ﴾ [البقرة: ١٥٥]

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ بقرہ میں) فرمایا ہے کہ ''صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا۔''

١٢٤٨ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ يُتَوَفَّى لَهُ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ)) [طرفه في: ١٣٨١] [نسائي: ١٨٧٢؛ ابن ماجه: ١٦٠٥]

(۱۲۴۸) ہم سے ابومعمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے، ان سے عبدالعزیز نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کے اگر تین بچے مر جائیں جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کے نتیجے میں جو ان بچوں سے وہ رکھتا ہے مسلمان (بچے کے باپ اور ماں) کو بھی جنت میں داخل کرے گا۔''

١٢٤٩ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ، عَنْ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ أَنَّ النِّسَاءَ، قُلْنَ لِلنَّبِيِّ ﷺ اجْعَلْ لَنَا يَوْمًا، فَوَعَظَهُنَّ، فَقَالَ: ((أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَ لَهَا ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ كُنَّ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ)). فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: ((وَاثْنَانِ)). [راجع: ١٠١]

(۱۲۴۹) ہم نے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے ان سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ اصبہانی نے، ان سے ذکوان نے اور ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ عورتوں نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں بھی نصیحت کرنے کے لیے آپ ﷺ ایک دن خاص فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے (ان کی درخواست منظور فرماتے ہوئے ایک خاص دن میں) ان کو وعظ فرمایا اور بتلایا: ''جس عورت کے تین بچے مر جائیں تو وہ اس کے لیے جہنم سے پناہ بن جاتے ہیں۔'' اس پر ایک عورت نے پوچھا، اگر کسی کے دو ہی بچے مریں؟ آپ نے فرمایا کہ ''دو بچوں پر بھی۔''

١٢٥٠ـ وَقَالَ شَرِيْكٌ: عَنِ ابْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، حَدَّثَنِيْ أَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ. [راجع: ١٠٢]

(۱۲۵۰) شریک نے ابن اصبہانی سے بیان کیا کہ ان سے ابوصالح نے بیان کیا اور ان سے ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ وہ بچے مراد ہیں جو ابھی بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔

١٢٥١ـ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ

(۱۲۵۱) ہم سے علی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، انہوں نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا، انہوں نے سعید بن مسیب سے سنا اور انہوں نے

الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَيَلِجَ النَّارَ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ)) [طرفه في: ٦٦٥٦] [قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: ﴿وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾].

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کسی کے اگر تین بچے مر جائیں تو وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اور اگر جائے گا بھی تو صرف قسم پوری کرنے کے لیے۔'' ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ (قرآن کی آیت یہ ہے) ''تم میں سے ہر ایک کو دوزخ کے اوپر سے گزرنا ہوگا۔''

[مريم: ٧١] [مسلم: ٦٦٩٧؛ ابن ماجه: ١٦٠٣]

تشریح: نابالغ بچوں کی وفات پر اگر ماں باپ صبر کریں تو اس پر ثواب ملتا ہے۔ قدرتی طور پر اولاد کی موت ماں باپ کے لئے بہت بڑا غم ہے اور اسی لئے اگر کوئی اس پر یہ سمجھ کر صبر کرے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے یہ بچہ دیا تھا اور اب اسی نے اٹھا لیا تو اس حادثہ کی سنگینی کے مطابق اس پر ثواب بھی اتنا ہی ملے گا۔ اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آخرت میں اس کی جگہ جنت میں ہوگی۔ آخر میں یہ بتایا ہے کہ جہنم سے یوں تو ہر مسلمان کو گزرنا ہوگا لیکن جو مومن بندے اس کے مستحق نہیں ہوں گے، ان کا گزرنا بس ایسا ہی ہوگا جیسے قسم پوری کی جا رہی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر قرآن مجید کی آیت بھی لکھی ہے۔ بعض علما نے اس کی یہ توجیہ بیان کی ہے کہ پل صراط چونکہ ہے ہی جہنم پر اور اس سے ہر انسان کو گزرنا ہوگا، اب جو نیک ہے وہ اس سے آسانی گزر جائے گا لیکن بدعمل یا کافر اس سے گزر نہ سکیں گے اور جہنم میں چلے جائیں گے تو جہنم سے گزرنے سے یہی مراد ہے۔

یہاں اس بات کا بھی لحاظ رہے کہ حدیث میں نابالغ اولاد کے مرنے پر اس اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔ بالغ کا ذکر نہیں ہے حالانکہ بالغ اور خصوصاً جوان اولاد کی موت کا سانحہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے ماں باپ کی اللہ تعالیٰ سے سفارش کرتے ہیں۔ بعض روایتوں میں ایک بچے کی موت پر بھی یہی وعدہ موجود ہے۔ جہاں تک صبر کے اجر کا تعلق ہے وہ بہرحال بالغ کی موت پر بھی ملے گا۔

الغرض دوزخ کے اوپر سے گزرنے کا مطلب پل صراط کے اوپر سے گزرنا مراد ہے جو دوزخ پشت پر نصب ہے پس مومن کا دوزخ میں جانا یہی پل صراط کے اوپر سے گزرنا ہے۔ آیت مبارکہ: ﴿وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ (۱۹/مریم:۷۱) کا یہی مفہوم ہے۔

بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ: اصْبِرِي

باب: کسی مرد کا کسی عورت سے قبر کے پاس یہ کہنا کہ صبر کر

١٢٥٢۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ وَهِيَ تَبْكِي فَقَالَ: ((اِتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي)) [أطرافه في: ١٢٨٣، ١٣٠٢، ٧١٥٤] [مسلم: ٢١٣٩؛ ابوداود: ٣١٢٤؛ ترمذي: ٩٨٨؛ نسائي: ١٨٦٨]

(۱۲۵۲) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ثابت نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اللہ سے ڈر اور صبر کر۔'' (تفصیل آگے آ رہی ہے)۔

بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَوُضُوْءِهِ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ

باب: میت کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا اور وضو کرانا

وَحَنَّطَ ابْنُ عُمَرَ ابْنًا لِسَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ، وَحَمَلَهُ وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الْمُسْلِمُ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا. وَقَالَ سَعْدٌ: لَوْ كَانَ نَجِسًا مَا مَسِسْتُهُ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ)). [راجع: ٢٨٥]

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بچے (عبدالرحمن) کو خوشبو لگائی پھر اس کی نعش اٹھا کر لے گئے اور نماز پڑھی، پھر وضو نہیں کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا، زندہ ہو یا مردہ۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر (سعید بن زید رضی اللہ عنہ) کی نعش نجس ہوتی تو میں اسے چھوتا ہی نہیں۔ نبی کریم کا ارشاد ہے: ''مومن ناپاک نہیں ہوتا۔''

١٢٥٣ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ أَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهُ فَقَالَ: ((اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُوْرًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِيْ)) فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَعْطَانَا حِقْوَهُ فَقَالَ: ((أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ)) تَعْنِيْ إِزَارَهُ. [راجع:١٦٧] [مسلم: ٢١٦٨، ٢١٧٠؛ ابوداود: ٣١٧٠؛ نسائي: ١٨٨٠، ١٨٨٥، ١٨٨٦، ١٨٨٩، ١٨٩٢؛ ابن ماجه: ١٤٥٨، ١٤٥٩]

(١٢٥٣) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے اور ان سے محمد بن سیرین نے، ان سے ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بیٹی (زینب یا ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کی وفات ہوئی آپ وہاں تشریف لائے، اور فرمایا کہ ''تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ دے سکتی ہو۔ غسل کے پانی میں بیری کے پتے ملا لو اور آخر میں کافور یا (یہ کہا کہ) کچھ کافور کا استعمال کر لینا اور غسل سے فارغ ہونے پر مجھے خبر دے دینا۔'' چنانچہ ہم نے جب غسل دے لیا تو آپ ﷺ کو خبر دے دی۔ آپ ﷺ نے ہمیں اپنا ازار دیا اور فرمایا کہ ''اسے ان کی قمیص بنا دو۔'' آپ کی مراد اپنے ازار سے تھی۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب باب یہ ہے کہ مؤمن مرنے سے ناپاک نہیں ہو جاتا اور غسل محض بدن کو پاک صاف کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔ اس لئے غسل کے پانی میں بیری کے پتوں کا ڈالنا مسنون ہوا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو امام مالک نے مؤطا میں وصل کیا۔ اگر مردہ نجس ہوتا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کو نہ چھوتے نہ اٹھاتے اگر چھوتے تو اپنے اعضا کو دھوتے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا کہ جو میت کو نہلائے وہ غسل کرے اور جو اٹھائے وہ وضو کرے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو سعید بن منصور نے سند صحیح کے ساتھ وصل کیا اور یہ کہ ''مؤمن نجس نہیں ہوتا۔'' اس روایت کو مرفوعاً خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الغسل میں روایت کیا ہے اور سعد بن ابی وقاص کے قول کو ابن ابی شیبہ نے نکالا کہ سعد رضی اللہ عنہ کو سعید بن زید کے مرنے کی خبر ملی۔ وہ گئے اور ان کو غسل اور کفن دیا۔ خوشبو لگائی اور گھر میں آ کر غسل کیا اور کہنے لگے کہ میں نے گرمی کی وجہ سے غسل کیا ہے نہ کہ مردے کو غسل دینے کی وجہ سے۔ اگر وہ نجس ہوتا تو میں اسے ہاتھ کیوں لگاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کو اپنا ازار تبرک کے طور پر عنایت فرمایا۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ اسے قمیص بنا دو کہ یہ ان کے بدن مبارک سے ملا رہے۔ جمہور کے نزدیک میت کو غسل دلانا فرض ہے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يُغْسَلَ وِتْرًا — **باب:** میت کو طاق مرتبہ غسل دینا مستحب ہے

وِتْرًا

١٢٥٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ: ((اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُوْرًا، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي)) فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ، فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ: ((أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ)) فَقَالَ أَيُّوبُ: وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مُحَمَّدٍ وَكَانَ فِي حَدِيْثِ حَفْصَةَ. اغْسِلْنَهَا وِتْرًا وَكَانَ فِيْهِ: ((ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا)). وَكَانَ فِيهِ أَنَّهُ قَالَ: ((ابْدَؤُوا بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا)). وَكَانَ فِيْهِ أَنَّ أُمَّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: وَمَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ. [راجع: ١٦٧]

[مسلم: ٢١٧١، ٢١٧٢؛ نسائي: ١٨٨٢، ١٨٨٧؛ ابن ماجه: ١٤٥٩]

(۱۲۵۴) ہم سے محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے محمد نے، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ "تین یا پانچ مرتبہ غسل دو یا اس سے بھی زیادہ۔ پانی اور بیری کے پتوں سے اور آخر میں کافور بھی استعمال کرنا۔ پھر فارغ ہو کر مجھے خبر دینا۔" جب ہم فارغ ہوئے تو آپ کو خبر کر دی۔ آپ نے اپنا ازار عنایت فرمایا اور فرمایا کہ "یہ اندر اس کے بدن پر لپیٹ دو۔" ایوب نے کہا کہ مجھ سے حفصہ نے بھی محمد بن سیرین کی حدیث کی طرح بیان کیا تھا۔ حفصہ کی حدیث میں تھا کہ طاق مرتبہ غسل دینا اور اس میں یہ تفصیل بھی تھی کہ "تین یا پانچ یا سات مرتبہ (غسل دینا)۔" اور اس میں یہ بھی بیان تھا کہ "میت کے دائیں طرف سے اور اعضائے وضو سے غسل شروع کیا جائے۔" یہ بھی اسی حدیث میں تھا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے کنگھی کر کے ان کے بالوں کو تین لٹوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ عورت کے سر میں کنگھی کر کے اس کے بالوں کی تین لٹیں گوندھ کر پیچھے ڈال دیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

بَابٌ: يُبْدَأُ بِمَيَامِنِ الْمَيِّتِ

باب: اس بیان میں کہ میت کی دائیں طرف سے (غسل) شروع کیا جائے

١٢٥٥ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي غَسْلِ ابْنَتِهِ: ((ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ

(۱۲۵۵) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے غسل کے وقت فرمایا تھا: "دائیں طرف سے اور اعضائے وضو سے غسل شروع کرنا۔"

الْوُضُوءِ مِنْهَا)) [راجع: ١٦٧]

تشریح: ہر اچھا کام دائیں طرف سے شروع کرنا مشروع ہے اور اس بارے میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

بَابُ مَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنَ الْمَيِّتِ

باب: اس بارے میں کہ پہلے میت کے اعضائے وضو کو دھویا جائے

١٢٥٦ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: لَمَّا غَسَّلْنَا بِنْتَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَنَا وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا: ((اِبْدَؤُوا بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا)). [راجع: ١٦٧]

(۱۲۵۶) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے خالد حذاء نے، ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو ہم غسل دے رہی تھیں۔ جب ہم نے غسل شروع کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "غسل دائیں طرف سے اور اعضائے وضو سے شروع کرو۔"

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ پہلے استنجا وغیرہ کرا کے وضو کرایا جائے اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی ثابت ہوا پھر غسل دلایا جائے اور غسل دائیں طرف سے شروع کیا جائے۔

بَابٌ: هَلْ تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِي إِزَارِ الرَّجُلِ

باب: اس بیان میں کہ کیا عورت کو مرد کے ازار کا کفن دیا جا سکتا ہے؟

١٢٥٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: تُوُفِّيَتْ اِبْنَةُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَنَا: ((اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي)) فَلَمَّا فَرَغْنَا فَآذَنَّاهُ فَنَزَعَ مِنْ حِقْوِهِ إِزَارَهُ وَقَالَ: ((أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ)). [راجع: ١٦٧] [نسائي: ١٨٩٣]

(۱۲۵۷) ہم سے عبدالرحمٰن بن حماد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابن عون نے خبر دی، انہیں محمد نے، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی کا انتقال ہو گیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے ہمیں فرمایا کہ "تم اسے تین یا پانچ مرتبہ غسل دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ مرتبہ بھی غسل دے سکتی ہو۔ پھر فارغ ہو کر مجھے خبر دینا۔" چنانچہ جب ہم غسل دے چکیں تو آپ کو خبر دی اور آپ ﷺ نے اپنا ازار عنایت کیا اور فرمایا: "اسے اس کے بدن سے لپیٹ دو۔"

تشریح: ابن بطال نے کہا کہ اس کے جواز پر اتفاق ہے اور جس نے یہ کہا کہ نبی کریم ﷺ کی بات اور تھی دوسروں کو ایسا نہ کرنا چاہیے۔ اس کا قول بے دلیل ہے۔

بَابٌ: يُجْعَلُ الْكَافُورُ فِي

باب: میت کے غسل میں کافور کا استعمال آخر میں

الْأَخِيرَةِ

ایک بار کیا جائے

١٢٥٨ـ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ ﷺ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: ((اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي)) قَالَتْ: فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ، فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ: ((أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ)) وَعَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ بِنَحْوِهِ. [راجع: ١٦٧]

(۱۲۵۸) ہم سے حامد بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب نے ان سے محمد نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ کی ایک بیٹی کا انتقال ہوگیا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''اسے تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ اور آخر میں کافور یا (یہ کہا کہ) کچھ کافور کا بھی استعمال کرنا۔ پھر فارغ ہو کر مجھے خبر دینا۔'' ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب ہم فارغ ہوئے تو ہم نے کہلا بھجوایا۔ آپ نے اپنا تہبند ہمیں دیا اور فرمایا کہ ''اسے اندر جسم پر لپیٹ دو۔'' ایوب نے حفصہ بنت سیرین سے روایت کی، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

١٢٥٩ـ وَقَالَتْ: إِنَّهُ قَالَ: ((اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ)) قَالَتْ حَفْصَةُ: قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ: وَجَعَلْنَا رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ. [راجع: ١٦٧]

(۱۲۵۹) اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے اس روایت میں یوں کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تین یا پانچ یا سات مرتبہ یا اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ غسل دے سکتی ہو۔'' حفصہ نے بیان کیا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم نے ان کے سر کے بال تین لٹوں میں تقسیم کر دیے تھے۔

بَابٌ: نَقْضُ شَعْرِ الْمَرْأَةِ

باب: میت عورت ہو تو غسل کے وقت اس کے بال کھولنا

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: لَا بَأْسَ أَنْ يُنْقَضَ شَعْرُ الْمَرْأَةِ.

اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میت (عورت) کے سر کے بال کھولنے میں کوئی حرج نہیں۔

١٢٦٠ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ أَيُّوبُ: وَسَمِعْتُ حَفْصَةَ بِنْتَ سِيرِينَ، قَالَتْ: حَدَّثَتْنَا أُمُّ عَطِيَّةَ أَنَّهُنَّ جَعَلْنَ رَأْسَ بِنْتِ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ، نَقَضْنَهُ ثُمَّ غَسَلْنَهُ ثُمَّ جَعَلْنَهُ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ. [راجع: ١٦٧]

(۱۲۶۰) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، ان سے ایوب نے بیان کیا کہ میں نے حفصہ بنت سیرین سے سنا، انہوں نے کہا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے بالوں کو تین لٹوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ پہلے بال کھولے گئے پھر انہیں دھو کر ان کی تین چوٹیاں کر دیں گئیں۔

بَابٌ: كَيْفَ الْإِشْعَارُ لِلْمَيِّتِ؟

باب: میت پر کپڑا کیونکر لپیٹنا چاہیے؟

وَقَالَ الْحَسَنُ: الْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ يَشُدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ تَحْتَ الدِّرْعِ.

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورت کے لیے ایک پانچواں کپڑا چاہیے جس سے قمیص کے تلے رانیں اور سرین باندھے جائیں۔

تشریح: اس کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عورت کے کفن میں پانچ کپڑے سنت ہیں۔ احمد اور ابوداؤد کی روایت میں لیلیٰ بنت قائف سے یہ ہے کہ میں بھی ان عورتوں میں تھی جنہوں نے حضرت ام کلثوم بنت رسول کریم ﷺ کو غسل دیا تھا۔ پہلے آپ نے کفن کے لئے تہبند دیا پھر کرتہ اور اوڑھنی یعنی سر بندھن پھر چادر پھر لفافہ میں لپیٹ دی گئیں۔ معلوم ہوا کہ عورت کے کفن میں یہ پانچ کپڑے سنت ہیں اگر میسر ہوں ورنہ مجبوری میں ایک بھی جائز ہے۔

١٢٦١ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَنَّ أَيُّوبَ، أَخْبَرَهُ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ سِيرِينَ، يَقُولُ: جَاءَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنَ اللَّاتِي بَايَعْنَ النَّبِيَّ ﷺ، قَدِمَتِ الْبَصْرَةَ، تُبَادِرُ ابْنًا لَهَا فَلَمْ تُدْرِكْهُ ـ فَحَدَّثَتْنَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ: ((اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي)) قَالَتْ: فَلَمَّا فَرَغْنَا أَلْقَى إِلَيْنَا حَقْوَهُ فَقَالَ: ((أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ)) وَلَمْ تَزِدْ عَلَى ذَلِكَ، وَلَا أَدْرِي أَيُّ بَنَاتِهِ. وَزَعَمَ أَنَّ الْإِشْعَارَ: الْفُفْنَهَا فِيهِ، وَكَذَلِكَ كَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَأْمُرُ بِالْمَرْأَةِ أَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤْزَرَ. [راجع: ١٦٧]

(۱۲۶۱) ہم سے احمد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہیں ایوب نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابن سیرین سے سنا، انہوں نے کہا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں انصار کی ان خواتین میں سے جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی تھی، ایک عورت آئی۔ بصرہ میں انہیں اپنے ایک بیٹے کی تلاش تھی، لیکن وہ نہ ملا۔ پھر اس نے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھی کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ "تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ دے سکتی ہو۔ غسل پانی اور بیری کے پتوں سے ہونا چاہیے اور آخر میں کافور بھی استعمال کر لینا۔ غسل سے فارغ ہو کر مجھے خبر کر دینا۔" انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم غسل دے چکیں (تو اطلاع دی) اور آپ نے ازار عنایت کیا۔ آپ نے فرمایا: "اسے اندر بدن سے لپیٹ دو۔" اس سے زیادہ آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ یہ آپ کی کونسی بیٹی تھیں (یہ ایوب نے کہا) اور انہوں نے بتایا کہ اشعار کا مطلب یہ ہے کہ اس میں نعش لپیٹ دی جائے۔ ابن سیرین رحمہ اللہ بھی یہی فرمایا کرتے تھے کہ عورت کے بدن میں اسے لپیٹا جائے، ازار کے طور پر نہ باندھا جائے۔

بَابٌ: هَلْ يُجْعَلُ شَعْرُ الْمَرْأَةِ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ

باب: اس بیان میں کہ کیا عورت میت کے بال تین لٹوں میں تقسیم کر دیئے جائیں؟

١٢٦٢ـ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ

(۱۲۶۲) ہم سے قبیصہ نے حدیث بیان کی، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ام ہذیل نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے،

قَالَتْ: ضَفَرْنَا شَعَرَ بِنْتِ النَّبِيِّ ﷺ تَعْنِي ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ. وَقَالَ وَكِيعٌ: عَنْ سُفْيَانَ: نَاصِيَتَهَا وَقَرْنَيْهَا. [راجع: ١٦٧] [ابوداود: ٣١٤٤]

انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کی بیٹی کے سر کے بال گوندھ کر ان کی تین چوٹیاں کر دیں۔ اور وکیع نے سفیان سے یوں روایت کیا، ایک پیشانی کی طرف کے بالوں کی چوٹی اور دو ادھر ادھر کے بالوں کی۔

بَابٌ: يُلْقَى شَعْرُ الْمَرْأَةِ خَلْفَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ

باب: عورت کے بالوں کی تین لٹیں بنا کر اس کے پیچھے ڈال دی جائیں

١٢٦٣ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَتْنَا حَفْصَةُ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((اغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وِتْرًا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُوْرًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي)) فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ، فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ، فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ وَأَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا. [راجع: ١٦٧]

(١٢٦٣) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ہشام بن حسان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حفصہ نے بیان کیا، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادی کا انتقال ہو گیا تو نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ''ان کو پانی اور بیری کے پتوں سے تین یا پانچ مرتبہ غسل دے لو۔ اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ بھی دے سکتی ہو اور آخر میں کافور یا (آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ) تھوڑی سی کافور استعمال کرو پھر جب غسل دے چکو تو مجھے خبر دو۔'' چنانچہ فارغ ہو کر ہم نے آپ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے (ان کے کفن کے لیے) اپنا ازار عنایت کیا۔ ہم نے اس کے سر کے بالوں کی تین چوٹیاں کر کے انہیں پیچھے کی طرف ڈال دیا تھا۔

[مسلم: ٢١٧٤؛ ترمذي: ٩٩٠؛ نسائي: ١٨٨٤]

تشریح: صحیح ابن حبان میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا حکم دیا تھا کہ بالوں کی تین چوٹیاں کر دو۔ اس حدیث سے میت کے بالوں کا گوندھنا بھی ثابت ہوا۔

بَابُ الثِّيَابِ الْبِيضِ لِلْكَفَنِ

باب: کفن کے لیے سفید کپڑے ہونے مناسب ہیں

١٢٦٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

(١٢٦٤) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی، انہیں ان کے باپ عروہ بن زبیر نے اور انہیں (ان کی خالہ) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ کو یمن کے تین سفید سوتی دھلے ہوئے کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔

[أطرافه في: ١٢٧١، ١٢٧٢، ١٢٧٣، ١٣٨٧]

تشریح: بلکہ ایک ازار تھی ایک چادر ایک لفافہ پس سنت یہی تین کپڑے ہیں عمامہ باندھنا بدعت ہے۔ حنابلہ اور ہمارے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ رکھا ہے اور شافعیہ نے قمیص اور عمامہ کا بڑھانا بھی جائز رکھا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ سفید کپڑوں میں کفن دیا کرو۔ ترمذی نے کہا

نبی کریم ﷺ کے کفن کے بارے میں جتنی حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان سب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث زیادہ صحیح ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے زمانہ کے لوگ زندگی بھر شادی غمی کے رسوم اور بدعات میں گرفتار رہتے ہیں اور مرتے وقت بھی بیچاری میت کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ کہیں کفن خلاف سنت کرتے ہیں کہیں لفافہ کے اوپر ایک چادر ڈالتے ہیں کہیں میت پر شامیانہ تانتے ہیں، کہیں تیجا، دسواں اور چہلم کرتے ہیں۔ کہیں قبر میں پیری مریدی کا شجرہ رکھتے ہیں۔ کہیں قبر کا چراغ جلاتے ہیں۔ کہیں صندل شیرینی چادر چڑھاتے ہیں۔ کہیں قبر پر میلہ اور مجمع کرتے ہیں اور اس کا نام عرس رکھتے ہیں۔ کہیں قبر کو پختہ کرتے ہیں، اس پر عمارت اور گنبد اٹھاتے ہیں۔ یہ سب امور بدعت اور ممنوع ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی آنکھیں کھولے اور ان کو نیک توفیق دے۔ آمین یا رب العالمین (وحیدی) روایت میں کفن نبوی کے متعلق لفظ "سحولية" آیا ہے۔ جس کی تشریح علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں یہ ہے:

"سحولية بضم المهملتين ويروى بفتح اوله نسبة الى سحول قرية باليمن قال النووى والفتح اشهر وهو رواية الاكثرين قال ابن الاعرابى وغيره هى ثياب بيض نقية لاتكون الامن القطن وقال ابن قتيبة ثياب بيض ولم يخصها بالقطن وفى رواية للبخارى "سحول" بدون نسبة وهو جمع سحل والسحل الثوب الابيض النقى ولايكون الا من قطن كما تقدم وقال الازهرى بالفتح المدينة وبالضم الثياب وقيل النسبة الى القرية بالضم واما بالفتح فنسبة الى القصار لانه يحسل الثياب اى ينقيها كذا فى الفتح۔" (نيل الاوطار، جلد:۳ص:٤٠)

خلاصہ یہ کہ لفظ "سحولیہ" سین اور حاء کے ضمہ کے ساتھ ہے اور سین کا فتح بھی روایت کیا گیا ہے۔ جو ایک گاؤں کی طرف نسبت ہے جو یمن میں واقع تھا۔ ابن اعرابی وغیرہ نے کہا کہ وہ سفید صاف ستھرا کپڑا ہے جو سوتی ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں لفظ "سحول" آیا ہے جو سحل کی جمع ہے اور وہ سفید دھلا ہوا کپڑا ہوتا ہے۔ ازہری کہتے ہیں کہ سحول سین کے فتح کے ساتھ شہر مراد ہوگا اور سین کے ضمہ کے ساتھ دھوبی مراد ہوگا جو کپڑے کو دھو کر صاف شفاف بنا دیتا ہے۔

بَابُ الْكَفَنِ فِي ثَوْبَيْنِ

١٢٦٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ۔ أَوْ قَالَ: فَأَوْقَصَتْهُ۔ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا)).

[أطرافه في: ١٢٦٦، ١٢٦٧، ١٢٦٨، ١٨٣٩، ١٨٤٩، ١٨٥٠، ١٨٥١] [مسلم: ٢٨٩٢؛ ابوداود: ٣٢٣٩، ٣٢٤٠؛ نسائي: ٢٨٥٥]

باب: دو کپڑوں میں کفن دینا

(۱۲۶۵) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد نے، ان سے ایوب نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص میدان عرفہ میں (احرام باندھے ہوئے) کھڑا ہوا تھا کہ اپنی سواری سے گر پڑا اور سواری نے انہیں کچل دیا۔ یا (وقصته کے بجائے یہ لفظ) اوقصته کہا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے فرمایا: "پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر دو کپڑوں میں انہیں کفن دو اور یہ بھی ہدایت فرمائی کہ انہیں خوشبو نہ لگاؤ اور نہ ان کا سر چھپاؤ۔ کیونکہ یہ قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔"

تشریح: ثابت ہوا کہ محرم کو دو کپڑوں میں دفنایا جائے۔ کیونکہ وہ حالت احرام میں ہے اور محرم کے لئے احرام کی صرف دو ہی چادریں ہیں، برخلاف اس کے دیگر مسلمانوں کے لئے مردے کے لئے تین چادریں اور عورت کے لئے پانچ کپڑے مسنون ہیں۔

بَابُ الْحَنُوطِ لِلْمَيِّتِ

باب: میت کوخوشبو لگانا

١٢٦٦ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَأَقْصَعَتْهُ. أَوْ قَالَ: فَأَقْعَصَتْهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا)). [راجع: ١٢٦٥]

(۱۲۶۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے ساتھ میدان عرفہ میں وقوف کئے ہوئے تھا کہ وہ اپنے اونٹ سے گر پڑا، اور اونٹ نے انہیں کچل دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''انہیں پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر دو کپڑوں میں انہیں کفن دو، خوشبو نہ لگاؤ اور نہ سر ڈھکو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انہیں لبیک کہتے ہوئے اٹھائے گا۔''

تشریح: محرم کو خوشبو نہ لگائی جائے، اس سے ثابت ہوا کہ غیر محرم میت کو خوشبو لگائی چاہیے۔ باب کا مقصد یہی ہے کہ محرم کو خوشبو کے لئے اس واسطے منع فرمایا کہ وہ حالت احرام ہی میں ہے اور قیامت میں اس طرح لبیک پکارتا ہوا اٹھے گا اور ظاہر ہے کہ محرم کو حالت احرام میں خوشبو کا استعمال منع ہے۔

بَابٌ: كَيْفَ يُكَفَّنُ الْمُحْرِمُ؟

باب: محرم کو کیونکر کفن دیا جائے

١٢٦٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا، وَقَصَهُ بَعِيْرُهُ، وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تُمَسُّوْهُ طِيبًا وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّدًا)).

[راجع:١٢٦٥][مسلم: ٢٨٩٧، ٢٨٩٠؛ نسائي: ٢٧١٢، ٢٨٤٥، ٢٨٥٧؛ ابن ماجه: ٣٠٨٤]

(۱۲۶۷) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابوعوانہ نے خبر دی، انہیں ابوبشر جعفر نے، انہیں سعید بن جبیر نے، انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھے کہ ایک شخص کی گردن اس کے اونٹ نے توڑ ڈالی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''انہیں پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے دو اور دو کپڑوں کا کفن دو، خوشبو نہ لگاؤ اور نہ ان کا سر ڈھکو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اٹھائے گا، اس حالت میں کہ وہ لبیک پکارتا ہوگا۔''

١٢٦٨ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو، وَأَيُّوْبَ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ وَاقِفًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَرَفَةَ فَوَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ. قَالَ أَيُّوْبُ: فَوَقَصَتْهُ، وَقَالَ عَمْرٌو: فَأَقْصَعَتْهُ. فَمَاتَ فَقَالَ: ((اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ

(۱۲۶۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے حماد بن زید نے، ان سے عمرو اور ایوب نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے ساتھ میدان عرفات میں کھڑا ہوا تھا، اچانک وہ اپنی سواری سے گر پڑا۔ ایوب نے کہا اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی۔ اور عمرو نے یوں کہا کہ اونٹنی نے اس کو گرتے ہی مار ڈالا اور اس کا انتقال ہوگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے پانی اور بیری کے پتوں سے

وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) قَالَ أَيُّوْبُ: ((يُلَبِّي)) وَقَالَ عَمْرٌو: ((مُلَبِّيًا)).

[راجع: ١٢٦٥] [مسلم: ٢٨٩١، ٢٨٩٤، ٢٨٩٥، ٢٨٩٦؛ ابوداود: ٣٢٣٨؛ ترمذي: ٩٥١؛ نسائي: ١٩٠٣، ٢٧١٣، ٢٨٥٨؛ ابن ماجه: ٣٠٨٤]

غسل دو اور دو کپڑوں کا کفن دو اور خوشبو نہ لگاؤ نہ سر ڈھکو کیونکہ قیامت میں یہ اٹھایا جائے گا۔'' ایوب نے کہا کہ (یعنی) ''تلبیہ کہتے ہوئے۔'' (اٹھایا جائے گا) اور عمرو نے (اپنی روایت میں یلبی کے بجائے) ملبیا کا لفظ نقل کیا۔ ''یعنی لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ محرم مرجائے تو اس کا احرام باقی رہے گا۔ شافعیہ اور اہلحدیث کا یہی قول ہے۔

بَابُ الْكَفَنِ فِي الْقَمِيْصِ الَّذِيْ يُكَفُّ أَوْ لَا يُكَفُّ وَمَنْ كُفِّنَ بِغَيْرِ قَمِيْصٍ

باب: قمیص میں کفن دینا اس کا حاشیہ سلا ہوا ہو یا بغیر سلا ہوا ہو

١٢٦٩ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ لَمَّا تُوُفِّيَ جَاءَ ابْنُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: أَعْطِنِيْ قَمِيْصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيْهِ، وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ، فَأَعْطَاهُ قَمِيْصَهُ فَقَالَ: ((آذِنِّيْ أُصَلِّ عَلَيْهِ)) فَآذَنَهُ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَذَبَهُ عُمَرُ فَقَالَ: أَلَيْسَ اللَّهُ نَهَاكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ؟ فَقَالَ: ((أَنَا بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ قَالَ ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾)) [التوبة: ٨٠] فَصَلَّى عَلَيْهِ فَنَزَلَتْ: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ﴾ [التوبة: ٨٤]

[أطرافه في: ٤٦٧٠، ٤٦٧٢، ٥٧٩٦] [مسلم: ٦٣٠٧]

(۱۲۶۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے کہا کہ مجھ سے نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن ابی (منافق) کی موت ہوئی تو اس کا بیٹا (عبداللہ صحابی) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! والد کے کفن کے لیے آپ اپنی قمیص عنایت فرمائیے اور ان پر نماز پڑھیے اور مغفرت کی دعا کیجئے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیص (غایت مروت کی وجہ سے) عنایت کی اور فرمایا: ''مجھے بتانا میں نماز جنازہ پڑھوں گا۔'' عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اطلاع بھجوائی۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو پیچھے سے پکڑ لیا اور عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھے اختیار دیا گیا ہے جیسا ارشاد باری ہے ''تو ان کے لیے استغفار کر یا نہ کر اور اگر تو ستر مرتبہ بھی استغفار کرے تو بھی اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔'' چنانچہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد یہ آیت اتری: ''کسی بھی منافق کی موت پر اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھانا۔''

١٢٧٠ـ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ حَدَّثَنَا

(۱۲۷۰) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ابن عیینہ نے

ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرًا قَالَ: أَتَى النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَاللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا دُفِنَ فَأَخْرَجَهُ، فَنَفَثَ فِيهِ مِنْ رِيقِهِ، وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ. [أطرافه في: ١٣٥٠، ٣٠٠٨، ٥٧٩٥]

[مسلم: ٧٠٢٥؛ نسائي: ١٩٠٠، ١٩٠١، ٢٠١٨]

بیان کیا، ان سے عمرو نے، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو عبداللہ بن ابی کو دفن کیا جارہا تھا آپ نے اسے قبر سے نکلوایا اور اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اسے اپنی قمیص پہنائی۔

تشریح: عبداللہ بن ابی مشہور منافق ہے جو جنگ احد کے موقع پر راستے میں سے کتنے ہی سادہ لوح مسلمانوں کو بہکا کر واپس لے آیا تھا اور اسی نے ایک موقع پر یہ بھی کہا تھا کہ ہم مدنی اور شریف لوگ ہیں اور یہ مہاجر مسلمان ذلیل پردیسی ہیں۔ ہمارا داؤ لگے گا تو ہم ان کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے۔ اس کا بیٹا عبداللہ سچا مسلمان صحابی رسول تھا۔ آپ ﷺ نے ان کی دل شکنی گوارا نہیں کی اور از راہ کرم اپنا کرتہ اسکے کفن کیلئے عنایت فرمایا۔ بعض نے کہا کہ جنگ بدر میں جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ قید ہو کر آئے تو وہ ننگے تھے۔ ان کی یہ حال زار دیکھ کر اسی عبداللہ بن ابی نے اپنا کرتا ان کو پہنچا دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کا بدلہ ادا کر دیا کہ یہ احسان باقی نہ رہے۔

ان منافق لوگوں کے بارے میں پہلی آیت: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ (۹/التوبۃ:۸۰) نازل ہوئی تھی۔ اس آیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھے کہ ان پر نماز پڑھنا منع ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو سمجھایا کہ اس آیت میں مجھ کو اختیار دیا گیا ہے۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ بعد میں آیت: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾ (۹/التوبۃ:۸۴) نازل ہوئی۔ جس میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے قطعاً روک دیا۔ پہلی اور دوسری روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ پہلے آپ ﷺ نے کرتہ دینے کا وعدہ فرمادیا تھا پھر عبداللہ کے عزیزوں نے آپ ﷺ کو تکلیف دینا مناسب نہ جانا اور عبداللہ کا جنازہ پڑھ کے قبر میں اتار دیا کہ نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے اور آپ نے وہ کیا جو روایت میں مذکور ہے۔

بَابُ الْكَفَنِ بِغَيْرِ قَمِيصٍ

باب: بغیر قمیص کے کفن دینا

تشریح: مستملی کے نسخہ میں یہ ترجمہ باب نہیں ہے اور وہی ٹھیک ہے کیونکہ یہ مضمون اگلے باب میں بیان ہو چکا ہے۔

١٢٧١ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُفِّنَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سَحُولٍ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

[راجع: ١٢٦٤]

(۱۲۷۱) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے عروہ بن زبیر نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ کو تین سوتی دھلے ہوئے کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا آپ ﷺ کے کفن میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ۔

١٢٧٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ:

(۱۲۷۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے باپ عروہ بن زبیر نے، ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا جن میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا۔

أَبُوْ نُعَيْمٍ لَا يَقُوْلُ ثَلَاثَةَ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ سُفْيَانَ يَقُوْلُ ثَلَاثَةَ. [راجع: ١٢٦٤]

[ابو داود: ٣١٥١]

بَابُ الْكَفَنِ بِلَا عِمَامَةٍ

باب: عمامہ کے بغیر کفن دینے کا بیان

١٢٧٣ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كُفِّنَ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ، لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ. [راجع: ١٢٦٤] [نسائي: ١٨٩٧]

(۱۲۷۳) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے مالک نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ عروہ بن زبیر نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول کریم ﷺ کو سحول کے تین سفید کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا کہ نہ ان میں قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ چوتھا کپڑا نہ تھا۔ قسطلانی نے کہا امام شافعی رحمہ اللہ نے قمیص پہنانا جائز رکھا ہے مگر اس کو سنت نہیں سمجھا اور ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل ہے جسے بیہقی نے نکالا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا۔ تین لفافے اور ایک قمیص اور ایک عمامہ لیکن شرح مہذب میں ہے کہ قمیص اور عمامہ نہ ہو۔ اگر چہ قمیص اور عمامہ مکروہ نہیں مگر اولیٰ کے خلاف ہے (وحیدی) بہتر یہی ہے کہ صرف تین چادروں میں کفن دیا جائے۔

بَابُ الْكَفَنِ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ

باب: کفن کی تیاری میت کے سارے مال میں سے کرنی چاہیے

وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَالزُّهْرِيُّ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَقَتَادَةُ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ: الْحَنُوْطُ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: يُبْدَأُ بِالْكَفَنِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ. وَقَالَ سُفْيَانُ: أَجْرُ الْقَبْرِ وَالْغَسْلِ هُوَ مِنَ الْكَفَنِ.

اور عطاء اور زہری اور عمرو بن دینار اور قتادہ کا یہی قول ہے۔ اور عمرو بن دینار نے کہا خوشبو کا خرچ بھی سارے مال سے کیا جائے۔ اور ابراہیم نخعی نے کہا پہلے مال میں سے کفن کی تیاری کریں، پھر قرض ادا کریں۔ پھر وصیت پوری کریں اور سفیان ثوری نے کہا قبر اور غسال کی اجرت بھی کفن میں داخل ہے۔

١٢٧٤ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: أُتِيَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يَوْمًا بِطَعَامٍ فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ ـ وَكَانَ خَيْرًا مِنِّيْ ـ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ، وَقُتِلَ حَمْزَةُ أَوْ رَجُلٌ آخَرُ خَيْرٌ مِنِّيْ

(۱۲۷۴) ہم سے احمد بن محمد مکی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے، ان سے ان کے باپ سعد نے اور ان سے ان کے والد ابراہیم بن عبدالرحمن نے بیان کیا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک دن کھانا رکھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (غزوۂ احد میں) شہید ہوئے، وہ مجھ سے افضل تھے۔ لیکن ان کے کفن کے لیے ایک چادر کے سوا اور کوئی چیز مہیا نہ ہو سکی۔ اسی طرح جب حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے یا

فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ، لَقَدْ خَشِيْتُ أَنْ يَكُوْنَ قَدْ عُجِّلَتْ لَنَا طَيِّبَاتُنَا فِيْ حَيَاتِنَا الدُّنْيَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ. [طرفاه في: ١٢٧٥، ٤٠٤٥]

کسی دوسرے صحابی کا نام لیا، وہ بھی مجھ سے افضل تھے۔ لیکن ان کے کفن کے لیے بھی صرف ایک ہی چادر مل سکی۔ مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو ہمارے چین اور آرام کے سامان ہم کو جلدی سے دنیا میں دے دیئے گئے ہوں پھر وہ رونے لگے۔

تشریح: امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا کہ حضرت مصعب اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کل مال اتنا ہی تھا۔ بس ایک چادر کفن کے لئے تو ایسے موقع پر سارا مال خرچ کرنا چاہیے۔ اس میں اختلاف ہے کہ میت قرض دار ہو تو صرف اتنا کفن دیا جائے کہ ستر پوشی ہو جائے یا سارا بدن ڈھانکا جائے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ سارا بدن ڈھانکا جائے، ایسا کفن دینا چاہیے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ قریشی جلیل القدر صحابی ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے ہی ان کو مدینہ شریف بطور معلم القرآن و مبلغ اسلام بنا کر بھیج دیا تھا۔ ہجرت سے پہلے ہی انہوں نے مدینہ میں جمعہ قائم فرمایا جبکہ مدینہ خود ایک گاؤں تھا۔ اسلام سے قبل یہ قریش کے حسین نوجوانوں میں عیش و آرام میں زیب و زینت میں شہرت رکھتے تھے مگر اسلام لانے کے بعد یہ کامل درویش بن گئے۔ قرآن پاک کی آیت: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (۳۳/الاحزاب: ۲۳) ان ہی کے حق میں نازل ہوئی۔ جنگ احد میں یہ شہید ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

بَابٌ: إِذَا لَمْ يُوْجَدْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ

باب: اگر میت کے پاس ایک ہی کپڑا نکلے

١٢٧٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِيْهِ إِبْرَاهِيْمَ، أَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ ابْنَ عَوْفٍ أُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّيْ، كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ، إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ ـ وَأُرَاهُ قَالَ: وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّيْ، ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ ـ أَوْ قَالَ: أُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِيْنَا ـ وَقَدْ خَشِيْنَا أَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ. [راجع: ١٢٧٤]

(۱۲۷۵) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہم کو شعبہ نے خبر دی، انہیں سعد بن ابراہیم نے، انہیں ان کے باپ ابراہیم بن عبدالرحمٰن نے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا حاضر کیا گیا وہ روزہ سے تھے اس وقت انہوں نے فرمایا کہ ہائے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے، وہ مجھ سے بہتر تھے۔ لیکن ان کے کفن کے لیے صرف ایک چادر میسر آ سکی کہ اگر اس سے ان کا سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا اور حمزہ رضی اللہ عنہ بھی (اسی طرح) شہید ہوئے وہ بھی مجھ سے اچھے تھے۔ پھر ان کے بعد دنیا کی کشادگی ہمارے لیے خوب ہوئی یا یہ فرمایا کہ دنیا ہمیں بہت دی گئی اور ہمیں تو اس کا ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ اسی دنیا میں ہم کو مل گیا ہو پھر اس طرح رونے لگے کہ کھانا بھی چھوڑ دیا۔

تشریح: حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے ہاں صرف ایک چادر ہی ان کا کل متاع تھی، وہ بھی تنگ، وہی ان کے کفن میں دے دی گئی۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ حالانکہ حضرت عبدالرحمٰن روزہ دار تھے دن بھر کے بھوکے تھے پھر بھی ان تصورات میں کھانا ترک کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور اس قدر مالدار تھے کہ رئیس التجار کا لقب ان کو حاصل تھا۔ انتقال کے وقت دولت کے انبار ورثا کو ملے۔ ان حالات میں بھی مسلمانوں کی ہر ممکن خدمات کے لئے ہر وقت حاضر رہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے کئی سو اونٹ مع غلہ کے ملک شام سے آئے تھے۔ وہ

سارا غلہ مدینہ والوں کے لئے مفت تقسیم فرمادیا۔ رضي الله عنه وارضاه.

بَابٌ: إِذَا لَمْ يَجِدْ كَفَنًا إِلَّا مَا يُوَارِي رَأْسَهُ أَوْ قَدَمَيْهِ غُطِّيَ بِهِ رَأْسُهُ

باب: جب کفن کا کپڑا چھوٹا ہو کہ سر اور پاؤں دونوں ڈھک نہ سکیں تو سر چھپادیں (اور پاؤں پر گھاس وغیرہ ڈال دیں)

١٢٧٦۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَقِيقٌ قَالَ: حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللَّهِ، فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللَّهِ، فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ، فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهُ بِهِ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ، وَأَنْ نَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ. [أطرافه في: ٣٨٩٧، ٣٩١٣، ٣٩١٤، ٤٠٤٧، ٤٠٨٢، ٦٤٣٢، ٦٤٤٨] [مسلم: ٢١٧٧، ٢١٧٨؛ ابوداود: ١٨٧٦؛ ترمذي: ٣٨٥٣؛ نسائي: ١٩٠٢]

(١٢٧٦) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شقیق نے بیان کیا، کہا ہم سے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ صرف اللہ کے لیے ہجرت کی۔ اب ہمیں اللہ تعالیٰ سے اجر ملنا ہی تھا۔ ہمارے بعض ساتھی تو انتقال کر گئے اور (اس دنیا میں) انہوں نے اپنے کئے کا کوئی پھل نہیں دیکھا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے اور ہمارے بعض ساتھیوں کا میوہ پک گیا اور وہ چن چن کر کھاتا ہے۔ (مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ) احد کی لڑائی میں شہید ہوئے ہم کو ان کے کفن میں ایک چادر کے سوا اور کوئی چیز نہ ملی اور وہ بھی ایسی کہ اگر اس سے سر چھپاتے ہیں تو پاؤں کھل جاتا ہے اور اگر پاؤں ڈھکتے تو سر کھل جاتا۔ آخر یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سر کو چھپادیں اور پاؤں پر سبز گھاس اذخر نامی ڈال دیں۔

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے کیونکہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا کفن جب ناکافی رہا تو ان کے پیروں کو اذخر نامی گھاس سے ڈھانک دیا گیا۔

بَابُ مَنِ اسْتَعَدَّ الْكَفَنَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ

باب: ان کے بیان میں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اپنا کفن خود تیار کیا اور آپ ﷺ نے اس پر کسی طرح کا اعتراض نہیں فرمایا

١٢٧٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ:

(١٢٧٧) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ سَهْلٍ أَنَّ امْرَأَةً، جَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوْجَةٍ فِيهَا حَاشِيَتُهَا۔ تَدْرُوْنَ مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالُوْا: الشَّمْلَةُ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَتْ: نَسَجْتُهَا بِيَدِيْ، فَجِئْتُ لِأَكْسُوَكَهَا. فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ، فَحَسَّنَهَا فُلَانٌ فَقَالَ: اكْسُنِيْهَا، مَا أَحْسَنَهَا! فَقَالَ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ، لَبِسَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، ثُمَّ سَأَلْتَهُ وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ، قَالَ: إِنِّيْ وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهُ إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ. قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ. [اطرافه في: ٢٠٩٣، ٥٨١٠، ٦٠٣٦] [ابن ماجه: ٣٥٥٥]

بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے سہل رضی اللہ عنہ نے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک بنی ہوئی حاشیہ دار چادر آپ کے لیے تحفہ لائی۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے (حاضرین سے) پوچھا کہ تم جانتے ہو چادر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں! شملہ۔ سہل رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں شملہ (تم نے ٹھیک بتایا) خیر اس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اسے بنا ہے اور آپ ﷺ کو پہنانے کے لیے لائی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے وہ کپڑا قبول کیا۔ آپ ﷺ کو اس کی اس وقت ضرورت بھی تھی پھر اسے ازار کے طور پر باندھ کر آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو ایک صاحب (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ یہ تو بڑی اچھی چادر ہے، یہ آپ ﷺ مجھے پہنا دیجئے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے (مانگ کر) کچھ اچھا نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی ضرورت کی وجہ سے پہنا تھا اور تم نے یہ مانگ لیا حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں نے اپنے پہننے کے لیے آپ ﷺ سے یہ چادر نہیں مانگی تھی۔ بلکہ میں اسے اپنا کفن بناؤں گا۔ سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہی چادر ان کا کفن بنی۔

تشریح: گویا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی ہی میں اپنا کفن مہیا کرلیا۔ یہی باب کا مقصد ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی مخیر معتمد بزرگ سے کسی واقعی ضرورت کے موقع پر جائز سوال بھی کیا جاسکتا ہے۔ ایسی احادیث سے نبی اکرم ﷺ پر قیاس کرکے جو آج کے پیروں کا تبرک حاصل کیا جاتا ہے یہ درست نہیں کیونکہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیات اور معجزات میں سے ہیں اور آپ ذریعہ خیر وبرکت ہیں کوئی اور نہیں۔

بَابُ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَازَةَ

باب: عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا کیسا ہے؟

١٢٧٨۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ أَنَّهَا قَالَتْ: نُهِيْنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا. [راجع: ٣١٣]

(۱۲۷۸) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے، ان سے ام ہذیل حفصہ بنت سیرین نے، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہمیں (عورتوں کو) جنازے کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا مگر تاکید سے منع نہیں ہوا۔

تشریح: بہرحال عورتوں کے لئے جنازہ کے ساتھ جانا منع ہے۔ کیونکہ عورتیں ضعیف القلب ہوتی ہیں۔ وہ خلاف شرع حرکات کرسکتی ہیں۔ شارع کی اور بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔

بَابُ إِحْدَادِ الْمَرْأَةِ عَلَى غَيْرِ

باب: عورت کا اپنے خاوند کے سوا اور کسی پر سوگ

زَوْجِهَا ... کرنا کیسا ہے؟

١٢٧٩ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: تُوُفِّيَ ابْنٌ لِأُمِّ عَطِيَّةَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ، فَتَمَسَّحَتْ بِهِ وَقَالَتْ: نُهِينَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا لِزَوْجٍ. [راجع: ٣١٣]

(۱۲۷۹) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلمہ بن علقمہ نے اور ان سے محمد بن سیرین نے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے تیسرے دن انہوں نے صفرہ خلوق (ایک قسم کی زرد خوشبو) منگوائی اور اسے اپنے بدن پر لگایا اور فرمایا کہ خاوند کے سوا کسی دوسرے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

١٢٨٠ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَتْ: لَمَّا جَاءَ نَعْيُ أَبِي سُفْيَانَ مِنَ الشَّأْمِ دَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِصُفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ، فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ: إِنْ كُنْتُ عَنْ هَذَا لَغَنِيَّةٌ، لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا)). [أطرافه في: ١٢٨١، ٥٣٣٤، ٥٣٣٩، ٥٣٤٥] [مسلم: ٣٧٢٦، ٣٧٢٧، ٣٧٢٨، ٣٧٢٩؛ ابوداود: ٢٢٩٩؛ ترمذي: ١١٩٥، ١١٩٦؛ نسائي: ٣٥٠٠، ٣٥٠١، ٣٥٠٢، ٣٥٣٤، ٣٥٣٥، ٣٥٤٠؛ ابن ماجه: ٢٠٨٤]

(۱۲۸۰) ہم سے عبداللہ بن زبیر حمیدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے حمید بن نافع نے زینب بنت ابی سلمہ سے خبر دی کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر جب شام سے آئی تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور ام المؤمنین) نے تیسرے دن صفرہ (خوشبو) منگوا کر اپنے دونوں رخساروں اور بازوؤں پر ملا اور فرمایا کہ اگر میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ ”کوئی عورت جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ شوہر کے سوا کسی کا سوگ تین دن سے زیادہ منائے اور شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن کرے۔“ تو مجھے اس وقت اس خوشبو کے استعمال کی ضرورت نہیں تھی۔

تشریح: جبکہ میں خود بیوہ اور بڑھیا ہوں، میں نے اس حدیث پر عمل کرنے کے خیال سے خوشبو کا استعمال کر لیا

”قال ابن حجر هو وهم لانه مات بالمدينة بلاخلاف وانما الذی مات بالشام اخوها یزید بن ابی سفیان والحدیث فی مسندی ابن ابی شیبة والدارمی بلفظ جاء نعی لاخی ام حبیبة اوحمیم لها ولاحمد نحوه فقوی کونه اخاها۔“

یعنی علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ وہم ہے۔ اس لئے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال بلا اختلاف مدینہ میں ہوا ہے۔ شام میں انتقال کرنے والے ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان تھے۔ مسند ابن ابی شیبہ اور دارمی اور مسند احمد وغیرہ میں یہ وضاحت موجود ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ صرف بیوی اپنے خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کر سکتی ہے اور کسی بھی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔ بیوی کے خاوند پر اتنا سوگ کرنے کی

صورت میں بھی بہت سے اسلامی مصالح پیش نظر ہیں۔

١٢٨١ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا)). [راجع: ١٢٨٠]

(۱۲۸۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو بن حزم نے، ان سے حمید بن نافع نے، ان کو زینب بنت ابی سلمہ نے خبر دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ''کوئی بھی عورت جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے شوہر کے سوا کسی مردے پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے۔ ہاں شوہر پر چار مہینے دس دن تک سوگ منائے۔''

١٢٨٢ـ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ بِهِ ثُمَّ قَالَتْ: مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: ((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ [أَنْ] تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا)). [طرفه في: ٥٣٣٥]

(۱۲۸۲) پھر میں حضرت زینب بنت جحش کے یہاں گئی جب کہ ان کے بھائی کا انتقال ہوا، انہوں نے خوشبو منگوائی اور اسے لگایا، پھر فرمایا کہ مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے نبی کریم ﷺ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ''کسی بھی عورت کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو، جائز نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ لیکن شوہر کا سوگ (عدت) چار مہینے دس دن تک کرے۔''

بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ

باب: قبروں کی زیارت کرنا

١٢٨٣ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ: ((اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي)) قَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي، وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ ﷺ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ: ((إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى)). [راجع:

(۱۲۸۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ثابت نے بیان کیا اور ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈر اور صبر کر۔'' وہ بولی جاؤ جی پرے ہٹو۔ یہ مصیبت تم پر پڑی ہوتی تو پتہ چلتا۔ وہ آپ ﷺ کو پہچان نہ سکی تھی پھر جب لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ نبی کریم ﷺ تھے، تو اب وہ (گھبرا کر) نبی کریم ﷺ کے دروازہ پر پہنچی۔ وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا۔ پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو پہچان نہ سکی تھی۔ (معاف فرمایئے) تو آپ ﷺ نے

فرمایا: ''صبر تو جب صدمہ شروع ہو اس وقت کرنا چاہیے۔'' (اب کیا ہوتا ہے)۔

[مسلم: ۲۱۳۹، ۲۱۴۰، ۲۱۴۱؛ ابوداود: ۳۱۲۴؛ ترمذي: ۹۸۸؛ نسائي: ۱۸۶۸]۱۲۵۲

تشریح: مسلم کی حدیث میں ہے کہ ''میں نے تمہیں قبر کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، لیکن اب کر سکتے ہو۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں ممانعت تھی اور پھر بعد میں اس کی اجازت مل گئی۔ دیگر احادیث میں یہ بھی ہے کہ قبروں پر جایا کرو کہ اس سے موت یاد آتی ہے یعنی اس سے آدمی کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''اللہ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو قبروں کی بہت زیارت کرتی ہیں'' ۔ اس کی شرح میں قرطبی نے کہا کہ یہ لعنت ان عورتوں پر ہے جو رات دن قبروں ہی میں پھرتی رہیں اور خاوندوں کے کاموں کا خیال نہ رکھیں، نہ یہ کہ مطلق زیارت عورتوں کو منع ہے۔ کیونکہ موت کو یاد کرنے میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں۔ لیکن عورتیں اگر قبرستان میں جا کر جزع فزع کریں اور خلاف شرع امور کی مرتکب ہوں تو پھر ان کے لئے قبروں کی زیارت جائز نہیں ہوگی۔

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں: "ان زيارة القبور مكروه للنساء بل حرام في هذا الزمان ولا سيما نساء مصر۔" یعنی حالات موجودہ میں عورتوں کے لئے زیارت قبور مکروہ بلکہ حرام ہے خاص طور پر مصری عورتوں کے لئے۔ یہ علامہ نے اپنے حالات کے مطابق کہا ہے ورنہ آج کل ہر جگہ عورتوں کا یہی حال ہے۔

مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صاف نہیں بیان کیا کہ قبروں کی زیارت جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ اس میں اختلاف ہے اور جن حدیثوں میں زیارت کی اجازت آئی ہے وہ ان کی شرط پر نہ تھیں، مسلم نے مرفوعاً نکالا: ''میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کرو کیونکہ اس سے آخرت کی یاد پیدا ہوتی ہے۔'' (وحیدی)

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو حدیث یہاں نقل فرمائی ہے اس سے قبروں کی زیارت یوں ثابت ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو وہاں رونے سے منع فرمایا۔ مطلق زیارت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ اسی سے قبروں کی زیارت ثابت ہوئی۔ مگر آج کل اکثر لوگ قبرستان میں جا کر مردوں کا وسیلہ تلاش کرتے اور بزرگوں سے حاجت طلب کرتے ہیں۔ ان کی قبروں پر چادر چڑھاتے پھول ڈالتے ہیں وہاں جھاڑ و بتی کا انتظام کرتے اور فرش فروش بچھاتے ہیں۔ شریعت میں یہ جملہ امور ناجائز ہیں۔ بلکہ ایسی زیارات قطعاً حرام ہیں جن سے اللہ کی حدود کو توڑا جائے اور وہاں خلاف شریعت کام کئے جائیں۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ))

إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ. لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿قُوٓا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾. [التحريم: ٦] وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنَّتِهِ، فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾. [الانعام: ١٦٤] وَهُوَ كَقَوْلِهِ: ﴿وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ﴾

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔''

یعنی جب رونا ماتم کرنا میت کے خاندان کی رسم ہو۔ کیونکہ اللہ پاک نے سورۂ تحریم میں فرمایا کہ ''اپنے نفس کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔'' (یعنی ان کو برے کاموں سے منع کرو) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر کوئی نگہبان ہے اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' اور اگر یہ رونا پیٹنا اس کے خاندان کی رسم نہ ہو اور پھر اچانک کوئی اس پر رونے لگے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دلیل لینا اس آیت سے صحیح ہے کہ ''کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

[فاطر: ١٨] وَمَا يُرَخَّصُ مِنَ الْبُكَاءِ فِي غَيْرِ نَوْحٍ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا)) وَذَلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کو بلائے تو وہ اس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' اور بغیر نوحہ' چلائے' پیٹے' رونا درست ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''دنیا میں جب کوئی ناحق خون ہوتا ہے تو آدم کے پہلے بیٹے قابیل پر اس خون کا کچھ وبال پڑتا ہے کیونکہ ناحق خون کی بنا سب سے پہلے اسی نے ڈالی۔''

١٢٨٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، وَمُحَمَّدٌ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: أَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِيِّ ﷺ إِلَيْهِ إِنَّ ابْنًا لِي قُبِضَ فَائْتِنَا. فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُولُ: ((إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلُّ [شَيْءٍ] عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ)) فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا، فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأُبَيُّ ابْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ، فَرُفِعَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ. قَالَ: حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ:۔ كَأَنَّهَا شَنٌّ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذَا؟ فَقَالَ: ((هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ)). [أطرافه في: ٥٦٥٥، ٦٦٠٢، ٦٦٥٥، ٧٣٧٧، ٧٤٤٨] [مسلم: ٢١٣٥؛ ابوداود: ٣١٢٦؛ نسائي: ١٨٦٧؛ ابن ماجه: ١٥٨٨]

(١٢٨٤) ہم سے عبدان اور محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہم کو عاصم بن سلیمان نے خبر دی، انہیں ابوعثمان عبدالرحمن نہدی نے، کہا کہ مجھ سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) نے آپ ﷺ کو اطلاع کرائی کہ میرا ایک لڑکا مرنے کے قریب ہے، اس لیے آپ ﷺ تشریف لائیں۔ آپ ﷺ نے انہیں سلام کہلوایا اور کہلوایا کہ ''اللہ تعالیٰ ہی کا سارا مال ہے، جو لے لیا وہ اسی کا تھا اور جو اس نے دیا وہ بھی اسی کا تھا اور ہر چیز اس کی بارگاہ سے وقت مقررہ پر ہی واقع ہوتی ہے۔ اس لیے صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھو۔'' پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے قسم دے کر اپنے یہاں بلوا بھیجا۔ اب رسول اللہ ﷺ جانے کے لیے اٹھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور بہت سے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ بچے کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا۔ جس کی جان کنی کا عالم تھا۔ ابوعثمان نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جیسے پرانا مشکیزہ ہوتا ہے (اور پانی کے ٹکرانے کی اندر سے آواز ہوتی ہے۔ اسی طرح جانکنی کے وقت بچہ کے حلق سے آواز آرہی تھی) یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ سعد رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ یارسول اللہ! یہ رونا کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو اللہ کی رحمت ہے جسے اللہ نے اپنے (نیک) بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے ان رحمدل بندوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔''

تشریح: اس مسئلہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک مشہور اختلاف تھا کہ میت پر اس کے گھر والوں کے نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوگا یا نہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اسی اختلاف پر یہ طویل محاکمہ کیا ہے۔ اس سے متعلق مصنف رحمہ اللہ متعدد احادیث ذکر کریں گے اور ایک طویل حدیث میں جو اس باب میں آئے گی۔ دونوں کی اس سلسلے میں اختلاف کی تفصیل بھی موجود ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال یہ تھا کہ میت پر اس کے گھر والوں کے

نوحہ سے عذاب نہیں ہوتا کیونکہ ہر شخص صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ قرآن میں خود ہے کہ کسی پر دوسرے کی کوئی ذمہ داری نہیں ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (۶/الانعام:۱۶۴) اس لئے نوحہ کی وجہ سے جس گناہ کے مرتکب مردہ کے گھر والے ہوتے ہیں اس کی ذمہ داری مردے پر کیسے ڈالی جاسکتی ہے؟

لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیش نظر یہ حدیث تھی: ''میت پر اس کے گھر والوں کے نوحہ سے عذاب ہوتا ہے''۔ حدیث صاف تھی اور خاص میت کے لئے لیکن قرآن میں ایک عام حکم بیان ہوا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب یہ تھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے غلطی ہوئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ایک خاص واقعہ سے متعلق تھا۔ کسی یہودی عورت کا انتقال ہوگیا تھا۔ اس پر اصل عذاب کفر کی وجہ سے ہورہا تھا مزید اضافہ گھر والوں کے نوحہ نے بھی کر دیا تھا کہ وہ اس کے استحقاق کے خلاف اس کا ماتم کررہے تھے اور خلاف واقعہ نیکیوں کو اس کی طرف منسوب کر رہے تھے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر جو کچھ فرمایا وہ مسلمانوں کے بارے میں نہیں تھا۔ لیکن علما نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس استدلال کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ دوسری طرف ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بھی ہر حال میں نافذ نہیں کیا بلکہ اس کی نوک پلک دوسرے شرعی اصول وشواہد کی روشنی میں درست کئے گئے ہیں اور پھر اسے ایک اصول کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔

علما نے اس حدیث کی جو مختلف وجوہ وتفصیلات بیان کی ہیں انہیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ اس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے محاکمہ کا حاصل یہ ہے کہ شریعت کا ایک اصول ہے۔ حدیث میں ہے: ''کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته۔'' ہر شخص نگراں ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہوگا۔ یہ حدیث متعدد اور مختلف روایتوں سے کتب احادیث اور خود بخاری میں موجود ہے۔ یہ ایک مفصل حدیث ہے اور اس میں تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ بادشاہ سے لے کر ایک معمولی سے معمولی خادم تک راعی اور نگراں کی حیثیت رکھتا ہے اور ان سب سے ان کی رعیتوں کے متعلق سوال ہوگا۔ یہاں صاحب تفہیم البخاری نے ایک فاضلانہ بیان لکھا ہے جسے ہم شکریہ کے ساتھ ''تشریح'' میں نقل کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ: ﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (۶۶/التحریم:۶) ''خود کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔'' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر واضح کیا ہے کہ جس طرح اپنی اصلاح کا حکم شریعت نے دیا ہے اسی طرح اپنی رعیت کی اصلاح کا بھی حکم ہے، اس لئے ان میں سے کسی ایک کی اصلاح سے غفلت تباہ کن ہے۔ اب اگر مردے کے گھر غیر شرعی نوحہ و ماتم کا رواج تھا لیکن اپنی زندگی میں اس نے انہیں اس سے نہیں روکا اور اپنے گھر میں ہونے والے اس منکر پر واقفیت کے باوجود اس نے تساہل سے کام لیا، تو شریعت کی نظر میں وہ بھی مجرم ہے۔ شریعت نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک اصول بنادیا تھا۔ ضروری تھا کہ اس اصول کے تحت اپنی زندگی میں اپنے گھر والوں کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرتا۔ لیکن اگر اس نے ایسا نہیں کیا، تو گویا وہ خود اس عمل کا سبب بنا ہے۔ شریعت کی نظر اس سلسلے میں بہت دور تک ہے۔ اسی محاکمہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ''کوئی شخص اگر ظلماً (ظالمانہ طور پر) قتل کیا جاتا ہے تو اس قتل کی ایک حد تک ذمہ داری آدم علیہ السلام کے سب سے پہلے بیٹے (قابیل) پر عائد ہوتی ہے''۔ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کردیا تھا۔ یہ روئے زمین پر سب سے پہلا ظالمانہ قتل تھا۔ اس سے پہلے دنیا اس سے ناواقف تھی۔ اب چونکہ اس طریقہ ظلم کی ایجاد سب سے پہلے آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے کی تھی، اس لئے قیامت تک ہونے والے ظالمانہ قتل کے گناہ کا ایک حصہ اس کے نام بھی لکھا جائے گا۔ شریعت کے اس اصول کو اگر سامنے رکھا جائے تو عذاب وثواب کی بہت سی بنیادی گرہیں کھل جائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کردہ اصول پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے انہوں نے فرمایا تھا کہ قرآن نے خود فیصلہ کردیا ہے کہ ''کسی انسان پر دوسرے کی کوئی ذمہ داری نہیں'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ مرنے والے کو کیا اختیار ہے؟ اس کا تعلق اب اس عالم ناسوت سے ختم ہو چکا ہے۔ نہ وہ کسی کو روک سکتا ہے اور نہ اس پر قدرت ہے۔ پھر اس ناکردہ گناہ کی ذمہ داری اس پر عائد کرنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟

اس موقع پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ شریعت نے ہر چیز کے لئے اگرچہ ضابطے اور قاعدے متعین کر دیئے ہیں لیکن بعض اوقات کسی ایک میں بہت سے اصول بیک وقت جمع ہوجاتے ہیں اور یہیں سے اجتہاد کی حد شروع ہوجاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ جزئی کس ضابطے کے تحت آسکتی ہے؟ اور ان مختلف اصول میں اپنے مضمرات کے اعتبار سے جزئی کس اصول سے زیادہ قریب ہے؟ اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اجتہاد

سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ میت پر نوحہ و ماتم کا میت سے تعلق قرآن کے بیان کردہ اس اصول سے متعلق ہے کہ "کسی انسان پر دوسرے کی ذمہ داری نہیں"۔ جیسا کہ ہم نے تفصیل سے بتایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد کو امت نے اس مسئلہ میں قبول نہیں کیا ہے۔ اس باب پر ہم نے یہ طویل نوٹ اس لئے لکھا کہ اس میں روزمرہ زندگی سے متعلق بعض بنیادی اصول سامنے آئے تھے۔ جہاں تک نوحہ و ماتم کا سوال ہے اسے اسلام ان غیر ضروری اور لغو حرکتوں کی وجہ سے رد کرتا ہے جو اس سلسلے میں کی جاتی تھیں۔ ورنہ عزیز و قریب یا کسی بھی متعلق کی موت پر غم قدرتی چیز ہے اور اسلام نہ صرف اس کے اظہار کی اجازت دیتا ہے بلکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض افراد کو جن کے دل میں اپنے عزیز و قریب کی موت سے کوئی ٹیس نہیں لگی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سخت دل کہا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کئی ایسے واقعات پیش آئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عزیز و قریب کی وفات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ (تفہیم البخاری)

نصوص شرعیہ کی موجودگی میں ان کے خلاف اجتہاد قابل قبول نہیں ہے۔ خواہ اجتہاد کرنے والا کوئی ہو۔ رائے اور قیاس ہی وہ بیماریاں ہیں جنہوں نے امت کا بیڑہ غرق کر دیا ہے اور امت تقسیم در تقسیم ہو کر رہ گئی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی مناسب توجیہ فرما دی ہے، وہی ٹھیک ہے۔

١٢٨٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: شَهِدْنَا بِنْتًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، قَالَ: فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ قَالَ: فَقَالَ: ((هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟)) فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: أَنَا، قَالَ: ((فَانْزِلْ)) قَالَ: فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا. [طرفه في: ١٣٤٢]

(۱۲۸۵) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عامر عقدی نے بیان کیا، کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے بلال بن علی نے ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی (حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا) کے جنازہ میں حاضر تھے (وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ جن کا ۵ ھ میں انتقال ہوا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے کہ جو آج کی رات عورت کے پاس نہ گیا ہو۔" اس پر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر قبر میں تم اترو۔" چنانچہ وہ ان کی قبر میں اترے۔

تشریح: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں اتارا۔ ایسا کرنے سے ان کو تنبیہ کرنا منظور تھی۔ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شب میں جس میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا ایک لونڈی سے صحبت کی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا یہ کام پسند نہ آیا۔ (وحیدی)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔ ان کے انتقال پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے آپ کا عقد فرما دیا جن کے انتقال پر آپ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو اسے بھی عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے عقد میں دیتا۔ اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جو وقعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تھی وہ ظاہر ہے۔

١٢٨٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ: تُوُفِّيَتْ بِنْتٌ لِعُثْمَانَ بِمَكَّةَ وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا، وَحَضَرَهَا

(۱۲۸۶) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی (ام ابان) کا مکہ میں انتقال ہو گیا تھا۔ ہم بھی ان کے

ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا۔ أَوْ قَالَ: جَلَسْتُ إِلَى أَحَدِهِمَا ثُمَّ جَاءَ الآخَرُ، فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي۔ فَقَالَ: عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ أَلَا تَنْهَى عَنِ الْبُكَاءِ؟ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ)).

[مسلم: ٢١٤٩؛ نسائي: ١٨٥٧]

جنازے میں حاضر ہوئے۔ عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی تشریف لائے۔ میں ان دونوں حضرات کے درمیان بیٹھا ہوا تھا یا یہ کہا کہ میں ایک بزرگ کے قریب بیٹھ گیا اور دوسرے بزرگ بعد میں آئے اور میرے بازوؤں میں بیٹھ گئے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عمرو بن عثمان سے کہا (جو ام ابان کے بھائی تھے) رونے سے کیوں نہیں روکتے۔ نبی کریم ﷺ نے تو فرمایا ہے: ''میت پر گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔''

١٢٨٧۔ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَدْ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ: بَعْضَ ذٰلِكَ، ثُمَّ حَدَّثَ قَالَ: صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ، إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ: اذْهَبْ، فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ قَالَ: فَنَظَرْتُ فَإِذَا صُهَيْبٌ، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ادْعُهُ لِي فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ! فَقُلْتُ: ارْتَحِلْ فَالْحَقْ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمَّا أُصِيْبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِي يَقُوْلُ: وَاأَخَاهُ، وَاصَاحِبَاهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِيْ عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ)). [طرفاه في: ١٢٩٠، ١٢٩٢]

[مسلم: ٢١٤٦، ٢١٤٩]

(١٢٨٧) اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی تائید کی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی فرمایا تھا۔ پھر آپ بیان کرنے لگے کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے چلا جب ہم بیداء تک پہنچے تو سامنے ایک ببول کے درخت کے نیچے چند سوار نظر پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جا کر دیکھو تو سہی یہ کون لوگ ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا تو صہیب رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر جب اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ انہیں بلا لاؤ۔ میں صہیب رضی اللہ عنہ کے پاس دوبارہ آیا اور کہا کہ چلیے امیر المؤمنین بلاتے ہیں۔ چنانچہ وہ خدمت میں حاضر ہوئے۔ (خیر یہ قصہ تو ہو چکا) پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی کئے گئے تو صہیب رضی اللہ عنہ روتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ وہ کہہ رہے تھے ہائے میرے بھائی! ہائے میرے صاحب! اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صہیب! تم مجھ پر روتے ہو، تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔''

١٢٨٨۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ، وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ لَيُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَلٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ لَيَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ)) وَقَالَتْ: حَسْبُكُمُ الْقُرْآنُ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَى﴾ [الانعام:١٦٤] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: عِنْدَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ

(١٢٨٨) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے اس حدیث کا ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اللہ مومن پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب کرے گا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کافر کا عذاب اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اور زیادہ کر دیتا ہے۔'' اس کے بعد کہنے لگیں کہ قرآن کی یہ آیت تم کو کافی ہے کہ ''کوئی کسی کے گناہ کا ذمہ دار اور اس کا بوجھ اٹھانے والا نہیں۔'' اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت (یعنی ام ابان کے جنازے میں)

﴿هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى﴾ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: وَاللّٰهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ شَيْئًا. [طرفاه في: ١٢٨٩، ٣٩٧٨] [مسلم: ٢١٤٢]

سورۂ نجم کی یہ آیت پڑھی "اور اللہ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے"۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ تقریر سن کر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ جواب نہیں دیا۔

تشریح: یہ آیت سورۂ فاطر میں ہے مطلب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ کسی شخص پر غیر کے فعل سے سزا نہ ہوگی مگر ہاں جب اس کو بھی اس فعل میں ایک طرح کی شرکت ہو۔ جیسے کسی کے خاندان کی رسم رونا، پیٹنا نوحہ کرنا ہو اور وہ اس سے منع نہ کر جائے تو بے شک اس کے گھر والوں کے نوحہ کرنے سے اس پر عذاب ہوگا۔ بعض نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر محمول ہے کہ جب میت نوحہ کرنے کی وصیت کر جائے۔ بعض نے کہا کہ عذاب سے یہ مطلب ہے کہ میت کو تکلیف ہوتی ہے اس کے گھر والوں کے نوحہ کرنے سے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی تائید کی ہے حدیث: ((لا تقتل نفس)) کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دیات وغیرہ میں وصل کیا ہے۔ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ ناحق خون کوئی بھی کرتا ہے تو قابیل پر اس کے گناہ کا ایک حصہ ڈالا جاتا ہے اور اس کی وجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ اس نے ناحق خون کی بنا سب سے پہلے قائم کی تو اسی طرح جس کے خاندان میں نوحہ کرنے اور رونے پیٹنے کی رسم ہے اور اس نے منع نہ کیا تو کیا عجب ہے کہ نوحہ کرنے والوں کے گناہ کا ایک حصہ اس پر بھی ڈالا جائے اور اس کو عذاب ہو۔ (وحیدی)

١٢٨٩ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ۔ وَهُوَ الشَّيْبَانِيُّ۔ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: لَمَّا أُصِيْبَ عُمَرُ جَعَلَ صُهَيْبٌ يَقُوْلُ: وَاأَخَاهُ فَقَالَ عُمَرُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ)). [راجع: ١٢٨٧] [مسلم: ٢١٤٦، ٢١٤٧]

(۱۲۸۹) ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا، ان سے علی بن مسہر نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق شیبانی نے، ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ان کے والد ابوموسیٰ اشعری نے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو صہیب رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے آئے، ہائے میرے بھائی! اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھ کو معلوم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "مردے کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب کیا جاتا ہے۔"

تشریح: اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں یعنی اس کے گھر والوں کے رونے سے یا اس کے کفر کی وجہ سے دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ تو اس رنج میں ہیں کہ ہم سے جدائی ہوگئی اور اس کی جان عذاب میں گرفتار ہے۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اگلی حدیث کی تفسیر کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہ میت ہے جو کافر ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو عام سمجھا اور اسی لئے صہیب رضی اللہ عنہ پر انکار کیا۔ (وحیدی)

١٢٩٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: إِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى يَهُوْدِيَّةٍ يَبْكِي عَلَيْهَا أَهْلُهَا فَقَالَ: ((إِنَّهُمْ يَبْكُوْنَ عَلَيْهَا، وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا)). [راجع: ١٢٨٨] [مسلم:

(۱۲۹۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن ابی بکر نے، انہیں ان کے باپ نے اور انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک یہودی عورت پر ہوا جس کے مرنے پر اس کے گھر والے رو رہے تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ لوگ رو رہے ہیں حالانکہ اس کو قبر میں عذاب کیا جا رہا ہے۔"

۲۱۵٦؛ ترمذي: ۱۰۰٦؛ نسائي: ۱۸۵۵]

تشریح: شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ رونا اور کپڑے پھاڑنا اور نوحہ کرنا یہ سب کام حرام ہیں۔ ایک جماعت سلف کا جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں یہ قول ہے کہ میت کے لوگوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے اور جمہور علما اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ عذاب اسے ہوتا ہے جو رونے کی وصیت کر جائے اور ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے مطلقاً یہ ثابت ہوا کہ میت پر رونے سے اس کو عذاب ہوتا ہے۔ ہم نے آپ ﷺ کے ارشاد کو مانا اور سن لیا۔ اس پر ہم کچھ زیادہ نہیں کرتے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا کہ جس رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے وہ رونا پکار کر رونا اور نوحہ کرنا ہے نہ کہ صرف آنسو بہانا۔ (وحیدی)

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب: میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے

وَقَالَ عُمَرُ: دَعْهُنَّ يَبْكِينَ عَلَى أَبِي سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ أَوْ لَقْلَقَةٌ وَالنَّقْعُ: التُّرَابُ عَلَى الرَّأْسِ، وَاللَّقْلَقَةُ: الصَّوْتُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتوں کو ابوسلیمان (خالد بن ولید) پر رونے دے جب تک وہ خاک نہ اڑائیں اور چلائیں نہیں۔ نقع سر پر مٹی ڈالنے کو اور لقلقہ چلانے کو کہتے ہیں۔

۱۲۹۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)). وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ)). [مسلم: ۲۱۵۷، ۲۱۵۸، ۲۱۵۹]

(۱۲۹۱) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن عبید نے، ان سے علی بن ربیعہ نے اور ان سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے: ''میرے متعلق کوئی جھوٹی بات کہنا عام لوگوں سے متعلق جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے جو شخص بھی جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے۔'' اور میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ بھی سنا کہ ''کسی میت پر اگر نوحہ و ماتم کیا جائے تو اس نوحہ کی وجہ سے بھی اس پر عذاب ہوتا ہے۔''

۱۲۹۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ ((الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ)) تَابَعَهُ عَبْدُالْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ؛ ح: وَقَالَ آدَمُ عَنْ شُعْبَةَ: ((الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ)). [راجع: ۱۲۸۷] [مسلم: ۲۱٤۳؛ نسائي: ۱۸۵۲؛ ابن ماجه: ۱۵۹۳]

(۱۲۹۲) ہم سے عبدان عبداللہ بن عثمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں قتادہ نے، انہیں سعید بن مسیب نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میت کو اس پر نوحہ کیے جانے کی وجہ سے بھی قبر میں عذاب ہوتا ہے۔'' عبدان کے ساتھ اس حدیث کو عبدالاعلیٰ نے بھی یزید بن زریع سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے (دوسری سند) اور آدم بن ابی ایاس نے شعبہ سے یوں روایت کیا کہ ''میت پر زندہ کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔''

بَابٌ

باب

١٢٩٣ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: جِيْءَ بِأَبِي يَوْمَ أُحُدٍ، قَدْ مُثِّلَ بِهِ حَتَّى وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ سُجِّيَ ثَوْبًا فَذَهَبْتُ أُرِيْدُ أَنْ أَكْشِفَ عَنْهُ فَنَهَانِي قَوْمِي، ثُمَّ ذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْهُ فَنَهَانِي قَوْمِي، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرُفِعَ فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ فَقَالَ: ((مَنْ هٰذِهِ؟)) فَقَالُوْا: ابْنَةُ عَمْرٍو أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو قَالَ: ((فَلِمَ تَبْكِي؟)) أَوْ ((لَا تَبْكِي فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ)). [راجع: ١٢٤٤] [مسلم: ٦٣٥٤؛ نسائي: ١٨٤٤]

(۱۲۹۳) ہم سے علی بن عبداللہ بن مدینی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن منکدر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ ''میرے والد کی لاش احد کے میدان سے لائی گئی۔ (مشرکوں نے) آپ کی صورت تک بگاڑ دی تھی۔ نعش رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھی گئی۔ اوپر سے ایک کپڑا ڈھکا ہوا تھا، میں نے چاہا کہ کپڑے کو ہٹاؤں۔ لیکن میری قوم نے مجھے روکا۔ پھر دوبارہ کپڑا اہٹانے کی کوشش کی۔ اس مرتبہ بھی میری قوم نے مجھ کو روک دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جنازہ اٹھایا گیا۔ اس وقت کسی زور زور سے رونے والے کی آواز سنائی دی تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' لوگوں نے کہا کہ یہ عمرو کی بیٹی یا (یہ کہا کہ) عمرو کی بہن ہیں۔ (نام میں سفیان کو شک ہوا تھا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''روتی کیوں ہیں؟'' یا یہ فرمایا کہ ''روؤ نہیں کہ ملائکہ برابر اپنے پروں کا سایہ کئے رہے ہیں جب تک اس کا جنازہ اٹھایا گیا۔''

بَابٌ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوْبَ

باب: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''گریبان چاک کرنے والے ہم میں سے نہیں ہیں''

١٢٩٤ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ الْيَامِيُّ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)). [أطرافه في: ١٢٩٧، ١٢٩٨، ٣٥١٩] [ترمذي: ٩٩٩؛ نسائي: ١٨٦١؛ ابن ماجه: ١٥٨٤]

(۱۲۹۴) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے، ان سے زبید یامی نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو عورتیں (کسی کی موت پر) اپنے چہروں کو پیٹتی اور گریبان چاک کر لیتی ہیں اور جاہلیت کی باتیں بکتی ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔''

تشریح: یعنی ہماری امت سے خارج ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ حرکت ناپسندیدہ ہے۔

بَابُ رِثَاءِ النَّبِيِّ ﷺ سَعْدَ بْنَ خَوْلَةَ

باب: نبی کریم ﷺ کا سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر افسوس کرنا

١٢٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَامِرِ ابْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَعُوْدُ فِي عَامِ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي فَقُلْتُ: إِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ وَأَنَا ذُو مَالٍ، وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِي، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي قَالَ: ((لَا)) فَقُلْتُ: فَالشَّطْرُ، فَقَالَ: ((لَا)) ثُمَّ قَالَ: ((الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَبِيرٌ- أَوْ كَثِيرٌ- إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا، حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ)) قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي؟ قَالَ: ((إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً، ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُوْنَ، اللَّهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ، وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ، لَكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ)) يَرْثِي لَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ.

[راجع: ٥٦]

(۱۲۹۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے خبر دی۔ انہیں ابن شہاب نے، انہیں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اور انہیں ان کے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے سال (۱۰ھ میں) میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میں سخت بیمار تھا میں نے کہا کہ میرا مرض شدت اختیار کر چکا ہے میرے پاس مال و اسباب بہت ہے اور میری صرف ایک لڑکی ہے جو وارث ہوگی تو کیا میں اپنے دو تہائی مال کو خیرات کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "نہیں" میں نے کہا آدھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں۔" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک تہائی کر دو اور یہ بھی بڑی خیرات ہے یا بہت خیرات ہے اگر تو اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑ جائے تو یہ اس سے بہتر ہوگا کہ محتاجی میں انہیں اس طرح چھوڑ کر جائے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ یہ یاد رکھو کہ جو خرچ بھی تم اللہ کی رضا کی نیت سے کرو گے تو اس پر بھی تمہیں ثواب ملے گا۔ حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو۔" پھر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میرے ساتھی تو مجھے چھوڑ کر (حجۃ الوداع کر کے) مکہ سے جا رہے ہیں اور میں ان سے پیچھے رہ رہا ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "یہاں رہ کر بھی اگر تم کوئی نیک عمل کرو گے تو اس سے تمہارے درجے بلند ہوں گے اور شاید ابھی تم زندہ رہو گے اور بہت سے لوگوں کو (مسلمانوں کو) تم سے فائدہ پہنچے گا اور بہتوں کو (کفار و مرتدین کو) نقصان۔ (پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی) "اے اللہ! میرے ساتھیوں کو ہجرت پر استقلال عطا فرما اور ان کے قدم پیچھے کی طرف نہ لوٹا۔ لیکن مصیبت زدہ سعد بن خولہ تھے۔" اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے مکہ میں وفات پا جانے کی وجہ سے اظہار غم کیا تھا۔

تشریح: اس موقع پر نبی اکرم ﷺ نے اسلام کا وہ زریں اصول بیان کیا ہے جو اجتماعی زندگی کی جان ہے۔ احادیث کے ذخیرہ میں اس طرح کی احادیث کی کمی نہیں اور اس سے ہماری شریعت کے مزاج کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی اتباع کرنے والوں سے کس طرح کی زندگی کا مطالبہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود شارع ہیں اور اس نے اپنی تمام دوسری مخلوقات کے ساتھ انسانوں کو بھی پیدا کیا ہے۔ اس لئے انسان کی طبیعت میں فطری طور پر جو رجحانات اور صلاحیتیں موجود ہیں خداوند تعالیٰ اپنے احکام و اوامر میں انہیں نظر انداز نہیں کرتے۔ شریعت میں معاد و معاش سے متعلق جن احکام پر عمل کرنے کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس کی رضا کے مطابق ہو سکے اور زمین میں شر و فساد نہ پھیلے۔ اہل و عیال پر خرچ کرنے کی اہمیت اور اس پر اجر و ثواب کا استحقاق صلہ رحمی اور خاندانی نظام کی اہمیت کے پیش نظر ہے کہ جن پر معاشرہ کی صلاح و بقا کا مدار ہے حدیث کا یہ

حصہ کہ "اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے تو اس پر بھی اجر وثواب ملے گا۔ اسی بنیاد پر ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اس میں حظ نفس بھی ہے۔ لیکن اگر ازدواجی زندگی کے ذریعہ مسلمان اس خاندانی نظام کو پروان چڑھاتا ہے جس کی ترتیب اسلام نے دی اور اس کے مقتضیات پر عمل کی کوشش کرتا ہے تو قضائے شہوت بھی اجر وثواب کا باعث ہے۔ شیخ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حظ نفس اگر حق کے مطابق ہو تو اجر وثواب میں اس کی وجہ سے کوئی کمی نہیں ہوتی۔ مسلم میں اس سلسلے کی ایک حدیث بہت زیادہ واضح ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تمہاری شرمگاہ میں صدقہ ہے۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی شہوت بھی پوری کریں اور اجر بھی پائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہاں! کیا تم اس پر غور نہیں کرتے کہ اگر حرام میں مبتلا ہو گئے تو پھر کیا ہوگا؟" اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ شریعت ہمیں کن حدود میں رکھنا چاہتی ہے اور اس کے لئے اس نے کیا کیا جتن کئے ہیں اور ہمارے بعض فطری رجحانات کی وجہ سے جو بڑی خرابیاں پیدا ہو سکتی تھیں، ان کے سد باب کی کس طرح کوشش کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کے باوجود کہ بیوی کے منہ میں لقمہ دینے اور دوسرے طریقوں سے خرچ کرنے کا داعیہ نفعانی اور شہوانی بھی ہے۔ خود یہ لقمہ جس جسم کا جز د بنے گا شوہر اسی سے متمتع (فائدہ) اٹھاتا ہے لیکن شریعت کی طرف سے پھر بھی اجر وثواب کا وعدہ ہے۔ اس لئے اگر دوسروں پر خرچ کیا جائے جن سے کوئی نسبت وقرابت نہیں اور جہاں خرچ کرنے کے لئے کچھ زیادہ مجاہدہ کی بھی ضرورت ہوگی تو اس پر اجر وثواب کس قدر مل سکتا ہے۔ تاہم یہ یاد رہے کہ ہر طرح کے خرچ اخراجات میں مقدم اعزہ واقربا ہیں۔ اور پھر دوسرے لوگ کے اعزہ پر خرچ کر کے آدمی شریعت کے کئی مطالبوں کو ایک ساتھ پورا کرتا ہے۔

سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے تھے۔ لیکن آپ کی وفات مکہ میں ہوگئی تھی۔ یہ بات پسند نہیں کی جاتی تھی کہ جن لوگوں نے اللہ اور رسول سے تعلق کی وجہ سے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہجرت کی تھی وہ بلا کسی سخت ضرورت کے مکہ میں قیام کریں۔ چنانچہ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ مکہ میں بیمار ہوئے تو وہاں سے جلد نکل جانا چاہا کہ کہیں وفات نہ ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سعد بن خولہ رضی اللہ عنہما پر اس لئے اظہار غم کیا تھا کہ مہاجر ہونے کے باوجود ان کی وفات مکہ میں ہوگئی۔ اسی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہجرت پر استقلال عطا فرمائے تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ نقصان کس طرح کا ہوگا۔ کیونکہ یہ تکوینیت سے متعلق ہے۔ (تفہیم البخاری)

ترجمہ باب رثاء سے وہی اظہار افسوس اور رنج وغم مراد ہے نہ مرثیہ پڑھنا۔ مرثیہ اس کو کہتے ہیں کہ میت کے فضائل اور مناقب بیان کئے جائیں اور لوگوں کو بیان کر کے رلایا جائے۔ خواہ وہ نظم ہو یا نثر یہ تو ہماری شریعت میں منع ہے خصوصاً لوگوں کو جمع کر کے سنانا اور رلانا اس کی ممانعت میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے جس کو احمد اور ابن ماجہ نے نکالا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔

سعد رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم تو آپ کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ ہو جائیں گے اور میں مکہ ہی میں پڑے پڑے مر جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے گول مول فرمایا جس سے سعد رضی اللہ عنہ نے معلوم کر لیا کہ میں اس بیماری سے مروں گا نہیں۔ پھر آگے صاف فرمایا کہ شاید تو زندہ رہے گا اور تیرے ہاتھ سے مسلمانوں کو فائدہ اور کافروں کا نقصان ہوگا۔ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا معجزہ ہے جیسے آپ کی پیش گوئی تھی ویسا ہی ہوا۔ سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدت تک زندہ رہے عراق اور ایران انہوں نے فتح کیا۔ رضی اللہ عنہ (وحیدی)

بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الْحَلْقِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

باب: غم کے وقت سر منڈوانے کی ممانعت

١٢٩٦ـ وَقَالَ الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ جَابِرٍ، أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ، حَدَّثَهُ قَالَ:

(١٢٩٦) اور حکم بن موسیٰ نے بیان کیا کہ ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا' ان سے عبد الرحمن بن جابر نے کہ قاسم بن مخیمرہ نے ان سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو بردہ بن ابو موسیٰ نے بیان کیا کہ ابو موسیٰ

حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى قَالَ: وَجِعَ أَبُو مُوسَى وَجَعًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ، وَرَأْسُهُ فِي حَجْرِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ: أَنَا بَرِيْءٌ مِمَّنْ بَرِيءَ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَرِيءَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ. [مسلم: ٢٨٧]

اشعری رضی اللہ عنہ بیمار پڑے، ایسے کہ ان پر غشی طاری تھی اور ان کا سر ان کی ایک بیوی ام عبداللہ بنت ابی رومہ کی گود میں تھا (وہ ایک زور کی چیخ مار کر رونے لگی) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت کچھ بول نہ سکے لیکن جب ان کو ہوش ہوا تو انہوں نے فرمایا: میں بھی اس کام سے بیزار ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ نے بیزاری کا اظہار فرمایا رسول اللہ ﷺ نے (کسی غم کے وقت) چلا کر رونے والی، سر منڈوانے والی اور گریبان چاک کرنے والی عورتوں سے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا تھا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ غمی میں سر منڈوانا، گریبان چاک کرنا اور چلا کر نوحہ کرنا یہ جملہ حرکات حرام ہیں۔

بَابٌ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ

باب: رخسار پیٹنے والے ہم میں سے نہیں ہیں

١٢٩٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ، قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)). [راجع: ١٢٩٤] [مسلم: ٢٨٥، ٢٨٦؛ نسائي: ١٨٥٩؛ ابن ماجه: ١٥٨٤]

(۱۲۹۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے عبداللہ بن مرہ نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص (کسی میت پر) اپنے رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور عہد جاہلیت کی سی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

تشریح: جو لوگ عرصہ دراز کے شہید شدہ بزرگوں پر سینہ کوبی کرتے ہیں وہ غور کریں کہ وہ کس طرح نبی کریم ﷺ کی بغاوت کر رہے ہیں۔

بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الْوَيْلِ وَدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

باب: اس بارے میں کہ مصیبت کے وقت جاہلیت کی باتیں اور واویلا کرنے کی ممانعت ہے

١٢٩٨ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)). [راجع: ١٢٩٤، ١٢٩٧]

(۱۲۹۸) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ حفص نے اور ان سے اعمش نے اور ان سے عبداللہ بن مرہ نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو (کسی کی موت پر) اپنے رخسار پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

تشریح: یعنی ابن کا یہ عمل ان لوگوں جیسا ہے جو غیر مسلم ہیں یا یہ کہ وہ ہماری امت سے خارج ہے۔ بہر حال اس سے بھی نوحہ کی حرمت ثابت ہوئی۔

بَابُ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ

باب: جو شخص مصیبت کے وقت ایسا بیٹھے کہ وہ غمگین دکھائی دے

١٢٩٩ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ ﷺ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ، وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ. شَقِّ الْبَابِ. فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ، وَذَكَرَ بُكَائَهُنَّ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ، لَمْ يُطِعْنَهُ فَقَالَ: ((إِنْهَهُنَّ)). فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ، قَالَ: وَاللّٰهِ غَلَبْنَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ: ((فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ)) فَقُلْتُ: أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنْفَكَ، لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْعَنَاءِ. [طرفاه في: ١٣٠٥، ٤٢٦٣] [مسلم: ٢١٦١، ٢١٦٢؛ ابوداود: ٣١٢٢؛ نسائي: ١٨٤٦]

(۱۲۹۹) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا کہ میں نے یحییٰ سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرہ نے خبر دی، کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، آپ نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ کو زید بن حارثہ، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت (غزوۂ موتہ میں) کی خبر ملی، تو آپ ﷺ اس وقت اس طرح تشریف فرما تھے کہ غم کے آثار آپ کے چہرے پر ظاہر تھے۔ میں دروازے کے سوراخ سے دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ایک صاحب آئے اور جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر کی عورتوں کے رونے کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''انہیں رونے سے منع کر دے۔'' وہ گئے لیکن واپس آ کر کہا کہ وہ تو نہیں مانتیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ''انہیں منع کر دے۔'' اب وہ تیسری مرتبہ واپس ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! قسم اللہ کی وہ تو ہم پر غالب آ گئی ہیں (عمرہ نے کہا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یقین ہوا کہ (ان کے اس کہنے پر) رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''پھر ان کے منہ میں مٹی جھونک دے۔'' اس پر میں نے کہا کہ تیرا برا ہو۔ رسول کریم ﷺ اب جس کام کا حکم دے رہے ہیں تو وہ کرو گے نہیں لیکن آپ ﷺ کو تکلیف میں ڈال دیا۔

تشریح: آپ نے عورتوں کے باز نہ آنے پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور غصہ میں کہا: ''کہ ان کے منہ میں مٹی جھونک دو۔'' آپ ﷺ خود بھی بے حد غمگین تھے۔ یہی مقصد باب ہے۔

(١٣٠٠) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَهْرًا حِيْنَ قُتِلَ الْقُرَّاءُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَزِنَ حُزْنًا قَطُّ أَشَدَّ مِنْهُ. [راجع: ١٠٠١، ١٠٠٢]

(۱۳۰۰) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، ان سے محمد بن فضیل نے بیان کیا، ان سے عاصم احول نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ جب قاریوں کی ایک جماعت شہید کر دی گئی تو رسول کریم ﷺ ایک مہینہ قنوت پڑھتے رہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ ان دنوں سے زیادہ کبھی غمگین رہے ہوں۔

تشریح: یہ شہدائے کرام قاریوں کی ایک معزز ترین جماعت تھی جو ستر نفوس پر مشتمل تھی۔ حضرت مولانا شیخ الحدیث عبیداللہ صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں اس جماعت کا تعارف یہ ہے:

”وكانوا من اوزاع الناس ينزلون الصفة يتفقهون العلم ويتعلمون القرآن وكانوا رداء للمسلمين اذا نزلت بهم نازلة وكانوا حقا عمار المسجد وليوث الملاحم بعثهم رسول اللهﷺالى اهل نجد من بنى عامر ليدعوهم الى الاسلام ويقروا عليهم القرآن فلما نزلوا بئر معونة قصدهم عامر بن الطفيل فى احياء من بنى سليم وهم رعل وذكوان وعصية فقاتلوهم (فاصيبوا) اى فقتلوا جميعا وقيل ولم ينج منهم الاكعب بن زيد الانصارى فانه تخلص وبه رمق وظنوا انه مات فعاش حتى استشهد يوم الخندق واسر عمرو بن امية الضمرى وكان ذلك فى السنة الرابعة من الهجرة اى فى صفر على راس اربعة اشهر من احد فحزن رسول اللهﷺحزنا شديدا قال انس: ما رايت رسول اللهﷺوجد على احدما وجد عليهم۔“ (مرعاۃ ج: ۲/ ص: ۲۲۲)

یعنی بعض اصحاب صفہ میں سے یہ بہترین اللہ والے بزرگ تھے جو قرآن پاک اور دینی علوم میں مہارت حاصل کرتے تھے اور یہ وہ لوگ تھے کہ مصائب کے وقت ان کی دعائیں اہل اسلام کے لئے پشت پناہی کا کام دیتی تھی۔ یہ مسجد نبوی کے حقیقی طور پر آباد کرنے والے اہل حق لوگ تھے جو جنگ وجہاد کے مواقع پر بہادر شیروں کی طرح میدان میں کام کیا کرتے تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے اہل نجد قبیلہ بنو عامر میں تبلیغ اسلام اور تعلیم قرآن مجید کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ جب یہ بئر معونہ کے قریب پہنچے تو عامر بن طفیل نامی ایک غدار نے رعل اور ذکوان نامی قبائل کے بہت سے لوگوں کو ہمراہ لے کر ان پر حملہ کر دیا اور یہ سب وہاں شہید ہو گئے۔ جن کا رسول کریم ﷺ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ ﷺ نے پورے ایک ماہ تک قبائل رعل وذکوان کے لئے قنوت نازلہ پڑھی۔ یہ ۴ھ کا واقعہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ ان میں سے صرف ایک بزرگ کعب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کسی طرح بچ نکلے۔ جسے ظالموں نے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا یہ بعد تک زندہ رہے۔ یہاں تک کہ جنگ خندق میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ آمین

بَابُ مَنْ لَمْ يُظْهِرْ حُزْنَهُ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

باب: جو شخص مصیبت کے وقت (اپنے نفس پر زور ڈال کر) اپنا رنج ظاہر نہ کرے

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْجَزَعُ: الْقَوْلُ السَّيِّئُ وَالظَّنُّ السَّيِّئُ وَقَالَ يَعْقُوبُ النَّبِيُّ ﷺ: ﴿إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ﴾ [يوسف: ٨٦]

اور محمد بن کعب قرظی نے کہا کہ جزع اس کو کہتے ہیں کہ بری بات منہ سے نکالنا اور پروردگار سے بدگمانی کرنا، اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا: ”میں تو اس بے قراری اور رنج کا شکوہ اللہ ہی سے کرتا ہوں۔“

١٣٠١۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ، قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: اشْتَكَى ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: فَمَاتَ وَأَبُو طَلْحَةَ خَارِجٌ، فَلَمَّا رَأَتِ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَيَّأَتْ شَيْئًا وَنَحَّتْهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ، فَلَمَّا جَاءَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ: كَيْفَ الْغُلَامُ؟ قَالَتْ: قَدْ هَدَأَتْ نَفْسُهُ، وَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدِ اسْتَرَاحَ وَظَنَّ أَبُو طَلْحَةَ أَنَّهَا صَادِقَةٌ،

(۱۳۰۱) ہم سے بشر بن حکم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا، کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بتلایا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بچہ بیمار ہو گیا انہوں نے کہا کہ اس کا انتقال بھی ہو گیا۔ اس وقت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہ تھے۔ ان کی بیوی (ام سلیم رضی اللہ عنہا) نے جب دیکھا کہ بچے کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے کچھ کھانا تیار کیا اور بچے کو گھر کے ایک کونے میں لٹا دیا۔ جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے پوچھا کہ بچے کی طبیعت کیسی ہے؟ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اسے آرام مل گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اب وہ آرام ہی کر رہا ہوگا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ وہ صحیح کہہ رہی

قَالَ: فَبَاتَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ اغْتَسَلَ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ، أَعْلَمَتْهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ ﷺ بِمَا كَانَ مِنْهُمَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُبَارِكَ لَهُمَا فِيْ لَيْلَتِهِمَا)) قَالَ سُفْيَانُ: فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: فَرَأَيْتُ لَهَا تِسْعَةَ أَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْآنَ. [طرفه في: ٥٤٧٠]

ہیں۔ (کہ اب بچہ اچھا ہے) پھر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس رات گزاری اور جب صبح ہوئی تو غسل کیا لیکن جانے کا ارادہ کیا تو بیوی (ام سلیم رضی اللہ عنہا) نے اطلاع دی کہ بچے کا انتقال ہو چکا ہے۔ پھر انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ سے ام سلیم رضی اللہ عنہا کا حال بیان کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "شاید اللہ تم دونوں کو اس رات میں برکت عطا فرمائے گا۔" سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ انصار کے ایک شخص نے بتایا کہ میں نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی انہیں بیوی سے نو بیٹے دیکھے جو سب کے سب قرآن کے عالم تھے۔

تشریح: ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی نیک ترین صالحہ صابرہ بیوی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ بچے کا انتقال ہو گیا ہے اور اب وہ پورے سکون کے ساتھ لیٹا ہوا ہے۔ لیکن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ بچے کو افاقہ ہو گیا ہے اور اب وہ آرام سے سو رہا ہے۔ اس لئے وہ خود بھی آرام سے سوئے، ضروریات سے فارغ ہوئے اور بیوی کے ساتھ ہم بستر بھی ہوئے اور اس پر نبی کریم ﷺ نے برکت کی بشارت دی۔ یہ کہ ان کے غیر معمولی صبر وضبط اور خداوند تعالیٰ کی حکمت پر کامل یقین کا ثمرہ تھا۔ بیوی کی اس اداشناسی پر قربان جایئے کہ کس طرح انہوں نے اپنے شوہر کو ایک ذہنی کوفت سے بچا لیا۔

محدث علی بن مدینی نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ان نولڑکوں کے نام نقل کئے ہیں جو سب عالم قرآن ہوئے اور اللہ نے ان کو بڑی ترقی بخشی۔ وہ نو بچے یہ تھے۔ اسحاق، اسماعیل، یعقوب، عمیر، عمر، محمد، عبداللہ، زید اور قاسم۔ انتقال کرنے والے بچے کو ابوعمیر کہتے تھے۔ نبی کریم ﷺ اس کو پیار سے فرمایا کرتے تھے ابوعمیر تمہاری نغیر یعنی چڑیا کیسی ہے، یہ بچہ بڑا خوبصورت اور وجیہ تھا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اس سے محبت کیا کرتے تھے بچے کی ماں ام سلیم کے استقلال کو دیکھئے کہ منہ پر تیوری نہ آنے دی اور رنج کو ایسا چھپایا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سمجھے واقعی بچہ اچھا ہو گیا ہے۔ پھر یہ دیکھئے کہ ام سلیم نے بات بھی ایسی کہی کہ جھوٹ نہ ہو کیونکہ موت درحقیقت راحت ہے۔ وہ معصوم جان تھی اس کے لئے تو مرنا آرام ہی آرام تھا۔ ادھر بیماری کی تکلیف گئی۔ ادھر دنیا کے فکروں سے جو مستقبل میں ہوتے نجات پائی ترجمہ باب یہیں سے نکلتا ہے کہ ام سلیم نے رنج اور صدمہ کو پی لیا بالکل ظاہر نہ ہونے دیا۔

دوسری روایت میں یوں ہے کہ ام سلیم نے اپنے خاوند سے کہا کہ اگر کچھ لوگ عاریۃً چیزیں لیں پھر واپس دینے سے انکار کریں تو کیسا ہے؟ اس پر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بولے کہ ہرگز انکار نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ عاریۃ کی چیز واپس کر دینا چاہیے تب ام سلیم نے کہا کہ یہ بچہ بھی اللہ کا تھا۔ آپ کو عاریۃً ملا ہوا تھا، اللہ نے اسے لے لیا تو آپ کو رنج نہ کرنا چاہیے اللہ نے ان کو صبر واستقلال کے بدلے نولڑکے عطا کئے جو سب عالم قرآن ہوئے۔ سچ ہے کہ صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے۔

بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلَى

باب: صبر وہی ہے جو مصیبت آتے ہی کیا جائے

وَقَالَ عُمَرُ: نِعْمَ الْعِدْلَانِ، وَنِعْمَ الْعِلَاوَةُ ﴿الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ○ أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ [البقرة:١٥٦، ١٥٧] وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دونوں طرف کے بوجھے اور بیچ کا بوجھ کیا اچھے ہیں۔ یعنی سورۂ بقرہ کی اس آیت میں: "خوشخبری سنا صبر کرنے والوں کو جن کو مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم سب اللہ ہی کی ملک ہیں اور اللہ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔ ایسے لوگوں پر ان کے مالک کی طرف سے شاباشیاں ہیں اور مہربانیاں اور یہی لوگ راستہ پانے والے ہیں۔" اور اللہ

بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ﴾. [البقرة: ٤٥]

نے سورۂ بقرہ میں فرمایا: ''صبر اور نماز سے مدد مانگو۔ اور وہ نماز بہت مشکل ہے مگر اللہ سے ڈرنے والوں پر مشکل نہیں۔''

١٣٠٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى)). [راجع: ١٢٥٢] [مسلم: ٢١٣٩، ٢١٤٠؛ ابوداود: ٣١٢٤؛ ترمذي: ٩٨٨؛ نسائي: ١٨٦٨]

(۱۳۰۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے ثابت نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے نقل کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''صبر تو وہی ہے جو صدمہ کے شروع میں کیا جائے۔''

تشریح: ترجمۃ الباب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے مصیبت کے وقت صبر کی فضیلت بیان کی کہ اس سے صابر بندے پر اللہ کی رحمتیں ہوتی ہیں اور سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق ملتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ والے قول کو حاکم نے مستدرک میں وصل کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلوات اور رحمت کو تو جانور کے دونوں طرف کے بوجھ قرار دیا اور بیچ کا بوجھ جو پیٹھ پر رہتا ہے اسے ﴿أُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ (۲/البقرۃ: ۱۵۷) سے تعبیر فرمایا۔ پیچھے بیان ہوا ہے کہ ایک عورت ایک قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی آپ نے اسے منع فرمایا تو وہ خفا ہوگئی۔ پھر جب اس کو آپ کے متعلق علم ہوا تو وہ دوڑی ہوئی معذرت خواہی کے لئے آئی۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''صبر تو مصیبت کے شروع ہی میں ہوا کرتا ہے۔''

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ))

باب: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی پر غمگین ہیں''

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ)).

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ (آپ ﷺ نے فرمایا) ''آنکھ آنسو بہاتی ہیں اور دل غم سے نڈھال ہے۔''

١٣٠٣۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا قُرَيْشٌ۔ هُوَ ابْنُ حَيَّانَ۔ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى أَبِي سَيْفٍ الْقَيْنِ۔ وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيمَ۔ فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ، ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ، وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ، فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَذْرِفَانِ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ:

(۱۳۰۳) ہم سے حسن بن عبدالعزیز نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن حسان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے قریش نے جو حیان کے بیٹے ہیں، نے بیان کیا، ان سے ثابت نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابوسیف لوہار کے یہاں گئے۔ یہ ابراہیم (رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے) کو دودھ پلانے والی انا کے خاوند تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا اور پیار کیا اور سونگھا۔ پھر اس کے بعد ہم ان کے یہاں پھر گئے۔ دیکھا کہ اس وقت ابراہیم رضی اللہ عنہ دم توڑ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بول پڑے کہ یارسول اللہ! اور

وَأَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: ((يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ)) ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرَى فَقَالَ: ((إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ)) رَوَاهُ مُوْسَى عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

آپ بھی لوگوں کی طرح بے صبری کرنے لگے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ابن عوف! یہ بے صبری نہیں یہ تو رحمت ہے۔'' پھر آپ ﷺ دوبارہ روئے اور فرمایا: ''آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل غم سے نڈھال ہے پر زبان سے ہم کہیں گے وہی جو ہمارے پروردگار کو پسند ہے اور اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔'' اس حدیث کو موسیٰ بن اسماعیل نے سلیمان بن مغیرہ سے، ان سے ثابت نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اس طرح سے آنکھوں سے آنسو نکل آئیں اور دل غمگین ہو اور زبان سے کوئی لفظ اللہ کی ناراضی کا نہ نکلے تو ایسا رونا بے صبری نہیں بلکہ یہ آنسو رحمت ہیں، اور بھی ثابت ہوا کہ مرنے والے کو محبت آمیز لفظوں سے مخاطب کر کے اس کے حق میں کلمہ خیر کہنا درست ہے۔ نبی کریم ﷺ کے یہ صاحبزادے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جو مشیت ایزدی کے تحت حالت شیر خوارگی ہی میں انتقال کر گئے۔ رضی الله عنه وارضاه۔

بَابُ الْبُكَاءِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ

باب: مریض کے پاس رونا کیسا ہے؟

١٣٠٤ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: اشْتَكَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوَى لَهُ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُهُ مَعَ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهُ فِي غَاشِيَةِ أَهْلِهِ فَقَالَ: ((قَدْ قُضِيَ)) فَقَالُوْا: لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَبَكَى النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بَكَوْا فَقَالَ: ((أَلَا تَسْمَعُوْنَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا۔ وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ۔ أَوْ يَرْحَمُ وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ)) وَكَانَ عُمَرُ يَضْرِبُ فِيْهِ بِالْعَصَا، وَيَرْمِي بِالْحِجَارَةِ وَيَحْثِي بِالتُّرَابِ. [مسلم: ٢١٣٧]

(١٣٠٤) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن وہب نے کہا کہ مجھے خبر دی عمرو بن حارث نے، انہیں سعید بن حارث انصاری نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کسی مرض میں مبتلا ہوئے۔ نبی کریم ﷺ عیادت کے لیے عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ جب آپ اندر گئے تو تیمار داروں کے ہجوم میں انہیں پایا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ''کیا وفات ہوگئی؟'' لوگوں نے کہا نہیں یارسول اللہ! نبی کریم ﷺ (ان کے مرض کی شدت کو دیکھ کر) رو پڑے۔ لوگوں نے جو رسول اکرم ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ سب بھی رونے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''سنو! اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو نکلنے پر بھی عذاب نہیں کرے گا اور نہ دل کے غم پر۔ ہاں اس کا عذاب اس کی وجہ سے ہوتا ہے، آپ نے زبان کی طرف اشارہ کیا (اگر اس زبان سے اچھی بات نکلے تو) یہ اس کی رحمت کا بھی باعث بنتی ہے اور میت کو اس کے گھر والوں کے نوحہ و ماتم کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ میت پر ماتم کرنے پر ڈنڈے سے مارتے، پتھر پھینکتے اور رونے

والوں کے منہ میں مٹی جھونک دیتے۔

تشریح: ((فوجدہ فی غاشیۃ اھلہ)) کا ترجمہ بعض نے یوں کیا ہے دیکھا تو وہ بے ہوش ہیں اور ان کے گرد اگرد لوگ جمع ہیں۔ آپ نے لوگوں کو اکٹھا دیکھ کر یہ گمان کیا کہ شاید سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ آپ نے زبان کی طرف اشارہ فرما کر ظاہر فرمایا کہ یہی زبان باعث رحمت ہے اگر اس سے کلمات خیر نکلیں اور یہی باعث عذاب ہے اگر برے الفاظ نکالے جائیں۔ اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جلال کا بھی اظہار ہوا کہ آپ خلاف شریعت رونے پیٹنے والوں پر انتہائی سختی فرماتے۔ فی الواقع اللہ طاقت دے تو شرعی اوامر ونواہی کے لئے پوری طاقت سے کام لینا چاہیے۔

حضرت سعد بن عبادہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ عقبہ ثانیہ میں دین اسلام سے مشرف ہوئے۔ ان کا شمار بارہ نقباء میں ہے۔ انصار کے سرداروں میں سے تھے اور شان وشوکت میں سب سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ بدر کی مہم کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مشاورتی اجلاس طلب فرمایا تھا اس میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ اللہ کی قسم! اگر آپ ہم انصار کو سمند میں کودنے کا حکم فرمائیں گے تو ہم اس میں کود پڑیں گے اور اگر خشکی میں حکم فرمائیں گے تو ہم وہاں بھی اونٹوں کے کلیجے پگھلا دیں گے۔ آپ کی اس پرجوش تقریر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے۔ اکثر غزوات میں انصار کا جھنڈا اکثر آپ ہی کے ہاتھوں میں رہتا تھا۔ سخاوت میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ خاص طور پر اصحاب صفہ پر آپ کے جود وکرم کی بارش بکثرت برسا کرتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے بے انتہا محبت تھی۔ اسی وجہ سے آپ کی اس بیماری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو آپ کی بیماری کی تکلیف وہ حالت دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ۱۵ھ میں بہ زمانہ خلافت فاروقی سرزمین شام میں بمقام حوران آپ کی شہادت اس طرح ہوئی کہ کسی دشمن نے آپ کو شہید کر کے نعش مبارک کو غسل خانہ میں ڈال دیا۔ انتقال کے وقت ایک بیوی اور تین بیٹے آپ نے چھوڑے۔ اور حوران ہی میں سپرد خاک کئے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ آمین

بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ النَّوْحِ، وَالْبُكَاءِ، وَالزَّجْرِ، عَنْ ذَلِكَ

باب: کس طرح کے نوحہ وبکا سے منع کرنا اور اس پر جھڑکنا چاہیے؟

۱۳۰۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: لَمَّا جَاءَ قَتْلُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَعَبْدِاللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ، جَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ، وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ شَقِّ الْبَابِ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: أَيْ رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ: قَدْ نَهَيْتُهُنَّ، وَذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يُطِعْنَهُ، فَأَمَرَهُ الثَّانِيَةَ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ، ثُمَّ أَتَى، فَقَالَ: وَاللَّهِ

(۱۳۰۵) ہم سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، کہا کہ مجھے عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاری نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جب زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بیٹھے کہ غم کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھے۔ میں دروازے کے ایک سوراخ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہا کہ یارسول اللہ! جعفر کے گھر کی عورتیں نوحہ اور ماتم کر رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکنے کے لیے کہا۔ وہ صاحب گئے لیکن پھر واپس آ گئے اور کہا کہ وہ نہیں مانتیں۔ آپ نے دوبارہ روکنے کے لیے بھیجا۔ وہ گئے اور پھر واپس چلے آئے۔ کہا کہ اللہ کی قسم وہ تو مجھ پر غالب

لَقَدْ غَلَبْنِي أَوْ غَلَبْنَنَا الشَّكُّ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَوْشَبٍ فَزَعَمَتْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ مِنَ التُّرَابِ)) فَقُلْتُ: أَرْغَمَ اللَّهُ أَنْفَكَ، فَوَاللَّهِ مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ وَمَا تَرَكْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْعَنَاءِ. [راجع: ١٢٩٩]

آ گئی ہیں یا یہ کہا کہ ہم پر غالب آ گئی ہیں۔ شک محمد بن حوشب کو تھا۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) میرا یقین ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''پھران کے منہ میں مٹی جھونک دے۔'' اس پر میری زبان سے نکلا کہ اللہ تیری ناک خاک آلودہ کرے تو نہ تو وہ کام کر سکا جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا اور نہ آپ کو تکلیف دینا چھوڑتا ہے۔

تشریح: زید بن حارثہ کی والدہ کا نام سعدیٰ اور باپ کا نام حارثہ اور ابواسامہ کنیت تھی۔ بنی قضاعہ کے چشم و چراغ تھے جو یمن کا ایک معزز قبیلہ تھا۔ بچپن میں قزاق آپ کو اٹھا کر لے گئے۔ بازار عکاظ میں غلام بن کر چار سو درہم میں حکیم بن حزام کے ہاتھ فروخت ہو کر ان کی پھوپھی ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچ گئے اور وہاں سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ گئے۔ ان کے والد کو یمن میں خبر ہوئی تو وہ دوڑے ہوئے آئے اور دربار نبوت میں ان کی واپسی کے لئے درخواست کی۔ نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ کو کلی اختیار دے دیا کہ اگر وہ گھر جانا چاہیں تو خوشی سے اپنے والد کے ساتھ چلے جائیں اور اگر چاہیں تو میرے پاس رہیں۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں پر نبی کریم ﷺ کو ترجیح دی اور والد اور چچا کے ہمراہ نہیں گئے۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے احسانات اور اخلاق فاضلہ ان کے دل میں گھر کر چکے تھے۔ اس واقعہ کے بعد نبی کریم ﷺ ان کو مقام حجر میں لے گئے اور حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''لوگو! گواہ رہو میں نے زید کو اپنا بیٹا بنالیا۔ وہ میرے وارث ہیں اور میں اس کا وارث ہوں۔'' اس کے بعد وہ زید بن محمد پکارے جانے لگے۔ یہاں تک کہ قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی کہ متبنی لڑکوں کو ان کے والدین کی طرف منسوب کر کے پکارو۔ اللہ کے یہاں انصاف کی بات ہے۔ پھر وہ زید بن حارثہ کے نام سے پکارے جانے لگے۔

نبی کریم ﷺ نے ان کا نکاح ام ایمن اپنی آزاد کردہ لونڈی سے کرا دیا تھا۔ جن کے بطن سے ان کا لڑکا اسامہ پیدا ہوا۔ ان کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ نے قرآن مجید میں ایک آیت میں ان کا نام لے کر ان کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جبکہ قرآن مجید میں کسی بھی صحابی کا نام لے کر کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ غزوۂ موتہ ۸ھ میں یہ بہادرانہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔

ان کے بعد فوج کی کمان حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سنبھالی۔ یہ نبی کریم ﷺ کے محترم چچا ابو طالب کے بیٹے تھے۔ والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ یہ شروع ہی میں اکتیس آدمیوں کے ساتھ اسلام لے آئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ صورت اور سیرت میں رسول اللہ ﷺ سے بہت ہی مشابہ تھے۔ قریش کے مظالم سے تنگ آ کر ہجرت حبشہ میں یہ بھی شریک ہوئے اور نجاشی کے دربار میں انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں ایسی پرجوش تقریر کی کہ شاہ حبش مسلمان ہو گیا۔ ۷ھ میں یہ اس وقت مدینہ تشریف لائے جب فرزندان توحید نے خیبر کو فتح کیا۔ آپ نے ان کو اپنے گلے سے لگالیا اور فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے تمہارے آنے سے زیادہ خوشی حاصل ہوئی ہے یا فتح خیبر سے ہوئی ہے۔ غزوۂ موتہ میں یہ بھی بہادرانہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور اس خبر سے نبی کریم ﷺ کو سخت ترین صدمہ ہوا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا گھر ماتم کدہ بن گیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا جو یہاں حدیث میں مذکور ہے۔

ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فوج کی کمان سنبھالی۔ بیعت عقبہ میں یہ موجود تھے۔ بدر، احد، خندق اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں سوائے فتح مکہ اور بعد والے غزوات میں یہ شریک رہے۔ بڑے ہی فرمانبردار اطاعت شعار صحابی تھے۔ قبیلہ خزرج سے ان کا تعلق تھا۔ لیلۃ العقبہ میں اسلام لا کر بنو حارثہ کے نقیب مقرر ہوئے اور حضرت مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ سے سلسلہ مؤاخات قائم ہوا۔ فتح بدر کی خوشخبری مدینہ میں سب سے پہلے لانے والے آپ ہی تھے۔ جنگ موتہ میں بہادرانہ جام شہادت نوش فرمایا۔ ان کے بعد نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق اللہ کی تلوار حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قیادت سنبھالی اور ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت فرمایا کہ پکار کر، بیان کر کر کے مرنے والوں پر نوحہ وماتم کرنا یہاں تک ناجائز ہے کہ نبی

کریم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کے لئے اس حرکت نازیبا نوحہ وماتم کرنے کی وجہ سے ان کے منہ میں مٹی ڈالنے کا حکم فرمایا جو آپ ﷺ کی خفگی کی دلیل ہے اور یہ ایک محاورہ ہے جو انتہائی ناراضی پر دلالت کرتا ہے۔

١٣٠٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَا نَنُوحَ، فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرُ خَمْسِ نِسْوَةٍ: أُمِّ سُلَيْمٍ وَأُمِّ الْعَلَاءِ وَابْنَةِ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةِ مُعَاذٍ وَامْرَأَتَانِ أَوِ ابْنَةِ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةِ مُعَاذٍ وَامْرَأَةٍ أُخْرَى. [طرفاه في: ٤٨٩٢، ٧٢١٥] [مسلم: ٢١٦٣؛ نسائي: ٤١٩١]

(١٣٠٦) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے محمد نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت لیتے وقت ہم سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ ہم (میت پر) نوحہ نہیں کریں گی۔ لیکن اس اقرار کو پانچ عورتوں کے سوا اور کسی نے پورا نہیں کیا۔ یہ عورتیں ام سلیم، ام علاء، ابوسبرہ کی صاحبزادی جو معاذ کے گھر میں تھیں اور اس کے علاوہ دو عورتیں یا (یہ کہا کہ) ابوسبرہ کی صاحبزادی، معاذ کی بیوی اور ایک دوسری خاتون (رضی اللہ عنہن)۔

تشریح: حدیث کے راوی کو یہ شک ہے کہ یہ ابوسبرہ کی وہی صاحبزادی ہیں جو معاذ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں یا کسی دوسری صاحبزادی کا یہاں ذکر ہے اور معاذ کی جو بیوی اس عہد کا حق ادا کرنے والوں میں تھی وہ ابوسبرہ کی صاحبزادی نہیں تھیں۔ معاذ کی بیوی ام عمرو بنت خلاد تھی۔

نبی کریم ﷺ وقتاً فوقتاً مسلمان مردوں، عورتوں سے اسلام پر ثابت قدمی کی بیعت لیا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک موقع پر آپ ﷺ نے عورتوں سے خصوصیت سے نوحہ نہ کرنے پر بھی بیعت لی۔ بیعت کے اصطلاحی معنی اقرار کرنے کے ہیں۔ یہ ایک طرح کا حلف نامہ ہوتا ہے بیعت کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جن کا تفصیلی بیان اپنے موقع پر آئے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انسان کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو پھر بھی کمزوریوں کا مجسمہ ہے۔ صحابیات کی شان مسلم ہے پھر بھی ان میں بہت سی خواتین سے اس عہد پر قائم نہ رہا گیا جیسا کہ مذکور ہوا ہے۔

بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

باب: جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانا

١٣٠٧ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ)) قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. زَادَ الْحُمَيْدِيُّ ((حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ)). [طرفه في: ١٣٠٨] [مسلم: ٢٢١٧، ٢٢١٨؛ ابوداود: ٣١٧٢؛ ترمذي: ١٠٤٢؛]

(١٣٠٧) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سالم نے، ان سے ان کے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، ان سے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور کھڑے رہو یہاں تک کہ جنازہ تم سے آگے نکل جائے۔'' سفیان نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے سالم نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے خبر دی تھی۔ حمیدی نے یہ زیادتی کی ہے ''یہاں تک کہ جنازہ آگے نکل جائے یا رکھ دیا جائے۔''

ابن ماجه: ١٥٤٢]

بَابٌ: مَتَى يَقْعُدُ إِذَا قَامَ لِلْجَنَازَةِ؟

باب: اگر کوئی جنازہ دیکھ کر کھڑا ہو جائے تو اسے کب بیٹھنا چاہیے؟

١٣٠٨ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عَامِرِ ابْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ جَنَازَةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَاشِيًا مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتَّى يُخَلِّفَهَا، أَوْ تُخَلِّفَهُ أَوْ تُوْضَعَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُخَلِّفَهُ)). [راجع: ١٣٠٧]

(١٣٠٨) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جب تم میں سے کوئی جنازہ دیکھے تو اگر اس کے ساتھ نہیں چل رہا ہے تو کھڑا ہی ہو جائے تا آنکہ جنازہ آگے نکل جائے یا آگے جانے کی بجائے خود جنازہ رکھ دیا جائے۔"

١٣٠٩ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا، فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدْ حَتَّى تُوْضَعَ)). [راجع: ١٣٠٩] [مسلم: ٢٢٢١؛ ابوداود: ٣١٠٤٣؛ نسائي: ١٩١٣، ١٩١٦، ١٩١٧]

(١٣٠٩) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تم لوگ جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص جنازہ کے ساتھ چل رہا ہو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جائے۔"

تشریح: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث یاد نہ رہی تھی۔ جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یاد دلائی تو آپ کو یاد آئی اور آپ نے اس کی تصدیق کی۔ اکثر صحابہ اور تابعین اس کو مستحب جانتے ہیں اور شعبی اور نخعی نے کہا کہ جنازہ زمین پر رکھے جانے سے پہلے بیٹھ جانا مکروہ ہے اور بعض نے کھڑے رہنے کو فرض کہا ہے۔ نسائی نے ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کو کسی جنازے میں بیٹھتے ہوئے نہیں دیکھا جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھا جاتا۔

بَابُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا يَقْعُدُ حَتَّى تُوْضَعَ عَنْ مَنَاكِبِ الرِّجَالِ، فَإِنْ قَعَدَ أُمِرَ بِالْقِيَامِ

باب: جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ لوگوں کے کاندھوں سے اتار کر زمین پر نہ رکھ دیا جائے اور اگر پہلے بیٹھ جائے تو اسے کھڑا ہونے کو کہا جائے

١٣١٠ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ حَدَّثَنَا

(١٣١٠) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ذئب نے، ان

ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فَأَخَذَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَجَلَسَا قَبْلَ أَنْ تُوْضَعَ، فَجَاءَ أَبُوْ سَعِيْدٍ قَالَ: فَأَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ: قُمْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ هٰذَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: صَدَقَ. [طرفه في: ١٣١٠]

سے سعید مقبری نے اور ان سے ان کے والد نے کہ ہم ایک جنازہ میں شریک تھے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا اور یہ دونوں صاحب جنازہ رکھے جانے سے پہلے بیٹھ گئے۔ اتنے میں ابو سعید رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور مروان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اٹھو! اللہ کی قسم! یہ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بولے کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔

تشریح: اس بارے میں بہت کچھ بحث و تمحیص کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والقول الراجح عندی هو ماذهب اليه الجمهور من انه يستحب ان لايجلس التابع والمشيع للجنازة حتىٰ توضع بالارض وان النهى فى قوله فلا يقعد محمول على التنزيه والله تعالىٰ أعلم۔"

"ويدل على استحباب القيام الى ان توضع مارواه البيهقى۔" (ص: ٢٧/ ج: ٤)

"من طريق ابى حازم قال مشيت مع ابى هريرة وابن الزبير والحسن بن على امام الجنازة حتى انتهينا الى المقبرة فقاموا حتى وضعت ثم جلسوا فقلت لبعضهم فقال ان القائم مثل الحامل يعنى فى الاجر۔" (مرعاة، جلد: ٢/ ص: ٤٧١)

یعنی میرے نزدیک قول راجح وہی ہے جدھر جمہور گئے ہیں۔ اور وہ یہ کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں اور اس کے رخصت کرنے والوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے۔ نہ بیٹھیں اور حدیث میں نہ بیٹھنے کی نہی تنزیہی ہے اور اس قیام کے استحباب پر بیہقی کی وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جسے انہوں نے ابو حازم کی سند سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر اور حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک جنازہ کے ہمراہ گئے۔ پس یہ جملہ حضرات کھڑے ہی رہے جب تک وہ جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد وہ سب بھی بیٹھ گئے۔ میں نے ان میں سے بعض سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ کھڑا رہنے والا بھی اسی کے مثل ہے جو خود جنازہ کو اٹھا رہا ہے یعنی ثواب میں یہ دونوں برابر ہیں۔

بَابُ مَنْ قَامَ لِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ

باب: اس شخص کے بارے میں جو یہودی کا جنازہ دیکھ کر کھڑا ہو گیا

١٣١١۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: مَرَّبِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَقُمْنَا فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ قَالَ: ((فَإِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا)). [مسلم: ٢٢٢٢؛ ابوداود: ٣١٧٤؛ نسائي: ١٩٢١]

(۱۳۱۱) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن مقسم نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ نے فرمایا: "جب تم لوگ جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔"

تشریح: نبی کریم ﷺ کا یہودی کے جنازے کے لئے بھی کھڑے ہو جانا ظاہر کر رہا ہے کہ آپ کے قلب مبارک میں محض انسانیت کے رشتہ کی بنا پر

ہر انسان سے کس قدر محبت تھی۔ یہودی کے جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہونے کی کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں آیندہ حدیث میں بھی کچھ ایسا ہی ذکر ہے۔ وہاں نبی کریم ﷺ نے خود اس سوال کا جواب فرمایا ہے۔ "الیست نفسا" یعنی جان کے معاملہ میں مسلمان اور غیر مسلمان برابر ہیں۔ زندگی اور موت ہر دو پر وارد ہوتی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مزید تفصیل موجود ہے: "مرت جنازة فقام لها رسول الله ﷺ وقمنا معه فقلنا يارسول الله انها يهودية فقال ان الموت فزع فاذا رايتم الجنازة فقوموا متفق عليه۔" یعنی ایک جنازہ گزرا جس پر نبی کریم ﷺ اور آپ کی اقتدا میں ہم سب کھڑے ہو گئے۔ بعد میں ہم نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ ایک یہودیہ کا جنازہ تھا۔ آپ نے فرمایا: "کچھ بھی ہو بے شک موت بہت ہی گھبراہٹ میں ڈالنے والی چیز ہے۔ موت کسی کی بھی ہو اسے دیکھ کر گھبراہٹ ہونی چاہیے پس تم جب بھی کوئی جنازہ دیکھو کھڑے ہو جایا کرو۔"

نسائی اور حاکم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ "انما قمنا للملائكة۔" ہم فرشتوں کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور احمد میں بھی حدیث ابوموسیٰ سے ایسی ہی روایت موجود ہے۔

پس خلاصۃ الکلام یہ کہ جنازہ کو دیکھ کر بلا امتیاز مذہب عبرت حاصل کرنے کے لئے، موت کو یاد کرنے کے لئے، فرشتوں کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جانا چاہیے۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

١٣١٢ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: كَانَ سَهْلُ ابْنُ حُنَيْفٍ وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ، فَمَرُّوْا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيْلَ لَهُمَا: إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ: ((أَلَيْسَتْ نَفْسًا؟)). [مسلم: ٢٢٢٥، ٢٢٢٦؛ نسائي: ١٩٢٠]

(۱۳۱۲) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا کہ میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ قادسیہ میں کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں کچھ لوگ ادھر سے ایک جنازہ لے کر گزرے تو یہ دونوں بزرگ کھڑے ہو گئے۔ عرض کیا گیا کہ جنازہ تو ذمیوں کا ہے (جو کافر ہیں) اس پر انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کے پاس سے اسی طرح سے ایک جنازہ گزرا تھا۔ آپ ﷺ اس کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ "یہودی کی جان نہیں ہے؟"

١٣١٣ـ وَقَالَ أَبُوْ حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَهْلٍ وَقَيْسٍ فَقَالَا: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ زَكَرِيَّا: عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ وَقَيْسٌ يَقُوْمَانِ لِلْجِنَازَةِ.

(۱۳۱۳) اور ابوحمزہ نے اعمش سے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے ابن ابی لیلیٰ نے کہ میں قیس اور سہل رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ ان دونوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور زکریا نے کہا ان سے شعبی نے اور ان سے ابن ابی لیلیٰ نے کہ ابومسعود اور قیس رضی اللہ عنہما جنازہ کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔

بَابُ حَمْلِ الرِّجَالِ الْجِنَازَةَ دُوْنَ النِّسَاءِ

باب: اس بارے میں کہ عورتیں نہیں بلکہ مرد ہی جنازے کو اٹھائیں

١٣١٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُوْنِي. وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهُ لَصَعِقَ)). [طرفاه في: ١٣١٦، ١٣٨٠]

[نسائي: ١٩٠٨]

(۱۳۱۴) ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ کیسان نے کہ انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب میت چارپائی پر رکھی جاتی ہے اور مرد اسے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہو تو کہتا ہے کہ مجھے آگے لے چلو۔ لیکن اگر نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے ہائے بربادی! مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ اس آواز کو انسان کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے اگر انسان کہیں سن پائے تو بے ہوش ہو جائے۔''

بَابُ السُّرْعَةِ بِالْجَنَازَةِ

باب: جنازے کو جلد لے چلنا

وَقَالَ أَنَسٌ: أَنْتُمْ مُشَيِّعُوْنَ، فَامْشُوْا بَيْنَ يَدَيْهَا، وَخَلْفَهَا وَعَنْ يَمِيْنِهَا، وَعَنْ شِمَالِهَا وَقَالَ غَيْرُهُ: قَرِيْبًا مِنْهَا.

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جنازے کو پہنچا دینے والے ہو تم اس کے سامنے بھی چل سکتے ہو پیچھے بھی، دائیں بھی اور بائیں بھی، سب طرف چل سکتے ہو اور انس رضی اللہ عنہ کے سوا اور لوگوں نے کہا جنازے کے قریب چلنا چاہیے۔

١٣١٥ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ، فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ تَكُ سِوَى ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ)).

[مسلم: ٢١٨٦؛ ابوداود: ٣١٨١؛ ترمذي: ١٠١٥؛ نسائي: ١٩٠٩؛ ابن ماجه: ١٤٧٧]

(۱۳۱۵) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے زہری سے سن کر یہ حدیث یاد کی، انہوں نے سعید بن مسیب سے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جنازہ لے کر جلد چلا کرو کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو تم اس کو بھلائی کی طرف نزدیک کر رہے ہو اور اگر اس کے سوا ہے تو ایک شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتارتے ہو۔''

بَابُ قَوْلِ الْمَيِّتِ وَهُوَ عَلَى الْجَنَازَةِ: قَدِّمُوْنِي

باب: نیک میت چارپائی پر کہتی ہے کہ مجھے آگے بڑھائے چلو (جلد دفناؤ)

١٣١٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ أَبِيْهِ،

(۱۳۱۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا،

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُوْنِي. وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِأَهْلِهَا: يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَ الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ)). [راجع: ١٣١٤]

ان سے ان کے والد (کیسان) نے اور انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "جب میت چارپائی پر رکھی جاتی ہے اور لوگ اسے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں اس وقت اگر وہ مرنے والا نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلد آگے بڑھائے چلو۔ لیکن اگر نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے کہ ہائے بربادی! مجھے کہاں لیے جا رہے ہو۔ اس کی یہ آواز انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے۔ کہیں اگر انسان سن پائے تو بے ہوش ہو جائے۔"

بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً عَلَى الْجِنَازَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ

باب: امام کے پیچھے جنازہ کی نماز کے لیے دو یا تین صفیں کرنا

١٣١٧ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى عَلَى النَّجَاشِيِّ، فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي أَوِ الثَّالِثِ. [أطرافه في: ١٣٢٠، ١٣٣٤، ٣٨٧٧، ٣٨٧٨، ٣٨٧٩]

(١٣١٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوعوانہ یشکری نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے عطاء نے، ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی تو میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

تشریح: بہرحال دوصف ہوں یا تین صف ہر طرح جائز ہے۔ مگر تین صفیں بنانا بہتر ہے۔

بَابُ الصُّفُوْفِ عَلَى الْجِنَازَةِ

باب: جنازہ کی نماز میں صفیں باندھنا

١٣١٨ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَعَى النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أَصْحَابِهِ النَّجَاشِيَّ، ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوْا خَلْفَهُ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا. [راجع: ١٢٤٥] [ترمذي: ١٠٢٢؛ نسائي: ١٩٧١؛ ابن ماجه: ١٥٣٤]

(١٣١٨) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر نے، ان سے زہری نے، ان سے سعید نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو نجاشی کی وفات کی خبر سنائی، پھر آپ ﷺ آگے بڑھ گئے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے صفیں بنا لیں، پھر آپ ﷺ نے چار مرتبہ تکبیر کہی۔

١٣١٩ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَصَفَّهُمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا قُلْتُ: مَنْ حَدَّثَكَ؟

(١٣١٩) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبانی نے، ان سے شعبی نے بیان کیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ ایک قبر پر آئے جو اور قبروں سے الگ تھلگ تھی۔ صحابہ نے صف بندی کی اور آپ ﷺ نے

قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ. [راجع: ۸۵۷]

چار تکبیریں کہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ حدیث آپ سے کس نے بیان کی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

۱۳۲۰۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللَّهِ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((قَدْ تُوُفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ فَهَلُمُّوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ)) قَالَ: فَصَفَفْنَا فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ [عَلَيْهِ] وَنَحْنُ صُفُوفٌ. وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ: كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي. [راجع: ۱۳۱۷] [مسلم: ۲۲۰۸؛ نسائي: ۱۹۶۹، ۱۹۷۳]

(۱۳۲۰) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''آج حبش کے ایک مرد صالح (نجاشی حبش کے بادشاہ) کا انتقال ہو گیا ہے۔ آؤ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔'' جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ہم نے صف بندی کر لی اور نبی کریم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ہم صف باندھے کھڑے تھے۔ ابوالزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا کہ میں دوسری صف میں تھا۔

تشریح: ان سب حدیثوں سے میت غائب پر نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا ثابت ہوا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر سلف کا یہی قول ہے علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ کسی بھی صحابی سے اس کی ممانعت ثابت نہیں اور قیاس بھی اسی کو مقتضی ہے کہ جنازے کی نماز میں دعا کرنا ہے اور دعا کرنے میں یہ ضروری نہیں کہ جس کے لئے دعا کی جائے وہ ضرور حاضر بھی ہو۔

نبی کریم ﷺ نے شاہ حبش نجاشی کا جنازہ غائبانہ ادا فرمایا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ نماز جنازہ غائبانہ درست ہے مگر اس بارے میں علمائے احناف نے بہت کچھ تاویلات سے کام لیا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے لئے زمین کا پردہ ہٹا کر اللہ نے نجاشی کا جنازہ ظاہر کر دیا تھا۔ کچھ کہتے ہیں کہ یہ خصوصیات نبوی سے ہے۔ کچھ نے کہا کہ یہ خاص نجاشی کے لئے تھا۔ بہر حال یہ تاویلات دور از کار ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے نجاشی کے لئے پھر معاویہ بن معاویہ مزنی کے لئے، نماز جنازہ غائبانہ ثابت ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''واجيب عن ذلك بان الاصل عدم الخصوصية ولو فتح باب هذا الخصوص لانسد كثير من احكام الشرع قال الخطابی زعم ان النبی ﷺ كان مخصوصا بهذا الفعل فاسد لان رسول الله ﷺ اذا فعل شيئا من افعال الشريعة كان علينا اتباعه والا يتساء به والتخصيص لا يعلم الا بدليل ومما يبين ذلك انه ﷺ خرج بالناس الى الصلوة فصف بهم وصلوا معه فعلم ان هذا التاويل فاسد وقال ابن قدامة نقتدی بالنبی ﷺ ما لم يثبت ما يقتضی اختصاصه۔'' (مرعاة)

یعنی نجاشی کے لئے نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ غائبانہ کو مخصوص کرنے کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اصل میں عدم خصوصیت ہے اور اگر خواہ مخواہ ایسے خصوص کا دروازہ کھولا جائے گا، تو بہت سے احکام شریعت یہی کہہ کر مسدود کر دیے جائیں گے کہ یہ خصوصیات نبوی میں سے ہیں۔ امام خطابی نے کہا کہ یہ گمان کہ نماز جنازہ غائبانہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص تھی بالکل فاسد ہے۔ اس لئے کہ جب رسول کریم ﷺ کوئی کام کریں تو اس کا اتباع ہم پر واجب ہے۔ تخصیص کے لئے کوئی کھلی دلیل ہونی ضروری ہے۔ یہاں تو صاف بیان کیا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ لوگوں کو ہمراہ لے کر نجاشی کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے نکلے۔ صف بندی ہوئی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ ظاہر ہوا کہ یہ تاویل فاسد ہے۔ ابن قدامہ نے کہا کہ جب تک کسی امر میں نبی کریم ﷺ کی خصوصیت صحیح دلیل سے ثابت نہ ہو ہم اس میں نبی کریم ﷺ کی اقتدا کریں گے۔

کچھ روایات جن سے کچھ اختصاص پر روشنی پڑ سکتی ہے۔ مروی ہیں مگر وہ سب ضعیف اور ناقابل استناد ہیں۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

ان پر توجہ نہیں دی جاسکتی۔ اور واقدی کی یہ روایت کہ نبی کریم ﷺ کے لئے نجاشی کے جنازہ اور زمین کا درمیانی پردہ ہٹا دیا گیا تھا بغیر سند کے ہے جو ہرگز استدلال کے قابل نہیں ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح سفر السعادت میں ایسا ہی لکھا ہے۔

بَابُ صُفُوفِ الصِّبْيَانِ مَعَ الرِّجَالِ عَلَى الْجَنَائِزِ

باب: جنازے کی نماز میں بچے بھی مردوں کے برابر کھڑے ہوں

١٣٢١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِقَبْرٍ قَدْ دُفِنَ لَيْلاً فَقَالَ: ((مَتَى دُفِنَ هَذَا)). فَقَالُوْا: الْبَارِحَةَ. قَالَ: ((أَفَلاَ آذَنْتُمُوْنِي)) قَالُوْا: دَفَنَّاهُ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا أَنْ نُوْقِظَكَ. فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَأَنَا فِيهِمْ فَصَلَّى عَلَيْهِ. [راجع:٨٥٧]

(۱۳۲۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبانی نے بیان کیا، ان سے عامر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ کا گزر ایک قبر پر ہوا۔ میت کو ابھی رات ہی دفنایا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''دفن کب کیا گیا ہے؟'' لوگوں نے کہا: گزشتہ رات۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے کیوں نہیں اطلاع کرائی؟'' لوگوں نے عرض کیا: اندھیری رات میں دفن کیا گیا، اس لیے ہم نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: میں بھی انہیں میں تھا (نابالغ تھا لیکن) نماز جنازہ میں شرکت کی۔

بَابُ سُنَّةِ الصَّلاَةِ عَلَى الْجَنَازَةِ

باب: جنازے پر نماز کا مشروع ہونا

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ)) وَقَالَ: ((صَلُّوْا عَلَى صَاحِبِكُم)) وَقَالَ: ((صَلُّوْا عَلَى النَّجَاشِيِّ)) سَمَّاهَا صَلاَةً، لَيْسَ فِيهَا رُكُوْعٌ وَلاَ سُجُوْدٌ، وَلاَ يُتَكَلَّمُ فِيْهَا، وَفِيْهَا تَكْبِيْرٌ وَتَسْلِيْمٌ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لاَ يُصَلِّيْ إِلَّا طَاهِرًا وَلاَ يُصَلِّي عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلاَ عِنْدَ غُرُوْبِهَا، وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، وَقَالَ الْحَسَنُ: أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَأَحَقُّهُمْ عَلَى جَنَائِزِهِمْ مَنْ رَضُوْهُ لِفَرَائِضِهِمْ وَإِذَا أَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيْدِ أَوْ عِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَلاَ يَتَيَمَّمُ، وَإِذَا انْتَهَى إِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جنازے پر نماز پڑھے'' اور آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''تم اپنے ساتھی پر نماز جنازہ پڑھ لو۔'' اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''نجاشی پر نماز پڑھو۔'' اس کو نماز کہا اس میں نہ رکوع ہے نہ سجدہ اور نہ اس میں بات کی جاسکتی ہے اور اس میں تکبیر ہے اور سلام ہے۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جنازے کی نماز نہ پڑھتے جب تک باوضو نہ ہوتے اور سورج نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نہ پڑھتے اور جنازے کی نماز میں رفع الیدین کرتے اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے بہت سے صحابہ اور تابعین کو پایا اور وہ جنازے کی نماز میں امامت کا زیادہ حقدار اسی کو جانتے جس کو فرض نماز میں امامت کا زیادہ حقدار سمجھتے اور جب عید کے دن یا جنازے پر وضو نہ ہو تو پانی ڈھونڈے، تیمم نہ کرے اور جب جنازے پر اس وقت پہنچے کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو اللہ اکبر کہہ کر شریک ہوجائے۔

يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيرَةٍ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ أَرْبَعًا وَقَالَ أَنَسٌ: التَّكْبِيرَةُ الْوَاحِدَةُ اسْتِفْتَاحُ الصَّلَاةِ وَقَالَ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا﴾ [التوبة:٨٤] وَفِيهِ صُفُوفٌ وَإِمَامٌ.

اور سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا رات ہو یا دن، سفر ہو یا حضر جنازے میں چار تکبیریں کہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا پہلی تکبیر جنازے کی نماز شروع کرنے کی ہے اور اللہ جل جلالہ نے (سورۂ توبہ میں) فرمایا: ''ان منافقوں میں جب کوئی مرجائے تو ان پر کبھی نماز نہ پڑھنا۔'' اور اس میں صفیں ہیں اور امام ہوتا ہے۔

تشریح: کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نماز جنازہ کو صرف دعا کی حد تک مانتے ہیں اور اسے بے وضو پڑھنا بھی جائز کہتے ہیں۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد بصیرت کی بنا پر ایسے ہی لوگوں کا یہاں رد فرمایا ہے اور بتلایا ہے کہ جنازہ کی نماز نماز ہے اسے محض دعا کہنا غلط ہے۔ قرآن مجید میں، فرامین دربار رسالت میں، اقوال صحابہ اور تابعین تبع تابعین میں اسے لفظ نماز ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے لئے باوضو ہونا شرط ہے۔

قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام مالک اور اوزاعی اور احمد کے نزدیک اوقات مکروہہ میں نماز جنازہ جائز نہیں۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جنازہ کی نماز اوقات مکروہہ میں بھی جائز ہے۔

اس نماز میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب رفع الیدین میں نکالا ہے۔ اس میں اور نمازوں کی طرح تکبیر تحریمہ بھی ہوتی ہے اور اس کے علاوہ چار تکبیروں سے یہ نماز مسنون ہے اس کی امامت کے لئے بھی وہی شخص زیادہ حقدار ہے جو پنج وقتہ نماز پڑھانے کے لائق ہے۔ الغرض نماز جنازہ نماز ہے۔ یہ محض دعا نہیں ہے جو لوگ ایسا کہتے ہیں ان کا قول صحیح نہیں۔

تکبیرات جنازہ میں ہر تکبیر پر رفع الیدین کرنا اس بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت کیا ہے کہ وہ تکبیرات جنازہ میں اپنے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''واختلفوا فی رفع الایدی فی هذه التکبیرات مذهب الشافعی الرفع فی جمیعها وحکاه ابن المنذر عن ابن عمرو وعمر بن عبد العزیز وعطاء وسالم بن عبدالله وقیس بن ابی حازم والزهری والاوزاعی واحمد واسحاق واختاره ابن المنذر وقال الثوری وابو حنیفة اصحاب الرای لا یرفع الا فی التکبیر الاولی۔'' (مسلم مع نووی مطبوعہ کراچی، جلد:۱)

یعنی تکبیرات جنازہ میں ہر تکبیر پر رفع الیدین کرنے میں علما نے اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ہر تکبیر پر رفع الیدین کیا جائے۔ اس کو عبداللہ بن عمر اور عمر بن عبدالعزیز اور عطاء اور سالم بن عبداللہ اور قیس بن ابی حازم اور زہری اور اوزاعی اور احمد اور اسحاق سے نقل کیا ہے اور ابن منذر کے نزدیک مختار مذہب یہی ہے اور امام ثوری اور امام ابو حنیفہ اور اصحاب الرائے کا قول یہ ہے کہ صرف تکبیر اولیٰ میں ہاتھ اٹھائے جائیں ہر تکبیر پر رفع الیدین کے متعلق کوئی صحیح مرفوع حدیث موجود نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

١٣٢٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ نَبِيِّكُمْ ﷺ عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ فَأَمَّنَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ فَصَلَّيْنَا. فَقُلْنَا: يَا أَبَا عَمْرٍو وَمَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ. [راجع: ٨٥٧]

(١٣٢٢) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے ان سے شیبانی نے اور ان سے شعبی نے بیان کیا کہ مجھے اس صحابی نے خبر دی تھی جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک الگ تھلگ قبر پر سے گزرا۔ وہ کہتا تھا کہ آپ ﷺ نے ہماری امامت کی اور ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں۔ ہم نے پوچھا کہ ابو عمرو (یہ شعبی کی کنیت ہے) یہ آپ سے بیان کرنے والے کون صحابی ہیں؟ فرمایا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

تشریح: اس باب کا مقصد یہ بتانا ہے کہ نماز جنازہ بھی نماز ہے اور تمام نمازوں کی طرح اس میں وہی چیزیں ضروری ہیں جو نمازوں کے لئے ہونی چاہییں۔ اس مقصد کے لئے حدیث اور اقوال صحابہ وتابعین کے بہت سے ٹکڑے ایسے بیان کئے ہیں جن میں نماز جنازہ کے لئے ''نماز'' کا لفظ ثابت ہوا اور حدیث واردہ میں بھی اس پر نماز ہی کا لفظ بولا گیا جبکہ نبی کریم ﷺ امام ہوئے اور آپ ﷺ کے پیچھے صحابہ ؓ نے صف باندھی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی مسلمان جس پر نماز جنازہ پڑھنی ضروری تھی اور اس کو بغیر نماز پڑھائے دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

بَابُ فَضْلِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

باب: جنازہ کے ساتھ جانے کی فضیلت

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: إِذَا صَلَّيْتَ فَقَدْ قَضَيْتَ الَّذِي عَلَيْكَ وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ هِلاَلٍ: مَا عَلِمْنَا عَلَى الْجَنَازَةِ إِذْنًا، وَلَكِنْ مَنْ صَلَّى ثُمَّ رَجَعَ فَلَهُ قِيرَاطٌ.

اور زید بن ثابت ؓ نے فرمایا کہ نماز پڑھ کر تم نے اپنا حق ادا کر دیا۔ حمید بن ہلال (تابعی) نے فرمایا کہ ہم نماز پڑھ کر اجازت لینا ضروری نہیں سمجھتے۔ جو شخص بھی نماز جنازہ پڑھے اور پھر واپس آئے تو اسے ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے۔

تشریح: حافظ نے کہا کہ یہ اثر مجھ کو موصولاً نہیں ملا۔ اور امام بخاری ؒ کی غرض ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اگر کوئی صرف نماز جنازہ پڑھ کر گھر کو لوٹ جانا چاہے تو جنازے کے وارثوں سے اجازت لے کر جانا چاہیے۔ اور اس بارے میں ایک مرفوع حدیث وارد ہے جو ضعیف ہے۔ (وحیدی)

١٣٢٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ ابْنُ حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا، يَقُولُ حُدِّثَ ابْنُ عُمَرَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيرَاطٌ فَقَالَ: أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا. [راجع: ٤٧] [مسلم: ٢١٩٤]

(١٣٢٣) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، ان سے جریر بن حازم نے بیان کیا، کہا کہ میں نے نافع سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ ابن عمر ؓ نے بیان کیا کہ ابو ہریرہ ؓ نے بیان کیا کہ جو دفن تک جنازہ کے ساتھ رہے اسے ایک قیراط کا ثواب ملے گا۔ ابن عمر ؓ نے فرمایا کہ ابو ہریرہ ؓ احادیث بہت زیادہ بیان کرتے ہیں۔

١٣٢٤۔ فَصَدَّقَتْ۔ يَعْنِي عَائِشَةَ۔ أَبَا هُرَيْرَةَ وَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُهُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ. ﴿فَرَّطْتُ﴾ [زمر: ٥٦] ضَيَّعْتُ، مِنْ أَمْرِ اللَّهِ. [راجع: ٤٧]

(١٣٢٤) پھر ابو ہریرہ ؓ کی حضرت عائشہ ؓ نے بھی تصدیق کی اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد خود سنا ہے۔ اس پر ابن عمر ؓ نے کہا کہ پھر تو ہم نے بہت سے قیراطوں کا نقصان اٹھایا۔ (سورۂ زمر میں جو لفظ) فرطت آیا ہے اس کے یہی معنی ہیں میں نے ضائع کیا۔

تشریح: امام بخاری ؒ کی عادت ہے کہ قرآن کی آیتوں میں جو لفظ وارد ہوئے ہیں اگر حدیث میں کوئی وہی لفظ آجاتا ہے تو آپ اس کے ساتھ ساتھ قرآن کے لفظ کی بھی تفسیر کر دیتے ہیں۔ یہاں عبداللہ بن عمر ؓ کے کلام میں فرطت کا لفظ آیا اور قرآن میں بھی: ﴿فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ﴾ (٣٩/الزمر: ٥٦) آیا ہے تو اس کی تفسیر کر دی یعنی میں نے اللہ کا حکم کچھ ضائع کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ کی نسبت کہا، انہوں نے بہت حدیثیں بیان کیں۔ اس سے یہ مطلب نہیں تھا کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ جھوٹے ہیں۔ بلکہ ان کو یہ شبہ رہا کہ شاید ابو ہریرہ ؓ بھول گئے ہوں یا حدیث کا مطلب اور کچھ ہو وہ نہ سمجھے ہوں۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے بھی ان کی شہادت دی تو ان کو پورا یقین آیا اور انہوں نے افسوس سے کہا کہ ہمارے بہت سے قیراط اب تک ضائع ہوئے۔ امام بخاری ؒ کا مقصد باب اس شخص کی فضیلت بیان کرنا ہے جو جنازے کے

ساتھ جائے، اسے ایک قیراط کا ثواب ملے گا۔ قیراط ایک بڑا وزن مثل احد پہاڑ کے مراد ہے اور جو شخص دفن ہونے تک ساتھ رہے اسے دو قیراط برابر ثواب ملے گا۔

بَابُ مَنِ انْتَظَرَ حَتَّى تُدْفَنَ

باب: جو شخص دفن ہونے تک ٹھہرا رہے

١٣٢٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ؛ ح: وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجُ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَهُ قِيْرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَ حَتَّى يُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيْرَاطَانِ)). قِيْلَ: وَمَا الْقِيْرَاطَانِ؟ قَالَ: ((مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ)). [راجع: ٤٧] [مسلم: ٢١٨٦، ٢١٩٠، ٢١٩١؛ نسائي: ١٩٩٣، ١٩٩٤؛ ابن ماجه: ١٥٣٩]

(۱۳۲۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن ابی ذئب کے سامنے یہ حدیث پڑھی، ان سے ابوسعید مقبری نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا۔

(دوسری سند) ہم سے احمد بن شبیب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے کہا کہ (مجھ سے فلاں نے یہ بھی حدیث بیان کی) اور مجھ سے عبدالرحمٰن اعرج نے بھی کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جنازہ میں شرکت کی پھر نماز جنازہ پڑھی تو اسے ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک ساتھ رہا تو اسے دو قیراط کا ثواب ملتا ہے۔'' پوچھا گیا کہ دو قیراط کتنے ہوں گے؟ فرمایا کہ ''دو عظیم پہاڑوں کے برابر۔''

تشریح: یعنی دنیا کا قیراط مت سمجھو جو درہم کا بارہواں حصہ ہوتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آخرت کے قیراط احد پہاڑ کے برابر ہیں۔

بَابُ صَلَاةِ الصِّبْيَانِ مَعَ النَّاسِ عَلَى الْجَنَائِزِ

باب: بڑوں کے ساتھ بچوں کا بھی جنازہ میں شریک ہونا

١٣٢٦۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَتَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَبْرًا، فَقَالُوْا: هٰذَا دُفِنَ، أَوْ دُفِنَتِ الْبَارِحَةَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا. [راجع: ٨٥٧]

(۱۳۲۶) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن بکیر نے، انہوں نے کہا ہم سے زائدہ نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق شیبانی نے، ان سے عامر نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبر پر تشریف لائے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس میت کو گزشتہ رات میں دفن کیا گیا ہے۔ (صاحب قبر مرد تھا یا عورت تھی) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بندی کی اور آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس واقعہ کے وقت بچے ہی تھے۔ مگر آپ کے ساتھ برابر صف میں شریک ہوئے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلَّى وَالْمَسْجِدِ

۱۳۲۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَعَى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ، الْيَوْمَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَقَالَ: ((اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ)).

[راجع: ۱۲٤٥] [مسلم: ۲۲۸٥]

۱۳۲۸۔ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَفَّ بِهِمْ بِالْمُصَلَّى فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا. [راجع: ۱۲٤٥]

باب: نماز جنازہ عیدگاہ میں اور مسجد میں (ہر دو جگہ جائز ہے)

(۱۳۲۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب اور ابوسلمہ نے بیان کیا اور ان دونوں حضرات سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حبشہ کے نجاشی کی وفات کی خبر دی، اسی دن جس دن ان کا انتقال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کے لیے اللہ سے مغفرت چاہو۔''

(۱۳۲۸) اور ابن شہاب سے یوں بھی روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے عیدگاہ میں صف بندی کرائی پھر (نماز جنازہ کی) چار تکبیریں کہیں۔

تشریح: امام نووی فرماتے ہیں: "قال ابن عبدالبر وانعقد الاجماع بعد ذلك على اربع واجمع الفقهاء واهل الفتوىٰ بالامصار على اربع على ماجاء فى احاديث الصحاح وما سوى ذلك عندهم شذوذ لا يلتفت اليه۔" (نووی)
یعنی ابن عبدالبر نے کہا کہ تمام فقہا اور اہل فتویٰ کا چار تکبیروں پر اجماع ہو چکا ہے۔ جیسا کہ احادیث صحاح میں آیا ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ نوادر میں داخل ہے جس کی طرف التفات نہیں کیا جا سکتا۔ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"والراجح عندى انه لا ينبغى ان يزاد على اربع لان فيه خروجا من الخلاف ولان ذلك هو الغالب من فعله لكن الامام اذا كبر خمسا تابعه الماموم لان ثبوت الخمس لا مردله من حيث الرواية والعمل...... الخ۔" (مرعاة، ج:۲/ ص:٤۷۷)
یعنی میرے نزدیک راجح یہی ہے کہ چار تکبیروں سے زیادہ نہ ہوں۔ اختلاف سے بچنے کا یہی راستہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فعل سے اکثر یہی ثابت ہے۔ لیکن اگر امام پانچ تکبیریں کہے تو مقتدیوں کو اس کی پیروی کرنی چاہیے اس لئے کہ روایت اور عمل کے لحاظ سے پانچ کا بھی ثبوت موجود ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

۱۳۲۹۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ الْيَهُودَ، جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا، فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيبًا مِنْ مَوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ. [أطرافه

(۱۳۲۹) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، ان سے ابوضمرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ یہود نبی کریم ﷺ کے حضور میں اپنے ہم مذہب ایک مرد اور عورت کا جنہوں نے زنا کیا تھا، مقدمہ لے کر آئے۔ آپ ﷺ کے حکم سے مسجد کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ کے پاس انہیں سنگسار کر دیا گیا۔

في: ٣٦٣٥، ٤٥٥٦، ٦٨١٩، ٦٨٤١، ٧٣٣٢، ٧٥٤٣] [مسلم: ٤٤٣٧، ٤٤٣٨]

تشریح: جنازہ کی نماز مسجد میں بلا کراہت جائز و درست ہے۔جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ظاہر ہے:

"عن عائشة انها قالت لما توفی سعد بن ابی وقاص ادخلوا به المسجد حتی اصلی علیه فانكروا ذلك علیها فقالت والله لقد صلی رسول الله ﷺ علی ابن بیضاء فی المسجد سهیل واخیه رواه مسلم وفی روایة ما صلی رسول الله ﷺ علی سهیل بن البیضاء الا فی جوف المسجد رواه الجماعة الا البخاری۔"

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص کے جنازہ پر انہوں نے فرمایا کہ اسے مسجد میں داخل کرو یہاں تک کہ میں بھی اس پر نماز جنازہ ادا کروں۔لوگوں نے اس پر کچھ انکار کیا تو آپ نے فرمایا کہ قسم اللہ کی رسول اللہ ﷺ نے بیضاء کے دونوں بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی پر نماز جنازہ مسجد ہی میں ادا کی تھی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ نبی کریم ﷺ نے مسجد کے بیچوں بیچ ادا فرمائی تھی۔اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھی جا سکتی ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہر دو کا جنازہ مسجد ہی میں ادا کیا گیا تھا۔علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والحدیث یدل علی جواز ادخال المیت فی المسجد والصلوٰة علیه فیه وبه قال الشافعی واحمد واسحاق والجمهور۔"

یعنی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ میت کو مسجد میں داخل کرنا اور وہاں اس کا جنازہ پڑھنا درست ہے۔امام شافعی اور احمد اور اسحاق اور جمہور کا بھی یہی قول ہے۔جو لوگ میت کے ناپاک ہونے کا خیال رکھتے ہیں ان کے نزدیک مسجد میں نہ میت کا لانا درست نہ وہاں نماز جنازہ جائز۔مگر یہ خیال غلط ہے،مسلمان مردہ اور زندہ نجس نہیں ہوا کرتا۔جیسا کہ حدیث میں صاف موجود ہے۔ ان المؤمن لا ینجس حیا ولا میتا بے شک مومن مردہ اور زندہ نجس نہیں ہوتا۔یعنی نجاست حقیقی سے وہ دور ہوتا ہے۔

بنو بیضاء تین بھائی تھے۔سہل و سہیل اور صفوان ان کی والدہ کو بطور وصف بیضاء کہا گیا۔ان کا نام دعد تھا اور ان کے والد کا نام وہب بن ربیعہ قریشی فہری ہے۔اس بحث کے آخر میں حضرت مولانا شیخ الحدیث عبیداللہ صاحب مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والحق انه یجوز الصلوٰة علی الجنائز فی المسجد من غیر کراهة والا فضل الصلوٰة علیها خارج المسجد لان اکثر صلواته ﷺ علی الجنائز کان فی المصلی...... الخ۔" (مرعاة)

یعنی حق یہی ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ بلا کراہت درست ہے اور افضل یہ ہے کہ مسجد سے باہر پڑھی جائے کیونکہ اکثر نبی کریم ﷺ نے اس کو عیدگاہ میں پڑھا ہے۔اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلامی عدالت میں اگر کوئی غیر مسلم کا کوئی مقدمہ دائر ہو تو فیصلہ بہرحال اسلامی قانون کے تحت کیا جائیگا۔آپ ﷺ نے ان یہودی زانیوں کے لئے سنگساری کا حکم اس لئے بھی صادر فرمایا کہ خود تورات میں بھی یہی حکم تھا جسے علمائے یہود نے بدل دیا تھا۔آپ ﷺ نے گویا ان ہی کی شریعت کے مطابق فیصلہ فرمایا۔(ﷺ)

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ

باب: کیا قبروں پر مساجد بنانا مکروہ ہے؟

وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى قَبْرِهِ سَنَةً، ثُمَّ رُفِعَتْ، فَسَمِعُوا صَائِحًا يَقُولُ: أَلَا هَلْ وَجَدُوا

اور جب حسن بن حسن بن علی گزر گئے، تو ان کی بیوی (فاطمہ بنت حسین) نے ایک سال تک قبر پر خیمہ لگائے رکھا۔آخر خیمہ اٹھایا گیا تو لوگوں نے ایک آواز سنی: کیا ان لوگوں نے جن کو کھویا تھا، ان کو پایا؟ دوسرے نے

مَا فَقَدُوْا؟ فَأَجَابَهُ آخَرُ: بَلْ يَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا. جواب دیا: نہیں بلکہ ناامید ہو کر لوٹ گئے۔

تشریح: یہ حسن حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے اور بڑے ثقات تابعین میں سے تھے۔ ان کی بیوی فاطمہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، اور ان کے ایک صاحبزادے تھے ان کا نام نامی بھی حسن تھا۔ گویا تین پشت تک یہی مبارک نام رکھا گیا۔ ان کی بیوی نے اپنے دل کو تسلی دینے اور غم غلط کرنے کے لئے سال بھر تک اپنے محبوب شوہر کی قبر کے پاس ڈیرہ رکھا۔ اس پر ان کو ہاتف غیب سے ملامت ہوئی اور وہ واپس ہو گئیں۔

١٣٣٠ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ هِلَالٍ۔ هُوَ الْوَزَّانُ۔ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى، اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)) قَالَتْ: وَلَوْلَا ذَلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنِّيْ أَخْشَى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا. [راجع: ٤٣٥] [مسلم: ١١٨٤]

(۱۳۳۰) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے، ان سے ہلال وزان نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا: ''یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مساجد بنالیا۔'' حضرت عائشہ نے کہا کہ اگر ایسا ڈر نہ ہوتا تو آپ کی قبر کھلی رہتی (اور حجرہ میں نہ ہوتی) کیونکہ مجھے ڈر اس کا ہے کہ کہیں آپ کی قبر بھی مسجد نہ بنالی جائے۔

تشریح: یعنی خود قبروں کو پوجنے لگے یا قبروں پر مسجد اور گرجا بنا کر وہاں اللہ کی عبادت کرنے لگے۔ تو باب کی مطابقت حاصل ہوگئی۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا جو لوگ قبروں پر وقت معین میں جمع ہوتے ہیں وہ بھی گویا قبر کو مسجد بناتے ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے میری قبر کو عید نہ کر لینا یعنی عید کی طرح وہاں میلہ اور مجمع نہ کرنا۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ بھی ان یہودیوں اور نصرانیوں کے پیرو ہیں جن پر نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی۔

افسوس! ہمارے زمانے میں گور پرستی ایسی شائع ہو رہی ہے کہ یہ نام کے مسلمان اللہ اور رسول سے ذرا بھی نہیں شرماتے، قبروں کو اس قدر پختہ شاندار بناتے ہیں کہ ان کی عمارات کو دیکھ کر مساجد کا شبہ ہوتا ہے۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے سختی کے ساتھ قبروں پر ایسی تعمیرات کے لئے منع فرمایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو ہیاج اسدی کو کہا تھا: "ابعثك على ما بعثني عليه رسول الله ﷺ لاتدع تمثالا الا طمسته ولا قبرا مشرفا الاسويته رواه الجماعة الاالبخاري وابن ماجة۔" یعنی کیا میں تم کو اس خدمت کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے مجھے نبی کریم ﷺ نے بھیجا تھا۔ وہ یہ کہ کوئی مورت ایسی نہ چھوڑ جسے تو مٹا نہ دے اور کوئی اونچی قبر نہ رہے جسے برابر نہ کر دے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبروں کا حد سے زیادہ اونچا اور بلند کرنا بھی شارع کو ناپسند ہے۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فيه ان السنة ان القبر لا يرفع رفعا كثيرأمن غير فرق بين من كان فاضلا ومن كان غير فاضل والظاهر ان رفع القبور زيادة على القدر المأذون فيه محرم" یعنی سنت یہی ہے کہ قبر کو حد شرعی سے زیادہ بلند نہ بنایا جائے خواہ وہ کسی فاضل عالم صوفی کی ہو یا کسی غیر فاضل کی اور ظاہر ہے کہ شرعی اجازت سے زیادہ قبروں کو اونچا کرنا حرام ہے۔ آگے علامہ فرماتے ہیں:

"ومن رفع القبور الداخل تحت الحديث دخولا اولياء القبب والمشاهد المعمورة على القبور وايضا هو من اتخاذ القبور مساجد وقد لعن النبى ﷺ فاعل ذلك كما سياتى وكم قد سرى عن تشييد ابنية القبور وتحسينها من مفاسد يبكى لها الاسلام منها اعتقاد الجهلة لها كاعتقاد الكفار للاصنام وعظم ذلك فظنوا انها قادرة على جلب النفع ودفع الضرر فجعلوها مقصد الطلب قضاء الحوائج وملجأ لنجاح المطالب وسالوا منها ما يساله العباد من ربهم وشدوا اليها الرحال وتمسحوا بها واستغاثوا وبالجملة انهم لم يدعوا شيئا مما كانت الجاهلية تفعله بالاصنام الافعلوه فانا لله وانا اليه راجعون ومع هذا المنكر الشنيع والكفر الفظيع لانجد من يغضب لله ويغار حمية للدين الحنيف لاعالما ولامتعلما ولا

امیرا ولا وزیرا ولا ملکا وقد توارد الینا من الاخبار مالایشك معه ان کثیرا من ھؤلاء المقبورین اواکثرھم اذا توجھت علیه یمین من جھة خصمه حلف باللہ فاجرا واذ قیل له بعد ذلك احلف بشیخك ومعتقدك الولی الفلانی تلعثم وتلکأ وابی واعترف بالحق وھذا من ابین الادلة الدالة علی ان شرکھم قدبلغ فوق شرك من قال انه تعالی ثانی اثنین اوثالث ثلاثة فیا علماء الدین ویاملوك المسلمین ای رزء للاسلام اشد من الکفر وای بلاء لھذا الدین اضر علیه من عبادہ غیر اللہ وای مصیبة یصاب بھا المسلمون تعدل ھذہ المصیبة وای منکر یجب انکارہ ان لم یکن انکار ھذا الشرك البین واجبا۔"

لقد اسمعت لوناديت حيا
ولكن لا حياة لمن تنادی
ولو نارا نفخت بها اضاءت
ولكن انت تنفخ فی الرماد

(نیل الاوطار، ج: ٤/ ص: ٩٠)

یعنی بزرگوں کی قبروں پر بنائی ہوئی عمارات، قبے اور زیارت گاہیں یہ سب اس حدیث کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے قطعاً ناجائز ہیں۔ یہی قبروں کو مساجد بنانا ہے جس پر نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور ان قبور کے پختہ بنانے اور ان پر عمارات کو مزین کرنے سے اس قدر مفاسد پیدا ہو رہے ہیں کہ آج ان پر اسلام رو رہا ہے۔ ان میں سے مثلاً یہ کہ ایسے مزاروں کے بارے میں جاہل لوگ وہی اعتقادات رکھتے ہیں جو کفار بتوں کے بارے میں رکھتے ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر۔ ایسے جاہل ان قبور والوں کو نفع دینے والے اور نقصان دور کرنے والے تصور کرتے ہیں اس لئے ان سے حاجات طلب کرتے ہیں۔ اپنی مرادیں ان کے سامنے رکھتے ہیں اور ان سے ایسے ہی دعائیں کرتے ہیں جیسے بندگان الٰہی کو اللہ سے دعائیں کرنی چاہئیں۔ ان مزارات کی طرف کجاوے باندھ باندھ کر سفر کرتے ہیں اور وہاں جا کر ان قبروں کو مسح کرتے ہیں اور ان سے فریاد رسی چاہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جاہلیت میں جو کچھ بتوں کے ساتھ کیا جاتا تھا وہ سب کچھ ان قبروں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اور اس کھلے ہوئے بدترین کفر ہونے کے باوجود ہم کسی بھی اللہ کے بندے کو نہیں پاتے جو اللہ کے لئے اس پر غصہ کرے اور دین حنیف کی کچھ غیرت اس کو آئے۔ عالم ہوں یا متعلم، امیر ہوں یا وزیر یا بادشاہ، اس بارے میں سب خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ سنا گیا ہے کہ یہ قبر پرست دشمن کے سامنے اللہ کی جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں۔ مگر اپنے پیروں مشائخ کی جھوٹی قسموں کے وقت ان کی زبانیں لڑکھڑانے لگ جاتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کا شرک ان لوگوں سے بھی آگے بڑھا ہوا ہے جو دو خدا یا تین خدا مانتے ہیں۔ پس اے دین کے عالمو! اور مسلمانوں کے بادشاہو! اسلام کے لئے ایسے کفر سے بڑھ کر اور مصیبت کیا ہوگی اور غیر اللہ کی پرستش سے بڑھ کر دین اسلام کے لئے اور نقصان کی چیز کیا ہوگی اور مسلمان اس سے بھی بڑھ کر اور کس مصیبت کا شکار ہوں گے اور اگر اس کھلے ہوئے شرک کے خلاف ہی آواز انکار بلند نہ کی جا سکی، تو اور کونسا گناہ ہوگا جس کے لئے زبانیں کھل سکیں گی۔ کسی شاعر نے سچ کہا ہے:

"اگر تو زندوں کو پکارتا تو سنا سکتا تھا۔ مگر جن (مردوں) کو پکار رہا ہے وہ تو زندگی سے قطعاً محروم ہیں۔ اگر تم آگ میں پھونک مارتے تو وہ روشن ہوتی لیکن تم راکھ میں پھونک مار رہے ہو جو کبھی بھی روشن نہیں ہو سکتی۔"

خلاصہ یہ کہ ایسی قبور اور ایسے مزارات اور ان پر یہ عرس، قوالیاں، میلے ٹھیلے، گانے بجانے قطعاً حرام اور شرک اور کفر ہیں۔ اللہ ہر مسلمان کو شرک جلی اور خفی سے بچائے۔ آمین

حدیث علی رضی اللہ عنہ کے ذیل میں حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ونھی ان یجصص القبر وان یبنی علیه وان یقعد علیه وقال لاتصلوا الیھا لان ذلك ذریعة ان یتخذھا الناس معبودا وان یفرطوا فی تعظیمھا بمالیس بحق فیحرفوا دینھم کما فعل اھل الکتاب وھو قوله ﷺ لعن اللہ الیھود

والنصاری اتخذوا قبورا انبیائهم مساجد...... الخ۔" (حجة الله البالغة، ج: ٤/ ص: ١٢٦، کراتشی)

اور قبر کو پختہ کرنے اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو کیونکہ یہ اس بات کا ذریعہ ہے کہ لوگ قبروں کی پرستش کرنے لگیں اور لوگ ان قبروں کی اتنی زیادہ تعظیم کرنے لگیں جس کے وہ مستحق نہیں ہیں۔ پس لوگ اپنے دین میں تحریف کر ڈالیں جیسا کہ اہل کتاب نے کیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ پس حق یہ ہے کہ توسط اختیار کرے۔ نہ تو مردہ کی اس قدر تعظیم کرے کہ وہ شرک ہو جائے اور نہ اس کی اہانت اور اس کے ساتھ عداوت کرے کہ مرنے کے بعد اب یہ سارے معاملات ختم کر کے مرنے والا اللہ کے حوالہ ہو چکا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النُّفَسَاءِ إِذَا مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا

باب: اگر کسی عورت کا نفاس کی حالت میں انتقال ہو جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا

١٣٣١۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ ابْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا. [راجع: ٣٣٢]

(١٣٣١) ہم سے مسدد نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے، ان سے حسین معلم نے، ان سے عبداللہ بن بریدہ نے، ان سے سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں ایک عورت (ام کعب رضی اللہ عنہا) کی نماز جنازہ پڑھی تھی جس کا نفاس میں انتقال ہو گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی کمر کے مقابل کھڑے ہوئے۔

بَابٌ: أَيْنَ يَقُومُ مِنَ الْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ

باب: اس بارے میں کہ عورت اور مرد کی نماز جنازہ میں کہاں کھڑا ہوا جائے؟

١٣٣٢۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا. [راجع: ٣٣٢]

(١٣٣٢) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے حسین نے بیان کیا اور ان سے ابن بریدہ نے کہ ہم سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھی تھی جس کا زچگی کی حالت میں انتقال ہو گیا تھا۔ آپ اس کے بیچ میں کھڑے ہوئے۔

تشریح: مسنون یہی ہے کہ امام عورت کی کمر کے مقابل کھڑا ہو اور مرد کے سر کے مقابل۔ سنن ابوداؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بتلایا کہ نبی کریم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے غالباً ابوداؤد والی روایت کو ضعیف سمجھا اور ترجیح اس کو دی کہ امام مرد اور عورت دونوں کی کمر کے مقابل کھڑا ہو۔ اگرچہ اس حدیث میں صرف عورت کے وسط میں کھڑا ہونے کا ذکر ہے اور یہی مسنون بھی ہے۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں عورت اور مرد دونوں کو یکساں قرار دیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد ذهب بعض اهل العلم الى هذا اى الى ان الامام يقوم حذاء راس الرجل وحذاء عجيزة المراة وهو قول احمد واسحاق وهو قول الشافعى وهو الحق وهو رواية عن ابى حنيفة قال فى الهداية وعن ابى حنيفة انه يقوم من الرجل بحذاء راسه ومن المراة بحذاء وسطها لان انسا فعل كذالك وقال هو السنة۔" (تحفة الاحوذى)

یعنی بعض اہل علم اسی طرف گئے ہیں کہ جنازہ کی نماز میں امام مرد میت کے سر کے پاس کھڑا ہو اور عورت کے بدن کے وسط میں کمر کے پاس۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے اور یہی حق ہے اور ہدایہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام مرد میت کے سر کے پاس اور عورت کے وسط میں کھڑا ہو اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ سنت یہی ہے۔

بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا

باب: نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہنا

وَقَالَ حُمَيْدٌ: صَلَّى بِنَا أَنَسٌ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ سَلَّمَ، فَقِيلَ لَهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ، ثُمَّ سَلَّمَ.

اور حمید طویل نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو تین تکبیریں کہیں پھر سلام پھیر دیا۔ اس پر انہیں لوگوں نے یاد دہانی کرائی تو دوبارہ قبلہ رخ ہو کر چوتھی تکبیر کہی پھر سلام پھیرا۔

تشریح: اکثر علما جیسے امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق اور سفیان ثوری اور ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے اور سلف کا اس میں اختلاف ہے۔ کسی نے پانچ تکبیریں کہیں، کسی نے تین، کسی نے سات۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ چار سے کم نہ ہوں اور سات سے زیادہ نہ ہوں۔ بیہقی نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جنازہ پر لوگ سات اور چھ اور پانچ اور چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار پر لوگوں کا اتفاق کرا دیا۔ (وحیدی)

١٣٣٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ، وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ. [راجع: ١٢٤٥]

(۱۳۳۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سعید بن میتب نے، انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نجاشی کا جس دن انتقال ہوا اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کی خبر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عیدگاہ گئے۔ پھر آپ نے صف بندی کرائی اور چار تکبیریں کہیں۔

١٣٣٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا. وَقَالَ يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ سَلِيمٍ أَصْحَمَةَ.

[راجع: ١٣١٧] [مسلم: ٢٢٠٨]

(۱۳۳۴) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیم بن حیان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن میناء نے بیان کیا اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی تو چار تکبیریں کہیں۔ یزید بن ہارون واسطی اور عبدالصمد نے سلیم سے اصحمہ نام نقل کیا ہے۔

تشریح: نجاشی حبش کے ہر بادشاہ کا لقب ہوا کرتا تھا۔ جیسا کہ ہر ملک میں بادشاہوں کے خاص لقب ہوا کرتے ہیں شاہ حبش کا اصل نام اصحمہ تھا۔

بَابُ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجَنَازَةِ

باب: نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا (ضروری ہے)

وَقَالَ الْحَسَنُ: يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَسَلَفًا وَأَجْرًا.

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بچے کی نماز میں پہلے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے پھر یہ دعا پڑھی جائے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَسَلَفًا وَأَجْرًا. "یا اللہ! اس بچے کو ہمارا میر سامان کردے اور آگے چلنے والا، ثواب دلانے والا۔"

١٣٣٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ طَلْحَةَ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ؛ ح قَالَ: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَقَالَ: لِتَعْلَمُوْا أَنَّهَا سُنَّةٌ. [ابوداود: ٣١٩٨؛ ترمذي: ١٠٢٧؛ نسائي: ١٩٨٦]

(١٣٣٥) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر (محمد بن جعفر) نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے اور ان سے طلحہ نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اقتدا میں نماز (جنازہ) پڑھی (دوسری سند) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں سعد بن ابراہیم نے، انہیں طلحہ بن عبداللہ بن عوف نے، انہوں نے بتلایا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے سورۂ فاتحہ (ذرا پکار کر) پڑھی۔ پھر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہی طریقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

تشریح: جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنی ایسی ہی واجب ہے جیسا کہ دوسری نمازوں میں کیونکہ حدیث: "لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب۔" ہر نماز کو شامل ہے۔ اس کی تفصیل حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے لفظوں میں یہ ہے:

"والحق والصواب ان قراء ة الفاتحة فى صلوة الجنازة واجبة كما ذهب اليه الشافعي واحمد واسحاق وغيرهم لانهم اجمعوا على انها صلوة وقد ثبت حديث لا صلوة الا بفاتحة الكتاب فهى داخلة تحت العموم واخراجها منه يحتاج الى دليل ولانها صلوة يجب فيها القيام فوجبت فيها القراء ة كسائر الصلوات ولانه ورد الامر بقراء تها فقدروى ابن ماجة باسناد فيه ضعف يسير عن ام شريك قالت امرنا رسول الله ﷺ ان نقرأ على الجنازة بفاتحة الكتاب وروى الطبرانى فى الكبير من حديث ام عفيف قال امرنا رسول الله ﷺ ان نقرأ على ميتنا بفاتحة الكتاب قال الهيثمى وفيه عبدالمنعم ابوسعيد وهو ضعيف انتهى۔"

"والامر من ادلة الوجوب وروى الطبرانى فى الكبير ايضا من حديث اسماء بنت يزيد قالت قال رسول الله ﷺ اذا صليتم على الجنازة فاقرؤوا بفاتحة الكتاب قال الهيثمى وفيه معلى بن حمران ولم اجد من ذكره وبقية رجاله موثقون وفى بعضهم كلام هذا وقد صنف حسن الشرنبلالى من متاخرى الحنفية فى هذه المسئلة رسالة سمّها النظم المستطاب لحكم القراء ة فى صلوة الجنازة بام الكتاب وحقق فيها ان القراء ة اولىٰ من ترك القراء ة ولا دليل على الكراهة وهو الذى اختاره الشيخ عبدالحى اللكهنوى فى تصانيفه كعمدة الرعاية والتعليق الممجد وامام الكلام ثم انه استدل بحديث ابن عباس على الجهر بالقراء ة فى الصلوة على الجنازة لانه يدل على انه جهر بها حتى سمع ذالك من صلى معه

واصرح من ذالك ما ذكرناه من رواية النسائى بلفظ صليت خلف ابن عباس على جنازة فقرأ بفاتحة الكتاب وسورة وجهر حتى اسمعنا فلما فرغ اخذت بيده فسالته فقال سنة وحق وفى رواية اخرىٰ له ايضا صليت خلف ابن عباس على جنازة فسمعته يقرأ فاتحة الكتاب الخ ويدل على الجهر بالدعاء حديث عوف بن مالك الاتى فان الظاهر انه حفظ الدعاء المذكور لما جهربه النبیﷺفى الصلوة على الجنازة واصرح منه حديث واثلة فى الفصل الثانى۔"

"واختلف العلماء فى ذلك فذهب بعضهم الى انه يستحب الجهر بالقراء ة والدعاء فيها واستدلوا بالروايات التى ذكرنا ها انفا وذهب الجمهور الى انه لا يندب الجهر بل يندب الاسرار قال ابن قدامة ويسر القراء ة والدعاء فى صلوة الجنازة لانعلم بين اهل العلم فيه خلافا انتهى۔"

"واستدلوا لذلك بما ذكرنا من حديث ابى امامة قال السنة فى الصلوة على الجنازة ان يقرأ فى التكبيرة الاولى بام القرآن مخافتة...... الحديث اخرجه النسائى ومن طريقه ابن حزم فى المحلىٰ۔" (ص: ۱۲۹/ ج:۵)

"قال النووى فى شرح المهذب رواه النسائى باسناد على شرط الصحيحين وقال ابوامامة هذا صحابى انتهى وبماروى الشافعى فى الام۔" (ص:۲۳۹/ ج:۱ والبيهقى ص:۳۹/ ج: ٤)

"من طريقه عن مطرف بن مازن عن معمر عن الزهرى قال اخبرنى ابوامامة بن سهل انه اخبره رجل من اصحاب النبیﷺان السنة فى الصلوة على الجنازة ان يكبر الامام ثم يقرأ بفاتحة الكتاب بعد التكبيرة الاولىٰ سرا فى نفسه الحديث وضعفت هذه الرواية بمطرف لكن قواها البيهقى بما رواه فى المعرفة والسنن من طريق عبيدالله بن ابى زياد الرصا فى عن الزهرى بمعنى رواية مطرف وبماروى الحاكم۔" (ص:۳۵۹/ ج :۱ والبيهقى من طريقه ص:٤٢/ ج: ٤)

"عن شرحبيل بن سعد قال حضرت عبدالله بن عباس صلى على جنازة بالابواء فكبر ثم قرابام القرآن رافعاً صوته بها ثم صلى النبیﷺثم قال اللهم عبدك وابن عبدك الحديث وفى اخره ثم انصرف فقال ياايها الناس انى لم اقرأ علنا (اى جهرا) الا لتعلموا انها سنة قال الحافظ فى الفتح وشرحبيل مختلف فى توثيقه انتهى۔"

"واخرج ابن الجارود فى المنتقىٰ من طريق زيد بن طلحة التيمى قال سمعت ابن عباس قرأ على جنازة فاتحة الكتاب وسورة وجهر القراء ة وقال انما جهرت لاعلمكم انها سنة۔"

"وذهب بعضهم الى انه يخير بين الجهر والاسرار وقال بعض اصحاب الشافعى انه يجهر بالليل كالليلة ويسر بالنهار۔ قال شيخنا فى شرح الترمذى قول ابن عباس انما جهرت لتعلموا انها سنة يدل على ان جهره كان للتعليم اى لا لبيان ان الجهر بالقراء ة سنة قال واما قول بعض اصحاب الشافعى يجهر بالليل كالليلة فلم اقف على رواية تدل على هذا انتهى۔ وهذا يدل على ان الشيخ مال الى قول الجمهور ان الاسرار بالقراء ة مندوب هذا ورواية ابن عباس عندالنسائى بلفظ فقرأ بفاتحة الكتاب وسورة تدل على مشروعية قراء ة سورة مع الفاتحة فى الصلوة الجنازة قال الشوكانى لا محيص عن المصير الى ذلك لانها زيادة خارجة من مخرج صحيح قلت ويدل عليه ايضا ما ذكره ابن حزم فى المحلى (ص:۱۲۹/ ج:۵) معلقا عن محمد بن عمرو بن عطاء ان المسور بن مخرمة صلى على الجنازة فقرأ فى التكبيرة الاولى بفاتحة الكتاب وسورة قصيرة رفع بهما صوته فلما فرغ قال لا اجهل ان تكون هذا الصلوة عجماء ولكن اردت ان اعلمكم ان فيها قراء ته۔" (مرعاة المفاتيح، ج: ۲/ ص: ٤٧٨)

حضرت مولانا شیخ الحدیث عبیداللہ مبارک پوری رحمہ اللہ کے اس طویل بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ جنازہ میں پڑھنی واجب ہے جیسا کہ امام

شافعی اور احمد اور اسحاق وغیرہم کا مذہب ہے۔ان سب کا اجماع ہے کہ سورۂ فاتحہ ہی نماز ہے اور حدیث میں موجود ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔پس نماز جنازہ بھی اسی عموم کے تحت داخل ہے اور اسے اس عموم سے خارج کرنے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور یہ بھی کہ جنازہ نماز ہے جس میں قیام واجب ہے۔پس دیگر نمازوں کی طرح اس میں بھی قراءت واجب ہے اور اس لئے بھی کہ اس کی قراءت کا صریح حکم موجود ہے۔جیسا کہ ابن ماجہ میں ام شریک سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔اگرچہ اس حدیث کی سند میں کچھ ضعف ہے مگر دیگر دلائل وشواہد کی بنا پر اس سے استدلال درست ہے اور طبرانی میں بھی ام عفیف سے ایسا ہی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جنازہ کی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔طبرانی میں اسماء بنت یزید سے بھی ایسا ہی مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم ''جنازہ پر نماز پڑھو تو سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔''

متاخرین حنفیہ میں ایک مولانا حسن شرنبلانی مرحوم نے اس مسئلہ پر ایک ''رسالة بنام النظم المستطاب لحكم القراء ة فی صلوة بام الكتاب۔'' کہا ہے۔جس میں ثابت کیا ہے کہ جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا نہ پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کی کراہیت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ایسا ہی مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف عمدۃ الرعایہ اور تعلیق الممجد اور امام الکلام وغیرہ میں لکھا ہے۔

پھر حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کے جہر پر دلیل پکڑی گئی ہے کہ وہ حدیث صاف دلیل ہے کہ انہوں نے اسے بالجبر پڑھا۔یہاں تک کہ مقتدیوں نے اسے سنا اور اس سے بھی زیادہ صریح دلیل وہ ہے جسے نسائی نے روایت کیا راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک جنازہ کی نماز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے پڑھی۔آپ نے سورۂ فاتحہ اور ایک سورۃ کو جہر کے ساتھ ہم کو سنا کر پڑھا۔جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر یہ مسئلہ آپ سے پوچھا۔آپ نے فرمایا کہ بے شک یہی سنت اور حق ہے اور جنازہ کی دعاؤں کو جہر سے پڑھنے پر عوف بن مالک کی حدیث دلیل ہے۔جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے آپ کے بلند آواز سے پڑھنے پر سنی، سن کر ان دعاؤں کو حفظ دیاد کر لیا تھا اور اس سے بھی زیادہ صریح واثلہ کی حدیث ہے۔

اور علما کا اس بارے میں اختلاف ہے بعض نے روایت مذکورہ کی بنا پر جہر کو مستحب مانا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی اس کا ذکر کیا ہے۔جمہور نے آہستہ پڑھنے کو مستحب گردانا ہے۔جمہور کی دلیل حدیث ابامہ ہے جس میں آہستہ پڑھنے کو سنت بتایا گیا ہے اخرجه النسائی ۔علامہ ابن حزم نے محلی میں اور امام شافعی نے کتاب الام میں اور بیہقی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے ایک صحابیؓ نے فرمایا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ آہستہ پڑھی جائے۔

شرحبیل بن سعد کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک جنازہ میں بمقام ابواء شریک ہوا۔آپ نے سورۂ فاتحہ اور درود اور دعاؤں کو بلند آواز سے پڑھا پھر فرمایا کہ میں جہر سے نہ پڑھتا مگر اس لئے پڑھا تاکہ تم جان لو یہ سنت ہے۔

اور منتقی ابن جارود میں ہے کہ زید بن طلحہ تیمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک جنازہ کی نماز پڑھی جس میں انہوں سورۂ فاتحہ اور ایک سورت کو بلند آواز سے پڑھا اور بعد میں فرمایا کہ میں نے اس لئے جہر کیا ہے تاکہ تم کو سکھلاؤں کہ یہ سنت ہے۔

بعض علما کہتے ہیں کہ جہر اور سر ہر دو کے لئے اختیار ہے۔بعض شافعی حضرات نے کہا کہ رات کو جنازہ میں جہر اور دن میں سر کے ساتھ پڑھا جائے۔ہمارے شیخ مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ قول جمہور کی طرف ہیں اور فرماتے ہیں کہ قراءت آہستہ ہی مستحب ہے اور نسائی والی روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میں دلیل ہے کہ جنازہ میں سورۂ فاتحہ مع ایک سورہ کے پڑھنا مشروع ہے۔مسور بن مخرمہ نے ایک جنازہ میں پہلی تکبیر میں سورۂ فاتحہ اور ایک مختصر سی سورت پڑھی۔پھر فرمایا کہ میں نے قراءت جہر سے اس لئے کی ہے کہ تم جان لو کہ اس نماز میں بھی قراءت ہے اور یہ نماز گونگی (بغیر قراءت والی) نہیں ہے۔انتھی مختصرا۔

خلاصۃ المرام یہ کہ جنازہ میں سورہ فاتحہ مع ایک سورہ کے پڑھنا ضروری ہے۔حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب مالابد منہ میں اپنا وصیت نامہ بھی درج فرمایا ہے۔جس میں آپ فرماتے ہیں کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جو اس میں سورہ فاتحہ پڑھے۔پس ثابت

ہوا کہ جملہ اہل حق کا یہی مختار مسلک ہے۔

علمائے احناف کا فتویٰ: فاضل محترم صاحب تفہیم البخاری نے اس موقع پر فرمایا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک بھی نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنی جائز ہے۔ جب دوسری دعاؤں سے اس میں جامعیت بھی زیادہ ہے تو اس کے پڑھنے میں حرج کیا ہوسکتا ہے۔ البتہ دعا اور ثنا کی نیت سے اسے پڑھنا چاہیے قراءت کی نیت سے نہیں۔ (تفہیم البخاری، پ۵، ص:۱۲۲)

فاضل موصوف نے آخر میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ صحیح نہیں جب کہ سابقہ روایات مذکورہ میں اسے قراءت کے طور پر پڑھنا ثابت ہے۔ پس اس فرق کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ بہر حال اللہ کرے ہمارے محترم حنفی بھائی جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنی شروع فرمادیں، یہ بھی ایک نیک اقدام ہوگا۔

روایات بالا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے جو یہ فرمایا کہ یہ سنت اور حق ہے اس کی وضاحت حضرت مولانا شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے یوں فرمائی ہے۔

"والمراد بالسنة الطريقة المألوفة عنه ﷺ لا مايقابل الفريضة فانه اصطلاح عرفی حادث قال الأشرف الضمير المونث لقراء ة الفاتحة وليس المراد بالسنة انها ليست بواجبة بل ما يقابل البدعة اى انها طريقة مروية وقال القسطلانی انها ای قراء ة الفاتحة فی الجنازة سنة ای طریقة للشارع فلا ینا فی کونها واجبة وقد علم ان قول الصحابی من السنة کذا حدیث مرفوع عند الاکثر قال الشافعی فی الام واصحاب النبی ﷺ لا یقولون السنة الا لسنة رسول الله ﷺ ان شاء الله تعالٰی انتهٰی۔" (مرعاة المفاتیح، ص: ٤٧٧)

یعنی یہاں لفظ سنت سے طریقہ مالوفہ نبی کریم ﷺ مراد ہے نہ وہ سنت جو فرض کے مقابلہ پر ہوتی ہے۔ یہ ایک عرفی اصطلاح استعمال کی گئی ہے یہ مراد نہیں کہ یہ واجب نہیں ہے بلکہ وہ سنت مراد ہے جو بدعت کے مقابلہ پر بولی جاتی ہے۔ یعنی یہ طریقہ مرویہ ہے اور قسطلانی نے کہا کہ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنی سنت ہے یعنی شارع کا طریقہ ہے اور یہ واجب ہونے کے منافی نہیں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام میں فرمایا ہے کہ صحابہ کرام لفظ سنت کا استعمال سنت یعنی طریقہ رسول اللہ ﷺ پر کرتے تھے۔ اقوال صحابہ میں حدیث مرفوع پر بھی سنت کا لفظ بولا گیا ہے۔ بہر حال یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ نماز میں پڑھنا طریقہ نبوی ہے اور یہ واجب ہے کہ اس کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی جیسا کہ تفصیل بالا میں بیان کیا گیا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ

باب: مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا

١٣٣٦۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَأَمَّهُمْ وَصَلَّوْا خَلْفَهُ، قُلْتُ: مَنْ حَدَّثَكَ هَذَا يَا أَبَا عَمْرٍو؟ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ. [راجع: ٨٥٧]

(۱۳۳۶) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سلیمان شیبانی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے شعبی سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے اس صحابی نے خبر دی جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک الگ تھلگ قبر سے گزرے تھے۔ قبر پر آپ ﷺ امام بنے اور صحابہ نے آپ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ شیبانی نے کہا کہ میں نے شعبی سے پوچھا ابو عمرو! یہ آپ سے کس صحابی نے بیان کیا تھا تو انہوں نے بتلایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

١٣٣٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَسْوَدَـ رَجُلاً أَوِ امْرَأَةًـ كَانَ يَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ، وَلَمْ يَعْلَمِ النَّبِيُّ ﷺ بِمَوْتِهِ، فَذَكَرَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ: ((مَا فَعَلَ ذَلِكَ الْإِنْسَانُ؟)) قَالُوْا: مَاتَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((أَفَلَا آذَنْتُمُوْنِي؟)) فَقَالُوْا: إِنَّهُ كَانَ كَذَا وَكَذَا قِصَّتَهُ، قَالَ: فَحَقَرُوْا شَأْنَهُ، قَالَ: ((فَدُلُّوْنِي عَلَى قَبْرِهِ)) قَالَ فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ. [راجع: ٨٥٧]

(١٣٣٧) ہم سے محمد بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ثابت نے بیان کیا، ان سے ابو رافع نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ کالے رنگ کا ایک مرد یا ایک کالی عورت مسجد کی خدمت کیا کرتی تھیں، ان کی وفات ہوگئی لیکن نبی کریم ﷺ کو ان کی وفات کی خبر کسی نے نہیں دی ایک دن آپ نے خود یاد فرمایا کہ ''وہ شخص دکھائی نہیں دیتا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ! ان کا تو انتقال ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟'' صحابہ نے عرض کیا کہ یہ وجوہ تھیں (اس لیے آپ کو تکلیف نہیں دی گئی) گویا لوگوں نے ان کو حقیر جان کر قابل توجہ نہیں سمجھا لیکن آپ نے فرمایا کہ ''چلو مجھے ان کی قبر بتادو۔'' چنانچہ آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

تشریح: یہ کالا مرد یا کالی عورت مسجد نبوی کی جاروب کش بڑے بڑے بادشاہان ہفت اقلیم سے اللہ کے نزدیک مرتبہ اور درجہ میں زائد تھی۔ حبیب الٰہی ﷺ نے ڈھونڈ کر اس کی قبر پر نماز پڑھی۔ واہ رے قسمت! آپ کی کفش برداری اگر ہم کو بہشت میں نصیب ہو جائے تو ایسی دنیا کی لاکھوں سلطنتیں اس پر تصدق کردیں۔ (وحیدی)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے ثابت فرمایا کہ اگر کسی مسلمان مرد یا عورت کا جنازہ نہ پڑھا گیا ہو تو قبر پر دفن کرنے کے بعد بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ بعض نے اسے نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص بتلایا ہے مگر یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔

بَابُ الْمَيِّتِ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ

باب: اس بیان میں کہ مردہ لوٹ کر جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے

تشریح: یہاں سے یہ نکلا کہ قبرستان میں جوتے پہن کر جانا جائز ہے ابن منیر نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب اس لیے قائم کیا کہ دفن کے آداب کا لحاظ رکھیں اور شور وغل اور زمین پر زور زور سے چلنے سے پرہیز کریں جیسے زندہ سوتے آدمی کے ساتھ کرتا ہے۔

١٣٣٨ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ؛ ح قَالَ: وَقَالَ لِي خَلِيْفَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُوْلَانِ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ

(١٣٣٨) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا۔ (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا، ان سے یزید بن زریع نے، ان سے سعید بن ابی عروبہ نے، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''آدمی جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور دفن کر کے اس کے لوگ باگ پیٹھ موڑ کر رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ پھر دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے

فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ؟ فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُاللَّهِ وَرَسُولُهُ، فَيُقَالُ: اُنْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، أَبْدَلَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ)) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا، وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ، فَيُقَالُ: لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ)). [طرفه في: ١٣٧٤] [مسلم: ٧٢١٧، ٧٢١٨؛ ابوداود: ٣٢٣١؛ نسائي: ٢٠٤٨، ٢٠٥٠]

ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص (محمد رسول اللہ ﷺ) کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھ جہنم کا اپنا ایک ٹھکانا لیکن اللہ تعالیٰ نے جنت میں تیرے لیے ایک مکان اس کے بدلے میں بنا دیا ہے۔" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "پھر اس بندہ مؤمن کو جنت اور جہنم دونوں دکھائی جاتی ہیں اور رہا کافر یا منافق تو اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں، میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا وہی میں بھی کہتا رہا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے کچھ سمجھا اور نہ (اچھے لوگوں کی) پیروی کی۔ اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جاتا ہے اور وہ اتنے بھیانک طریقہ سے چیختا ہے کہ انسان اور جن کے سوا اردگرد کی تمام مخلوق سنتی ہے۔"

تشریح: اس حدیث سے یہ نکلا کہ ہر شخص کے لئے دو دو ٹھکانے بنے ہیں، ایک جنت میں اور ایک دوزخ میں اور یہ قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ کافروں کے ٹھکانے جو جنت میں ہیں ان کے دوزخ میں جانے کی وجہ سے ان ٹھکانوں کو ایماندار لے لیں گے۔

قبر میں تین باتوں کا سوال ہوتا ہے من ربك تیرا رب کون ہے؟ مؤمن جواب دیتا ہے ربی الله میرا رب اللہ ہے پھر سوال ہوتا ہے مادینك تیرا دین کیا تھا، مؤمن کہتا ہے دینی الاسلام میرا دین اسلام تھا۔ پھر پوچھا جاتا ہے کہ تیرا نبی کون ہے؟ وہ بولتا ہے محمد ﷺ میرے نبی اور رسول ہیں۔ ان جوابات پر اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور کافر اور منافق ہر سوال میں یہی کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ جیسا لوگ کہتے رہتے تھے میں بھی کہہ دیا کرتا تھا۔ میرا کوئی دین مذہب نہ تھا۔ اس پر اس کے لئے دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

"لم لادريت ولم لا تليت" کے ذیل مولانا وحید الزمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ یعنی نہ مجتہد ہوا نہ مقلد اگر کوئی اعتراض کرے کہ مقلد تو ہوا کیونکہ اس نے پہلے کہا کہ لوگ جیسا کہتے تھے میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تقلید کچھ کام کی نہیں کہ سنے سنائے پر ہر شخص عمل کرنے لگا۔ بلکہ تقلید کے لئے بھی غور لازم ہے کہ جس شخص کے ہم مقلد بنتے ہیں آیا وہ لائق اور فاضل اور سمجھ دار تھا یا نہیں اور دین کا علم اس کو تھا یا نہیں۔ سب باتیں بخوبی تحقیق کرنی ضروری ہیں۔

بَابُ مَنْ أَحَبَّ الدَّفْنَ فِي الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ أَوْ نَحْوِهَا

باب: جو شخص ارض مقدس یا ایسی ہی کسی برکت والی جگہ دفن ہونے کا آرزومند ہو

١٣٣٩۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: ((أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ فَفَقَأَ

(۱۳۳۹) ہم سے محمد بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن طاؤس نے انہیں ان کے والد نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ "ملک الموت (آدمی کی شکل میں) موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجے گئے وہ جب آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے

عَيْنَهُ فَرَجَعَ إِلَى رَبِّهِ فَقَالَ: أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ، فَرَدَّ اللَّهُ عَلَيْهِ عَيْنَهُ وَقَالَ: ارْجِعْ فَقُلْ لَهُ: يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَتْنِ ثَوْرٍ، فَلَهُ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ، قَالَ: أَيْ رَبِّ، ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ثُمَّ الْمَوْتُ، قَالَ: فَالْآنَ، فَسَأَلَ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ)) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ)). [طرفه في: ٣٤٠٧]

[مسلم: ٦١٤٨؛ نسائي: ٢٠٨٨]

(نہ پہچان کر) انہیں ایک زور کا طمانچہ مارا اور ان کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ وہ واپس اپنے رب کے حضور میں پہنچے اور عرض کیا: یا اللہ تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ پہلے کی طرح کر دی اور کہا دوبارہ جا اور ان سے کہہ کہ آپ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھئے اور پیٹھ کے جتنے بال آپ کے ہاتھ تلے آ جائیں ان کے ہر بال کے بدلے ایک سال کی زندگی دی جاتی ہے۔ (موسیٰ علیہ السلام تک جب اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچا تو) آپ نے کہا کہ اے اللہ! پھر کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر بھی موت آنی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بولے ابھی کیوں نہ آ جائے۔ پھر انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ انہیں ایک پتھر کی مار پر ارض مقدس سے قریب کر دیا جائے۔" ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر دکھاتا کہ لال ٹیلے کے پاس راستے کے قریب ہے۔"

تشریح: بیت المقدس ہو یا مکہ مدینہ ایسے مبارک مقامات میں دفن ہونے کی آرزو کرنا جائز ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب یہی ہے۔

بَابُ الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ، وَدُفِنَ أَبُو بَكْرٍ لَيْلًا

باب: رات میں دفن کرنا کیسا ہے؟ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رات میں دفن کئے گئے

١٣٤٠ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَجُلٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ بِلَيْلَةٍ، قَامَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، وَكَانَ سَأَلَ عَنْهُ فَقَالَ: ((مَنْ هَذَا؟)) قَالُوا: فُلَانٌ، دُفِنَ الْبَارِحَةَ، فَصَلَّوْا عَلَيْهِ. [راجع: ٨٥٧]

(۱۳۴۰) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے، ان سے شعبی نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جن کا انتقال رات میں ہو گیا تھا (اور اسے رات ہی میں دفن کر دیا گیا تھا) آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے ان کے متعلق پوچھا تھا کہ "یہ کن کی قبر ہے؟" لوگوں نے بتایا کہ فلاں کی ہے جسے کل رات میں ہی دفن کیا گیا ہے۔ پھر سب نے (دوسرے روز) نماز جنازہ پڑھی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ رات کو دفن کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بلکہ بہتر یہی ہے کہ رات ہو یا دن مرنے والے کے کفن دفن میں دیر نہ کی جائے۔

بَابُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقَبْرِ

باب: قبر پر مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟

١٣٤١ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ

(۱۳۴۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا کہا مجھ امام مالک نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان

قَالَتْ: لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ ﷺ ذَكَرَ بَعْضُ نِسَائِهِ كَنِيسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، يُقَالُ لَهَا: مَارِيَةُ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيبَةَ أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ، فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا، فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: ((أُولَئِكَ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ، وَأُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ)). [راجع: ٤٢٧]

سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب نبی کریم ﷺ بیمار پڑے تو آپ کی بعض بیویوں (ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما) نے ایک گرجے کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس کا نام ماریہ تھا۔ ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما دونوں حبش کے ملک میں گئی تھیں۔ انہوں نے اس کی خوبصورتی اور اس میں رکھی ہوئی تصاویر کا بھی ذکر کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی صالح شخص مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد تعمیر کر دیتے۔ پھر اس کی مورت اس میں رکھتے۔ اللہ کے نزدیک یہ لوگ ساری مخلوق میں برے ہیں۔''

تشریح: امام قسطلانی فرماتے ہیں: "قال القرطبي انما صوروا اوائلهم الصور ليتانسوا بها ويتذكروا افعالهم الصالحة فيجتهدون كاجتهادهم ويعبدون الله عند قبورهم ثم خلفهم قوم جهلوا مرادهم ووسوس لهم الشيطان ان اسلافكم كانوا يعبدون هذه الصور يعظمونها فحذر النبي ﷺ عن مثل ذلك سدا للذريعة المؤدية الى ذلك بقوله اولئك شرار الخلق عند الله وموضع الترجمة بنوا على قبره مسجدا وهو مؤول على مذمة من اتخذ القبر مسجدا ومقتضاه التحريم لاسيما وقد ثبت اللعن عليه۔" یعنی قرطبی نے کہا کہ بنو اسرائیل نے شروع میں اپنے بزرگوں کے بت بنائے تا کہ ان سے انس حاصل کریں اور ان کے نیک کاموں کو یاد کر کے خود بھی ایسے ہی نیک کام کریں اور ان کی قبروں کے پاس بیٹھ کر عبادت الٰہی کریں۔ پیچھے اور بھی زیادہ جاہل لوگ پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اس مقصد کو فراموش کر دیا اور ان کو شیطان نے وسوسوں میں ڈالا کہ تمہارے اسلاف ان ہی مورتوں کو پوجتے تھے اور انہی کی تعظیم کرتے تھے۔ پس نبی کریم ﷺ نے اسی شرک کا سد باب کرنے کے لئے سختی کے ساتھ ڈرایا اور فرمایا کہ اللہ کے نزدیک یہی لوگ بدترین مخلوق ہیں۔ اور ترجمۃ الباب لفظ حدیث ((بنوا علی قبرہ مسجدا)) سے ثابت ہوتا ہے یعنی نبی کریم ﷺ نے اس شخص کی مذمت کی جو قبر کو مسجد بنالے۔ اس سے اس فعل کی حرمت بھی ثابت ہوتی ہے اور ایسا کرنے پر لعنت بھی وارد ہوئی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی شروع شروع میں اسی طرح اپنے بزرگوں کے بت بنائے، بعد میں پھر ان بتوں ہی کو اللہ کا درجہ دے دیا گیا۔ عموماً جملہ بت پرست اقوام کا یہی حال ہے۔ جبکہ وہ خود کہتے بھی ہیں: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ (۳۹/الزمر:۳) یعنی ''ہم ان بتوں کو محض اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے قریب کر دیں۔ باقی یہ معبود نہیں ہیں یہ تو ہمارے لئے وسیلہ ہیں۔ اللہ پاک نے مشرکین کے اس خیال کی تردید میں قرآن کریم کا بیشتر حصہ نازل فرمایا۔

صد افسوس! کہ کسی نہ کسی شکل میں بہت سے مدعیان اسلام میں بھی اس قسم کا شرک داخل ہو گیا ہے۔ حالانکہ شرک اکبر ہو یا اصغر اس کے مرتکب پر جنت ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔ مگر اس صورت میں کہ وہ مرنے سے پہلے اس سے تائب ہو کر خالص اللہ پرست بن جائے۔ اللہ پاک ہر قسم کے شرک سے بچائے۔ آمین

بَابُ مَنْ يَدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ

باب: عورت کی قبر میں کون اترے؟

١٣٤٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ: حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَرَسُولُ

(۱۳۴۲) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، ان سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے جنازہ میں حاضر تھے۔ اور رسول

اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، فَقَالَ: ((هَلْ فِيكُمْ مِنْ أَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟)) قَالَ: فَقَالَ: أَبُوْ طَلْحَةَ: أَنَا، قَالَ: ((فَانْزِلْ فِي قَبْرِهَا)) قَالَ: فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا [فَقَبَرَهَا]. قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: قَالَ فُلَيْحٌ: أُرَاهُ يَعْنِي الذَّنْبَ، قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: ﴿لِيَقْتَرِفُوْا﴾ [الانعام: ١١٣] لِيَكْتَسِبُوْا .[راجع: ١٢٨٥]

اللہ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے پوچھا: ''کیا ایسا آدمی بھی کوئی یہاں ہے جو آج رات کو عورت کے پاس نہ گیا ہو۔'' اس پر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بولے کہ میں حاضر ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم قبر میں اتر جاؤ۔'' انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ اتر گئے اور میت کو دفن کیا۔ عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ فلیح نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ (لم یقارف) کا معنی یہ ہے کہ جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ سورۂ انعام میں جو ﴿لیقترفوا﴾ آیا ہے اس کا معنی یہی ہے تا کہ گناہ کریں۔

تشریح: ایک بات عجیب مشہور ہوگئی ہے کہ موت کے بعد شوہر بیوی کے لئے ایک اجنبی اور عام آدمی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، یہ انتہائی لغو اور غلط تصور ہے۔ اسلام میں شوہر اور بیوی کا تعلق اتنا معمولی نہیں کہ وہ مرنے کے بعد ختم ہو جائے اور مرد عورت کے لئے اجنبی بن جائے۔ پس عورت کے جنازے کو خود اس کا خاوند بھی اتار سکتا ہے اور حسب ضرورت دوسرے لوگ بھی جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الشَّهِيْدِ

باب: شہید کی نماز جنازہ پڑھیں یا نہیں؟

١٣٤٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ: ((أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟)) فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ: ((أَنَا شَهِيْدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسَّلُوْا وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ. [أطرافه في: ١٣٤٥، ١٣٤٦، ١٣٤٧، ١٣٤٨، ١٣٥٣، ٤٠٧٩] [ابوداود: ٣١٣٨، ٣١٣٩؛ ترمذي: ١٠٣٦؛ نسائي: ١٩٥٤؛ ابن ماجه: ١٥١٤]

(۱۳۴۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے، ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے احد کے دو دو شہیدوں کو ملا کر ایک ہی کپڑے کا کفن دیا۔ آپ دریافت فرماتے: ''ان میں قرآن کسے زیادہ یاد ہے۔'' کسی ایک کی طرف اشارہ سے بتایا جاتا تو آپ بغلی قبر میں اسی کو آگے کرتے اور فرماتے: ''میں قیامت میں ان کے حق میں شہادت دوں گا۔'' پھر آپ ﷺ نے سب کو ان کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔ نہ انہیں غسل دیا گیا اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

١٣٤٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ أَبِي

(۱۳۴۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا، ان سے ابوالخیر

حَبِيْبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ، وَإِنِّي أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيْحَ الْأَرْضِ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِي، وَلٰكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا)). [أطرافه في: ٣٥٩٦، ٤٠٤٢، ٤٠٨٥، ٦٤٢٦، ٦٥٩٠] [مسلم: ٥٩٧٦، ٥٩٧٧؛ ابوداود: ٣٢٢٣، ٣٢٢٤؛ نسائي: ١٩٥٣]

یزید بن عبداللہ نے، ان سے عقبہ بن عامر نے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے اور احد کے شہیدوں پر اس طرح نماز پڑھی جیسے میت پر پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: ''دیکھو میں تم سے پہلے جا کر تمہارے لیے میر سامان بنوں گا اور میں تم پر گواہ رہوں گا۔ اور قسم اللہ کی میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں یا (یہ فرمایا کہ) مجھے زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں اور قسم اللہ کی مجھے اس کا ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے بلکہ اس کا ڈر ہے کہ تم لوگ دنیا حاصل کرنے میں رغبت کرو گے۔'' (نتیجہ یہ کہ آخرت سے غافل ہو جاؤ گے)۔

تشریح: شہید فی سبیل اللہ جو میدان جنگ میں مارا جائے اس پر نماز جنازہ پڑھنے نہ پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ اسی باب کے ذیل میں ہر دو احادیث میں یہ اختلاف موجود ہے۔ ان میں تطبیق یہ ہے کہ دوسری حدیث جس میں شہدائے احد پر نماز کا ذکر ہے اس سے مراد صرف دعا اور استغفار ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: " كانه ﷺ دعا لهم واستغفر لهم حين قرب اجله بعد ثمان سنين كالمودع للاحياء والاموات۔" (تحفة الاحوذی) یعنی اس حدیث میں جو ذکر ہے یہ معرکہ احد کے آٹھ سال بعد کا ہے۔ یعنی نبی کریم ﷺ اپنے آخری وقت میں شہدائے احد سے بھی رخصت ہونے کے لئے وہاں گئے اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

طویل بحث کے بعد المحدث الکبیر مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " قلت الظاهر عندي ان الصلوة على الشهيد ليست بواجبة فيجوز ان يصلى عليها ويجوز تركها والله اعلم۔" یعنی میرے نزدیک شہید پر نماز جنازہ پڑھنا اور نہ پڑھنا اور ہر دو امور جائز ہیں۔ واللہ اعلم۔

بَابُ دَفْنِ الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ

باب: دو یا تین آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا

١٣٤٥۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ كَعْبٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ. [راجع: ١٣٤٣]

(۱۳۴۵) ہم سے سعید بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن کعب نے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے احد کے دو دو شہیدوں کو دفن کرنے میں ایک ساتھ جمع فرمایا تھا۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ غُسْلَ الشُّهَدَاءِ

باب: اس شخص کی دلیل جو شہداء کا غسل مناسب

نہیں سمجھتا

١٣٤٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((ادْفِنُوْهُمْ فِيْ دِمَائِهِمْ)). يَعْنِيْ يَوْمَ أُحُدٍ. وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ. [راجع: ١٣٤٣]

(۱۳۴۶) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبدالرحمٰن بن کعب نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''انہیں خون سمیت دفن کردو۔'' یعنی احد کی لڑائی کے موقع پر اور انہیں غسل نہیں دیا گیا تھا۔

بَابُ مَنْ يُقَدَّمُ فِي اللَّحْدِ

باب: بغلی قبر میں کون آگے رکھا جائے

قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ سُمِّيَ اللَّحْدُ لِأَنَّهُ فِيْ نَاحِيَةٍ، وَكُلُّ جَائِرٍ مُلْحِدٌ. ﴿مُلْتَحَدًا﴾ [الكهف:٢٧] مَعْدِلاً، وَلَوْ كَانَ مُسْتَقِيْمًا كَانَ ضَرِيْحًا.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بغلی قبر کو لحد اس لیے کہا گیا کہ یہ ایک کونے میں ہوتی ہے اور ہر جائر (اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی چیز) کو ملحد کہیں گے۔ اسی سے ہے (سورۂ کہف میں) لفظ ملتحدا یعنی پناہ کا کونہ اور اگر قبر سیدھی (صندوقی) ہو تو اسے ضریح کہتے ہیں۔

١٣٤٧ـ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ يَقُوْلُ: ((أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟)) فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ: ((أَنَا شَهِيْدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ)) وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ. [راجع: ١٣٤٣]

(۱۳۴۷) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں لیث بن سعد نے خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ احد کے دو دو شہیدوں (مردوں) کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیتے اور پوچھتے: ''ان میں قرآن کس نے زیادہ یاد کیا ہے۔'' پھر جب کسی ایک طرف اشارہ کر دیا جاتا تو لحد میں اسی کو آگے بڑھاتے اور فرماتے جاتے کہ ''میں ان پر گواہ ہوں۔'' آپ نے خون سمیت انہیں دفن کرنے کا حکم دیا، نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی اور نہ انہیں غسل دیا۔

١٣٤٨ـ قَالَ: وَأَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِقَتْلَى أُحُدٍ: ((أَيُّ هَؤُلَاءِ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟)) فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلَى رَجُلٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ قَبْلَ صَاحِبِهِ قَالَ

(۱۳۴۸) پھر ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی۔ انہیں زہری نے اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ پوچھتے جاتے تھے کہ ''ان میں قرآن زیادہ کس نے حاصل کیا ہے؟'' جس کی طرف اشارہ کر دیا جاتا آپ لحد میں اسی کو دوسرے سے آگے بڑھاتے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میرے والد اور چچا کو ایک ہی کمبل میں کفن دیا

جَابِرٌ: فَكُفِّنَ أَبِي وَعَمِّي فِي نَمِرَةٍ وَاحِدَةٍ. گیا تھا۔

[راجع: ١٣٤٣]

وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرًا.

اور سلیمان بن کثیر نے بیان کیا کہ مجھ سے زہری نے بیان کیا، ان سے اس شخص نے بیان کیا جنہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا تھا۔

تشریح: مسلک راجح یہی ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ شہید فی سبیل اللہ پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

بَابُ الْإِذْخِرِ وَالْحَشِيشِ فِي الْقَبْرِ

باب: اذخر اور سوکھی گھاس قبر میں بچھانا

١٣٤٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((حَرَّمَ اللَّهُ مَكَّةَ، فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ)) فَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا، فَقَالَ: ((إِلَّا الْإِذْخِرَ)) وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا)).

وَقَالَ: أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ مِثْلَهُ وَقَالَ: مُجَاهِدٌ عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوتِهِمْ.

[اطرافه: ١٥٨٧، ١٨٣٣، ١٨٣٤، ٢٠٩٠، ٢٤٣٣، ٢٧٨٣، ٢٨٢٥، ٣٠٧٧، ٣١٨٩، ٤٣١٣] [مسلم: ٣٣٠٢، ٣٣٠٣؛ ابوداود: ٢٠١٨، ٢٤٨٠؛ ترمذي: ١٥٩٠؛ نسائي: ٢٨٧٤، ٢٨٧٥، ٤١٨١؛ ابن ماجه: ٣١٠٩]

(۱۳۴۹) ہم سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد حذاء نے، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم کیا ہے۔ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے (یہاں قتل وخون) حلال تھا اور نہ میرے بعد ہوگا اور میرے لیے بھی تھوڑی دیر کے لیے (فتح مکہ کے دن) حلال ہوا تھا۔ پس نہ اس کی گھاس اکھاڑی جائے نہ اس کے درخت قلم کئے جائیں۔ نہ یہاں کے جانوروں کو (شکار کے لیے) بھگایا جائے اور سوائے اس شخص کے جو اعلان کرنا چاہتا ہو (کہ یہ گری ہوئی چیز کس کی ہے؟) کسی کے لیے وہاں سے کوئی گری ہوئی چیز اٹھانی جائز نہیں۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: لیکن اس سے اذخر کا استثنا کر دیجئے کہ یہ ہمارے سناروں کے اور ہماری قبروں میں کام آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''مگر اذخر کی اجازت ہے۔'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ سے روایت میں ہے: ''ہماری قبروں اور گھروں کے لیے۔''

اور ابان بن صالح نے بیان کیا، ان سے حسن بن مسلم نے، ان سے صفیہ بنت شیبہ نے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح سنا تھا۔ اور مجاہد نے طاؤس کے واسطہ سے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ الفاظ بیان کئے۔ ہمارے قین (لوہاروں) اور گھروں کے لیے (اذخر اکھاڑنا حرام سے) جائز کر دیجئے۔

تشریح: اس حدیث سے جہاں قبر میں اذخر یا کسی سوکھی گھاس کا ڈالنا ثابت ہوا۔ وہاں حرم مکۃ المکرمہ کا بھی اثبات ہوا۔ اللہ نے شہر مکہ کو امن والا شہر فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں اسے بلد امین کہا گیا ہے۔ یعنی وہ شہر جہاں امن ہی امن ہے، وہاں نہ کسی کا قتل جائز ہے نہ کسی جانور کا مارنا حتیٰ کہ وہاں کی گھاس تک بھی اکھاڑنے کی اجازت نہیں۔ یہ وہ امن والا شہر ہے جسے اللہ نے روز ازل ہی سے بلد الامین قرار دیا ہے۔

بَابٌ: هَلْ يُخْرَجُ الْمَيِّتُ مِنَ الْقَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعِلَّةٍ؟

باب: کیا میت کو کسی خاص وجہ سے قبر یا لحد سے باہر نکالا جاسکتا ہے؟

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اس کا جواز ثابت کیا اگر کسی پر زہر کھلانے یا ضرب لگانے سے موت کا گمان ہو تو اس کی لاش بھی قبر سے نکال کر دیکھ سکتے ہیں۔ البتہ مسلمان کی لاش کا چیرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

١٣٥٠ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: أَتَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ عَبْدَاللَّهِ ابْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ حُفْرَتَهُ فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ، فَوَضَعَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِيْقِهِ، وَأَلْبَسَهُ قَمِيْصَهُ، فَاللَّهُ أَعْلَمُ، وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيْصًا، وَقَالَ سُفْيَانُ: وَقَالَ أَبُوْ هَارُوْنَ: وَكَانَ عَلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ قَمِيْصَانِ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبْدِاللَّهِ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ، أَلْبِسْ أَبِي قَمِيْصَكَ الَّذِيْ يَلِيْ جِلْدَكَ قَالَ سُفْيَانُ: فَيُرَوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَلْبَسَ عَبْدَاللَّهِ قَمِيْصَهُ مُكَافَأَةً لِمَا صَنَعَ. [راجع:١٢٧٠]

(١٣٥٠) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، عمرو نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو عبداللہ بن ابی (منافق) کو اس کی قبر میں ڈالا جاچکا تھا۔ لیکن آپ کے ارشاد پر اسے قبر سے نکال لیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اسے اپنے گھٹنوں پر رکھ کر لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اپنا کرتا اسے پہنایا۔ اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے (غالباً مرنے کے بعد ایک منافق کے ساتھ اس احسان کی وجہ یہ تھی کہ) انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایک قمیص پہنائی تھی۔ (غزوۂ بدر میں جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے قیدی بن کر آئے تھے) سفیان نے بیان کیا کہ ابو ہارون موسیٰ بن ابی عیسیٰ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے استعمال میں دو کُرتے تھے۔ عبداللہ کے لڑکے (جو مومن مخلص تھے رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ یارسول اللہ! میرے والد کو آپ وہ قمیص پہنا دیجئے جو آپ کے جسد اطہر کے قریب رہتی ہے۔ سفیان نے کہا لوگ سمجھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا کرتہ اس کے کرتے کے بدل پہنا دیا جو اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو پہنایا تھا۔

١٣٥١ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِيْ أَبِيْ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: مَا أُرَانِيْ إِلَّا

(١٣٥١) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو بشر بن مفضل نے خبر دی، کہا کہ ہم سے حسین معلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے، ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب جنگ احد کا وقت قریب آ گیا تو مجھے میرے باپ عبداللہ نے رات کو بلا کر کہا مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ نبی

مَقْتُوْلًا فِيْ أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَإِنِّيْ لَا أَتْرُكُ بَعْدِيْ أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ، غَيْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيْلٍ، وَدَفَنْتُ مَعَهُ آخَرَ فِيْ قَبْرِهِ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ آخَرِ فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً غَيْرَ أُذُنِهِ. [طرفه في: ١٣٥٢]

کریم ﷺ کے اصحاب میں سب سے پہلا مقتول میں ہی ہوں گا اور دیکھو نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی مجھے (اپنے عزیزوں اور وارثوں میں) تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ میں مقروض ہوں اس لیے تم میرا قرض ادا کر دینا اور اپنی (نو) بہنوں سے اچھا سلوک کرنا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو سب سے پہلے میرے والد ہی شہید ہوئے۔ قبر میں آپ کے ساتھ میں نے ایک دوسرے شخص کو بھی دفن کیا تھا۔ پر میرا دل نہیں مانا کہ انہیں دوسرے صاحب کے ساتھ یوں ہی قبر میں رہنے دوں۔ چنانچہ چھ مہینے کے بعد میں نے ان کی لاش کو قبر سے نکالا دیکھا تو صرف کان تھوڑا سا گلنے کے سوا باقی سارا جسم اسی طرح تھا جیسے دفن کیا گیا تھا۔

تشریح: جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے سچے جاں نثار تھے اور ان کے دل میں جنگ کا جوش بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ ٹھان لی کہ میں کافروں کو ماروں گا اور مروں گا۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک خواب بھی دیکھا تھا کہ مبشر بن عبداللہ جو جنگ بدر میں شہید ہوئے وہ ان کو کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے پاس ان ہی دنوں میں آنا چاہتے ہو۔ انہوں نے یہ خواب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری قسمت میں شہادت لکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ یہ خواب سچا ثابت ہوا۔ اس حدیث سے ایک مؤمن کی شان بھی معلوم ہوئی کہ اس کو نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ عزیز ہوں۔

١٣٥٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: دُفِنَ مَعَ أَبِيْ رَجُلٌ فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ حَتَّى أَخْرَجْتُهُ فَجَعَلْتُهُ فِيْ قَبْرٍ عَلَى حِدَةٍ. [راجع: ١٣٥١] [نسائي: ٢٠٢٠]

(۱۳۵۲) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن عامر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے ان سے ابن ابی نجیح نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے باپ کے ساتھ ایک ہی قبر میں ایک اور صحابی (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے چچا دفن تھے) لیکن میرا دل اس پر راضی نہیں ہو رہا تھا۔ اس لیے میں نے ان کی لاش نکال کر دوسری قبر میں دفن کر دی۔

بَابُ اللَّحْدِ وَالشَّقِّ فِي الْقَبْرِ

باب: بغلی یا صندوقی قبر بنانا

١٣٥٣ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ: ((أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ))

(۱۳۵۳) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں لیث بن سعد نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا۔ ان سے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے، اور ان سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ احد کے شہداء کو نبی کریم ﷺ ایک کفن میں دو دو کو ایک ساتھ کر کے پوچھتے: ''قرآن کس کو زیادہ یاد تھا'' پھر جب ایک طرف اشارہ کر دیا جاتا تو بغلی

فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ فَقَالَ: ((أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) فَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ. [راجع: ١٣٤٣]

قبر میں اسے آگے کر دیا جاتا۔ پھر آپ فرماتے: ''میں قیامت کو ان (کے ایمان) پر گواہ بنوں گا۔'' آپ ﷺ نے انہیں بغیر غسل دیے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا تھا۔

بَابٌ: إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ هَلْ يُصَلَّى عَلَيْهِ؟ وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الْإِسْلَامُ؟

باب: ایک بچہ اسلام لایا پھر اس کا انتقال ہو گیا، تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ اور کیا بچے کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی جاسکتی ہے؟

وَقَالَ الْحَسَنُ وَشُرَيْحٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَقَتَادَةُ: إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ. وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعَ أُمِّهِ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ، وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَبِيهِ عَلَى دِينِ قَوْمِهِ وَقَالَ: الْإِسْلَامُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى.

حسن، شریح، ابراہیم اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا کہ والدین میں سے جب کوئی اسلام لائے تو ان کا بچہ بھی مسلمان سمجھا جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اپنی والدہ کے ساتھ (مسلمان سمجھے گئے تھے اور مکہ کے) کمزور مسلمانوں میں سے تھے۔ آپ اپنے والد کے ساتھ نہیں تھے جو ابھی تک اپنی قوم کے دین پر قائم تھے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوسکتا۔''

١٣٥٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ ابْنُ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ، حَتَّى وَجَدُوهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ، وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ، فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ: ((أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ)) فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأُمِّيِّينَ. فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، فَرَفَضَهُ وَقَالَ: ((آمَنْتُ بِاللَّهِ وَبِرُسُلِهِ)) فَقَالَ لَهُ: ((مَا ذَا تَرَى)) قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: يَأْتِينِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ. فَقَالَ

(١٣٥٤) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کچھ دوسرے اصحاب کی معیت میں ابن صیاد کے پاس گئے۔ آپ کو وہ بنو مغالہ کے مکانوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا ملا ان دنوں ابن صیاد جوانی کے قریب تھا۔ اسے نبی کریم ﷺ کے آنے کی کوئی خبر ہی نہیں ہوئی۔ لیکن آپ ﷺ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو اسے معلوم ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اے ابن صیاد! کیا تم گواہی دیتے ہو میں اللہ کا رسول ہوں۔'' ابن صیاد رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ کر بولا ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان پڑھوں کے رسول ہیں۔ پھر اس نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا۔ کیا آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں؟ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا اور فرمایا: ''میں اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لایا۔'' پھر آپ نے اس سے پوچھا: ''تجھے کیا دکھائی دیتا

النَّبِيُّ ﷺ: ((خُلِّطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ)) ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا)) فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: هُوَ الدُّخُّ. فَقَالَ: ((اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ)) فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَضْرِبْ عُنُقَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنْ يَكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِيْ قَتْلِهِ)). [أطرافه في: ٣٠٥٥، ٦١٧٣، ٦٦١٨] [مسلم: ٧٣٥٤، ٧٣٥٥؛ ترمذي: ٢٢٤٩]

ہے؟'' ابن صیاد بولا کہ میرے پاس سچی اور جھوٹی دونوں خبریں آتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پھر تو تیرا سب کام گڈمڈ ہو گیا۔'' پھر آپ ﷺ نے (اللہ تعالیٰ کے لیے) اس سے فرمایا: ''اچھا میں نے ایک بات دل میں رکھی ہے وہ بتلا۔'' (آپ نے سورۂ دخان کی آیت کا تصور کیا: ﴿فارتقب یوم تأتی السماء بدخان مبین﴾) ابن صیاد نے کہا وہ درخ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چل دور ہو تو اپنی بساط سے آگے کبھی نہ بڑھ سکے گا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یارسول اللہ! مجھ کو چھوڑ دیجئے میں اس کی گردن مار دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ دجال ہے تو تو اس پر غالب نہ ہو گا اور اگر دجال نہیں ہے تو اس کا مار ڈالنا تیرے لیے بہتر نہ ہو گا۔''

١٣٥٥- وَقَالَ سَالِمٌ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: ثُمَّ انْطَلَقَ بَعْدَ ذَلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأُبَيُّ ابْنُ كَعْبٍ إِلَى النَّخْلِ الَّتِي فِيهَا ابْنُ صَيَّادٍ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ، فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ، فِيْ قَطِيْفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْزَةٌ أَوْ زَمْرَةٌ، فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ: يَا صَافِ۔ وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ۔ هَذَا مُحَمَّدٌ ﷺ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ)) وَقَالَ شُعَيْبٌ زَمْزَمَةٌ فَرَفَصَهُ وَقَالَ إِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ وَعُقَيْلٌ: رَمْرَمَةٌ وَقَالَ مَعْمَرٌ: رَمْزَةٌ. [أطرافه: ٢٦٣٨، ٣٠٣٣، ٣٠٥٦، ٦١٧٤]

(١٣٥٥) اور سالم نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ کہتے تھے پھر ایک دن رسول اللہ ﷺ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ دونوں مل کر ان کھجور کے درختوں میں گئے۔ جہاں ابن صیاد تھا (آپ ﷺ چاہتے تھے کہ ابن صیاد آپ کو نہ دیکھے اور) اس سے پہلے کہ وہ آپ کو دیکھے آپ ﷺ غفلت میں اس سے کچھ باتیں سن لیں۔ آخر آپ نے اس کو دیکھ لیا۔ وہ ایک چادر اوڑھے پڑا تھا۔ کچھ گن گن یا پھن پھن کر رہا تھا۔ لیکن مشکل یہ ہوئی کہ ابن صیاد کی ماں نے دور ہی سے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا۔ آپ ﷺ کھجور کے تنوں میں چھپ چھپ کر جا رہے تھے۔ اس نے پکار کر ابن صیاد سے کہہ دیا صاف! یہ نام ابن صیاد کا تھا۔ دیکھو محمد آن پہنچے۔ یہ سنتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کاش اس کی ماں ابن صیاد کو باتیں کرنے دیتی تو وہ اپنا حال کھولتا۔'' شعیب نے اپنی روایت میں زمزمة فرفصه اسحاق کلبی اور عقیل نے رمرمة نقل کیا ہے اور معمر نے رمزة کہا ہے۔

تشریح: ابن صیاد ایک یہودی لڑکا تھا جو مدینہ میں دجل وفریب کی باتیں کر کر کے عوام کو بہکایا کرتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر اسلام پیش فرمایا۔ اس وقت وہ نابالغ تھا۔ اسی سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب ثابت ہوا۔ آپ ﷺ اس کی طرف سے مایوس ہو گئے کہ وہ ایمان لانے والا نہیں یا آپ ﷺ نے جواب میں اس کو چھوڑ دیا یعنی اس کی نسبت لا و نعم کچھ نہیں کہا صرف اتنا فرما دیا کہ میں اللہ کے سب پیغمبروں پر ایمان لایا۔

بعض روایتوں میں فرفصہ صاد مہملہ سے ہے کہ یعنی ایک لات اس کو جمائی۔ بعض نے کہا کہ آپ ﷺ نے اسے دبا کر بھینچا آپ ﷺ نے جو کچھ اس سے پوچھا اس سے آپ کی غرض محض یہ تھی کہ اس کا جھوٹ کھل جائے اور اس کا پیغمبری کا دعویٰ غلط ہو۔ ابن صیاد نے جواب میں کہا کہ میں کبھی سچا کبھی جھوٹا خواب دیکھتا ہوں، یہ شخص کاہن تھا اس کو جھوٹی سچی خبریں شیطان دیا کرتے تھے۔ دخان کی جگہ صرف لفظ درخ کہا۔ شیطانوں کی اتنی ہی

طاقت ہوتی ہے کہ ایک آدھ کلمہ اچک لیتے ہیں، اسی میں جھوٹ ملا کر مشہور کرتے ہیں (خلاصہ وحیدی) مزید تفصیل دوسری جگہ آئے گی۔

١٣٥٦۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ۔ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ۔ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ: ((أَسْلِمْ)) فَنَظَرَ إِلَى أَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ [لَهُ]: أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ. فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ)). [طرفه في: ٥٦٥٧]

(١٣٥٦) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ثابت نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی لڑکا (عبدالقدوس) نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک دن وہ بیمار ہوگیا۔ آپ ﷺ اس کا مزاج معلوم کرنے کے لیے تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ "مسلمان ہو جا۔" اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، باپ وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا کہ (کیا مضائقہ ہے؟) ابوالقاسم ﷺ جو کچھ کہتے ہیں مان لے۔ چنانچہ وہ بچہ اسلام لے آیا۔ جب نبی کریم ﷺ باہر نکلے تو آپ نے فرمایا: "شکر ہے اللہ پاک کا جس نے اس بچے کو جہنم سے بچالیا۔"

١٣٥٧۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: قَالَ عُبَيْدُاللَّهِ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي، مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ أَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ، وَأُمِّيْ، مِنَ النِّسَاءِ. [أطرافه في: ٤٥٨٧، ٤٥٨٨، ٤٥٩٧] [مسلم: ٣١٢٦، ٣١٢٧؛ ابوداود: ١٩٣٩؛ نسائي: ٣٠٣٢]

(١٣٥٧) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبیداللہ بن زیاد نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا تھا کہ میں اور میری والدہ (نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے بعد مکہ میں) کمزور مسلمانوں میں سے تھے۔ میں بچوں میں اور میری والدہ عورتوں میں۔

تشریح: جن کا ذکر سورۂ نساء کی آیتوں میں ہے: ﴿وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ﴾ اور ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ ....﴾ الآية (۴/النساء:۹۸)

١٣٥٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: يُصَلَّى عَلَى كُلِّ مَوْلُوْدٍ مُتَوَفًّى وَإِنْ كَانَ لِغَيَّةٍ، مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ، يَدَّعِي أَبَوَاهُ الْإِسْلَامَ أَوْ أَبُوْهُ خَاصَّةً، وَإِنْ كَانَتْ أُمُّهُ عَلَى غَيْرِ الْإِسْلَامِ، إِذَا اسْتَهَلَّ صَارِخًا صُلِّيَ عَلَيْهِ، وَلَا يُصَلَّى عَلَى مَنْ لَا يَسْتَهِلُّ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ سِقْطٌ، فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ

(١٣٥٨) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ ابن شہاب ہر اس بچے کی جو وفات پا گیا ہو نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ اگرچہ وہ حرام ہی کا بچہ کیوں نہ ہو کیونکہ اس کی پیدائش اسلام کی فطرت پر ہوئی۔ یعنی اس صورت میں جب کہ اس کے والدین مسلمان ہونے کے دعویدار ہوں۔ اگر صرف باپ مسلمان ہو ماں مذہب اسلام کے سوا کوئی اور ہو۔ جب بھی بچہ کے رونے کی پیدائش کے وقت اگر آواز سنائی دیتی تو اس پر نماز پڑھی جاتی۔ لیکن اگر پیدائش کے وقت کوئی آواز نہ آتی تو اس کی نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ بلکہ ایسے بچے کو کچا حمل گر جانے کے درجہ میں سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی

عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ)) ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: ﴿فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ الْآيَةَ. [الروم:٣٠] [أطرافه في: ١٣٥٩، ١٣٨٥، ٤٧٧٥، ٦٥٩٩]

کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے۔ کیا تم نے کوئی کان کٹا ہوا بچہ بھی دیکھا ہے؟'' پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو تلاوت کیا۔ ''یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔'' الآیۃ۔

تشریح: قسطلانی نے کہا اگر وہ چار مہینے کا بچہ ہو تو اس کو غسل اور کفن دینا واجب ہے، اسی طرح دفن کرنا لیکن نماز واجب نہیں کیونکہ اس نے آواز نہیں کی اور اگر چار مہینے سے کم کا ہو تو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں۔

١٣٥٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ؟)) ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: ﴿فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾. [الروم: ٣٠] [راجع: ١٣٥٨] [مسلم: ٦٧٥٧]

(۱۳۵۹) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک جانور ایک صحیح سالم جانور جنتا ہے۔ کیا تم اس کا کوئی عضو (پیدائشی طور پر) کٹا ہوا دیکھتے ہو؟'' پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''یہ اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر لوگوں کو اس نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خلقت میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں، یہی دین قیم ہے۔''

تشریح: باب کا مطلب اس حدیث سے یوں نکلتا ہے کہ جب ہر ایک آدمی کی فطرت اسلام پر ہوئی ہے تو بچے پر بھی اسلام پیش کرنا اور اس کا اسلام لانا صحیح ہوگا۔ ابن شہاب نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ ہر بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے کیونکہ وہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوا ہے۔ اس یہودی بچے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا گویا اس سے اجازت چاہی جب اس نے اجازت دی تو وہ شوق سے مسلمان ہو گیا۔ باب اور حدیث میں مطابقت یہ کہ آپ ﷺ نے بچے سے مسلمان ہونے کے لئے فرمایا۔ اس حدیث سے اخلاق محمدی پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ از راہ ہمدردی مسلمان اور غیر مسلمان سب کے ساتھ محبت کا برتاؤ فرماتے اور جب بھی کوئی بیمار ہوتا اس کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لے جاتے۔ (ﷺ)

بَابٌ: إِذَا قَالَ الْمُشْرِكُ عِنْدَ الْمَوْتِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

باب: جب ایک مشرک موت کے وقت لا الہ الا اللہ کہہ لے

تشریح: یعنی جب تک موت کا یقین نہ ہوا ہو اور موت کی نشانیاں ظاہر نہ ہوئی ہوں کیونکہ ان کے ظاہر ہونے کے بعد پھر ایمان لانا فائدہ نہیں کرتا۔

ابوطالب کو بھی آپ ﷺ نے نزع سے پہلے ایمان لانے کو فرمایا ہوگا یا اگر نزع کی حالت شروع ہوگئی تھی تو یہ ابوطالب کی خصوصیت ہوگی جیسے آپ ﷺ کی دعا سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔

١٣٦٠ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ، وَعَبْدَ اللَّهِ ابْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَبِي طَالِبٍ: ((أَيْ عَمِّ، قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ)). فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُاللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ: يَا أَبَا طَالِبٍ، أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ، وَيَعُودَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ، حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ: آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبَى أَنْ يَقُولَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَمَا وَاللَّهِ! لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ، مَا لَمْ أُنْهَ عَنْهُ)) فَأَنْزَلَ اللَّهُ [تَعَالَى] فِيهِ: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ الآيَةَ. [التوبة: ١١٣] [أطرافه في: ٣٨٨٤، ٤٦٧٥، ٤٧٧٢، ٥٦٥٧، ٦٦٨١]

[مسلم: ١٣٣، ١٣٤؛ نسائي: ٢٠٣٤]

(۱۳۶۰) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، کہا کہ مجھے میرے باپ (ابراہیم بن سعد) نے صالح بن کیسان سے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن مسیّب نے اپنے باپ (مسیّب بن حزن ؓ) سے خبر دی، ان کے باپ نے انہیں یہ خبر دی کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا تو ان کے پاس اس وقت ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ موجود تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ "چچا! آپ ایک کلمہ "لا الہ الا اللہ" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) کہہ دیجئے تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کلمہ کی وجہ سے آپ کے حق میں گواہی دے سکوں۔" اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا ابوطالب! کیا تم اپنے باپ عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ رسول اللہ ﷺ برابر کلمۂ اسلام ان پر پیش کرتے رہے۔ ابوجہل اور ابن ابی امیہ بھی اپنی بات دہراتے رہے۔ آخر ابوطالب کی آخری بات یہ تھی کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہیں انہوں نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا پھر بھی رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ "میں آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا۔ تا آنکہ مجھے منع نہ کر دیا جائے۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ نازل فرمائی۔

تشریح: جس میں کفار و مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ ابوطالب کے نبی کریم ﷺ پر بڑے احسانات تھے انہوں نے اپنے بچوں سے زیادہ نبی کریم ﷺ کو پالا پرورش کی اور کافروں کی ایذا دہی سے آپ کو بچاتے رہے۔ اس لئے آپ نے محبت کی وجہ سے یہ فرمایا کہ خیر میں تمہارے لئے دعا کرتا رہوں گا اور آپ نے ان کے لئے دعا شروع کی۔ جب سورۂ توبہ کی آیت: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ (۹/ التوبہ:۱۱۳) نازل ہوئی کہ پیغمبر اور ایمان والوں کے لیے نہیں چاہیے کہ مشرکوں کے لئے دعا کریں، اس وقت آپ رک گئے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ مرتے وقت بھی اگر مشرک شرک سے توبہ کر لے تو اس کا ایمان صحیح ہوگا۔ باب کا یہی مطلب ہے۔ مگر یہ توبہ سکرات سے پہلے ہونی چاہیے۔ سکرات کی توبہ قبول نہیں جیسا کہ قرآنی آیت: ﴿فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا﴾ (۴۰/ غافر:۸۵) میں مذکور ہے۔

بَابُ الْجَرِيدَةِ عَلَى الْقَبْرِ

باب: قبر پر کھجور کی ڈالیاں لگانا

وَأَوْصَى بُرَيْدَةُ الْأَسْلَمِيُّ أَنْ يُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَانِ وَرَأَى ابْنُ عُمَرَ فُسْطَاطًا عَلَى قَبْرِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ فَقَالَ: انْزِعْهُ يَا غُلَامُ! فَإِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ، وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ: رَأَيْتُنِي وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ وَإِنَّ أَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِي يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ حَتَّى يُجَاوِزَهُ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ: أَخَذَ بِيَدِي خَارِجَةُ فَأَجْلَسَنِي عَلَى قَبْرٍ، وَأَخْبَرَنِي عَنْ عَمِّهِ يَزِيْدَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: إِنَّمَا كُرِهَ ذَلِكَ لِمَنْ أَحْدَثَ عَلَيْهِ وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَجْلِسُ عَلَى الْقُبُوْرِ.

اور بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں لگادی جائیں اور حضرت عبداللہ بن عمر نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کی قبر پر ایک خیمہ تنا ہوا دیکھا تو کہنے لگے: اے غلام! اسے اکھاڑ ڈال اب ان پر ان کا عمل سایہ کرے گا۔ اور خارجہ بن زید نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں میں جوان تھا اور چھلانگ لگانے میں سب سے زیادہ وہ سمجھا جاتا جو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر چھلانگ لگا کر اس کو پار کود جاتا اور عثمان بن حکیم نے بیان کیا خارجہ بن زید نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک قبر پر مجھ کو بٹھایا اور اپنے چچا یزید بن ثابت سے روایت کیا کہ قبر پر بیٹھنا اس کو منع ہے جو پیشاب یا پاخانہ کے لیے اس پر بیٹھے۔ اور نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھا کرتے تھے۔

١٣٦١۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ: ((إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ)) ثُمَّ أَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ، ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا؟ فَقَالَ: ((لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا)). [راجع: ٢١٦، ٢١٨]

(۱۳۶۱) ہم سے یحییٰ بن جعفر بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابومعاویہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایسی دو قبروں پر ہوا جن پر عذاب ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان پر عذاب کسی بہت بڑی بات پر نہیں ہو رہا ہے صرف یہ کہ ان میں ایک شخص پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔'' پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک ہری ڈالی لی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: ''شاید اس وقت تک کے لیے ان پر عذاب کچھ ہلکا ہو جائے جب تک یہ خشک نہ ہوں۔''

تشریح: نبی کریم ﷺ نے ایک قبر پر کھجور کی ڈالیاں لگادی تھیں۔ بعض نے یہ سمجھا کہ یہ مسنون ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا اور کسی کو ڈالیاں لگانے میں کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر اسی بات کو ثابت کرنے کے لیے لائے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور بریدہ رضی اللہ عنہ کے اثر کو ابن سعد نے وصل کیا۔ خارجہ بن زید کے اثر کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ صغیر میں وصل کیا۔ اس اثر اور اس کے بعد کے اثر کو بیان کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ قبر والے کو اس کے عمل ہی فائدہ دیتے ہیں۔ اونچی چیز لگانا جیسے شاخیں وغیرہ یا قبر کی عمارت اونچی بنانا یا قبر پر بیٹھنا ظاہر میں کوئی فائدہ یا نقصان دینے والی نہیں ہیں۔ یہ خارجہ بن زید اہل مدینہ کے سات فقہا میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے چچا یزید بن ثابت سے نقل کیا

کہ قبر پر بیٹھنا اس کو مکروہ ہے جو اس پر پاخانہ یا پیشاب کرے۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قال ابن رشيد ويظهر من تصرف البخاري ان ذلك خاص بهما فلذلك عقبه بقول ابن عمر انما يظله عمله (فتح الباری) یعنی ابن رشید نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف سے یہی ظاہر ہے کہ شاخوں کے گاڑنے کا عمل ان ہی دونوں قبروں کے ساتھ خاص تھا۔ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس ذکر کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول لائے ہیں کہ اس مرنے والے کا عمل ہی اس کو سایہ کر سکے گا۔ جن کی قبر پر خیمہ دیکھا گیا تھا وہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ خیمہ گرادیا تھا۔ قبروں پر بیٹھنے کے بارے میں جمہور کا قول یہی ہے کہ ناجائز ہے۔ اس بارے میں کئی ایک احادیث بھی وارد ہیں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

"عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ لان يجلس احدكم على جمرة فتحرق ثيابه فتخلص الى جلده خيرله من ان يجلس على قبر رواه الجماعة الا البخاري والترمذي۔"

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "تم میں سے کوئی اگر کسی انگارے پر بیٹھے کہ وہ اس کے کپڑے اور جسم کو جلا دے تو اس سے بہتر ہے کہ قبر پر بیٹھے۔"

دوسری حدیث عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ: "راني رسول الله ﷺ متكئا على قبر فقال لا تؤذ صاحب هذا القبر اولا تؤذوه رواه احمد۔" یعنی مجھے نبی کریم ﷺ نے ایک قبر پر تکیہ لگائے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا کہ "اس قبر والے کو تکلیف نہ دے۔" ان ہی احادیث کی بنا پر قبروں پر بیٹھنا منع ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل جو مذکور ہوا کہ آپ قبروں پر بیٹھا کرتے تھے سو شاید ان کا خیال یہ ہو کہ بیٹھنا اس کے لئے منع ہے جو اس پر پاخانہ پیشاب کرے۔ مگر دیگر احادیث کی بنا پر مطلق بیٹھنا بھی منع ہے جیسا کہ مذکور ہوا یا ان کا قبر پر بیٹھنے سے مراد صرف ٹیک لگانا ہے نہ کہ اوپر بیٹھنا۔

حدیث مذکور سے قبر کا عذاب بھی ثابت ہوا جو برحق ہے جو کئی آیات قرآنی و احادیث نبوی سے ثابت ہے۔ جو لوگ عذاب قبر کا انکار کرتے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔ وہ قرآن و حدیث سے بے بہرہ اور گمراہ ہیں۔ هداهم الله۔ آمین

بَابُ مَوْعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ، وَقُعُوْدِ أَصْحَابِهِ حَوْلَهُ

باب: قبر کے پاس عالم کا بیٹھنا اور لوگوں کو نصیحت کرنا اور لوگوں کا اس کے اردگرد بیٹھنا

﴿يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ﴾ [المعارج: ٤٣] الْأَجْدَاثُ: الْقُبُوْرُ ﴿بُعْثِرَتْ﴾ [الانفطار: ٤] أُثِيْرَتْ بَعْثَرْتُ حَوْضِيْ [أَيْ] جَعَلْتُ أَسْفَلَهُ أَعْلَاهُ، الْإِيْفَاضُ: الْإِسْرَاعُ. وَقَرَأَ الْأَعْمَشُ ﴿إِلَى نَصْبٍ يُّوْفِضُوْنَ﴾ [المعارج: ٤٣] إِلَى شَيْءٍ مَنْصُوْبٍ يَسْتَبِقُوْنَ إِلَيْهِ، وَالنُّصْبُ وَاحِدٌ وَالنَّصْبُ مَصْدَرٌ ﴿يَوْمُ الْخُرُوْجِ﴾ [ق ٤٢] مِنَ الْقُبُوْرِ ﴿يَنْسِلُوْنَ﴾ [يس: ٥١] يَخْرُجُوْنَ.

سورۂ قمر میں آیت ﴿یخرجون من الاجداث﴾ میں اجداث سے قبریں مراد ہیں۔ اور سورۂ انفطار میں ﴿بعثرت﴾ کے معنی اٹھائے جانے کے ہیں۔ عربوں کے قول میں بعثرت حوضی کا مطلب یہ کہ حوض کا نچلا حصہ اوپر کر دیا۔ ایفاض کے معنی جلدی کرنا۔ اور اعمش کی قراءت میں الی نصب (بفتح نون) ہے یعنی ایک منصوب چیز کی طرف تیزی سے دوڑے جا رہے ہیں تاکہ اس سے آگے بڑھ جائیں۔ نصب (بضم نون) واحد ہے اور نصب (بفتح نون) مصدر ہے اور سورۂ ق میں ﴿یوم الخروج﴾ سے مراد مردوں کا قبروں سے نکلنا ہے۔ اور سورۂ انبیاء میں ﴿ینسلون﴾ یخرجون کے معنی میں ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی کئی ایک قرآنی الفاظ کی تشریح فرما دی ہے۔ قبروں کی مناسبت سے اجداث کے معنی اور بعثرت کے معنی بیان کر دیئے۔ آیت میں ہے کہ قبروں سے اس طرح نکل کر بھاگیں گے جیسے تھانوں کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ اور مناسبت سے۔

ایفاض اور نصب کے معنی بیان کئے۔ اور ذلك يوم الخروج میں خروج سے قبروں سے نکلنا مراد ہے۔ اس لئے ينسلون کا معنی بیان کر دیا۔ کیونکہ وہ بھی یخرجون کے معنی میں ہے۔

مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت فرمایا کہ قبرستان میں اگر فرصت نظر آئے تو امام عالم محدث وہاں لوگوں کو آخرت یاد دلانے اور ثواب وعذاب قبر پر مطلع کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی روشنی میں وعظ سنا سکتا ہے۔ جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ سنایا۔

مگر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بیشتر لوگ جو قبرستان جاتے ہیں وہ محض تفریحاً وہاں وقت گزار دیتے ہیں اور بہت سے حقہ وسگریٹ نوشی میں مصروف رہتے ہیں۔ اور بہت سے مٹی لگنے تک ادھر ادھر مٹرگشت کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ایسے حضرات کو سوچنا چاہیے کہ آخر ان کو بھی اسی جگہ آنا ہے اور قبر میں داخل ہونا ہے۔ کسی نہ کسی دن تو قبروں کو یاد کر لیا کریں یا قبرستان میں جا کر تو موت اور آخرت کی یاد سے اپنے دلوں کو پگھلایا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو نیک سمجھ عطا کرے۔ آمین

اہل بدعت نے بجائے مسنون طریقہ کے قبرستانوں میں نت نئے طریقے ایجاد کر لئے ہیں اور اب تو نئی بدعت یہ نکالی گئی ہے کہ دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دیتے ہیں۔ اللہ جانے اہل بدعت کو ایسی نئی نئی بدعات کہاں سے سوجھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بدعت سے بچا کر سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

١٣٦٢ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِيْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، فَأَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ، وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ، فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ، أَوْ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَإِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيْدَةً)) فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ؟ فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيْرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيْرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ؟ قَالَ: ((أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ)) ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى﴾ الآية. [الليل: ٥، ٦] [أطرافه

(١٣٦٢) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور بن معتمر نے بیان کیا، ان سے سعد بن عبیدہ نے، ان سے ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب نے اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہا کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس ایک چھڑی تھی جس سے آپ زمین کریدنے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سے کوئی ایسا نہیں یا کوئی جان ایسی نہیں جس کا ٹھکانا جنت اور دوزخ دونوں جگہ نہ لکھا گیا ہو اور یہ بھی کہ وہ نیک بخت ہوگی یا بدبخت۔" اس پر ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! پھر کیوں نہ ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کر لیں اور عمل چھوڑ دیں کیونکہ جس کا نام نیک دفتر میں لکھا ہے وہ ضرور نیک کام کی طرف رجوع کرے گا اور جس کا نام بدبختوں میں لکھا ہے وہ ضرور بدی کی طرف جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بات یہ ہے کہ جن کا نام نیک بختوں میں ہے ان کو اچھے کام کرنے میں ہی آسانی معلوم ہوتی ہے اور بدبختوں کو برے کاموں میں آسانی نظر آتی ہے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿فاما من اعطى واتقى﴾ الخ۔

في: ٤٩٤٥، ٤٩٤٦، ٤٩٤٧، ٤٩٤٨، ٤٩٤٩، ٦٢١٧، ٦٦٠٥، ٧٥٥٢] [مسلم: ٦٧٣١، ٦٧٣٢، ٦٧٣٣؛ ابوداود: ٤٦٩٤؛ ترمذي: ٢١٣٦، ٣٣٤٤؛ ابن ماجه: ٧٨]

تشریح: یعنی جس نے اللہ کی راہ میں دیا اور پرہیز گاری اختیار کی اور اچھے دین کو سچا مانا اس کو ہم آسانی کے گھر یعنی بہشت میں پہنچنے کی توفیق دیں گے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی شرح واللیل کی تفسیر میں آئے گی۔ اور یہ حدیث تقدیر کے اثبات میں ایک اصل عظیم ہے۔ آپ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ عمل کرنا اور محنت اٹھانا ضروری ہے۔ جیسے حکیم کہتا ہے کہ دوا کھائے جاؤ حالانکہ شفا دینا اللہ کا کام ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَاتِلِ النَّفْسِ — باب: جو شخص خودکشی کرے اس کی سزا کا بیان

تشریح: اس باب کے لانے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ جو شخص خودکشی کرے جب وہ جہنمی ہوا تو اس پر جنازے کی نماز نہ پڑھنا چاہیے اور شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جسے اصحاب سنن نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نکالا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا۔ اس نے اپنے تئیں تیروں سے مار ڈالا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ مگر نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پڑھ لی تو معلوم ہوا کہ اور لوگوں کی عبرت کے لئے جو امام اور مقتدیٰ ہو وہ اس پر نماز نہ پڑھے لیکن عوام لوگ پڑھ لیں۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علما یہ کہتے ہیں کہ فاسق پر نماز پڑھی جائے گی۔ یہ بھی فاسق ہے اور عترت اور عمر بن عبدالعزیز اور اوزاعی کے نزدیک فاسق پر نماز نہ پڑھیں، اسی طرح باغی اور ڈاکو پر۔ (وحیدی) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ابن منیر کا قول یوں نقل فرماتے ہیں:

"عادة البخاري اذا توقف في شيء ترجم عليه ترجمة مبهمة كانه ينبه على طريق الاجتهاد وقد نقل عن مالك ان قاتل النفس لا تقبل توبته ومقتضاه ان لا يصلى عليه وهو نفس قول البخاري۔"

یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت یہ ہے کہ جب ان کو کسی امر میں توقف ہوتا ہے تو اس پر مبہم باب منعقد فرماتے ہیں۔ گویا وہ طریق اجتہاد پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ قاتل نفس کی توبہ قبول نہیں ہوتی اور اسی کا مقتضی ہے کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی منشا ہے۔

١٣٦٣۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ عُذِّبَ بِهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ)). [أطرافه في: ٤١٧١، ٤٨٤٣، ٦٠٤٧، ٦١٠٥، ٦٦٥٢] [مسلم: ٣٠٢، ٣٠٣، ٣٠٤؛ ابوداود: ٣٢٥٧؛ ترمذي: ١٥٤٣؛ نسائي: ٣٧٧٩، ٣٧٨٠، ٣٨٢٢؛ ابن

(۱۳۶۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین پر ہونے کی جھوٹی قسم قصداً کھائے تو وہ ویسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ اس نے اپنے لیے کہا ہے اور جو شخص اپنے کو دھار دار چیز سے ذبح کر لے اسے جہنم میں اسی ہتھیار سے عذاب ہوتا رہے گا۔''

ماجه: ۲۰۹۸]

۱۳٦٤۔ قَالَ وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُنْدَبٌ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِيْنَاهُ، وَمَا نَخَافُ أَنْ يَكْذِبَ جُنْدَبٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ اللَّهُ: بَدَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)).

[أطرافه في: ۳٤٦۳] [مسلم: ۳۰۷، ۳۰۸]

(۱۳٦٤) اور حجاج بن منہال نے کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم سے جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے اسی (بصرے کی) مسجد میں حدیث بیان کی تھی نہ ہم اس حدیث کو بھولے ہیں اور نہ یہ ڈر ہے کہ جندب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ''ایک شخص کو زخم لگا، اس نے (زخم کی تکلیف کی وجہ سے) خود کو مار ڈالا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے جان نکالنے میں مجھ پر جلدی کی۔ اس کی سزا میں جنت حرام کرتا ہوں۔''

۱۳٦٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الَّذِي يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ، وَالَّذِي يَطْعُنُهَا يَطْعُنُهَا فِي النَّارِ)). [طرفه في: ۵۷۷۸]

(۱۳٦٥) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم کو ابوالزناد نے خبر دی، ان سے اعرج نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص خود اپنا گلا گھونٹ کر جان دے ڈالتا ہے وہ جہنم میں اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جو برچھے یا تیر سے اپنے تئیں مارے وہ دوزخ میں بھی اس طرح اپنے تئیں مارتا رہے گا۔''

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ وَالْإِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِينَ

باب: منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنا اور مشرکوں کے لیے مغفرت طلب کرنا ناپسند ہے

رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۱۲٦۹]

اس کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

۱۳٦٦۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا مَاتَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ دُعِيَ لَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَثَبْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَتُصَلِّي عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا۔ أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ۔ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ!)) فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ: ((إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ،

(۱۳٦٦) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ان سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول مرا تو رسول اللہ ﷺ سے اس پر نماز جنازہ کے لیے کہا گیا۔ نبی کریم ﷺ جب اس ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں نے آپ کی طرف بڑھ کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں حالانکہ اس نے فلاں دن فلاں بات کہی اور فلاں دن فلاں بات میں اس کی کفر کی باتیں گننے لگا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرا دیے اور فرمایا: ''عمر! اس وقت پیچھے ہٹ جاؤ۔'' لیکن میں بار بار اپنی بات دہراتا رہا تو آپ نے مجھے فرمایا: ''مجھے اللہ کی طرف سے اختیار دے دیا گیا ہے، میں نے نماز پڑھانی پسند کی اگر مجھے معلوم

لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ يُغْفَرُ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا)) قَالَ: فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيْرًا حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةٍ: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿وَهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ ﴿وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ [التوبه:٨٤] قَالَ: فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِي عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ، وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. [طرفه في: ٤٦٧١] [ترمذي: ٣٠٩٧؛ نسائي: ١٩٦٥]

ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ مرتبہ اس کے لیے مغفرت مانگنے پر اسے مغفرت مل جائے گی تو اس کے لیے اتنی ہی زیادہ مغفرت مانگوں گا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور واپس ہونے کے تھوڑی دیر بعد آپ پر سورۂ براءت کی دو آیتیں نازل ہوئیں: ''کسی بھی منافق کی موت پر اس کی نماز جنازہ آپ ہرگز نہ پڑھایئے۔'' آیت ﴿وهم فاسقون﴾ تک اور اس کی قبر پر بھی مت کھڑا ہو، ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو نہیں مانا اور مرے بھی تو نافرمان رہ کر۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی اس دن کی دلیری پر تعجب ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول (ہر مصلحت کو) زیادہ جانتے ہیں۔

تشریح: عبداللہ بن ابی مدینہ کا مشہور ترین منافق تھا۔ جو عمر بھر اسلام کے خلاف سازشیں کرتا رہا اور اس نے ہر نازک موقع پر مسلمانوں کو اور اسلام کو دھوکا دیا۔ مگر نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین تھے۔ انتقال کے وقت اس کے لڑکے کی درخواست پر جو سچا مسلمان تھا، آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی اور یاد دلایا کہ فلاں فلاں مواقع پر اس نے ایسے ایسے گستاخانہ الفاظ استعمال کئے تھے۔ مگر نبی کریم ﷺ نے اپنی فطری محبت وشفقت کی بنا پر اس پر نماز پڑھی۔ اس کے بعد وضاحت کے ساتھ ارشاد باری نازل ہوا: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا﴾ (۹/التوبہ:۸۴) یعنی کسی منافق کی آپ کبھی بھی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ رک گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں اس دن نبی کریم ﷺ کے سامنے ایسی جرأت نہ کرتا بہر حال اللہ پاک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی موافقت فرمائی اور منافقین اور مشرکین کے بارے میں کھلے لفظوں میں جنازہ پڑھانے سے روک دیا گیا۔

آج کل نفاق اعتقادی کا علم ناممکن ہے۔ کیونکہ وحی والہام کا سلسلہ بند ہے۔ لہٰذا کسی کلمہ گو مسلمان کو جو بظاہر ارکان اسلام کا پابند ہو، اعتقادی منافق نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اور عملی منافق فاسق کے درجہ میں ہے۔ جس پر نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب: لوگوں کی زبان پر میت کی تعریف ہو تو بہتر ہے

١٣٦٧ - حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَجَبَتْ)) ثُمَّ مَرُّوْا بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَجَبَتْ)) فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: ((هَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهَذَا أَثْنَيْتُمْ

(۱۳۶۷) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ صحابہ کا گزر ایک جنازہ پر ہوا، لوگ اس کی تعریف کرنے لگے (کہ کیا اچھا آدمی تھا) تو رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ ''واجب ہو گئی۔'' پھر دوسرے جنازے کا گزر ہوا تو لوگ اس کی برائی کرنے لگے آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ''واجب ہو گئی۔'' اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا چیز واجب ہو گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس میت کی تم لوگوں نے تعریف کی ہے اس

عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ)). [طرفه في: ٢٦٤٢]

کے لیے تو جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے برائی کی ہے اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی۔ تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔"

١٣٦٨ـ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، هُوَ الصَّفَّارُ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ، فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ، فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ: وَجَبَتْ فَقَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ: فَقُلْتُ: وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! قَالَ: قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ)) فَقُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: ((وَثَلَاثَةٌ)) فَقُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: ((وَاثْنَانِ)) ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ. [طرفه في: ٢٦٤٣] [ترمذي: ١٠٥٩؛ نسائي: ١٩٣٣]

(١٣٦٨) ہم سے عفان بن مسلم صفار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے داؤد بن ابی الفرات نے، ان سے عبداللہ بن بریدہ نے، ان سے ابوالاسود نے کہ میں مدینہ حاضر ہوا۔ ان دنوں وہاں ایک بیماری پھیل رہی تھی۔ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا کہ ایک جنازہ سامنے سے گزرا۔ لوگ اس میت کی تعریف کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی پھر ایک اور جنازہ گزرا، لوگ اس کی بھی تعریف کرنے لگے۔ اس مرتبہ بھی آپ نے ایسا ہی فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ پھر تیسرا جنازہ نکلا، لوگ اس کی برائی کرنے لگے، اور اس مرتبہ بھی آپ نے یہی فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ ابوالاسود دئلی نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا کہ امیر المؤمنین کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس وقت وہی کہا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جس مسلمان کی اچھائی پر چار شخص گواہی دے دیں اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔" ہم نے کہا اور اگر تین گواہی دیں؟ آپ نے فرمایا کہ "تین پر بھی۔" پھر ہم نے پوچھا اور اگر دو مسلمان گواہی دیں؟ آپ نے فرمایا کہ "دو پر بھی۔" ہم نے یہ نہیں پوچھا کہ اگر ایک مسلمان گواہی دے تو کیا یہ فضیلت حاصل ہوگی؟

تشریح: باب کا مقصد یہ ہے کہ مرنے والوں کی نیکیوں کا ذکر خیر کرنا اور اسے نیک لفظوں سے یاد کرنا بہتر ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فی روایة النضر بن انس عن ابیه عند الحاکم کنت قاعدا عند النبی ﷺ فمر بجنازة فقال ما هذه الجنازة قالوا جنازة فلان بن فلان کان یحب الله ورسوله ویعمل بطاعة الله ویسعی فیها وقال ضد ذلك فی التی اثنوا علیها شرا. ففیه تفسیر ما ابهم من الخیر والشر فی روایة عبدالعزیز والحاکم ایضا من حدیث جابر فقال بعضهم لنعم المرء لقد کان عفیفا مسلما وفیه ایضا فقال بعضهم بئس المرء کان ان کان لفظا غلیظا۔" (فتح الباری)

یعنی مسند حاکم میں نضر بن انس عن ابیہ کی روایت میں یوں ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جنازہ وہاں سے گزارا گیا آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ فلاں بن فلاں کا ہے جو اللہ اور رسول سے محبت رکھتا اور اطاعت الٰہی میں عمل کرتا اور کوشاں رہتا تھا اور جس پر برائی کی گئی اس کا ذکر اس کے برعکس کیا گیا۔ پس اس روایت میں ابہام خیر و شر کی تفصیل مذکور ہے اور حاکم میں حدیث جابر رضی اللہ عنہ بھی یوں ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ شخص بہت اچھا پاک دامن مسلمان تھا اور دوسرے کے لئے کہا گیا کہ وہ برا آدمی اور بداخلاق سخت کلامی کرنے والا تھا۔

خلاصہ یہ کہ مرنے والے کے متعلق اہل ایمان نیک لوگوں کی شہادت جس طور بھی ہو وہ بڑا وزن رکھتی ہے لفظ انتم شهداء الله فی الارض میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ خود قرآن مجید میں بھی یہ مضمون ان لفظوں میں مذکور ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ

عَلَى النَّاسِ﴾ (۲/البقرة:۱۴۳) ''ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔'' شہادت کی ایک صورت یہ بھی ہے جو یہاں حدیث میں مذکور ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ

باب: عذاب قبر کا بیان

وَقَوْلِ اللَّهِ: ﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُوْنَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ﴾. [الأنعام: ۹۳]

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ انعام میں) فرمایا: ''اور اے پیغمبر! کاش تو اس وقت کو دیکھے جب ظالم کافر موت کی سختیوں میں گرفتار ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہتے جاتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو آج تمہاری سزا میں تم کو رسوائی کا عذاب (یعنی قبر کا عذاب) ہونا ہے۔''

قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: الْهُوْنَ هُوَ الْهَوَانُ، وَالْهَوْنُ: الرِّفْقُ. وَقَوْلُهُ: ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾ [التوبة: ۱۰۱] وَقَوْلُهُ: ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَذَابِ٥ النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾. [غافر: ۴۵، ۴۶]

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ لفظ هُوْن قرآن میں هَوَان کے معنی میں یعنی ذلت اور رسوائی اور هَوْن کا معنی نرمی اور ملائمت ہے۔ اور اللہ نے سورۂ توبہ میں فرمایا کہ ''ہم ان کو دوبارہ عذاب دیں گے۔ (یعنی دنیا میں اور قبر میں) پھر بڑے عذاب میں لوٹائے جائیں گے۔'' اور سورۂ مومن میں فرمایا: ''فرعون والوں کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ صبح اور شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور قیامت کے دن تو فرعون والوں کے لیے کہا جائے گا ان کو سخت عذاب میں لے جاؤ۔''

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے ان آیتوں سے قبر کا عذاب ثابت کیا ہے۔ اس کے سوا اور آیتیں بھی ہیں۔ آیت: ﴿يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (۱۴/ابراہیم: ۲۷) آخر تک۔ یہ بالاتفاق سوال قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ آگے مذکور ہے۔

۱۳۶۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ أُتِيَ، ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾)). [ابراهيم: ۲۷]

(۱۳۶۹) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، ان سے علقمہ بن مرثد نے، ان سے سعد بن عبیدہ نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''مومن جب اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تو یہ اللہ کے اس فرمان کی تعبیر ہے (جو سورۂ ابراہیم میں ہے) کہ اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں ٹھیک بات یعنی توحید پر مضبوط رکھتا ہے۔''

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا، وَزَادَ: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ [طرفه

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے یہی حدیث بیان کی۔ ان کی روایت میں یہ زیادتی بھی ہے کہ آیت ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ ''اللہ مومنوں کو ثابت قدمی بخشتا ہے۔''

في: ٤٦٩٩] [مسلم: ٧٢١٩؛ ابو داود: ٤٧٥٠؛ ترمذي: ٣١٢٠]

عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

١٣٧٠۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ قَالَ: اطَّلَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أَهْلِ الْقَلِيْبِ فَقَالَ: ((وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا)) فَقِيْلَ لَهُ: تَدْعُوْ أَمْوَاتًا قَالَ: ((مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَا يُجِيْبُوْنَ)). [طرفاه في: ٣٩٨٠، ٤٠٢٦]

(۱۳۷۰) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے صالح نے، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کنویں (جس میں بدر کے مشرک مقتولین کو ڈال دیا گیا تھا) والوں کے قریب آئے اور فرمایا: ”تمہارے مالک نے جو تم سے سچا وعدہ کیا تھا اسے تم لوگوں نے پا لیا۔“ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ مردوں کو خطاب کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”تم کچھ ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو البتہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔“

١٣٧١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْآنَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ)) وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ: ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾.

[النمل: ٨٠] [طرفاه في: ٣٩٧٩، ٣٩٨١]

(۱۳۷۱) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے کافروں کو یہ فرمایا تھا کہ ”میں جو ان سے کہا کرتا تھا اب ان کو معلوم ہوا ہوگا کہ وہ سچ ہے۔“ اور اللہ نے سورۂ روم میں فرمایا: ”اے پیغمبر! تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔“

١٣٧٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْأَشْعَثَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ يَهُوْدِيَّةً، دَخَلَتْ عَلَيْهَا، فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ، فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ: ((نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ)) قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدُ صَلّٰى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. زَادَ غُنْدَرٌ: ((عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ)). [راجع: ١٠٤٩]

[مسلم: ١٣٢٢؛ نسائي: ١٣٠٧]

(۱۳۷۲) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہ مجھ کو میرے باپ (عثمان) نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہوں نے اشعث سے سنا، انہوں نے اپنے والد ابوالشعثاء سے، انہوں نے مسروق سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ایک یہودیہ عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے عذاب قبر کا ذکر چھیڑ دیا اور کہا کہ اللہ تجھ کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا کہ ”ہاں عذاب قبر حق ہے۔“ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے کوئی نماز پڑھی ہو اور اس میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ نہ مانگی ہو۔ غندر نے ”عذاب القبر حق“ کے الفاظ زیادہ کیے۔

١٣٧٣۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ:

(۱۳۷۳) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے

حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ تَقُولُ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَطِيبًا فَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِي يَفْتَتِنُ فِيهَا الْمَرْءُ، فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً. [راجع: ٨٦] [نسائي: ٢٠٦١]

عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے یونس نے ابن شہاب سے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہوں نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے قبر کے امتحان کا ذکر کیا جہاں انسان جانچا جاتا ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ اس کا ذکر کر رہے تھے تو مسلمانوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

١٣٧٤۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ، إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ[ﷺ]؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُاللَّهِ وَرَسُولُهُ فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ، فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا)) قَالَ قَتَادَةُ: وَذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيثِ أَنَسٍ قَالَ: ((وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُهُ النَّاسُ، فَيُقَالُ: لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ، غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ)). [راجع: ١٣٣٨] [مسلم: ٧٢١٨، ٧٢١٩؛ ابوداود: ٣٢٣١، ٤٧٥٢؛ نسائي: ٢٠٤٨، ٢٠٥٠]

(١٣٧٤) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان، کہا کہ ہم سے سعید نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور جنازہ میں شریک ہونے والے لوگ اس سے رخصت ہوتے ہیں تو ابھی وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہوتا ہے کہ دو فرشتے (منکر نکیر) اس کے پاس آتے ہیں، وہ اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تو کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ مومن تو یہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اس سے کہا جائے گا کہ تو یہ دیکھ اپنا جہنم کا ٹھکانا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں تمہارے لیے جنت میں ٹھکانا دے دیا۔ اس وقت اسے جہنم اور جنت دونوں ٹھکانے دکھائے جائیں گے۔'' قتادہ نے بیان کیا کہ اس کی قبر خوب کشادہ کر دی جائے گی (جس سے آرام وراحت ملے) پھر قتادہ نے انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرنی شروع کی، فرمایا: ''اور منافق و کافر سے جب کہا جائے گا کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا تھا تو وہ جواب دے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں، میں بھی وہی کہتا تھا جو دوسرے لوگ کہتے تھے۔ پھر اس سے کہا جائے گا نہ تو نے جاننے کی کوشش کی اور نہ سمجھنے والوں کی رائے پر چلا۔ پھر اسے لوہے کے گرزوں سے بڑی زور سے مارا جائے گا کہ وہ چیخ پڑے گا اور اس کی چیخ کو جن اور انسانوں کے سوا اس کے آس پاس کی تمام مخلوق سنے گی۔''

بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

باب: قبر کے عذاب سے پناہ مانگنا

١٣٧٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ:

(١٣٧٥) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان

أَخْبَرَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ، فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ: ((يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا)). [مسلم: ٧٢١٥؛ نسائي: ٢٠٥٨]

نے، کہا ہم سے شعبہ نے، کہا کہ مجھ سے عون بن ابی جحیفہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد ابوجحیفہ نے، ان سے براء بن عازب نے اور ان سے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے۔ سورج غروب ہو چکا تھا، اس وقت آپ کو ایک آواز سنائی دی۔ (یہودیوں پر عذاب قبر کی) پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "یہودی پر اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔"

وَقَالَ النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْنٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اور نضر بن شمیل نے بیان کیا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، ان سے عون نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ ابوجحیفہ سے سنا، انہوں نے براء سے سنا، انہوں نے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

١٣٧٦ - حَدَّثَنَا مُعَلًّى، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي ابْنَةُ خَالِدِ ابْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. [طرفه في: ٦٣٦٤]

(١٣٧٦) ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے خالد بن سعید بن عاص کی صاحبزادی (ام خالد) نے بیان کیا، انہوں نے نبی کریم ﷺ کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے سنا۔

١٣٧٧ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْعُو: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ)). [مسلم: ١٣٢٨]

(١٣٧٧) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح دعا کرتے تھے "اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کی آزمائشوں سے اور کانے دجال کی بلا سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

تشریح: عذاب قبر کے بارے میں علامہ شیخ سفارینی الاثری اپنی مشہور کتاب لوامع انوار البہیہ میں فرماتے ہیں:

"ومنها ای الامور التی یجب الایمان بها وانها حق لا ترد عذاب القبر قال الحافظ جلال الدین السیوطی فی کتابه "شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور۔" قد ذکر الله عذاب القبر فی القرآن فی عدة اماکن کما بینته فی الاکلیل فی اسرار التنزیل انتهی قال الحافظ ابن حجر فی کتابه "اموال القبور" فی قوله تعالیٰ ﴿فلولا اذا بلغت الحلقوم﴾ الی قوله ﴿ان هذا لهو حق الیقین﴾ عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال تلا رسول الله ﷺ هذه الایات قال اذا کان عند الموت قیل له هذا فان کان من اصحاب الیمین احب لقاء الله واحب الله لقائه وان کان من اصحاب الشمال کره لقاء الله وکره الله لقاء ه۔"

"وقال الامام المحقق ابن القیم فی کتاب الروح قول السائل ما الحکمة فی ان عذاب القبر لم یذکر فی القرآن صریحا مع شدة الحاجة الی معرفته والایمان به لیحذره الناس ویتقی فاجاب عن ذلك بوجهین مجمل ومفصل اما المجمل فان الله تعالیٰ نزل علی رسوله وحیین فاوجب علی عباده الایمان بهما والعمل بما فیهما وهما الکتاب

والحكمة قال تعالى ﴿وانزل عليك الكتاب والحكمة﴾ وقال تعالى ﴿هو الذى بعث فى الاميين رسولا منهم﴾ الى قوله ﴿ويعلمهم الكتاب والحكمة﴾ وقال تعالى ﴿واذكرن ما يتلى فى بيوتكن﴾ الاية۔ والحكمة هى السنة باتفاق السلف و ما اخبربه الرسول عن الله فهو فى وجوب تصديقه والايمان به كما اخبربه الرب على لسان رسوله فهذا اصل متفق عليه بين اهل الاسلام لاينكره الامن ليس منهم وقال النبى ﷺ انى اوتيت الكتاب ومثله معه قال المحقق واما الجواب المفصل فهو ان نعيم البرزخ وعذابه مذكور فى القران مواضع منها قوله تعالى ﴿ولو ترى اذا الظلمون فى غمرات الموت﴾ الاية وهذا خطاب لهم عند الموت قطعا وقد اخبرت الملائكة وهم الصادقون انهم حينئذ يجزون عذاب الهون بما كنتم تقولون على الله غير الحق وبما كنتم عن آياته تستكبرون ولو تاخر عنهم ذلك الى انقضاء الدنيا لما صح ان يقال لهم اليوم تجزون عذاب الهون وقوله تعالى ﴿فوقاه الله سيئات ما مكروا﴾ الى قوله ﴿يعرضون عليها غدوا وعشيا﴾ الاية فذكر عذاب الدارين صريحا لا يحتمل غيره ومنها قوله تعالى ﴿فذرهم حتى يلاقوا يومهم الذى فيه يصعقون يوم لايغنى عنهم كيدهم شيئا ولا هم ينصرون﴾ انتهى كلامه۔"

"واخرج البخارى حديث ابى هريرة: قال كان رسول الله ﷺ يدعو: اللهم انى اعوذ بك من عذاب القبر واخرج الترمذى عن على انه قال مازلنا فى شك من عذاب القبر حتى نزلت ﴿الهكم التكاثر حتى زرتم المقابر﴾ وقال ابن مسعود اذا مات الكافر اجلس فى قبره فيقال له من ربك وما دينك فيقول لا ادرى فيضيق عليه قبره ثم قرأ ابن مسعود ﴿فان له معيشة ضنكا﴾ قال المعيشة الضنك هى عذاب القبر وقال البراء بن عازب فى قوله تعالى ﴿ولنذيقنهم من العذاب الادنى دون العذاب الاكبر﴾ قال عذاب القبر وكذا قال قتاده والربيع بن انس فى قوله تعالى ﴿سنعذبهم مرتين﴾ احدهما فى الدنيا والاخرىٰ عذاب القبر۔"

اس طویل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ عذاب قبر حق ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اللہ پاک نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ تفصیلی ذکر حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "شرح الصدور" اور "إكليل في اسرار التنزيل" میں موجود ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "احوال القبور" میں آیت مبارکہ: ﴿فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ﴾ (۵۶/الواقعہ:۸۳) کی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ان آیات کو تلاوت فرمایا اور فرمایا کہ جب موت کا وقت آتا ہے تو مرنے والے سے یہ کہا جاتا ہے۔ پس اگر وہ مرنے والا دائیں طرف والوں میں سے ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے اور اگر مرنے والا بائیں طرف والوں میں سے ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے اور اللہ پاک اس کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے۔

اور علامہ محقق امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ اس امر میں کیا حکمت ہے کہ صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں عذاب قبر کا ذکر نہیں ہے حالانکہ یہ ضروری تھا کہ اس پر ایمان لانا ضروری ہے تاکہ لوگوں کو اس سے ڈر پیدا ہو، حضرت علامہ نے اس کا جواب مجمل اور مفصل ہر دو طور پر دیا۔ مجمل تو یہ دیا کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر دو قسم کی وحی نازل کی ہے اور ان دونوں پر ایمان لانا اور ان دونوں پر عمل کرنا واجب قرار دیا ہے اور وہ کتاب اور حکمت ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی کئی آیات میں موجود ہے اور سلف صالحین سے متفقہ طور پر حکمت سے سنت (حدیث نبوی ﷺ) مراد ہے اب عذاب قبر کی خبر اللہ کے رسول ﷺ نے صحیح احادیث میں دی ہے۔ پس وہ خبر یقیناً اللہ ہی کی طرف سے ہے جس کی تصدیق واجب ہے اور جس پر ایمان رکھنا فرض ہے۔ (جیسا کہ رب تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبان حقیقت ترجمان سے صحیح احادیث میں عذاب قبر کے متعلق بیان کرایا ہے) پس یہ اصول اہل اسلام میں متفقہ ہے اس کا وہی شخص انکار کرسکتا ہے جو اہل اسلام سے باہر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خبردار رہو کہ میں قرآن مجید دیا گیا ہوں اور اس کی مثل ایک اور کتاب (حدیث) بھی دیا گیا ہوں۔

پھر محقق علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلی جواب میں فرمایا کہ برزخ کا عذاب قرآن مجید کی بہت سی آیات سے ثابت ہے اور برزخ کی بہت سی نعمتوں کا بھی قرآن مجید میں ذکر موجود ہے۔ (یہی عذاب وثواب قبر ہے) ان آیات میں سے ایک آیت: ﴿وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ﴾ (٦/الانعام:٩٣) بھی ہے (جس میں ذکر ہے کہ اگر ظالموں کو موت کی بے ہوشی کے عالم میں دیکھے) ان کے لئے موت کے وقت یہ خطاب قطعی ہے اور اس موقع پر فرشتوں نے خبر دی ہے جو بالکل سچے ہیں کہ ان کافروں کو اس دن رسوائی کا عذاب کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ عذاب تمہارے لئے اس وجہ سے ہے کہ تم اللہ پر ناحق باتیں باندھا کرتے تھے اور تم اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے۔ یہاں اگر عذاب کو دنیا کے خاتمہ پر مؤخر مانا جائے تو یہ صحیح نہیں ہوگا، تو ''آج کا دن' استعمال کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ تم کو آج کے دن رسوائی کا عذاب ہوگا۔ اس آج کے دن سے یقیناً قبر کے عذاب کا دن مراد ہے۔

اور دوسری آیت میں یوں مذکور ہے کہ: ﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ (٤٠/المؤمن: ٤٦،٤٥) ''یعنی فرعونیوں کو سخت ترین عذاب نے گھیر لیا جس پر وہ ہر صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں۔'' اس آیت میں عذاب دارین کا صریح ذکر ہے اس کے سوا اور کسی کا احتمال ہی نہیں (دارین سے قبر کا عذاب اور پھر قیامت کے دن کا عذاب مراد ہے)

تیسری آیت مبارکہ: ﴿فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ﴾ (٥٢/ الطور: ٤٥) ہے یعنی ''اے رسول ان کافروں کو چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ وہ اس دن سے ملاقات کریں جس میں وہ بے ہوش کر دیئے جائیں گے۔'' (اس آیت میں بھی اس دن سے موت اور قبر کا دن مراد ہے)

صحیح بخاری میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ذکر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: "اللهم انی اعوذبك من عذاب القبر۔" ''اے اللہ! میں تجھ سے عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں'' اور ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عذاب قبر کے بارے میں ہم مشکوک رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آیت: ﴿اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ (١٠٢/ التکاثر:١،٢) نازل ہوئی (گویا ان آیات میں بھی مراد قبر کا عذاب ہی ہے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کافر مرتا ہے تو اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ پس اس کی قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے۔ پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت: ﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ (٢٠/ طٰہٰ:١٢٤) کو پڑھا (کہ جو کوئی ہماری یاد سے منہ موڑے گا اس کو نہایت تنگ زندگی ملے گی) یہاں تنگ زندگی سے قبر کا عذاب مراد ہے۔ حضرت براء بن عازب نے آیت مبارکہ: ﴿وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ﴾ (٣٢/السجدۃ:٢١) کی تفسیر میں فرمایا کہ یہاں بھی عذاب قبر ہی کا ذکر ہے۔ یعنی کافروں کو بڑے سخت ترین عذاب سے پہلے ایک ادنیٰ عذاب میں داخل کیا جائے گا (اور وہ عذاب قبر ہے) ایسا ہی قتادہ اور ربیع بن انس نے آیت مبارکہ: ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ﴾ (٩/التوبہ:١٠١) (ہم ان کو دو دفعہ عذاب میں مبتلا کریں گے) کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ کہ ایک عذاب سے مراد دنیا کا عذاب اور دوسرے سے مراد قبر کا عذاب ہے۔

"قال الحافظ ابن حجر وقد تواتر الاحادیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی عذاب القبر۔" یعنی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عذاب قبر کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث مروی ہیں جن سے عذاب قبر کا حق ہونا ثابت ہے۔ پھر علامہ نے ان احادیث کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ یہاں بھی چند احادیث مذکور ہوئی ہیں۔ باب اثبات عذاب القبر پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لم یتعرض المصنف فی الترجمة لكون عذاب القبر یقع علی الروح فقط اوعلیها وعلی الجسد وفیه خلاف شهیر عندالمتكلمین وكانه تركه لان الادلة التی یرضاها لیس قاطعة فی احد الامرین فلم یتقلد الحكم فی ذلك واكتفی باثبات وجوده خلافا لمن نفاه مطلقا من الخوارج وبعض المعتزلة كضرار بن عمرو وبشر المریسی ومن وافقهما وخالفهم فی ذلك اكثر المعتزلة وجمیع اهل السنة وغیرهم واكثروا من الاحتجاج له وذهب بعض المعتزلة كالجیانی

الی انه يقع على الكفار دون المؤمنين وبعض الاحاديث الاتية ترد عليهم ايضا۔" (فتح الباری)

خلاصہ یہ کہ مصنف (امام بخاری رحمہ اللہ) نے اس بارے میں کچھ تعرض نہیں فرمایا کہ عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے یا روح اور جسم ہر دو پر ہوتا ہے۔اس بارے میں متکلمین کا بہت اختلاف ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے قصداً اس بحث کو چھوڑ دیا۔اس لئے کہ ان کے حسب منشا کچھ دلائل قطعی اس بارے میں نہیں ہیں۔پس آپ نے ان مباحث کو چھوڑ دیا اور صرف عذاب قبر کے وجود کو ثابت کر دیا۔جبکہ خوارج اور کچھ معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں جیسے ضرار بن عمرو، بشر مریسی وغیرہ اور ان لوگوں کی جملہ اہلسنّت بلکہ کچھ معتزلہ نے بھی مخالفت کی ہے اور بعض معتزلہ جیائی وغیرہ ادھر گئے ہیں کہ عذاب قبر صرف کافروں کو ہوتا ہے ایمان والوں کو نہیں ہوتا۔مذکور بعض احادیث ان کے اس غلط عقیدہ کی تردید کر رہی ہیں۔

بہر حال عذاب قبر برحق ہے جو لوگ اس بارے میں شکوک وشبہات پیدا کریں ان کی صحبت سے ہر مسلمان کو دور رہنا واجب ہے اور ان کھلے ہوئے دلائل کے بعد بھی جن کی تشفی نہ ہو ان کی ہدایت کے لئے کوشاں ہونا بیکار محض ہے۔وبالله التوفيق۔

تفصیل مزید کے لئے حضرت مولانا الشیخ عبید اللہ صاحب مبارک پوری رحمہ اللہ کا بیان ذیل قابل مطالعہ ہے حضرت موصوف لکھتے ہیں:

"باب اثبات عذاب القبر قال فى اللمعات المراد بالقبر ههنا عالم البرزخ قال تعالى ﴿ومن ورائهم برزخ الى يوم يبعثون﴾ وهو عالم بين الدنيا والاخرة له تعلق بكل منهما وليس المراد به الحفرة التى يدفن فيها فربّ ميت لا يدفن كالغريق والحريق والماكول فى بطن الحيوانات يعذب وينعم ويسال وانما خص العذاب بالذكر للاهتمام ولان العذاب اكثر لكثرة الكفار والعصاة انتهى قلت: حاصل ماقيل فى بيان المراد من البرزخ انه اسم لانقطاع الحياة فى هذا العالم المشهود اى دار الدنيا وابتداء حياة اخرىٰ فيبدأ الشىء من العذاب اوالنعيم بعد انقطاع الحياة الدنيوية فهو اول دار الجزاء ثم توفى كل نفس ماكسبت يوم القيامة عند دخولها فى جهنم اوالجنة وانما اضيف عذاب البرزخ ونعيمه الى القبر لكون معظمه يقع فيه ولكون الغالب على الموتى ان يقبروا والا فالكافر ومن شاء الله عذابه من العصاة يعذب بعد موته ولو لم يدفن ولكن ذلك محجوب عن الخلق الا من شاء الله وقيل لا حاجة الى التاويل فان القبر اسم للمكان الذى يكون فيه الميت من الارض ولا شك ان محل الانسان ومسكنه بعد انقطاع الحياة الدنيوية **هى الارض** كما انها كانت مسكنا له فى حياته قبل موته قال تعالى ﴿الم نجعل الارض كفاتا احياء وامواتا﴾ اى ضامة **للاحياء** والاموات تجمعهم وتضمهم وتحوزهم فلا محل للميت الا الارض سواء كان غريقا اوحريقا او ماكولا فى بطن الحيوانات من السباع على الارض والطيور فى الهواء والحيتان فى البحر فان الغريق يرسب فى الماء فيسقط الى اسفله من الارض اوالجبل ان كان تحته جبل وكذا الحريق بعد ما يصير رمادا لا يستقر الا على الارض سواء اذرى فى البراو البحر وكذا الماكول فان الحيوانات التى تاكله لاتذهب بعد موتها الا الى الارض فتصير ترابا والحاصل ان الارض محل جميع الاجسام السفلية ومقرها لا ملجا لها الا اليها فهى كفات لها واعلم انه قد تظاهرت الدلائل من الكتاب والسنة على ثبوت عذاب القبر واجمع عليه اهل السنة وقد كثرت الاحاديث فى عذاب القبر حتى قال غير واحد انها متواترة لا يصح عليها التواطئ وان لم يصح مثلها لم يصح شيء من امر الدين الى اخره۔" (مرعاة، جلد اول/ ص: ١٣٠)

مختصر مطلب یہ کہ لمعات میں ہے کہ یہاں قبر سے مراد عالم برزخ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ مرنے والوں کے لئے قیامت سے پہلے ایک عالم اور ہے جس کا نام برزخ ہے اور یہ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالم ہے جس کا تعلق دونوں سے ہے اور قبر سے وہ گڑھا مراد نہیں جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے کیونکہ بہت سی میت دفن نہیں کی جاتی ہیں جیسے ڈوبنے والا اور جلنے والا اور جانوروں کے پیٹوں میں جانے والا۔حالانکہ ان سب کو عذاب وثواب ہوتا ہے اور ان سب سے سوال جواب ہوتے ہیں اور یہاں عذاب کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے، اس لئے کہ اس کا خاص اہتمام ہے اور

اس لئے کہ اکثر طور پر گناہگاروں اور جملہ کافروں کے لئے عذاب ہی مقدر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حاصل یہ ہے کہ برزخ اس عالم کا نام ہے جس میں دار دنیا سے انسان زندگی منقطع کر کے ابتدائے دار آخرت میں پہنچ جاتا ہے۔ پس دنیاوی زندگی کے انقطاع کے بعد وہ پہلا جزا اور سزا کا گھر پھر قیامت کے دن ہر نفس کو اس کا پورا بدلہ جنت یا دوزخ کی شکل میں دیا جائے گا اور عذاب اور ثواب برزخ کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا ہے کہ انسان اسی کے اندر داخل ہوتا اور اس لئے بھی کہ غالب موتی قبر ہی میں داخل کئے جاتے ہیں ورنہ کافر اور گناہگار جن کو اللہ عذاب کرنا چاہے اس صورت میں بھی وہ ان کو عذاب کر سکتا ہے کہ وہ دفن نہ کئے جائیں۔ یہ عذاب مخلوق سے پردہ میں ہوتا ہے الا من شاء اللہ۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تاویل کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں میت کا زمین میں مکان بنے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مرنے کے بعد انسان کا آخری مکان زمین ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ہم نے تمہارے لئے زمین کو زندگی اور موت ہر حال میں ٹھکانا بنایا ہے۔ وہ زندہ اور مردہ سب کو جمع کرتی ہے اور سب کو شامل ہے پس میت ڈوبنے والے کی ہو یا جلنے والے کی یا بطن حیوانات میں جانے والے کی خواہ زمین کے بھیڑیوں کے پیٹ میں جائے یا ہوا میں پرندوں کے شکم میں یا دریا میں مچھلیوں کے پیٹ میں، سب کا نتیجہ مٹی ہونا اور زمین ہی میں ملنا ہے اور جان لو کہ کتاب وسنت کے ظاہر دلائل کی بنا پر عذاب قبر برحق ہے جس پر جملہ اہل اسلام کا اجماع ہے اور اس بارے میں اس قدر تواتر کے ساتھ احادیث مروی ہیں کہ اگر ان کو بھی صحیح نہ تسلیم کیا جائے تو دین کا پھر کوئی بھی امر صحیح نہیں قرار دیا جا سکتا۔ مزید تفصیل کے لئے کتاب الروح علامہ ابن قیم کا مطالعہ کیا جائے۔

بَابُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْغِيبَةِ وَالْبَوْلِ

باب: غیبت اور پیشاب کی آلودگی سے قبر کا عذاب ہونا

١٣٧٨ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ: ((إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ مِنْ كَبِيرٍ)) ثُمَّ قَالَ: ((بَلَى أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعَى بِالنَّمِيمَةِ، وَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ)) قَالَ: ثُمَّ أَخَذَ عُودًا رَطْبًا فَكَسَرَهُ بِاثْنَتَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى قَبْرٍ، ثُمَّ قَالَ: ((لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا)).

[راجع: ٢١٦، ٢١٨]

(١٣٧٨) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان دونوں کے مردوں پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ بھی نہیں کہ کسی بڑی اہم بات پر ہو رہا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! ان میں ایک شخص تو چغل خوری کیا کرتا تھا اور ان دونوں میں ایک پیشاب سے بچنے کے لیے احتیاط نہیں کرتا تھا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ نے ایک ہری ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کی قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا: ''شاید جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کا عذاب کم ہو جائے۔''

تشریح: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قال الزين بن المنير المراد بتخصيص هذين الامرين بالذكر تعظيم امرهما لانفى الحكم عما عداهما فعلى هذا لا يلزم من ذكر هما حصر عذاب القبر فيهما لكن الظاهر من الاقتصار على ذكرهما انهما امكن فى ذلك من غيرهما وقد روى اصحاب السنن من حديث ابى هريرة استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه ثم اورد المصنف حديث ابن عباس فى قصة القبرين وليس فيه للغيبة ذكروا انما ورد بلفظ النميمة وقد تقدم الكلام عليه

مستوفی فی الطهارة۔" (فتح الباری)

یعنی زین بن منیر نے کہا کہ باب میں صرف دو چیزوں کا ذکر ان کی اہمیت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے گناہوں کی نفی مراد نہیں۔ پس ان کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ عذاب قبر ان ہی دو گناہوں پر منحصر ہے۔ یہاں ان کے ذکر پر کفایت کرنا اشارہ ہے کہ ان کے ارتکاب کرنے پر عذاب قبر ہونا زیادہ ممکن ہے۔ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لفظ یہ ہیں کہ پیشاب سے پاکی حاصل کرو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔ باب کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے یہاں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو کا قصہ نقل فرمایا۔ اس میں غیبت کا لفظ نہیں ہے بلکہ چغل خور کا لفظ وارد ہوا ہے مزید وضاحت کتاب الطہارة میں گزر چکی ہے۔

غیبت اور چغلی قریب قریب ایک ہی قسم کے گناہ ہیں اس لئے ہر دو عذاب قبر کے اسباب ہیں۔

بَابُ الْمَيِّتِ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

باب: مردے کو دونوں وقت صبح اور شام اس کا ٹھکانا بتلایا جاتا ہے

١٣٧٩ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَيُقَالُ: هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

[طرفاه في: ٣٢٤٠، ٦٥١٥] [مسلم: ٧٢١١؛ نسائي: ٢٠٧١]

(١٣٧٩) ہم سے اسماعیل بن اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے نافع نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا ٹھکانا اسے صبح وشام دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو جنت والوں میں اور جو دوزخی ہے تو دوزخ والوں میں۔ پھر کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تجھ کو اٹھائے گا۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر جنتی ہے تو صبح وشام اس پر جنت پیش کر کے اس کو تسلی دی جاتی ہے کہ جب تو اس قبر سے اٹھے گا تو تیرا آخری ٹھکانا یہ جنت ہوگی اور اسی طرح دوزخی کو دوزخ دکھلائی جاتی ہے کہ وہ اپنے آخری انجام پر آگاہ رہے۔ ممکن ہے کہ یہ عرض کرنا صرف روح پر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ روح اور جسم ہر دو پر ہو۔ صبح اور شام سے ان کے اوقات مراد ہیں جبکہ عالم برزخ میں ان کے لئے نہ صبح کا وجود ہے نہ شام کا "ویحتمل ان یقال ان فائدة العرض في حقهم تبشير ارواحهم باستقرار ها في الجنة مقترنة باجسادها۔" (فتح) یعنی اس پیش کرنے کا فائدہ مؤمن کے لئے ان کے حق میں ان کی روحوں کو یہ بشارت دینا ہے کہ ان کا آخری مقام قرار ان کے جسموں سمیت جنت ہے۔ اسی طرح دوزخیوں کو ڈرانا کہ ان کا آخری ٹھکانا ان کے جسموں سمیت دوزخ ہے۔ قبر میں عذاب وثواب کی صورت یہ بھی ہے کہ جنتی کے لئے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے اس کو جنت کی تروتازگی حاصل ہوتی رہتی ہے اور دوزخی کے لئے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے اس کو دوزخ کی گرم گرم ہوائیں پہنچتی رہتی ہیں۔ صبح وشام ان ہی کھڑکیوں سے ان کو جنت ودوزخ کے کامل نظارے کرائے جاتے ہیں۔ یا اللہ! اپنے فضل وکرم سے ناشر بخاری شریف مترجم اردو کو اس کے والدین واساتذہ وجملہ معاونین کرام وشائقین عظام کو قبر میں جنت کی طرف سے تروتازگی نصیب فرما اور قیامت کے دن جنت میں داخل فرما اور دوزخ سے ہم سب کو محفوظ فرما۔ آمین

بَابُ كَلَامِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ

باب: میت کا چارپائی پر بات کرنا

١٣٨٠ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ)). [راجع: ١٣١٤]

(۱۳۸۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جب جنازہ تیار ہو جاتا ہے پھر مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ میّت نیک ہو تو کہتی ہے کہ ہاں آگے لے چلو مجھے بڑھائے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے: ہائے رے خرابی! میرا جنازہ کہاں لیے جا رہے ہو۔ اس آواز کو انسان کے سوا تمام مخلوق خدا سنتی ہے۔ اگر کہیں انسان سن پائیں تو بے ہوش ہو جائیں۔''

تشریح: جنازہ اٹھائے جاتے وقت اللہ پاک برزخی زبان میت کو عطا کر دیتا ہے۔ جس میں وہ اگر جنتی ہے تو جنت کے شوق میں کہتا ہے کہ مجھ کو جلدی جلدی لے چلو تاکہ جلدی اپنی مراد کو حاصل کروں اور اگر وہ دوزخی ہے تو گھبرا گھبرا کر کہتا ہے کہ ہائے مجھے کہاں لئے جا رہے ہو۔ اللہ پاک اس کو اس طور پر مخفی طریقہ سے بولنے کی طاقت دیتا ہے اور اس آواز کو انسان اور جنوں کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے۔

اس حدیث سے سماع موتی پر بعض لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو بالکل غلط ہے۔ قرآن مجید میں صاف سماع موتی کی نفی موجود ہے: ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ﴾ (۲۷/النمل:۸۰) اگر مرنے والے ہماری آوازیں سن پاتے تو ان کو میت ہی نہ کہا جاتا۔ اسی لئے جملہ ائمہ ہدیٰ نے سماع موتی کا انکار کیا ہے۔ جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں ان کے دلائل بالکل بے وزن ہیں۔ دوسرے مقام پر اس کا تفصیلی بیان ہوگا۔

بَابُ مَا قِيلَ فِي أَوْلَادِ الْمُسْلِمِينَ

باب: مسلمانوں کی نابالغ اولاد کہاں رہے گی؟

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مَنْ مَاتَ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانَ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ، أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ)).

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ ''جس کے تین نابالغ بچے مر جائیں تو یہ بچے اس کے لیے دوزخ سے روک بن جائیں گے یا یہ کہا کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

١٣٨١ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ يَمُوتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ)). [راجع: ١٢٤٨]

(۱۳۸۱) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس مسلمان کے بھی تین نابالغ بچے مر جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے جوان بچوں پر کرے گا، ان کو بہشت میں لے جائے گا۔''

تشریح: باب منعقد کرنے اور اس پر حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ لانے سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی اولاد جو نابالغی میں

مرجائے وہ جنتی ہے، تب ہی تو وہ اپنے والدین کے لئے دوزخ سے روک بن سکیں گے۔ اکثر علما کا یہی قول ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہوگی۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ﴾ (۵۲/الطور:۲۱) یعنی "جولوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ان کی اتباع کی ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ جنت میں جمع کر دیں گے۔"

"قال النووی اجمع من یعتدبه من علماء المسلمین علی ان من مات من اطفال المسلمین فهو من اهل الجنة وتوقف بعضهم الحدیث عائشة یعنی الذی اخرجه مسلم بلفظ توفی صبی من الانصار فقلت طوبیٰ له لم یعمل سوء ولم یدرکه فقال النبی ﷺ اوغیر ذلك یاعائشة! ان الله خلق للجنة اهلا...... الحدیث۔ قال والجواب عنه انه لعله نهاها عن المسارعة الی القطع من غیر دلیل اوقال ذلك قبل ان یعلم ان اطفال المسلمین فی الجنة۔" (فتح الباری)

یعنی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ علمائے اسلام کی ایک بڑی تعداد کا اس پر اجماع ہے کہ جو مسلمان بچہ انتقال کر جائے وہ جنتی ہے اور بعض علمائے نے اس پر توقف بھی کیا ہے۔ جن کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے کہ انصار کے ایک بچے کا انتقال ہوگیا، میں نے کہا کہ اس کے لئے مبارک ہو اس بچے نے کبھی کوئی برا کام نہیں کیا یا یہ کہ کسی برے کام کو اس نے نہیں پایا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ اے عائشہ! کیا اس خیال کے خلاف نہیں ہوسکتا، بے شک اللہ نے جنت کے لئے بھی ایک مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اور دوزخ کے لئے بھی۔ اس شبہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ شاید بغیر دلیل کے نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بچے کے قطعی جنتی ہونے کا فیصلہ دینے سے منع فرمایا یا آپ ﷺ نے شاید اس کا اظہار اس وقت فرمایا ہو جبکہ آپ کو اطفال المسلمین کے بارے میں کوئی قطعی علم نہیں دیا گیا تھا۔ بعد میں اللہ پاک نے بتلا دیا کہ مسلمانوں کی اولاد یقیناً جنتی ہوگی۔

۱۳۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ)). [طرفاه في: ۳۲۵۵، ۶۱۹۵]

(۱۳۸۲) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عدی بن ثابت نے بیان کیا، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم (نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے) کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "بہشت میں ان کے لیے ایک دودھ پلانے والی ہے۔"

تشریح: اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی اولاد جنت میں داخل ہوگی نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے کے لئے اللہ نے مزید فضل یہ فرمایا کہ چونکہ آپ نے حالت رضاعت میں انتقال فرمایا تھا لہٰذا اللہ پاک نے ان کو دودھ پلانے کے لئے جنت میں ایک انا کو مقرر فرما دیا۔ اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد وبارك وسلم۔

خاتمہ! الحمدللہ والمنۃ کہ رات اور دن کے سفر وحضر کی متواتر محنت کے نتیجہ میں آج اس پاک ومقدس کتاب کے پانچویں پارے کے ترجمہ وتشریحات سے فراغت حاصل ہوئی۔ اس خدمت کے لئے جس قدر محنت کی گئی اسے اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے۔ یہ محض اس کا کرم ہے کہ اس نے محنت شاقہ کی توفیق عطا فرمائی اور اس عظیم خدمت کو یہاں تک پہنچایا۔ میری زبان میں طاقت نہیں کہ میں اس پاک پروردگار کا شکر ادا کر سکوں۔ اللہ پاک اسے قبول فرمائے اور قبول عام عطا کرے اور جہاں کہیں بھی مجھ سے کوئی لغزش ہوئی ہو کلام رسول کی اصل منشا کے خلاف کہیں کوئی لفظ درج ہوگیا ہو، اللہ پاک اسے معاف کرے۔ میں نے اپنی دانست میں اس امر کی پوری پوری سعی کی ہے کہ کسی جگہ بھی اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی منشا کے خلاف تشریح میں کوئی لفظ نہ آنے پائے پھر بھی میں حقیر ناچیز ظلوم وجہول معترف ہوں کہ اللہ جانے کہاں کہاں میرے قلم کو لغزش ہوئی ہوگی۔ لہٰذا یہی کہہ سکتا ہوں کہ اللہ پاک میری قلمی لغزشوں کو معاف کرے اور میری نیت میں زیادہ سے زیادہ خلوص عطا فرمائے۔ (آمین)

میں نے یہ بھی خاص کوشش کی ہے کہ اختلافی امور میں مسالک مختلفہ کی تفصیل میں کسی بھی اعلیٰ وادنیٰ بزرگ، امام، محدث، عالم، فاضل کی شان میں گستاخانہ جملہ قلم پر نہ آنے پائے۔ اگر کسی جگہ کوئی ایسا فقرہ نظر آئے تو امید ہے کہ علمائے ماہرین مجھ کو مطلع فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں گے اور میری ہر غلطی کو بنظر اصلاح مطالعہ فرما کر مجھ کو نظر ثانی کی طرف راہنمائی فرمائیں گے۔ میرا مقصد صرف کلام رسول ﷺ کی خدمت ہے جس سے کوئی غرض فاسد مقصود نہیں ہے، پھر بھی انسان ہوں، ضعیف البیان ہوں، اپنی جملہ غلطیوں کا مجھ کو اعتراف ہے۔ ان علمائے کرام کا بے حد مشکور ہوں گا جو میری اصلاح فرما کر میری دعائیں حاصل کریں گے۔

آخر میں اپنے ان جملہ شائقین کرام کا بھی از حد مشکور ہوں جن کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں یہ خدمت یہاں تک پہنچی ہے دعا ہے کہ اللہ پاک جملہ بھائیوں کو دارین کی نعمتوں سے نوازے اور اس خدمت کی تکمیل کرائے۔

وللہ التوفیق وھو خیر الرفیق والسلام علی عباد اللہ الصالحین آمین

بَابُ مَا قِيلَ فِي أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ باب: مشرکین کی نابالغ اولاد کا بیان

تشریح: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ھذہ الترجمۃ تشعر ایضا بانہ کان متوقفا فی ذلك وقد جزم بعد ھذا فی تفسیر سورۃ الروم بما یدل علی اختیار القول الصائر الی انھم فی الجنۃ کما سیاتی تحریرہ وقد رتب ایضا احادیث ھذا الباب ترتیبا یشیر الی المذھب المختار فانہ صدرہ بالحدیث الدال علی التوقف ثم ثنی بالحدیث المرجح لکونھم فی الجنۃ ثم ثلث بالحدیث المصر بذالك فانہ قولہ فی سیاقہ واما الصبیان حولہ فاولاد الناس قد اخرجہ فی التعبیر بلفظ اما الولدان الذین حولہ فکل مولود یولد علی الفطرۃ فقال بعض المسلمین واولاد المشرکین فقال اولاد المشرکین ویؤیدہ ما رواہ ابو یعلی من حدیث انس مرفوعا سألت ربی اللاھین فی ذریۃ البشر ان لا یعذبھم فاعطانیھم اسنادہ حسن۔“

(فتح الباری ، جزء : سادس / ص:۱)

”قال ابن القیم لیس المراد بقولہ یولد علی الفطرۃ انہ خرج من بطن امہ یعلم الدین لان اللہ یقول: واللہ اخرجکم من بطون امھاتکم لا تعلمون شیئا ولکن المراد ان فطرتہ مقتضیۃ لمعرفۃ دین الاسلام ومحبتہ فنفس الفطرۃ تستلزم الاقرار والمحبۃ ولیس المراد مجرد قبول الفطرۃ لذلك لانہ لا یتغیر بتھوید الابوین مثلا بحیث یخرجان الفطرۃ عن القبول وانما المراد ان کل مولود یولد علی اقرارہ بالربوبیۃ فلو خلی وعدم المعارض لم یعدل عن ذالك الی غیرہ کما انہ یولد علی محبۃ ما یلائم بدنہ من ارتضاع اللبن حتی یصرف عنہ الصارف ومن ثم شبھت الفطرۃ باللبن بل کانت ایاہ فی تاویل الرؤیا واللہ اعلم۔“ (فتح الباری ، ج: ٦ / ص: ٣)

مختصر مطلب یہ ہے کہ یہ باب ہی ظاہر کر رہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس بارے میں متوقف تھے۔ اس کے بعد سورۂ روم میں آپ نے اسی خیال پر جزم کیا ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ یہاں بھی آپ نے احادیث کو اسی طرز پر مرتب فرمایا ہے جو مذہب مختار کی طرف راہنمائی کر رہی ہے۔ پہلی حدیث تو توقف پر دال ہے۔ دوسری حدیث سے ظاہر ہے کہ ان کے جنتی ہونے کو ترجیح حاصل ہے۔ تیسری حدیث میں اسی خیال کی مزید صراحت موجود ہے جیسا لفظ اما الصبیان فاولاد الناس سے ظاہر ہے۔ اسی کو کتاب التعبیر میں ان لفظوں میں نکالا ہے لیکن وہ بچے جو اس بزرگ کے ارد گرد نظر آئے پس ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے بعض نے کہا کہ وہ مسلمانوں کی اولاد تھی۔ اس کی تائید ابویعلیٰ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ میں نے اولاد آدم میں بے خبروں کی بخشش کا سوال کیا تو اللہ نے مجھے ان سب کو عطا فرما دیا۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ سے مراد یہ نہیں کہ ہر بچہ دین کا علم حاصل کر کے پیدا ہوتا ہے اللہ نے

خود قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ تم کو اللہ نے ماؤں کے پیٹ سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ لیکن مراد یہ ہے کہ بچے کی فطرت اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ دین اسلام کی معرفت اور محبت حاصل کر سکے۔ پس نفس فطرت اقرار اور محبت کو لازم ہے خالی قبول فطرت مراد نہیں۔ بایں طور کہ وہ ماں باپ کے ڈرانے دھمکانے سے متغیر نہیں ہو سکتی۔ پس مراد یہی ہے کہ ہر بچہ اقرار ربوبیت پر پیدا ہوتا ہے پس اگر وہ خالی الذہن ہی رہے اور کوئی معارضہ اس کے سامنے نہ آئے تو وہ اس خیال سے نہیں ہٹ سکے گا جیسا کہ وہ اپنی ماں کی چھاتیوں سے دودھ پینے کی محبت پر پیدا ہوا ہے یہاں تک کہ کوئی ہٹانے والا بھی اسے اس محبت سے ہٹا نہیں سکتا۔ اسی لیے فطرت کو دودھ سے تشبیہ دی گئی ہے بلکہ خواب میں بھی اس کی تعبیر یہی ہے۔

١٣٨٣۔ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ: ((اللّٰهُ إِذْ خَلَقَهُمْ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ)). [طرفه في: ٦٥٩٧] [مسلم: ٦٧٦٥؛ ابوداود: ٤٧١١؛ نسائي: ١٩٥٠، ١٩٥١]

(۱۳۸۳) ہم سے حبان بن موسیٰ مروزی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، انہیں ابو بشر جعفر نے، انہیں سعید بن جبیر نے، ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ سے مشرکوں کے نابالغ بچوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے جب انہیں پیدا کیا تھا اسی وقت وہ خوب جانتا تھا کہ یہ کیا عمل کریں گے۔"

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے علم کے موافق سلوک کرے گا۔ بظاہر یہ حدیث اس مذہب کی تائید کرتی ہے کہ مشرکوں کی اولاد کے بارے میں توقف کرنا چاہیے۔ امام احمد اور اسحاق اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے اور بیہقی نے امام شافعی سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔ اصولاً بھی یہ کہ نابالغ بچے شرعاً غیر مکلف ہیں پھر بھی اس بحث کا عمدہ حل یہی ہے کہ وہ اللہ کے حوالہ ہیں جو خوب جانتا ہے کہ وہ جنت کے لائق ہیں یا دوزخ کے۔ مؤمنین کی اولاد تو بہشتی ہے لیکن کافروں کی اولاد میں جو نابالغی کی حالت میں مر جائیں بہت اختلاف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ بہشتی ہیں کیونکہ بغیر گناہ کے عذاب نہیں ہو سکتا اور وہ معصوم مرے ہیں۔ بعض نے کہا اللہ کو اختیار ہے اور اس کی مشیئت پر موقوف ہے چاہے بہشت میں لے جائے، چاہے دوزخ میں۔ بعض نے کہا اپنے ماں باپ کے ساتھ وہ بھی دوزخ میں رہیں گے۔ بعض نے کہا خاک ہو جائیں گے۔ بعض نے کہا اعراف میں رہیں گے۔ بعض نے کہا ان کا امتحان کیا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب (وحیدی)

١٣٨٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ ابْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ: ((اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ)). [طرفاه في: ٦٥٩٨، ٦٦٠٠] [مسلم: ٦٧٦٢، ٦٧٦٣؛ نسائي: ١٩٤٨]

(۱۳۸۴) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عطاء بن یزید لیثی نے خبر دی، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے مشرکوں کے نابالغ بچوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ "اللہ خوب جانتا ہے، جو بھی وہ عمل کرنے والے تھے۔"

تشریح: اگر اس کے علم میں یہ ہے کہ وہ بڑے ہو کر اچھے کام کرنے والے تھے تو بہشت میں جائیں گے ورنہ دوزخ میں۔ بظاہر یہ حدیث مشکل ہے کیونکہ اس کے علم میں جو ہوتا ہے وہ ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ تو اس کے علم میں تو یہی تھا کہ وہ بچپن میں ہی مر جائیں گے۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قطعی

بات تو یہی تھی کہ وہ بچپن میں ہی مرجائیں گے اور پروردگار کو اس کا علم بے شک تھا مگر اس کے ساتھ پروردگار یہ بھی جانتا تھا کہ اگر یہ زندہ رہتے تو نیک بخت ہوتے یا بد بخت ہوتے۔ والعلم عند الله۔

١٣٨٥۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَثَلِ الْبَهِيمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيمَةَ، هَلْ تَرَى فِيهَا جَدْعَاءَ؟)). [راجع: ١٣٥٨]

(١٣٨٥) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ذئب نے، انؒ سے زہری نے، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ کی پیدائش فطرت پر ہوتی ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے جانور کے بچے صحیح سالم ہوتے ہیں۔ کیا تم نے (پیدائشی طور پر) کوئی ان کے جسم کا حصہ کٹا ہوا دیکھا ہے؟''

تشریح: مگر بعد میں لوگ ان کے کان وغیرہ کاٹ کران کو عیب دار کر دیتے ہیں۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنا مذہب ثابت کیا کہ جب ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے تو اگر وہ بچپن ہی میں مر جائے تو اسلام پر مرے گا اور جب اسلام پر مرا تو بہشتی ہوگا۔ اسلام میں سب سے بڑا جزو توحید ہے تو ہر بچہ کے دل میں اللہ کی معرفت اور اس کی توحید کی قابلیت ہوتی ہے۔ اگر بری صحبت میں نہ رہے تو ضرور وہ موحد ہوں لیکن مشرک ماں باپ، عزیز واقربا اس فطرت سے اس کا دل پھرا کر شرک میں پھنسا دیتے ہیں۔ (وحیدی)

بَابٌ

باب

تشریح: اس باب کے ذیل علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كذا ثبت لجميعهم الا لابی ذر وهو كالفصل من الباب الذی قبله وتعلق الحديث به ظاهر من قوله فی حديث سمرة المذكور والشيخ فی اصل الشجرة ابراهيم والصبيان حوله اولاد الناس وقد تقدم التنبيه علی انه اورده فی التعبير بزيادة قالوا واولاد المشركين فقال اولاد المشركين سياتی الكلام علی بقية الحديث مستوفی فی كتاب التعبير ان شاء الله تعالی۔" (فتح الباری ، ج : ١ / ص :٣)

یعنی تمام نسخوں میں (بجز ابوذر رضی اللہ عنہ کے) یہ باب اسی طرح درج ہے اور یہ گویا پچھلے باب سے فصل کے لیے ہے اور حدیث کا تعلق سمرہ کی مذکورہ روایت میں لفظ ((والشيخ فی اصل الشجرة ابراهيم والصبيان حوله اولاد الناس)) سے ظاہر ہے اور پیچھے کہا جا چکا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے کتاب التعبیر میں ان لفظوں کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ کیا مشرکوں کی اولاد کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ فرمایا ہاں اولاد مشرکین کے لیے بھی اور پوری تفصیلات کا بیان کتاب التعبیر میں آئے گا۔ (وحیدی)

یہ حقیقت مسلم ہے کہ انبیا کے خواب بھی وحی اور الہام کے درجہ میں ہوتے ہیں، اس لحاظ سے نبی کریم ﷺ کا اگرچہ یہ ایک خواب ہے مگر اس میں جو کچھ آپ نے دیکھا وہ بالکل برحق ہے جس کا اختصار یہ ہے کہ پہلا آپ نے وہ شخص دیکھا جس کے جبڑے دوزخی آنکڑوں سے چیرے جا رہے تھے۔ یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں جھوٹ بولتا اور جھوٹی باتوں کو پھیلاتا رہتا ہے۔ دوسرا شخص آپ نے وہ دیکھا جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا۔ یہ وہ ہے جو دنیا میں قرآن کا عالم تھا مگر عمل سے بالکل خالی رہا اور قرآن پر نہ رات کو عمل کیا نہ دن کو، قیامت تک اس کو یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ تیسرا آپ نے تنور کی شکل میں دوزخ کا ایک گڑھا دیکھا۔ جس میں بدکار مرد وعورت جل رہے تھے۔ چوتھا آپ نے ایک نہر میں غرق آدمی کو دیکھا جو نکلنا چاہتا تھا مگر فرشتے

اس کو مار مار کر واپس اسی نہر میں غرق کر دیتے تھے۔ یہ وہ شخص تھا جو دنیا میں سود کھاتا تھا اور درخت کی جڑ میں بیٹھنے والے بزرگ حضرت سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور آپ کے اردگرد وہ معصوم بچے جو بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ وہ مسلمانوں کے ہوں یا دیگر قوموں کے اور وہ آگ بڑھکانے والا دوزخ کا داروغہ تھا۔

یہ تمام چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم رؤیا میں دکھلائی گئیں اور آپ نے اپنی امت کی ہدایت وعبرت کے لیے ان کو بیان فرما دیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے ثابت فرمایا کہ مشرکین کی اولاد جو بچپن میں انتقال کر جائے جنتی ہے۔ لیکن دوسری روایات کی بنا پر ایسا نہیں کہا جا سکتا۔ آخری بات یہی ہے کہ اگر وہ رہتے تو جو کچھ وہ کرتے اللہ کو خوب معلوم ہے پس اللہ پاک مختار ہے وہ جو معاملہ چاہے ان کے ساتھ کرے ہاں مسلمانوں کی نابالغ اولاد یقیناً سب جنتی ہیں جیسا کہ متعدد دلائل سے ثابت ہے۔

١٣٨٦ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ هُوَ ابْنُ حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلاَةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: ((مَنْ رَأَى مِنكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا)) قَالَ: فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ قَصَّهَا، فَيَقُوْلُ: ((مَا شَاءَ اللّٰهُ)) فَسَأَلَنَا يَوْمًا، فَقَالَ: ((هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنكُمْ رُؤْيَا)) قُلْنَا: لَا، قَالَ: ((لٰكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخَذَا بِيَدِي، فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ، فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ، وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهِ)) قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوْسَى: ((كَلُّوْبٌ مِنْ حَدِيْدٍ، يُدْخِلُهُ فِي شِدْقِهِ، حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الآخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهُ هٰذَا فَيَعُوْدُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ. فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟ قَالَا: انْطَلِقْ. فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلَى قَفَاهُ، وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِهِ بِفِهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ، فَيَشْدَخُ بِهَا رَأْسَهُ، فَإِذَا ضَرَبَهُ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ، فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ، فَلَا يَرْجِعُ إِلَى هٰذَا حَتَّى يَلْتَئِمَ رَأْسُهُ، وَعَادَ رَأْسُهُ كَمَا هُوَ، فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهُ، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَا: انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا إِلَى نَقْبٍ

(١٣٨٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابورجاء عمران بن تمیم نے بیان کیا اور ان سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز (فجر) پڑھنے کے بعد (عموماً) ہماری طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور پوچھتے کہ ''آج رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرو۔'' راوی نے کہا کہ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو اسے وہ بیان کر دیتا اور آپ اس کی تعبیر اللہ کو جو منظور ہوتی بیان فرماتے۔ ایک دن آپ نے معمول کے مطابق ہم سے دریافت فرمایا: ''کیا آج رات کسی نے تم میں کوئی خواب دیکھا ہے؟'' ہم نے عرض کی کہ کسی نے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: ''لیکن میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرے ہاتھ تھام لیے اور وہ مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ (اور وہاں سے عالم بالا کی مجھ کو سیر کرائی) وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص تو بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں (امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ) ہمارے بعض اصحاب نے (غالباً عباس بن فضیل اسقاطی نے) موسیٰ بن اسماعیل سے یوں روایت کیا ہے لوہے کا آنکس تھا جسے وہ بیٹھنے والے کے جبڑے میں ڈال کر اس کے سر کے پیچھے تک چیر دیتا پھر دوسرے جبڑے کے ساتھ بھی اسی طرح کرتا تھا۔ اس دوران میں اس کا پہلا جبڑا صحیح اور اپنی اصلی حالت پر آ جاتا اور پھر پہلے کی طرح وہ اسے دوبارہ چیرتا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرے ساتھ کے دونوں آدمیوں نے کہا کہ آگے چلو۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک ایسے شخص کے پاس آئے جو سر کے بل لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص ایک بڑا سا پتھر لیے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ اس پتھر سے وہ لیٹے

مِثْلِ التَّنُّورِ، أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ، تَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارٌ، فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوا حَتَّى كَادُوا يَخْرُجُونَ، فَإِذَا خَمِدَتْ رَجَعُوا فِيهَا، وَفِيهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالَا: انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ، فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلَى وَسَطِ النَّهَرِ)) قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَوُهَيْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ وَعَلَى شَطِّ النَّهَرِ: ((رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَاهُ الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ، فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالَا: انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ، فِيهَا شَجَرَةٌ عَظِيمَةٌ، وَفِي أَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِبْيَانٌ، وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوقِدُهَا، فَصَعِدَا بِي فِي الشَّجَرَةِ، فَأَدْخَلَانِي دَارًا لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ وَأَفْضَلَ مِنْهَا، فِيهَا رِجَالٌ شُيُوخٌ وَشَبَابٌ، وَنِسَاءٌ وَصِبْيَانٌ، ثُمَّ أَخْرَجَانِي مِنْهَا فَصَعِدَ بِي الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، فِيهَا شُيُوخٌ وَشَبَابٌ قُلْتُ: طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ، فَأَخْبِرَانِي عَمَّا رَأَيْتُ؟ قَالَا: نَعَمْ، أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ، فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِي رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ، فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ، وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ، يُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّقْبِ

ہوئے شخص کے سر کو کچل دیتا تھا۔ جب وہ اس کے سر پر پتھر مارتا تو سر پر لگ کر وہ پتھر دور چلا جاتا اور وہ اسے جا کر اٹھا لاتا۔ ابھی پتھر لے کر واپس بھی نہیں آتا تھا کہ سر دوبارہ درست ہو جاتا۔ بالکل ویسا ہی جیسا پہلے تھا۔ واپس آ کر وہ پھر اسے مارتا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ ابھی اور آگے چلو۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک تنور جیسے گڑھے کی طرف چلے۔ جس کے اوپر کا حصہ تو تنگ تھا لیکن نیچے سے خوب فراخ۔ نیچے آگ بھڑک رہی تھی۔ جب آگ کے شعلے بھڑک کر اوپر کو اٹھتے تو اس میں جلنے والے لوگ بھی اوپر اٹھ آتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ اب وہ باہر نکل جائیں گے لیکن جب شعلے دب جاتے تو وہ لوگ بھی نیچے چلے جاتے۔ اس تنور میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں۔ میں نے اس موقع پر بھی پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لیکن اس مرتبہ بھی جواب یہی ملا۔ کہا کہ ابھی اور آگے چلو، ہم آگے چلے۔ اب ہم خون کی ایک نہر کے اوپر تھے نہر کے اندر ایک شخص کھڑا تھا اور اس کے بیچ میں (یزید بن ہارون اور وہب بن جریر نے جریر بن حازم کے واسطہ سے وسطه النهر کے بجائے شط النهر نہر کے کنارے کے الفاظ نقل کیے ہیں) ایک شخص تھا۔ جس کے سامنے پتھر رکھا ہوا تھا۔ نہر کا آدمی جب باہر نکلنا چاہتا تو پتھر والا شخص اس کے منہ پر اتنی زور سے پتھر مارتا کہ وہ اپنی پہلی جگہ پر چلا جاتا اور اسی طرح جب بھی وہ نکلنے کی کوشش کرتا وہ شخص اس کے منہ پر پتھر اتنی ہی زور سے پھر مارتا کہ وہ اپنی اصلی جگہ پر نہر میں چلا جاتا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابھی اور آگے چلو۔ چنانچہ ہم اور آگے بڑھے اور ایک ہرے بھرے باغ میں آئے۔ جس میں ایک بہت بڑا درخت تھا اس درخت کی جڑ میں ایک بڑی عمر والے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ کچھ بچے بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ درخت سے قریب ہی ایک شخص اپنے آگے آگ سلگا رہا تھا۔ وہ میرے دونوں ساتھی مجھے لے کر اس درخت پر چڑھے۔ اس طرح وہ مجھے ایک ایسے گھر میں اندر لے گئے کہ اس سے زیادہ حسین وخوبصورت اور بابرکت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس گھر میں بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے (سب ہی قسم کے لوگ) تھے۔ میرے

فَهُمُ الزُّنَاةُ وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهْرِ آكِلُو الرِّبَا وَالشَّيْخُ فِي أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهُ فَأَوْلَادُ النَّاسِ، وَالَّذِي يُوقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ. وَالدَّارُ الْأُولَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِينَ، وَأَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ، وَأَنَا جِبْرِيلُ، وَهَذَا مِيكَائِيلُ، فَارْفَعْ رَأْسَكَ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ قَالَا: ذَاكَ مَنْزِلُكَ فَقُلْتُ: دَعَانِي أَدْخُلْ مَنْزِلِي قَالَا: إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ)).

[راجع: ٨٤٥]

ساتھی مجھے اس گھر سے نکال کر پھر ایک اور درخت پر چڑھا کر مجھے ایک اور دوسرے گھر میں لے گئے جو نہایت خوبصورت اور بہتر تھا۔ اس میں بھی بہت سے بوڑھے اور جوان تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم لوگوں نے مجھے رات بھر خوب سیر کرائی۔ کیا جو کچھ میں نے دیکھا اس کی تفصیل بھی کچھ بتلاؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں وہ جو تم نے دیکھا تھا اس آدمی کا جبڑا لوہے کے آنکس سے پھاڑا جا رہا تھا تو وہ جھوٹا آدمی تھا جو جھوٹی باتیں بیان کیا کرتا تھا۔ اس سے وہ جھوٹی باتیں دوسرے لوگ سنتے۔ اس طرح ایک جھوٹی بات دور دور تک پھیل جایا کرتی تھی۔ اسے قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ جس شخص کو تم نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا تو وہ ایک ایسا انسان تھا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ رات کو پڑا سوتا رہتا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ اسے بھی یہ عذاب قیامت تک ہوتا رہے گا اور جنہیں تم نے تنور میں دیکھا، تو وہ زنا کار تھے۔ اور جس کو تم نے نہر میں دیکھا وہ سود خور تھا، اور وہ بزرگ جو درخت کی جڑ میں بیٹھے ہوئے تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے اردگرد والے بچے، لوگوں کی نابالغ اولاد تھی اور جو شخص آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا داروغہ تھا اور وہ گھر جس میں تم پہلے داخل ہوئے جنت میں عام مومنوں کا گھر تھا اور یہ گھر جس میں تم اب کھڑے ہو، یہ شہداء کا گھر ہے اور میں جبرائیل ہوں اور یہ میرے ساتھ میکائیل ہیں۔ اچھا اب اپنا سر اٹھاؤ میں نے جو سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر بادل کی طرح کوئی چیز ہے۔ میرے ساتھیوں نے کہا کہ یہ تمہارا مکان ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ پھر مجھے اپنے مکان میں جانے دو۔ انہوں نے کہا کہ ابھی تمہاری عمر باقی ہے جو تم نے پوری نہیں کی اگر آپ وہ پوری کر لیتے تو اپنے مکان میں آ جاتے۔"

بَابُ مَوْتِ يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ

باب: پیر کے دن مرنے کی فضیلت کا بیان

تشریح: جمعہ کے دن کی موت کی فضیلت اسی طرح جمعہ کی رات مرنے کی فضیلت دوسری احادیث میں آئی ہے۔ پیر کا دن بھی موت کے لیے بہت افضل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی دن وفات پائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسی دن کی آرزو کی مگر آپ کا انتقال منگل کی شب میں ہوا۔ (وحیدی)

١٣٨٧۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

(۱۳۸۷) ہم سے معلّٰی بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے وہیب

وُهَيْبٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: فِي كَمْ كَفَّنْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَتْ: فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ. وَقَالَ لَهَا: فِي أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ: يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ. قَالَ: فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قَالَتْ: يَوْمُ الْإِثْنَيْنِ. قَالَ: أَرْجُو فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ. فَنَظَرَ إِلَى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيهِ، بِهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ: اغْسِلُوا ثَوْبِي هَذَا، وَزِيْدُوا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ فَكَفِّنُونِي فِيهِمَا. قُلْتُ: إِنَّ هَذَا خَلَقٌ قَالَ: إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيدِ مِنَ الْمَيِّتِ، إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ. فَلَمْ يَتَوَفَّ حَتَّى أَمْسَى مِنْ لَيْلَةِ الثُّلَاثَاءِ وَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ. [راجع: ١٢٦٤]

بن خالد نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں (والد ماجد حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں (ان کی مرض الموت میں) حاضر ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کو تم لوگوں نے کتنے کپڑوں کا کفن دیا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تین سفید دھلے ہوئے کپڑوں کا۔ آپ کو کفن میں قمیص اور عمامہ نہیں دیا گیا تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بھی پوچھا کہ آپ کی وفات کس دن ہوئی تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ پیر کے دن۔ پھر پوچھا کہ آج کون سا دن ہے؟ انہوں نے کہا کہ آج پیر کا دن ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے بھی امید ہے کہ اب سے رات تک میں بھی رخصت ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا کپڑا دیکھا جسے مرض کے دوران میں آپ پہن رہے تھے۔ اس کپڑے پر زعفران کا دھبہ لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا میرے اس کپڑے کو دھو لینا اور اس کے ساتھ دو اور ملا لینا پھر مجھے کفن انہیں کا دینا۔ میں نے کہا کہ یہ تو پرانا ہے۔ فرمایا کہ زندہ آدمی نئے کا مردے سے زیادہ مستحق ہے، یہ تو پیپ اور خون کی نذر ہو جائے گا۔ پھر منگل کی رات کا کچھ حصہ گزرنے پر آپ کا انتقال ہوا اور صبح ہونے سے پہلے آپ کو دفن کیا گیا۔

تشریح: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیر کے دن موت کی آرزو کی، اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے کفن کے لیے اپنے روزمرہ کے کپڑوں کو ہی زیادہ پسند فرمایا جن میں آپ روزانہ عبادت الٰہی کیا کرتے تھے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ کا یہ حال دیکھا تو وہ ہائے ہائے کرنے لگیں مگر آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو بلکہ اس آیت کو پڑھو: ﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ (۵۰/ق:۱۹) یعنی آج سکرات موت کا وقت آ گیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کے لیے دفتر بھی ناکافی ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وروی ابو داؤد من حدیث علی مرفوعاً لا تغالوا فی الکفن فانه یسلب سریعا ولا یعارضه حدیث جابر فی الامر بتحسین الکفن اخرجه مسلم فانه یجمع بینهما بحمل التحسین علی الصفة وحمل المغالات علی الثمن وقیل التحسین فی حق المیت فاذا اوصی بترکه اتبع کما فعل الصدیق ویحتمل ان یکون اختار ذالك الثوب بعینه لمعنی فیه من التبرك به لکونه صار الیه من النبی ﷺ او لکونه جاهدا فیه او تعبد فیه ویؤیده ما رواه ابن سعد من طریق القاسم بن محمد بن ابی بکر قال قال ابوبکر کفنونی فی ثوبی الذین کنت اصلی فیهما۔" (فتح الباری، ج:٦/ ص:٥)

اور ابوداؤد نے حدیث علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ قیمتی کپڑا کفن میں نہ دو وہ تو جلدی ہی ختم ہو جاتا ہے۔ حدیث جابر میں عمدہ کفن دینے کا بھی حکم آیا ہے۔ عمدہ سے مراد صاف ستھرا کپڑا اور قیمتی سے گراں قیمت کپڑا مراد ہے۔ ہر دو حدیث میں یہی تطبیق ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تحسین میت کے حق میں ہے اگر وہ چھوڑنے کی وصیت کر جائے تو اس کی اتباع کی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے ان کپڑوں کو بطور تبرک پسند فرمایا ہو کیونکہ وہ آپ کو نبی کریم ﷺ سے حاصل ہوئے تھے یا یہ کہ ان میں آپ نے

بڑے بڑے مجاہدے کیے تھے یا ان میں عبادت الٰہی کی تھی۔اس کی تائید میں ایک روایت میں آپ کے یہ لفظ بھی منقول ہیں کہ مجھے میرے ان ہی دو کپڑوں میں کفن دینا جن میں میں نے نمازیں ادا کی ہیں۔

"وفي هذا الحديث استحباب التكفين في الثياب البيض وتثليث الكفن وطلب الموافقة فيما وقع للاكابر تبركا بذلك وفيه جواز التكفين في الثياب المغسولة وايثار الحي بالجديد والدفن بالليل وفضل ابي بكر وصحة فراسته وثباته عند وفاته وفيه اخذ المرء العلم عمن دونه وقال ابو عمر فيه ان التكفين في الثوب الجديد والخلق سواء۔"

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سفید کپڑوں کا کفن دینا اور تین کپڑے کفن میں استعمال کرنا مستحب ہے اور اکابر سے نبی اکرم ﷺ کی بطور تبرک موافقت طلب کرنا بھی مستحب ہے۔جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے یوم وفات پیر کے دن کی موافقت کی خواہش ظاہر فرمائی اور اس حدیث سے دھلے ہوئے کپڑوں کا کفن دینا بھی جائز ثابت ہوا اور یہ بھی کہ عمدہ نئے کپڑوں کے لیے زندوں پر ایثار کرنا مستحب ہے جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور رات میں دفن کرنے کا جواز بھی ثابت ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت وفراست بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ علم حاصل کرنے میں بڑوں کے لیے چھوٹوں سے بھی استفادہ جائز ہے۔جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے استفادہ فرمایا۔ابوعمر نے کہا کہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نئے اور پرانے کپڑوں کا کفن دینا برابر ہے۔

بَابُ مَوْتِ الْفَجْأَةِ الْبَغْتَةِ

باب: ناگہانی موت کا بیان

١٣٨٨ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلاً، قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ)).

(١٣٨٨) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا مجھے ہشام بن عروہ نے خبر دی، انہیں ان کے باپ نے اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا اور میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ کچھ نہ کچھ خیرات کرتیں۔اگر میں ان کی طرف سے کچھ خیرات کر دوں تو کیا انہیں اس کا ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! ملے گا۔"

[طرفه في: ٢٧٦٠]

تشریح: باب کی حدیث لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت کیا کہ مؤمن کے لیے ناگہانی موت سے کوئی ضرر نہیں۔گو نبی کریم ﷺ نے اس سے پناہ مانگی ہے کیونکہ اس میں وصیت کرنے کی مہلت نہیں ملتی۔ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ ناگہانی موت مؤمن کے لیے راحت ہے اور بدکار کے لیے غصے کی پکڑ ہے۔(وحیدی)

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ

باب: نبی کریم ﷺ اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کا بیان

[قَوْلُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:] ﴿فَأَقْبَرَهُ﴾ [عبس: ٢١] أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ أُقْبِرُهُ إِذَا جَعَلْتَ لَهُ قَبْرًا، وَقَبَرْتُهُ: دَفَنْتُهُ ﴿كِفَاتًا﴾ [المرسلات: ٢٥]

اور سورۂ عبس میں جو آیا ہے ﴿فاقبره﴾ تو عرب لوگ کہتے ہیں اقبرت الرجل اقبره یعنی میں نے اس کے لیے قبر بنائی اور قبرته کے معنی میں نے اسے دفن کیا اور سورۂ مرسلات میں جو ﴿کفاتا﴾ کا لفظ ہے زندگی بھی زمین

يَكُونُونَ فِيهَا أَحْيَاءً، وَيُدْفَنُونَ فِيهَا أَمْوَاتًا.

ہی پر گزارو گے اور مرنے کے بعد بھی اسی میں دفن ہوں گے۔

١٣٨٩ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ، عَنْ هِشَامٍ ؛ ح قَالَ: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ، يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّا، عَنْ هِشَامٍ؛ ح عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيَتَعَذَّرُ فِي مَرَضِهِ: ((أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ أَيْنَ أَنَا غَدًا؟)) اسْتِبْطَاءً لِيَوْمِ عَائِشَةَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي قَبَضَهُ اللَّهُ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَدُفِنَ فِي بَيْتِي. [راجع: ٨٩٠]

(۱۳۸۹) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا اور ان سے ہشام بن عروہ نے (دوسری سند، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا) اور مجھ سے محمد بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریا نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض الوفات میں گویا اجازت لینا چاہتے تھے (دریافت فرماتے): ''آج میری باری کن کے یہاں ہے۔ کل کن کے یہاں ہوگی؟'' عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن کے متعلق خیال فرماتے تھے کہ بہت دن بعد آئے گی۔ چنانچہ جب میری باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح اس حال میں قبض کی کہ آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور میرے ہی گھر میں آپ دفن کیے گئے۔

تشریح: ۲۹ صفر ۱۱ھ کا دن تھا کہ رسول پاک ﷺ کو تکلیف شروع ہوئی اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو رومال نبی کریم ﷺ کے سر مبارک پر تھا وہ بخار کی وجہ سے ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہو سکی۔ آپ ۱۳ دن یا ۱۴ دن بیمار رہے۔ آخری ہفتہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر ہی پورا فرمایا۔ ان ایام میں بیشتر آپ مسجد میں جا کر نماز بھی پڑھاتے رہے مگر چار روز قبل حالت بہت دگرگوں ہوگئی۔ آخر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز سوموار بوقت چاشت آپ دنیائے فانی سے منہ موڑ کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ عمر مبارک ۶۳ سال قمری پر چار دن تھی اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد ۔ وفات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے دفن کے متعلق سوچا تو آخری رائے یہی قرار پائی کہ حجرہ مبارکہ میں آپ کو دفن کیا جائے کیونکہ انبیا جہاں انتقال کرتے ہیں اسی جگہ دفن کیے جاتے ہیں۔ یہی حجرہ مبارکہ ہے جو آج گنبد خضرا کے نام سے دنیا کے کروڑہا انسانوں کا مرجع عقیدت ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی نشان دہی کرتے ہوئے یہ ثابت فرمایا کہ مرنے والے کو اگر اس کے گھر ہی میں دفن کر دیا جائے تو شرعاً اس میں قباحت نہیں ہے۔

آپ کے اخلاق حسنہ میں سے ہے کہ آپ ایام بیماری میں دوسری بیویوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جانے کے لیے معذرت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ جملہ ازواج مطہرات نے آپ کو حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے اجازت دے دی اور آخری ایام آپ نے وہیں بسر کیے۔ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی کمال فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ تف ہے ان نام نہاد مسلمانوں پر جو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی مایہ ناز اسلامی خاتون کی فضیلت کا انکار کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

١٣٩٠ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ: ((لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ

(۱۳۹۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے ہلال بن حمید نے، ان سے عروہ نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اس مرض کے موقع پر فرمایا تھا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ کی

وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)) لَوْلَا ذَلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ، غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ أَوْ خُشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا وَعَنْ هِلَالٍ قَالَ: كَنَّانِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَلَمْ يُوْلَدْ لِي. [راجع: ٤٣٥، ١٣٣٠]

یہود ونصاریٰ پر لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔'' اگر یہ ڈر نہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی کھلی رہنے دی جاتی۔ لیکن ڈر اس کا ہے کہ کہیں اسے بھی لوگ سجدہ گاہ نہ بنا لیں۔ اور ہلال سے روایت ہے کہ عروہ بن زبیر نے میری کنیت (ابوعوانہ یعنی عوانہ کے والد) رکھ دی تھی ورنہ میرے کوئی اولاد نہ تھی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ، رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ مُسَنَّمًا. حَدَّثَنَا فَرْوَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِيْ زَمَانِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِالْمَلِكِ أَخَذُوْا فِيْ بِنَائِهِ، فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ فَفَزِعُوْا، وَظَنُّوْا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ ﷺ فَمَا وَجَدُوْا أَحَدًا يَعْلَمُ ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ: لَا وَاللَّهِ! مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ ﷺ مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ.

ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابوبکر بن عیاش نے خبر دی اور ان سے سفیان تمار نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک دیکھی ہے جو کوہان نما ہے۔ ہم نے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے کہ ولید بن عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں (جب نبی کریم ﷺ کے حجرہ مبارک کی) دیوار گری اور لوگ اسے (زیادہ اونچی) اٹھانے لگے تو وہاں ایک قدم ظاہر ہوا لوگ یہ سمجھ کر گھبرا گئے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا قدم مبارک ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو قدم کو پہچان سکتا۔ آخر عروہ بن زبیر نے بتایا کہ نہیں اللہ گواہ ہے یہ رسول اللہ ﷺ کا قدم نہیں ہے بلکہ یہ تو عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

١٣٩١۔ وَعَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَاللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ لَا تَدْفِنِّيْ مَعَهُمْ وَادْفِنِّيْ مَعَ صَوَاحِبِيْ بِالْبَقِيْعِ، لَا أُزَكَّى بِهِ أَبَدًا. [طرفه في: ٧٣٢٧]

(١٣٩١) ہشام اپنے والد سے اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو وصیت کی تھی کہ مجھے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ دفن نہ کرنا۔ بلکہ میری دوسری سوکنوں کے ساتھ بقیع غرقد میں مجھے دفن کرنا۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ ان کے ساتھ میری بھی تعریف ہوا کرے۔

تشریح: ہوا یہ کہ ولید کی خلافت کے زمانہ میں اس نے عمر بن عبدالعزیز کو جو اس کی طرف سے مدینہ شریف کے عامل تھے، یہ لکھا کہ ازواج مطہرات کے حجرے گرا کر مسجد نبوی کو وسیع کر دو اور نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی جانب دیوار بلند کر دو کہ نماز میں ادھر منہ نہ ہو عمر بن عبدالعزیز نے یہ حجرے گرانے شروع کیے تو ایک پاؤں زمین سے نمودار ہوا جسے حضرت عروہ نے شناخت کیا اور بتلایا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں ہے جسے یوں ہی احترام سے دفن کیا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کسر نفسی کے طور پر فرمایا تھا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجرۂ مبارک میں دفن ہوں گی تو لوگ آپ کے ساتھ میرا بھی ذکر کریں گے اور دوسری بیویوں میں مجھ کو ترجیح دیں گے جسے میں پسند نہیں کرتی۔ لہٰذا مجھے بقیع غرقد میں دفن ہونا پسند ہے جہاں میری بہنیں ازواج مطہرات مدفون ہیں اور میں اپنی یہ جگہ جو خالی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دے دیتی ہوں۔ سبحان اللہ! کتنا بڑا ایثار ہے۔ سلام اللہ تعالی علیھم

اجمعین۔ حجرۂ مبارک کی دیواریں بلند کرنے کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ای حائط حجرة النبی ﷺ وفی روایة الحموی عنهم والسبب فی ذلك ما رواه ابوبکر الاجری من طبری شعیب بن اسحاق عن هشام عن عروة قال اخبرنی ابی قال کان الناس یصلون الی القبر فامر به عمر بن عبد العزیز فرفع حتی لا یصلی الیه احد فلما هدم بدت قدم بساق ورکبة ففزع عمر بن عبد العزیز فاتاه عروة فقال هذا ساق عمر ورکبته فسری عن عمر بن عبد العزیز وروی الاجری من طریق مالك بن مغول عن رجاء بن حیوة قال کتب الولید بن عبدالملك الی عمر بن عبد العزیز وکان قد اشتری حجر ازواج النبی ﷺ ان اهدمها ووسع بها المسجد فقعد عمر فی ناحیة ثم امر بهدمها فما رایته باکیا اکثر من یومئذ ثم بناه کما اراد فلما ان بنی البیت علی القبر وهدم البیت الاول ظهرت القبور الثلاثة وکان الرمل الذی علیها قد انهار ففزع عمر بن عبد العزیز واراد ان یقوم فیسویها بنفسه فقلت له اصلحك الله انك ان قمت قام الناس معك فلو امرت رجلا ان یصلحها ورجوت انه یامرنی بذالك فقال یا مزاحم یعنی مولاه قم فاصلحها قال فاصلحها قال رجاء وکان قبر ابی بکر عند وسط النبی ﷺ وعمر خلف ابی بکر رأسه عند وسطه۔"

اس عبارت کا خلاصہ وہی مضمون ہے جو گزر چکا ہے (فتح الباری ، ج:٦ / ص:٦٠)

١٣٩٢۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرُ ابْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنَ الْأَوْدِيِّ، قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، اذْهَبْ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ فَقُلْ: يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ، ثُمَّ سَلْهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ قَالَتْ: كُنْتُ أُرِيْدُهُ لِنَفْسِي، فَلَأُوْثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِيْ. فَلَمَّا أَقْبَلَ قَالَ: لَهُ مَا لَدَيْكَ؟ قَالَ: أَذِنَتْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَالَ: مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ الْمَضْجَعِ، فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُوْنِي ثُمَّ سَلِّمُوْا ثُمَّ قُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. فَإِنْ أَذِنَتْ لِيْ فَادْفِنُوْنِي، وَإِلَّا فَرُدُّوْنِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ، إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْ هَؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ، فَمَنِ اسْتَخْلَفُوْا بَعْدِي فَهُوَ

(١٣٩٢) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حصین بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے عمرو بن میمون اودی نے بیان کیا کہ میری موجودگی میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اے عبداللہ! ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جا اور کہہ کہ عمر بن خطاب نے آپ کو سلام کہا ہے اور پھر ان سے معلوم کرنا کیا مجھے میرے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی آپ کی طرف سے اجازت مل سکتی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے اس جگہ کو اپنے لیے پسند کر رکھا تھا لیکن آج میں اپنے پر عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں۔ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا پیغام لائے ہو؟ کہا کہ امیر المومنین! انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے کہ اس جگہ دفن ہونے سے زیادہ مجھے اور کوئی چیز عزیز نہیں تھی۔ لیکن جب میری روح قبض ہو جائے تو مجھے اٹھا کر لے جانا اور پھر دوبارہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو میرا سلام پہنچا کر ان سے کہنا کہ عمر نے آپ سے اجازت چاہی ہے۔ اگر اس وقت بھی وہ اجازت دے دیں تو مجھے وہیں دفن کر دینا، ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ میں اس امر خلافت کا ان چند صحابہ سے زیادہ اور کسی کو مستحق نہیں سمجھتا جن سے رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت تک خوش اور راضی رہے۔ وہ حضرات

الْخَلِيفَةُ، فَاسْمَعُوْا لَهُ وَأَطِيعُوْا فَسَمَّى عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَعَبْدَالرَّحْمَنِ ابْنَ عَوْفٍ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، وَوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: أَبْشِرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! بِبُشْرَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، كَانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ، ثُمَّ اسْتُخْلِفْتَ فَعَدَلْتَ، ثُمَّ الشَّهَادَةُ بَعْدَ هَذَا كُلِّهِ. فَقَالَ: لَيْتَنِي يَا ابْنَ أَخِي وَذَلِكَ كَفَافٌ لَا عَلَيَّ وَلَا لِيْ أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ خَيْرًا، أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ، وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ، وَأُوصِيهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ أَنْ يُقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَيُعْفَى عَنْ مُسِيئِهِمْ، وَأُوصِيهِ بِذِمَّةِ اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهِ ﷺ أَنْ يُوْفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ، وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوْا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ. [أطرافه في: ٣٠٥٢، ٣١٦٢، ٣٧٠٠، ٤٨٨٨، ٧٢٠٧]

میرے بعد جسے بھی خلیفہ بنائیں، خلیفہ وہی ہوگا اور تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم اپنے خلیفہ کی باتیں توجہ سے سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ آپ نے اس موقع پر حضرت عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کے نام لیے۔ اتنے میں ایک انصاری نوجوان داخل ہوا اور کہا کہ اے امیر المومنین! آپ کو بشارت ہو، اللہ عزوجل کی طرف سے، آپ کا اسلام میں پہلے داخل ہونے کی وجہ سے جو مرتبہ تھا وہ آپ کو معلوم ہے۔ پھر جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے انصاف کیا۔ پھر آپ نے شہادت پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے میرے بھائی کے بیٹے! کاش ان کی وجہ سے میں برابر چھوٹ جاؤں۔ نہ مجھے کوئی عذاب ہو اور نہ کوئی ثواب۔ ہاں میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں، کہ وہ مہاجرین اولین کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے، ان کے حقوق پہچانے اور ان کی عزت کی حفاظت کرے اور میں اسے انصار کے بارے میں بھی اچھا برتاؤ رکھنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان والوں کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ (میری وصیت ہے کہ) ان کے اچھے لوگوں کے ساتھ بھلائی کی جائے اور ان میں جو برے ہوں ان سے درگزر کیا جائے اور میں ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں، اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی جو اللہ اور رسول کی ذمہ داری ہے (یعنی غیر مسلموں کی جو اسلامی حکومت کے تحت زندگی گزارتے ہیں) کہ ان سے کیے گئے وعدوں کو پورا کیا جائے۔ انہیں بچا کر لڑا جائے اور طاقت سے زیادہ ان پر کوئی بار نہ ڈالا جائے۔

تشریح: سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحفص ہے۔ عدوی قریشی ہیں۔ نبوت کے چھٹے سال اسلام میں داخل ہوئے بعض نے کہا کہ پانچویں سال میں۔ ان سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں اسلام لا چکی تھیں اور کہا جاتا ہے کہ چالیسویں مرد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے دن ہی سے اسلام نمایاں ہونا شروع ہوگیا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب فاروق ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ آپ کا لقب فاروق کیسے ہوا؟ فرمایا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے اسلام سے تین دن پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے میرا سینہ بھی کھول دیا تو میں نے کہا: الله لا اله الا هو له الاسماء الحسنى اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اسی کے لیے سب اچھے نام ہیں۔ اس کے بعد کوئی جان مجھ کو رسول اللہ ﷺ کی جان سے پیاری نہ تھی۔ اس کے بعد میں نے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں تشریف فرما ہیں تو میری بہن نے مجھ کو بتلایا کہ آپ دار ارقم بن ابی ارقم میں جو کوہ صفا کے پاس ہے، تشریف رکھتے ہیں۔ میں ابوارقم کے مکان پر حاضر ہوا جبکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے صحابہ کے ساتھ مکان میں موجود تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی گھر میں تشریف فرما تھے۔ میں نے دروازے کو پیٹا تو لوگوں نے نکلنا چاہا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو کیا ہوگیا؟ سب نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے ہیں پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور مجھے کپڑے سے پکڑ لیا۔ پھر خوب زور سے مجھ کو اپنی طرف کھینچا کہ میں رک نہ سکا اور گھٹنے کے بل گر گیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

کہ عمر اس کفر سے کب تک باز نہیں آؤ گے؟ تو بے ساختہ میری زبان سے نکلا "اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ" اس پر تمام دارارقم کے لوگوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ جس کی آواز حرم شریف میں سنی گئی۔اس کے بعد میں نے کہا کہ یارسول اللہ! کیا ہم موت اور حیات میں دین حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم سب حق پر ہو، اپنی موت میں بھی اور حیات میں بھی۔اس پر میں نے عرض کیا کہ پھر اس حق کو چھپانے کا کیا مطلب۔قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم ضرور حق کو لے کر باہر نکلیں گے۔

چنانچہ ہم نے نبی کریم ﷺ کو دوصفوں کے درمیان نکالا۔ایک صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دوسری صف میں میں تھا اور میرے اندر جوش ایمان کی وجہ سے ایک چکی جیسی گڑگڑاہٹ تھی۔یہاں تک کہ ہم مسجد حرام میں پہنچ گئے تو مجھ کو اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قریش نے دیکھا اور ان کو اس قدر صدمہ پہنچا کہ ایسا صدمہ انہیں اس سے پہلے کبھی نہ پہنچا تھا۔اسی دن نبی کریم ﷺ نے میرا نام فاروق رکھ دیا کہ اللہ نے میری وجہ سے حق اور باطل میں فرق کردیا۔روایتوں میں ہے کہ آپ کے اسلام لانے پر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! آج عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے تمام آسمانوں والے بے حد خوش ہوئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قسم اللہ کی میں یقین رکھتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسری میں تمام زندہ انسانوں کا علم تو یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم والا پلڑا جھک جائے گا۔

آپ حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور یہ پہلے خلیفہ ہیں جو امیر المؤمنین لقب سے پکارے گئے۔حضرت عمر گورے رنگ والے لمبے قد والے تھے۔سر کے بال اکثر گر گئے تھے۔آنکھوں میں سرخ جھلک رہا کرتی تھی۔اپنی خلافت میں تمام امور حکومت کو احسن طریق پر انجام دیا۔

آخر مدینہ میں بدھ کے دن ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ میں مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولؤ نے آپ کو خنجر سے زخمی کیا اور یکم محرم الحرام کو آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ترسیٹھ سال کی عمر پائی۔مدت خلافت دس سال چھ ماہ ہے۔آپ کے جنازہ کی نماز حضرت صہیب رومی نے پڑھائی۔وفات سے قبل حجرۂ نبوی میں دفن ہونے کے لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے باضابطہ اجازت حاصل کر لی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وفیه الحرص علی مجاورۃ الصالحین فی القبور طمعا فی اصابة الرحمة اذا نزلت علیهم وفی دعاء من یزورهم من اهل الخیر۔" یعنی آپ کے اس واقعہ میں یہ پہلو بھی ہے کہ صالحین بندوں کے پڑوس میں دفن ہونے کی حرص کرنا درست ہے۔اس طمع میں کہ ان صالحین بندوں پر رحمت الٰہی کا نزول ہوگا تو اس میں ان کو بھی شرکت کا موقع ملے گا اور جو اہل خیر ان کے لیے دعائے خیر کرنے آئیں گے وہ ان کی قبر پر بھی دعا کرتے جائیں گے۔اس طرح دعاؤں میں بھی شرکت رہے گی۔

سبحان اللہ کیا مقام ہے! ہر سال لاکھوں مسلمان مدینہ شریف پہنچ کر نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھتے ہیں۔ساتھ ہی آپ کے جاں نثاروں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر بھی سلام بھیجنے کا موقع مل جاتا ہے۔سچ ہے:

نگاہ ناز جسے آشنائے راز کرے ☆ وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

عشرہ مبشرہ میں سے یہی لوگ موجود تھے جن کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بنانے والی کمیٹی کے لیے نام لیا۔ابوعبیدہ بن جراح کا انتقال ہو چکا تھا اور سعید بن زید کو زندہ تھے مگر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار یعنی چچازاد بھائی ہوتے تھے، اس لیے ان کا بھی نام نہیں لیا۔دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے بتا کید فرمایا کہ دیکھو میرے بیٹے عبداللہ کا خلافت میں کوئی حق نہیں ہے۔یہ آپ کا وہ کارنامہ ہے، جس پر آج کی نام نہاد جمہوریتیں ہزار بار قربان کی جاسکتی ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کسر نفسی کا یہ عالم ہے کہ ساری عمر خلافت کمال عدل کے ساتھ چلائی پھر بھی اب آخر وقت میں اسی کو غنیمت تصور فرمارہے ہیں کہ خلافت کا نہ ثواب ملے نہ عذاب ہو بلکہ برابر برابر میں اتر جائے تو یہی غنیمت ہے۔اخیر میں آپ نے مہاجرین وانصار کے لیے بہترین وصیتیں فرمائیں اور سب سے بڑا کارنامہ یہ کہ ان غیر مسلموں کے لیے جو خلافت اسلامی کے زیر نگیں امن وامان کی زندگی گزارتے ہیں، خصوصی وصیت فرمائی کہ

ہرگز ہرگز ان سے بدعہدی نہ کی جائے اور طاقت سے زیادہ ان پر کوئی بار نہ ڈالا جائے۔

بَابُ مَا يُنْهَى مِنْ سَبِّ الْأَمْوَاتِ

باب: مردوں کو برا کہنے کی ممانعت کا بیان

١٣٩٣ـ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا)) وَتَابَعَهُ عَلِيُّ ابْنُ الْجَعْدِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ. وَرَوَاهُ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِالْقُدُّوسِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الْأَعْمَشِ. [طرفه في: ٦٥١٦] [نسائي: ١٩٣٥]

(۱۳۹۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے بیان کیا اور ان سے ام المؤمنین عائشہ ؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ انہوں نے جیسا عمل کیا اس کا بدلہ پالیا۔'' اس روایت کی متابعت علی بن جعد، ابن عرعرہ اور ابن ابی عدی نے شعبہ سے کی ہے۔ اور اس کی روایت عبداللہ بن عبدالقدوس نے اعمش سے اور محمد بن انس نے بھی اعمش سے کی ہے۔

تشریح: یعنی مسلمان جو مر جائیں ان کا مرنے کے بعد عیب نہ بیان کرنا چاہیے۔ اب ان کو برا کہنا ان کے عزیزوں کو ایذا دینا ہے۔

بَابُ ذِكْرِ شِرَارِ الْمَوْتَى

باب: برے مردوں کی برائی بیان کرنا درست ہے

١٣٩٤ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ، فَنَزَلَتْ: ﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ﴾. [أطرافه في: ٣٥٢٥، ٣٥٢٦، ٤٧٧٠، ٤٨٠١، ٤٩٧١، ٤٩٧٢، ٤٩٧٣] [مسلم: ٥٠٨، ٥٠٩؛ ترمذي: ٣٣٦٣]

(۱۳۹۴) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا اعمش سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے، اور ان سے ابن عباس ؓ نے بیان کیا کہ ابولہب نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ سارے دن تجھ پر بربادی ہو۔ اس پر یہ آیت اتری ﴿تبت یدا ابی لهب وتب﴾ یعنی ''ٹوٹ گئے ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہی برباد ہو گیا۔''

تشریح: جب یہ آیت اتری: ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ (۲۶/الشعراء:۲۱۴) یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا تو آپ کوہ صفا پر چڑھے اور قریش کے لوگوں کو پکارا، وہ سب اکٹھے ہوئے۔ پھر آپ نے ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا تب ابولہب مردود کہنے لگا تیری خرابی ہو سارے دن کیا تو نے ہم کو اسی بات کے لیے اکٹھا کیا تھا؟ اس وقت یہ سورت اتری: ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ (۱۱۱/اللھب:۱) یعنی ابولہب ہی کے دونوں ہاتھ ٹوٹے اور وہ ہلاک ہوا۔ معلوم ہوا کہ برے لوگوں کافروں، ملحدوں کو ان کے برے کاموں کے ساتھ یاد کرنا درست ہے۔ حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں:

"ای وصلوا الی ما عملوا من خیر وشر واشتد به علی منع سبب الاموات مطلقا وقد تقدم ان عمومه مخصوص واصح ما قیل فی ذالك ان اموات الكفار والفساق یجوز ذكر مساویهم للتحذیر منهم والتنفیر عنهم وقد اجمع العلماء

علی جواز جرح المجروحين من الرواة احياء واموا تا۔"
یعنی انہوں نے جو کچھ برائی بھلائی کی وہ سب کچھ ان کے سامنے آ گیا۔اب ان کی برائی کرنا بیکار ہے اور اس سے دلیل پکڑی گئی ہے کہ اموات کو برائیوں سے یاد کرنا مطلقاً منع ہے اور پیچھے گزر چکا ہے کہ اس کا عموم مخصوص ہے اور اس بارے میں صحیح ترین خیال یہ ہے کہ مرے ہوئے کافروں اور فاسقوں کی برائیوں کا ذکر کرنا جائز ہے۔تاکہ ان کے جیسے برے کاموں سے نفرت پیدا ہو اور علما نے اجماع کیا ہے کہ راویان حدیث زندوں مردوں پر جرح کرنا جائز ہے۔

كِتَابُ الزَّكَاةِ
زکوۃ کے مسائل کا بیان

بَابُ وُجُوبِ الزَّكَاةِ،

باب: زکوۃ دینا فرض ہے

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ [البقرة: ٤٣] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ فَذَكَرَ حَدِيثَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ.

اور اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ''نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے متعلق (قیصر روم سے اپنی) گفتگو نقل کی کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں وہ نماز، زکوۃ، صلہ رحمی، ناطہ جوڑنے اور حرام کاری سے بچنے کا حکم دیتے ہیں۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی روش کے مطابق پہلے قرآن مجید کی آیت لائے اور فرضیت زکوۃ کو قرآن مجید سے ثابت کیا۔ قرآن مجید میں زکوۃ کی بابت بیاسی آیات میں اللہ پاک نے حکم فرمایا ہے اور یہ اسلام کا ایک عظیم رکن ہے۔ جو اس کا منکر ہے وہ بالاتفاق کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ زکوۃ نہ دینے والوں پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کا اعلان فرمادیا تھا۔

زکوۃ ۲ھ میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ یہ درحقیقت اس صفت ہمدردی و رحم کے باقاعدہ استعمال کا نام ہے جو انسان کے دل میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ قدرتاً فطری طور پر موجود ہے۔ یہ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنے والوں میں مقرر کی گئی ہے جن میں سے ادا کرنا ناگوار بھی نہیں گزر سکتا۔ اموال نامیہ میں تجارت سے حاصل ہونے والی دولت، زراعت اور مویشی (بھیڑ بکری گائے وغیرہ) اور نقد روپیہ اور معدنیات اور دفائن شمار ہوتے ہیں۔ جن کے مختلف نصاب ہیں۔ ان کے تحت ایک حصہ ادا کرنا فرض ہے۔ قرآن مجید میں اللہ پاک نے زکوۃ کی تقسیم ان لفظوں میں فرمائی: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ (۹/التوبة: ٦٠) یعنی زکوۃ کا مال فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہے اور تحصیلداران زکوۃ کے لئے (جو اسلامی اسٹیٹ کی طرف سے زکوۃ کی وصولی کے لئے مقرر ہوں گے ان کی تنخواہ اس میں سے ادا کی جائے گی) اور ان لوگوں کے لئے جن کی دل افزائی اسلام میں منظور ہو یعنی نو مسلم لوگ اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے اور ایسے قرضداروں کا قرض چکانے کے لئے جو قرض نہ اتار سکتے ہوں اور اللہ کے راستے میں (اسلام کی اشاعت و ترقی و سربلندی کے لئے) اور مسافروں کے لئے۔

لفظ زکوۃ کی لغوی اور شرعی تشریح کے لئے علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

"والزكوة في اللغة النماء يقال زكا الزرع اذا نما وترد ايضا في المال وترد ايضا بمعنى التطهير وشرعا بالاعتبارين معا اما بالاول فلان اخراجها سبب للنماء في المال او بمعنى ان الاجر بسببها يكثر او بمعنى ان متعلقها الاموال ذات النماء كالتجارة والزراعة ودليل الاول ما نقص مال من صدقة ولانها يضاعف ثوابها كما جاء ان الله يربي الصدقة واما

بالثانی فلانها طهرة للنفس من رذيلة البخل وتطهير من الذنوب وهي الركن الثالث من الاركان التي بنى الاسلام عليها كما تقدم في كتاب الايمان وقال ابن العربي تطلق الزكوة على الصدقة الواجبة والمندوبة والنفقة والحق والعفو وتعريفها في الشرع اعطاء جزء من النصاب الحولي الى الفقير ونحوه غير هاشمي ولا مطلبي ثم لها ركن وهو الاخلاص وشرط هو السبب وهو ملك النصاب الحولي وشرط من تجب عليه وهو العقل البلوغ والحرية ولها حكم وهو سقوط الواجب في الدنيا وحصول الثواب في الاخرى وحكمة وهي التطهير من الادناس ورفع الدرجة واسترقاق الاحرار انتهى وهو جيد لكن في شرط من تجب عليه اختلاف والزكوة امر مقطوع به في الشرع يستغنى عن تكلف الاحتجاج له وانما وقع الاختلاف في بعض فروعه واما اصل فرضية الزكوة فمن جحدها كفر وانما ترجم المصنف بذلك على عادته في ايراد الادلة الشرعية والمتفق عليها والمختلف فيها"۔ (فتح الباری ، ج: ٣/ ص: ٣٠٨)

"اختلف في اول وقت فرض الزكوة فذهب الاكثر الى انه وقع بعد الهجرة فقيل كان في السنة الثانية قبل فرض رمضان اشار اليه النووي۔"

خلاصہ یہ کہ لفظ زکوٰۃ نشوونما پر بولا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ زکا الزرع یعنی زراعت کھیتی نے نشوونما پائی جب وہ بڑھنے لگے تو ایسا بولا جاتا ہے۔ اسی طرح مال کی بڑھوتری پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے اور پاک کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے اور شرعاً ہر دو اعتبار سے اس کا استعمال ہوا ہے۔ اول تو یہ کہ اس کی ادائیگی سے مال میں بڑھوتری ہوتی ہے اور یہ بھی کہ اس کے سبب اجر و ثواب کی نشوونما حاصل ہوتی ہے یا یہ بھی کہ یہ زکوۃ ان اموال سے ادا کی جاتی ہے جو بڑھنے والے ہیں جیسے زراعت وغیرہ۔ اول کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں وارد ہے کہ صدقہ نکالنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ وہ بڑھ ہی جاتا ہے اور یہ بھی کہ اس کا ثواب دوگنا سہ گنا بڑھتا ہے جیسا کہ آیا ہے کہ اللہ پاک صدقہ کے مال کو بڑھاتا ہے۔ اور دوسرے اعتبار سے نفس کو بخل کے رذائل سے پاک کرنے والی چیز ہے اور گناہوں سے بھی پاک کرتی ہے اور اسلام کا یہ تیسرا عظیم رکن ہے۔ ابن العربی نے کہا کہ لفظ زکوۃ صدقہ فرض اور صدقہ نفل اور دیگر عطایا پر بھی بولا جاتا ہے۔

اس کی شرعی تعریف یہ کہ مقررہ نصاب پر سال گزرنے کے بعد فقرا اور دیگر مستحقین کو اسے ادا کرنا فقرا ہاشمی اور مطلبی نہ ہوں کہ ان کے لئے اموال زکوٰۃ کا استعمال ناجائز ہے۔ زکوٰۃ کے لئے بھی کچھ اور شرائط ہیں۔ اول اس کی ادائیگی کے وقت اخلاص ہونا ضروری ہے۔ ریا و نمود کے لئے زکوٰۃ ادا کرے تو وہ عند اللہ زکوٰۃ نہیں ہوگی۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ایک حد مقررہ کے اندر وہ مال ہو اور اس پر سال گزر جائے اور زکوۃ عاقل بالغ آزاد پر واجب ہے۔ اس سے دنیا میں وجوب کی ادائیگی اور آخرت میں ثواب حاصل ہونا مقصود ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ انسانوں کو گناہوں کے ساتھ خصائل رذالت سے بھی پاک کرتی ہے اور درجات بلند کرتی ہے۔

اور یہ اسلام میں ایک بہترین عمل ہے مگر جس پر یہ واجب ہے اس کی تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے اور یہ اسلام میں ایک ایسا قطعی فریضہ ہے کہ جس کے لئے کسی اور مزید دلیل کی ضرورت ہی نہیں اور دراصل یہ قطعی فرض ہے جو اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے یہاں بھی مصنف نے اپنی عادت کے مطابق ادلہ شرعیہ سے اس کی فرضیت ثابت کی ہے۔ وہ ادلہ جو متفق علیہ ہیں۔ جن میں پہلے آیت مبارکہ، پھر چھ احادیث ہیں۔

١٣٩٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: ((ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا

(١٣٩٥) ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، ان سے زکریا بن اسحاق نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی نے بیان کیا، ان سے ابو معبد نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا (حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا کہ ''تم انہیں اس کلمہ کی گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ

إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُوْلُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ، تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ)). [أطرافه في: ١٤٥٨، ١٤٩٦، ٢٤٤٨، ٤٣٤٧، ٧٣٧١، ٧٣٧٢] [مسلم: ١٢١، ١٢٢، ١٢٣؛ ابوداود: ١٥٨٤؛ ترمذي: ٦٥٢، ٢٠١٤؛ نسائي: ٢٤٣٤، ٢٥٢١؛ ابن ماجه: ١٧٨٣]

کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ لوگ یہ بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ لوگ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر کچھ صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مال دار لوگوں سے لے کر انہیں کے محتاجوں میں لوٹا دیا جائے گا۔''

١٣٩٦ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ مَوْهَبٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ أَنَّ رَجُلًا، قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ. قَالَ: مَا لَهُ مَا لَهُ؟ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَرَبٌ مَالَهُ؟ تَعْبُدُ اللَّهَ، وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ)).

(١٣٩٦) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے محمد بن عثمان بن عبداللہ بن موہب سے بیان کیا ہے، ان سے موسیٰ بن طلحہ نے اور ان سے ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ آخر یہ کیا چاہتا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو بہت اہم ضرورت ہے! (سنو) اللہ کی عبادت کرو اور اس کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔''

وَقَالَ بَهْزٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عُثْمَانَ، وَأَبُوْهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوْسَى بْنَ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: أَخْشَى أَنْ يَكُوْنَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مَحْفُوْظٍ إِنَّمَا هُوَ عَمْرٌو. [طرفاه في: ٥٩٨٢، ٥٩٨٣] [مسلم: ١٠٤، ١٠٥، ١٠٦؛ نسائي: ٤٦٧]

اور بہز نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ ہم سے محمد بن عثمان اور ان کے باپ عثمان بن عبداللہ نے بیان کیا کہ ان دونوں صاحبان نے موسیٰ بن طلحہ سے سنا اور انہوں نے ابوایوب سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کی طرح (سنا) ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ محمد سے روایت غیر محفوظ ہے اور روایت عمرو بن عثمان سے (محفوظ ہے)۔

١٣٩٧ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ

(١٣٩٧) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عفان بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید بن حیان نے، ان سے ابوزرعہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے

أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا، أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذْ عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ: ((تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ)) قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا)). حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي حَيَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو زُرْعَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا.

کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ آپ مجھے کوئی ایسا کام بتلائیے جس پر اگر میں ہمیشگی کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ ''اللہ کی عبادت کر، اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرا، فرض نماز قائم کر، فرض زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھ۔'' دیہاتی نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ان عملوں پر میں کوئی زیادتی نہیں کروں گا۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر جانے لگا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو جنت والوں میں سے ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔'' ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید قطان نے، ان سے ابوحیان نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوزرعہ نے نبی کریم ﷺ سے یہی حدیث روایت کی۔

[مسلم: ۱۰۷]

تشریح: مگر یحییٰ بن سعید قطان کی یہ روایت مرسل ہے۔ کیونکہ ابوزرعہ تابعی ہیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا اور وہیب کی روایت جو اوپر گزری وہ موصول ہے اور وہیب ثقہ ہیں۔ ان کی زیادت مقبول ہے۔ اس لئے حدیث میں کوئی علت نہیں۔ (وحیدی)

اس حدیث کے ذیل حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''قال القرطبی فی هذا الحدیث وکذا حدیث طلحة فی قصة الاعرابی وغیرهما دلالة علی جواز ترك التطوعات لکن من داوم علی ترك السنن کان نقصا فی دینه فان کان ترکها تهاونا بها ورغبة عنها کان ذلك فسقا یعنی لورود الوعید علیه حیث قال ﷺ من رغب عن سنتی فلیس منی وقد کان صدر الصحابة من وتبعهم یواظبون علی السنن مواظبتهم علی الفرائض ولا یفرقون بینهما فی اغتنام ثوابهما۔'' (فتح الباری)

یعنی قرطبی نے کہا کہ اس حدیث میں اور نیز حدیث طلحہ میں جس میں ایک دیہاتی کا ذکر ہے، اس پر دلیل ہے کہ نفلیات کا ترک کر دینا بھی جائز ہے مگر جو شخص سنتوں کے چھوڑنے پر ہمیشگی کرے گا وہ اس کے دین میں نقص ہوگا اور وہ بے رغبتی اور سستی سے ترک کر رہا ہے تو یہ فسق ہوگا۔ اس لئے کہ ترک سنن کے متعلق وعید آئی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو میری سنتوں سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اور صدر اول میں صحابہ کرام اور تابعین عظام سنتوں پر فرضوں ہی کی طرح ہمیشگی کیا کرتے تھے اور ثواب حاصل کرنے کے خیال میں وہ لوگ فرضوں اور سنتوں میں فرق نہیں کرتے تھے۔

حدیث بالا میں حج کا ذکر نہیں ہے، اس پر حافظ فرماتے ہیں: ''لم یذکر الحج لانه کان حینئذ حاجا ولعله ذکره له فاختصره۔'' یعنی حج کا ذکر نہیں فرمایا اس لئے کہ وہ اس وقت حاجی تھا یا آپ نے ذکر فرمایا مگر راوی نے بطور اختصار اس کا ذکر چھوڑ دیا۔

بعض محترم حنفی حضرات نے اہل حدیث پر الزام لگایا ہے کہ یہ لوگ سنتوں کا اہتمام نہیں کرتے، یہ الزام سراسر غلط ہے۔ الحمد للہ اہلحدیث کا بنیادی اصول توحید و سنت پر کاربند ہونا ہے۔ سنت کی محبت اہلحدیث کا شیوہ ہے لہٰذا یہ الزام بالکل بے حقیقت ہے۔ ہاں معاندین اہلحدیث کے بارے میں اگر کہا جائے کہ ان کے ہاں اقوال ائمہ اکثر سنتوں پر مقدم سمجھے جاتے ہیں تو یہ ایک حد تک درست ہے۔ جس کی تفصیل کے لئے اعلام الموقعین از علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

١٣٩٨ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِالْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنَّا هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيْعَةَ قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ، وَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ، وَنَدْعُوْ إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَ نَا قَالَ: ((آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: الْإِيْمَانِ بِاللَّهِ وَشَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. وَعَقَدَ بِيَدِهِ هَكَذَا وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ)) قَالَ سُلَيْمَانُ وَأَبُو النُّعْمَانِ: عَنْ حَمَّادٍ ((الْإِيْمَانِ بِاللَّهِ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)). [راجع: ٥٣]

(۱۳۹۸) ہم سے حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو جمرہ نصر بن عمران ضبعی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے بتلایا کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہم ربیعہ قبیلہ کی ایک شاخ ہیں اور قبیلہ مضر کے کافر ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان پڑتے ہیں۔ اس لئے ہم آپ کی خدمت میں صرف حرمت کے مہینوں ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں (کیونکہ ان مہینوں میں لڑائیاں بند ہو جاتی ہیں اور راستے پرامن ہو جاتے ہیں) آپ ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلا دیجئے جس پر ہم خود بھی عمل کریں اور اپنے قبیلہ کے لوگوں سے بھی ان پر عمل کرنے کے لئے کہیں جو ہمارے ساتھ نہیں آ سکے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی وحدانیت کی شہادت دینے کا (یہ کہتے ہوئے) آپ نے اپنی انگلی سے ایک طرف اشارہ کیا۔ نماز قائم کرنا، پھر زکوٰۃ ادا کرنا اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنے (کا حکم دیتا ہوں) اور میں تمہیں کدو کے تونبی سے اور حنتم (سبز رنگ کا چھوٹا سا مرتبان جیسا گھڑا) نقیر (کھجور کی جڑ سے کھودا ہوا ایک برتن) زفت لگا ہوا برتن (زفت بصرہ میں ایک قسم کا تیل ہوتا تھا) کے استعمال سے منع کرتا ہوں۔" سلیمان اور ابوالنعمان نے حماد کے واسطہ سے یہی روایت اس طرح بیان کی ہے الایمان باللہ شہادۃ ان لاالہ الا اللہ یعنی "اللہ پر ایمان لانے کا مطلب لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا۔"

تشریح: یہ حدیث اوپر کئی بار گزر چکی ہے۔ سلیمان اور ابوالنعمان کی روایت میں ایمان باللہ کے بعد واؤ عطف نہیں ہے اور حجاج کی روایت میں واؤ عطف تھی۔ جیسے اوپر گزر ی۔ ایمان باللہ اور شہادۃ ان لا الہ الا اللہ دونوں ایک ہی ہیں۔ اب یہ اعتراض نہ ہوگا کہ یہ پانچ باتیں ہوگئیں اور حج کا ذکر نہیں کیا کیونکہ ان لوگوں پر شاید حج فرض نہ ہوگا۔ اس حدیث سے بھی زکوٰۃ کی فرضیت نکلتی ہے کیونکہ آپ نے اس کا امر کیا اور امر وجوب کے لئے ہوا کرتا ہے۔ مگر جب کوئی دوسرا قرینہ ہو جس میں عدم وجوب ثابت ہو۔ حافظ نے کہا کہ سلیمان کی روایت کو بھی خود مؤلف نے مغازی میں ابوالنعمان کی روایت کو بھی خود مولف نے خمس میں وصل کیا۔ (وحیدی)

چار قسم کے برتن جن کے استعمال سے آپ نے ان کو منع فرمایا وہ یہ تھے جن میں عرب لوگ شراب بطور ذخیرہ رکھا کرتے تھے اور اکثر ان ہی سے صراحی اور جام کا کام لیا کرتے تھے۔ ان برتنوں میں رکھنے سے شراب اور زیادہ نشہ آور ہو جایا کرتی تھی۔ اس لئے آپ نے ان کے استعمال سے منع فرمادیا۔ ظاہر ہے کہ یہ ممانعت وقتی ممانعت تھی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ نہ صرف گناہوں سے بچنا بلکہ ان کے اسباب اور دواعی سے بھی پرہیز کرنا لازم

ہے جن سے ان گناہوں کے لئے آمادگی پیدا ہو سکتی ہو۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں کہا گیا کہ ﴿لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى﴾ یعنی ان کاموں کے بھی قریب نہ جاؤ جن سے زنا کے لئے آمادگی کا امکان ہو۔

١٣٩٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُوْلُوْا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ)). [طرفاه في: ٦٩٢٤، ٧٢٨٤]

[مسلم: ١٢٤؛ ابوداود: ١٥٥٦، ١٥٥٧؛ ترمذي: ٢٦٠٧؛ نسائي: ٢٤٤٢، ٣٠٩١، ٣٠٩٢، ٣٠٩٣، ٣٩٨٠، ٣٩٨١، ٣٩٨٣، ٣٩٨٥]

(۱۳۹۹) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی، ان سے زہری نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو عرب کے کچھ قبائل کافر ہو گئے (اور کچھ نے زکوٰۃ سے انکار کر دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنا چاہا) تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی موجودگی میں کیونکر جنگ کر سکتے ہیں "مجھے حکم ہے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت نہ دے دیں اور جو شخص اس کی شہادت دے دے تو میری طرف سے اس کا مال و جان محفوظ ہو جائے گا۔ سوا اسی کے حق کے (یعنی قصاص وغیرہ کی صورتوں کے) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔"

١٤٠٠۔ فَقَالَ: وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللَّهِ! لَوْ مَنَعُوْنِي عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ: فَوَاللَّهِ! مَا هُوَ إِلَّا أَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ. [أطرافه في: ١٤٥٦، ١٤٥٧، ٦٩٢٥، ٧٢٨٥] [راجع: ١٣٩٩]

(۱۴۰۰) اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ قسم اللہ کی میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کرے گا۔ (یعنی نماز تو پڑھے مگر زکوٰۃ کے لئے انکار کر دے) کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم اگر انہوں نے زکوٰۃ میں چار مہینے کی (بکری کے) بچے کو دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تو میں ان سے لڑوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! یہ بات اس کا نتیجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا تھا اور بعد میں میں بھی اس نتیجہ پر پہنچا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی حق پر تھے۔

تشریح: وفات نبی کے بعد مدینہ کے اطراف میں مختلف قبائل جو پہلے اسلام لا چکے تھے اب انہوں نے سمجھا کہ اسلام ختم ہو گیا لہٰذا ان میں سے بعض بت پرست بن گئے۔ بعض مسیلمہ کذاب کے تابع ہو گئے جیسے یمامہ والے اور بعض مسلمان رہے مگر زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرنے لگے اور قرآن شریف کی یوں تاویل کرنے لگے کہ زکوٰۃ لینا نبی کریم ﷺ سے خاص تھا۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ (۹/التوبۃ: ۱۰۳) اور پیغمبر کے سوا اور کسی کی دعا سے ان کو تسلی نہیں ہو سکتی۔ ((وحسابه على الله)) کا

مطلب یہ کہ دل میں اس کے ایمان ہے یا نہیں اس سے ہم کو غرض نہیں اس کی پوچھ قیامت کے دن اللہ کے سامنے ہوگی اور دنیا میں جو کوئی زبان سے لا الہ الا اللہ کہے گا اس کو مؤمن سمجھیں گے اور اس کے مال اور جان پر حملہ نہ کریں گے۔ صدیقی الفاظ میں ((من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ)) کا مطلب یہ کہ جو شخص نماز کو فرض کہے گا مگر زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے گا ہم ضرور ضرور اس سے جہاد کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بعد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا اور سب صحابہ متفق ہوگئے اور زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد کیا۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فہم وفراست تھی۔ اگر وہ اس عزم سے کام نہ لیتے تو اسی وقت اسلامی نظام درہم برہم ہو جاتا مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے عزم صمیم سے اسلام کو ایک بڑے فتنے سے بچالیا۔ آج بھی اسلامی قانون یہی ہے کہ کوئی شخص محض کلمہ گو ہونے سے مسلمان نہیں بن جاتا جب تک وہ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج کی فرضیت کا اقراری نہ ہو اور وقت آنے پر ان کو ادا نہ کرے۔ جو کوئی بھی اسلام کے رکن کی فرضیت کا انکار کرے وہ متفقہ طور پر اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ نماز کے لئے تو صاف موجود ہے "من ترك الصلوة متعمدا فقد کفر۔" جس نے جان بوجھ کر بلا عذر شرعی ایک وقت کی نماز بھی ترک کر دی تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا ہے۔

عدم زکوٰۃ کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ جہاد موجود ہے اور حج کے متعلق فاروق اعظم کا وہ فرمان قابل غور ہے جس میں آپ نے مملکت اسلامیہ سے ایسے لوگوں کی فہرست طلب کی تھی جو مسلمان ہیں اور جن پر حج فرض ہے مگر وہ یہ فرض نہیں ادا کرتے تو آپ نے فرمایا تھا کہ ان پر جزیہ قائم کر دو، وہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہیں۔

بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى إِيتَاءِ الزَّكَاةِ

باب: زکوٰۃ دینے پر بیعت کرنا

﴿فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾. [التوبة: ١١]

اور اللہ پاک نے (سورۂ توبہ میں) فرمایا کہ "اگر وہ (کفار ومشرکین) توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔"

١٤٠١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. [راجع :٥٧]

(۱۴۰۱) ہم سے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن خالد نے بیان کیا، ان سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا کہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی تھی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ دینی بھائی بننے کے لئے قبولیت ایمان واسلام کے ساتھ ساتھ نماز قائم کرنا اور صاحب نصاب ہونے پر زکوٰۃ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

بَابُ إِثْمِ مَانِعِ الزَّكَاةِ

باب: زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے کا گناہ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾ [التوبة: ٣٤، ٣٥]

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ توبہ میں) فرمایا کہ "جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ پس ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔ جس دن اس خزانے کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور کمریں داغ دی جائیں گی، (کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم اپنے لیے خزانہ بنا رہے تھے پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔" یعنی اپنے مال کو گاڑنے کا مزہ چکھو۔

تشریح: آیت میں کنز کا لفظ ہے کنز اسی مال کو کہیں گے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے۔ اکثر صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے کہ آیت اہل کتاب اور مشرکین اور مؤمنین سب کو شامل ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے اور بعض صحابہ نے اس آیت کو کافروں کے ساتھ خاص کیا ہے۔ (وحیدی)

١٤٠٢ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَأْتِي الْإِبِلُ عَلَى صَاحِبِهَا، عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، إِذَا هُوَ لَمْ يُعْطِ فِيهَا حَقَّهَا، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا، وَتَأْتِي الْغَنَمُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيهَا حَقَّهَا، تَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، وَتَنْطِحُهُ بِقُرُونِهَا)) قَالَ: ((وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ)) قَالَ: ((وَلَا يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلَى رَقَبَتِهِ لَهَا يُعَارٌ، فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ! فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ بَلَّغْتُ، وَلَا يَأْتِي بِبَعِيرٍ، يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ، فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ! فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ)). [أطرافه في: ٢٣٧٨، ٣٠٧٣، ٦٩٥٨] [نسائي: ٢٤٤٧]

(۱۴۰۲) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا کہ عبدالرحمن بن ہرمز اعرج نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اونٹ (قیامت کے دن) اپنے مالکوں کے پاس جنہوں نے ان کا حق (زکوٰۃ) نہ ادا کیا کہ اس سے زیادہ موٹے تازے ہو کر آئیں گے (جیسے دنیا میں تھے) اور انہیں اپنے کھروں سے روندیں گے۔ بکریاں بھی اپنے ان مالکوں کے پاس جنہوں نے ان کے حق نہیں دیئے تھے پہلے سے زیادہ موٹی تازی ہو کر آئیں گی اور انہیں اپنے کھروں سے روندیں گی اور اپنے سینگوں سے ماریں گی۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اس کا حق یہ بھی ہے کہ اسے پانی ہی پر (یعنی جہاں وہ چراہ گاہ میں چر رہی ہوں) دھویا جائے۔" آپ نے فرمایا کہ "کوئی شخص قیامت کے دن اس طرح نہ آئے کہ وہ اپنی گردن پر ایک ایسی بکری اٹھائے ہوئے ہو جو چلا رہی ہو اور وہ مجھ سے کہے کہ اے محمد! مجھے عذاب سے بچائیے میں اسے یہ جواب دوں کہ تیرے لیے میں کچھ نہیں کر سکتا (میرا کام پہنچانا تھا) سو میں نے پہنچا دیا۔ اسی طرح کوئی شخص اپنی گردن پر اونٹ لیے ہوئے قیامت کے دن نہ آئے کہ اونٹ چلا رہا ہو اور وہ خود مجھ سے فریاد کرے، اے محمد! مجھے بچائیے اور میں یہ جواب دے دوں کہ تیرے لیے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے تجھ کو (اللہ کا حکم زکوٰۃ) پہنچا دیا تھا۔"

تشریح: (مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ منہ سے کاٹیں گے۔ پچاس ہزار برس کا جو دن ہوگا اس دن یہی کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ بندوں کا فیصلہ کرے اور وہ اپنا ٹھکانا دیکھ لیں۔ بہشت میں یا دوزخ میں) اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو تنبیہ فرمائی ہے کہ جو لوگ اپنے اموال اونٹ یا بکری وغیرہ میں سے مقررہ نصاب کے تحت زکوٰۃ نہیں ادا کریں گے، قیامت کے دن ان کا یہ حال ہوگا جو یہاں مذکور ہوا۔ فی الواقع وہ جانور ان حالات میں آئیں گے اور اس شخص کی گردن پر زبردستی سوار ہو جائیں گے۔ وہ نبی کریم ﷺ کو مدد کے لئے پکارے گا مگر آپ کا یہ جواب ہوگا جو مذکور ہوا۔ بکری کو پانی پر دوہنے سے غرض یہ کہ عرب میں پانی پر اکثر غریب محتاج لوگ جمع رہتے ہیں وہاں وہ دودھ نکال کر مساکین وفقرا کو پلایا جائے۔ بعض نے کہا یہ حکم زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے تھا، جب زکوٰۃ فرض ہوگئی تو اب کوئی صدقہ یا حق واجب نہیں رہا۔ ایک حدیث میں ہے زکوٰۃ کے سوا مال میں دوسرا حق بھی ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اونٹوں کا بھی یہی حق ہے کہ ان کا دودھ پانی کے کنارے پر دھویا جائے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وانما خص الحلب بموضع الماء ليكون اسهل على المحتاج من قصد المنازل وارفق بالماشية." یعنی پانی پر دودھ دوہنے کے خصوص کا ذکر اس لئے فرمایا کہ وہاں محتاج اور مسافر لوگ آرام کے لئے قیام پذیر رہتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قیامت کے دن گناہ مثالی جسم اختیار کر لیں گے۔ وہ جسمانی شکلوں میں سامنے آئیں گے۔ اسی طرح نیکیاں بھی مثالی شکلیں اختیار کر کے سامنے لائی جائیں گی۔ ہر دو قسم کی تفصیلات بہت سی احادیث میں موجود ہیں۔ آیندہ حدیث میں بھی ایک ایسا ہی ذکر موجود ہے۔

١٤٠٣ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ ابْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالاً، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ، لَهُ زَبِيْبَتَانِ، يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ ـ يَعْنِي بِشِدْقِيْهِ ـ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنْزُكَ)) ثُمَّ تَلَا: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ الآيَةَ. [آل عمران: ١٨٠]

[أطرافه في: ٤٥٦٥، ٤٦٥٩، ٦٩٥٧]

(۱۴۰۳) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہاشم بن قاسم نے بیان کیا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے اپنے والد سے بیان کیا، ان سے ابو صالح سمان نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جسے اللہ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو قیامت کے دن اس کا مال نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کر لے گا۔ اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال اور خزانہ ہوں۔" اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی "اور وہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کچھ اپنے فضل سے دیا ہے وہ اس پر بخل سے کام لیتے ہیں کہ ان کا مال ان کے لیے بہتر ہے۔ بلکہ وہ برا ہے۔ جس مال کے معاملہ میں انہوں نے بخل کیا ہے۔ قیامت میں اس کا طوق بنا کر ان کی گردن میں ڈالا جائے گا۔"

تشریح: نسائی میں یہ الفاظ وارد ہیں: "ويكون كنز احدكم يوم القيامة شجاعا اقرع يفر منه صاحبه ويطلبه انا كنزك فلا يزال حتى يلقمه اصبعه." یعنی وہ گنجا سانپ اس کی طرف لپکے گا اور وہ شخص اس سے بھاگے گا۔ وہ سانپ کہے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں۔ پس وہ اس کی انگلیوں کا لقمہ بنالے گا۔ یہ آیت کریمہ ان مال داروں کے حق میں نازل ہوئی جو صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کرتے بلکہ دولت کو زمین میں بطور خزانہ گاڑتے تھے۔ آج بھی اس کا حکم یہی ہے جو مالدار مسلمان زکوٰۃ ہضم کر جائیں ان کا یہی حشر ہوگا۔ آج سونا چاندی کی جگہ کرنسی نے لے لی ہے جو چاندی اور سونے ہی کے حکم میں داخل ہے۔ اب یہ کہا جائے گا کہ جو لوگ نوٹوں کی گڈیاں بنا بنا کر رکھتے اور زکوٰۃ نہیں ادا کرتے ان کے وہی نوٹ ان کیلئے دوزخ کا سانپ بن کر ان کے گلوں کا ہار بنائے جائیں گے۔

بَابٌ: مَا أُدِّيَ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ

باب: جس مال کی زکوٰۃ دی جائے وہ کنز (خزانہ) نہیں ہے

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ)).

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں ہے۔"

١٤٠٤ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [التوبة:٣٤] قَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَهُ، إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللَّهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ.

[طرفه في: ٤٦٦١] [ابن ماجه: ١٧٨٧]

(۱۴۰۴) ہم سے احمد بن شبیب بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے میرے والد شبیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا، ان کو ابن شہاب نے، ان سے خالد بن اسلم نے انہوں نے بیان کیا کہ ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ ایک اعرابی نے آپ سے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر بتلایئے ''جو لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ بنا کر رکھتے ہیں'' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب دیا کہ اگر کسی نے سونا چاندی جمع کیا اور اس کی زکوٰۃ نہ دی تو اس کے لیے ویل (خرابی) ہے۔ یہ حکم زکوٰۃ کے احکام نازل ہونے سے پہلے تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا حکم نازل کر دیا تو اب وہی زکوٰۃ مال دولت کو پاک کر دینے والی ہے۔

تشریح: یعنی اس مال سے متعلق یہ آیت نہیں ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ (۹/التوبہ:۳۴) معلوم ہوا کہ اگر کوئی مال جمع کرے تو گنا ہگار نہیں بشرطیکہ زکوٰۃ دیا کرے۔ گو تقویٰ اور فضیلت کے خلاف ہے۔ یہ ترجمہ باب خود ایک حدیث ہے۔ جسے امام مالک نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً نکالا ہے اور ابوداؤد نے ایک مرفوع حدیث نکالی جس کا مطلب یہی ہے۔ حدیث ((ليس فيما دون خمس اواق صدقة)) یہ حدیث اسی باب میں آتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے دلیل لی کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے وہ کنز نہیں ہے۔ اس کا دبانا اور رکھ چھوڑنا درست ہے۔ کیونکہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں بموجب نص حدیث زکوٰۃ نہیں ہے۔ پس اتنی چاندی کا رکھ چھوڑنا اور دبانا کنز نہ ہوگا اور آیت میں سے اس کو خاص کرنا ہوگا اور خاص کرنے کی وجہ یہی ہوئی کہ زکوٰۃ اس پر نہیں ہے تو جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ بھی کنز نہ ہوگا کیونکہ اس پر بھی زکوٰۃ نہیں رہی۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے پانچ اوقیوں کے دوسو درہم ہوئے یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی۔ یہی چاندی کا نصاب ہے اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

کنز کے متعلق بیہقی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:"كل ما اديت زكوته وان كان تحت سبع ارضين فليس بكنز وكل مالا تؤدى زكوته فهو كنز وان كان ظاهرا على وجه الارض-"(فتح الباری)

یعنی ہر وہ مال جس کی تو نے زکوٰۃ ادا کر دی ہے وہ کنز نہیں ہے اگر چہ وہ ساتویں زمین کے نیچے دفن ہو اور ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی وہ کنز ہے اگر چہ وہ زمین کی پیٹھ پر رکھا ہوا ہو۔ آپ کا یہ قول بھی مروی ہے:"ما ابالى لو كان لى مثل احد ذهباً اعلم عدده ازكيه واعمل فيه بطاعة الله تعالى-"(فتح) یعنی مجھ کو کچھ پروا نہیں جب کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور میں زکوٰۃ ادا کر کے اسے پاک کروں اور اس میں اللہ کی اطاعت کے کام کروں یعنی اس حالت میں اتنا خزانہ بھی میرے لئے مضر نہیں ہے۔

١٤٠٥ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، أَنَّ عَمْرَو ابْنَ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ، أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ، يَحْيَى ابْنِ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا

(۱۴۰۵) ہم سے اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے خبر دی کہ عمرو بن یحییٰ بن عمارہ نے انہیں خبر دی اپنے والد یحییٰ بن عمارہ بن ابوالحسن سے اور انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

سَعِيدٍ يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَا فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ)). [أطرافه في: ١٤٤٧، ١٤٥٩، ١٤٨٤] [مسلم: ٢٢٦٣، ٢٢٦٤، ٢٢٦٥، ٢٢٦٦؛ ابوداود: ١٥٥٨، ١٥٥٩؛ ترمذي: ٦٢٦، ٦٢٧؛ نسائي: ٢٤٤٤، ٢٤٤٥، ٢٤٧٢، ٢٤٧٤، ٢٤٧٥، ٢٤٨٣، ٢٤٨٤؛ ابن ماجه: ١٧٩٣]

فرمایا: ''پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ وسق سے کم (غلہ) میں زکوٰۃ نہیں ہے۔''

تشریح: ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ پانچ اوقیہ کے دوسو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی ہوتی ہے، یہ چاندی کا نصاب ہے۔ وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے صاع چار مد کا۔ مد ایک رطل اور تہائی رطل کا۔ ہندوستان کے وزن (اسی تولہ سیر کے حساب سے) ایک وسق پکے ساڑھے چار من یا پانچ من کے قریب ہوتا ہے۔ پانچ وسق ساڑھے بائیس من یا ۲۵ من ہوا۔ اس سے کم میں زکوٰۃ (عشر) نہیں ہے۔

١٤٠٦ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي هَاشِمٍ، سَمِعَ هُشَيْمًا، قَالَ: أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ هَذَا؟ قَالَ: كُنْتُ بِالشَّأْمِ، فَاخْتَلَفْتُ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ فِي ﴿الَّذِينَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [التوبة: ٣٤] قَالَ مُعَاوِيَةُ: نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ. فَقُلْتُ: نَزَلَتْ فِينَا وَفِيهِمْ. فَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فِي ذَلِكَ، فَكَتَبَ إِلَى عُثْمَانَ يَشْكُوْنِي، فَكَتَبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ أَنِ اقْدَمِ الْمَدِينَةَ. فَقَدِمْتُهَا فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتَّى كَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْنِي قَبْلَ ذَلِكَ، فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لِي: إِنْ شِئْتَ تَنَحَّيْتَ فَكُنْتَ قَرِيبًا. فَذَاكَ الَّذِي أَنْزَلَنِي هَذَا الْمَنْزِلَ، وَلَوْ أَمَّرُوْا عَلَيَّ حَبَشِيًّا لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ. [طرفه في: ٤٦٦٠]

(۱۴۰۶) ہم سے علی بن ابی ہاشم نے بیان کیا، انہوں نے ہشیم سے سنا، کہا کہ ہمیں حصین نے خبر دی، انہیں زید بن وہب نے کہا کہ میں مقام ربذہ سے گزر رہا تھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے۔ میں نے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں آ گئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں شام میں تھا تو معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے میرا اختلاف (قرآن کی آیت) ''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔'' کے متعلق ہو گیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور میں کہتا تھا کہ اہل کتاب کے ساتھ ہمارے متعلق بھی یہ نازل ہوئی ہے۔ اس میں اختلاف کے نتیجہ میں میرے اور ان کے درمیان کچھ تلخی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ (جو ان دنوں خلیفۃ المسلمین تھے) کے یہاں میری شکایت لکھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے لکھا کہ میں مدینہ چلا آؤں۔ چنانچہ میں چلا آیا۔ (وہاں جب پہنچا) تو لوگوں کا میرے یہاں اس طرح ہجوم ہونے لگا جیسے انہوں نے مجھے پہلے دیکھا ہی نہ ہو۔ پھر جب میں لوگوں کے اس طرح اپنی طرف آنے کے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو یہاں کا قیام چھوڑ کر مدینہ سے قریب ہی کہیں اور جگہ الگ قیام اختیار کر لو۔ یہی بات ہے جو مجھے یہاں (ربذہ) تک لے آئی ہے۔ اگر وہ میرے اوپر ایک حبشی کو بھی امیر مقرر کر دیں تو میں اس کی بھی سنوں گا

اور اطاعت کروں گا۔

تشریح: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بڑے عالی شان صحابی اور زہد و درویشی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، ایسی بزرگ شخصیت کے پاس خواہ مخواہ لوگ بہت جمع ہوتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ اندیشہ کیا کہ کہیں کوئی فساد نہ اٹھ کھڑا ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں سے بلا بھیجا تو فوراً چلے آئے۔ خلیفہ اور حاکم اسلام کی اطاعت فرض ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ مدینہ آئے تو شام سے بھی زیادہ ان کے پاس مجمع ہونے لگا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی وہی اندیشہ ہوا جو معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوا تھا۔ انہوں نے صاف تو نہیں کہا کہ تم مدینہ سے نکل جاؤ مگر اصلاح کے طور پر بیان کیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان کی مرضی پا کر مدینہ کو بھی چھوڑا۔ اور وہ ربذہ نامی ایک گاؤں میں جا کر رہ گئے اور تادم وفات وہیں مقیم رہے۔ آپ کی قبر بھی وہیں ہے۔

امام احمد اور ابویعلی نے مرفوعاً نکالا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا جب تو مدینہ سے نکالا جائے گا تو کہاں جائے گا؟ تو انہوں نے کہا شام کے ملک میں۔ آپ نے فرمایا کہ جب وہاں سے بھی نکالا جائے گا؟ انہوں نے کہا کہ میں پھر مدینہ شریف میں آجاؤں گا آپ نے فرمایا جب پھر وہاں سے نکالا جائے گا تو کیا کرے گا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنی تلوار سنبھال لوں گا اور لڑوں گا۔ آپ نے فرمایا بہتر بات یہ ہے کہ امام وقت کی بات سن لینا اور مان لینا۔ وہ تم کو جہاں بھیجیں چلے جانا۔ چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسی ارشاد پر عمل کیا اور دم نہ مارا اور آخر دم تک ربذہ ہی میں رہے۔

جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ کی بیوی جو ساتھ تھیں اس موت غربت کا تصور کر کے رونے لگیں۔ کفن کے لئے بھی کچھ نہ تھا۔ آخر ابوذر رضی اللہ عنہ کو ایک پیش گوئی یاد آئی اور بیوی سے فرمایا کہ میری وفات کے بعد اس ٹیلے پر جا بیٹھنا قافلہ آئے گا وہی میرے کفن کا انتظام کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اچانک ایک قافلہ کے ساتھ ادھر سے گزرے اور صورت حال معلوم کر کے رونے لگے، پھر کفن دفن کا انتظام کیا۔ کفن میں اپنا عمامہ ان کو دے دیا۔ (رضی اللہ عنہ) علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وفی الحدیث من الفوائد غیر ما تقدم ان الکفار مخاطبون بفروع الشریعة لا تفاق ابی ذر ومعاویة ان الایة نزلت فی اهل الکتاب وفیه ملاطفة الائمة للعلماء فان معاویة لم یجسر علی الانکار علیه حتی کاتب من هو اعلی منه فی امره وعثمان لم یحنق علی ابی ذر مع کونه کان مخالفا له فی تاویله وفیه التحذیر من الشقاق والخروج علی الائمة والترغیب فی الطاعة لاولی الامر وامر الافضل بطاعة المفضول خشیة المفسدة وجواز الاختلاف فی الاجتهاد والاخذ بالشدة فی الامر بالمعروف وان ادی ذلك الی فراق الوطن وتقدیم دفع المفسدة علی جلب المصلحة لان فی بقاء ابی ذر بالمدینة مصلحة کبیرة من بث علمه فی طالب العلم ومع ذالك فرجح عند عثمان دفع ما یتوقع من المفسدة من الاخذ بمذهبه الشدید فی هذه المسئلة ولم یامرہ بعد ذلك بالرجوع عنه لان کلا منهما کان مجتهدا۔"

یعنی اس حدیث سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں حضرت ابوذر اور حضرت معاویہ یہاں تک متفق تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے پس معلوم ہوا کہ شریعت کے فروعی احکامات کے کفار بھی مخاطب ہیں اور اس سے یہ بھی نکلا کہ حکام اسلام کو علما کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا چاہیے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ جسارت نہیں کی کہ کھلم کھلا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کریں بلکہ یہ معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا جو اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ برحق تھے اور واقعات معلوم ہونے پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوئی سختی نہیں کی حالانکہ وہ ان کی تاویل کے خلاف تھے۔ اس سے یہ بھی نکلا کہ اہل اسلام کو باہمی نفاق و شقاق سے ڈرنا ہی چاہیے اور ائمہ برحق پر خروج نہ کرنا چاہیے بلکہ اولوالامر کی اطاعت کرنی چاہیے اور اجتہادی امور میں اس سے اختلاف کا جواز بھی ثابت ہوا اور یہ بھی کہ امر بالمعروف کرنا ہی چاہیے خواہ اس کے لئے وطن چھوڑنا پڑے اور فساد کی چیز کو دفع ہی کرنا چاہیے اگرچہ وہ نفع کے خلاف بھی ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا، اس میں بڑی مصلحت تھی کہ یہ یہاں مدینہ میں رہیں گے تو لوگ ان کے پاس بکثرت علم حاصل کرنے آئیں گے اور اس مسئلہ متنازعہ میں ان سے اسی شدت کا اثر لیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس شدت سے رجوع کرنے کا بھی حکم نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ یہ سب مجتہد تھے اور ہر مجتہد اپنے اپنے اجتہاد کا خود ذمہ دار ہے۔

خلاصۃ الکلام یہ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے زہد وتقویٰ کی بنا پر مال کے متعلق بہت شدت برتتے تھے اور وہ اپنے خیال پر اٹل تھے۔ مگر دیگر اکابر صحابہ نے آن سے اتفاق نہیں کیا اور نہ ان سے زیادہ تعرض کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود ان کی مرضی دیکھ کر ان کو ربذہ میں آباد فرمایا، باہمی ناراضگی نہ تھی جیسا کہ بعض خوارج نے سمجھا۔ تفصیل کے لئے فتح الباری کا مطالعہ کیا جائے۔

١٤٠٧۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: جَلَسْتُ؛ ح: وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِيْ قَالَ: قَالَ: حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشِّخِّيْرِ، أَنَّ الْأَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: جَلَسْتُ إِلَى مَلَإٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعَرِ وَالثِّيَابِ وَالْهَيْئَةِ، حَتَّى قَامَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: بَشِّرِ الْكَانِزِيْنَ بِرَضْفٍ يُحْمَى عَلَيْهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ، ثُمَّ يُوْضَعُ عَلَى حَلَمَةِ ثَدْيِ أَحَدِهِمْ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ نُغْضِ كَتِفِهِ، وَيُوْضَعُ عَلَى نُغْضِ كَتِفِهِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيِهِ يَتَزَلْزَلُ، ثُمَّ وَلَّى فَجَلَسَ إِلَى سَارِيَةٍ، وَتَبِعْتُهُ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ، وَأَنَا لَا أَدْرِيْ مَنْ هُوَ؟ فَقُلْتُ لَهُ: لَا أُرَى الْقَوْمَ إِلَّا قَدْ كَرِهُوا الَّذِيْ قُلْتَ. قَالَ: إِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا. [مسلم: ٢٣٠٦، ٢٣٠٧]

(١٤٠٧) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید جریری نے ابوالعلاء یزید سے بیان کیا، ان سے احنف بن قیس نے، انہوں نے کہا کہ میں بیٹھا تھا۔ (دوسری سند) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھ سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعید جریری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوالعلاء بن شخیر نے بیان کیا ان سے احنف بن قیس نے بیان کیا کہ میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں سخت بال، موٹے کپڑے اور موٹی جھوٹی حالت میں ایک شخص آیا اور کھڑے ہو کر سلام کیا اور کہا کہ خزانہ جمع کرنے والوں کو اس پتھر کی بشارت ہو جو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس کی چھاتی کی بھٹنی پر رکھ دیا جائے گا جو مونڈھے کی طرف سے پار ہو جائے گا اور مونڈھے کی پتلی ہڈی پر رکھ دیا جائے گا تو سینے کی طرف پار ہو جائے گا۔ اس طرح وہ پتھر برابر ڈھلکتا رہے گا۔ یہ کہہ کر وہ صاحب چلے گئے اور ایک ستون کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ چلا اور ان کے قریب بیٹھ گیا۔ اب تک مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون صاحب ہیں میں نے ان سے کہا میرا خیال ہے کہ آپ کی بات قوم نے پسند نہیں کی۔ انہوں نے کہا یہ سب تو بے وقوف ہیں۔

١٤٠٨۔ قَالَ لِيْ خَلِيْلِيْ۔ قَالَ۔ قُلْتُ: وَمَنْ خَلِيْلُكَ تَعْنِيْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا أَبَا ذَرٍّ! أَتُبْصِرُ أُحُدًا؟)) قَالَ: فَنَظَرْتُ إِلَى الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ وَأَنَا أُرَى أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُرْسِلُنِيْ فِيْ حَاجَةٍ لَهُ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((مَا أُحِبُّ أَنَّ لِيْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا أُنْفِقُهُ كُلَّهُ إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ)) وَإِنَّ هٰؤُلَاءِ لَا يَعْقِلُوْنَ، إِنَّمَا

(١٤٠٨) مجھ سے میرے خلیل نے کہا تھا، میں نے پوچھا کہ آپ کے خلیل کون ہیں؟ جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے: ''اے ابوذر! کیا احد پہاڑ دیکھتا ہے؟'' ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ اس وقت میں نے سورج کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ کتنا دن ابھی باقی ہے۔ کیونکہ مجھے (آپ کی بات سے) یہ خیال گزرا کہ آپ اپنے کسی کام کے لیے مجھے بھیجیں گے۔ میں نے جواب دیا: جی ہاں (احد پہاڑ میں نے دیکھا ہے) آپ نے فرمایا: ''اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو میں اس کے سوا دوست نہیں رکھتا کہ صرف تین دینار

يَجْمَعُونَ الدُّنْيَا، لَا وَاللَّهِ! لَا أَسْأَلُهُمْ دُنْيَا، وَلَا أَسْتَفْتِيهِمْ عَنْ دِينٍ، حَتَّى أَلْقَى اللَّهَ. [راجع: ١٢٣٧، ١٤٠٧]

بچا کر باقی تمام کا تمام (اللہ کے راستے میں) دے ڈالوں۔'' (ابوذر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کہ) ان لوگوں کو کچھ معلوم نہیں، یہ دنیا جمع کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں اللہ کی قسم نہ میں ان کی دنیا اس سے مانگتا ہوں اور نہ دین کا کوئی مسئلہ ان سے پوچھتا ہوں تا آنکہ میں اللہ تعالیٰ سے جاملوں۔''

تشریح: شاید تین اشرفیاں اس وقت آپ پر قرض ہوں گی یا یہ آپ کا روزانہ کا خرچ ہوگا۔ حافظ نے کہا کہ اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ مال جمع نہ کرے۔ مگر یہ اولویت پر محمول ہے کیونکہ جمع کرنے والا گو زکوٰۃ دے تب بھی اس کو قیامت کے دن حساب دینا ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ جو آئے خرچ کر ڈالے مگر اتنا بھی نہیں کہ قرآن پاک کی آیات کے خلاف ہو جس میں فرمایا: ﴿وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا﴾ (۱۷/ بنی اسرائیل: ۲۹) یعنی ''اتنے بھی ہاتھ کشادہ نہ کرو کہ تم خالی ہو کر شرمندہ اور عاجز بن کر بیٹھ جاؤ۔'' خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ ایک مسلمان کے لئے اس کے ایمان بچانے کے لئے اس کے ہاتھ مال کا ہونا مفید ہوگا۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ بعض دفعہ محتاجگی کافر بنا دیتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ درمیانی راستہ بہتر ہے۔

بَابُ إِنْفَاقِ الْمَالِ فِي حَقِّهِ

باب: اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت

١٤٠٩ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: ((لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا)). [راجع: ٧٣]

(۱۴۰۹) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے اسماعیل بن ابی خالد سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا اور ان سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے ''حسد (رشک) کرنا صرف دو ہی آدمیوں کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے۔ ایک تو اس شخص کے ساتھ جسے اللہ نے مال دیا اور اسے حق اور مناسب جگہوں میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔ دوسرے اس شخص کے ساتھ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (عقل علم قرآن وحدیث اور معاملہ فہمی) دی اور وہ اپنی حکمت کے مطابق حق فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو اسکی تعلیم دیتا ہے۔''

تشریح: امیر اور عالم ہر دو اللہ کے ہاں کے مقبول بھی ہیں اور مردود بھی۔ مقبول وہ جو اپنی دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں، زکوٰۃ اور صدقات سے مستحقین کی خبرگیری کریں اور اس بارے میں ریا نمود سے بھی بچیں، یہ مالدار اس قابل ہیں کہ ہر مسلمان کو ان جیسا مالدار بننے کی تمنا کرنی جائز ہے۔ اسی طرح عالم جو اپنے علم پر عمل کریں اور لوگوں کو علمی فیض پہنچائیں اور ریا نمود سے دور رہیں، خشیت ومحبت الٰہی کو بہر حال مقدم رکھیں، یہ عالم بھی قابل رشک ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ کہ اللہ کے لیے خرچ کرنے والوں کا بڑا درجہ ہے ایسا کہ ان پر رشک کرنا جائز ہے جبکہ عام طور پر حسد کرنا جائز نہیں مگر نیک نیتی کے ساتھ ان پر حسد کرنا جائز ہے۔

بَابُ الرِّيَاءِ فِي الصَّدَقَةِ،

باب: صدقہ میں ریاکاری کرنا

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''اے لوگو! جو ایمان لا چکے ہو اپنے

صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ﴾. [البقرة: ٢٦٤] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿صَلْدًا﴾ [البقرة: ٢٦٤] لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَقَالَ عِكْرِمَةُ: ﴿وَابِلٌ﴾ [البقرة: ٢٦٥] مَطَرٌ شَدِيْدٌ، ﴿وَالطَّلُّ﴾ النَّدَى .

صدقات کو احسان جتا کر اور (جس نے تمہارا صدقہ لیا ہے اسے) ایذا دے کر برباد نہ کرو جیسے وہ شخص (اپنے صدقات برباد کر دیتا ہے) جو لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتا (سے) اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''اور اللہ اپنے منکروں کو ہدایت نہیں کرتا۔'' (تک)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (قرآن مجید) میں لفظ صلدًا سے مراد صاف اور چکنی چیز ہے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا (قرآن مجید میں) لفظ وابل سے مراد زور کی بارش ہے اور لفظ طل سے مراد شبنم اوس ہے۔

تشریح: یہاں صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ اور صدقہ نفل یعنی خیرات ہر دو شامل ہیں۔ ریاکاری کے دخل سے ہر دو بجائے ثواب کے باعث عذاب ہوں گے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ریاکار سخی کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ تو نے ناموری کے لئے مال خرچ کیا تھا سو تیرا نام دنیا میں جواد، سخی مشہور ہو گیا اب یہاں آخرت میں تیرے لئے کیا رکھا ہے۔ ریاکار سے بدتر وہ لوگ ہیں جو غربا و مساکین پر احسان جتلاتے اور ان کو روحانی ایذا پہنچاتے ہیں۔ اس طرح کے زکوٰۃ و صدقات عنداللہ باطل ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں باب میں ان آیات ہی پر اکتفا فرمایا اور آیات میں احسان جتلانے اور ایذا دینے کو ریاکار کافروں کے صدقہ کے ساتھ تشبیہ دے کر ان کی انتہائی قباحت پر دلیل لی ہے۔ صلدا وہ صاف پتھر جس پر کچھ بھی نہ ہو "هذا مثل ضربه الله لاعمال الكفار يوم القيمة بقول لا يقدرون على شيء مما كسبوا يومئذ كما ترك هذا المطر الصفا نقيا ليس عليه شيء-" یعنی یہ مثال اللہ نے کافروں کے لئے بیان فرمائی کہ قیامت کے دن ان کے اعمال کالعدم ہو جائیں گے اور وہ وہاں کچھ بھی نہ پا سکیں گے جیسا کہ بارش نے اس پتھر کو صاف کر دیا۔

بَابٌ: لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ، وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

باب: اللہ تعالیٰ چوری کے مال میں سے خیرات نہیں قبول کرتا اور وہ صرف پاک کمائی سے قبول کرتا ہے

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَآ اَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ﴾ [البقرة: ٢٦٣]

کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ ''بھلی بات کرنا اور فقیر کی سخت باتوں کو معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے نتیجہ میں (اس شخص کو جسے صدقہ دیا گیا ہے) اذیت دی جائے کہ اللہ بڑا بے نیاز نہایت بردبار ہے۔''

تشریح: اس آیت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مطلب یوں نکالا کہ جب چور چوری کے مال میں سے خیرات کرے گا تو جن لوگوں پر خیرات کرے گا ان کو جب اس کی خبر ہوگی تو وہ رنجیدہ ہوں گے، ان کو ایذا ہوگی۔

بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

باب: حلال کمائی میں سے صدقہ قبول ہوتا ہے

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو

الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [البقرة: ٢٧٦، ٢٧٧]

بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں کرتا وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی، انہیں ان اعمال کا ان کے پروردگار کے یہاں ثواب ملے گا اور نہ انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

١٤١٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ- هُوَ ابْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ دِينَارٍ- عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ. وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ . فَإِنَّ اللَّهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ)) تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ عَنِ ابْنِ دِينَارٍ.

(۱۴۱۰) ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے ابوالنضر سالم بن ابی امیہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابوصالح نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس میں زیادتی کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے تا آنکہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' عبدالرحمٰن کے ساتھ اس روایت کی متابعت سلیمان نے عبداللہ بن دینار کی روایت سے کی ہے۔

وَقَالَ وَرْقَاءُ: عَنِ ابْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ مُسْلِمُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ وَسُهَيْلٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفه في: ٧٤٣٠]

اور ورقاء نے ابن دینار سے کہا، ان سے سعید بن یسار نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے اور اس کی روایت مسلم بن ابی مریم، زید بن اسلم اور سہیل نے ابوصالح سے کی، ان سے ابوہریرہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے۔

تشریح: حدیث میں ہے کہ اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں یعنی ایسا نہیں کہ اس کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے قوت میں کم ہو۔ جیسے مخلوقات کا ہوا کرتا ہے۔ اہلحدیث اس قسم کی آیتوں اور حدیثوں کی تاویل نہیں کرتے اور ان کو ان کے ظاہری معنی پر محمول رکھتے ہیں۔ سلیمان کی روایت مذکورہ کو خود مؤلف نے اور ابوعوانہ نے وصل کیا۔ اور ورقاء کی روایت کو امام بیہقی اور ابوبکر شافعی نے اپنے فوائد میں اور مسلم کی روایت کو قاضی یوسف بن یعقوب نے کتاب الزکوٰۃ میں اور زید بن اسلم اور سہیل کی روایتوں کو امام مسلم نے وصل کیا۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قال اهل العلم من اهل السنة والجماعة نؤمن بهذه الاحاديث ولا نتوهم فيها تشبيها ولا نقول كيف." یعنی اہل سنت والجماعت کے جملہ اہل علم کا قول ہے کہ ہم بلاچوں وچرا ان احادیث پر ایمان لاتے ہیں اور اس میں تشبیہ کا وہم نہیں کرتے اور نہ ہم کیفیت کی بحث میں جاتے ہیں۔

بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الرَّدِّ

باب: صدقہ اس زمانے سے پہلے کہ اس کا لینے

والا کوئی باقی نہ رہے گا

١٤١١ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ ابْنَ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((تَصَدَّقُوْا فَإِنَّهُ يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ، فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ: لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيْهَا)). [طرفاه في: ١٤٢٤، ٧١٢٠]

[مسلم: ٢٣٣٧؛ نسائي: ٢٥٥٤]

(۱۴۱۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معبد بن خالد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ ''میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ صدقہ کرو، ایک ایسا زمانہ بھی تم پر آنے والا ہے جب ایک شخص اپنے مال کا صدقہ لے کر نکلے گا اور کوئی اسے قبول کرنے والا نہیں پائے گا۔''

تشریح: جس کے پاس صدقہ لے کر جائے گا وہ یہ جواب دے گا کہ اگر تم کل اسے لائے ہوتے تو میں قبول کر لیتا۔ آج تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ قیامت کے قریب زمین کی ساری دولت باہر نکل آئے گی اور لوگ کم رہ جائیں گے۔ ایسی حالت میں کسی کو مال کی حاجت نہ ہوگی۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کو غنیمت جانو جب تم میں محتاج لوگ موجود ہیں اور جتنی ہو سکے خیرات دو۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ قیامت کے قریب ایسے جلد جلد انقلاب ہوں گے کہ آج آدمی محتاج ہے کل امیر ہوگا۔ آج اس دور میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔ ساری روئے زمین پر ایک طوفان برپا ہے مگر وہ زمانہ ابھی دور ہے کہ لوگ زکوٰۃ وصدقات لینے والے باقی نہ رہیں۔

١٤١٢ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ، حَتَّى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ، وَحَتَّى يَعْرِضَهُ فَيَقُوْلَ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ: لَا أَرَبَ [لِي])). [راجع: ٨٥]

(۱۴۱۲) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن ہرمز اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت آنے سے پہلے مال ودولت کی اس قدر کثرت ہو جائے گی اور لوگ اس قدر مالدار ہو جائیں گے کہ اس وقت صاحب مال کو اس کی فکر ہوگی کہ اس کی زکوٰۃ کون قبول کرے اور اگر کسی کو دینا بھی چاہے گا تو اس کو یہ جواب ملے گا کہ مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔''

تشریح: قیامت کے قریب جب زمین اپنے خزانے اگل دے گی، تب یہ حالت پیش آئے گی۔

١٤١٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيْلُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعْدَانُ ابْنُ بِشْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُجَاهِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيفَةَ الطَّائِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ ابْنَ حَاتِمٍ يَقُوْلُ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ

(۱۴۱۳) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعاصم نبیل نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں سعدان بن بشر نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابومجاہد سعد طائی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محل بن خلیفہ طائی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھا کہ دو شخص آئے، ایک فقر وفاقہ کی

فَجَاءَهُ رَجُلَانِ: أَحَدُهُمَا يَشْكُو الْعَيْلَةَ، وَالْآخَرُ يَشْكُو قَطْعَ السَّبِيلِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَمَّا قَطْعُ السَّبِيلِ فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكَ إِلَّا قَلِيلٌ حَتَّى تَخْرُجَ الْعِيرُ إِلَى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيرٍ، وَأَمَّا الْعَيْلَةُ فَإِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُومُ حَتَّى يَطُوفَ أَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ، لَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا مِنْهُ، ثُمَّ لَيَقِفَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ، وَلَا تُرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ، ثُمَّ لَيَقُولَنَّ لَهُ: أَلَمْ أُوتِكَ مَالاً؟ فَلَيَقُولَنَّ: بَلَى. ثُمَّ لَيَقُولَنَّ: أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْكَ رَسُولاً؟ فَلَيَقُولَنَّ: بَلَى. فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ، ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ، فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ)). [أطرافه في: ١٤١٧، ٣٥٩٥، ٦٠٢٣، ٦٥٣٩، ٦٥٤٠، ٦٥٦٣، ٧٤٤٣، ٧٥١٢] [مسلم: ٢٣٤٧]

شکایت لیے ہوئے تھا اور دوسرے کو راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی شکایت تھی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جہاں تک راستوں کے غیر محفوظ ہونے کا تعلق ہے تو بہت جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک قافلہ مکہ سے محافظ کے بغیر نکلے گا۔ (اور اسے راستے میں کوئی خطرہ نہ ہوگا) اور رہا فقر وفاقہ تو قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک (مال ودولت کی کثرت کی وجہ سے یہ حال نہ ہو جائے کہ) ایک شخص اپنا صدقہ لے کر تلاش کرے لیکن کوئی اسے لینے والا نہ ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک شخص اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہ ہوگا اور نہ ترجمانی کے لیے کوئی ترجمان ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیا میں نے تجھے دنیا میں مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا میں نے تیرے پاس پیغمبر نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں بھیجا تھا۔ پھر وہ شخص اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو آگ کے سوا اور کچھ نظر نہیں آئے گا پھر بائیں طرف دیکھے گا اور ادھر بھی آگ ہی آگ ہوگی۔ پس تمہیں جہنم سے ڈرنا چاہیے خواہ ایک کھجور کے ٹکڑے ہی (کا صدقہ کرکے اس سے اپنا بچاؤ کر سکو) اگر یہ بھی میسر نہ آ سکے تو اچھی بات ہی منہ سے نکالے۔“

تشریح: یہ بھی ایک بڑا صدقہ ہے یعنی اگر خیرات نہ دے تو اس کو نرمی سے ہی جواب دے کہ اس وقت میں مجبور ہوں، معاف کرو، جھڑکنا جھگڑنا منع ہے۔ ترجمان وہ ہے جو ترجمہ کر کے بندے کا کلام اللہ سے عرض کرے اور اللہ کا ارشاد بندے کو سنائے بلکہ خود اللہ پاک کلام فرمائے گا۔ اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ اللہ کے کلام میں آواز اور حروف نہیں، اگر آواز اور حروف نہ ہوں تو بندہ سنے گا کیسے اور سمجھے گا کیسے۔ (وحیدی)

اس حدیث میں یہ پیش گوئی بھی ہے کہ ایک دن عرب میں امن وامان عام ہوگا، چور ڈاکو عام طور پر ختم ہو جائیں گے، یہاں تک کہ قافلے مکہ شریف سے (خفیر) کے بغیر نکلا کریں گے۔ خفیر اس شخص کو کہا جاتا تھا جو عرب میں ہر ہر قبیلہ کے قافلہ کے ساتھ سفر کر کے اپنے قبیلہ کی سرحد امن وعافیت کے ساتھ پار کرا دیتا تھا وہ راستہ بھی بتلاتا اور لوٹ مار کرنے والوں سے بھی بچاتا تھا۔

آج اس چودھویں صدی میں حکومت عربیہ سعودیہ نے حرمین کو امن کا اس قدر گہوارہ بنا دیا ہے کہ مجال نہیں کوئی کسی پر دست اندازی کر سکے۔ اللہ پاک اس حکومت کو قائم دائم رکھے اور حاسدین ومعاندین کے اوپر اس کو ہمیشہ غلبہ عطا فرمائے۔ آمین

١٤١٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ

(۱۴۱۴) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواسامہ (حماد بن اسامہ) نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے برید بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”لوگوں پر ضرور ایک زمانہ ایسا آ جائے گا

الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ، وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً، يَلُذْنَ بِهِ، مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ)).

[مسلم: ۲۳۳۸]

کہ ایک شخص سونے کا صدقہ لے کر نکلے گا لیکن کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا اور یہ بھی ہوگا کہ ایک مرد کی پناہ میں چالیس چالیس عورتیں ہو جائیں گی کیونکہ مردوں کی کمی ہو جائے گی اور عورتوں کی زیادتی ہوگی۔"

تشریح: قیامت کے قریب یا تو عورتوں کی پیدائش بڑھ جائے گی، مرد کم پیدا ہوں گے یا لڑائیوں کی کثرت سے مردوں کی قلت ہو جائے گی۔ ایسا کئی دفعہ ہو چکا ہے۔

بَابٌ: اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَالْقَلِيلِ مِنَ الصَّدَقَةِ

باب: اس بارے میں کہ جہنم کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے یا کسی معمولی سے صدقہ کے ذریعے ہو

﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ تَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ﴾ [البقرة: ۲٦٥، ۲٦٦]

(قرآن مجید میں ہے) ﴿ومثل الّذین ینفقون اموالھم﴾ "ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔" سے فرمان باری ﴿من کلّ الثمرات﴾ تک۔

تشریح: یہ آیت سورۂ بقرہ کے رکوع ۳٦ میں ہے۔ اس آیت اور حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ صدقہ تھوڑا ہو یا بہت ہر طرح اس پر ثواب ملے گا کیونکہ آیت میں مطلق ﴿اَمْوَالَهُمْ﴾ کا ذکر ہے جو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے۔

١٤١٥ـ حَدَّثَنَا أَبُو قُدَامَةَ عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ هُوَ الْحَكَمُ ابْنُ عَبْدِاللَّهِ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيْرٍ، فَقَالُوْا: مُرَاءٍ، وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوْا: إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هَذَا، فَنَزَلَتْ: ﴿وَالَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ الآيَةَ.
[التوبة:۷۹] [أطرافه في: ١٤١٦، ٢٢٧٣،

(۱۴۱۵) ہم سے ابو قدامہ عبید اللہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو النعمان حکم بن عبد اللہ بصری نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ بن حجاج نے بیان کیا، ان سے سلیمان اعمش نے، ان سے وائل نے اور ان سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم بوجھ ڈھونے کا کام کیا کرتے تھے (تاکہ اس طرح جو مزدوری ملے اسے صدقہ کر دیا جائے) اسی زمانہ میں ایک شخص (عبد الرحمن بن عوف) آیا اور اس نے صدقہ کے طور پر کافی چیزیں پیش کیں۔ اس پر لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ یہ آدمی ریاکار ہے۔ پھر ایک شخص (ابو عقیل نامی) آیا اور اس نے صرف ایک صاع کا صدقہ کیا۔ اس کے بارے میں لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو ایک صاع صدقہ کی کیا حاجت ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "وہ لوگ جو مومنوں پر عیب لگاتے ہیں، جو صدقہ زیادہ دیتے ہیں اور ان پر

بھی جو محنت سے کما کر لاتے ہیں۔ (اور کم صدقہ کرتے ہیں)'' آخر تک۔ [مسلم: ۲۳۵۵، ۲۳۵۶؛ نسائي: ۲۵۲۸، ۲۵۲۹؛ ابن ماجه: ٤١٥٥]

تشریح: یہ طعنہ مارنے والے کم بخت منافقین تھے، ان کو کسی طرح چین نہ تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنا آدھا مال آٹھ ہزار درہم صدقہ کر دیئے تو ان کو ریاکار کہنے لگے۔ ابو عقیل رضی اللہ عنہ بچارے غریب آدمی نے محنت مزدوری سے کمائی کر کے ایک صاع کھجور اللہ کی راہ میں دی تو اس پر ٹھٹھا مارنے لگے کہ اللہ کو اس کی احتیاج نہ تھی۔

ارے مردود! اللہ کو تو کسی چیز کی احتیاج نہیں۔ آٹھ ہزار کیا آٹھ کروڑ بھی ہوں تو اس کے آگے بے حقیقت ہیں وہ دل کی نیت کو دیکھتا ہے۔ ایک صاع کھجور بھی بہت ہے۔ ایک کھجور بھی کوئی خلوص کے ساتھ حلال مال سے دے تو وہ اللہ کے نزدیک مقبول ہے۔ انجیل شریف میں ہے کہ ایک بڑھیا نے خیرات میں ایک دمڑی دی۔ لوگ اس پر ہنسے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس بڑھیا کی خیرات تم سے بڑھ کر ہے۔ (وحیدی)

١٤١٦ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوْقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيْبُ الْمُدَّ، وَإِنَّ لِبَعْضِهِمُ الْيَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ. [راجع: ١٤١٥]

(۱۴۱۶) ہم سے سعید بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے شقیق نے اور ان سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ہم میں سے بہت سے بازار جا کر بوجھ اٹھانے کی مزدوری کرتے اور اس طرح ایک مد (غلہ یا کھجور وغیرہ) حاصل کرتے۔ (جسے صدقہ کر دیتے) لیکن آج ہم میں سے بہت سوں کے پاس لاکھ لاکھ (درہم یا دینار) موجود ہیں۔

١٤١٧ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَعْقِلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ)). [راجع: ١٤١٣]

(۱۴۱۷) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا اور ان سے ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن معقل سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ ''جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی۔'' (مگر ضرور صدقہ کر کے دوزخ کی آگ سے بچنے کی کوشش کرو)۔

تشریح: ان ہر دو احادیث سے صدقہ کی فضیلت ظاہر ہے اور یہ بھی کہ دور اول میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جبکہ وہ خود نہایت تنگی کی حالت میں تھے، اس پر بھی ان کو صدقہ خیرات کا کس درجہ شوق تھا کہ خود مزدوری کرتے، بازار میں قلی بنتے، کھیت مزدوروں میں کام کرتے، پھر جو حاصل ہوتا اس میں غربا و مساکین مسلمانوں کی امداد کرتے۔ اہل اسلام میں یہ جذبہ اس چیز کا بین ثبوت ہے کہ اسلام نے اپنے پیروکاروں میں بنی نوع انسان کے لئے ہمدردی و سلوک کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ قرآن مجید کی آیت: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (۳/آل عمران:۹۲) میں اللہ پاک نے رغبت دلائی کہ صدقہ و خیرات میں گھٹیا چیز نہ دو بلکہ پیاری سے پیاری چیزوں کا صدقہ کرو۔ برخلاف اس کے کہ بخیل کی حد درجہ مذمت کی گئی اور بتلایا کہ بخیل جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔ یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جن کا حال آپ نے سنا پھر اللہ نے اسلام کی برکت سے ان کو اس قدر بڑھایا کہ لاکھوں کے مالک بن گئے۔

حدیث ((ولو بشق تمرة)) مختلف لفظوں میں مختلف طرق سے وارد ہوئی ہے۔ طبرانی میں ہے: ''اجعلوا بينكم وبين النار حجابا ولو

بشق تمرة۔" اور دوزخ کے درمیان صدقہ کر کے حجاب پیدا کرو اگرچہ وہ صدقہ ایک کھجور کی پھانک ہی سے ہو۔ نیز مسند احمد میں یوں ہے "لیتق احدکم وجهه بالنار ولو بشق تمرة۔" یعنی تم کو اپنا چہرہ آگ سے بچانا چاہیے جس کا واحد ذریعہ صدقہ ہے اگرچہ وہ آدھی کھجور ہی سے کیوں نہ ہو۔ اور مسند احمد ہی میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں ہے کہ آپ نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خطاب فرمایا: "یا عائشة استتری من النار ولو بشق تمرة الحدیث۔" یعنی "اے عائشہ! دوزخ سے پردہ کرو چاہے وہ کھجور کی ایک پھانک ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو۔"

آخر میں علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وفی الحدیث الحث علی الصدقة بما قل وما جل وان لا یحتقر ما یتصدق به وان الیسیر من الصدقة یستر المتصدق من النار۔" (فتح الباری) یعنی حدیث میں ترغیب ہے کہ تھوڑا ہو یا زیادہ صدقہ بہرحال کرنا چاہیے اور تھوڑے صدقہ کو حقیر نہ جاننا چاہیے کہ تھوڑے سے تھوڑا صدقہ متصدق کے لئے دوزخ سے حجاب بن سکتا ہے۔

١٤١٨ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَتِ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا، فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا، وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْنَا، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ)). [طرفه في: ٥٩٩٥]

[مسلم: ٦٦٩٣؛ ترمذي: ١٩١٥]

(١٤١٨) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے مانگتی ہوئی آئی۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا اس وقت اور کچھ نہ تھا میں نے وہی دے دی۔ وہ ایک کھجور اس نے اپنی دونوں بچیوں میں تقسیم کر دی اور خود نہیں کھائی۔ پھر وہ اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "جس نے ان بچیوں کی وجہ سے خود کو معمولی سی بھی تکلیف میں ڈالا تو بچیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے آڑ بن جائیں گی۔"

تشریح: اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ اس عورت نے ایک کھجور کے دو ٹکڑے کر کے اپنی دونوں بیٹیوں کو دے دیئے جو نہایت قلیل صدقہ ہے اور باوجود اسکے نبی کریم ﷺ نے اس کو دوزخ سے بچاؤ کی بشارت دی۔ میں کہتا ہوں اس تکلف کی حاجت نہیں۔ باب میں دو مضمون تھے ایک تو کھجور کا ٹکڑا دے کر دوزخ سے بچنا، دوسرے قلیل صدقہ دینا۔ تو عدی کی حدیث سے پہلا مطلب ثابت ہو گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے دوسرا مطلب۔ انہوں نے بہت قلیل صدقہ دیا یعنی ایک کھجور۔ (وحیدی)

اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صدقہ خیرات کے لئے حرص بھی ثابت ہوئی اور یہ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد تھا: "لا یرجع من عندك سائل ولو بشق تمرة رواه البزار من حدیث ابی هریرة۔" (فتح) یعنی تمہارے پاس سے کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ جانا چاہیے۔ اگرچہ کھجور کی آدھی پھانک ہی کیوں نہ ہو۔

بَابُ فَضْلِ صَدَقَةِ الشَّحِيحِ الصَّحِيحِ

باب: کون سا صدقہ افضل ہے اور تندرستی اور مال کی خواہش کے زمانہ میں صدقہ دینا

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَأَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ

أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ إِلَى آخِرِهَا [المنافقون:

کرو اس سے پہلے کہ تم کو موت آ جائے۔''

١٠] وَقَوْلِهِ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ﴾ الْآيَةَ. [البقرة: ٢٥٤]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن (قیامت) آ جائے جب نہ خرید وفروخت ہوگی نہ دوستی اور نہ شفاعت......'' الآیۃ

تشریح: ان دونوں آیتوں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ صدقہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے ایسا نہ ہو کہ موت آن دبوچے۔ اس وقت کف افسوس ملتا رہے کہ اگر میں اور جیتا تو صدقہ دیتا۔ یہ کرتا وہ کرتا۔ باب کا مطلب بھی قریب قریب یہی ہے۔ (وحیدی)

١٤١٩ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ: ((أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ، تَخْشَى الْفَقْرَ، وَتَأْمُلُ الْغِنَى، وَلَا تُمْهِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ، قُلْتَ: لِفُلَانٍ كَذَا، وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ)). [طرفه: ٢٧٤٨] [مسلم: ٢٣٨٢، ٢٣٨٣، ٢٣٨٤؛ نسائي: ٢٥٤١، ٣٦١٣]

(۱۴۱۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمارہ بن قعقاع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوزرعہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ! کس طرح کے صدقہ میں سب سے زیادہ ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس صدقہ میں جسے تم صحت کے ساتھ بخل کے باوجود کرو۔ تمہیں ایک طرف تو فقیری کا ڈر ہو اور دوسری طرف مالدار بننے کی تمنا اور امید ہو اور (اس صدقہ خیرات میں) ڈھیل نہ ہونی چاہیے کہ جب جان حلق تک آ جائے تو اس وقت تو کہنے لگے کہ فلاں کے لیے اتنا اور فلاں کے لیے اتنا حالانکہ وہ تو اب فلاں کا ہو چکا۔''

تشریح: حدیث میں ترغیب ہے کہ تندرستی کی حالت میں جب کہ مال کی محبت بھی دل میں موجود ہو، صدقہ وخیرات کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہیے نہ کہ جب موت قریب آ جائے اور جان حلقوم میں پہنچ جائے۔ مگر یہ شریعت کی مہربانی ہے کہ آخر وقت تک بھی جب کہ ہوش وحواس قائم ہوں، مرنے والوں کو تہائی مال کی وصیت کرنا جائز قرار دیا ہے، ورنہ اب وہ مال تو مرنے والے کی بجائے وارثوں کا ہو چکا ہے۔ پس عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ تندرستی میں حسب توفیق صدقہ وخیرات میں جلدی کرنی چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

بَابٌ

باب

١٤٢٠ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوقًا؟ قَالَ: ((أَطْوَلُكُنَّ يَدًا)) فَأَخَذُوا قَصَبَةً يَذْرَعُونَهَا، فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا،

(۱۴۲۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا، ان سے فراس بن یحییٰ نے، ان سے شعبی نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ کی بعض بیویوں نے آپ سے پوچھا کہ سب سے پہلے ہم میں آخرت میں آپ سے کون جا کر ملے گی تو آپ نے فرمایا: ''جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہو گا۔'' اب ہم نے لکڑی سے ناپنا شروع کر دیا تو سودہ رضی اللہ عنہا سب سے لمبے ہاتھ

فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَتْ طُوْلَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ، وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لُحُوقًا بِهِ ﷺ، وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ. [نسائي: ٢٥٤٠]

والی نکلیں۔ ہم نے بعد میں (زینب رضی اللہ عنہا کی وفات پر) سمجھا کہ لمبے ہاتھ والی ہونے سے آپ کی مراد صدقہ زیادہ کرنے والی سے تھی۔ اور وہ ہم سب سے پہلے نبی کریم ﷺ سے جا کر ملیں، صدقہ کرنا آپ کو بہت محبوب تھا۔

تشریح: اکثر علمانے کہا کہ طول یدھا اور کانت کی ضمیروں میں سے حضرت زینب مراد ہیں مگر ان کا ذکر اس روایت میں نہیں ہے۔ کیونکہ اس امر سے اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بیویوں میں سے سب سے پہلے حضرت زینب کا ہی انتقال ہوا تھا۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں جو روایت کی ہے اس میں ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی صراحت ہے اور یہاں بھی اس روایت میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نام آیا ہے اور یہ مشکل ہے اور ممکن ہے یوں جواب دینا کہ جس جلسہ میں یہ سوال نبی کریم ﷺ سے ہوا تھا وہاں حضرت زینب موجود نہ ہوں اور جتنی بیویاں وہاں موجود تھیں، ان سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ مگر ابن حبان کی روایت میں یوں ہے کہ اس وقت آپ کی سب بیویاں موجود تھیں، کوئی باقی نہ رہی تھی اس حالت میں یہ احتمال بھی نہیں چل سکتا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قال لنا محمد بن عمر يعني الواقدي هذا الحديث وهل في سودة وانما هو في زينب بنت جحش فهي اول نسائه به لحوقا وتوفيت في خلافة عمر وبقيت سودة الى ان توفيت في خلافة معاوية في شوال سنة اربع وخمسين قال ابن بطال هذا الحديث سقط منه ذكر زينب لاتفاق اهل السير على ان زينب اول من مات من ازواج النبي ﷺ يعني ان الصواب وكانت زينب اسرعنا الخ ولكن يعكر على هذا التاويل تلك الروايات المتقدمة المصرح فيها بان الضمير لسودة وقرأت بخط الحافظ ابى على الصدفى ظاهر هذا اللفظ ان سودة كانت اسرع وهو خلاف المعروف عند اهل العلم ان زينب اول من مات من الازواج ثم نقله عن مالك من روايته عن الواقدى قال يقويه رواية عائشة بنت طلحة وقال ابن الجوزى هذا الحديث غلط من بعض الرواة۔ والعجب من البخارى كيف لم ينبه عليه لا اصحاب التعاليق ولا علم بفساد ذلك الخطابى فانه فسره وقال لحوق سودة به من اعلام النبوة وكل ذلك وهم وانما هى زينب فانها كانت اطولهن يدا بالعطاء كما رواه مسلم من طريق عائشة بنت طلحة عن عائشة فكانت كان اطولنا يدا زينب لانها كانت تعمل وتتصدق وفي رواية كانت زينب امراة صناعة باليد وكانت تدبغ وتخرز وتصدق فى سبيل الله۔"

یعنی ہم سے واقدی نے کہا کہ اس حدیث میں راوی سے بھول ہوگئی ہے۔ درحقیقت سب سے پہلے انتقال کرنے والی زینب ہی ہیں جن کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ ۵۴ھ میں ہوا ہے۔ ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث میں حضرت زینب کا ذکر ساقط ہوگیا ہے۔ کیونکہ اہل سیر کا اتفاق ہے کہ امہات المؤمنین میں سب سے پہلے انتقال کرنے والی خاتون حضرت زینب بنت جحش ہی ہیں اور جن روایتوں میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نام آیا ہے ان میں راوی سے بھول ہوگئی۔ ابن جوزی نے کہا کہ اس میں بعض راویوں نے غلطی سے حضرت سودہ کا نام لے دیا ہے اور تعجب ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو اس پر اطلاع نہ ہوسکی اور نہ ان اصحاب تعالیق کو جنہوں نے یہاں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نام لیا ہے اور وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی ہیں جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہم میں سب سے زیادہ دراز ہاتھ والی (یعنی صدقہ خیرات کرنے والی) حضرت زینب تھیں۔ وہ سوت کاتا کرتی تھیں اور دیگر محنت مشقت دباغت وغیرہ کر کے پیسہ حاصل کرتیں اور فی سبیل اللہ صدقہ خیرات کیا کرتی تھیں۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ناپ کے لحاظ سے حضرت سودہ کے ہاتھ دراز تھے، ازواج النبی ﷺ نے شروع میں یہی سمجھا کہ دراز ہاتھ والی بیوی کا انتقال پہلے ہونا چاہیے۔ مگر جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو ظاہر ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ کی مراد ہاتھوں کا دراز ہونا نہ تھی بلکہ صدقہ وخیرات کرنے والے ہاتھ مراد تھے اور یہ سبقت حضرت زینب کو حاصل تھی، پہلے انہی کا انتقال ہوا، مگر بعض راویوں نے اپنی لاعلمی کی

وجہ سے یہاں حضرت سودہ کا نام لے دیا۔ بعض علما نے یہ تطبیق بھی دی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جس وقت یہ ارشاد فرمایا تھا اس مجمع میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نہ تھیں، آپ نے اس وقت کی حاضر ہونے والی بیویوں کے بارے میں فرمایا اور ان میں سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا مگر اس تطبیق پر بھی کلام کیا گیا ہے۔

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: "والحديث يوهم ظاهره ان اول من ماتت من امهات المؤمنين بعد وفاته ﷺ سودة وليس كذالك فتامل ولا تعجل فى هذا المقام فانه من مزالق الاقدام۔" (شرح تراجم ابواب بخاری)

بَابُ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ

باب: سب کے سامنے صدقہ کرنا جائز ہے

وَقَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾. [البقرة: ٢٧٤]

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ بقرہ میں) فرمایا کہ "جو لوگ اپنے مال خرچ کرتے ہیں رات میں اور دن میں پوشیدہ طور پر اور ظاہر، ان سب کا ان کے رب کے پاس ثواب ملے گا، انہیں کوئی ڈر نہیں ہوگا اور نہ انہیں کسی قسم کا غم ہوگا۔"

تشریح: اس آیت سے علانیہ خیرات کرنے کا جواز نکلا۔ گو پوشیدہ خیرات کرنا بہتر ہے کیونکہ اس میں ریا کا اندیشہ نہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اتری۔ ان کے پاس چار اشرفیاں تھیں۔ ایک دن کو دی، ایک رات کو دی، ایک علانیہ، ایک چھپ کر۔ (وحیدی)

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے مضمون باب کو مدلل کرنے کے لیے صرف آیت قرآنی کا نقل کرنا کافی سمجھا۔ جن میں ظاہر لفظوں میں باب کا مضمون موجود ہے۔

بَابُ صَدَقَةِ السِّرِّ

باب: چھپ کر خیرات کرنا افضل ہے

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ)) وَقَوْلُهُ: ﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّاهِيَ، وَإِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ الآيَةَ ﴿وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ [البقرة: ٢٧١].

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ "ایک شخص نے صدقہ کیا اور اسے اس طرح چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اگر تم صدقہ کو ظاہر کر دو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر پوشیدہ طور پر دو اور فقراء کو دو تو یہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور تمہارے گناہ مٹا دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح خبردار ہے۔"

تشریح: یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے مضمون باب کو ثابت کرنے کے لیے حدیث نبوی اور آیت قرآنی ہر دو سے استدلال فرمایا، مقصد ریا کاری سے بچنا ہے۔ اگر اس سے دور رہ کر صدقہ دیا جائے تو ظاہر ہو یا پوشیدہ ہر طرح سے درست ہے اور اگر ریا کا ایک شائبہ بھی نظر آئے تو پھر اتنا پوشیدہ دیا جائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ اگر صدقہ خیرات زکوۃ میں ریا نمود کا کچھ دخل ہوا تو وہ صدقہ و خیرات و زکوۃ مالدار کے لیے الٹا وبال جان ہو جائے گا۔

بَابٌ: إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

باب: اگر لاعلمی میں کسی نے مالدار کو صدقہ دے دیا (تو اس کو ثواب مل جائے گا)

١٤٢١ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((قَالَ رَجُلٌ: لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلَى سَارِقٍ. فَقَالَ: اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ. فَقَالَ: اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ، لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيٍّ. فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، عَلَى سَارِقٍ وَعَلَى زَانِيَةٍ وَعَلَى غَنِيٍّ فَأُتِيَ فَقِيْلَ لَهُ: أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ، وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا، وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَعْتَبِرَ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ)). [نسائي: ٢٥٢٢]

(۱۴۲۱) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ایک شخص نے (بنی اسرائیل میں سے) کہا کہ مجھے ضرور صدقہ (آج رات) دینا ہے۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور (ناواقفی سے) ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آج رات کسی نے چور کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ دوبارہ صدقہ لے کر نکلا اور اس مرتبہ ایک فاحشہ کے ہاتھ میں دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو پھر لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج رات کسی نے فاحشہ عورت کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے، میں زانیہ کو اپنا صدقہ دے آیا۔ اچھا آج رات پھر ضرور صدقہ نکالوں گا۔ چنانچہ اپنا صدقہ لیے ہوئے وہ پھر نکلا اور اس مرتبہ ایک مالدار کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں کی زبان پر ذکر تھا کہ ایک مالدار کو کسی نے صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! حمد تیرے ہی لیے ہے (میں اپنا صدقہ لاعلمی سے) چور، فاحشہ اور مالدار کو دے آیا۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) بتایا گیا کہ جہاں تک چور کے ہاتھ میں صدقہ چلے جانے کا سوال ہے۔ تو اس میں اس کا امکان ہے کہ وہ چوری سے رک جائے۔ اسی طرح فاحشہ کو صدقہ کا مال مل جانے پر اس کا امکان ہے کہ وہ زنا سے رک جائے اور مالدار کے ہاتھ میں پڑ جانے کا یہ فائدہ ہے کہ اسے عبرت ہو اور پھر جو اللہ عزوجل نے اسے دیا ہے، وہ خرچ کرے۔"

تشریح: اس حدیث میں بنی اسرائیل کے ایک سخی کا ذکر ہے جو صدقہ خیرات تقسیم کرنے کی نیت سے رات کو نکلا مگر اس نے لاعلمی میں پہلی رات میں اپنا صدقہ ایک چور کے ہاتھ پر رکھ دیا اور دوسری رات میں ایک فاحشہ عورت کو دے دیا اور تیسری شب میں ایک مالدار کو دے دیا، جو مستحق نہ تھا۔ یہ سب کچھ لاعلمی میں ہوا۔ بعد میں جب یہ واقعات اس کو معلوم ہوئے تو اس نے اپنی لاعلمی کا اقرار کرتے ہوئے اللہ کی حمد بیان کی گویا یہ کہا: " اللهم لك الحمد اى لالي ان صدقتي وقعت بيد من لا يستحقها فلك الحمد حيث كان ذلك بارادتك اى لا بارادتى فان ارادة الله كلها جميلة۔" یعنی یا اللہ! حمد تیرے لیے ہی ہے نہ کہ میرے لیے۔ میرا صدقہ غیر مستحق کے ہاتھ میں پہنچ گیا پس حمد تیرے ہی لیے ہے۔ اس لیے کہ یہ تیرے ہی ارادے سے ہوا نہ کہ میرے ارادے سے اور اللہ پاک جو بھی چاہے اور وہ جو ارادہ کرے وہ سب بہتر ہی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب یہ ہے کہ ان حالات میں اگر چہ وہ صدقہ غیر مستحق کو مل گیا مگر عنداللہ وہ قبول ہو گیا۔ حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ ناواقفی سے اگر غیر مستحق کو صدقہ دے دیا جائے تو اسے اللہ بھی قبول کر لیتا ہے اور دینے والے کو ثواب مل جاتا ہے۔

لفظ صدقہ میں نفلی صدقہ اور فرضی صدقہ یعنی زکوٰۃ ہر دو داخل ہیں۔

اسرائیلی سخی کو خواب میں بتلایا گیا یا ہاتف غیب نے خبر دی یا اس زمانہ کے پیغمبر نے اس سے کہا کہ جن غیر مستحقین کو تو نے غلطی سے صدقہ دے دیا، شاید وہ اس صدقہ سے عبرت حاصل کر کے اپنی غلطیوں سے باز آ جائیں۔ چور چوری سے اور زانیہ زنا سے رک جائے اور مالدار کو خود اسی طرح خرچ کرنے کی رغبت ہو۔ ان صورتوں میں تیرا صدقہ تیرے لیے بہت کچھ موجب اجر و ثواب ہو سکتا ہے۔ هذا هو المراد۔

بَابٌ: إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهِ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

باب: اگر باپ ناواقفی سے اپنے بیٹے کو خیرات دے دے کہ اس کو معلوم نہ ہو؟

١٤٢٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْجُوَيْرِيَةِ، أَنَّ مَعْنَ ابْنَ يَزِيدَ حَدَّثَهُ قَالَ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَا وَأَبِي وَجَدِّي وَخَطَبَ عَلَيَّ فَأَنْكَحَنِي وَخَاصَمْتُ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبِي يَزِيدُ أَخْرَجَ دَنَانِيرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ: وَاللَّهِ! مَا إِيَّاكَ أَرَدْتُ، فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيدُ، وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ!)).

(۱۴۲۲) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسرائیل بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو جویریہ (حطان بن خفاف) نے بیان کیا کہ معن بن یزید نے ان سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے والد اور دادا (اخنس بن حبیب) نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ آپ نے میری منگنی بھی کرائی اور آپ ہی نے نکاح بھی پڑھایا تھا اور میں آپ کی خدمت میں ایک مقدمہ لے کر حاضر ہوا تھا۔ وہ یہ کہ میرے والد یزید نے کچھ دینار خیرات کی نیت سے نکالے اور ان کو انہوں نے مسجد میں ایک شخص کے پاس رکھ دیا۔ میں گیا اور میں نے ان کو اس سے لے لیا۔ پھر جب میں انہیں لے کر والد صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا کہ قسم اللہ کی میرا ارادہ تجھے دینے کا نہیں تھا۔ یہی مقدمہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور آپ نے یہ فیصلہ دیا: ''دیکھو یزید! جو تم نے نیت کی تھی اس کا ثواب تمہیں مل گیا اور معن! جو تو نے لے لیا وہ اب تیرا ہو گیا۔''

تشریح: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے کہ اگر ناواقفی میں باپ بیٹے کو فرض زکوٰۃ بھی دے دے تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور دوسرے علما کہتے ہیں کہ اعادہ واجب ہے اور اہلحدیث کے نزدیک بہر حال ادا ہو جاتی ہے۔ بلکہ عزیز اور قریب لوگوں کو جو محتاج ہوں زکوٰۃ دینا اور زیادہ ثواب ہے۔ سید علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ متعدد دلائل اس پر قائم ہیں کہ عزیزوں کو خیرات دینا زیادہ افضل ہے، خیرات فرض ہو یا نفل اور عزیزوں میں خاوند، اولاد کی صراحت ابو سعید کی حدیث میں موجود ہے۔ (مولانا وحید الزماں)

مضمون حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ نبی کریم ﷺ کس قدر شفیق اور مہربان تھے اور کس وسعت قلبی کے ساتھ آپ نے دین کا تصور پیش فرمایا تھا۔ باپ اور بیٹے ہر دو کو ایسے طور پر سمجھا دیا کہ ہر دو کا مقصد حاصل ہو گیا اور کوئی جھگڑا باقی نہ رہا۔ آپ کا ارشاد اس بنیادی اصول پر مبنی تھا۔ جو حدیث: ''انما الاعمال بالنیات'' میں بتلا دیا گیا ہے کہ عملوں کا اعتبار نیتوں پر ہے۔

آج بھی ضرورت ہے کہ علما و فقہا ایسی وسیع الظرفی سے کام لے کر امت کے لیے بجائے مشکلات پیدا کرنے کے شرعی حدود میں آسانیاں بہم پہنچائیں اور دین فطرت کا زیادہ سے زیادہ فراخ قلبی کے ساتھ مطالعہ فرمائیں کہ حالات حاضرہ میں اس کی شدید ضرورت ہے۔ فقہا کا وہ دور گزر چکا

جب وہ ایک ایک جزئی پر میدان مناظرہ قائم کر دیا کرتے تھے جن سے تنگ آ کر حضرت شیخ سعدی کو کہنا پڑا۔

فقیهان طریق جدل ساختند ☆ لم لا نسلم دراند اختند

بَابُ الصَّدَقَةِ بِالْيَمِينِ

باب: خیرات داہنے ہاتھ سے دینی بہتر ہے

١٤٢٣ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ: ((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ [تَعَالَى] فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَدْلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ، وَرَجُلٌ مُعَلَّقٌ قَلْبُهُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ، اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ)). [راجع: ٦٦٠]

(۱۴۲۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، عبیداللہ عمری سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے خبیب بن عبدالرحمن نے حفص بن عاصم سے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ انصاف کرنے والا حاکم، وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے، دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں، اسی پر وہ جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، ایسا شخص جسے کسی خوبصورت اور عزت دار عورت نے بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ انسان جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگ جائیں۔''

تشریح: قیامت کے دن عرش عظیم کا سایہ پانے والے یہ سات خوش قسمت انسان مرد ہوں یا عورت ان پر حصر نہیں ہے۔ بعض احادیث میں اور بھی ایسے نیک اعمال کا ذکر آیا ہے جن کی وجہ سے سایہ عرش عظیم مل سکے گا۔ بعض علما نے اس موضوع پر مستقل رسالے تحریر فرمائے ہیں اور ان جملہ اعمال صالحہ کا ذکر کیا ہے جو قیامت کے دن عرش الٰہی کے نیچے سایہ ملنے کا ذریعہ بن سکیں گے۔ بعض نے اس فہرست کو چالیس تک بھی پہنچا دیا ہے۔

یہاں باب اور حدیث میں مطابقت اس متصدق سے ہے جو راہ اللہ میں اس قدر پوشیدہ خرچ کرتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے خرچ کرتا ہے اور بائیں کو بھی خبر نہیں ہو پاتی۔ اس سے غایت خلوص مراد ہے۔

انصاف کرنے والا حاکم چودھری، پنچ، اللہ کی عبادت میں مشغول رہنے والا جوان اور مسجد سے دل لگانے والا نمازی اور دو باہمی الٰہی محبت رکھنے والے مسلمان اور صاحب عصمت وعفت مرد یا عورت مسلمان اور اللہ کے خوف سے آنسو بہانے والی آنکھیں یہ جملہ اعمال حسنہ ایسے ہیں کہ ان پر کاربند ہونے والوں کو عرش الٰہی کا سایہ ملنا ہی چاہیے۔ اس حدیث سے اللہ کے عرش اور اس کے سایہ کا بھی اثبات ہوا جو بلا کیف وکم وتاویل تسلیم کرنا ضروری ہے۔ قرآن پاک کی بہت سی آیات میں عرش عظیم کا ذکر آیا ہے۔ بلا شک وشبہ اللہ پاک صاحب عرش عظیم ہے۔ اس کے لیے عرش کا استوا اور جہت فوق ثابت اور برحق ہے جس کی تاویل نہیں کی جا سکتی اور نہ اس کی کیفیت معلوم کرنے کے ہم مکلف ہیں۔

١٤٢٤ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ يَقُولُ:

(۱۴۲۴) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے معبد بن خالد نے خبر دی، کہا کہ میں نے حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((تَصَدَّقُوا، فَسَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَيَقُولُ الرَّجُلُ: لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا مِنْكَ، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهَا)). [راجع: ١٤١١]

کہ "صدقہ کیا کرو پس عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جب آدمی اپنا صدقہ لے کر نکلے گا (کوئی اسے قبول کر لے مگر جب وہ کسی کو دے گا تو وہ) آدمی کہے گا کہ اگر اسے تم کل لائے ہوتے تو میں لے لیتا لیکن آج مجھے اس کی حاجت نہیں رہی۔"

تشریح: ثابت ہوا کہ مرد مخلص اگر صدقہ زکوۃ علانیہ لے کر تقسیم کے لیے نکلے بشرطیکہ خلوص وللّٰہیت مدنظر ہو تو یہ بھی مذموم نہیں ہے۔ یوں بہتر یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے ریاو نمود سے بچنے کے لیے پوشیدہ طور پر صدقہ وزکوۃ خیرات دی جائے۔

بَابُ مَنْ أَمَرَ خَادِمَهُ بِالصَّدَقَةِ وَلَمْ يُنَاوِلْ بِنَفْسِهِ

باب: اس کے بارے میں کہ جس نے اپنے خدمت گار کو صدقہ دینے کا حکم دیا اور خود اپنے ہاتھ سے نہیں دیا

وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((هُوَ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ)).

اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے یوں بیان کیا کہ "خادم بھی صدقہ دینے والوں میں سمجھا جائے گا۔"

١٤٢٥ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا)). [أطرافه في: ١٤٣٧، ١٤٣٩، ١٤٤٠، ١٤٤١، ٢٠٦٥] [مسلم: ٢٣٦٤، ٢٣٦٥، ٢٣٦٦، ٢٣٦٧؛ ترمذي: ٦٧٢؛ ابن ماجه: ٢٢٩٤]

(۱۴۲۵) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے۔ ان سے شقیق نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر عورت اپنے شوہر کے مال سے کچھ خرچ کرے اور اس کی نیت شوہر کی پونجی برباد کرنے کی نہ ہو تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ملے گا اور شوہر کو بھی اس کا ثواب ملے گا کہ اس نے کمایا ہے اور خزانچی کا بھی یہی حکم ہے۔ ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرتا۔"

تشریح: مطلب ظاہر ہے کہ مالک کے مال کی حفاظت کرنے والے اور اس کے حکم کے مطابق اسی میں سے صدقہ خیرات نکالنے والے ملازم خادم خزانچی سب ہی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ثواب کے مستحق ہوں گے۔ حتیٰ کہ بیوی بھی جو شوہر کی اجازت سے اس کے مال میں سے صدقہ خیرات کرے وہ بھی ثواب کی مستحق ہوگی۔ اس میں ایک طرح سے خرچ کرنے کی ترغیب ہے اور دیانت وامانت کی تعلیم وتلقین ہے۔ آیت مبارکہ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ﴾ (۳/آل عمران:۹۲) کا ایک مفہوم یہ بھی ہے۔

بَابٌ: لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى

باب: صدقہ وہی بہتر ہے جس کے بعد بھی آدمی مالدار ہی رہ جائے (بالکل خالی ہاتھ نہ ہو بیٹھے)

وَمَنْ تَصَدَّقَ وَهُوَ مُحْتَاجٌ، أَوْ أَهْلُهُ مُحْتَاجٌ، أَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَالدَّيْنُ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْعِتْقِ وَالْهِبَةِ، وَهُوَ رَدٌّ عَلَيْهِ، لَيْسَ لَهُ أَنْ يُتْلِفَ أَمْوَالَ النَّاسِ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ)). إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ مَعْرُوْفًا بِالصَّبْرِ فَيُؤْثِرَ عَلَى نَفْسِهِ وَلَوْ كَانَ بِهِ خَصَاصَةٌ كَفِعْلِ أَبِي بَكْرٍ حِيْنَ تَصَدَّقَ بِمَالِهِ، وَكَذٰلِكَ آثَرَ الْأَنْصَارُ الْمُهَاجِرِيْنَ، وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ، فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُضَيِّعَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ ﷺ. قَالَ: ((أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ)) قُلْتُ: فَإِنِّيْ أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ. [طرفه في: ٢٧٥٧]

اور جو شخص خیرات کرے کہ خود محتاج ہو جائے یا اس کے بال بچے محتاج ہوں (تو ایسی خیرات درست نہیں) اسی طرح اگر قرضدار ہو تو صدقہ اور آزادی اور ہبہ پر قرض ادا کرنا مقدم ہوگا اور اس کا صدقہ اس پر پھیر دیا جائے گا اور اس کو یہ درست نہیں کہ (قرض نہ ادا کرے اور خیرات دے کر) لوگوں (قرض خواہوں) کی رقم تباہ کر دے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کا مال (بطور قرض) تلف کرنے (یعنی نہ دینے) کی نیت سے لے تو اللہ اس کو برباد کر دے گا۔'' البتہ اگر صبر اور تکلیف اٹھانے میں مشہور ہو تو اپنی خاص حاجت پر (فقیر کی حاجت کو) مقدم کر سکتا ہے۔ جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال خیرات میں دے دیا اور اسی طرح انصار نے اپنی ضرورت پر مہاجرین کی ضروریات کو مقدم کیا۔ اور نبی کریم ﷺ نے مال کو تباہ کرنے سے منع فرمایا ہے تو جب اپنا مال تباہ کرنا منع ہوا تو پرائے لوگوں کا مال تباہ کرنا کسی طرح سے جائز نہ ہوگا۔ اور کعب بن مالک نے (جو جنگ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے) عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنی توبہ کو اس طرح پورا کرتا ہوں کہ اپنا سارا مال اللہ اور رسول پر صدقہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں کچھ تھوڑا مال رہنے بھی دے وہ تیرے حق میں بہتر ہے۔'' کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: بہت خوب میں اپنا خیبر کا حصہ رہنے دیتا ہوں۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں احادیث نبوی اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں بہت سے اہم امور متعلق صدقہ و خیرات پر روشنی ڈالی ہے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے لیے صدقہ و خیرات کرنا اسی وقت بہتر ہے جبکہ وہ شرعی حدود کو مدنظر رکھے۔ اگر ایک شخص کے اہل و عیال خود ہی محتاج ہیں یا وہ خود دوسروں کا مقروض ہے پھر ان حالات میں بھی وہ صدقہ کرے اور نہ یہ اہل و عیال کا خیال رکھے نہ دوسروں کا قرض ادا کرے تو وہ خیرات اس کے لیے باعث اجر نہ ہوگی بلکہ وہ ایک طرح سے دوسروں کی حق تلفی کرنا اور جن کو دینا ضروری تھا ان کی رقم کو تلف کرنا ہوگا۔ ارشاد نبوی ﷺ: "من اخذ اموال الناس یرید اتلافها۔" کا یہی منشا ہے۔ ہاں صبر اور ایثار الگ چیز ہے۔ اگر کوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا صابر وشاکر مسلمان ہو اور انصار جیسا ایثار پیشہ ہو تو اس کے لیے زیادہ سے زیادہ ایثار پیش کرنا جائز ہوگا۔ مگر آج کل ایسی مثالیں تلاش کرنا بے کار ہے۔ جبکہ آج کل ایسے اشخاص ناپید ہو چکے ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بزرگ ترین جلیل القدر صحابی ہیں جو جنگ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے بعد میں ان کو جب اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنی توبہ کی قبولیت کے لیے اپنا سارا مال فی سبیل اللہ دے دینے کا خیال ظاہر کیا۔ نبی کریم ﷺ نے سارے مال کو فی سبیل اللہ دینے سے منع فرمایا تو انہوں نے اپنی جائیداد خیبر کو بچالیا، باقی کو خیرات کر دیا۔ اس سے بھی اندازہ لگانا چاہیے کہ قرآن و حدیث کی یہ غرض ہرگز نہیں کہ کوئی بھی مسلمان اپنے اہل و عیال سے بے نیاز ہو کر اپنی جائیداد فی سبیل اللہ بخش دے اور وارثین کو محتاج مفلس کر کے دنیا سے جائے۔ ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ یہ وارثین کی حق تلفی ہوگی۔ امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی منشائے باب ہے۔

١٤٢٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ ((خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ)). [أطرافه في: ١٤٢٨، ٥٣٥٥، ٥٣٥٦] [نسائي: ٢٥٤٣]

(۱۴۲۶) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں زہری نے، انہوں نے کہا مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بہترین خیرات وہ ہے جس کے دینے کے بعد آدمی مالدار رہے۔ پھر صدقہ پہلے انہیں دو جو تمہارے زیر پرورش ہیں۔''

تشریح: اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اپنے عزیز و اقربا جملہ متعلقین اگر وہ مستحق ہیں تو صدقہ و خیرات اور زکوۃ میں سب سے پہلے ان ہی کا حق ہے۔ اس لیے ایسے صدقہ کرنے والوں کو دوگنے ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔

١٤٢٧۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ)).

(۱۴۲۷) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے بیان کیا، ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے انہیں دو جو تمہارے بال بچے اور عزیز ہیں اور بہترین صدقہ وہ ہے جسے دے کر آدمی مالدار رہے اور جو کوئی سوال سے بچنا چاہے گا اسے اللہ تعالیٰ بھی محفوظ رکھتا ہے اور جو دوسروں (کے مال) سے بے نیاز رہتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہی بنا دیتا ہے۔''

١٤٢٨۔ وَعَنْ وُهَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا. [راجع: ١٤٢٦]

(۱۴۲۸) اور وہیب نے بیان کیا کہ ہم سے ہشام نے اپنے والد سے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی بیان فرمایا۔

١٤٢٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْأَلَةَ ((الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ)). [مسلم: ٢٣٨٥؛

(۱۴۲۹) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ (دوسری سند) اور ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے مالک نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبکہ آپ منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے صدقہ اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے کا اور دوسروں سے مانگنے کا ذکر فرمایا اور فرمایا: ''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر کا ہاتھ خرچ کرنے والے کا ہے اور نیچے کا ہاتھ مانگنے والے کا۔''

ابو داود: ١٦٤٨؛ نسائي: ٢٥٣٢]

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے باب منعقدہ کے تحت ان احادیث کو لا کر یہ ثابت فرمایا کہ ہر مرد مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ صاحب دولت بن کر اور دولت میں سے اللہ کا حق زکوٰۃ ادا کر کے ایسا رہنے کی کوشش کرے کہ اس کا ہاتھ ہمیشہ اوپر کا ہاتھ رہے اور تازیست نیچے والا نہ بنے یعنی دینے والا بن کر رہے نہ کہ لینے والا اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے والا۔ حدیث میں اس کی بھی ترغیب ہے کہ احتیاج کے باوجود بھی لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا چاہیے بلکہ صبر و استقلال سے کام لے کر اپنے توکل علی اللہ اور خودداری کو قائم رکھتے ہوئے اپنی قوت بازو کی محنت پر گزارہ کرنا چاہیے۔

بَابُ الْمَنَّانِ بِمَا أَعْطَى

لِقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى﴾ الآيَةَ. [البقرة: ٢٦٢]

باب: جو دے کر احسان جتائے اس کی مذمت

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''جو لوگ اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ انہوں نے خرچ کیا ہے اس کی وجہ سے نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں۔''

بَابُ مَنْ أَحَبَّ تَعْجِيلَ الصَّدَقَةِ مِنْ يَوْمِهَا

باب: خیرات کرنے میں جلدی کرنی چاہیے

١٤٣٠ـ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْعَصْرَ، فَأَسْرَعَ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ خَرَجَ، فَقُلْتُ أَوْ قِيلَ لَهُ فَقَالَ: ((كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِنَ الصَّدَقَةِ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ فَقَسَمْتُهُ)). [راجع: ٨٥١]

(١٤٣٠) ہم سے ابو عاصم نبیل نے عمر بن سعید سے بیان کیا، ان سے ابن ابی ملیکہ نے کہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز ادا کی پھر جلدی سے آپ گھر میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لے آئے۔ اس پر میں نے پوچھا یا کسی اور نے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''میں گھر کے اندر صدقہ کے سونے کا ایک ٹکڑا چھوڑ آیا تھا مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ اسے تقسیم کیے بغیر رات گزاروں پس میں نے اس کو بانٹ دیا۔''

تشریح: حدیث سے ثابت ہوا کہ خیرات اور صدقہ کرنے میں جلدی کرنا بہتر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ موت آ جائے یا مال باقی نہ رہے اور ثواب سے محروم رہ جائے۔ باب کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صاحب نصاب سال تمام ہونے سے پہلے ہی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دے۔ اس بارے میں مزید وضاحت اس حدیث میں ہے: "عن علی ان العباس سأل رسول الله ﷺ فی تعجیل صدقة قبل ان تحل فرخص له فی ذالك۔" (رواه ابو داود والترمذی وابن ماجه والدارمی) یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا وہ اپنی زکوٰۃ سال گزرنے سے پہلے بھی ادا کر سکتے ہیں؟ اس پر آپ نے ان کو اجازت بخش دی: "قال ابن مالك هذا يدل على جواز تعجيل الزكوة بعد حصول النصاب قبل تمام الحول...... الخ۔" (مرعاۃ) یعنی ابن مالک نے کہا کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نصاب مقررہ حاصل ہونے کے بعد سال پورا ہونے سے پہلے بھی زکوٰۃ ادا کی جا سکتی ہے۔

بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى الصَّدَقَةِ

باب: لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دلانا اور اس کے

وَالشَّفَاعَةِ فِيهَا — لیے سفارش کرنا

١٤٣١ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَدِيٌّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عِيْدٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ، ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَاءِ وَبِلَالٌ مَعَهُ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُلْبَ وَالْخُرْصَ. [راجع: ٩٦٤٩٨]

(۱۴۳۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عدی بن ثابت نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ عید کے دن نکلے۔ پس آپ نے (عید گاہ میں) دو رکعت نماز پڑھائی۔ نہ آپ نے اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔ پھر آپ عورتوں کی طرف آئے۔ بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ انہیں آپ نے وعظ و نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کے لیے حکم فرمایا۔ چنانچہ عورتیں کنگن اور بالیاں (بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں) ڈالنے لگیں۔

تشریح: باب کی مطابقت ظاہر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو خیرات کرنے کے لیے رغبت دلائی۔ اس سے صدقہ اور خیرات کی اہمیت پر بھی اشارہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ اللہ پاک کے غضب اور غصہ کو بجھا دیتا ہے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ انفاق فی سبیل اللہ کے لیے ترغیبات موجود ہیں۔ فی سبیل اللہ کا مفہوم بہت عام ہے۔

١٤٣٢ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بُرْدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ ابْنُ أَبِيْ مُوْسَى، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ، أَوْ طُلِبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ: ((اشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا، وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ مَا شَاءَ)). [اطرافه في: ٦٠٢٧، ٦٠٢٨، ٧٤٧٦] [مسلم: ٦٦٩١؛ ابوداود: ٥١٣١؛ نسائي: ٢٥٥٥]

(۱۴۳۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو بردہ بن عبداللہ بن ابی بردہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے بیان کیا، اور ان سے ان کے باپ ابو موسیٰ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اگر کوئی مانگنے والا آتا یا آپ کے سامنے کوئی حاجت پیش کی جاتی تو آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے کہ ''تم سفارش کرو کہ اس کا ثواب پاؤ گے اور اللہ پاک اپنے نبی کی زبان سے جو فیصلہ چاہے گا وہ دے گا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ حاجت مندوں کی حاجت اور غرض پوری کر دینا یا ان کے لیے سعی اور سفارش کر دینا بڑا ثواب ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سفارش کرنے کی رغبت دلاتے اور فرماتے کہ اگرچہ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمہاری سفارش ضرور قبول ہو جائے۔ ہوگا وہی جو اللہ کو منظور ہے۔ مگر تم کو سفارش کا ثواب ضرور مل جائے گا۔

١٤٣٣ـ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا

(۱۴۳۳) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبدہ نے ہشام سے خبر دی، انہیں ان کی بیوی فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''خیرات کو مت روک

تُوكِي فَيُوكَى عَلَيْكِ)) حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ عَبْدَةَ، وَقَالَ: ((لَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللَّهُ عَلَيْكِ)). [أطرافه في: ١٤٣٤، ٢٥٩٠، ٢٥٩١] [مسلم: ٢٣٧٥]

ورنہ تیرا رزق بھی روک دیا جائے گا۔"
ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، اور ان سے عبدہ نے یہی حدیث روایت کی: "گننے نہ لگ جانا ورنہ پھر اللہ بھی تجھے گن گن کر ہی دے گا۔"

تشریح: مقصد صدقہ کے لیے رغبت دلانا اور بخل سے نفرت دلانا ہے۔ یہ مقصد بھی نہیں ہے کہ سارا گھر لٹا کے کنگال بن جاؤ۔ یہاں تک فرمایا کہ تم اپنے ورثا کو غنی چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے پھریں۔ لیکن بعض اشخاص کے لیے کچھ استثنا بھی ہوتا ہے جیسے سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنا تمام ہی اثاثہ فی سبیل اللہ پیش کر دیا تھا اور کہا تھا کہ گھر میں صرف اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں باقی سب کچھ لے آیا ہوں یہ صدیق اکبر جیسے متوکل اعظم ہی کی شان ہو سکتی ہے ہر کسی کا یہ مقام نہیں۔ بہر حال اپنی طاقت کے اندر اندر صدقہ خیرات کرنا بہت ہی موجب برکات ہے۔ دوسرا باب اس مضمون کی مزید وضاحت کر رہا ہے۔

بَابُ الصَّدَقَةِ فِيمَا اسْتَطَاعَ

باب: جہاں تک ہو سکے خیرات کرنا

١٤٣٤ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ؛ ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَخْبَرَهُ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا جَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللَّهُ عَلَيْكِ، ارْضَخِي مَا اسْتَطَعْتِ)). [راجع: ١٤٣٣] [مسلم: ٢٣٧٨؛ نسائي: ٢٥٥٠]

(۱۴۳۴) ہم سے ابو عاصم (ضحاک) نے بیان کیا اور ان سے ابن جریج نے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، ان سے حجاج بن محمد نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی، انہیں عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ہاں آئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "(مال کو) تھیلی میں بند کر کے نہ رکھنا ورنہ اللہ پاک بھی تمہارے لیے اپنے خزانے میں بندش لگا دے گا۔ جہاں تک ہو سکے لوگوں میں خیر خیرات تقسیم کرتی رہ۔"

بَابٌ: الصَّدَقَةُ تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ

باب: صدقہ وخیرات سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

١٤٣٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْفِتْنَةِ؟ قَالَ: قُلْتُ: أَنَا أَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ، قَالَ: إِنَّكَ عَلَيْهِ

(۱۴۳۵) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے اعمش سے بیان کیا، ان سے ابو وائل نے، انہوں نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فتنہ سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث آپ لوگوں میں کس کو یاد ہے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا میں اس طرح یاد رکھتا ہوں جس طرح نبی اکرم ﷺ نے اس کو بیان فرمایا تھا۔

لَجَرِيْءٌ فَكَيْفَ قَالَ؟ قُلْتُ: فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْمَعْرُوْفُ ـ قَالَ سُلَيْمَانُ: قَدْ كَانَ يَقُوْلُ: الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ ـ قَالَ: لَيْسَ هَذِهِ أُرِيْدُ، وَلَكِنِّي أُرِيْدُ الَّتِي تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ: قُلْتُ: لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! بَأْسٌ، بَيْنَهَا وَبَيْنَكَ بَابٌ مُغْلَقٌ قَالَ: فَيُكْسَرُ الْبَابُ أَمْ يُفْتَحُ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، بَلْ يُكْسَرُ قَالَ: فَإِنَّهُ إِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ أَبَدًا قَالَ: قُلْتُ: أَجَلْ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مَنِ الْبَابُ؟ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ: سَلْهُ قَالَ: فَسَأَلَهُ فَقَالَ: عُمَرُ . قَالَ: فَقُلْنَا: أَفَعَلِمَ عُمَرُ مَنْ تَعْنِيْ؟ قَالَ: نَعَمْ، كَمَا أَنَّ دُوْنَ غَدٍ لَيْلَةً، وَذَلِكَ أَنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيْطِ. [راجع: ٥٢٥]

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں اس کے بیان پر جرأت ہے۔ اچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ میں نے کہا کہ (آپ نے فرمایا تھا) انسان کی آزمائش (فتنہ) اس کے خاندان، اولاد اور پڑوسیوں میں ہوتی ہے اور نماز، صدقہ اور اچھی باتوں کے لیے لوگوں کو حکم کرنا اور بری باتوں سے منع کرنا اس فتنے کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ اعمش نے کہا ابووائل کبھی یوں کہتے تھے۔ نماز اور صدقہ اور اچھی باتوں کا حکم دینا بری بات سے روکنا، یہ اس فتنے کو مٹا دینے والے نیک کام ہیں۔ پھر اس فتنے کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری مراد اس فتنہ سے نہیں۔ میں اس فتنے کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں جو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا پھیلے گا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، میں نے کہا کہ امیرالمومنین! آپ اس فتنے کی فکر نہ کیجیے آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا صرف کھولا جائے گا۔ انہوں نے بتلایا نہیں بلکہ وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب دروازہ توڑ دیا جائے گا تو پھر کبھی بھی بند نہ ہو سکے گا۔ ابووائل نے کہا کہ ہاں پھر ہم رعب کی وجہ سے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ نہ پوچھ سکے کہ وہ دروازہ کون ہے؟ اس لیے ہم نے مسروق سے کہا کہ تم پوچھو۔ انہوں نے کہا کہ مسروق رحمہ اللہ نے پوچھا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دروازہ سے مراد خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ ہم نے پھر پوچھا تو کیا عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ آپ کی مراد کون تھی؟ انہوں نے کہا ہاں جیسے دن کے بعد رات کے آنے کو جانتے ہیں اور یہ اس لیے کہ میں نے جو حدیث بیان کی وہ غلط نہیں تھی۔

تشریح: عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بیان کی تعریف کی کیونکہ وہ اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنوں اور فسادوں کے بارے میں جو آپ کے بعد ہونے والے تھے، پوچھتے رہا کرتے تھے۔ جبکہ دوسرے لوگوں کو اتنی جرات نہ ہوتی تھی۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ بے شک تو دل کھول کر ان کو بیان کرے گا کیونکہ تو ان کو خوب جانتا ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ یہاں یہ ثابت کرنے کے لیے لائے کہ صدقہ گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔

بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ

باب: اس بارے میں کہ جس نے شرک کی حالت میں صدقہ دیا اور پھر اسلام لے آیا

١٤٣٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ:

(۱۴۳۶) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام

حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ وَصِلَةِ رَحِمٍ، فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَجْرٍ؟ فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ)).

[أطرافه في: ٢٢٢٠، ٢٥٣٨، ٥٩٩٢] [مسلم: ٣٢٣]

نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی، انہیں عروہ نے اور ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان نیک کاموں سے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صدقہ، غلام آزاد کرنے اور صلہ رحمی کی صورت میں کیا کرتا تھا۔ کیا ان کا مجھے ثواب ملے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنی ان تمام نیکیوں کے ساتھ اسلام لائے ہو جو پہلے گزر چکی ہیں۔''

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر کافر مسلمان ہو جائے تو کفر کے زمانہ کی نیکیوں کا بھی ثواب ملے گا۔ یہ اللہ پاک کی عنایت ہے۔ اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے۔ بادشاہ حقیقی کے پیغمبر نے جو کچھ فرما دیا وہی قانون ہے۔ اس سے زیادہ صراحت دار قطنی کی روایت میں ہے کہ جب کافر اسلام لاتا ہے اور اچھی طرح مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کی ہر نیکی جو اس نے اسلام سے پہلے کی تھی، لکھ لی جاتی ہے اور ہر برائی جو اسلام سے پہلے کی تھی مٹا دی جاتی ہے۔ اس کے بعد ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ملتا رہتا ہے اور ہر برائی کے بدلے ایک برائی لکھی جاتی ہے۔ بلکہ ممکن ہے اللہ پاک اسے بھی معاف کر دے۔

بَابُ أَجْرِ الْخَادِمِ إِذَا تَصَدَّقَ بِأَمْرِ صَاحِبِهِ غَيْرَ مُفْسِدٍ

باب: خادم نوکر کا ثواب، جب وہ مالک کے حکم کے مطابق خیرات دے اور کوئی بگاڑ کی نیت نہ ہو

١٤٣٧ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ)). [راجع: ١٤٢٥]

(۱۴۳۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے اعمش سے بیان کیا، ان سے ابووائل نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب بیوی اپنے خاوند کے کھانے میں سے کچھ صدقہ کرے اور اس کی نیت اسے برباد کرنے کی نہیں ہوتی تو اسے بھی اس کا ثواب ملتا ہے اور اس کے خاوند کو کمانے کا ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح خزانچی کو بھی اس کا ثواب ملتا ہے۔''

تشریح: یعنی بیوی کا خاوند کے مال کو بیکار تباہ کرنے کی نیت نہ ہو تو اس کو بھی ثواب ملے گا۔ خادم کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ مگر بیوی اور خدمت گار میں فرق ہے۔ بیوی بغیر خاوند کی اجازت کے اس کے مال میں سے خیرات کر سکتی ہے لیکن خدمت گار ایسا نہیں کر سکتا۔ اکثر علما کے نزدیک بیوی کو بھی اس وقت تک خاوند کے مال سے خیرات درست نہیں جب تک اجمالاً یا تفصیلاً اس نے اجازت نہ دی ہو اور امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہی مختار ہے۔ بعض نے کہا یہ عرف اور دستور پر موقوف ہے یعنی بیوی پکا ہوا کھانا وغیرہ ایسی تھوڑی چیزیں جن کے دینے سے کوئی ناراض نہیں ہوتا، خیرات کر سکتی ہے گو خاوند کی اجازت نہ ملے۔

١٤٣٨ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ:

(۱۴۳۸) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْأَمِينُ الَّذِي يُنْفِذُ وَرُبَّمَا قَالَ: يُعْطِي مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبٌ بِهِ نَفْسُهُ، فَيَدْفَعُهُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ لَهُ بِهِ، أَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ)). [طرفاه في: ٢٢٦٠، ٢٣١٩]

[مسلم: ٢٣٦٣؛ ابوداود: ١٦٨٤؛ نسائي: ٢٥٥٩]

کیا، ان سے برید بن عبداللہ نے، ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''خازن مسلمان امانتدار جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے اور بعض دفعہ فرمایا وہ چیز پوری طرح دیتا ہے جس کا اسے سرمایہ کے مالک کی طرف سے حکم دیا گیا اور اس کا دل بھی اس سے خوش ہے اور اسی کو دیا ہے جسے دینے کے لیے مالک نے کہا تھا تو وہ دینے والا بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک ہے۔''

بَابُ أَجْرِ الْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ أَوْ أَطْعَمَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ

باب: عورت کا ثواب جب وہ اپنے شوہر کی چیز میں سے صدقہ دے یا کسی کو کھلائے اور ارادہ گھر بگاڑنے کا نہ ہو۔

١٤٣٩ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، وَالْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ تَعْنِي: ((إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا)). [راجع: ١٤٢٥]

(۱۴۳۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، کہا کہ ہم سے منصور بن معمر اور اعمش دونوں نے بیان کیا، ان سے ابو وائل نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر (کے مال) سے صدقہ کرے۔

١٤٤٠ـ ح: وَحَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، لَهَا أَجْرُهَا، وَلَهُ مِثْلُهُ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لَهُ بِمَا اكْتَسَبَ، وَلَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ)). [راجع: ١٤٢٥]

(۱۴۴۰) (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور مجھ سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابو وائل شقیق نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب بیوی اپنے شوہر کے مال میں سے کسی کو کھلائے اور اس کا ارادہ گھر کو بگاڑنے کا بھی نہ ہو تو اسے اس کا ثواب ملتا ہے اور شوہر کو بھی ویسا ہی ثواب ملتا ہے اور خزانچی کو بھی ویسا ہی ثواب ملتا ہے۔ شوہر کو کمانے کی وجہ سے ثواب ملتا ہے اور عورت کو خرچ کرنے کی وجہ سے۔''

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو تین طریقوں سے بیان کیا اور یہ تکرار نہیں ہے کیونکہ ہر ایک باب کے الفاظ جدا ہیں۔ کسی میں "اذا تصدقت المرأة" ہے کہ کسی میں "اذا اطعمت المرأة" ہے کسی میں "من بیت زوجها" ہے کسی میں "من طعام بیتها" ہے اور ظاہر حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ تینوں کو برابر برابر ثواب ملے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ عورت کو مرد کا آدھا ثواب ملے گا۔ قسطلانی نے کہا کہ داروغہ کو بھی ثواب ملے گا۔ مگر مالک کی طرح اس کو دوگنا ثواب نہ ہوگا۔ (وحیدی)

١٤٤١ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ فَلَهَا أَجْرُهَا، وَلِلزَّوْجِ بِمَا اكْتَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ)). [راجع: ١٤٢٥]

(۱۴۴۱) ہم سے یحییٰ بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے منصور سے بیان کیا، ان سے ابووائل شقیق نے، ان سے مسروق نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب عورت اپنے گھر کے کھانے کی چیز سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور اس کا ارادہ گھر کو بگاڑنے کا نہ ہو تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور شوہر کو کمانے کا ثواب ملے گا، اسی طرح خزانچی کو بھی ایسا ہی ثواب ملے گا۔''

تشریح: عورت کا خرچ کرنا اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس کی نیت گھر برباد کرنے کی نہ ہو۔ بعض دفعہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خاوند کی اجازت حاصل کرے۔ مگر معمولی کھانے پینے کی چیزوں میں ہر وقت اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں خازن یا خادم کے لیے بغیر اجازت کوئی پیسہ اس طرح خرچ کر دینا جائز نہیں ہے۔ جب بیوی اور خادم بایں طور پر خرچ کریں گے تو اصل مالک یعنی خاوند کے ساتھ وہ بھی ثواب میں شریک ہوں گے۔ اگرچہ ان کے ثواب کی حیثیت الگ الگ ہوگی۔ حدیث کا مقصد بھی سب کے ثواب کو برابر قرار دینا نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ

باب: (سورۂ واللیل میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى ○ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى﴾. [الليل: ٥-١٠] اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا.

''جس نے (اللہ کے راستے میں) دیا اور اس کا خوف اختیار کیا اور اچھائیاں کی (یعنی اسلام کی) تصدیق کی تو ہم اس کے لیے آسانی کی جگہ یعنی جنت آسان کر دیں گے۔ لیکن جس نے بخل کیا اور بے پروائی برتی اور اچھائیوں (یعنی اسلام کو) جھٹلایا تو اسے ہم دشواریوں میں (یعنی دوزخ میں) پھنسا دیں گے۔'' اور فرشتوں کی اس دعا کا بیان کہ اے اللہ! مال خرچ کرنے والے کو اس کا اچھا بدلہ عطا فرما۔

١٤٤٢ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي مُزَرِّدٍ، عَنْ أَبِي الْحُبَابِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُوْلُ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا)). [مسلم: ٢٣٣٦]

(۱۴۴۲) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے بھائی ابوبکر بن ابی اویس نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن بلال نے، ان سے معاویہ بن ابی مزرد نے، ان سے ابوالحباب سعید بن یسار نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! ممسک اور بخیل کے مال کو تلف کر دے۔''

تشریح: ابن ابی حاتم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے۔ تب اللہ پاک نے یہ آیت اتاری: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى﴾ (۹۲/ اللیل: ۵) آخر تک اور اس روایت کو باب میں اس آیت کے تحت ذکر کرنے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی۔

بَابُ مَثَلِ الْمُتَصَدِّقِ وَالْبَخِيْلِ

باب: صدقہ دینے والے کی اور بخیل کی مثال کا بیان

١٤٤٣ـ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ، عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ)) ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَالرَّحْمَنِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُنفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ، عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ، مِنْ ثُدِيِّهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا، فَأَمَّا الْمُنفِقُ فَلَا يُنفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ أَوْ وَفَرَتْ عَلَى جِلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ، وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُنفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا، فَهُوَ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ)) تَابَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ فِي الْجُبَّتَيْنِ. [أطرافه في: ١٤٤٤، ٢٩١٧، ٥٢٩٩، ٥٧٩٧] [مسلم: ٢٣٦١؛ نسائي: ٢٥٤٧]

(۱۴۴۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ طاؤس نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ایسے دو شخصوں کی طرح ہے جن کے بدن پر لوہے کے دو کُرتے ہیں۔'' (دوسری سند) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابوالزناد نے خبر دی کہ عبداللہ بن ہرمز اعرج نے ان سے بیان کیا اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ ''بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسے دو شخصوں کی سی ہے جن کے بدن پر لوہے کے دو کُرتے ہوں چھاتیوں سے ہنسلی تک۔ جب خرچ کرنے کا عادی (سخی) خرچ کرتا ہے تو اس کے تمام جسم کو (وہ کرتہ) چھپا لیتا ہے یا (راوی نے یہ کہا کہ) تمام جسم پر وہ پھیل جاتا ہے اور اس کی انگلیاں اس میں چھپ جاتی ہیں اور چلنے میں اس کے پاؤں کا نشان مٹتا جاتا ہے۔ لیکن بخیل جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے کُرتے کا ہر حلقہ اپنی جگہ سے چمٹ جاتا ہے۔ بخیل اسے کشادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہو پاتا۔'' عبداللہ بن طاؤس کے ساتھ اس حدیث کو حسن بن مسلم نے بھی طاؤس سے روایت کیا، اس میں دو کُرتے ہیں۔

١٤٤٤ـ وَقَالَ حَنْظَلَةُ عَنْ طَاوُسٍ: ((جُنَّتَانِ)) وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ، عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((جُنَّتَانِ)). [راجع: ١٤٤٣]

(۱۴۴۴) اور حنظلہ نے طاؤس سے دو زرہیں نقل کیا ہے اور لیث بن سعد نے کہا مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے سنا کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پھر یہی حدیث بیان کی اس میں دو زرہیں ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں بخیل اور متصدق کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ سخی کی زرہ اتنی نیچی ہو جاتی ہے جیسے بہت نیچا کپڑا آدمی جب چلے تو وہ زمین پر گھسٹتا رہتا ہے اور پاؤں کا نشان مٹا دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سخی آدمی کا دل روپیہ خرچ کرنے سے خوش ہوتا ہے اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ بخیل کی زرہ پہلے ہی مرحلہ پر اس کے سینہ سے چمٹ کر رہ جاتی ہے اور اس کو سخاوت کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ اس کے ہاتھ زرہ کے اندر مقید ہو کر رہ جاتے ہیں۔

حسن بن مسلم کی روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اللباس میں اور حنظلہ کی روایت کو اسماعیل نے موصول کیا اور لیث بن سعد کی روایت اس سند سے نہیں ملی۔ لیکن ابن حبان نے اس کو دوسری سند سے لیث سے نکالا۔ جس طرح کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

بَابُ صَدَقَةِ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ

باب: محنت اور سوداگری کے مال میں سے خیرات

کرنا ثواب ہے

لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ الآية، ﴿وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ [البقرة: ٢٦٧]

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورۂ بقرہ میں) فرمایا: ''اے ایمان والو! اپنی کمائی کی عمدہ پاک چیزوں میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔'' آخر آیت غنی حمید تک۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا اس روایت کی طرف جو مجاہد سے منقول ہے کہ کسب اور کمائی سے اس آیت میں تجارت اور سوداگری مراد ہے اور زمین سے جو چیز اگائیں ان سے غلہ اور کھجور وغیرہ مراد ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"هكذا اورده هذا الترجمة مقتصرا على الاية بغير حديث وكانه اشار الى ما رواه شعبة عن الحكم عن مجاهد فى هذه الاية ﴿يا ايها الذين آمنوا انفقوا من طيبات ما كسبتم﴾ الاية قال من التجارة الحلال اخرجه الطبرى وابن ابى حاتم من طريق آدم عنه واخرجه الطبرى من طريق هشيم عن شعبة ولفظه ﴿من الطيبات ما كسبتم﴾ قال من التجارة ﴿ومما اخرجنا لكم من الارض﴾ قال من الثمار ومن طريق ابى بكر الهذلى عن محمد بن سيرين عن عبيدة بن عمرو عن على قال فى قوله ﴿ومما اخرجنا لكم من الارض﴾ قال يعنى من الحب والتمر وكل شىء عليه زكوة وقال الزين بن المنير لم يقيد الكسب فى الترجمة بالطيب كما فى الاية استغناء عن ذلك بما تقدم فى ترجمة باب الصدقة من كسب طيب۔" (فتح البارى)

یعنی یہاں اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس آیت کے نقل کر دینے کو کافی سمجھا اور کوئی حدیث یہاں نہیں لائے۔ گویا آپ نے اس روایت کی طرف اشارہ کر دیا جسے شعبہ نے حکم سے اور حکم نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ ﴿مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ سے مراد حلال تجارت ہے۔ اسے طبری نے روایت کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے طریق آدم سے اور طبری نے طریق ہشیم سے بھی شعبہ سے اسے روایت کیا ہے۔ اور ان کے لفظ یہ کہ ﴿طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ سے مراد تجارت ہے اور ﴿مِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ﴾ سے مراد پھل وغیرہ ہیں جو زمین سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور طریق ابوبکر ہذلی میں محمد بن سیرین سے، انہوں نے عبیدہ بن عمرو سے، انہوں نے حضرت علی سے کہ ﴿مِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ﴾ (٢/البقرۃ:٢٦٧) سے مراد دانے اور کھجور ہیں اور ہر وہ چیز جس پر زکوۃ واجب ہے، مراد ہے۔ زین بن منیر نے کہا کہ یہاں باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کسب کو طیب کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ جیسا کہ آیت مذکور میں ہے، یہ اس لیے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلے ایک باب میں کسب کے ساتھ طیب کی قید لگا چکے ہیں۔

بَابٌ: عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ

باب: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے اگر (کوئی چیز دینے کے لیے) نہ ہو تو اس کے لیے اچھی بات پر عمل کرنا یا اچھی بات دوسرے کو بتلا دینا بھی خیرات ہے

١٤٤٥۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ)) فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَمَنْ لَمْ

(۱۴۴۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن ابی بردہ نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے ان کے دادا ابو موسیٰ اشعری نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔'' لوگوں نے پوچھا اے اللہ

يَجِدْ فَقَالَ: ((يَعْمَلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ)) قَالُوْا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: ((يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ)) قَالُوْا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: ((فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ)). [طرفه في: ٦٠٢٢]

کے نبی! اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: ''پھر اپنے ہاتھ سے کچھ کما کر خود کو بھی نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔'' لوگوں نے کہا اگر اس کی طاقت نہ ہو؟ فرمایا کہ ''پھر کسی حاجت مند فریادی کی مدد کرے۔'' لوگوں نے کہا اگر اس کی بھی سکت نہ ہو۔ فرمایا: ''پھر اچھی بات پر عمل کرے اور بری باتوں سے باز رہے۔ اس کا یہی صدقہ ہے۔''

[مسلم: ٢٣٣٣، ٢٣٣٤؛ نسائي: ٢٥٣٧]

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادب میں جو روایت نکالی ہے اس میں یوں ہے کہ اچھی یا نیک بات کا حکم کرے۔ ابوداؤد طیالسی نے اتنا اور زیادہ کیا اور بری بات سے منع کرے۔ معلوم ہوا جو شخص نادار ہو اس کے لیے وعظ و نصیحت میں صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ (وحیدی) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''قال الشيخ ابو محمد بن ابى جمرة نفع الله به ترتيب هذا الحديث انه ندب الى الصدقة وعند العجز عنها ندب الى ما يقرب منها او يقوم مقامها وهو العمل والانتفاع وعند العجز عن ذلك ندب الى ما يقوم مقامه وهو الاغاثة وعند عدم ذلك ندب الى فعل المعروف اى من سوى ما تقدم كاماطة الاذى وعند عدم ذلك ندب الى الصلوة فان لم يطق فترك الشر وذلك آخر المراتب قال ومعنى الشر ههنا ما منع الشرع ففيه تسلية للعاجز عن فعل المندوبات اذا كان عجزه عن ذالك عن غير اختيار۔'' (فتح الباری)

مختصر یہ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو لا کر یہاں درجہ بدرجہ صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ جب مالی صدقہ کی توفیق نہ ہو تو جو بھی کام اس کے قائم مقام ہو سکے وہی صدقہ ہے۔ مثلاً اچھے کام کرنا اور دوسروں کو اپنی ذات سے نفع پہنچانا، جب اس کی بھی توفیق نہ ہو تو کسی مصیبت زدہ کی فریاد رسی کر دینا اور یہ بھی نہ ہو سکے تو کوئی اور نیک کام کر دینا مثلاً یہ کہ راستہ میں سے تکلیف دینے والی چیزوں کو دور کر دیا جائے۔ پھر نماز کی طرف رغبت دلائی کہ یہ بھی بہترین کام ہے۔ آخری مرتبہ یہ کہ برائی کو ترک کر دینا جسے شریعت نے منع کیا ہے۔ یہ بھی ثواب کے کام ہیں اور اس میں اس شخص کے لیے تسلی دلانا ہے جو افعال خیر سے بالکل عاجز ہو۔ ارشاد باری ہے ﴿وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوْهُ﴾ (۳/ آل عمران: ۱۱۵) لوگ جو کچھ بھی نیک کام کرتے ہیں وہ ضائع نہیں جاتا۔ بلکہ اس کا بدلہ کسی نہ کسی شکل میں ضرور ضرور ملتا ہے۔ قدرت کا یہی قانون ہے: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ﴾ (۹۹/ الزلزال: ۷۔۸) جو ایک ذرہ برابر خیر کرے گا وہ اسے بھی دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر شر کرے گا وہ اسے بھی دیکھ لے گا۔

از مکافات غافل مشو ☆ گندم از گندم بروید جو از جو

بَابٌ: قَدْرُ كَمْ يُعْطَى مِنَ الزَّكَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟ وَمَنْ أَعْطَى شَاةً

باب: زکوٰۃ یا صدقہ میں کتنا مال دینا درست ہے اور اگر کسی نے ایک پوری بکری دے دی؟

١٤٤٦۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ شِهَابٍ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ أَنَّهَا قَالَتْ: بُعِثَ إِلَى نُسَيْبَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَى عَائِشَةَ مِنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عِنْدَكُمْ

(۱۴۴۶) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوشہاب نے بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے، ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ نسیبہ نامی ایک انصاری عورت کے ہاں کسی نے ایک بکری بھیجی (یہ نسیبہ نامی انصاری عورت خود ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا ہی نام ہے) اس بکری کا گوشت انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں بھی بھیج

شَيْءٌ؟)) فَقَالَتْ: لَا، إِلَّا مَا أَرْسَلَتْ بِهِ نُسَيْبَةُ مِنْ ذَلِكَ الشَّاةِ. فَقَالَ: ((هَاتِ فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا)). [طرفاه في: ١٤٩٤، ٢٥٧٩]

[مسلم: ٢٤٩٠]

دیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ "تمہارے پاس کھانے کو کوئی چیز ہے؟" عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اور تو کوئی چیز نہیں البتہ اس بکری کا گوشت جو نسیبہ نے بھیجا تھا، وہ موجود ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "وہی لاؤ اب اس کا کھانا درست ہو گیا۔"

تشریح: باب کا مطلب یوں ثابت ہوا کہ پوری بکری بطور صدقہ نسیبہ کو بھیجی گئی۔ اب ام عطیہ نے جو تھوڑا گوشت اس بکری میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تحفہ کے طور پر بھیجا۔ اس سے یہ نکلا کہ تھوڑا گوشت بھی صدقہ دے سکتے ہیں کیونکہ ام عطیہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیجنا گو صدقہ نہ تھا مگر ہدیہ تھا۔ پس صدقہ کو اس پر قیاس کیا۔ ابن منیر نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر ان لوگوں کا رد کیا جو زکوٰۃ میں ایک فقیر کو اتنا دے دینا مکروہ سمجھتے ہیں کہ وہ صاحب نصاب ہو جائے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایسا ہی منقول ہے لیکن امام محمد رحمہ اللہ نے کہا اس میں کوئی قباحت نہیں۔ (وحیدی)

نبی کریم ﷺ نے اس بکری کے گوشت کو اس لیے کھانا حلال قرار دیا کہ جب فقیر ایسے مال سے تحفہ کے طور پر کچھ بھیج دے تو وہ درست ہے۔ کیونکہ ملک کے بدل جانے سے حکم بھی بدل جاتا ہے۔ یہی مضمون بریرہ کی حدیث میں بھی وارد ہے۔ جب بریرہ نے صدقہ کا گوشت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تحفہ بھیجا تھا تو آپ نے فرمایا تھا۔ ((هو لها صدقة ولنا هدية)) (وحیدی) وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے اس کی طرف سے تحفہ ہے۔

بَابُ زَكَاةِ الْوَرِقِ

باب: چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

١٤٤٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ)). حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، سَمِعَ أَبَاهُ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِهَذَا. [راجع: ١٤٠٥]

[مسلم: ٢٢٦٣، ٢٢٦٦؛ نسائي: ٢٤٤٥]

(۱۴۴۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں عمرو بن یحییٰ مازنی نے، انہیں ان کے باپ یحییٰ نے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ اوقیہ سے کم (چاندی) میں زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح پانچ وسق سے کم (غلہ) میں زکوٰۃ نہیں۔"

مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اسی حدیث کو سنا۔

تشریح: یہ حدیث ابھی اوپر باب "ما ادی زکوته فلیس بکنز" میں گزر چکی ہے اور وسق اور اوقیہ کی مقدار بھی وہیں مذکور ہو چکی ہے۔ پانچ اوقیہ دو سو درم کے ہوتے ہیں۔ ہر درم چھ دانق کا۔ ہر دانق ۸ جو اور ۲/۵ جو کا۔ تو درم ۵۰ جو اور ۲/۵ جو کا ہوا۔ بعض نے کہا کہ درم چار ہزار اور دو سو رائی کے دانوں کا ہوتا ہے۔ اور دینار ایک درم اور ۳/۷ درم کا یا چھ ہزار رائی کے دانوں کا۔ ایک قیراط ۳/۸ دانق کا ہوتا ہے۔

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے جس کا وزن ساڑھے سات تولہ ہوتا ہے اور چاندی کا نصاب

دوسو درہم ہے جن کا سکہ رائج الوقت دہلی سے ۵۶ روپے کا بنتے ہیں۔

"وقال شيخ مشائخنا العلامة الشيخ عبد الله الغازيفوري في رسالته ما معربه نصاب الفضة مائتا درهم اى خمسون واثنتان تولجة ونصف تولجة وهي تساوى ستين روبية من الروبية الانكليزية المنافضة في الهند في زمن الانكليز التي تكون بقدر عشر ماهجة ونصف ماهجة وقال الشيخ بحر العلوم اللكنوى الحنفي في رسائل الاركان الاربعة ص ۱۷۸ وزن مائتي درهم وزن خمس وخمسين روبية وكل روبية احد عشر ماشج۔" (مرعاة جلد ۳ ص ٤١)

ہمارے شیخ المشائخ علامہ حافظ عبداللہ غازی پوری فرماتے ہیں کہ چاندی کا نصاب دوسو درہم ہیں یعنی ساڑھے باون تولہ اور یہ انگریزی دور کے مروجہ چاندی کے روپے سے ساٹھ روپوں کے برابر ہوتی ہے۔ جو روپیہ تقریباً ساڑھے گیارہ ماشہ کا مروج تھا۔ مولانا بحر العلوم لکھنوی فرماتے ہیں کہ دوسو درہم وزن چاندی ۵۵ روپے کے برابر ہے اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا ہوتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں چاندی کا نصاب اوزان ہندیہ کی مناسبت سے ساڑھے باون تولہ چاندی ہے۔

خلاصہ یہ کہ غلہ میں پانچ وسق سے کم پر عشر نہیں اور پانچ وسق اکیس من ساڑھے سینتیس سیر وزن ۸۰ تولہ کے سیر کے حساب سے ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع ۲۳۴ تولے (۶ تولہ کم ۳ سیر) کا ہوتا ہے۔ پس ایک وسق چار من ساڑھے پندرہ سیر کا ہوا۔

اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اس حساب سے ساڑھے سات تولہ سونا پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكَاةِ

باب: زکوٰۃ میں (چاندی سونے کے سوا) اسباب کا لینا

تشریح: جمہور علما کے نزدیک زکوٰۃ میں چاندی سونے کے سوا دوسرے اسباب کا لینا درست نہیں۔ لیکن حنفیہ نے اس کو جائز کہا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

وَقَالَ طَاوُسٌ: قَالَ مُعَاذٌ لِأَهْلِ الْيَمَنِ: ائْتُونِي بِعَرْضٍ ثِيَابٍ خَمِيصٍ أَوْ لَبِيسٍ فِي الصَّدَقَةِ، مَكَانَ الشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ، وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((وَأَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)) وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ)) فَلَمْ يَسْتَثْنِ صَدَقَةَ الْفَرْضِ مِنْ غَيْرِهَا، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا لَمْ يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوضِ.

اور طاؤس نے بیان کیا کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن والوں سے کہا تھا کہ مجھے تم صدقہ میں جو اور جوار کی جگہ سامان واسباب یعنی خمیصہ (دھاری دار چادریں) یا دوسرے لباس دے سکتے ہو جس میں تمہارے لیے بھی آسانی ہوگی اور مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے لیے بھی بہتری ہوگی اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ "خالد نے تو اپنی زر ہیں اور ہتھیار اور گھوڑے سب اللہ کے راستے میں وقف کر دیئے ہیں۔" (اس لیے ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہی نہیں جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی۔ یہ حدیث کا ٹکڑا ہے وہ آئندہ تفصیل سے آئے گی) اور نبی کریم ﷺ نے (عید کے دن عورتوں سے) فرمایا: "صدقہ کرو خواہ تمہیں اپنے زیور ہی کیوں نہ دینے پڑ جائیں۔" تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اسباب کا صدقہ درست نہیں۔ چنانچہ (آپ کے اس فرمان پر) عورتیں اپنی بالیاں اور ہار ڈالنے لگیں آپ ﷺ نے (زکوٰۃ کے لیے) سونے چاندی کی بھی کوئی تخصیص نہیں فرمائی۔

تشریح: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن والوں کو اس لیے یہ فرمایا کہ اول تو جو اور جوار کا یمن سے مدینہ تک لانے میں خرچ بہت پڑتا۔ پھر اس وقت مدینہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو غلہ سے بھی زیادہ کپڑوں کی حاجت تھی تو معاذ رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ میں کپڑوں وغیرہ اسباب ہی کا لینا مناسب جانا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اسباب کو وقف کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ زکوٰۃ میں اسباب دینا درست ہے۔ اگر خالد رضی اللہ عنہ نے ان چیزوں کو وقف نہ کیا ہوتا تو ضرور ان میں سے کچھ زکوٰۃ میں دیتے۔ بعض نے تو یوں توجیہ کی ہے کہ جب خالد نے مجاہدین کی سربراہی ہی سامان سے کی اور یہ بھی زکوٰۃ کا ایک مصرف ہے تو گویا زکوٰۃ میں سامان دیا وھو المطلوب۔ عید میں عورتوں کے زیور صدقہ میں دینے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ زکوٰۃ میں اسباب کا دینا درست ہے کیونکہ ان عورتوں کے سب زیور چاندی سونے کے نہ تھے جیسے کہ بار وہ مشک اور لونگ سے بنا کر گلوں میں ڈالتیں۔

مخالفین یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ نفل صدقہ تھا نہ فرض زکوٰۃ کیونکہ زیور میں اکثر علما کے نزدیک زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ (وحیدی)

زیور کی زکوٰۃ کے متعلق حضرت مولانا عبداللہ شیخ الحدیث صاحب نے حضرت شیخ المحدث الکبیر مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ زیور میں زکوٰۃ واجب ہے۔ مولانا فرماتے ہیں: "وھو الحق" (مرعاۃ)

واقعہ حضرت خالد کے متعلق حضرت مولانا شیخ الحدیث عبیداللہ صاحب فرماتے ہیں:

"قصه خالد تؤول على وجوه احدها انهم طالبوا خالدا بالزكوة عن اثمان الاعتاد و والادراع بظن انها للتجارة وان الزكوة فيها واجبة فقال لهم لا زكوة فيها على فقالوا للنبى ﷺ ان خالداً منع الزكوة فقال انكم تظلمونه لانه حبسها ووقفها فى سبيل الله قبل الحول فلا زكوة فيها...... الخ۔" (مرعاۃ)

یعنی واقعہ خالد کی کئی طرح تاویل کی جاسکتی ہے ایک تو یہ کہ محصلین زکوٰۃ نے خالد سے ان کے ہتھیاروں اور زرع وغیرہ کی اس گمان سے زکوٰۃ طلب کی کہ یہ سب اموال تجارت ہیں اور ان میں زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ یہ مقدمہ نبی کریم ﷺ تک پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ خالد پر ظلم کر رہے ہو۔ اس نے تو سال کے پورا ہونے سے پہلے ہی اپنے تمام سامان کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا ہے۔ پس اس پر اس مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ لفظ اعتدہ کے متعلق مولانا فرماتے ہیں:

"بضم المثناة جمع عتد بفتحتين وفى مسلم اعتاده بزيادة الالف بعد التاء وهو ايضا جمعه وقال النووى واحده عتاد بفتح العين وقال الجزرى الاعتد والاعتاد جمع عتاد وهو ما اعده الرجل من السلاح والدواب والات الحرب ويجمع على اعتدة بكسر التاء ايضا وقيل هو الخيل خاصة يقال فرس عتيد اى صلب او معد للركوب اوسريع الوثوب۔"

خلاصہ یہ کہ لفظ اعتد عتد کی جمع ہے اور مسلم میں اس کی جمع الف کے ساتھ اعتاد بھی آئی ہے۔ نووی نے کہا کہ اس کا واحد عتاد ہے۔ جزری نے کہا کہ اعتد اور اعتاد عتاد کی جمع ہیں ہر وہ چیز ہتھیار سے اور جانوروں سے ان آلات جنگ سے جو کوئی جنگ کے لیے ان کو تیار کرے اور اس کی جمع اعتدہ بھی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے خاص گھوڑا ہی مراد ہے فرس عتید اس گھوڑے پر بولا جاتا ہے۔ جو بہت ہی تیز مضبوط سواری کے قابل ہو تیز قدم، جلد کودنے اور دوڑنے والا۔

١٤٤٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ ﷺ: ((وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ، وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ،

(١٤٤٨) ہم سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے میرے والد عبداللہ بن مثنی نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے ثمامہ بن عبداللہ نے بیان کیا۔ ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں (اپنے دور خلافت میں فرض زکوٰۃ سے متعلق ہدایت دیتے ہوئے) اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق یہ فرمان لکھا کہ ''جس کا صدقہ بنت مخاض تک پہنچ گیا ہو اور اس کے پاس بنت مخاض نہیں بلکہ بنت لبون ہے۔ تو اس سے وہی لے لیا جائے گا اور

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا، وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُونٍ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ)). [أطرافه في: ١٤٥٠، ١٤٥١، ١٤٥٣، ١٤٥٤، ١٤٥٥، ٢٤٨٧، ٣١٠٦، ٥٨٧٨، ٦٩٥٥] [ابوداود: ١٥٦٧؛ نسائي: ٢٤٤٦، ٢٤٥٤؛ ابن ماجه: ١٨٠٠]

اس کے بدلہ میں صدقہ وصول کرنے والا بیس درہم یا دو بکریاں زائد دے دے گا اور اگر اس کے پاس بنت مخاض نہیں ہے بلکہ ابن لبون ہے تو ابن لبون ہی لے لیا جائے گا اور اس صورت میں کچھ نہیں دیا جائے گا۔'' (وہ مادہ یا نر اونٹ جو تیسرے سال میں لگا ہو۔)

١٤٤٩ـ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، قَالَ: قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَرَأَى أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ، فَأَتَاهُنَّ وَمَعَهُ بِلَالٌ نَاشِرُ ثَوْبِهِ فَوَعَظَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي. وَأَشَارَ أَيُّوبُ إِلَى أُذُنِهِ وَإِلَى حَلْقِهِ. [راجع: ٩٨] [مسلم: ٢٠٤٥؛ ابوداود: ١١٤٢، ١١٤٣، ١١٤٤؛ نسائي: ١٥٦٨؛ ابن ماجه: ١٢٧٣]

(۱۴۴۹) ہم سے مؤمل بن ہشام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل نے ایوب سے بیان کیا اور ان سے عطاء بن ابی رباح نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا۔ اس وقت میں موجود تھا جب رسول اللہ ﷺ نے خطبہ سے پہلے نماز (عید) پڑھی۔ پھر آپ نے دیکھا کہ عورتوں تک آپ کی آواز نہیں پہنچی، اس لیے آپ ان کے پاس بھی آئے۔ آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے جو اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے۔ آپ نے عورتوں کو وعظ سنایا اور ان سے صدقہ کرنے کے لیے فرمایا اور عورتیں (اپنا صدقہ بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں) ڈالنے لگیں۔ یہ کہتے وقت ایوب نے اپنے کان اور گلے کی طرف اشارہ کیا۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے مقصد باب کے لیے اس سے بھی استدلال کیا کہ عورتوں نے صدقہ میں اپنے زیورات پیش کیے جن میں بعض زیور چاندی سونے کے نہ تھے۔

بَابٌ: لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ

باب: زکوٰۃ لیتے وقت جو مال جدا جدا ہوں وہ اکٹھے نہ کیے جائیں اور جو اکٹھے ہوں وہ جدا جدا نہ کیے جائیں

وَيُذْكَرُ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ.

اور سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

١٤٥٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ

(۱۴۵۰) ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا، اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں وہی چیز لکھی تھی جسے رسول اللہ ﷺ

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ)).

نے ضروری قرار دیا تھا، یہ کہ ''زکوٰۃ (کی زیادتی) کے خوف سے جدا جدا مال کو یک جا اور یک جا مال کو جدا جدا نہ کیا جائے۔''

[راجع: ١٤٤٨] [ابوداود: ١٥٦٨؛ ترمذي: ٦٢١]

تشریح: سالم کی روایت کو امام احمد اور ابو یعلی اور ترمذی وغیرہ نے وصل کیا ہے۔ امام مالک نے مؤطا میں اس کی تفسیر یوں بیان کی ہے۔ مثلاً تین آدمیوں کی الگ الگ چالیس چالیس بکریاں ہوں تو ہر ایک پر ایک بکری زکوٰۃ کی واجب ہے۔ زکوٰۃ لینے والا جب آیا تو یہ تینوں اپنی بکریاں ایک جگہ کر دیں۔ اس صورت میں ایک ہی بکری دینی پڑے گی۔ اسی طرح دو آدمیوں کی شرکت کے مال میں مثلاً دو سو بکریاں ہوں تو تین بکریاں زکوٰۃ کی لازم ہوں گی اگر وہ زکوٰۃ لینے والا جب آئے اس کو جدا جدا کر دیں تو دو ہی بکریاں دینی ہوں گی۔ اس سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے ساتھ فریب کرنا ہے، معاذ اللہ۔ وہ تو سب جانتا ہے۔ (وحیدی)

بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ

باب: اگر دو آدمی ساجھی ہوں تو زکوٰۃ کا خرچہ حساب سے برابر برابر ایک دوسرے سے مجرا کر لیں

وَقَالَ طَاوُسٌ وَعَطَاءٌ: إِذَا عَلِمَ الْخَلِيطَانِ أَمْوَالَهُمَا فَلَا يُجْمَعُ مَالُهُمَا وَقَالَ سُفْيَانُ: لَا تَجِبُ حَتَّى يَتِمَّ لِهَذَا أَرْبَعُوْنَ شَاةً، وَلِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً.

اور طاؤس اور عطاء رحمہما اللہ نے فرمایا کہ جب دو شریکوں کے جانور الگ الگ ہوں، اپنے اپنے جانوروں کو پہچانتے ہوں تو ان کو اکٹھا نہ کریں اور سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہو سکتی کہ دونوں شریکوں کے پاس چالیس چالیس بکریاں نہ ہو جائیں۔

١٤٥١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا، حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ)).

(۱۴۵۱) ہم سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں فرض زکوٰۃ میں وہی بات لکھی تھی جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائی تھی اس میں یہ بھی لکھوایا تھا کہ ''جب دو شریک ہوں تو وہ اپنا حساب برابر کر لیں۔''

[راجع: ١٤٤٨، ١٤٥٠]

تشریح: عطاء کے قول کو ابو عبید نے کتاب الاموال میں وصل کیا ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جدا جدا رہنے دیں گے اور اگر ہر ایک کا مال بقدر نصاب ہوگا تو اس میں سے زکوٰۃ لیں گے ورنہ نہ لیں گے۔ مثلاً دو شریکوں کی چالیس بکریاں ہیں مگر ہر شریک کو اپنی اپنی بیس بکریاں علیحدہ اور معین طور سے معلوم ہیں تو کسی پر زکوٰۃ نہ ہوگی اور زکوٰۃ لینے والے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ دونوں کے جانور ایک جگہ کر کے ان کو چالیس بکریاں سمجھ کر ایک بکری زکوٰۃ کی لے۔ اور سفیان نے جو کہا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے لیکن امام احمد اور شافعی اور اہلحدیث کا یہ قول ہے کہ جب دونوں شریکوں کے جانور مل کر حد نصاب کو پہنچ جائیں تو زکوٰۃ لی جائے گی۔ (وحیدی)

بَابُ زَكَاةِ الْإِبِلِ

باب: اونٹوں کی زکوٰۃ کا بیان

ذَكَرَهُ أَبُوْ بَكْرٍ وَأَبُوْ ذَرٍّ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس باب میں حضرت ابوبکر، ابو ذر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے روایتیں کی ہیں۔

١٤٥٢ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ: ((وَيْحَكَ، إِنَّ شَأْنَهَا شَدِيْدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا)) قَالَ: نَعَمْ قَالَ: ((فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ، فَإِنَّ اللَّهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا)). [أطرافه في: ٢٦٣٣، ٣٩٢٣، ٦١٦٥] - [مسلم: ٤٨٣٢؛ ابوداود: ٢٤٧٧؛ نسائي: ٤١٧٥]

(۱۴۵۲) ہم سے علی بن عبداللہ بن مدینی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یزید نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کے متعلق پوچھا (یعنی یہ کہ آپ اجازت دیں تو میں مدینہ میں ہجرت کر آؤں) آپ نے فرمایا: ''افسوس! اس کی تو شان بڑی ہے کیا تیرے پاس زکوٰۃ دینے کے لیے کچھ اونٹ ہیں جن کی تو زکوٰۃ دیا کرتا ہے؟'' اس نے کہا کہ ہاں! اس پر آپ نے فرمایا کہ ''پھر کیا ہے سمندروں کے اس پار (جس ملک میں تو رہے وہاں) عمل کرتا رہ اللہ تیرے کسی عمل کا ثواب کم نہیں کرے گا۔''

تشریح: مطلب آپ کا یہ تھا کہ جب تم اپنے ملک میں ارکان اسلام آزادی کے ساتھ ادا کر رہے ہو۔ یہاں تک کہ اونٹوں کی زکوٰۃ بھی باقاعدہ نکالتے رہتے ہو تو خواہ مخواہ ہجرت کا خیال کرنا ٹھیک نہیں۔ ہجرت کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ گھر اور وطن چھوڑنے کے بعد جو تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں ان کو ہجرت کرنے والے ہی جانتے ہیں۔ مسلمانان (پاک و) ہند کو اس حدیث سے سبق حاصل کرنا چاہیے اللہ نیک سمجھ عطا کرے۔ (آمین)

بَابُ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ

باب: جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ زکوٰۃ میں ایک برس کی اونٹنی دینا ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو

١٤٥٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ فَرِيْضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ رَسُوْلَهُ ﷺ: ((مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا. وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ،

(۱۴۵۳) ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس فرض زکوٰۃ کے ان فریضوں کے متعلق لکھا تھا جن کا اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے یہ کہ ''جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ جذعہ تک پہنچ جائے اور وہ جذعہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ حقہ ہو تو اس سے زکوٰۃ میں حقہ ہی لے لیا جائے گا لیکن اس کے ساتھ دو بکریاں بھی لی جائیں گی، اگر ان کے دینے میں اسے آسانی ہو ورنہ بیس درہم لیے جائیں گے۔ (تاکہ حقہ کی کمی پوری ہو جائے) اور اگر کسی پر زکوٰۃ میں حقہ واجب ہو اور حقہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ جذعہ ہو تو اس سے جذعہ ہی لے لیا

فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ، وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ، وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ. وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ)).

[راجع: ١٤٤٨]

جائے گا اور زکوۃ وصول کرنے والا زکوۃ دینے والے کو بیس درہم یا دو بکریاں دے گا اور اگر کسی پر زکوۃ حقہ کے برابر واجب ہوگئی اور اس کے پاس صرف بنت لبون ہے تو اس سے بنت لبون ہی لے لی جائے گی اور زکوۃ دینے والے کو دو بکریاں یا بیس درہم ساتھ میں اور دینے پڑیں گے اور اگر کسی پر زکوۃ میں بنت لبون واجب ہو اور اس کے پاس حقہ ہو تو حقہ ہی اس سے لے لیا جائے گا اور اس صورت میں زکوۃ وصول کرنے والا بیس درہم یا دو بکریاں زکوۃ دینے والے کو دے گا اور کسی کے پاس زکوۃ میں بنت لبون واجب ہو اور بنت لبون اس کے پاس نہیں بلکہ بنت مخاض ہے تو اس سے بنت مخاض ہی لے لیا جائے گا لیکن زکوۃ دینے والا اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔"

تشریح: اونٹ کی زکوۃ پانچ راس سے شروع ہوتی ہے، اس سے کم پر زکوۃ نہیں پس اس صورت میں چوبیس اونٹوں تک ایک بنت مخاض واجب ہوگی یعنی وہ اونٹنی جو ایک سال پورا کر کے دوسرے میں لگ رہی ہو۔ اونٹنی ہو یا اونٹ۔ پھر چھتیس پر بنت لبون یعنی وہ اونٹ جو دو سال کا ہو تیسرے میں چل رہا ہو۔ پھر چھیالیس پر ایک حقہ یعنی وہ اونٹ جو تین سال کا ہو کر چوتھے میں چل رہا ہو۔ پھر اکسٹھ پر جذعہ یعنی وہ اونٹ جو چار سال کا ہو کر پانچویں میں چل رہا ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اونٹ کی زکوۃ مختلف عمر کے اونٹ جو واجب ہوئے ہیں اگر کسی کے پاس اس عمر کا اونٹ نہ ہو جس کا دینا صدقہ کے طور پر واجب ہوا تھا تو اس سے کم یا زیادہ عمر والا اونٹ بھی لیا جا سکے گا، مگر کم دینے کی صورت میں خود اپنی طرف سے اور زیادہ دینے کی صورت میں صدقہ وصول کرنے والے کی طرف سے روپیہ یا کوئی اور چیز اتنی مالیت کی دی جائے گی جس سے اس کی یا زیادتی کا حق ادا ہو جائے۔ جیسا کہ تفصیلات حدیث مذکور میں دی گئی ہیں اور مزید تفصیلات حدیث ذیل میں آ رہی ہیں۔

بَابُ زَكَاةِ الْغَنَمِ

باب: بکریوں کی زکوۃ کا بیان

١٤٥٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ الْمُثَنَّى الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّ أَنَسًا، حَدَّثَهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، وَالَّتِي أَمَرَ اللَّهُ بِهَا رَسُولَهُ، فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا، وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا

(۱۴۵۴) ہم سے محمد بن عبداللہ بن مثنی انصاری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں بحرین (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو ان کو یہ پروانہ لکھ دیا۔ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہ زکوۃ کا وہ فریضہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے فرض قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا۔ اس لیے جو شخص مسلمانوں سے اس پروانہ کے مطابق زکوۃ مانگے تو مسلمانوں کو اسے دے دینا چاہیے اور اگر کوئی اس سے زیادہ مانگے تو ہرگز نہ دے۔ "چوبیس یا

فَلَا يُعْطِ: ((فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُونَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتَّةً وَثَلَاثِينَ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَأَرْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ الْجَمَلِ، فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّينَ إِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِينَ فَفِيهَا جَذَعَةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ يَعْنِي سِتَّةً وَسَبْعِينَ إِلَى تِسْعِينَ فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ، فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِيهَا حِقَّتَانِ طَرُوقَتَا الْجَمَلِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ، وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ، إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الْإِبِلِ فَفِيهَا شَاةٌ، وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِمِائَةٍ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِمِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ، إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا، وَفِي الرِّقَةِ رُبْعُ الْعُشْرِ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ، إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا)). [راجع: ١٤٤٨]

اس سے کم اونٹوں میں ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری دینی ہوگی۔ (پانچ سے کم میں کچھ نہیں) لیکن جب اونٹوں کی تعداد پچیس تک پہنچ جائے تو پچیس سے پینتیس تک ایک ایک برس کی اونٹنی واجب ہوگی جو مادہ ہوتی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد چھتیس تک پہنچ جائے (تو چھتیس سے) پینتالیس تک دو برس کی مادہ واجب ہوگی۔ جب تعداد چھیالیس تک پہنچ جائے (تو چھیالیس سے) ساٹھ تک میں تین برس کی اونٹنی واجب ہوگی جو جفتی کے قابل ہوتی ہے۔ جب تعداد اکسٹھ تک پہنچ جائے (تو اکسٹھ سے) پچھتر تک چار برس کی مادہ واجب ہوگی۔ جب تعداد چھہتر تک پہنچ جائے (تو چھہتر سے) نوے تک دو دو برس کی دو اونٹنیاں واجب ہوں گی۔ جب تعداد اکیانوے تک پہنچ جائے تو (اکیانوے سے) ایک سو بیس تک تین تین برس کی دو اونٹنیاں واجب ہوں گی جو جفتی کے قابل ہوں۔ پھر ایک سو بیس سے بھی تعداد آگے بڑھ جائے تو ہر چالیس پر دو برس کی اونٹنی واجب ہوگی اور ہر پچاس پر ایک تین برس کی۔ اور اگر کسی کے پاس چار اونٹ سے زیادہ نہیں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی مگر جب ان کا مالک اپنی خوشی سے کچھ دے اور ان بکریوں کی زکوٰۃ جو (سال کے اکثر حصے جنگل یا میدان وغیرہ میں) چر کر گزارتی ہیں اگر ان کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی ہو تو (چالیس سے) ایک سو بیس تک ایک بکری واجب ہوگی اور جب ایک سو بیس سے تعداد بڑھ جائے (تو ایک سو بیس) سے دو سو تک دو بکریاں واجب ہوں گی۔ اگر دو سو سے بھی تعداد بڑھ جائے تو (دو سو سے) تین سو تک تین بکریاں واجب ہوں گی اور جب تین سو سے بھی تعداد آگے نکل جائے تو اب ہر ایک سو پر ایک بکری واجب ہوگی۔ اگر کسی شخص کی چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی مگر اپنی خوشی سے مالک کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ اور چاندی میں زکوٰۃ چالیسواں حصہ واجب ہوگی لیکن اگر کسی کے پاس ایک سو نوے (درہم) سے زیادہ نہیں ہیں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی مگر خوشی سے کچھ اگر مالک دینا چاہیے تو اور بات ہے۔"

تشریح: زکوٰۃ ان ہی گائے، بیل یا اونٹوں یا بکریوں میں واجب ہے جو آدھے برس سے زیادہ جنگل میں چر لیتی ہوں اور اگر آدھے برس سے زیادہ ان کو گھر سے کھلانا پڑتا ہے تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اہلحدیث کے نزدیک سوا ان تین جانوروں یعنی اونٹ، گائے، بکری کے سوا اور کسی جانور میں زکوٰۃ

نہیں ہے۔ مثلاً گھوڑوں یا خچروں یا گدھوں میں۔ (وحیدی)

بَابٌ: لَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ

باب: زکوٰۃ میں بوڑھا یا عیب دار یا نر جانور نہ لیا جائے گا مگر جب زکوٰۃ وصول کرنے والا مناسب سمجھے تو لے سکتا ہے

١٤٥٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ ﷺ: ((وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٌ، إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ)). [راجع: ١٤٤٨]

(۱۴۵۵) ہم سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ احکام زکوٰۃ کے مطابق لکھا کہ "زکوٰۃ میں بوڑھے، عیبی اور نر نہ لیے جائیں، البتہ اگر صدقہ وصول کرنے والا مناسب سمجھے تو لے سکتا ہے۔"

تشریح: مثلاً زکوٰۃ کے جانور سب مادیاں ہی مادیاں ہوں نر کی ضرورت ہو تو نر لے سکتا ہے یا کسی عمدہ نسل کے اونٹ یا گائے یا بکری کی ضرورت ہو اور گو اس میں عیب ہو مگر اس کی نسل لینے میں آیندہ فائدہ ہو تو لے سکتا ہے۔

بَابُ أَخْذِ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ

باب: بکری کا بچہ زکوٰۃ میں لینا

١٤٥٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ؛ ح: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللّٰهِ! لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا. [راجع: ١٣٩٩، ١٤٠٠]

(۱۴۵۶) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی اور انہیں زہری نے (دوسری سند) اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن خالد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے متعلق فرمایا تھا) قسم اللہ کی! اگر یہ مجھے بکری کے ایک بچہ کو بھی دینے سے انکار کریں گے جسے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان کے اس انکار پر ان سے جہاد کروں گا۔

١٤٥٧ـ قَالَ عُمَرُ: فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللّٰهَ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ بِالْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ. [راجع: ١٤٠٠]

(۱۴۵۷) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے سوا اور کوئی بات نہیں تھی جیسا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جہاد کے لیے شرح صدر عطا فرمایا تھا اور پھر میں نے بھی یہی سمجھا کہ فیصلہ انہیں کا حق تھا۔

تشریح: بکری کا بچہ اس وقت زکوٰۃ میں لیا جائے گا کہ تحصیلدار مناسب سمجھے یا کسی شخص کے پاس نر بچے ہی بچے رہ جائیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث عنوان میں یہ اشارہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ان لفظوں سے نکالا کہ اگر یہ لوگ بکری کا ایک بچہ جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیا

کرتے تھے اس سے بھی انکار کریں گے تو میں ان پر جہاد کروں گا۔ پہلے پہل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں سے جو زکوٰۃ نہ دیتے تھے لڑنے میں تامل ہوا کیونکہ وہ کلمہ گو تھے۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان سے زیادہ علم تھا۔ آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان سے متفق ہو گئے۔ اس حدیث سے یہ صاف نکلتا ہے کہ صرف کلمہ پڑھ لینے سے آدمی کا اسلام پورا نہیں ہوتا۔ جب تک اسلام کے تمام اصول اور قطعی فرائض کو نہ مانے۔ اگر اسلام کے ایک قطعی فرض کا کوئی انکار کرے، جیسے نماز یا روزہ یا زکوٰۃ یا جہاد یا حج تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور اس پر جہاد کرنا درست ہے۔ (وحیدی)

بَابٌ: لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ

باب: زکوٰۃ میں لوگوں کے عمدہ اور چھٹے ہوئے مال نہ لیے جائیں گے

١٤٥٨ ـ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا عَلَى الْيَمَنِ قَالَ: ((إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللَّهِ، فَإِذَا عَرَفُوا اللَّهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ، فَإِذَا فَعَلُوا، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً تُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ، وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ)). [راجع: ١٣٩٥]

(۱۴۵۸) ہم سے امیہ بن بسطام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زید بن زریع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے روح بن قاسم نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن امیہ نے، ان سے یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی نے، ان سے ابومعبد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا کہ ''دیکھو! تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب (عیسائی، یہودی) ہیں۔ اس لیے سب سے پہلے انہیں اللہ کی عبادت کی دعوت دینا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں (یعنی اسلام قبول کر لیں) تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ اسے بھی ادا کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض قرار دی ہے جو ان کے سرمایہ داروں سے لی جائے گی (جو صاحب نصاب ہوں گے) اور انہیں کے فقیروں میں تقسیم کر دی جائے گی۔ جب وہ اسے بھی مان لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کر۔ البتہ ان کی عمدہ چیزیں (زکوٰۃ کے طور پر لینے سے) پرہیز کرنا۔''

تشریح: ان کے فقیروں میں تقسیم کا مطلب یہ کہ ان ہی کے ملک کے فقیروں کو۔ اس معنی کے تحت ایک ملک کی زکوٰۃ دوسرے ملک کے فقیروں کو بھیجنا ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ مگر جمہور علما کہتے ہیں کہ مراد مسلمان فقرا ہیں خواہ وہ کہیں ہوں اور کسی ملک کے ہوں۔ اس معنی کے تحت زکوٰۃ کا دوسرے ملک میں بھیجنا درست رکھا گیا ہے۔ حدیث اور باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وقال شیخنا فی شرح الترمذی والظاهر عندی عدم النقل الا اذا فقد المستحقون لها او تکون فی النقل مصلحة انفع واهم من عدمه والله تعالی اعلم۔'' (مرعاة)

یعنی ہمارے شیخ مولانا عبدالرحمٰن شرح ترمذی میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ظاہر یہی ہے کہ صرف اسی صورت میں وہاں سے زکوٰۃ دوسری جگہ دی جائے جب وہاں مستحق لوگ نہ ہوں یا وہاں سے نقل کرنے میں کوئی مصلحت ہو یا بہت ہی اہم ہو اور زیادہ سے زیادہ نفع بخش ہو کہ وہ نہ بھیجنے کی صورت میں حاصل نہ ہو۔ ایسی حالت میں دوسری جگہ میں زکوٰۃ نقل کی جا سکتی ہے۔

بَابٌ: لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ

باب: پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں

١٤٥٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِيْ صَعْصَعَةَ الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ)). [راجع: ١٤٠٥] [نسائي: ٢٤٧٣]

(۱۴۵۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں محمد بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ مازنی نے، انہیں ان کے باپ نے اور انہیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں اسی طرح پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔''

تشریح: اس حدیث کے ذیل حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عن ابی سعید خمس اواق من الورق صدقة وهو مطابق للفظ الترجمة وكان المصنف اراد ان يبين بالترجمة ما ابهم فی لفظ الحديث اعتماداً على طريق الاخرى واواق بالتنوين وباثبات التحتانية مشدداً ومخففا جمع اوقية بضم الهمزة وتشديد التحتانية وحكى الجيانى وفيه بحذف الالف وفتح الواو ومقدار الاوقية فی هذا الحديث اربعون درهما بالاتفاق والمراد بالدرهم الخالص من الفضة سواء كان مضروبا اور غير مضروب۔"

"اوسق جمع وسق بفتح الواو ويجوز كسرها حكاه صاحب المحكم وجمعه حينئذ اوساق كمحل واحمال وقد وقع كذلك فی رواية المسلم وهو ستون صاعا بالاتفاق ووقع فی رواية ابن ماجة من طريق ابی البختری عن ابی سعيد نحو هذا الحديث وفيه والوسق ستون صاعا۔ وقد اجمعوا على ذلك فی خمسة اوسق فما زاد اجمع العلماء على اشتراط الحول فی الماشية والنقد دون المعشرات والله اعلم۔" (فتح الباری)

خلاصہ عبارت یہ کہ پانچ اوقیہ چاندی میں زکوٰۃ ہے یہی لفظ باب کے مطابق ہے اور دوسری روایت پر اعتماد کرتے ہوئے لفظ حدیث میں جو ابہام تھا، اسے ترجمہ کے ذریعہ بیان کر دیا۔ اور لفظ اواق اوقیہ کی جمع ہے جس کی مقدار متفقہ طور پر چالیس درہم ہے۔ درہم سے خالص چاندی کا سکہ مراد ہے جو مضروب ہو یا غیر مضروب۔

لفظ اوسق وسق کی جمع ہے اور وہ متفقہ طور پر ساٹھ صاع پر بولا گیا ہے۔ اس پر اجماع ہے کہ عشر کے لئے پانچ وسق کا ہونا ضروری ہے اور جانوروں کے لئے، نقدی کے لئے ایک سال کا گزر جانا بھی شرط ہے اس پر علما کا اجماع ہے۔ اجناس جن سے عشر نکالا جاتا ہے ان کے لیے سال گزرنے کی شرط نہیں ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قلت هذا الحديث صريح فی ان النصاب شرط لوجوب العشر اونصف العشر فلا تجب الزكوة فی شيء من الزروع والثمار حتى تبلغ خمسة اوسق وهذا مذهب اكثر اهل العلم والصاع اربعة امداد والمد رطل وثلث رطل فالصاع خمسة ارطال وثلث رطل ذلك بالرطل الذی وزنه مائة درهم وثمانية عشرون درهما بالدراهم التی كل عشرة منها وزن

سبعة مثاقيل۔" (مرعاة)

یعنی میں کہتا ہوں کہ حدیث ہذا صراحت کے ساتھ بتلا رہی ہے کہ عشر یا نصف عشر کے لئے نصاب شرط ہے پس کھیتی اور پھلوں میں کوئی زکوٰۃ فرض نہ ہوگی جب تک وہ پانچ وسق کو نہ پہنچ جائے اور اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مد ایک رطل اور تہائی رطل کا پس صاع کے پانچ اور ثلث رطل ہوئے اور یہ حساب اس رطل سے ہے، جس کا وزن ایک سو اٹھائیس درہم کے برابر ہوں اور درہم سے مراد وہ جس کیلئے دس درہم کا وزن سات مثقال کے برابر ہو۔

بعض علمائے احناف ہند نے یہاں کی زمینوں سے عشر کو ساقط قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ جو یہاں کی اراضی کو خراجی قرار دیتے ہیں۔ اس بارے میں حضرت مولانا شیخ الحدیث عبیداللہ صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اختلف اصحاب الفتوى من الحنفية فى اراضى المسلمين فى بلاد الهند فى زمن الانكليز وتخبطوا فى ذالك فقال بعضهم لاعشر فيها لانها اراضى دارالحرب وقال بعضهم ان اراضى الهند ليست بعشرية ولا خراجية بل اراضى الحوز اى اراضى بيت المال واراضى المملكة والحق عندنا وجوب العشر فى اراضى الهند مطلقا اى على اى صفة كان فيجب العشر ونصفه على المسلم فيما يحصل له من الارض اذا بلغ النصاب سواء كانت الارض ملكا له اولغيره زرع فيها على سبيل الاجارة اوالعارية اوالمزارعة لان العشر فى الحب والزرع والعبرة لمن يملكه فيجب الزكوٰة فيه على مالكه المسلم وليس من مؤنة الارض فلايبحث عن صفتها والضريبة التى تاخذها المملكة من اصحاب المزارع فى الهند ليست خراجا شرعيا ولا مما يسقط فريضة العشر كما لا يخفى وارجع الى المغنى۔" (ص٢/ ٧٢٨) (مرعاة، ج: ٣/ ص: ٣٨)

یعنی انگریزی دور میں ہند میں مسلمانوں کی اراضیات کے متعلق علمائے احناف نے جو صاحبان فتویٰ تھے، بعض نے یہ خبط اختیار کیا کہ ان زمینوں کی پیداوار میں عشر نہیں ہے، اس لئے کہ یہ اراضی دارالحرب ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ زمینیں نہ تو عشری ہیں نہ خراجی بلکہ یہ حکومت کی زمینیں ہیں اور ہمارے نزدیک امر حق یہ ہے کہ اراضی ہند میں مطلقاً پیداوار نصاب پر مسلمانوں کے لئے عشر واجب ہے، چاہے وہ زمین ان کی ملکیت ہو یا غیر کی ہو وہ کاشتکار ہوں یا ٹھیکیدار ہوں بہرحال اناج کی پیداوار جو نصاب کو پہنچ جائے عشر واجب ہے اور اس بارے میں زمین پر اخراجات اور سرکاری مالیانہ وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ ہندوستان میں سرکار جو محصول لیتی ہے، وہ خراج شرعی نہیں ہے اور نہ اس سے عشر ساقط ہوسکتا ہے۔

بَابُ زَكَاةِ الْبَقَرِ

باب: گائے بیل کی زکوٰۃ کا بیان

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَأَعْرِفَنَّ مَا جَاءَ اللَّهَ رَجُلٌ بِبَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ)). وَيُقَالُ: جُؤَارٌ ﴿تَجْئَرُونَ﴾ [النحل:٥٣]: يَرْفَعُونَ أَصْوَاتَهُمْ كَمَا تَجْأَرُ الْبَقَرَةُ.

اور ابوحمید ساعدی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں (قیامت کے دن اس حال میں) وہ شخص دکھلا دوں گا جو اللہ کی بارگاہ میں گائے کے ساتھ اس طرح آئے گا کہ وہ گائے بولتی ہوئی ہوگی۔" (سورۂ مومنوں میں لفظ) خُوَارٌ (جؤار کے ہم معنی) یجارون (اس وقت کہتے ہیں جب) اس طرح لوگ اپنی آواز بلند کریں جیسے گائے بولتی ہے۔

١٤٦٠۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَيْهِ يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي

(۱۴۶۰) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے معرور بن سوید سے بیان کیا، ان سے ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچ گیا تھا اور آپ فرما رہے تھے: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا

نَفْسِي بِيَدِهِ أَوْ وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ، أَوْ كَمَا حَلَفَ- مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُوْنُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا إِلَّا أُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا تَكُوْنُ وَأَسْمَنَهُ، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا، وَتَنْطِحُهُ بِقُرُوْنِهَا، كُلَّمَا جَازَتْ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُوْلَاهَا، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ)) رَوَاهُ بُكَيْرٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفه في: ٦٦٣٨] [مسلم: ٢٣٠٠، ٢٣٠١؛ ترمذي: ٦١٧؛ نسائي: ٢٤٥٥؛ ابن ماجه: ١٧٨٥]

(آپ نے قسم اس طرح کھائی) اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یا جن الفاظ کے ساتھ بھی آپ نے قسم کھائی ہو (اس تاکید کے بعد فرمایا) کوئی بھی ایسا شخص جس کے پاس اونٹ گائے یا بکری ہو اور وہ اس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن اسے لایا جائے گا۔ دنیا سے زیادہ بڑی اور موٹی تازہ کر کے۔ پھر وہ اپنے مالک کو اپنے کھروں سے روندے گی اور سینگ مارے گی۔ جب آخری جانور اس پر سے گزر جائے گا تو پہلا جانور پھر لوٹ کر آئے گا۔ (اور اسے اپنے سینگ مارے گا اور کھروں سے روندے گا) اس وقت تک (یہ سلسلہ برابر قائم رہے گا) جب تک لوگوں کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔'' اس حدیث کو بکیر بن عبداللہ نے ابو صالح سے روایت کیا ہے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

تشریح: اس حدیث سے باب کا مطلب یعنی گائے بیل کی زکوٰۃ دینے کا وجوب ثابت ہوا کیونکہ عذاب اس امر کے ترک پر ہوگا جو واجب ہے۔ مسلم کی روایت میں اس حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرتا ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرائط کے مطابق انہیں گائے کی زکوٰۃ کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ملی۔ اس لئے اس باب کے تحت آپ نے اس حدیث کو ذکر کر کے گائے کی زکوٰۃ کی فرضیت پر دلیل پکڑی۔

بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الْأَقَارِبِ

باب: اپنے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَهُ أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَالصَّدَقَةِ)).

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں فرمایا جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی) ''اس کو دوگناہ ثواب ملے گا، ناطہ جوڑنے اور صدقہ کا۔''

تشریح: اہلحدیث کے نزدیک یہ مطلقاً جائز ہے۔ جب اپنے رشتہ دار محتاج ہوں تو باپ بیٹے کو یا بیٹا باپ کو یا خاوند بیوی کو یا بیوی خاوند کو دے۔ بعض نے کہا اپنے چھوٹے بچے کو فرض زکوٰۃ دینا بالاجماع درست نہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے اپنے خاوند کو بھی دینا درست نہیں رکھا اور امام شافعی اور امام احمد نے حدیث کے موافق اس کو جائز رکھا ہے۔ مترجم (مولانا وحید الزماں) کہتا ہے کہ رشتہ داروں کو اگر وہ محتاج ہوں زکوٰۃ دینے میں دہرا ثواب ملے گا ناجائز ہونا کیسا؟ (وحیدی)

رائح کا معنی بے کھٹکے آمدنی کا مال یا بے محنت اور مشقت کی آمدنی کا ذریعہ۔ روح کی روایت خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب البیوع میں اور یحییٰ بن یحییٰ کی کتاب الوصایا میں اور اسماعیل کی کتاب التفسیر میں وصل کی۔ (وحیدی)

١٤٦١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءُ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ

(۱۴۶۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے، کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اپنے کھجور کے باغات کی وجہ سے۔ اور اپنے باغات میں سب سے زیادہ پسند انہیں بیرحاء کا باغ تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف

يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ [آل عمران: ٩٢] قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُوْلُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَاللَّهِ، فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((بَخٍ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ)) فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ. تَابَعَهُ رَوْحٌ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْمَاعِيلُ عَنْ مَالِكٍ: ((رَايِحٌ)) بِالْيَاءِ. [أطرافه في: ٢٣١٨، ٢٧٥٢، ٢٧٥٨، ٢٧٩٦، ٤٥٥٤، ٤٥٥٥، ٥٦١١] [مسلم: ٢٣١٥]

لے جایا کرتے اور اس کا میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿لن تنالوا البر﴾ الخ یعنی ”تم نیکی کو اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی پیاری سے پیاری چیز نہ خرچ کرو۔“ یہ سن کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ”تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی پیاری سے پیاری چیز نہ خرچ کرو۔“ اور مجھے بیرحاء کا باغ سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اس لیے میں اسے اللہ تعالیٰ کے لیے خیرات کرتا ہوں۔ اس کی نیکی اور اس کے ذخیرۂ آخرت ہونے کا امیدوار ہوں۔ اللہ کے حکم سے جہاں آپ مناسب سمجھیں اسے استعمال کیجئے۔ راوی نے بیان کیا کہ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خوب! یہ تو بڑا ہی آمدنی کا مال ہے۔ یہ تو بہت ہی نفع بخش ہے۔ اور جو بات تم نے کہی میں نے وہ سن لی۔ اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو دے ڈالو۔“ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا کے لڑکوں کو دے دیا۔ عبداللہ بن یوسف کے ساتھ اس روایت کی متابعت روح نے کی ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ اور اسماعیل نے مالک کے واسطہ سے (رابح کے بجائے) رایح نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے صاف نکلا کہ اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنا درست ہے۔ یہاں تک کہ بیوی بھی اپنے مفلس خاوند اور مفلس بیٹے پر خیرات کر سکتی ہے۔ اور گو یہ صدقہ فرض زکوٰۃ نہ تھا۔ مگر فرض زکوٰۃ کو بھی ان پر قیاس کیا ہے۔ بعض نے کہا جس کا نفقہ آدمی پر واجب ہو جیسے بیوی کا یا چھوٹے لڑکے کا تو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ اور چونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ زندہ تھے، اس لیے ان کے ہوتے ہوئے بچے کا خرچ ماں پر واجب نہ تھا۔ لہٰذا ماں کو اس پر خیرات خرچ کرنا جائز ہوا۔ واللہ اعلم۔ (وحیدی)

١٤٦٢ـ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فِي أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى، ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَعَظَ النَّاسَ وَأَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ

(۱۴۶۲) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، انہیں عیاض بن عبداللہ نے، اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ رسول اللہ ﷺ عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر میں عیدگاہ میں تشریف لے گئے۔ پھر (نماز کے بعد) لوگوں کو وعظ فرمایا اور صدقہ کا حکم دیا۔ فرمایا: ”لوگو! صدقہ دو۔“ پھر آپ ﷺ عورتوں کی طرف گئے اور ان سے بھی یہی فرمایا کہ

فَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ تَصَدَّقُوْا)) فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ: ((يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ)) فَقُلْنَ: وَبِمَ ذَلِكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ)) ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمَّا صَارَ إِلَى مَنْزِلِهِ جَاءَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ تَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ، فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! هَذِهِ زَيْنَبُ. فَقَالَ: ((أَيُّ الزَّيَانِبِ؟)) فَقِيْلَ: امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: ((نَعَمْ، ائْذَنُوْا لَهَا)) فَأُذِنَ لَهَا قَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ، وَكَانَ عِنْدِيْ حُلِيٌّ لِيْ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ، فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ أَنَّهُ وَوَلَدَهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((صَدَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ، زَوْجُكِ وَوَلَدُكِ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهِ عَلَيْهِمْ)). [راجع: ٣٠٤]

"عورتو! صدقہ دو کہ میں نے جہنم میں بکثرت تم ہی کو دیکھا ہے۔" عورتوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا: "اس لیے کہ تم لعن وطعن زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم سے زیادہ عقل اور دین کے اعتبار سے ایسی کوئی مخلوق نہیں دیکھی جو کار آزمودہ مرد کی عقل کو بھی اپنی مٹھی میں لے لیتی ہو۔ ہاں اے عورتو!" پھر آپ واپس گھر پہنچے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا آئیں اور اجازت چاہی۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ زینب آئی ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: "کون سی زینب؟" (کیونکہ زینب نام کی بہت سی عورتیں تھیں) کہا گیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ نے فرمایا: "اچھا انہیں اجازت دے دو۔" چنانچہ اجازت دے دی گئی۔ انہوں نے آ کر عرض کیا: یارسول اللہ! آج آپ نے صدقہ کا حکم دیا تھا۔ اور میرے پاس بھی کچھ زیور ہے جسے میں صدقہ کرنا چاہتی تھی۔ لیکن (میرے خاوند) ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اور ان کے لڑکے اس کے ان (مسکینوں) سے زیادہ مستحق ہیں جن پر میں صدقہ کروں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر فرمایا: "ابن مسعود نے صحیح کہا۔ تمہارے شوہر اور تمہارے لڑکے اس صدقہ کے ان سے زیادہ مستحق ہیں جنہیں تم صدقہ کے طور پر دو گی۔" (معلوم ہوا کہ اقارب اگر محتاج ہوں تو صدقہ کے اولین مستحق وہی ہیں)۔

بَابٌ: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ فَرَسِهِ صَدَقَةٌ

باب: مسلمان پر اس کے گھوڑوں کی زکوٰۃ دینا ضروری نہیں ہے

١٤٦٣ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ دِيْنَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ فَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ)).

[طرفه في: ١٤٦٤] [مسلم: ٢٢٧٣؛ ابوداود: ١٥٩٤، ١٥٩٥؛ ترمذي: ٦٢٨؛ نسائي: ٢٤٦٦، ٢٤٦٧، ٢٤٧١؛ ابن ماجه: ١٨١٢]

(١٤٦٣) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے سلیمان بن یسار سے سنا، ان سے عراک بن مالک نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ واجب نہیں۔"

بَابٌ: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ

باب: مسلمان کو اپنے غلام (لونڈی) کی زکوٰۃ دینی ضروری نہیں ہے

١٤٦٤۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ، عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ ح: وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا خُثَيْمُ بْنُ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ)). [راجع: ١٤٦٣]

(۱۴۶۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے خثیم بن عراک بن مالک نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے (دوسری سند) اور ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خثیم بن عراک بن مالک نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان پر نہ اس کے غلام میں زکوٰۃ فرض ہے اور نہ گھوڑے میں۔''

تشریح: اہلحدیث کا محقق مذہب یہی ہے کہ غلاموں اور گھوڑوں میں مطلقاً زکوٰۃ نہیں ہے گو تجارت کے لیے ہوں۔ مگر ابن منذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اگر تجارت کے لیے ہوں تو ان میں زکوٰۃ ہے۔ اصل یہ ہے کہ ان ہی جنسوں میں لازم ہے جن کا بیان نبی کریم ﷺ نے فرمادیا۔ یعنی چوپایوں میں سے اونٹ، گائے، اور بیل بکریوں میں اور نقد مال سے سونے چاندی میں اور غلوں میں سے گیہوں اور جو اور جوار اور میووں میں سے کھجور، اور سوکھی انگور میں، بس ان کے سوا اور کسی مال میں زکوٰۃ نہیں گو وہ تجارت اور سوداگری ہی کے لیے ہو اور ابن منذر نے جو اجماع اس کے خلاف پر نقل کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ جب ظاہریہ اور اہلحدیث اس مسئلہ میں مختلف ہیں تو اجماع کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اور ابوداؤد کی حدیث اور دارقطنی کی حدیث کہ جس مال کو ہم بیچنے کے لیے رکھیں اس میں آپ نے زکوٰۃ کا حکم دیا، یا کپڑے میں زکوٰۃ ہے ضعیف ہے۔ حجت کے لیے لائق نہیں۔

اور آیت قرآن ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ (۹/التوبۃ:۱۰۳) میں اموال سے وہی مال مراد ہیں جن کی زکوٰۃ کی تصریح حدیث میں آئی ہے۔ یہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے اور سید علامہ نے اس کی تائید کی ہے۔ اس بنا پر جواہر، موتی، مونگا، یاقوت، الماس اور دوسری صدہا اشیائے تجارتی میں جیسے گھوڑے، گاڑیاں، کتابیں، کاغذ میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ مگر چونکہ ائمہ اربعہ اور جمہور علما اموال تجارتی میں وجوب زکوٰۃ کی طرف گئے ہیں لہٰذا احتیاط اور تقویٰ یہی ہے کہ ان میں سے زکوٰۃ نکالے۔ (وحیدی)

بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامَى

باب: یتیموں پر صدقہ کرنا بڑا ثواب ہے

١٤٦٥۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ

(۱۴۶۵) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ہشام دستوائی نے، یحییٰ سے بیان کیا۔ ان سے ہلال بن ابی میمونہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عطاء بن یسار نے بیان کیا، اور انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ہم آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں تمہارے متعلق اس بات

فَقَالَ: ((إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا)) فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ فَقِيلَ لَهُ: مَا شَأْنُكَ تُكَلِّمُ النَّبِيَّ ﷺ وَلَا يُكَلِّمُكَ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ: فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ: ((أَيْنَ السَّائِلُ؟)) وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ: ((إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ، وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ، أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ، فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ، وَإِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أَعْطَى مِنْهُ الْمِسْكِينَ وَالْيَتِيمَ وَابْنَ السَّبِيلِ)) أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَيَكُونُ شَهِيدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

[راجع: ۹۲۱] [مسلم: ۲۴۲۲، ۲۴۲۳؛ نسائي: ۲۵۸۰]

سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا کی خوشحالی اور اس کی زیبائش وآرائش کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔'' ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اچھائی برائی پیدا کرے گی؟ اس پر نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس لیے اس شخص سے کہا جانے لگا کہ کیا بات تھی۔ تم نے نبی کریم ﷺ سے ایک بات پوچھی لیکن آپ تم سے بات نہیں کرتے۔ پھر ہم نے محسوس کیا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ بیان کیا کہ پھر آپ نے پسینہ صاف کیا (جو وحی نازل ہوتے وقت آپ کو آنے لگتا) پھر پوچھا کہ ''سوال کرنے والے صاحب کہاں ہیں؟'' ہم نے محسوس کیا آپ نے اس کے (سوال کی) تعریف کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اچھائی برائی نہیں پیدا کرتی (مگر بے موقع استعمال سے برائی پیدا ہوتی ہے) کیونکہ موسم بہار میں بعض ایسی گھاس بھی اگتی ہیں جو جان لیوا یا تکلیف دہ ثابت ہوتی ہیں۔ البتہ ہریالی چرنے والا وہ جانور بچ جاتا کہ خوب چرتا ہے اور جب اس کی دونوں کوکھیں بھر جاتی ہیں تو سورج کی طرف رخ کر کے پاخانہ پیشاب کر دیتا ہے اور پھر چرتا ہے۔ اسی طرح یہ مال و دولت بھی ایک خوشگوار اور سبزہ زار ہے۔ اور مسلمان کا وہ مال کتنا عمدہ ہے جو مسکین، یتیم اور مسافر کو دیا جائے۔'' یا جس طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''ہاں اگر کوئی شخص زکوٰۃ کا حقدار ہونے کے بغیر لیتا ہے تو اس کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو کھاتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اور قیامت کے دن یہ مال اس کے خلاف گواہ ہوگا۔''

تشریح: اس طویل حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کے مستقبل کی بابت کئی ایک اشارے فرمائے جن میں سے بیشتر باتیں وجود میں آچکی ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے مسلمانوں کے عروج و اقبال کے دور کا بھی اشارہ فرمایا۔ اور یہ بھی بتلایا کہ دنیا کی ترقی مال و دولت کی فراوانی یہاں کا عیش و عشرت یہ چیزیں بظاہر خیر ہیں مگر بعض دفعہ ان کا نتیجہ شر سے بھی تبدیل ہو سکتا ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ! کیا خیر کبھی شر کا باعث ہو جائے گی۔ اس سوال کے لیے نبی کریم ﷺ وحی کے انتظار میں خاموش ہو گئے۔ جس سے کچھ لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ اس سوال سے خفا ہو گئے ہیں۔ کافی دیر بعد جب اللہ پاک نے آپ کو بذریعہ وحی جواب سے آگاہ فرما دیا تو آپ ﷺ نے یہ مثال دے کر جو حدیث میں مذکور ہے سمجھایا اور بتلایا کہ گو دولت حق تعالیٰ کی نعمت اور اچھی چیز ہے مگر جب بے موقع اور گناہوں میں صرف کیا جائے تو یہی دولت عذاب بن جاتی ہے۔ جیسے فصل کی ہری گھاس وہ جانوروں کے لیے بڑی عمدہ نعمت ہے۔ مگر جو جانور ایک ہی مرتبہ گھاس کو حد سے زیادہ کھا جائے تو اس کے لیے یہی گھاس زہر کا کام دیتی۔ یہی روٹی جو آدمی کے لیے باعث حیات ہے اگر اس میں بے اعتدالی کی جائے تو باعث موت بن جاتی ہے تم نے دیکھا ہوگا قحط سے متاثر بھوکے لوگ جب ایک ہی مرتبہ کھانا پا لیتے ہیں اور حد سے زیادہ کھا جاتے ہیں تو بعض دفعہ ایسے لوگ پانی پیتے ہی دم توڑ دیتے ہیں اور ہلاک ہو جاتے ہیں یہ کھانا ان کے لیے زہر کا کام دیتا ہے۔

پس جو جانور ایک ہی مرتبہ ربیع کی پیداوار پر نہیں گرتا بلکہ سوکھی گھاس پر جو بارش سے ذرا ذرا ہری نکلتی ہے اس کے کھانے پر قناعت کرتا ہے۔ اور پھر کھانے کے بعد سورج کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر اس کے ہضم ہونے کا انتظار کرتا ہے۔ پاخانہ پیشاب کرتا ہے تو وہ ہلاک نہیں ہوتا۔

اسی طرح دنیا کا مال بھی ہے جو اعتدال وحلال کی پابندی کے ساتھ اس کو کماتا ہے اس سے فائدہ اٹھاتا ہے آپ کھاتا ہے۔ مسکین، یتیم، مسافروں کی مدد کرتا ہے تو وہ بچا رہتا ہے۔ مگر جو حریص کتے کی طرح دنیا کے مال واسباب پر گر پڑتا ہے اور حلال وحرام کی قید اٹھا دیتا ہے۔ آخر وہ مال اس کو ہضم نہیں ہوتا۔ اور استفراغ کی ضرورت پڑتی ہے۔ کبھی بدہضمی ہو کر اسی مال دہمن میں اپنی جان بھی گنوا دیتا ہے۔ پس مال دنیا کی ظاہری خوبصورتی پر فریب مت کھاؤ، ہوشیار رہو، حلوہ کے اندر زہر لپیٹا ہوا ہے۔

حدیث کے آخر الفاظ ((كالذى يأكل ولا يشبع)) میں ایسے لالچی طمع لوگوں پر اشارہ ہے جن کو جوع البقر کی بیماری ہو جاتی ہے اور کسی طرح ان کی حرص نہیں جاتی۔

حدیث اور باب میں مطابقت حدیث کا جملہ: ((فنعم صاحب المسلم ما اعطى منه المسكين واليتيم وابن السبيل)) ہے۔ کہ اس سے یتیموں پر صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الزَّوْجِ وَالْأَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ

قَالَهُ أَبُوْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

١٤٦٦ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيْمَ فَحَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِاللّٰهِ بِمِثْلِهِ سَوَاءً، قَالَتْ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ)) وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلَى عَبْدِاللّٰهِ وَأَيْتَامٍ فِيْ حَجْرِهَا، فَقَالَتْ لِعَبْدِاللّٰهِ: سَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَيَجْزِيْ عَنِّيْ أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلَى أَيْتَامٍ فِيْ حَجْرِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ؟ فَقَالَ: سَلِيْ أَنْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَانْطَلَقْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ، حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِيْ، فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا:

باب: عورت کا خود اپنے شوہر کو یا اپنی زیر تربیت یتیم بچوں کو زکوٰۃ دینا

اس کو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(۱۴۶۶) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے شقیق نے، ان سے عمرو بن الحارث نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا نے۔ (اعمش نے) کہا کہ میں نے اس حدیث کا ذکر ابراہیم نخعی سے کیا۔ انہوں نے بھی مجھ سے ابوعبیدہ سے بیان کیا۔ ان سے عمرو بن حارث نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب نے، بالکل اسی طرح حدیث بیان کی (جس طرح شقیق نے کی کہ) زینب رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں مسجد نبوی میں تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو میں نے دیکھا۔ آپ یہ فرما رہے تھے: ''صدقہ کرو، خواہ اپنے زیور ہی میں سے دو۔'' اور زینب اپنا صدقہ اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند یتیموں پر بھی جو ان کی پرورش میں تھے خرچ کیا کرتی تھیں۔ اس لیے انہوں نے اپنے خاوند سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے پوچھئے کہ کیا وہ صدقہ بھی مجھ سے کفایت کرے گا جو آپ پر اور ان چند یتیموں پر خرچ کروں جو میری سپردگی میں ہیں۔ لیکن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم خود جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لو۔ آخر میں خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس

سَلِ النَّبِيَّ ﷺ أَيُجْزِئُ عَنِّي أَنْ أَتَصَدَّقَ عَلَى زَوْجِي وَأَيْتَامٍ لِي فِي حَجْرِي؟ وَقُلْنَا: لَا تُخْبِرْ بِنَا فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: ((مَنْ هُمَا؟)) قَالَ: زَيْنَبُ فَقَالَ: ((أَيُّ الزَّيَانِبِ)) قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِاللَّهِ. قَالَ: ((نَعَمْ لَهَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ)). [مسلم: ٢٣١٨، ٢٣١٩؛ ترمذي: ٦٣٥، ٦٣٦؛ ابن ماجه: ١٨٣٤]

وقت میں نے آپ ﷺ کے دروازے پر ایک انصاری خاتون کو پایا۔ جو میری ہی جیسی ضرورت لے کر موجود تھیں۔ (جو زینب رضی اللہ عنہا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں) پھر ہمارے سامنے سے بلال گزرے۔ تو ہم نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ سے یہ مسئلہ دریافت کیجئے کہ کیا وہ صدقہ مجھ سے کفایت کرے گا جسے میں اپنے شوہر اور اپنی زیر تحویل چند یتیم بچوں پر خرچ کردوں۔ ہم نے بلال رضی اللہ عنہ سے یہ بھی کہا کہ ہمارا نام نہ لینا۔ وہ اندر گئے اور آپ سے عرض کیا کہ دو عورتیں مسئلہ دریافت کرتی ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ دونوں کون ہیں؟'' بلال رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا کہ زینب نام کی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ''کون سی زینب؟'' بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی آپ نے فرمایا: ''ہاں! بے شک درست ہے اور انہیں دوگنا ثواب ملے گا۔ ایک قرابت داری کا اور دوسرا خیرات کرنے کا۔''

تشریح: اس حدیث میں صدقہ یعنی خیرات کا لفظ ہے جو فرض صدقہ یعنی زکوٰۃ اور نفل خیرات دونوں کو شامل ہے۔ امام شافعی، ثوری، صاحبین، امام مالک اور امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت ایسی ہے اپنے خاوند کو اور بیٹوں کو (بشرطیکہ وہ غریب مسکین ہوں) دینا درست ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ماں باپ اور بیٹے کو دینا درست نہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خاوند کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان حدیثوں میں صدقہ سے نفل صدقہ مراد ہے۔ (وحیدی)

لیکن خود امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں زکوٰۃ فرض کو مراد لیا ہے۔ جس سے ان کا مسلک ظاہر ہے حدیث کے ظاہر الفاظ سے بھی امام بخاری رحمہ اللہ کے خیال ہی کی تائید ہوتی ہے۔

١٤٦٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلِيَ أَجْرٌ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى بَنِي أَبِي سَلَمَةَ إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ: ((أَنْفِقِي عَلَيْهِمْ، فَلَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ)). [طرفه في: ٥٣٦٩] [مسلم: ٢٣٢٠، ٢٣٢١]

(۱۴۶۷) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدہ نے، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے، ان سے زینب بنت ام سلمہ نے، ان سے ام سلمہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! اگر میں ابوسلمہ (اپنے پہلے خاوند) کے بیٹوں پر خرچ کروں تو درست ہے یا نہیں۔ کیونکہ وہ میری بھی اولاد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں ان پر خرچ کر۔ تو جو کچھ بھی ان پر خرچ کرے گی اس کا ثواب تجھ کو ملے گا۔''

تشریح: محتاج اولاد پر صدقہ خیرات حتیٰ کہ مال زکوٰۃ دینے کا جواز ثابت ہوا۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾

باب: اللہ تعالیٰ کے فرمان:

(زکوٰۃ کے مصارف بیان کرتے ہوئے کہ زکوٰۃ) ''غلام آزاد کرانے میں،

مقروضوں کے قرض ادا کرنے میں اور اللہ کے راستے میں خرچ کی جائے۔'' [التوبة: ٦٠]

تشریح: وفي الرقاب سے یہی مراد ہے۔ بعض نے کہا مکاتب کی مدد کرنا مراد ہے اور اللہ کی راہ سے مراد غازی اور مجاہد لوگ ہیں۔ اور امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق نے کہا کہ حاجیوں کو دینا بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ مکاتب وہ غلام جو اپنی آزادی کا معاملہ اپنے مالک سے طے کر لے اور معاملہ کی تفصیلات لکھ لی جائیں۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يُعْتِقُ مِنْ زَكَاةِ مَالِهِ وَيُعْطِي فِي الْحَجِّ وَقَالَ: الْحَسَنُ إِنِ اشْتَرَى أَبَاهُ مِنَ الزَّكَاةِ جَازَ وَيُعْطِي فِي الْمُجَاهِدِيْنَ وَالَّذِي لَمْ يَحُجَّ. ثُمَّ تَلَا: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾ الآيةَ[التوبة: ٦٠] فِي أَيِّهَا أُعْطِيَتْ أَجْزَتْ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ خَالِدًا احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ فِي سَبِيْلِ اللَّهِ)) وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي لَاسٍ: حَمَلَنَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اپنی زکوٰۃ میں سے غلام آزاد کر سکتا ہے اور حج کے لیے دے سکتا ہے۔ اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر کوئی زکوٰۃ کے مال سے اپنے باپ کو جو غلام ہو خرید کر آزاد کر دے تو جائز ہے۔ اور مجاہدین کے اخراجات کے لیے بھی زکوٰۃ دی جائے۔ اسی طرح اس شخص کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے جس نے حج نہ کیا ہو۔ (تاکہ اس امداد سے حج کر سکے) پھر انہوں نے سورۂ توبہ کی آیت انّما الصّدقات للفقراء آخر تک کی تلاوت کی اور کہا کہ (آیت میں بیان شدہ تمام مصارف زکوٰۃ میں سے) جس کو بھی زکوٰۃ دی جائے کافی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''خالد رضی اللہ عنہ نے تو اپنی زر ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں وقف کر دی ہیں۔'' ابولاس (زیاد خزاعی) رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں زکوٰۃ کے اونٹوں پر سوار کر کے حج کرایا۔

تشریح: قرآن مجید میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف مذکور ہیں۔ فقراء، مساکین، عاملین زکوٰۃ، مؤلفۃ القلوب، رقاب، غارمین فی سبیل اللہ، ابن السبیل یعنی مسافر۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ والا ان میں سے کسی میں بھی زکوٰۃ کا مال خرچ کرے تو کافی ہوگا۔ اگر ہو سکے تو آٹھوں قسموں میں دے مگر یہ ضروری نہیں ہے امام ابوحنیفہ اور جمہور علما اور اہل حدیث کا یہی قول ہے اور شافعیہ سے منقول ہے کہ آٹھوں مصارف میں زکوٰۃ خرچ کرنا واجب ہے گو کسی مصرف کا ایک ہی آدمی ملے۔ مگر ہمارے زمانہ میں اس پر عمل مشکل ہے۔ اکثر ملکوں میں مجاہدین اور مؤلفۃ القلوب اور رقاب نہیں ملتے۔ اسی طرح عاملین زکوٰۃ۔ (وحیدی)

آیت مصارف زکوٰۃ کے تحت امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ آٹھ مصارف جس ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں حقیقت میں معاملہ کی قدرتی ترتیب بھی یہی ہے سب سے پہلے فقیروں اور مساکین کا ذکر کیا جو استحقاق میں سب سے مقدم ہیں پھر عاملین کا ذکر آیا جن کی موجودگی کے بغیر زکوٰۃ کا نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ پھر ان کا ذکر آیا جن کا دل ہاتھ میں لینا ایمان کی تقویت اور حق کی اشاعت کے لیے ضروری تھا۔ پھر غلاموں کو آزاد کرنے اور قرضداروں کو بار قرض سے سبکدوش کرانے کے مقاصد نمایاں ہوئے پھر فی سبیل اللہ کا مقصد رکھا گیا جس کا زیادہ اطلاق دفاع پر ہوا۔ پھر دین کے اور امت کے عام مصالح اس میں شامل ہیں۔ مثلاً قرآن اور علوم دینی کی ترویج و اشاعت، مدارس کا اجراء و قیام، دعاۃ و مبلغین کے ضروری مصارف، ہدایت و ارشادات کے تمام مفید وسائل۔''

فقہا و مفسرین کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے۔ بعض نے مسجد، کنواں، پل جیسی تعمیرات خیریہ کو بھی اس میں داخل کر دیا (نیل الاوطار) فقہائے حنفیہ میں سے صاحب فتاویٰ ظہیریہ لکھتے ہیں المراد طلبة العلم اور صاحب بدائع کے نزدیک وہ تمام کام جو نیکی اور خیرات کے لئے ہوں اس میں

داخل ہیں۔ سب کے آخر میں ابن السبیل یعنی مسافر کو جگہ دی۔

جمہور کے مذہب کا مطلب یہ ہے کہ تمام مصارف میں بیک وقت تقسیم کرنا ضروری نہیں ہے۔ جس وقت جیسی حالت اور جیسی ضرورت ہو اسی کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔ اور یہی مذہب قرآن وسنت کی تصریحات اور روح کے مطابق بھی ہے۔ ائمہ اربعہ میں صرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف گئے ہیں۔'' (اقتباس از تفسیر ترجمان القرآن آزاد جلد۲ ص۱۴۰) فی سبیل اللہ کی تفسیر میں نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''واما سبيل الله فالمراد ههنا الطريق اليه عزوجل والجهاد وان كان اعظم الطريق الى الله عزوجل لكن لادليل على اختصاص هذا السهم به بل يصح صرف ذلك فى كل ماكان طريقا الى الله بهذا معنى الاية لغتاً والواجب الوقوف على المعنى اللغوية حيث لم يصح النقل هنا شرعا ومن جملة سبيل الله الصرف فى العلماء الذين يقومون بمصالح المسلمين الدينية فان لهم فى مال الله نصيبا بل الصرف فى هذه الجهة من اهم الامور لان العلماء ورثة الانبياء وحملة الدين وبهم تحفظ بيضة الاسلام وشريعة سيدالانام وقد كان علماء الصحابة يأخذون من العطاء ما يقوم بما يحتاجون اليه۔''

اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب وبل الغمام میں لکھتے ہیں:

''ومن جملة فى سبيل الله الصرف فى العلماء فان لهم فى مال الله نصيباً سواء كانوا اغنياء اوفقراء بل الصرف فى هذه الجهة من اهم الامور وقد كان علماء الصحابة يأخذون من جملة هذه الاموال التى كانت تفرق بين المسلمين على هذه الصفة من الزكوة..... الخ۔'' (ملخص از کتاب دلیل الطالب ص۴۳۲)

خلاصہ یہ کہ یہاں سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے جو وصول الی اللہ کا بہت ہی بڑا راستہ ہے۔ مگر اس حصہ کے ساتھ سبیل اللہ کی تخصیص کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ نیک جگہ مراد ہے جو طریق الی اللہ سے متعلق ہو۔ آیت کے لغوی معانی یہی ہیں۔ جن پر واقفیت ضروری ہے۔ اور سبیل اللہ میں ان علما پر خرچ کرنا بھی جائز ہے جو خدمات مسلمین میں دینی حیثیت سے لگے ہوئے ہیں۔ ان کے لیے اللہ کے مال میں یقیناً حصہ ہے بلکہ یہ اہم الامور ہے۔ اس لیے کہ علما انبیائے کرام کے وارث ہیں۔ ان ہی کی مساعی جمیلہ سے اسلام اور شریعت سیدالانام محفوظ ہے۔ علمائے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اپنی حاجات کے مطابق اس سے عطایا لیا کرتے تھے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فی سبیل اللہ میں علمائے دین کے مصارف میں خرچ کرنا بھی داخل ہے۔ ان کا اللہ کے مال میں حصہ ہے اگرچہ وہ غنی بھی کیوں نہ ہوں۔ اس مصرف میں خرچ کرنا بہت ہی اہم ہے اور علمائے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اپنی حاجات کے لیے اس صفت پر اموال زکوۃ سے عطایا لیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

١٤٦٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالصَّدَقَةِ فَقِيْلَ: مَنَعَ ابْنُ جَمِيْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَالْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيْلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيْرًا فَأَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا، قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيْلِ

(۱۴۶۸) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے اعرج سے خبر دی اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ وصول کرنے کا حکم دیا۔ پھر آپ سے کہا گیا کہ ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''ابن جمیل یہ شکر نہیں کرتا کہ کل تک تو وہ فقیر تھا۔ پھر اللہ نے اپنے رسول کی دعا برکت سے اسے مالدار بنا دیا۔ باقی رہے خالد، تو ان پر تم لوگ ظلم کرتے ہو۔ انہوں نے تو اپنی زرہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں وقف کر رکھی ہیں۔

اللّٰهِ، وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا)) تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ: ((هِيَ عَلَيْهِ وَمِثْلُهَا مَعَهَا)) وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: حُدِّثْتُ عَنِ الْأَعْرَجِ مِثْلَهُ.

اور عباس بن عبدالمطلب، تو وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں۔ اور ان کی زکوۃ انہی پر صدقہ ہے۔ اور اتنا ہی اور انہیں میری طرف سے دینا ہے۔'' اس روایت کی متابعت ابوالزناد نے اپنے والد سے کی اور ابن اسحاق اور ابوالزناد سے یہ الفاظ بیان کئے ہیں ھی علیه و مثلها معها (صدقہ کے لفظ کے بغیر) اور ابن جریج نے کہا کہ مجھ سے اعرج سے اسی طرح یہ حدیث بیان کی گئی۔

تشریح: اس حدیث میں تین اصحاب کا واقعہ ہے۔ پہلا ابن جمیل ہے جو اسلام لانے سے پہلے محض قلاش اور مفلس تھا۔ اسلام کی برکت سے مالدار بن گیا تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ اب وہ زکوۃ دینے میں کراہتا ہے اور خفا ہوتا ہے۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے متعلق نبی کریم ﷺ نے خود فرمادیا جب انہوں نے اپنا سارا مال واسباب ہتھیار وغیرہ فی سبیل اللہ وقف کر دیا ہے تو اب وقتی مال کی زکوۃ کیوں دینے لگا۔ اللہ کی راہ میں مجاہدین کو دینا یہ خود زکوۃ ہے۔ بعض نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ خالد تو ایسا سخی ہے کہ اس نے ہتھیار گھوڑے وغیرہ سب اللہ کی راہ میں دے ڈالے ہیں۔ وہ بھلا فرض زکوۃ کیسے نہ دے گا تم غلط کہتے ہو کہ وہ زکوۃ نہیں دیتا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ یہ زکوۃ بلکہ اس سے دوگنا میں ان پر سے تصدق کروں گا۔ مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ کی زکوۃ بلکہ اس کا دوگنا روپیہ میں دوں گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ دو برس کی زکوۃ پیشگی نبی کریم ﷺ کو دے چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تحصیل کرنے والوں کو زکوۃ نہ دی۔ بعض نے کہا مطلب یہ ہے کہ بالفعل ان کو مہلت دو۔ سال آئندہ ان سے دوہری یعنی دو برس کی زکوۃ وصول کرنا۔ (مختصر از وحیدی)

بَابُ الْإِسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْأَلَةِ

باب: سوال سے بچنے کا بیان

١٤٦٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ، حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ: ((مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ)). [طرفه في: ٦٤٧٠] [مسلم: ٢٤٢٤؛ ابوداود: ١٦٤٤؛ ترمذي: ٢٠٢٤؛ نسائي: ٢٥٨٧]

(۱۴۶۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب سے خبر دی، انہیں عطاء بن یزید لیثی نے اور انہیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے انہیں دیا۔ پھر انہوں نے سوال کیا اور آپ ﷺ نے پھر دیا۔ یہاں تک کہ جو مال آپ کے پاس تھا۔ اب وہ ختم ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر میرے پاس جو مال و دولت ہو تو میں اسے بچا کر نہیں رکھوں گا۔ مگر جو شخص سوال کرنے سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے سوال کرنے سے محفوظ ہی رکھتا ہے۔ اور جو شخص بے نیازی برتتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز بنا دیتا ہے اور جو شخص اپنے اوپر زور ڈال کر بھی صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے صبر و استقلال دے دیتا ہے۔ اور کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ بے پایاں خیر نہیں ملی (صبر تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے)۔''

تشریح: شریعت اسلامیہ کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک یہ خوبی بھی کس قدر اہم ہے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے، سوال کرنے سے مختلف طریقوں کے ساتھ ممانعت کی ہے اور ساتھ ہی اپنے زور بازو سے کمانے اور رزق حاصل کرنے کی ترغیبات دلائی ہیں۔ مگر پھر بھی کتنے ہی ایسے

معذور، یہ مرد وعورت ہوتے ہیں جن کو بغیر سوال کیے چارہ نہیں۔ ان کے لیے فرمایا: ﴿وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ (۹۳/الضحیٰ: ۱۰) یعنی سوال کرنے والوں کو نہ ڈانٹو بلکہ نرمی سے ان کو جواب دے دو۔

حدیث ہذا کے راوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن کا نام سعد بن مالک ہے۔ اور یہ انصاری ہیں۔ جو کنیت ہی سے زیادہ مشہور ہیں۔ حافظ حدیث اور صاحب فضل وعقل علمائے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کا شمار ہے ۸۴ سال کی عمر پائی اور ۷۴ھ میں انتقال کیا اور جنت البقیع میں سپرد خاک کیے گئے۔ رضي الله عنه وارضاه۔

۱٤۷۰ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ رَجُلًا، فَيَسْأَلَهُ، أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ)). [أطرافه في: ۱٤۸۰، ۲۰۷٤، ۲۳۷٤] [نسائي: ۲۵۸۸]

(۱۴۷۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ابوالزناد نے، انہیں اعرج نے، انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی شخص رسی سے لکڑیوں کا بوجھ باندھ کر اپنی پیٹھ پر جنگل سے اٹھالائے (پھر انہیں بازار میں بیچ کر اپنا رزق حاصل کرے) تو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو کسی کے پاس آ کر سوال کرے۔ پھر جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اسے دے یا نہ دے۔''

تشریح: حدیث ہذا سے یہ نکلتا ہے کہ ہاتھ سے محنت کر کے کھانا کمانا نہایت افضل ہے۔ علما نے کہا ہے کہ کمائی کے تین اصول ہیں۔ ایک زراعت، دوسری تجارت، تیسری صنعت وحرفت، بعض نے کہا ان تینوں میں تجارت افضل ہے۔ بعض نے کہا زراعت افضل ہے۔ کیونکہ اس میں ہاتھ سے محنت کی جاتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں ہے جو ہاتھ سے محنت کر کے پیدا کیا جائے۔ زراعت کے بعد پھر صنعت افضل ہے۔ اس میں بھی ہاتھ سے کام کیا جاتا ہے۔ اور نوکری تو بدترین کسب ہے۔ ان احادیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے محنت کر کے کمانے والے مسلمان پر کس قدر محبت کا اظہار فرمایا کہ اس کی خوبی پر آپ نے اللہ پاک کی قسم کھائی۔ پس جو لوگ محض نکمے بن کر بیٹھے رہتے ہیں اور دوسروں کے دست نگر رہتے ہیں۔ پھر قسمت کا گلہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ عنداللہ وعندالرسول اچھے نہیں ہیں۔

۱٤۷۱ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهُ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوْهُ)). [طرفاه في: ۲۰۷۵، ۲۳۷۳]

(۱۴۷۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی بھی اگر (ضرورت مند ہو تو) اپنی رسی لے کر آئے اور لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر رکھ لائے اور اسے بیچے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو محفوظ رکھ لے تو یہ اس سے اچھا ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرتا پھرے، اسے وہ دیں یا نہ دیں۔''

تشریح: اس حدیث کے راوی حضرت زبیر بن عوام ہیں جن کی کنیت ابوعبداللہ قریشی ہے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ عبدالمطلب کی بیٹی نبی کریم ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ اور ان کی والدہ شروع میں ہی اسلام لے آئے تھے جب کہ ان کی عمر سولہ سال کی تھی۔ اس پر ان کے چچا نے دھویں سے ان کا دم گھونٹ کر تکلیف پہنچائی تاکہ یہ اسلام چھوڑ دیں مگر انہوں نے اسلام کو نہ چھوڑا۔ یہ تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے اور یہ وہ ہیں جنہوں

نے سب سے اول تلوار اللہ کے راستے میں سونتی۔ اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگ احد میں ڈٹے رہے۔ اور عشرہ مبشرہ میں ان کا بھی شمار ہے۔ چونسٹھ سال کی عمر میں بصرہ میں شہید کر دیئے گئے۔ یہ حادثہ ۳۶ھ میں پیش آیا۔ اول وادی سباع میں دفن ہوئے۔ پھر بصرہ میں منتقل کر دیئے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

١٤٧٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ حَكِيمَ ابْنَ حِزَامٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ: ((يَا حَكِيمُ! إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى)). قَالَ حَكِيمٌ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَدْعُو حَكِيمًا إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُ، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا. فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى حَكِيمٍ، أَنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ فَيَأْبَى أَنْ يَأْخُذَهُ. فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى تُوُفِّيَ. [أطرافه في: ٢٧٥٠، ٣١٤٣، ٦٤٤١] [مسلم: ٢٣٨٧؛ ترمذي: ٢٤٦٣؛ نسائي: ٢٥٣٠، ٢٦٠١، ٢٦٠٢]

(۱۴۷۲) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیب نے کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا۔ آپ ﷺ نے عطا فرمایا۔ میں نے پھر مانگا اور آپ ﷺ نے عطا فرمایا۔ میں نے پھر مانگا آپ ﷺ نے پھر بھی عطا فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے حکیم! یہ دولت بڑی سرسبز اور بہت ہی شیریں ہے۔ لیکن جو شخص اسے اپنے دل کو سخی رکھ کر لے تو اس کی دولت میں برکت ہوتی ہے۔ اور جو لالچ کے ساتھ لیتا ہے تو اس کی دولت میں کچھ بھی برکت نہیں ہوگی۔ اس کا حال اس شخص جیسا ہوگا جو کھاتا ہے لیکن آسودہ نہیں ہوتا (یاد رکھو) اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کی اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اب اس کے بعد میں کسی سے کوئی چیز نہیں لوں گا۔ تا آنکہ اس دنیا ہی سے میں جدا ہو جاؤں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حکیم رضی اللہ عنہ کو ان کا معمول دینے کو بلاتے تو وہ لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں ان کا حصہ دینا چاہا تو انہوں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانو! میں تمہیں حکیم بن حزام کے معاملہ میں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کا حق انہیں دینا چاہا لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ غرض حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اسی طرح کسی سے بھی کوئی چیز لینے سے ہمیشہ انکار ہی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وفات پا گئے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ مال فے یعنی ملکی آمدنی سے ان کا حصہ ان کو دینا چاہتے تھے مگر انہوں نے وہ بھی نہیں لیا۔)

تشریح: حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوخالد قریشی اسدی ہے۔ یہ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ واقعہ فیل سے تیرہ سال پہلے کعبہ میں پیدا ہوئے۔ یہ قریش کے معزز ترین لوگوں میں سے ہیں۔ جاہلیت اور اسلام ہر دو زمانوں میں بڑی عزت و منزلت کے مالک رہے۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ ۶۴ھ میں اپنے مکان کے اندر مدینہ میں وفات پائی۔ انکی عمر ایک سو بیس سال کی ہوئی۔ ساٹھ سال عہد جاہلیت میں گزارے

اور ساٹھ سال زمانۂ اسلام میں زندگی پائی۔ بڑے زیرک اور فاضل متقی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے زمانہ جاہلیت میں سو غلاموں کو آزاد کیا۔ اور سو اونٹ سواری کے لیے بخشے۔ وفات نبوی کے بعد یہ مدت تک زندہ رہے یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی دس سال کی زندگی پائی۔ مگر کبھی ایک پیسہ بھی انہوں نے کسی سے نہیں لیا۔ جو بہت بڑے درجے کی بات ہے۔

اس حدیث میں حکیم انسانیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قانع اور حریص کی مثال بیان فرمائی کہ جو بھی کوئی دنیاوی دولت کے سلسلہ میں قناعت سے کام لے گا اور حرص اور لالچ کی بیماری سے بچے گا اس کے لیے برکتوں کے دروازے کھلیں گے اور تھوڑا مال بھی اس کے لیے کافی ہو سکے گا۔ اس کی زندگی بڑے ہی اطمینان اور سکون کی زندگی ہوگی۔ اور جو شخص حرص کی بیماری اور لالچ میں مبتلا ہوگا اس کا پیٹ بھر ہی نہیں سکتا خواہ اس کو ساری دنیا کی دولت حاصل ہو جائے وہ پھر بھی اسی چکر میں رہے گا کہ کسی نہ کسی طرح سے اور زیادہ مال حاصل کیا جائے۔ ایسے طماع لوگ نہ اللہ کے نام پر خرچ کرنا جانتے ہیں نہ مخلوق کو فائدہ پہنچانے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ نہ کشادگی کے ساتھ اپنے اور اپنے اہل وعیال ہی پر خرچ کرتے ہیں۔ اگر سرمایہ داروں کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ایک بہت ہی بھیانک تصویر نظر آتی ہے۔ فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی حقائق کو اس حدیث مقدس میں بیان فرمایا ہے۔

بَابُ مَنْ أَعْطَاهُ اللَّهُ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا إِشْرَافِ نَفْسٍ

باب: اگر اللہ پاک کسی کو بن مانگے اور بن دل لگائے اور امیدوار رہے کوئی چیز دلا دے (تو اس کو لے لے)

﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾ [الذاريات: ١٩]

اللہ تعالیٰ نے سورۂ الذاریات میں فرمایا: ”ان کے مالوں میں مانگنے والے اور خاموش رہنے والے دونوں کا حصہ ہے۔“

تشریح: اس آیت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ بن مانگے جو اللہ دے دے اس کا لینا درست ہے۔ ورنہ محروم خاموش فقیر کا حصہ کچھ نہ رہے گا۔ قسطلانی نے کہا کہ بغیر سوال جو آئے اس کا لے لینا درست ہے بشرطیکہ حلال کا مال ہو اگر مشکوک مال ہو تو واپس کر دینا ہی پرہیزگاری ہے۔

١٤٧٣ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ: أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ: ((خُذْهُ، إِذَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ شَيْءٌ، وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ، فَخُذْهُ، وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ)). [طرفاه في: ٧١٦٣، ٧١٦٤]

[مسلم: ٢٤٠٥؛ نسائي: ٢٦٠٧]

(١٤٧٣) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے زہری نے، ان سے سالم نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی چیز عطا فرماتے تو میں عرض کرتا کہ آپ مجھ سے زیادہ محتاج کو دے دیجیے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ ”لے لو، اگر تمہیں کوئی ایسا مال ملے جس پر تمہارا خیال نہ لگا ہوا اور نہ تم نے اسے مانگا ہو تو اسے قبول کر لیا کرو۔ اور جو نہ ملے تو اس کی پروا نہ کرو اور اس کے پیچھے نہ پڑو۔“

بَابُ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا

باب: اگر کوئی شخص اپنی دولت بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کرے؟

١٤٧٤ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا زَالَ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ)). [طرفاه في: ١٤٧٥، ٤٧١٨] [مسلم: ٢٣٩٦، ٢٣٩٧، ٢٣٩٨]

(۱۴۷۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن ابی جعفر نے کہا، کہ میں نے حمزہ بن عبداللہ بن عمر سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آدمی ہمیشہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا بھی گوشت نہ ہوگا۔"

١٤٧٥ـ وَقَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُو يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأُذُنِ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ اسْتَغَاثُوا بِآدَمَ، ثُمَّ بِمُوسَى، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ ﷺ)) وَزَادَ عَبْدُاللَّهِ: قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ ((فَيَشْفَعُ لِيُقْضَى بَيْنَ الْخَلْقِ، فَيَمْشِي حَتَّى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ، فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللَّهُ مَقَامًا مَحْمُودًا، يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ)).

وَقَالَ مُعَلًّى: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ رَاشِدٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ، أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ- عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْأَلَةِ. [راجع: ١٤٧٤]

(۱۴۷۵) اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ "قیامت کے دن سورج اتنا قریب ہو جائے گا کہ پسینہ آدھے کان تک پہنچ جائے گا۔ لوگ اسی حال میں اپنی مخلصی کے لیے حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے۔ اور پھر محمد ﷺ سے۔" عبداللہ نے اپنی روایت میں یہ زیادتی کی ہے کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن ابی جعفر نے بیان کیا کہ "پھر آپ ﷺ شفاعت کریں گے کہ مخلوق کا فیصلہ کیا جائے۔ پھر آپ بڑھیں گے اور جنت کے دروازے کا حلقہ تھام لیں گے اور اسی دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔ جس کی تمام اہل محشر تعریف کریں گے۔"

اور معلّٰی بن اسد نے کہا کہ ہم سے وہیب نے نعمان بن راشد سے بیان کیا، ان سے زہری کے بھائی عبداللہ بن مسلم نے ان سے حمزہ بن عبداللہ نے، اور انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پھر اتنی ہی حدیث بیان کی جو سوال کے باب میں ہے۔

تشریح: حدیث کے باب میں بھی سوال کرنے کی مذمت کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ غیر مستحق سوال کرنے والوں کا حشر میں یہ حال ہوگا کہ ان کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا اور اس ذلت وخواری کے ساتھ وہ میدان حشر میں محشور ہوں گے۔ سوال کرنے کی تفصیل میں علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وهي على ثلا ثة اوجه حرام ومكروه ومباح فالحرام لمن سال وهو غني من زكوة او اظهر من الفقر فوق ما هو به والمكروه لمن سال ما عنده ما يمنعه عن ذلك ولم يظهر من الفقر فوق ما هو به والمباح لمن سأل بالمعروف قريبا او صديقا واما السوال عند الضرورة واجب لاحياء النفس وادخله الداودى فى المباح واما الاخذ من غير مسئلة ولا اشراف نفس فلا باس به۔" (عینی)

یعنی سوال کی تین قسمیں ہیں۔ حرام، مکروہ اور مباح۔ حرام تو اس کے لیے جو مالدار ہونے کے باوجود زکوٰۃ میں سے مانگے اور خواہ مخواہ اپنے کو

محتاج ظاہر کرے۔ مکروہ اس کے لیے جس کے پاس وہ چیز موجود ہے جسے وہ اور سے مانگ رہا ہے وہ یہ نہیں سوچتا کہ یہ چیز تو میرے پاس موجود ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ اپنے آپ کو محتاج بھی ظاہر نہیں کرتا پھر سوال کر رہا ہے۔ اور مباح اس کے لیے ہے جو حقیقی حاجت کے وقت اپنے کسی خاص دوست یا رشتہ دار سے سوال کرے۔ بعض مرتبہ سخت ترین ضرورت کے تحت جہاں موت وزندگی کا سوال آ جائے سوال کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے اور بغیر سوال کیے اور تانکے جھانکے کوئی چیز ازخود مل جائے تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

غیر مستحقین سائلین کی سزا کے بیان کے ساتھ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کی شفاعت کبریٰ کا بھی بیان کیا گیا ہے جو قیامت میں آپ کو حاصل ہوگی۔ جہاں کسی بھی نبی ورسول کو مجال کلام نہ ہوگا وہاں آپ ﷺ نوع انسان کے لیے شافع اور مشفع بن کر تشریف لائیں گے۔ اللهم ارزقنا شفاعة حبيبك ﷺ يوم القيامة۔ آمین۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾ [البقرة:٢٧٣] وَكَمِ الْغِنَى، وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((وَلَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ)) [لِقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ:] ﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾. [البقرہ: ٢٧٣]

باب: (سورۂ بقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد

کہ ''جو لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے۔'' اور کتنے مال سے آدمی مالدار کہلاتا ہے اس کا بیان اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''وہ شخص جو بقدر کفایت نہیں پاتا'' (گویا اس کو غنی نہیں کہہ سکتے) اور اللہ تعالیٰ نے (اسی سورت میں) فرمایا ہے کہ ''صدقہ خیرات تو ان فقراء کے لیے ہے جو اللہ کے راستے میں گھر گئے ہیں۔ کسی ملک میں جا نہیں سکتے کہ وہ تجارت ہی کر لیں۔ ناواقف لوگ انہیں سوال نہ کرنے کی وجہ سے غنی سمجھتے ہیں۔'' آخر آیت فان الله به عليم تک (یعنی وہ حد کیا ہے جس سے سوال ناجائز ہو)

تشریح: باب کی حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے۔ شاید امام بخاری رحمہ اللہ کو اس کے متعلق کوئی حدیث ایسی نہیں ملی جو ان کی شرط پر ہو۔

١٤٧٦۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ الْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ، وَلَكِنِ الْمِسْكِينُ الَّذِي لَيْسَ لَهُ غِنًى وَيَسْتَحْيِي أَوْ لَا يَسْأَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا)).

[طرفاه في: ١٤٧٩، ٤٥٣٩]

(۱۴۷۶) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں جسے ایک دو لقمے در در پھرائیں۔ مسکین تو وہ ہے جس کے پاس مال نہیں۔ لیکن اسے سوال سے شرم آتی ہے اور وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتا۔'' (مسکین وہ جو کمائے مگر بقدر ضرورت نہ پا سکے)

تشریح: ابو داؤد نے سہل بن حنظلہ سے نکالا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا تو نگری جس سے سوال منع ہو، کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب صبح شام کا کھانا اس کے پاس موجود ہو۔ ابن خزیمہ کی روایت میں یوں ہے جب دن رات کا پیٹ بھر کھانا اس کے پاس ہو۔ بعض نے کہا یہ حدیث منسوخ ہے دوسری حدیثوں سے جس میں مالدار اس کو فرمایا ہے جس کے پاس پچاس درہم ہوں یا اتنی مالیت کی چیزیں۔ (وحیدی)

١٤٧٧۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:

(۱۴۷۷) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا كَاتِبُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: أَنِ اكْتُبْ، إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ)). [راجع: ٨٤٤] [مسلم: ٤٤٨٣، ٤٤٨٦]

بن علیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے ابن اشوع نے، ان سے عامر شعبی نے کہا کہ مجھ سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے منشی وراد نے بیان کیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کو لکھا کہ انہیں کوئی ایسی حدیث لکھئے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین باتیں پسند نہیں کرتا۔ بلاوجہ کی گپ شپ، فضول خرچی، لوگوں سے بہت مانگنا۔"

تشریح: فضول کلامی بھی ایسی بیماری ہے جس سے انسان کا وقار خاک میں مل جاتا ہے۔ اس لیے کم بولنا اور سوچ سمجھ کر بولنا عقل مندوں کی علامت ہے۔ اسی طرح فضول خرچی کرنا بھی انسان کی بڑی بھاری حماقت ہے جس کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب دولت ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ اسی لیے قرآنی تعلیم یہ ہے کہ نہ بخیل بنو اور نہ اتنے ہاتھ کشادہ کرو کہ پریشان حالی میں مبتلا ہو جاؤ۔ درمیانی چال بہرحال بہتر ہے۔ تیسرا عیب کثرت کے ساتھ دست سوال دراز کرنا یہ بھی اتنا خطرناک مرض ہے کہ جس کو لگ جائے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا اور وہ بری طرح سے اس میں گرفتار ہو کر دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث لکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پیش کی۔ اشارہ تھا کہ آپ کی کامیابی کا راز اس حدیث میں مضمر ہے۔ جو میں آپ کو لکھ رہا ہوں۔ نبی کریم ﷺ کے جوامع الکلم میں اس حدیث شریف کو بھی بڑا مقام حاصل ہے۔ اللہ پاک ہم کو یہ حدیث سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

١٤٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ ابْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ، قَالَ: فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا فِيهِمْ لَمْ يُعْطِهِ، وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ، فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ: مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ وَاللَّهِ! إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا، قَالَ: ((أَوْ مُسْلِمًا)) قَالَ: فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ وَاللَّهِ! إِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا، قَالَ: ((أَوْ مُسْلِمًا)) قَالَ:

(۱۴۷۸) ہم سے محمد بن غریر زہری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے اپنے باپ سے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھے عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے باپ سعد بن ابی وقاص سے خبر دی۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے چند اشخاص کو کچھ مال دیا۔ اسی جگہ میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے شخص کو چھوڑ دیا اور انہیں کچھ نہیں دیا۔ حالانکہ ان لوگوں میں وہی مجھے زیادہ پسند تھا۔ آخر میں نے رسول اللہ ﷺ کے قریب جا کر چپکے سے عرض کیا: فلاں شخص کو آپ نے کچھ بھی نہیں دیا؟ واللہ میں اسے مؤمن خیال کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یا مسلمان؟" انہوں نے بیان کیا کہ اس پر میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ لیکن میں ان کے متعلق جو کچھ جانتا تھا اس نے مجھے مجبور کیا، اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص سے کیوں

فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيْهِ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ وَاللَّهِ! إِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا، قَالَ: ((أَوْ مُسْلِمًا)) ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ ((إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ، خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ)) وَعَنْ أَبِيْهِ عَنْ صَالِحٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ بِهَذَا فَقَالَ: فِي حَدِيْثِهِ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بِيَدِهِ فَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي ثُمَّ قَالَ: ((أَقْبِلْ أَيْ سَعْدُ! إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ)) قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: ﴿فَكُبْكِبُوْا﴾ [الشعراء: ٩٤] قُلِبُوْا، ﴿مُكِبًّا﴾ [الملك: ٢٢] أَكَبَّ الرَّجُلُ إِذَا كَانَ فِعْلُهُ غَيْرَ وَاقِعٍ عَلَى أَحَدٍ، فَإِذَا وَقَعَ الْفِعْلُ قُلْتَ: كَبَّهُ اللَّهُ لِوَجْهِهِ وَكَبَبْتُهُ أَنَا. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ هُوَ أَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ أَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ. [راجع: ٢٧] [مسلم: ٣٨١، ٢٤٣٢]

خفا ہیں؟ واللہ! میں اسے مؤمن سمجھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یا مسلمان؟'' تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں ایک شخص کو دیتا ہوں (اور دوسرے کو نظر انداز کر جاتا ہوں) حالانکہ وہ دوسرا میری نظر میں پہلے سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ کیونکہ (جس کو میں دیتا ہوں نہ دینے کی صورت میں) مجھے ڈر اس بات کا رہتا ہے کہ کہیں اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں نہ ڈال دیا جائے۔'' اور (یعقوب بن ابراہیم) اپنے والد سے، وہ صالح سے، وہ اسماعیل بن محمد سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ وہ یہی حدیث بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ میری گردن اور مونڈھے کے بیچ میں مارا۔ اور فرمایا: ''سعد! ادھر سنو۔ میں ایک شخص کو دیتا ہوں۔'' آخر حدیث تک۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ (قرآن مجید میں لفظ) كُبْكِبُوْا اوندھے لٹا دینے کے معنی میں ہے اور سورہ ملک میں جو مُكِبًّا کا لفظ ہے وہ اَكَبَّ سے نکلا ہے۔ اَكَبَّ لازم ہے یعنی اوندھا گرا۔ اور اس کا متعدی كَبَّ ہے۔ کہتے ہیں کہ كبه الله لوجهه یعنی اللہ نے اسے اوندھے منہ گرا دیا۔ اور كببته یعنی میں نے اس کو اوندھا گرایا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: صالح بن کیسان عمر میں زہری سے بڑے تھے وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملے ہیں۔

تشریح: حدیث کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔ ابن اسحاق نے مغازی میں نکالا، نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ نے عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کو سو سو روپے دے دیئے۔ اور جعیل بن سراقہ کو کچھ نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جعیل بن سراقہ، عیینہ اور اقرع ایسے ساری زمین بھر لوگوں سے بہتر ہے۔ لیکن میں عیینہ اور اقرع کا روپیہ دے کر دل ملاتا ہوں اور جعیل کے ایمان پر تو مجھ کو بھروسہ ہے۔ (وحیدی)

١٤٧٩ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَكِنَّ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ، وَلَا يُفْطَنُ بِهِ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُوْمُ

(۱۴۷۹) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالزناد سے بیان کیا، ان سے اعرج نے، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کا چکر کاٹتا پھرتا ہے تاکہ اسے دو ایک لقمہ یا دو ایک کھجور مل جائیں۔ بلکہ اصلی مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں کہ وہ اس کے ذریعہ سے بے پروا ہو جائے۔ اس حال میں بھی کسی کو معلوم نہیں کہ کوئی اسے صدقہ ہی دے دے اور نہ وہ خود ہاتھ پھیلانے کے لیے اٹھتا ہے۔''

فَيَسْأَلَ النَّاسَ)). [راجع:١٤٧٦] [نسائي: ٢٥٧١]

١٤٨٠ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ: قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، ثُمَّ يَغْدُوَ ـ أَحْسِبُهُ قَالَ: ـ إِلَى الْجَبَلِ فَيَحْتَطِبَ، فَيَبِيعَ، فَيَأْكُلَ وَيَتَصَدَّقَ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ)). [راجع: ١٤٧٠]

(۱۴۸۰) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوصالح ذکوان نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر (میرا خیال ہے کہ آپ نے یوں فرمایا) پہاڑوں میں چلا جائے پھر لکڑیاں جمع کر کے انہیں فروخت کرے۔ اس سے کھائے بھی اور صدقہ بھی کرے۔ یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔''

بَابُ خَرْصِ التَّمْرِ

باب: کھجور کا درختوں پر اندازہ کر لینا درست ہے

تشریح: جب کھجور یا انگور یا اور کوئی میوہ درختوں پر پختہ ہو جائے تو ایک جاننے والے شخص کو بادشاہ یا حاکم بھیجتا ہے وہ جا کر اندازہ کرتا ہے کہ اس میں اتنا میوہ اترے گا۔ پھر اسی کا دسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر لیا جاتا ہے اس کو خرص کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ یہ جاری رکھا اور خلفائے راشدین نے بھی۔ امام شافعی اور امام احمد اور اہلحدیث سب اس کو جائز کہتے ہیں۔ لیکن حنفیہ نے برخلاف احادیث صحیحہ کے صرف اپنی رائے سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ان کا قول دیوار پر پھینک دینے کے لائق ہے۔ (از مولانا وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ)

اندازہ لگانے کے لیے کھجور کا ذکر اس لیے آ گیا کہ مدینہ میں بکثرت کھجوریں ہی ہوا کرتی تھیں ورنہ انگور وغیرہ کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث ذیل سے ظاہر ہے۔

''عن عتاب بن اسید ان النبی ﷺ کان یبعث علی الناس من یخرص علیھم کرومھم وثمارھم رواہ الترمذی وابن ماجہ۔'' یعنی نبی کریم ﷺ لوگوں کے پاس اندازہ کرنے والوں کو بھیجا کرتے تھے۔ جو ان کے انگوروں اور پھلوں کا اندازہ لگاتے: ''وعنہ ایضاً قال امر رسول اللہ ﷺ ان یخرص العنب الحدیث رواہ ابوداود والترمذی۔'' یعنی نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ کھجوروں کی طرح انگوروں کا بھی اندازہ لگا لیا جائے پھر ان کے خشک ہونے پر ان میں سے اسی اندازہ کے مطابق عشر میں منقیٰ لیا جائے گا۔ حضرت امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''والاحادیث المذکورۃ تدل علی مشروعیۃ الخرص فی العنب والنخل وقد قال الشافعی فی احد قولہ بوجوبہ مستدلا بما فی حدیث عتاب من ان النبی ﷺ امر بذالك وذھبت العترۃ ومالك وروی الشافعی انہ جائز فقط وذھبت الھادویۃ وروی عن الشافعی ایضاً الی انہ مندوب وقال ابو حنیفۃ لا یجوز لانہ رجم بالغیب والاحادیث المذکورۃ ترد علیہ۔'' (نیل الاوطار)

یعنی احادیث مذکورہ کھجور اور انگوروں میں اندازہ کرنے کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں اور عتاب کی حدیث مذکور سے دلیل پکڑتے ہوئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک قول میں اسے واجب قرار دیا ہے اور عترت اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ایک قول میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے صرف درجہ جواز میں رکھا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسے ناجائز کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ اندازہ ایک غیبی اندازہ ہے۔ اور احادیث مذکورہ ان کے اس قول کی تردید کرتی ہیں۔ اس حدیث کے ذیل میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حکی الترمذی عن بعض اھل العلم ان تفسیرہ ان الثمار اذا ادرکت من الرطب والعنب مما تجب فیہ الزکوۃ

بعث السلطان خارصا ينظر فيقول يخرج من هذا كذا وكذا زبيباً وكذا وكذا تمراً فيحصيه وينظر مبلغ العشر فيثبته عليهم ويخلي بينهم وبين الثمار فاذا جاء وقت الجذاذ اخذ منهم العشر الى آخره۔" (فتح الباری)

یعنی خرص کی تفسیر بعض اہل علم سے یوں منقول ہے کہ جب انگور اور کھجور اس حال میں ہوں کہ ان پر زکوٰۃ لاگو ہو تو بادشاہ ایک اندازہ کرنے والا بھیجے گا۔ جو ان باغوں میں جا کر ان کا اندازہ کر کے بتلائے گا کہ اس میں اتنا انگور اور اتنی اتنی کھجور نکلے گی۔ اس کا صحیح اندازہ کر کے دیکھے گا کہ عشر کے نصاب کو یہ پہنچتے ہیں یا نہیں۔ اگر عشر کا نصاب موجود ہے تو پھر وہ ان پر عشر ثابت کر دے گا اور مالکوں کو پھلوں کے لیے اختیار دے دے گا جو چاہیں کریں۔ جب کٹائی کا وقت آئے گا تو اسی اندازہ کے مطابق ان سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ اگرچہ علما کا اب اس کے متعلق اختلاف ہے مگر صحیح بات یہی ہے کہ خرص اب بھی جائز ہے اور اس بارے میں اصحاب الرائے کا فتویٰ درست نہیں ہے۔ حدیث ذیل میں جنگ تبوک ۹ ھ کا ذکر ہے۔ اسی موقع پر ایلہ کے عیسائی حاکم نے نبی کریم ﷺ سے صلح کر لی تھی جو ان لفظوں میں لکھی گئی تھی:

"بسم الله الرحمن الرحيم هذه امنة من الله ومحمد النبي رسول الله ليوحنا بن روبة واهل ايلة سفنهم وسيارتهم في البر والبحر لهم ذمة الله ومحمد النبي۔"

یعنی اللہ اور اس کے رسول محمد نبی ﷺ کی طرف سے یہ یوحنا بن روبہ اور اہل ایلہ کے لیے امن کا پروانہ ہے۔ خشکی اور تری میں ہر جگہ ان کے سفینے اور ان کی گاڑیاں سب کے لیے اللہ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف سے امن و امان کی گارنٹی ہے۔

١٤٨١ـ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ غَزْوَةَ تَبُوكَ، فَلَمَّا جَاءَ وَادِيَ الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيقَةٍ لَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: ((اخْرُصُوا))، وَخَرَصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ، فَقَالَ لَهَا: ((أَحْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا)) فَلَمَّا أَتَيْنَا تَبُوكَ قَالَ: ((أَمَا إِنَّهَا سَتَهُبُّ اللَّيْلَةَ رِيحٌ شَدِيدَةٌ وَلَا يَقُومَنَّ أَحَدٌ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ بَعِيرٌ فَلْيَعْقِلْهُ)). فَعَقَلْنَاهَا، وَهَبَّتْ رِيحٌ شَدِيدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَأَلْقَتْهُ بِجَبَلِ طَيِّءٍ. وَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ ﷺ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَكَسَاهُ بُرْدًا وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ، فَلَمَّا أَتَى وَادِيَ الْقُرَى قَالَ لِلْمَرْأَةِ: ((كَمْ جَاءَ حَدِيقَتُكِ؟)) قَالَتْ: عَشَرَةَ أَوْسُقٍ خَرْصَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

(۱۴۸۱) ہم سے سہل بن بکار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے، ان سے عمرو بن یحییٰ نے، ان سے عباس بن سہل ساعدی نے، ان سے ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم غزوہ تبوک کے لیے نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے۔ جب آپ وادی قریٰ (مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک قدیم آبادی) سے گزرے تو ہماری نظر ایک عورت پر پڑی جو اپنے باغ میں کھڑی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''اس کے پھلوں کا اندازہ لگاؤ'' (کہ اس میں کتنی کھجور نکلے گی) نبی اکرم ﷺ نے دس وسق کا اندازہ لگایا۔ پھر اس عورت سے فرمایا: ''یاد رکھنا اس میں سے جتنی کھجور نکلے۔'' جب ہم تبوک پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج رات بڑے زور کی آندھی چلے گی اس لیے کوئی شخص کھڑا نہ رہے۔ اور جس کے پاس اونٹ ہوں تو وہ اسے باندھ دیں۔'' چنانچہ ہم نے اونٹ باندھ لیے۔ اور آندھی بڑے زور کی آئی۔ ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ تو ہوا نے اسے جبل طے پر جا پھینکا۔ اور ایلہ کے حاکم (یوحنا بن روبہ) نے نبی کریم ﷺ کو سفید خچر اور ایک چادر کا تحفہ بھیجا۔ آپ ﷺ نے تحریری طور پر اسے اس کی حکومت پر برقرار رکھا پھر جب وادی قریٰ (واپسی میں) پہنچے تو آپ نے اسی عورت سے پوچھا: ''تمہارے باغ میں کتنا پھل آیا تھا؟'' اس نے کہا

((إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِي فَلْيَتَعَجَّلْ)) فَلَمَّا- قَالَ ابْنُ بَكَّارٍ كَلِمَةً مَعْنَاهُ- أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ، قَالَ: ((هَذِهِ طَابَةُ))، فَلَمَّا رَأَى أُحُدًا قَالَ: ((هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُوْرِ الْأَنْصَارِ)) قَالُوْا: بَلَى قَالَ: ((دُوْرُ بَنِي النَّجَّارِ، ثُمَّ دُوْرُ بَنِي عَبْدِالْأَشْهَلِ، ثُمَّ دُوْرُ بَنِي سَاعِدَةَ، أَوْ دُوْرُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، وَفِي كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ- يَعْنِي- خَيْرًا)). وَقَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيقَةٌ، وَمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَائِطٌ لَا يُقَالُ: حَدِيقَةٌ. [أطرافه في: ١٨٧٢، ٣١٦١، ٣٧٩١، ٤٤٢٢] [مسلم: ٣٣٧١، ٥٩٤٨، ٥٩٤٩؛ ابوداود: ٣٠٧٩]

آپ ﷺ کے اندازہ کے مطابق دس وسق آیا تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں مدینہ جلد جانا چاہتا ہوں۔ اس لیے جو کوئی میرے ساتھ جلدی چلنا چاہے وہ میرے ساتھ جلد روانہ ہو۔" پھر جب (ابن بکار امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ نے ایک ایسا جملہ کہا جس کے معنی یہ تھے) کہ مدینہ دکھائی دینے لگا تو آپ نے فرمایا کہ "یہ ہے طابہ!" پھر آپ نے احد پہاڑ دیکھا تو فرمایا کہ "یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔" پھر آپ نے فرمایا: "کیا میں انصار کے سب سے اچھے خاندان کی نشاندہی نہ کروں؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ضرور کیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ "بنونجار کا خاندان، پھر بنوعبدالاشہل کا خاندان، پھر بنوساعدہ کا یا (یہ فرمایا کہ) بنی حارث بن خزرج کا خاندان۔ اور فرمایا کہ انصار کے تمام ہی خاندانوں میں خیر ہے۔" ابوعبداللہ (قاسم بن سلام) نے کہا کہ جس باغ کی چہار دیواری ہو اسے حدیقہ کہیں گے۔ اور جس کی چہار دیواری نہ ہو اسے حدیقہ نہیں کہیں گے۔

١٤٨٢ـ وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ: حَدَّثَنِي عَمْرٌو: ((ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ ابْنِ الْخَزْرَجِ، ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ)) وَقَالَ: سُلَيْمَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ)).

(۱۴۸۲) اور سلیمان بن بلال نے کہا کہ مجھ سے عمرو نے اس طرح بیان کیا کہ "پھر بنی حارث بن خزرج کا خاندان اور پھر بنوساعدہ کا خاندان۔" اور سلیمان نے سعد بن سعید سے بیان کیا، ان سے عمارہ بن غزیہ نے، ان سے عباس نے، ان سے ان کے باپ (سہل) نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔"

تشریح: اس طویل حدیث میں جہاں کھجوروں کا اندازہ کر لینے کا ذکر ہے وہاں اور بھی بہت سے حقائق کا بیان ہے۔ غزوۂ تبوک ۹ھ میں ایسے وقت میں پیش آیا کہ موسم گرما اپنے پورے شباب پر تھا اور مدینہ میں کھجور کی فصل بالکل تیار تھی۔ پھر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی جان نثاری کا ثبوت دیا اور ہر پریشانی کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ اس طویل سفر میں شریک ہوئے۔ سرحد کا معاملہ تھا۔ آپ دشمن کے انتظار میں وہاں کافی ٹھہرے رہے مگر دشمن مقابلہ کے لیے نہ آیا۔ بلکہ قریب ہی ایلہ کے عیسائی حاکم یوحنا بن روبہ نے آپ کو صلح کا پیغام دیا۔ آپ نے اس کی حکومت اس کے لیے برقرار رکھی۔ کیونکہ آپ کا منشا ملک گیری کا ہرگز نہ تھا۔ واپسی میں آپ کو مدینہ کی محبت نے سفر میں عجلت پر آمادہ کر دیا تو آپ نے مدینہ جلد سے جلد پہنچنے کا اعلان فرما دیا۔ جب یہ پاک شہر نظر آنے لگا تو آپ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ نے اس مقدس شہر کو لفظ طابہ سے موسوم فرمایا۔ جس کے معنی پاکیزہ اور عمدہ کے ہیں۔ احد پہاڑ کے حق میں بھی اپنی انتہائی محبت کا اظہار فرمایا پھر آپ ﷺ نے قبائل انصار کی درجہ بدرجہ فضیلت بیان فرمائی جن میں اولین درجہ بنونجار کو دیا گیا۔ ان ہی لوگوں میں آپ کی ننہال تھی اور سب سے پہلے جب آپ مدینہ تشریف لائے یہ لوگ ہتھیار باندھ کر آپ کے استقبال کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ پھر تمام ہی قبائل انصار تعریف کے قابل ہیں جنہوں نے دل و جان سے اسلام کی ایسی مدد کی کہ تاریخ میں ہمیشہ کے لیے یادرہ گئے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

بَابُ الْعُشْرِ فِيمَا يُسْقَى مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ وَالْمَاءِ الْجَارِي،

باب: اس زمین کی پیداوار سے دسواں حصہ لینا ہو گا جس کی سیرابی بارش یا جاری (نہر، دریا وغیرہ) پانی سے ہوئی ہو

وَلَمْ يَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا.

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے شہد میں زکوٰۃ کو ضروری نہیں جانا۔

١٤٨٣ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا: الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ: نِصْفُ الْعُشْرِ)) قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: هَذَا تَفْسِيْرُ الْأَوَّلِ، لِأَنَّهُ لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْأَوَّلِ، يَعْنِي حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ: ((فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ)) وَبَيَّنَ فِي هَذَا وَوَقَّتَ، وَالزِّيَادَةُ مَقْبُوْلَةٌ، وَالْمُفَسَّرُ يَقْضِي عَلَى الْمُبْهَمِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبَتِ، كَمَا رَوَى الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يُصَلِّ فِي الْكَعْبَةِ. وَقَالَ بِلَالٌ: قَدْ صَلَّى فَأُخِذَ بِقَوْلِ بِلَالٍ، وَتُرِكَ قَوْلُ الْفَضْلِ.

[ابو داود: ١٥٩٦؛ ترمذي: ٦٤٠؛ نسائي: ٢٤٨٧؛ ابن ماجه: ١٨١٧]

(۱۴۸۳) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یونس بن یزید نے خبر دی، انہیں شہاب نے، انہیں سالم بن عبداللہ بن عمر نے، انہیں ان کے والد نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وہ زمین جسے آسمان (بارش کا پانی) یا چشمہ سیراب کرتا ہو۔ یا وہ خود بخود نمی سے سیراب ہو جاتی ہو تو اس کی پیداوار سے دسواں حصہ لیا جائے اور وہ زمین جسے کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو تو اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے اور وہ زمین جسے کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو تو اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے۔'' ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ یہ حدیث یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کہ جس کھیتی میں آسمان کا پانی دیا جائے، دسواں حصہ ہے پہلی حدیث یعنی ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تفسیر ہے۔ اس میں زکوٰۃ کی کوئی مقدار مذکور نہیں ہے اور اس میں مذکور ہے۔ اور زیادتی قبول کی جاتی ہے۔ اور گول مول حدیث کا حکم صاف صاف حدیث کے موافق لیا جاتا ہے۔ جب اس کا راوی ثقہ ہو۔ جیسے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی۔ لیکن بلال رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ آپ نے نماز (کعبہ میں) پڑھی تھی۔ اس موقع پر بھی بلال رضی اللہ عنہ کی بات قبول کی گئی اور فضل رضی اللہ عنہ کا قول چھوڑ دیا گیا۔

تشریح: اصول حدیث میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ثقہ اور ضابط شخص کی زیادتی مقبول ہے۔ اسی بنا پر ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ زکوٰۃ میں مال کا کون سا حصہ لیا جائے گا یعنی دسواں حصہ یا بیسواں حصہ اس حدیث یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں زیادتی ہے تو یہ زیادتی واجب القبول ہوگی۔ بعض نے یوں ترجمہ کیا ہے یہ حدیث یعنی ابوسعید کی حدیث پہلی حدیث یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔ کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں نصاب کی مقدار مذکور نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک پیداوار سے دسواں حصہ یا بیسواں حصہ لیے جانے کا اس میں ذکر ہے۔ خواہ پانچ وسق ہو یا اس سے کم ہو۔ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تفصیل ہے کہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ تو یہ زیادتی ہے۔ اور زیادتی ثقہ اور معتبر راوی کی مقبول ہے۔ (وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

بَابٌ: لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

باب: پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے

١٤٨٤ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى: قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ فِيمَا أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الْإِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَةٌ، وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ)) [قَالَ: أَبُو عَبْدِاللَّهِ هَذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ إِذَا قَالَ: ((لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ)) وَيُؤْخَذُ أَبَدًا فِي الْعِلْمِ بِمَا زَادَ أَهْلُ الثَّبَتِ أَوْ بَيَّنُوا.] [راجع: ١٤٠٥، ١٤٥٩]

(۱۴۸۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے، اور پانچ مہار اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور چاندی کے پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔''

ابوعبداللہ نے کہا: یہ پہلے تفسیر ہو چکی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس میں پانچ اوسق کے علاوہ صدقہ نہیں ہے۔'' اور ہمیشہ علم میں اہل ثبت یا بینوا سے اضافہ ہوا ہے۔

تشریح: اہلحدیث کا مذہب یہ ہے کہ گیہوں اور جو اور جوار اور کھجور اور انگور میں جب ان کی مقدار پانچ وسق یا زیادہ ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔ اور ان کے سوا دوسری چیزوں میں جیسے اور ترکاریاں اور میوے وغیرہ میں مطلقاً زکوٰۃ نہیں خواہ وہ کتنے ہی ہوں۔ قسطلانی نے کہا میووں میں سے صرف کھجور اور انگور میں اور اناجوں میں سے ہر ایک اناج میں جو ذخیرہ رکھے جاتے ہیں جیسے گیہوں، جو، جوار، مسور، ماش، باجرہ، چنا، لوبیا وغیرہ ان سب میں زکوٰۃ ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک پانچ وسق کی قید بھی نہیں ہے، قلیل ہو یا کثیر سب میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث لا کر ان کا رد کیا۔ (وحیدی)

بَابُ أَخْذِ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ وَهَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ

باب: کھجور کے پھل توڑنے کے وقت زکوٰۃ لی جائے اور زکوٰۃ کی کھجور کو بچے کا ہاتھ لگانا یا اس میں سے کچھ کھالینا

١٤٨٥ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ابْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُؤْتَى

(۱۴۸۵) ہم سے عمر بن محمد بن حسن اسدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس توڑنے کے وقت زکوٰۃ کی کھجور

بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ فَيَجِيءُ هَذَا بِتَمْرِهِ وَهَذَا مِنْ تَمْرِهِ حَتَّى يَصِيرَ عِنْدَهُ كَوْمًا مِنْ تَمْرٍ، فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَلْعَبَانِ بِذَلِكَ التَّمْرِ، فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً، فَجَعَلَهُ فِي فِيهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَخْرَجَهَا مِنْ فِيهِ فَقَالَ: ((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ آلَ مُحَمَّدٍ لَا يَأْكُلُونَ الصَّدَقَةَ)). [طرفاه في: ١٤٩١، ٣٠٧٢]

[مسلم: ٢٤٧٣]

لائی جاتی، ہر شخص اپنی زکوۃ لاتا اور نوبت یہاں تک پہنچتی کہ کھجور کا ایک ڈھیر لگ جاتا۔ (ایک مرتبہ) حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ایسی ہی کھجوروں سے کھیل رہے تھے کہ ایک نے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی۔ رسول اللہ ﷺ نے جونہی دیکھا تو ان کے منہ سے وہ کھجور نکال لی۔ اور فرمایا کہ ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ محمد ﷺ کی اولاد زکوۃ کا مال نہیں کھا سکتی۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ یہ فرض زکوۃ تھی کیونکہ وہی نبی کریم ﷺ کی آل پر حرام ہے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ چھوٹے بچوں کو دین کی باتیں سکھلانا اور ان کو تنبیہ کرنا ضروری ہے۔

بَابُ مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ أَوْ نَخْلَهُ أَوْ أَرْضَهُ أَوْ زَرْعَهُ

باب: جو شخص اپنا میوہ یا کھجور کا درخت یا کھیت بیچ ڈالے

وَقَدْ وَجَبَ فِيهِ الْعُشْرُ أَوِ الصَّدَقَةُ فَأَدَّى الزَّكَاةَ مِنْ غَيْرِهِ، أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيهِ الصَّدَقَةُ، وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا)) فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعَ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلَى أَحَدٍ، وَلَمْ يَخُصَّ مَنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ الزَّكَاةُ مِمَّنْ لَمْ تَجِبْ.

حالانکہ اس میں دسواں حصہ یا زکوۃ واجب ہو چکی ہو۔ اب وہ اپنے دوسرے مال سے یہ زکوۃ ادا کرے تو یہ درست ہے یا وہ میوہ بیچے جس میں صدقہ واجب ہی نہ ہوا ہو اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میوہ اس وقت تک نہ بیچو جب تک اس کی پختگی نہ معلوم ہو جائے۔'' اور پختگی معلوم ہو جانے کے بعد کسی کو بیچنے سے آپ نے منع نہیں فرمایا۔ اور یوں نہیں فرمایا کہ زکوۃ واجب ہو گئی ہو تو نہ بیچے اور واجب نہ ہوئی ہو تو بیچے۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں مالک کو اپنا مال بیچنا درست ہے خواہ اس میں زکوۃ اور عشر واجب ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اور رد کیا شافعی رحمہ اللہ کے قول کو جنہوں نے ایسے مال کا بیچنا جائز نہیں رکھا جس میں زکوۃ واجب ہو گئی ہو جب تک زکوۃ ادا نہ کرے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمان نبوی ((لا تبیعوا الثمرۃ)) الخ کے عموم سے دلیل لی کہ میوہ کی پختگی کے جب آثار معلوم ہو جائیں تو اس کا بیچنا نبی کریم ﷺ نے مطلقاً درست رکھا اور زکوۃ کے وجوب یا عدم وجوب کی آپ نے کوئی قید نہیں لگائی۔ (وحیدی)

١٤٨٦ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ

(١٤٨٦) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن دینار نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے کھجور کو (درخت پر) اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک اس کی پختگی ظاہر نہ ہو۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما

صَلَاحِهَا قَالَ: ((حَتَّى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ)). [أطرافه في: ٢١٨٣، ٢١٩٤، ٢١٩٩، ٢٢٤٧، ٢٢٤٩]

سے جب پوچھتے کہ اس کی پختگی کیا ہے، وہ کہتے کہ "جب یہ معلوم ہو جائے کہ اب یہ پھل آفت سے بچ رہے گا۔"

١٤٨٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا. [أطرافه في: ٢١٨٩، ٢١٩٦، ٢٣٨١]

(۱۴۸۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے خالد بن یزید نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھل کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا جب تک ان کی پختگی کھل نہ جائے۔

١٤٨٨ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ، قَالَ: حَتَّى تَحْمَارَّ. [أطرافه في: ٢١٩٥، ٢١٩٧، ٢١٩٨، ٢٢٠٨] [مسلم: ٣٩٧٨؛ نسائي: ٤٥٣٩]

(۱۴۸۸) ہم سے قتیبہ نے امام مالک سے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تک پھل پر سرخی نہ آ جائے انہیں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ مراد یہ ہے کہ جب تک وہ پک کر سرخ نہ ہو جائیں۔

تشریح: یعنی یہ یقین نہ ہو جائے کہ اب میوہ ضرور اترے گا اور کسی آفت کا ڈر نہ رہے۔ پختہ ہونے کا مطلب یہ کہ اس کے رنگ سے اس کی پختگی ظاہر ہو جائے۔ اس سے پہلے بیچنا اس لیے منع ہوا کہ کبھی کوئی آفت آتی ہے تو سارا میوہ خراب ہو جاتا ہے یا گر جاتا ہے۔ اب گویا مشتری کا مال مفت کھا لینا ٹھہرا۔

بَابٌ: هَلْ يَشْتَرِي صَدَقَتَهُ؟ وَلَا بَأْسَ أَنْ يَشْتَرِيَ صَدَقَةَ غَيْرِهِ

باب: کیا آدمی اپنی چیز کو جو صدقہ میں دی ہو پھر خرید سکتا ہے اور دوسرے کا دیا ہوا صدقہ خریدنے میں تو کوئی حرج نہیں

لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِنَّمَا نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً عَنِ الشِّرَاءِ، وَلَمْ يَنْهَ غَيْرَهُ.

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خاص صدقہ دینے والے کو پھر اس کے خریدنے سے منع فرمایا۔ لیکن دوسرے شخص کو منع نہیں فرمایا۔

١٤٨٩ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُحَدِّثُ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَوَجَدَهُ يُبَاعُ، فَأَرَادَ أَنْ

(۱۴۸۹) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ کے راستہ میں صدقہ کیا۔ پھر اسے آپ نے دیکھا کہ وہ بازار میں فروخت ہو رہا ہے۔ اس لیے ان کی خواہش ہوئی کہ اسے وہ خود ہی خرید لیں۔ اور اجازت لینے

يَشْتَرِيَهُ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَأْمَرَهُ فَقَالَ: ((لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ)) فَبِذَلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَتْرُكُ أَنْ يَبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً. [أطرافه في: ٢٧٧٥، ٢٩٧١، ٣٠٠٢] [نسائي: ٢٦١٦]

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اپنا صدقہ واپس نہ لو۔" اسی وجہ سے اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا دیا ہوا کوئی صدقہ خرید لیتے، تو پھر اسے صدقہ کر دیتے تھے۔ (اپنے استعمال میں نہ رکھتے تھے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے)۔

١٤٩٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ- يَقُولُ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ، وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ)). [أطرافه في: ٢٦٢٣، ٢٦٣٦، ٢٩٧٠، ٣٠٠٣] [مسلم: ٤١٦٣؛ نسائي: ٢٦١٤؛ ابن ماجه: ٢٣٩٠]

(۱۴۹۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں زید بن اسلم نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ انہوں نے ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک شخص کو سواری کے لیے دے دیا۔ لیکن اس شخص نے گھوڑے کو خراب کر دیا۔ اس لیے میں نے چاہا کہ اسے خرید لوں۔ میرا یہ بھی خیال تھا کہ وہ اسے سستے داموں بیچ ڈالے گا۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اپنا صدقہ واپس نہ لو۔ خواہ وہ تمہیں ایک درہم ہی میں کیوں نہ دے کیونکہ دیا ہوا صدقہ واپس لینے والے کی مثال قے کر کے چاٹنے والے کی سی ہے۔"

تشریح: باب کی حدیثوں سے بظاہر یہ نکلتا ہے کہ اپنا دیا ہوا صدقہ تو خریدنا حرام ہے لیکن دوسرے کا دیا ہوا صدقہ فقیر سے خرید سکتا ہے۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَآلِهِ

باب: نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر صدقہ کا حرام ہونا

١٤٩١ـ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ، فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((كِخْ كِخْ)) لِيَطْرَحَهَا، ثُمَّ قَالَ: ((أَمَا شَعَرْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ؟)). [راجع: ١٤٨٥] [مسلم: ٢٤٧٣، ٢٤٧٤]

(۱۴۹۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن زیاد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے زکوٰۃ کی کھجوروں کے ڈھیر سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چھی چھی!" تاکہ وہ اسے نکال دے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگ صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔"

تشریح: قسطلانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ فرض زکوٰۃ آپ ﷺ کی آل کے لیے حرام ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام جعفر صادق سے شافعی اور بیہقی رحمہ اللہ نے نکالا کہ وہ سبیلوں میں سے پانی پیا کرتے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو صدقے کا پانی ہے، انہوں نے کہا ہم پر فرض زکوٰۃ حرام ہے۔

بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى مَوَالِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ

باب: نبی کریم ﷺ کی بیویوں کی لونڈی غلاموں کو صدقہ دینا درست ہے

١٤٩٢ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: وَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ شَاةً مَيِّتَةً، أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُوْنَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا؟)). قَالُوْا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ. قَالَ: ((إِنَّمَا حُرِّمَ أَكْلُهَا)). [أطرافه في: ٢٢٢١، ٥٥٣١، ٥٥٣٢] [مسلم: ٨٠٦، ٨٠٧، ٨٠٨، ٨٠٩؛ ابوداود: ٤١٢٠، ٤١٢١؛ نسائي: ٤٢٤٥، ٤٢٤٦، ٤٢٤٧، ٤٢٤٨؛ ابن ماجه: ٣٦١٠]

(۱۴۹۲) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، کہا کہ مجھ سے عبیداللہ بن عبداللہ نے بیان کیا، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو جو بکری صدقہ میں کسی نے دی تھی وہ مری ہوئی دیکھی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”تم لوگ اس کے چمڑے کو کیوں نہیں کام میں لائے۔“ لوگوں نے کہا کہ یہ تو مردہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ”حرام تو صرف اس کا کھانا ہے۔“

١٤٩٣ـ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ لِلْعِتْقِ، وَأَرَادَ مَوَالِيْهَا أَنْ يَشْتَرِطُوْا وَلَاءَ هَا، فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: لَهَا النَّبِيُّ ﷺ: ((اشْتَرِيْهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). قَالَتْ: وَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِلَحْمٍ فَقُلْتُ: هَذَا مَا تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيْرَةَ، فَقَالَ: ((هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ)). [راجع: ٤٥٦] [نسائي: ٢٦١٣، ٣٤٥٠]

(۱۴۹۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حکم بن عتیبہ نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ان کا ارادہ ہوا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو (جو باندی تھیں) آزاد کر دینے کے لیے خرید لیں۔ لیکن اس کے اصل مالک یہ چاہتے تھے کہ ولا انہیں کے لیے رہے۔ اس کا ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے کیا۔ تو آپ نے فرمایا: ”تم خرید کر آزاد کر دو، ولا تو اسی کی ہوتی ہے، جو آزاد کرے۔“ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا میں نے کہا کہ یہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے صدقہ کے طور پر دیا ہے تو آپ نے فرمایا: ”یہ ان کے لیے صدقہ تھا۔ لیکن اب ہمارے لیے یہ ہدیہ ہے۔“

تشریح: غلام کے آزاد کر دینے کے بعد مالک اور آزاد شدہ غلام میں بھائی چارہ کے تعلق کو ولا کہا جاتا ہے۔ کیا غلام آزاد ہونے کے بعد بھی اصل

مالک سے کچھ نہ کچھ متعلق رہتا تھا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو اس شخص کا حق ہے جو اسے خرید کر آزاد کرا رہا ہے اب بھائی چارے کا تعلق اصل مالک کی بجائے اس کو خرید کر آزاد کرنے والے سے ہوگا۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابٌ: إِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ

باب: جب صدقہ محتاج کی ملک ہو جائے

١٤٩٤۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَ: ((هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟)) فَقَالَتْ: لَا، إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهِ إِلَيْنَا نُسَيْبَةُ مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثْتَ لَهَا مِنَ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ: ((إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا)). [راجع: ١٤٤٦]

(١٤٩٤) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ ''کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ نہیں کوئی چیز نہیں۔ ہاں نسیبہ رضی اللہ عنہا کا بھیجا ہوا اس بکری کا گوشت ہے جو انہیں صدقہ کے طور پر ملی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''لاؤ خیرات تو اپنے ٹھکانے پہنچ گئی۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ صدقہ کا مال بایں طور اغنیا کی تحویل میں بھی آ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ محتاج آدمی کی ملکیت میں ہو کر اب کسی کو بھی مسکین کی طرف سے دیا جا سکتا ہے۔

١٤٩٥۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَقَالَ: ((هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ، وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ)) وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ: سَمِعَ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفه في: ٢٥٧٧] [مسلم: ٢٤٨٥؛ ابوداود: ١٦٥٥؛ نسائي: ٣٧٦٩]

(١٤٩٥) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، قتادہ سے اور وہ انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں وہ گوشت پیش کیا گیا جو بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ کے طور پر ملا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ''یہ گوشت ان پر صدقہ تھا۔ لیکن ہمارے لیے یہ ہدیہ ہے۔'' ابوداؤد نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی۔ انہیں قتادہ نے کہ انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے تھے۔

تشریح: مقصد یہ ہے کہ صدقہ مسکین کی ملکیت میں آ کر اگر کسی کو بطور تحفہ پیش کر دیا جائے تو جائز ہے اگرچہ وہ تحفہ پانے والا غنی ہی کیوں نہ ہو۔

بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ، وَتُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا

باب: مالداروں سے زکوٰۃ وصول کی جائے۔ اور فقراء پر خرچ کر دی جائے خواہ وہ کہیں بھی ہوں

١٤٩٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ

(١٤٩٦) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں زکریا بن اسحاق نے خبر دی، انہیں یحیٰ

يَحْيَى بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِيْنَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: ((إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ)). [راجع: ١٣٩٥]

بن عبداللہ بن صیفی نے، انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا، تو ان سے فرمایا: ''تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ اس لیے جب تم وہاں پہنچو تو پہلے انہیں دعوت دو کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہ اس بات میں جب تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ دینا ضروری قرار دیا ہے، یہ ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی۔ پھر جب وہ اس میں بھی تمہاری بات مان لیں تو ان کے اچھے مال لینے سے بچو اور مظلوم کی آہ سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔''

تشریح: اس حدیث کے ذیل مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قال الحافظ استدل به علی ان الامام هو الذی يتولی قبض الزكوة وصرفها اما بنفسه واما بنآئبه فمن امتنع منها اخذت منه قهراً۔" یعنی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث کے جملہ ((تؤخذ من اغنیائهم)) سے دلیل لی گئی ہے کہ زکوٰۃ امام وقت وصول کرے گا۔ اور وہی اسے اس کے مصارف میں خرچ کرے گا۔ وہ خود کرے یا اپنے نائب سے کرائے۔ اگر کوئی زکوٰۃ اسے نہ دے تو وہ زبردستی اس سے وصول کرے گا۔ بعض لوگوں نے یہاں جانوروں کی زکوٰۃ مراد لی ہے اور سونے چاندی کی زکوٰۃ میں مختار قرار دیا ہے۔ فان ادی زكوتهما خفية يجزئه لیکن حضرت مولانا عبیداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "والظاهر عندی ان ولاية اخذ الزكوة الی الامام ظاهرة وباطنة فان لم يكن امام فرقها المالك فی مصارفها وقد حقق ذلك الشوكانی فی السيل الجرار بما لا مزيد عليه فليرجع اليه۔" یعنی میرے نزدیک تو ظاہر و باطن ہر قسم کے اموال کے لیے امام وقت کی تولیت ضروری ہے۔ اور اگر امام نہ ہو (جیسے کہ دور حاضرہ میں کوئی امام خلیفۃ المسلمین نہیں) تو مالک کو اختیار ہے کہ اس کے مصارف میں خود اس مال زکوٰۃ کو خرچ کر دے اس مسئلہ کو امام شوکانی نے سیل الجرار میں بڑی ہی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے جس سے زیادہ ممکن نہیں۔ جو چاہے ادھر رجوع کر سکتا ہے۔

یہ مسئلہ کہ اموال زکوٰۃ کو دوسرے شہروں میں نقل کرنا جائز ہے یا نہیں، اس بارے میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک اس باب سے ظاہر ہے کہ مسلمان فقراء جہاں بھی ہوں ان پر وہ صرف کیا جا سکتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ((ترد علی فقرآئهم)) کی ضمیر اہل اسلام کی طرف لوٹتی ہے۔

"قال ابن المنير اختار البخاری جواز نقل الزكوة من بلد المال لعموم قوله فترد فی فقرائهم لان الضمير يعود للمسلمين فای فقير منهم ردت فيه الصدقة فی ای جهة كان فقد وافق عموم الحديث انتهی۔"

المحدث الکبیر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "والظاهر عندی عدم النقل الا اذا فقد المستحقون لها او تكون فی النقل مصلحة انفع واهم من عدمه والله تعالی اعلم۔" (مرعاۃ جلد ۳ ص ٤) یعنی زکوٰۃ نقل نہ ہونی چاہیے مگر جب مستحق مفقود ہوں

یا نقل کرنے میں زیادہ فائدہ ہو۔

بَابُ صَلَاةِ الْإِمَامِ، وَدُعَائِهِ لِصَاحِبِ الصَّدَقَةِ

باب: امام (حاکم) کی طرف سے زکوٰۃ دینے والے کے حق میں دعائے خیر و برکت کرنا

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾. الآية [التوبة: ١٠٣]

اور اللہ تعالیٰ کا (سورہ توبہ میں) ارشاد ہے کہ ''آپ ان کے مال سے خیرات لیجیے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک کریں۔ اور ان کا تزکیہ کریں۔ اور ان کے حق میں خیر و برکت کی دعا کریں......'' آخر آیت تک۔

١٤٩٧۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ: ((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ)) فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ، فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى)). [أطرافه في: ٤١٦٦، ٦٣٣٢، ٦٣٥٩] [مسلم: ٢٤٩٢؛ ابوداود: ١٥٩٠؛ نسائي: ٢٤٥٨؛ ابن ماجه: ١٧٩٦]

(١٤٩٧) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے عمرو بن مرہ سے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب کوئی قوم اپنی زکوٰۃ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تو آپ ان کے لیے دعا فرماتے: ''اے اللہ! آل فلاں کو خیر و برکت عطا فرما۔'' میرے والد بھی اپنی زکوٰۃ لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! آل ابی اوفی کو خیر و برکت عطا فرما۔''

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کے بعد بھی خلفائے اسلام کے لیے مناسب ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے حق میں خیر و برکت کی دعائیں کریں۔ لفظ امام سے ایسے ہی خلیفہ اسلام مراد ہیں جو فی الواقع مسلمانوں کے لیے: "انما الامام جنة يقاتل من ورائه ...... الخ" "امام لوگوں کے لیے ڈھال ہے جس کے پیچھے ہو کر لڑائی کی جاتی ہے۔'' کے مصداق ہوں۔

زکوٰۃ اسلامی اسٹیٹ کے لیے اور اس کے بیت المال کے لیے ایک اہم ذریعہ آمدن ہے جس کے وجود پذیر ہونے سے ملت کے کتنے ہی مسائل حل ہوتے ہیں۔ عہد رسالت اور پھر عہد خلافت راشدہ کے تجربات اس پر شاہد عادل ہیں۔ مگر صد افسوس کہ اب نہ تو کہیں وہ صحیح اسلامی نظام ہے اور نہ وہ حقیقی بیت المال۔ اس لیے خود مالداروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی دیانت کے پیش نظر زکوٰۃ نکالیں اور جو مصارف ہیں ان میں دیانت کے ساتھ خرچ کریں۔ دور حاضرہ میں کسی مولوی یا مسجد کے پیش امام یا کسی مدرسہ کے مدرس کو امام وقت خلیفہ اسلام تصور کر کے اور یہ سمجھ کر کہ ان کو دیئے بغیر زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، زکوٰۃ ان کے حوالہ کرنا بڑی نادانی بلکہ اپنی زکوٰۃ کو غیر مصرف میں خرچ کرنا ہے۔

بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ

باب: جو مال سمندر سے نکالا جائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَيْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ، هُوَ شَيْءٌ دَسَرَهُ الْبَحْرُ وَقَالَ الْحَسَنُ: فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ، وَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عنبر کو رکاز نہیں کہہ سکتے۔ عنبر تو ایک چیز ہے جسے سمندر کنارے پر پھینک دیتا ہے۔

اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا عنبر اور موتی میں پانچواں حصہ لازم ہے۔

فِي الرِّكَازِ الْخُمُسَ، لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ.

حالانکہ نبی کریم ﷺ نے رکاز میں پانچواں حصہ مقرر فرمایا ہے۔ تو رکاز اس کو نہیں کہتے جو پانی میں ملے۔

١٤٩٨ـ وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ، فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ)). [أطرافه في: ٢٠٦٣، ٢٢٩١، ٢٤٠٤، ٢٤٣٠، ٢٧٣٤، ٦٢٦١]

(۱۴۹۸) اور لیث نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، انہوں نے عبدالرحمن بن ہرمز سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ "بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دوسرے بنی اسرائیل کے شخص سے ہزار اشرفیاں قرض مانگیں۔ اس نے اللہ کے بھروسے پر اس کو دے دیں۔ اب جس نے قرض لیا تھا وہ سمندر پر گیا کہ سوار ہو جائے اور قرض خواہ کا قرض ادا کرے لیکن سواری نہ ملی۔ آخر اس نے قرض خواہ تک پہنچنے سے ناامید ہو کر ایک لکڑی لی اس کو کریدا اور ہزار اشرفیاں اس میں بھر کر وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی۔ اتفاق سے قرض خواہ کام کاج کو باہر نکلا، سمندر پر پہنچا تو ایک لکڑی دیکھی اور اس کو گھر میں جلانے کے خیال سے لے آیا پھر پوری حدیث بیان کی۔ جب لکڑی کو چیرا تو اس میں اشرفیاں پائیں۔"

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت فرمانا چاہتے ہیں کہ دریا میں سے جو چیزیں ملیں عنبر موتی وغیرہ ان میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جن حضرات نے ایسی چیزوں کو رکاز میں شامل کیا ہے ان کا قول صحیح نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس ذیل میں یہ اسرائیلی واقعہ لائے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قال الاسماعیلی لیس فی هذا الحدیث شیء یناسب الترجمة رجل افترض قرضا فارتجع قرضه وکذا قال الداودی حدیث الخشبة لیس من هذا الباب فی شیء واجاب عبدالملك بانه اشار به الی ان کل ما القاء البحر جاز اخذه ولا خمس فیه...... الخ۔" (فتح الباری)

یعنی اسماعیلی نے کہا کہ اس حدیث میں باب سے کوئی وجہ مناسبت نہیں ہے ایسا ہی داودی نے بھی کہا کہ حدیث خشبہ کو (لکڑی جس میں روپیہ ملا) اس سے کوئی مناسبت نہیں۔ عبدالملک نے ان حضرات کو یہ جواب دیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ اشارہ فرمایا کہ ہر وہ چیز جسے دریا باہر پھینک دے اس کا لینا جائز ہے اور اس میں خمس نہیں ہے اس لحاظ سے حدیث اور باب میں مناسبت موجود ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فذهب الجمهور الی انه لا یجب فی شیء۔" یعنی جمہور اس طرف گئے ہیں کہ دریا سے جو چیزیں نکالی جائیں ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اسرائیلی حضرات کا یہ واقعہ قابل عبرت ہے کہ دینے والے نے محض اللہ کی ضمانت پر اس کو ایک ہزار اشرفیاں دے ڈالیں اور اس کی امانت و دیانت کو اللہ نے اس طرح ثابت رکھا کہ لکڑی کو معہ اشرفیوں کے قرض دینے والے تک پہنچا دیا۔ اور اس نے بایں صورت اپنی اشرفیوں کو وصول کر لیا۔ فی الواقع اگر قرض لینے والا وقت پر ادا کرنے کی صحیح نیت دل میں رکھتا ہو تو اللہ پاک ضرور ضرور کسی نہ کسی ذریعہ سے ایسے سامان مہیا کرا دیتا ہے کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ یہ مضمون ایک حدیث میں بھی آیا ہے مگر آج کل ایسے دیانت دار عنقا ہیں۔ الا ما شاء الله وبالله التوفيق۔

بَابٌ: فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

باب: رکاز میں پانچواں حصہ واجب ہے

وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ: الرِّكَازُ دِفْنُ الْجَاهِلِيَّةِ، فِي قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ: الْخُمُسُ، وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ. وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ)). وَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً. وَقَالَ الْحَسَنُ: مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيهِ الْخُمُسُ، وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضِ السِّلْمِ فَفِيهِ الزَّكَاةُ، وَإِنْ وَجَدْتَ اللُّقَطَةَ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْهَا، وَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيهَا الْخُمُسُ. وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دِفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ لِأَنَّهُ يُقَالُ: أَرْكَزَ الْمَعْدِنُ إِذَا أُخْرِجَ مِنْهُ شَيْءٌ، قِيلَ لَهُ: فَقَدْ يُقَالُ لِمَنْ وُهِبَ لَهُ الشَّيْءُ، وَرَبِحَ رِبْحًا كَثِيرًا، أَوْ كَثُرَ ثَمَرُهُ: أَرْكَزْتَ. ثُمَّ نَاقَضَهُ، وَقَالَ: لَا بَأْسَ أَنْ يَكْتُمَهُ وَلَا يُؤَدِّيَ الْخُمُسَ.

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا رکاز جاہلیت کے زمانے کا خزانہ ہے۔ اس میں تھوڑا مال نکلے یا بہت پانچواں حصہ لیا جائے گا، اور کان رکاز نہیں ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے کان کے بارے میں فرمایا: "اس میں اگر کوئی گر کر یا کام کرتا ہوا مر جائے تو اس کی جان مفت گئی۔ اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔" اور عمر بن عبدالعزیز خلیفہ کانوں میں سے چالیسواں حصہ لیا کرتے تھے۔ دو سو روپوں میں سے پانچ روپیہ۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جو رکاز دار الحرب میں پائے تو اس میں سے پانچواں حصہ لیا جائے اور جو امن اور صلح کے ملک میں ملے تو اس میں سے زکوۃ چالیسواں حصہ لی جائے۔ اور اگر دشمن کے ملک میں پڑی ہوئی چیز ملے تو اس کو پہنچوا دے (شاید مسلمان کا مال ہو) اگر دشمن کا مال ہو تو اس میں سے پانچواں حصہ ادا کرے۔ اور بعض لوگوں نے کہا معدن بھی رکاز ہے جاہلیت کے دفینہ کی طرح کیونکہ عرب لوگ کہتے ہیں ارکز المعدن جب اس میں سے کوئی چیز نکلے۔ ان کا جواب یہ ہے اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کی جائے یا وہ نفع کمائے یا اس کے باغ میں میوہ بہت نکلے۔ تو کہتے ہیں اَرْکَزْتَ (حالانکہ یہ چیزیں بالاتفاق رکاز نہیں ہیں) پھر ان لوگوں نے اپنے قول کے آپ خلاف کیا۔ کہتے ہیں رکاز کا چھپا لینا کچھ برا نہیں پانچواں حصہ نہ دے۔

تشریح: یہ پہلا موقع ہے کہ امام المحدثین امیر المجتہدین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "بعض الناس" کا استعمال فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال ابن التين المراد ببعض الناس ابو حنيفة قلت وهذا اول موضع ذكره فيه البخارى بهذه الصيغة ويحتمل ان يريد به ابا حنيفة وغيره من الكوفيين ممن قال بذلك قال ابن بطال ذهب ابو حنيفة والثورى وغيرهما الى ان المعدن كالركاز واحتج لهم بقول العرب اركز الرجل اذا اصاب ركازا وهى قطع من الذهب تخرج من المعدن والحجة للجمهور تفرقة النبى ﷺ بين المعدن والركاز بواو العطف فصح انه غيره...... الخ۔" (فتح البارى)

یعنی ابن تین نے کہا کہ مراد یہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ پہلا موقع ہے کہ ان کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد امام ابوحنیفہ اور ان کے علاوہ دوسرے کوئی بھی ہوں جو ایسا کہتے ہیں۔ ابن بطال نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اور ثوری وغیرہما نے کہا کہ معدن یعنی کان بھی رکاز ہی میں داخل ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص کان سے کوئی سونے کا ڈلا پا لے تو عرب لوگ بولتے ہیں ارکز الرجل فلاں کو رکاز مل گیا۔ اور وہ سونے کا ٹکڑا ہوتا ہے جو کان سے نکلتا ہے۔ اور جمہور کی دلیل اس بارے میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معدن اور رکاز کا واؤ عطف کے ساتھ الگ الگ ذکر فرمایا ہے۔ پس صحیح یہ ہوا کہ معدن اور رکاز دو الگ الگ ہیں۔

رکاز وہ پرانا دفینہ جو کسی کو کہیں مل جائے۔ اس میں سے بیت المال میں پانچواں حصہ دیا جائے گا۔ اور معدن کان کو کہتے ہیں۔ ہر دو میں فرق ظاہر ہے۔ پس ان کا حکم بھی الگ الگ ہے۔ خود رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جانور سے جو نقصان پہنچے اس کا کچھ بدلہ نہیں اور کنویں کا بھی معاف ہے اور کان کے حادثہ میں کوئی مر جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ معدن اور رکاز دو الگ الگ ہیں۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"واحتج الجمهور ايضاً بان الركاز فى لغة اهل الحجاز هو دفين الجاهلية ولا شك فى ان النبى الحجازى ﷺ تكلم بلغة اهل الحجاز واراد به ما يريدون منه قال ابن الاثير الجزرى فى النهاية الركاز عند اهل الحجاز كنوز الجاهلية المدفونة فى الارض وعند اهل العراق المعادن والقولان تحتملهما اللغة لان كلا منهما مركوز فى الارض اى ثابت يقال ركزه يركزه ركزاً اذا دفنه واركز الرجل اذا وجد الركاز والحديث انما جاء فى التفسير الاول وهو الكنز الجاهلى وانما كان فيه الخمس لكثرة نفعه وسهولة اخذه...... الخ۔" (مرعاۃ ج ۳ ص ٦٣)

یعنی جمہور نے اس سے بھی حجت پکڑی ہے کہ حجازیوں کی لغت میں رکاز جاہلیت کے دفینے پر بولا جاتا ہے۔ اور کوئی شک نہیں کہ رسول کریم ﷺ بھی حجازی ہیں اور آپ اہل حجاز ہی کی لغت میں کلام فرماتے تھے۔ ابن اثیر جزری نے کہا کہ اہل حجاز کے نزدیک رکاز جاہلیت کے گڑے ہوئے خزانوں پر بولا جاتا ہے۔ اور اہل عراق کے ہاں کانوں پر بھی اور لغوی اعتبار سے ہر دو کا احتمال ہے اس لیے کہ دونوں ہی زمین پر گڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور حدیث مذکور تفسیر اول (یعنی عہد جاہلیت کے دفینوں) ہی کے متعلق ہے اور وہ کنز جاہلی ہے اور اس میں خمس ہے اس لیے کہ اس کا نفع کثیر ہے اور وہ آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں احناف کے بھی کچھ دلائل ہیں۔ جن کی بنا پر وہ معدن کو بھی رکاز میں داخل کرتے ہیں۔ کیونکہ لغت میں ارکز المعدن کا لفظ مستعمل ہے جب کان سے کوئی چیز نکلے تو کہتے ہیں ارکز المعدن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا الزامی جواب دیا ہے کہ لفظ ارکز تو مجازاً بعض دفعہ نفع کثیر پر بھی بولا جاتا ہے۔ وہ نفع کثیر کسی کو کسی کی بخشش سے حاصل ہو یا تجارتی منافع سے ہو یا کثرت پیداوار سے ایسے مواقع پر بھی لفظ ارکزت بول دیتے ہیں۔ یعنی تجھے خزانہ مل گیا۔ تو کیا اس طرح بول دینے سے اسے بھی رکاز کے ذیل میں لایا جاسکتا ہے؟ پس ایسے ہی مجازاً یہ لفظ کان پر بھی بول دیا گیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ کان رکاز میں داخل نہیں ہے۔ اس کا مزید ثبوت خود حنفی حضرات کا یہ فتویٰ ہے کہ کان کہیں پوشیدہ جگہ میں مل جائے تو پانے والا اسے چھپا بھی سکتا ہے۔ اور ان کے فتویٰ کے مطابق جو پانچواں حصہ اسے ادا کرنا ضروری تھا، اسے وہ اپنے ہی اوپر خرچ کر سکتا ہے۔ یہ فتویٰ بھی دلالت کر رہا ہے کہ رکاز اور معدن دونوں الگ الگ ہیں۔ چند روایات بھی ہیں جو مسلک حنفیہ کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں۔ لیکن سند کے اعتبار سے وہ بخاری شریف کی روایات مذکورہ کے برابر نہیں ہیں۔ لہٰذا ان سے استدلال ضعیف ہے۔

سارے طول طویل مباحث کے بعد حضرت شیخ الحدیث موصوف فرماتے ہیں:

"والقول الراجح عندنا هو ما ذهب اليه الجمهور من ان الركاز انما هو كنز الجاهلية الموضوع فى الارض وانه لا يعم المعدن بل هو غيره والله تعالى اعلم۔"

یعنی ہمارے نزدیک رکاز کے متعلق جمہور ہی کا قول راجح ہے کہ وہ دور جاہلیت کے دفینے ہیں جو پہلے لوگوں نے زمین میں دفن کر دیئے ہیں۔ اور لفظ رکاز میں معدن داخل نہیں ہے۔ بلکہ ہر دو الگ الگ ہیں۔ اور رکاز میں خمس ہے۔

رکاز کے متعلق اور بھی بہت سی تفصیلات ہیں کہ اس کا نصاب کیا ہے؟ قلیل یا کثیر میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اور اس پر سال گزرنے کی قید ہے یا نہیں؟ اور وہ سونے چاندی کے علاوہ لوہا، تانبا، سیسہ، پیتل وغیرہ کو بھی شامل ہے یا نہیں؟ اور رکاز کا مصرف کیا ہے؟ اور کیا ہر پانے والے پر اس میں خمس واجب ہے؟ پانے والا غلام ہو یا آزاد ہو، مسلم ہو یا ذمی ہو؟ رکاز کی پہچان کیا ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ اس کے سکوں پر پہلے کسی بادشاہ کا نام یا اس کی

تصویر یا کوئی اور علامت ہونی ضروری ہے وغیرہ وغیرہ ان جملہ مباحث کے لیے اہل علم حضرات مرعاۃ المفاتیح جلد ۳ص ۶۴، ۶۵ کا مطالعہ فرمائیں جہاں حضرت الاستاد مولانا عبیداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء فی الدارین۔ میں اپنے ان مختصر صفحات میں تفصیل مزید سے قاصر ہوں اور عوام کے لیے میں نے جو لکھ دیا ہے اسے کافی سمجھتا ہوں۔

١٤٩٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ)).

[أطرافه في: ٢٣٥٥، ٦٩١٢، ٦٩١٣] [مسلم: ٤٤٦٦؛ نسائي: ٢٤٩٦]

(۱۴۹۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جانور سے جو نقصان پہنچے اس کا کچھ بدلہ نہیں اور کنویں کا بھی یہی حال ہے اور کان کا بھی یہی حکم ہے اور رکاز میں سے پانچواں حصہ لیا جائے۔''

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا﴾ [التوبة: ٦٠] وَمُحَاسَبَةِ الْمُصَدِّقِيْنَ مَعَ الْإِمَامِ

باب: اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں فرمایا: ''زکوٰۃ کے تحصیلداروں کو بھی زکوٰۃ سے دیا جائے گا'' اور ان کو حاکم کے سامنے حساب سمجھانا ہوگا

تشریح: اور ان کو حاکم کے سامنے حساب سمجھانا ہوگا۔ یہاں کان اور رکاز کو رسول کریم ﷺ نے الگ الگ بیان فرمایا۔ اور یہی باب کا مطلب ہے۔

١٥٠٠ـ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: اسْتَعْمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا مِنَ الْأَسْدِ عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَى ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ، فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهُ. [راجع: ٩٢٥]

(۱۵۰۰) ہم سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ (عروہ بن زبیر) نے بیان کیا، ان سے حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسد کے ایک شخص عبداللہ بن لتبیہ کو بنی سلیم کی زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا۔ جب وہ آئے تو آپ نے ان سے حساب لیا۔

تشریح: زکوٰۃ وصول کرنے والوں سے حاکم اسلام حساب لے گا تا کہ معاملہ صاف رہے، کسی کو بدگمانی کا موقع نہ ملے۔ ابن منیر نے کہا کہ احتمال ہے کہ عامل مذکور نے زکوٰۃ میں سے کچھ اپنے مصارف میں خرچ کر دیا ہو، لہٰذا اس سے حساب لیا گیا۔ بعض روایات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بعض مال کے متعلق اس نے کہا تھا کہ یہ مجھے بطور تحفہ ملا ہے، اس پر حساب لیا گیا۔ اور تحفہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ سب بیت المال ہی کا ہے۔ جس کی طرف سے تم کو بھیجا گیا تھا۔ تحفہ میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

بَابُ اسْتِعْمَالِ إِبِلِ الصَّدَقَةِ

باب: زکوٰۃ کے اونٹوں سے مسافر لوگ کام لے

وَأَلْبَانِهَا لِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ

سکتے ہیں اور ان کا دودھ پی سکتے ہیں

١٥٠١ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ أُنَاسًا، مِنْ عُرَيْنَةَ اجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ، فَرَخَّصَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَأْتُوا إِبِلَ الصَّدَقَةِ، فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأُتِيَ بِهِمْ، فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ، وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعُضُّونَ الْحِجَارَةَ. تَابَعَهُ أَبُو قِلَابَةَ وَثَابِتٌ وَحُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ. [راجع: ٢٣٣]

(۱۵۰۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا، اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ عرینہ کے کچھ لوگوں کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہیں آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دے دی کہ وہ زکوٰۃ کے اونٹوں میں جا کر ان کا دودھ اور پیشاب استعمال کریں (کیونکہ وہ ایسے مرض میں مبتلا تھے جس کی دوا یہی تھی) لیکن انہوں نے (ان اونٹوں کے) چرواہے کو مار ڈالا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ نکلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے آخر وہ لوگ پکڑ لائے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں پھر انہیں دھوپ میں ڈلوا دیا (جس کی شدت کی وجہ سے) وہ پتھر چبانے لگے تھے۔ اس روایت میں متابعت ابوقلابہ ثابت اور حمید نے انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے کی ہے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسافر اور بیمار جان کر زکوٰۃ کے اونٹوں کی چراگاہ میں بھیج دیا کیونکہ وہ مرض استسقا کے مریض تھے۔ مگر وہاں ان ظالموں نے اونٹوں کے محافظ کو نہ صرف قتل کیا بلکہ اس کا مثلہ کر ڈالا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ گئے۔ بعد میں پکڑے گئے اور قصاص میں ان کو ایسی ہی سزا دی گئی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے ثابت فرمایا کہ مسافروں کے لیے زکوٰۃ کے اونٹوں کا دودھ وغیرہ دیا جا سکتا ہے اور ان کی سواری بھی ان پر ہو سکتی ہے۔ "غرض المصنف في هذا الباب اثبات وضع الصدقة في صنف واحد خلافا لمن قال يجب استيعاب الاصناف الثمانية۔" (فتح الباری) یعنی مصنف کا مقصد اس باب سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اموال زکوٰۃ کو صرف ایک ہی مصرف پر بھی خرچ کیا جا سکتا ہے برخلاف ان کے جو آٹھوں مصارف کا استیعاب ضروری جانتے ہیں۔ ان لوگوں کی یہ سنگین سزا قصاص ہی میں تھی اور بس۔

بَابُ وَسْمِ الْإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ

باب: زکوٰۃ کے اونٹوں پر حاکم کا اپنے ہاتھ سے داغ دینا

١٥٠٢ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: غَدَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِعَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ

(۱۵۰۲) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعمرو اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن ابی طلحہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ ان کی تحنیک کر دیں۔ (یعنی اپنے منہ سے کوئی چیز چبا

لِيُحَنِّكَهُ، فَوَافَيْتُهُ فِيْ يَدِهِ الْمِيْسَمُ يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ. [طرفاه في: ٥٥٤٢، ٥٨٢٤] [مسلم: ٥٥٥٨]

کرا کے منہ میں ڈال دیں) میں نے اس وقت دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا اور آپ زکوٰۃ کے اونٹوں پر داغ لگا رہے تھے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ جانور کو ضرورت سے داغ دینا درست ہے اور رد ہوا حنفیہ کا جنہوں نے داغ دینا مکروہ اور اس کو مثلہ سمجھا ہے۔ (وحیدی) اور بچوں کے لئے تحنیک بھی سنت ہے کہ کھجور وغیرہ کوئی چیز کسی نیک آدمی کے منہ سے کچلوا کر بچے کے منہ میں ڈالی جائے تا کہ اس کو بھی نیک فطرت حاصل ہو۔

بَابُ فَرْضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ — **باب:** صدقہ فطر کا فرض ہونا

وَرَأَى أَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيرِينَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيضَةً.

ابوالعالیہ، عطاء اور ابن سیرین ﷭ نے بھی صدقہ فطر کو فرض سمجھا ہے۔

تشریح: امام بخاری ﷫ نے کتاب الزکوۃ کو ختم فرماتے ہوئے صدقہ فطر کے مسائل بھی پیش فرما دیئے: "قال الله تعالى ﴿قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى﴾ روى عن ابن عمرو عمرو بن عوف قالا نزلت فى زكوة الفطر وروى عن ابى العالية وابن المسيب وابن سيرين وغيرهم قالوا يعطى صدقة الفطر ثم يصلى رواه البيهقى وغيره۔" (مرعاة) یعنی قرآنی آیت فلاح پائی اس شخص نے جس نے تزکیہ حاصل کیا اور اپنے رب کا نام یاد کیا۔ اور نماز پڑھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو اور عمرو بن عوف کہتے ہیں کہ یہ آیات صدقہ فطر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ پہلے صدقہ فطر ادا کیا جائے، پھر نماز پڑھی جائے۔ لفظ تزکی کے تزکیہ سے روزوں کو پاک صاف کرنا مراد ہے جس کے لیے صدقہ فطر ادا کیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس ﷠ روایت کرتے ہیں: "فرض رسول الله ﷺ زكوة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث الحديث رواه ابوداود وابن ماجة۔" یعنی رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ فطر کو فرض قرار دیا جو روزہ دار کو لغو اور دیگر دوسرے گناہوں سے (جو اس سے حالت روزہ میں صادر ہوتے ہیں) پاک صاف کر دیتی ہے۔ پس آپ کا لفظ تزکی سے مراد صدقہ فطر ادا کرنا ہوا۔ حدیث ہذا کے تحت علامہ شوکانی ﷫ فرماتے ہیں: "فيه دليل على ان صدقة الفطر من الفرائض وقد نقل ابن المنذر وغيره الاجماع ذلك ولكن الحنفية يقولون بالوجوب دون الفرضية على قاعدتهم فى التفرقة بين الفرض والوجوب۔" (نيل الاوطار)

یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ صدقہ فطر فرائض اسلامیہ میں سے ہے۔ ابن منذر وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے مگر حنفیہ اسے واجب قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں ان کے قاعدہ کے تحت فرض اور واجب میں فرق ہے اس لیے وہ اس کو فرض نہیں بلکہ واجب کے درجہ میں رکھتے ہیں۔ علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں کہ یہ صرف لفظی نزاع ہے۔

بعض کتب فقہ حنفیہ میں اسے صدقۃ الفطرۃ یعنی تا کی زیادتی کے ساتھ لکھا گیا ہے اور اس سے مراد وہ فطرت لی گئی ہے جو آیت مبارکہ ﴿فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ (۳۰/الروم:۳۰) میں ہے۔ مگر حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث ﷫ فرماتے ہیں:

"واما لفظ الفطر بدون تاء فلا كلام انه معنى لغوى مستعمل قبل الشرع لانه ضد الصوم ويقال لها ايضا زكوة الفطر وزكوة رمضان وزكوة الصوم وصدقة رمضان وصدقة الصوم...... الخ۔" (مرعاة)

لیکن لفظ فطر بغیر تاء کے کوئی شک نہیں کہ یہ لغوی معنی میں مستعمل ہے، شریعت کے نزول سے پہلے بھی یہ روزہ کی ضد پر بولا جاتا رہا ہے۔ اسے

زکوٰۃ الفطر، زکوٰۃ رمضان، زکوٰۃ صوم، صدقہ رمضان اور صدقہ صوم کے ناموں سے پکارا گیا ہے۔

١٥٠٣۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ هُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

[أطرافه في: ١٥٠٤، ١٥٠٧، ١٥٠٩، ١٥١١، ١٥١٢] [ابو داود: ١٦١٢؛ نسائي: ٢٥٠٣]

(١٥٠٣) ہم سے یحییٰ بن محمد بن سکن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جہضم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے عمر بن نافع نے ان سے ان کے باپ نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فطر کی زکوٰۃ (صدقہ فطر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض قرار دی تھی۔ غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے تمام مسلمانوں پر۔ آپ کا حکم یہ تھا کہ نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے یہ صدقہ ادا کر دیا جائے۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

باب: صدقہ فطر کا مسلمانوں پر یہاں تک کہ غلام لونڈی پر بھی فرض ہونا

١٥٠٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ، عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

[راجع: ١٥٠٤] [مسلم: ٢٢٧٨؛ ابو داود: ١٦١١؛ ترمذي: ٦٧٦؛ نسائي: ٢٥٠١، ٢٥٠٢؛ ابن ماجه: ١٧٢٦]

(١٥٠٤) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فطر کی زکوٰۃ آزاد یا غلام، مرد یا عورت تمام مسلمانوں پر ایک صاع کھجور یا جو فرض کی تھی۔

تشریح: غلام اور لونڈی پر صدقہ فطر فرض ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان کا مالک ان کی طرف سے صدقہ دے۔ بعض نے کہا یہ صدقہ پہلے غلام لونڈی پر فرض ہوتا ہے پھر مالک ان کی طرف سے اپنے اوپر اٹھا لیتا ہے۔ (وحیدی)

صدقہ فطر کی فرضیت یہاں تک ہے کہ یہ اس پر بھی فرض ہے جس کے پاس ایک روز کی خوراک سے زائد غلہ یا کھانے کی چیز موجود ہے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "صاع من بر او قمح عن كل اثنين صغير او كبير حر او عبد ذكر او انثى اما غنيكم فيزكيه الله وأما فقيركم فيرد عليه اكثر مما اعطاه۔" (ابو داود) یعنی ایک صاع گیہوں چھوٹے بڑے دونوں آدمیوں آزاد غلام مرد عورت کی طرف سے نکالا

جائے اس صدقہ کی وجہ سے اللہ پاک مالدار کو گناہوں سے پاک کردے گا (اس کا روزہ پاک ہو جائے گا) اور غریب کو اس سے بھی زیادہ دے گا جتنا کہ اس نے دیا ہے۔

صاع سے مراد صاع حجازی ہے جو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں مروج تھا، نہ صاع عراقی مراد ہے۔ صاع حجازی کا وزن اسی تولے کے سیر کے حساب سے پونے تین سیر کے قریب ہوتا ہے، حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وهو خمسة ارطال وثلث رطل بالبغدادي ويقال له الصاع الحجازي لانه كان مستعملا في بلاد الحجاز وهو الصاع الذي كان مستعملا في زمن النبي ﷺ وبه كانوا يخرجون صدقة الفطر وزكوٰة المعشرات وغيرهما من الحقوق الواجبة المقدرة في عهد النبي ﷺ وبه قال مالك والشافعي واحمد وابويوسف وعلماء الحجاز وقال ابوحنيفة ومحمد بالصاع العراقي وهو ثمانية ارطال بالرطل المذكور وانما قيل له العراقي لانه كان مستعملا في بلاد العراق وهو الذي يقال له الصاع الحجاجي لانه ابرزه الحجاج الوالي وكان ابويوسف يقول كقول ابي حنيفة ثم رجع الى قول الجمهور لما تناظر مع مالك بالمدينة فاراه الصيعان التي توارثها اهل المدينة عن اسلافهم من زمن النبي ﷺ۔" (مرعاة ج ۳ ص ۹۳)

صاع کا وزن ۵ رطل اور ثلث رطل بغدادی ہے، اسی کو صاع حجازی کہا جاتا ہے جو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں حجاز میں مروج تھا۔ اور عہد رسالت میں صدقہ فطر اور عشر کا غلہ اور دیگر حقوق واجبہ بصورت اجناس اسی صاع سے وزن کر کے ادا کئے جاتے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور علمائے حجاز کا یہی قول ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ صاع عراقی مراد لیتے ہیں۔ جو بلاد عراق میں مروج تھا۔ جسے صاع حجاجی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا وزن آٹھ رطل مذکور کے برابر ہوتا ہے اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے استاد گرامی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے قول پر فتویٰ دیتے تھے مگر جب آپ مدینہ تشریف لائے اور اس بارے میں امام المدینہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تبادلۂ خیال فرمایا تو امام مالک نے مدینہ کے بہت سے پرانے صاع جمع کرائے۔ جو اہل مدینہ کو زمانہ رسالت مآب ﷺ سے بطور وراثت ملے تھے اور جن کا عہد نبوی میں رواج تھا، اس کا وزن کیا گیا تو ۵ رطل اور ثلث رطل بغدادی نکلا۔ چنانچہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں قول جمہور کی طرف رجوع فرما لیا۔ صاع حجاجی کے لیے کہا گیا کہ اسے حجاج والی (بصرہ عراق) نے جاری کیا تھا۔

حساب بالا کی رو سے صاع حجازی کا وزن ۲۳۴ تولہ ہوتا ہے جس کے ۶ تولہ کم تین سیر بنتے جو اسی (۸۰) تولہ والے سیر کے مطابق ہیں۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ

باب: صدقہ فطر میں اگر جو دے تو ایک صاع ادا کرے

۱۵۰۵۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ: قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كُنَّا نُطْعِمُ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ. [اطرافه في: ۱۵۰۶، ۱۵۰۸، ۱۵۱۰] [مسلم: ۲۲۸۳، ۲۲۸٤؛ ابوداود: ۱٦۱٦، ۱٦۱۸؛ ترمذي: ٦۷۳؛ نسائي: ۲٥۱۰، ۲٥۱۷؛ ابن ماجه: ۱۸۲۹]

(۱۵۰۵) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زید بن اسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عیاض بن عبداللہ نے بیان کیا اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم ایک صاع جو کا صدقہ دیا کرتے تھے۔

تشریح: تفصیل سے بتلایا جا چکا ہے کہ صاع سے مراد صاع حجازی ہے جو عہد رسالت ﷺ میں مروج تھا۔ جس کا وزن تین سیر سے کچھ کم ہوتا ہے۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ

باب: گیہوں یا دوسرا اناج بھی صدقہ فطر میں ایک صاع ہونا چاہیے

١٥٠٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ الْعَامِرِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ: كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيْبٍ. [راجع: ١٥٠٥]

(١٥٠٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عیاض بن عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامری نے بیان کیا، کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم فطرہ کی زکوٰۃ ایک صاع اناج یا گیہوں یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع زبیب (خشک انگور یا انجیر) نکالا کرتے تھے۔

تشریح: طعام سے اکثر لوگوں کے نزدیک گیہوں ہی مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ جو کے سوا دوسرے اناج اور اہل حدیث، شافعیہ اور جمہور علما کا یہی قول ہے کہ اگر صدقہ فطر میں گیہوں دے تو بھی ایک صاع دینا کافی سمجھا۔ ابن خزیمہ اور حاکم نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے نکالا۔ میں تو وہی صدقہ دوں گا جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں دیا کرتا تھا۔ یعنی ایک صاع کھجور یا ایک صاع گیہوں یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع جو۔ ایک شخص نے کہا یا دو مد نصف صاع گیہوں، انہوں نے کہا نہیں یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی ٹھہرائی ہوئی بات ہے۔ (وحیدی)

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ

باب: صدقہ فطر میں کھجور بھی ایک صاع نکالی جائے

١٥٠٧۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ، صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ: فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ. [راجع: ١٥٠٣]

[مسلم: ٢٢٨١؛ ابن ماجه: ١٨٢٥]

(١٥٠٧) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے نافع کے واسطہ سے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو کی زکوٰۃ فطر دینے کا حکم فرمایا تھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر لوگوں نے اسی کے برابر دو مد (آدھا صاع) گیہوں کر لیا تھا۔

بَابُ صَاعٍ مِنْ زَبِيْبٍ

باب: صدقہ فطر میں منقیٰ بھی ایک صاع دینا چاہیے

١٥٠٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ يَزِيْدَ ابْنَ أَبِي حَكِيْمٍ الْعَدَنِيَّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عِيَاضُ بْنُ

(١٥٠٨) ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے یزید بن ابی حکیم عدنی سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عیاض بن عبداللہ بن

عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كُنَّا نُعْطِيْهَا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْصَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ، أَوْصَاعًا مِنْ زَبِيْبٍ، فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ وَجَاءَتِ السَّمْرَاءُ قَالَ: أُرَى مُدًّا مِنْ هٰذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ. [راجع: ١٥٠٥]

سعد بن ابی سرح نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں صدقہ فطر ایک صاع گیہوں یا ایک صاع جو یا ایک صاع زبیب (خشک انگور یا خشک انجیر) نکالتے تھے۔ پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے اور گیہوں کی آمدنی ہوئی تو کہنے لگے میں سمجھتا ہوں اس کا ایک مد دوسرے اناج کے دو مد کے برابر ہے۔

بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيْدِ

باب: صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کرنا

١٥٠٩۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ. [راجع: ١٥٠٣] [مسلم: ٢٢٨٨؛ ابوداود: ١٦١١؛ ترمذي: ٦٧٧؛ نسائي: ٢٥٢٠]

(۱۵۰۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے حفص بن میسرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے صدقہ فطر نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے پہلے نکالنے کا حکم دیا تھا۔

١٥١٠۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كُنَّا نُخْرِجُ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ وَقَالَ أَبُوْسَعِيْدٍ: وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيْرُ وَالزَّبِيْبُ وَالْأَقِطُ وَالتَّمْرُ. [راجع: ١٥٠٥، ١٥٠٦]

(۱۵۱۰) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عمر حفص بن میسرہ نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عیاض بن عبداللہ بن سعد نے، ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں عید الفطر کے دن (کھانے کے غلہ سے) ایک صاع نکالتے تھے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمارا کھانا (ان دنوں) جو، زبیب، پنیر اور کھجور تھا۔

تشریح: صدقہ فطر عید سے ایک دو دن پہلے بھی نکالا جا سکتا ہے مگر نماز عید سے پہلے تو اسے ادا کر ہی دینا چاہیے۔ جیسا کہ دوسری روایات میں صاف موجود ہے: "فمن اداها قبل الصلوة فهي زكوة مقبولة ومن اداها بعد الصلوة فهي صدقة من الصدقات۔" (ابوداود وابن ماجه) یعنی جو اسے نماز عید سے قبل ادا کر دے گا اس کی یہ زکوٰۃ الفطر مقبول ہو گی اور جو نماز کے بعد ادا کرے گا اس صورت میں یہ ایسا ہی معمولی صدقہ ہو گا جیسے عام صدقات ہوتے ہیں۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ

باب: صدقہ فطر، آزاد، غلام پر واجب ہونا

وَقَالَ: الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوْكِيْنَ لِلتِّجَارَةِ:

اور زہری نے کہا جو غلام لونڈی سوداگری کا مال ہوں تو ان کی سالانہ زکوٰۃ

يُزَكِّي فِي التِّجَارَةِ، وَيُزَكِّي فِي الْفِطْرِ.

بھی دی جائے گی اور ان کی طرف سے صدقہ فطر بھی ادا کیا جائے۔

تشریح: پہلے ایک باب اس مضمون کا گزر چکا ہے کہ غلام وغیرہ پر جو مسلمان ہوں صدقہ فطر واجب ہے پھر اس باب کے دوبارہ لانے سے کیا غرض ہے؟ ابن منیر نے کہا کہ پہلے باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ کا مطلب یہ تھا کہ کافر کی طرف سے صدقہ فطر نہ نکالیں۔ اس لیے اس میں من المسلمین کی قید لگائی۔ اور اس باب کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ہونے پر صدقہ فطر کس کس پر اور کس کس طرف سے واجب ہے۔ (وحیدی)

١٥١١ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: فَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ ـأَوْ قَالَ: رَمَضَانَـ عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ، صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي التَّمْرَ، فَأَعْوَزَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنَ التَّمْرِ فَأَعْطَى شَعِيرًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، حَتَّى إِنْ كَانَ يُعْطِي عَنْ بَنِيَّ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِيهَا الَّذِينَ يَقْبَلُونَهَا، وَكَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: بَنِيَّ يَعْنِي بَنِي نَافِعٍ. قَالَ: كَانُوا يُعْطُونَ لِيُجْمَعَ لَا لِلْفُقَرَاءِ. [راجع: ١٥٠٣]

[مسلم: ٢٢٨٠؛ ابوداود: ١٦١٥؛ ترمذي: ٦٧٥؛ نسائي: ٢٤٩٩]

(۱۵۱۱) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر یا یہ کہا کہ صدقہ رمضان مرد، عورت، آزاد اور غلام (سب پر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض قرار دیا تھا۔ پھر لوگوں نے آدھا صاع گیہوں کو اس کے برابر قرار دے لیا۔ لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کھجور دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ میں کھجور کا قحط پڑا تو آپ نے جو صدقہ میں نکالا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما چھوٹے بڑے سب کی طرف سے یہاں تک کہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی صدقہ فطر نکالتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ فطر ہر فقیر کو جو اسے قبول کرتا، دے دیا کرتے تھے۔ اور لوگ صدقہ فطر ایک یا دو دن پہلے ہی دے دیا کرتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میرے بیٹوں سے نافع کے بیٹے مراد ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ عید سے پہلے جو صدقہ دے دیتے تھے تو اکٹھا ہونے کے لیے نہ فقیروں کے لیے (پھر وہ جمع کر کے فقراء میں تقسیم کر دیا جاتا)۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ

باب: صدقہ فطر بڑوں اور چھوٹوں پر واجب ہے

قَالَ أَبُو عَمْرٍو: وَرَأَى عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَابْنُ عُمَرَ وَجَابِرٌ وَعَائِشَةُ وَطَاوُسٌ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيرِينَ أَنْ يُزَكَّى مَالُ الْيَتِيمِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: يُزَكَّى مَالُ الْمَجْنُونِ.

اور ابوعمرو نے بیان کیا: عمر، علی، ابن عمر، جابر، عائشہ رضی اللہ عنہم، طاؤس، عطاء اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ تھا کہ یتیم کے مال سے بھی زکوٰۃ دی جائے گی۔ اور زہری دیوانے کے مال سے زکوٰۃ نکالنے کے قائل تھے۔

١٥١٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى،

(۱۵۱۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان

عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: قَالَ: فَرَضَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ.

[راجع: ١٥٠٣] [ابوداود: ١٦١٣]

نے عبیداللہ عمری کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور کا صدقہ فطر، چھوٹے، بڑے، آزاد اور غلام سب پر فرض قرار دیا۔

بَابُ وُجُوبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهِ

باب: حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾. [آل عمران: ٩٧]

اور اللہ پاک نے (سورۂ آل عمران میں) فرمایا:
''لوگوں پر فرض ہے کہ اللہ کے لیے خانہ کعبہ کا حج کریں جس کو وہاں تک راہ مل سکے۔ اور جو نہ مانے (اور باوجود قدرت کے حج کو نہ جائے) تو اللہ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔''

تشریح: اپنے معمول کے مطابق امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حج کی فرضیت ثابت کرنے کے لیے قرآن پاک کی آیت مذکورہ کو نقل فرمایا۔ یہ سورہ آل عمران کی آیت ہے جس میں اللہ نے استطاعت والوں کے لیے حج کو فرض قرار دیا ہے۔ حج کے لفظی معنی قصد کرنے کے ہیں: ''واصل الحج فی اللغة القصد وفی الشرع القصد الی البیت الحرام باعمال مخصوصة۔'' لغوی معنی حج کے قصد کے ہیں اور شرعی معنی یہ کہ بیت اللہ شریف کا اعمال مخصوصہ کے ساتھ قصد کرنا۔ استطاعت کا لفظ اتنا جامع ہے کہ اس میں مالی، جسمانی، ملکی ہر قسم کی استطاعت داخل ہے۔ حج اسلام کے پانچوں رکنوں میں سے ایک رکن ہے۔ اور وہ ساری عمر میں ایک بار فرض ہے۔ اس کی فرضیت ۹ ھ میں ہوئی۔ بعض کا خیال ہے کہ ۵ ھ یا ۶ ھ میں حج فرض ہوا۔ حج کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت کے حج نہ کرنے والوں کے حق میں کہا گیا ہے کہ کچھ تعجب نہیں اگر وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مریں۔ حج کا فریضہ ہر مسلمان پر اسی وقت عائد ہوتا ہے جبکہ اس کو جسمانی اور مالی اور ملکی طور پر طاقت حاصل ہو۔ جیسا کہ آیت مبارکہ میں ﴿مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً﴾ (۳/ آل عمران: ۹۷) اسے ظاہر ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آیت قرآنی لانے کے بعد وہ حدیث لائے جس میں صاف صاف ''ان فریضة اللہ علی عبادہ فی الحج ادرکت ابی الخ۔'' کے الفاظ موجود ہیں۔ اگرچہ یہ ایک قبیلہ خثعم کی مسلمان عورت کے الفاظ ہیں مگر نبی کریم ﷺ نے ان کو سنا اور آپ ﷺ نے ان پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ اس لحاظ سے یہ حدیث تقریری ہوگئی اور اس سے فرضیت حج کا واضح لفظوں میں ثبوت ہوا۔

''ترمذی شریف باب ماجاء من التغلیظ فی ترك الحج میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے قال قال رسول اللہ ﷺ من ملك زادا وراحلة تبلغه الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیه ان یموت یهودیا اونصرانیا۔''

یعنی نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اخراجات سواری وغیرہ سفر بیت اللہ کے لیے میسر ہو (اور وہ تندرست بھی ہو) پھر اس نے حج نہ کیا تو اس کو اختیار ہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ یہ بڑی سے بڑی وعید ہے جو ایک سچے مرد مسلمان کے لیے ہو سکتی ہے۔ پس جو لوگ باوجود استطاعت کے مکہ شریف کا رخ نہیں کرتے بلکہ یورپ اور دیگر ممالک کی سیر و سیاحت میں ہزار ہا روپیہ برباد کر دیتے ہیں مگر حج کے نام سے ان کی روح

خشک ہو جاتی ہے، ایسے لوگوں کو اپنے ایمان و اسلام کی خیر مانگنی چاہیے۔ اسی طرح جو لوگ دن رات دنیاوی دھندوں میں منہمک رہتے ہیں اور اس پاک سفر کے لیے ان کو فرصت نہیں ہوتی ان کا بھی دین ایمان سخت خطرے میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہو جائے اس کو اس کی ادائیگی میں حتیٰ الامکان جلدی کرنی چاہیے۔ لیت و لعل میں وقت نہ ٹالنا چاہیے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ممالک محروسہ میں مندرجہ ذیل پیغام شائع کرایا تھا: "لقد هممت ان ابعث رجالا الى هذه الامصار فينظروا كل من كان له جدة ولا يحج فيضربوا عليهم الجزية ماهم بمسلمين ما هم بمسلمين۔" (نيل الاوطار ج ٤ ص: ١٦٥) میری دلی خواہش ہے کہ میں کچھ آدمیوں کو شہروں اور دیہاتوں میں تفتیش کے لیے روانہ کروں جو ان لوگوں کی فہرست تیار کریں جو استطاعت کے باوجود اجتماع حج میں شرکت نہیں کرتے۔ ان پر کفار کی طرح جزیہ مقرر کر دیں۔ کیونکہ ان کا دعویٰ اسلام فضول و بیکار ہے وہ مسلمان نہیں ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس سے زیادہ بدنصیبی اور کیا ہوگی کہ بیت اللہ شریف جیسا بزرگ اور مقدس مقام اس دنیا میں موجود ہو اور وہاں تک جانے کی ہر طرح سے آدمی طاقت بھی رکھتا ہو اور پھر کوئی مسلمان اس کی زیارت کو نہ جائے جس کی زیارت کے لیے بابا آدم علیہ السلام سینکڑوں مرتبہ پیدل سفر کر کے گئے: "اخرج ابن خزيمة وابوالشيخ في العظمة والديلمى عن ابن عباس عن النبى ﷺ قال ان آدم اتى هذا البيت الف آتية لم يركب قط فيهن من الهند على رجليه۔" یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کا ملک ہند سے ایک ہزار مرتبہ پیدل چل کر حج کیا۔ ان حجوں میں آپ کبھی سواری پر سوار ہو کر نہیں گئے۔

نبی کریم ﷺ نے جب کافروں کے مظالم سے تنگ آ کر مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو رخصتی کے وقت آپ ﷺ نے حجر اسود کو چوما اور آپ وسط مسجد میں کھڑے ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے اور آبدیدہ ہو کر آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تو اللہ کے نزدیک تمام جہاں سے پیارا و بہتر گھر ہے اور یہ شہر بھی اللہ کے نزدیک احب البلاد ہے۔ اگر کفار قریش مجھ کو ہجرت پر مجبور نہ کرتے تو میں تیری جدائی ہرگز نہ اختیار کرتا۔ (ترمذی)

جب آپ مکہ سے باہر نکلے تو پھر آپ نے اپنی سواری کا منہ مکہ شریف کی طرف کر کے فرمایا: "والله انك لخير ارض الله واحب ارض الله الى الله ولولا اخرجت منك ما خرجت۔" (احمد، ترمذی، ابن ماجة) قسم اللہ کی! اے شہر مکہ تو اللہ کے نزدیک بہترین شہر ہے، تیری زمین اللہ کو تمام روئے زمین سے پیاری ہے۔ اگر میں یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو کبھی یہاں سے نہ نکلتا۔

فضیلت حج کے بارے میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: "من حج هذا البيت فلم يرفث ولم يفسق رجع كما ولدته امه۔" (ابن ماجه ص ٢١٣) یعنی جس نے پورے آداب و شرائط کے ساتھ بیت اللہ شریف کا حج کیا۔ نہ جماع کے قریب گیا اور نہ کوئی بے ہودہ حرکت کی وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو کر لوٹتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک صاف تھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کوئی حج بیت اللہ کے ارادے سے روانہ ہوتا ہے۔ اس شخص کی سواری جتنے قدم چلتی ہے ہر قدم کے عوض اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ اس کے لیے ایک نیکی لکھتا ہے۔ اور ایک درجہ جنت میں اس کے لیے بلند کرتا ہے جب وہ شخص بیت اللہ میں پہنچ جاتا ہے اور وہاں طواف بیت اللہ اور صفا و مروہ کی سعی کرتا ہے پھر بال منڈواتا یا کترواتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا۔ (ترغیب و ترہیب ص ٢٢٤)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ابن خزیمہ کی روایت ہے کہ جو شخص مکہ معظمہ سے حج کے واسطے نکلا اور پیدل عرفات گیا پھر واپس بھی وہاں سے پیدل ہی آیا تو اس کو ہر قدم کے بدلے کروڑوں نیکیاں ملتی ہیں۔

بیہقی نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حج و عمرہ ساتھ ساتھ ادا کرو۔ اس پاک عمل سے فقر کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے اور گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کو میل سے پاک کر دیتی ہے۔

مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس مسلمان پر حج فرض ہو جائے اس کی ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے۔ اور

فرضیت کو غنیمت جاننا چاہیے۔ نہ معلوم کل کیا پیش آئے۔ ؎

اے زفرصت بے خبردر ہر چہ باشی زود باش

میدان عرفات میں جب حاجی صاحبان اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دین و دنیا کی بھلائی کے لئے دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالی آسمانوں پر فرشتوں میں ان کی تعریف فرماتا ہے۔

ابو یعلی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو حاجی راستے میں انتقال کر جائے اس کے لئے قیامت تک ہر سال حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

الغرض فرضیت حج کے بارے میں اور فضائل حج کے متعلق اور بھی بہت سی مرویات ہیں۔ مؤمن مسلمان کے لئے اسی قدر کافی وافی ہیں۔ اللہ تعالی جس مسلمان کو اتنی طاقت دے کہ وہ حج کو جا سکے اس کو ضرور بالضرور وقت کو غنیمت جاننا چاہیے اور توحید کی اس عظیم الشان سالانہ کانفرنس میں بلاحیل و حجت شرکت کرنی چاہیے۔ وہ کانفرنس جس کی بنیاد آج سے چار ہزار سال قبل اللہ کے پیارے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پاک ہاتھوں سے رکھی اس دن سے آج تک ہر سال یہ کانفرنس ہوتی چلی آ رہی ہے۔ پس اس کی شرکت کے لیے ہر مؤمن مسلمان ,ابراہیمی ہر محمدی کو ہر وقت متمنی رہنا چاہیے۔

حج کی فرضیت کے شرائط کیا ہیں؟ حج فرض ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں، ان میں سے اگر ایک چیز بھی فوت ہو جائے تو حج کے لیے جانا فرض نہیں ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے اذا فات الشرط فات المشروط شرط کے فوت ہو جانے سے مشروط بھی ساتھ ہی فوت ہو جاتا ہے۔ شرائط یہ ہیں (۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل یا بالغ ہونا (۳) راستے میں امن وامان کا پایا جانا (۴) اخراجات سفر کے۔ یہ پوری رقم کا موجود ہونا (۵) تندرست ہونا (۶) عورتوں کے لیے ان کے ساتھ کسی محرم کا ہونا، محرم اس کو کہتے ہیں جس سے عورت کے لیے نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے قطعاً حرام ہو جیسے بیٹا یا سگا بھائی یا باپ یا داماد وغیرہ۔ محرم کے علاوہ مناسب تو یہی ہے کہ عورت کے ساتھ اس کا شوہر ہو۔ اگر شوہر نہ ہو تو کسی محرم کا ہونا ضروری ہے۔ "عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا تسافر امراۃ مسیرۃ یوم ولیلۃ الا ومعھا ذو محرم متفق علیہ۔" ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، عورت ایک رات دن کی مسافت کا سفر بھی نہ کرے جب تک اس کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو۔

"عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ لا یخلون رجل بامراۃ ولا تسافرن امراۃ الا ومعھا محرم الحدیث متفق علیہ۔" ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مرد کسی غیر عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ ہو۔ اور نہ ہرگز ہرگز کوئی عورت بغیر شوہر یا کسی ذی محرم کو ساتھ لئے سفر کرے۔ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرا نام مجاہدین کی فہرست میں آ گیا اور میری عورت حج کے لیے جا رہی ہے۔ آپ نے فرمایا، جاؤ تم اپنی عورت کے ساتھ حج کرو۔

حج کے مہینوں اور ایام کا بیان: چونکہ حج کے لیے عموماً ماہ شوال سے تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ اس لیے شوال و ذی قعدہ و عشرۂ ذی الحجہ کو اشہر الحج یعنی حج کے مہینے کہا جاتا ہے۔ ارکان حج کی ادائیگی کے لیے خاص دن مقرر ہیں جو آٹھ ذی الحجہ سے شروع ہوتے ہیں اور تیرہ ذی الحجہ پر ختم ہوتے ہیں۔ ایام جاہلیت میں کفار عرب اپنے اغراض کے ماتحت حج کے مہینوں کا الٹ پھیر کر لیا کرتے تھے۔ قرآن پاک نے ان کے اس فعل کو کفر میں زیادتی سے تعبیر کیا اور سختی کے ساتھ اس حرکت سے روکا ہے۔ عمرہ مطلق زیارت کو کہتے ہیں۔ اس لیے یہ سال بھر میں ہر مہینے میں ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے ایام کی خاص قیود نہیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی مدت العمر میں چار مرتبہ عمرہ کیا۔ جن میں سے تین عمرے آپ ﷺ نے ماہ ذی قعدہ میں کئے اور ایک عمرہ آپ ﷺ کا حجۃ الوداع کے ساتھ ہوا۔ (متفق علیہ)

١٥١٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ

(۱۵۱۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سلیمان بن یسار نے

ابْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، وَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنَّ فَرِيْضَةَ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا، لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) وَذَلِكَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ. [أطرافه في: ١٨٥٤، ١٨٥٥، ٤٣٩٩، ٦٢٢٨] [مسلم: ٣٢٥١؛ ابوداود: ١٨٠٩؛ نسائي: ٢٦٣٣، ٢٦٣٤، ٢٦٣٩، ٢٦٤٠]

اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما (حجۃ الوداع میں) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت عورت آئی۔ فضل اس کو دیکھنے لگے وہ بھی انہیں دیکھ رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ فضل کا چہرہ بار بار دوسری طرف موڑ دینا چاہتے تھے۔ اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کا فریضہ حج میرے والد کے لیے ادا کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ لیکن وہ بہت بوڑھے ہیں اونٹنی پر بیٹھ نہیں سکتے۔ کیا میں ان کی طرف سے حج (بدل) کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' یہ حجۃ الوداع کا واقعہ تھا۔

تشریح: اس حدیث سے یہ نکلا کہ نیابتاً دوسرے کی طرف سے حج کرنا درست ہے۔ مگر وہ شخص دوسرے کی طرف سے حج کر سکتا ہے جو اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو۔ اور حنفیہ کے نزدیک مطلقاً درست ہے اور ان کے مذہب کو وہ حدیث رد کرتی ہے جس کو ابن خزیمہ اور اصحاب سنن نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو شبرمہ کی طرف سے لبیک پکارتے ہوئے سنا، فرمایا کیا تو اپنی طرف سے حج کر چکا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پہلے اپنی طرف سے حج کر پھر شبرمہ کی طرف سے کرلو۔ اسی طرح کسی شخص کے مر جانے کے بعد بھی اس کی طرف سے حج درست ہے۔ بشرطیکہ وہ وصیت کر گیا ہو۔ اور بعض نے ماں باپ کی طرف سے بلا وصیت بھی حج درست رکھا ہے۔ (وحیدی)

حج کی ایک قسم حج بدل بھی ہے۔ جو کسی معذور یا متوفی کی طرف سے نیابتاً کیا جاتا ہے۔ اس کی نیت کرتے وقت لبیک کے ساتھ جس کی طرف سے حج کے لیے آیا ہے اس کا نام لینا چاہیے۔ مثلاً: ایک شخص زید کی طرف سے حج کے لیے گیا تو وہ یوں پکارے: ''لَبَّيْكَ عَنْ زَيْدٍ نِيَابَةً'' کسی معذور زندے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے۔ اسی طرح کسی مرے ہوئے کی طرف سے بھی حج بدل کرایا جا سکتا ہے۔ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا تھا کہ میرا باپ بہت ہی بوڑھا ہو گیا ہے وہ سواری پر چلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ اجازت دیں تو میں ان کی طرف سے حج ادا کرلوں۔ آپ نے فرمایا: ہاں کرلو (ابن ماجہ) مگر اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس شخص سے حج بدل کرایا جائے وہ پہلے خود اپنا حج ادا کر چکا ہو۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ظاہر ہے:

''عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ سمع رجلا يقول لبيك عن شبرمة فقال رسول الله ﷺ من شبرمة قال قريب لي قال هل حججت قط قال لا قال فاجعل هذه عن نفسك ثم حج عن شبرمة رواه ابن ماجة۔''

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو سنا وہ لبیک پکارتے وقت کسی شخص شبرمہ نامی کی طرف سے لبیک پکار رہا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ بھئی یہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ شبرمہ میرا ایک قریبی ہے۔ آپ نے پوچھا تو نے کبھی اپنا حج ادا کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا، اپنے نفس کی طرف سے حج ادا کر پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حج بدل وہی شخص کر سکتا ہے جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو۔ بہت سے ائمہ اور امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ کا یہی مذہب ہے۔ لمعات میں ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''الامر يدل بظاهر على ان النيابة انما يجوز بعد اداء فرض الحج واليه ذهب

جماعة من الائمة والشافعي واحمد۔" یعنی امر نبوی بظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نیابت اسی کے لیے جائز ہے جو اپنا فرض ادا کر چکا ہو۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب نیل الاوطار میں یہ باب منعقد کیا ہے باب من حج عن غیرہ ولم یکن حج عن نفسه یعنی جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا وہ غیر کا حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں اس پر آپ حدیث بالا شبرمہ والی لائے ہیں اور اس پر فیصلہ دیا ہے: "لیس فی هذا الباب اصح منه" یعنی حدیث شبرمہ سے زیادہ اس باب میں اور کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

"وظاهر الحديث انه لا يجوز لمن لم يحج عن نفسه ان يحج عن غيره وسواء كان مستطيعا اوغير مستطيع لان النبي ﷺ لم يستفصل هذا للرجل الذى سمعه يلبي عن شبرمة وهو ينزل منزلة العموم والى ذلك ذهب الشافعي والناصر۔" (جزء رابع نیل الاوطار ص ۱۷۳)

یعنی اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کی طرف سے حج نہ کیا ہو وہ حج بدل کسی دوسرے کی طرف سے نہیں کر سکتا۔ خواہ وہ اپنا حج کرنے کی طاقت نہ رکھنے والا ہو۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے جس شخص کو شبرمہ کی طرف سے لبیک پکارتے ہوئے سنا تھا اس سے آپ نے یہ تفصیل دریافت نہیں کی۔ پس یہ بمنزلہ عموم ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ و ناصر رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔

پس حج بدل کرنے اور کرانے والوں کو سوچ سمجھ لینا چاہیے۔ امر ضروری یہی ہے کہ حج بدل کے لیے ایسے آدمی کو تلاش کیا جائے جو اپنا حج ادا کر چکا ہوتا کہ بلا شک و شبہ ادائیگی فریضۂ حج ہو سکے۔ اگر کسی بغیر حج کیے ہوئے کو بھیج دیا تو حدیث بالا کے خلاف ہوگا۔ نیز حج کی قبولت اور ادائیگی میں پورا پورا تردد بھی باقی رہے گا۔ عقل مند ایسا کام کیوں کرے جس میں کافی روپیہ خرچ ہو اور قبولیت میں تردد و شک و شبہ ہاتھ آئے۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى:

باب: اللہ تعالیٰ کا سورۂ حج میں یہ ارشاد کہ

﴿يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾. [الحج: ٢٧، ٢٨] ﴿فِجَاجًا﴾ [نوح: ٢٠] الطُّرُقُ الْوَاسِعَةُ.

"لوگ پیدل چل کر تیرے پاس آئیں اور دبلے اونٹوں پر دور دراز راستوں سے، اس لیے کہ دین اور دنیا کے فائدے حاصل کریں۔" امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا سورۂ نوح میں جو ﴿فِجَاجًا﴾ کا لفظ آیا ہے اس کے معنی کھلے اور کشادہ راستے ہیں۔

اگلی آیت سورۂ حج کی اس باب سے متعلق تھی اور چونکہ اس میں فج کا لفظ ہے۔ اور فجاجا اسی کی جمع ہے جو سورہ نوح میں وارد ہے اس لیے اس کی بھی تفسیر بیان کر دی۔

تشریح: اس آیت کریمہ کے ذیل مفسرین لکھتے ہیں: "فنادى على جبل ابوقبيس يا ايها الناس ان ربكم بنى بيتا واوجب عليكم الحج اليه فاجيبوا ربكم والتفت بوجهه يمينا وشمالا وشرقا وغربا فاجابه كل من كتب له ان يحج من اصلاب الرجال وارحام الامهات لبيك اللهم لبيك۔" (جلالین) یعنی حضرت ابراہیم نے جبل ابوقبیس پر چڑھ کر پکارا، اے لوگو! تمہارے رب نے اپنی عبادت کے لیے ایک گھر بنوایا ہے اور تم پر اس کا حج فرض کر دیا ہے۔ آپ یہ اعلان کرتے ہوئے شمال و جنوب مشرق و مغرب کی طرف منہ کرتے جاتے اور آواز بلند کرتے جاتے تھے۔ پس جن انسانوں کی قسمت میں حج بیت اللہ کی سعادت ازلی لکھی جا چکی ہے۔ انہوں نے اپنے باپوں کی پشت سے اور اپنی ماؤں کے ارحام سے اس مبارک ندا کو سن کر جواب دیا لبیک اللھم لبیک یا اللہ ہم حاضر ہیں۔ یا اللہ ہم تیرے پاک گھر کی زیارت کے لیے حاضر ہیں۔

قرآن مجید کی مذکورہ پیش گوئی کی جھلک تورات میں آج بھی موجود ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے ظاہر ہے:

"اونٹنیاں کثرت سے تجھے آ کر چھپالیں گی مدیان اور عیفہ کی جوان اونٹنیاں ہیں اور وہ سب جو سبا کی ہیں آئیں گی۔" (یسعیاہ ٦/٦٠)

''قیدار کی ساری بھیڑیں (قیدار اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے کا نام ہے) تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبیط (پسر اسماعیل) کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے۔ اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ یہ کون ہیں جو بدلی کی طرح اڑتے ہیں اور کبوتر کی مانند اپنے کابک کی طرف جاتے ہیں۔ یقیناً بحری ممالک تیری راہ تکیں گے اور ترسیس کے جہاز پہلے آئیں گے۔'' (یسعیاہ ۱۳/۶۰)

ان جملہ پیش گوئیوں سے عظمت کعبہ ظاہر ہے۔ وللتفصیل مقام اخر۔

١٥١٤ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَالِمَ ابْنَ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَرْكَبُ رَاحِلَتَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ يُهِلُّ حِيْنَ تَسْتَوِيَ بِهِ قَائِمَةً. [راجع: ١٦٦] [مسلم: ٢٨٢٢؛ نسائي: ٢٧٥٧]

(۱۵۱۴) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن وہب نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں ابن شہاب نے کہ سالم بن عبداللہ بن عمر نے انہیں خبر دی، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذی الحلیفہ میں دیکھا کہ اپنی سواری پر چڑھ رہے ہیں۔ پھر جب وہ سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ نے لبیک کہا۔

١٥١٥ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، سَمِعَ عَطَاءً، يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ إِهْلَالَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ. رَوَاهُ أَنَسٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ يَعْنِي حَدِيْثَ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُوْسَى.

(۱۵۱۵) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ولید بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ولید بن مسلم نے خبر دی، کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے سنا، وہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا۔ جب سواری آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی۔ ابراہیم بن موسیٰ کی یہ حدیث ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض ان حدیثوں کے لانے سے یہ ہے کہ حج پاپیادہ اور سوار ہوکر دونوں طرح درست ہے۔ بعض نے کہا ان لوگوں پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ حج پاپیادہ افضل ہے، اگر ایسا ہوتا تو آپ بھی پاپیادہ حج کرتے مگر آپ نے اونٹنی پر سوار ہوکر حج کیا اور نبی کریم ﷺ کی پیروی سب سے افضل ہے۔ (وحیدی) اونٹ کی جگہ آج کل موٹر کاروں نے لے لی ہے اور اب حج بے حد آرام دہ ہوگیا ہے۔

بَابُ الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ

باب: پالان پر سوار ہوکر حج کرنا

١٥١٦ـ وَقَالَ أَبَانُ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِيْنَارٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مَعَهَا أَخَاهَا عَبْدَالرَّحْمَنِ، فَأَعْمَرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ، وَحَمَلَهَا عَلَى قَتَبٍ. وَقَالَ: عُمَرُ شُدُّوا الرِّحَالَ فِي الْحَجِّ، فَإِنَّهُ أَحَدُ الْجِهَادَيْنِ. [راجع: ٢٩٤]

(۱۵۱۶) اور ابان نے کہا ہم سے مالک بن دینار نے بیان کیا ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ ان کے بھائی عبدالرحمن کو بھیجا اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے عمرہ کرایا اور پالان کی پچھلی لکڑی پر ان کو بٹھالیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حج کے لیے پالانیں باندھو کیونکہ یہ بھی ایک جہاد ہے۔

١٥١٧ـ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَنَسٍ، قَالَ: حَجَّ أَنَسٌ عَلَى رَحْلٍ، وَلَمْ يَكُنْ شَحِيْحًا، وَحَدَّثَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَجَّ عَلَى رَحْلٍ وَكَانَتْ زَامِلَتَهُ.

(۱۵۱۷) محمد بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عزرہ بن ثابت نے بیان کیا، ان سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک پالان پر حج کے لیے تشریف لے گئے اور آپ بخیل نہیں تھے۔ آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پالان پر حج کے لیے تشریف لے گئے تھے، اسی پر آپ کا اسباب بھی لدا ہوا تھا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ حج میں تکلف کرنا اور آرام کی سواری ڈھونڈ نا سنت کے خلاف ہے۔ سادے پالان پر چڑھنا کافی ہے۔ شعدف اور محمل اور عمدہ کجاوے اور گدے اور تکیے ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ عبادت میں جس قدر مشقت ہوا تنا ہی زیادہ ثواب ہے۔ (وحیدی) یہ باتیں آج کے سفر حج میں خواب وخیال بن کر رہ گئی ہیں۔ اب ہر جگہ موٹر کار، ہوائی جہاز دوڑتے پھر رہے ہیں۔ حج کا مبارک سفر بھی ریل، دخانی جہاز، موٹر کار اور ہوائی جہاز سے ہو رہا۔ پھر زیادہ سے زیادہ آرام ہر ہر قدم پر موجود ہے۔ ان تکلفات کے ساتھ حج کی تصدیق ہے جس میں کہا گیا ہے کہ آخر زمانہ میں سفر حج بھی ایک تفریح کا ذریعہ بن جائے گا۔ لیکن سنت کے شیدائی ان حالات میں بھی چاہیں تو سادگی کے ساتھ یہ مبارک سفر کرتے ہوئے قدم قدم پر خدا ترسی سنت شعاری کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ مکہ شریف سے پیدل چلنے کی اجازت ہے۔ حکومت مجبور نہیں کرتی کہ ہر شخص موٹر ہی کا سفر کرے مگر آرام طلبی کی دنیا میں یہ سب باتیں دقیانوسی سمجھی جانے لگیں۔ بہر حال حقیقت ہے کہ سفر حج جہاد سے کم نہیں ہے بشرطیکہ حقیقی حج نصیب ہو۔

لفظ زاملہ ایسے اونٹ پر بولا جاتا ہے جو حالت سفر میں علیحدہ سامان اسباب اور کھانے پینے کی اشیاء اٹھانے کے لئے استعمال میں آتا تھا، یہاں راوی کا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سفر مبارک اس قدر سادگی سے کیا کہ ایک ہی اونٹ سے سواری اور سامان اٹھانا ہر دو کام لے لئے گئے۔

١٥١٨ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! اعْتَمَرْتُمْ وَلَمْ أَعْتَمِرْ. قَالَ: ((يَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ! اذْهَبْ بِأُخْتِكَ فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ)) فَأَحْقَبَهَا عَلَى نَاقَةٍ، فَاعْتَمَرَتْ.
[راجع:٢٩٤]

(۱۵۱۸) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایمن بن نابل نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے قاسم بن محمد نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ لوگوں نے تو عمرہ کر لیا لیکن میں نہ کر سکی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عبدالرحمٰن اپنی بہن کو لے جاؤ اور انہیں تنعیم سے عمرہ کرالا۔'' چنانچہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اونٹ کے پیچھے بٹھایا اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ ادا کیا۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے تنعیم بھیجا۔ اس بارے میں حضرت علامہ نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہل مکہ کے لئے عمرہ کا میقات حل ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وہ اپنی بہن عائشہ کو تنعیم لے جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور جن علمانے یہ کہا کہ عمرہ میقات اپنا گھر اور مکہ ہی ہے، انہوں نے اس حدیث کے بارے میں جواب دیا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل جوئی کے لئے فرمایا تھا تا کہ وہ حل سے ہو کر آئیں جیسا کہ دیگر ازواج مطہرات نے کیا تھا اور یہ

جواب ظاہر کے خلاف ہے، حاصل یہ کہ نبی کریم ﷺ سے عمرہ کے لئے میقات کا تعین واقع نہیں ہوا اور میقات حج کا تعین ہر جہت والوں کے لئے ثابت ہوا ہے۔ پس اگر عمرہ ان مواقیت میں حج کی مانند ہوتو نبی کریم ﷺ نے حدیث صحیح میں فرمایا ہے کہ جو لوگ میقات کے اندر ہوں ان کا میقات ان کا گھر ہے وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں اسی طرح مکہ والے بھی مکہ ہی سے احرام باندھیں اور یہ حدیث صحیحین میں ہے۔ بلکہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہر جگہ کی میقات کا ذکر کرنے کے بعد صراحتاً آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس یہ میقات ان لوگوں کے لئے ہے جو ان کے اہل ہیں اور جو بھی ادھر سے گزریں حالانکہ وہ یہاں کے باشندے نہ ہوں۔ پھر ان کے لئے میقات یہی مقامات ہیں جو بھی حج اور عمرے کا ارادہ کر کے آئیں۔ پس اس حدیث میں صراحتاً عمرہ کا لفظ موجود ہے۔ (بدور الاہلہ، ص:۱۵۲)

نواب رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب حج کا احرام مکہ ہی سے باندھیں گے اور ان کے گھر ہی ان کے میقات ہیں تو عمرہ کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ حدیث ہذا میں رسول کریم ﷺ نے حج اور عمرہ کا ایک ہی جگہ ذکر فرمایا ہے۔ یہ سلسلۂ میقات جس قدر احکامات حج کے لئے ہیں وہی سب عمرہ کے لئے ہیں۔ ان کی بنا پر صرف مکہ شریف سے عمرہ کا احرام باندھنے والوں کے لئے تنعیم جانا ضروری نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ فَضْلِ الْحَجِّ الْمَبْرُوْرِ

باب: حج مبرور کی فضیلت کا بیان

١٥١٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ)) قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)) قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((حَجٌّ مَبْرُوْرٌ)). [راجع: ٢٦]

(۱۵۱۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ کون سا کام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔'' پوچھا گیا کہ پھر اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' پھر پوچھا گیا کہ پھر اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''حج مبرور۔''

تشریح: مبرور لفظ بر سے بنا ہے جس کے معنی نیکی کے ہیں۔ قرآن مجید میں ﴿لیس البر﴾ میں یہی لفظ ہے۔ یہی وہ حج جس میں از اول تا آخر نیکیاں ہی نیکیاں کی گئی ہوں گناہ کا شائبہ بھی نہ ہو۔ ایسا حج قسمت والوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ عنداللہ یہ حج مقبول ہے پھر ایسا حاجی عمر بھر ایک مثالی مسلمان بن جاتا ہے اور اس کی زندگی سراپا اسلام اور ایمان کے رنگ میں رنگ جاتی ہے۔ اگر ایسا حج نصیب نہیں تو وہی مثال ہوگی۔ خر عیسی گر بمکه رود چوں بیاید ہنوز خر باشد۔

حج مبرور کی تعریف میں حافظ فرماتے ہیں: " الذی لا یخالطه شيء من الاثم" یعنی حج مبرور وہ ہے جس میں گناہ کا مطلقاً دخل نہ ہو۔ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کھانا کھلانا اور سلام پھیلانا جو حاجی اپنا شعار بنا لے اس کا حج حج مبرور ہے۔ یہی حج وہ ہے جس سے گزشتہ صغیرہ وکبیرہ جملہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایسا حاجی اس حالت میں لوٹتا ہے گویا وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اللہ پاک ہر حاجی کو ایسا ہی حج نصیب کرے۔

مگر افسوس ہے کہ آج کی مادی ترقیات نے، نئی نئی ایجادات نے روحانی عالم کو بالکل مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ بیشتر حاجی مکہ شریف کے بازاروں میں جب مغربی ساز و سامان دیکھتے ہیں، ان کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں وہ جائز اور ناجائز سے بالا ہو کر ایسی ایسی چیزیں خرید لیتے ہیں کہ واپس اپنے وطن آ کر حاجیوں کی بدنامی کا موجب بنتے ہیں۔ حکومت کی نظروں میں ذلیل ہوتے ہیں۔ الا من رحم اللہ۔

١٥٢٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَبِيْبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَفَلَا نُجَاهِدُ؟ قَالَ: ((لَا، لٰكِنَّ أَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ)).

[أطرافه في: ١٨٦١، ٢٧٨٤، ٢٨٧٥، ٢٨٧٦]

[نسائي: ٢٦٢٧؛ ابن ماجه: ٢٩٠١]

(۱۵۲۰) ہم سے عبدالرحمٰن بن مبارک نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ طحان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں حبیب بن ابی عمرہ نے خبر دی، انہیں عائشہ بنت طلحہ نے اور انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد سب نیک کاموں سے بڑھ کر ہے۔ پھر ہم بھی کیوں نہ جہاد کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ سب سے افضل جہاد حج ہے جو مبرور ہو۔''

١٥٢١۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)). [طرفاه في: ١٨١٩، ١٨٢٠] [مسلم: ٣٢٩٣]

(۱۵۲۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سیار ابوالحکم نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابوحازم سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ کے لیے اس شان کے ساتھ حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات ہوئی اور نہ کوئی گناہ تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جیسے اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔''

تشریح: حدیث بالا میں لفظ مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں ریا کاری کا دخل نہ ہو، خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو جس میں از اول تا آخر کوئی گناہ نہ کیا جائے اور جس کے بعد حاجی کی پہلی حالت بدل کر اب وہ سراپا نیکیوں کا مجسمہ بن جائے۔ بلاشک اس کا حج حج مبرور ہے حدیث مذکور میں حج مبرور کے کچھ اوصاف خود ذکر میں آ گئے ہیں، اسی تفصیل کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو لائے۔

بَابُ فَرْضِ مَوَاقِيْتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

باب: حج اور عمرہ کی میقاتوں کا بیان

١٥٢٢۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّهُ أَتَى عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فِي مَنْزِلِهِ وَلَهُ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ، فَسَأَلْتُهُ: مِنْ أَيْنَ يَجُوْزُ أَنْ أَعْتَمِرَ؟ قَالَ: فَرَضَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَهْلِ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ، وَلِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، ذَا

(۱۵۲۲) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے زید بن جبیر نے بیان کیا کہ وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی قیامگاہ پر حاضر ہوئے۔ وہاں قنات کے ساتھ شامیانہ لگا ہوا تھا (زید بن جبیر نے کہا کہ) میں نے پوچھا کہ کس جگہ سے عمرہ کا احرام باندھنا چاہیے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد والوں کے لیے قرن، مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ اور شام والوں

الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ. کے لیے جحفہ مقرر کیا ہے۔

[راجع: ١٣٣]

تشریح: میقات اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھ لینا چاہیے اور وہاں سے بغیر احرام باندھے آگے بڑھنا ناجائز ہے اور ادھر ہندوستان کی طرف سے جانیوالوں کے لئے یلملم پہاڑ کے محاذ سے احرام باندھ لینا چاہیے۔ جب جہاز یہاں سے گزرتا ہے تو کپتان خود سارے حاجیوں کو اطلاع کرا دیتا ہے یہ جگہ عدن کے قریب پڑتی ہے۔ قرن منازل مکہ سے دو منزل پر طائف کے قریب ہے اور ذو الحلیفہ مدینہ سے چھ میل پر ہے اور جحفہ مکہ سے پانچ چھ منزل پر ہے۔ قسطلانی نے کہا اب لوگ جحفہ کے بدل رابغ سے احرام باندھ لیتے ہیں۔ جو جحفہ کے برابر ہے اور اب جحفہ ویران ہے وہاں کی آب وہوا خراب ہے نہ وہاں کوئی جاتا ہے نہ اترتا ہے۔ (وحیدی) "واختصت الجحفة بالحمى فلا ينزلها احد الا حمى۔" (فتح) یعنی جحفہ بخار کے لئے مشہور ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں عمالقہ نے قیام کیا تھا جبکہ ان کو یثرب سے بنوعیل نے نکال دیا تھا مگر یہاں ایسا سیلاب آیا کہ اس نے اس کو برباد کر کے رکھ دیا۔ اسی لئے اس کا جحفہ نام ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عمرہ کے میقات بھی وہی ہیں جو حج کے ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾.

باب: فرمان باری تعالیٰ کہ "توشہ ساتھ لے لو اور سب سے بہتر توشہ تقویٰ ہے۔"

[البقرة: ١٩٧]

١٥٢٣ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، عَنْ وَرْقَاءَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّوْنَ وَلَا يَتَزَوَّدُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ: نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ، فَإِذَا قَدِمُوْا مَكَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾ [البقرة:١٩٧]. رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا.

(١٥٢٣) ہم سے یحییٰ بن بشر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شبابہ بن سوار نے بیان کیا، ان سے ورقاء بن عمرو نے، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یمن کے لوگ راستہ کا خرچ ساتھ لائے بغیر حج کے لیے آجاتے تھے۔ کہتے تو یہ تھے کہ توکل کرتے ہیں لیکن جب مکہ آتے تو لوگوں سے مانگنے لگتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اور توشہ لے لیا کرو کہ سب سے بہتر توشہ تو تقویٰ ہی ہے۔" اس کو ابن عیینہ نے عمرو سے بواسطہ عکرمہ مرسلاً نقل کیا ہے۔

[ابو داود: ١٧٣٠]

تشریح: مرسل اس حدیث کو کہتے ہیں کہ تابعی نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کرے اور جس صحابی سے وہ نقل کر رہا ہے اس کا نام نہ لے۔ صحابی کا نام لینے سے یہی حدیث پھر مرفوع کہلاتی ہے جو درجہ قبولیت میں خاص مقام رکھتی ہے۔ یعنی صحیح مرفوع حدیث نبوی (ﷺ)

آیت مبارکہ میں تقویٰ سے مراد مانگنے سے بچنا اور اپنے مصارف سفر کا خود انتظام کرنا مراد ہے اور یہ بھی کہ اس سفر سے بھی زیادہ اہم سفر آخرت درپیش ہے۔ اس کا توشہ بھی تقویٰ پرہیزگاری گناہوں سے بچنا اور پاک زندگی گزارنا ہے۔ یہ سلسلہ حج تقویٰ کی تلقین یہی حج کا ماحصل ہے۔ آج بھی جو لوگ حج میں دست سوال دراز کرتے ہیں، انہوں نے حج کا مقصد ہی نہیں سمجھا: "قال المهلب في هذا الحديث من الفقه ان ترك السؤال

من التقوى ويؤيده ان الله مدح من لم يسئل الناس الحافا فان قوله ﴿فان خير الزاد التقوى﴾ اى تزودوا واتقوا اذى الناس بسؤالكم اياهم والاثم فى ذلك۔" (فتح) یعنی مہلب نے کہا کہ اس حدیث سے یہ سمجھا گیا کہ سوال نہ کرنا تقویٰ سے ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ پاک نے اس شخص کی تعریف کی جو لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتا۔ خير الزاد التقوى کا مطلب یہ کہ ساتھ میں توشہ لو اور سوال کر کر کے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور سوال کرنے کے گناہ سے بچو۔

مانگنے والا متوکل نہیں ہوسکتا۔ حقیقی توکل یہی ہے کہ کسی سے بھی کسی چیز میں مدد نہ مانگی جائے اور اسباب مہیا کرنے کے باوجود بھی اسباب سے قطع نظر کرنا یہ توکل ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اونٹ والے سے فرمایا تھا کہ اسے مضبوط باندھ پھر اللہ پر بھروسہ رکھ۔

گفت پیغمبر بآواز بلند برتوکل زانوے اشتربه بند

بَابٌ: مُهَلُّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

باب: مکہ والے حج اور عمرے کا احرام کہاں سے باندھیں

١٥٢٤ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ، مِنْ غَيْرِهِنَّ، مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ. [أطرافه في: ١٥٢٦، ١٥٢٩، ١٥٣٠، ١٨٤٥] [مسلم: ٢٨٠٤؛ نسائي: ٢٦٥٣]

(۱۵۲۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس ؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ والوں کے احرام کے لیے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لیے جحفہ، نجد والوں کے لیے قرن منازل، یمن والوں کے لیے یلملم متعین کیا۔ یہاں سے ان مقامات والے بھی احرام باندھیں اور ان کے علاوہ وہ لوگ بھی جو ان راستوں سے آئیں اور حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جن کا قیام میقات اور مکہ کے درمیان ہے تو وہ احرام اسی جگہ سے باندھیں جہاں سے انہیں سفر شروع کرنا ہے۔ یہاں تک کہ مکہ کے لوگ مکہ سے احرام باندھیں۔

تشریح: معلوم ہوا کہ حج اور عمرہ کے میقات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہی امام بخاری ؒ کا مقصد باب ہے۔

بَابُ مِيقَاتِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَلَا يُهِلُّوا قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ

باب: مدینہ والوں کا میقات اور انہیں ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہ باندھنا چاہیے

١٥٢٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ: عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ

(۱۵۲۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر ؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مدینہ کے لوگ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں،

مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَأَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ)) قَالَ عَبْدُاللَّهِ: وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ)). [راجع: ۱۳۳] [مسلم: ۲۸۰۵؛ ابوداود: ۱۷۳۷؛ نسائي: ۲۶۵۰؛ ابن ماجه: ۲۹۱٤]

شام کے لوگ جحفہ سے اور نجد کے لوگ قرن منازل سے۔'' عبداللہ نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اور یمن کے لوگ یلملم سے احرام باندھیں۔''

تشریح: شاید امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا درست نہیں ہے، اسحاق اور داؤد کا بھی یہی قول ہے۔ جمہور کے نزدیک درست ہے۔ یہ میقات مکانی میں اختلاف ہے لیکن میقات زمانی یعنی حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھنا بالاتفاق درست نہیں ہے۔ نجد وہ ملک ہے جو عرب کا بالائی حصہ تہامہ سے عراق تک واقع ہے۔ بعض نے کہا جرش سے لے کر کوفہ کے نواح تک اس کی مغربی حد حجاز ہے۔ (وحیدی)

بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الشَّامِ

باب: شام کے لوگوں کے احرام باندھنے کی جگہ کہاں ہے؟

۱۵۲٦ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ: عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: وَقَّتَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ، لِمَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ أَهْلِهِ، وَكَذَاكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا. [راجع: ۱۵۲٤] [مسلم: ۲۸۰۳؛ ابوداود: ۱۷۳۸؛ نسائي: ۲۶۵۷]

(۱۵۲٦) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے طاؤس نے بیان کیا، اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا۔ شام والوں کے جحفہ، نجد والوں کے لیے قرن منازل اور یمن والوں کے لیے یلملم۔ یہ میقات ان ملک والوں کے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بھی جو ان ملکوں سے گزر کر حرم میں داخل ہوں اور حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں ان کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ان کے گھر ہیں۔ یہاں تک کہ مکہ کے لوگ احرام مکہ ہی سے باندھیں۔

تشریح: جو حضرات عمرہ کے لئے تنعیم جانا ضروری گردانتے ہیں یہ حدیث ان پر حجت ہے بشرطیکہ بنظر تحقیق مطالعہ فرمائیں۔

بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ نَجْدٍ

باب: نجد والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۲۷ـ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: وَقَّتَ النَّبِيُّ ﷺ ......ح قَالَ: وَ [راجع: ۱۳۳] [نسائي: ۲۶۵٤]

(۱۵۲۷) ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم نے زہری سے یہ حدیث یاد رکھی، ان سے سالم نے کہا اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے میقات متعین کر دیئے تھے۔

١٥٢٨ـ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ، وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّامِ مَهْيَعَةُ، وَهِيَ الْجُحْفَةُ، وَأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ)). قَالَ ابْنُ عُمَرَ: زَعَمُوا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ وَلَمْ أَسْمَعْهُ: ((وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ)). [راجع: ١٣٣] [مسلم: ٢٨٠٦]

(۱۵۲۸) (دوسری سند) اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے احمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یونس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سالم بن عبداللہ نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا تھا: ''مدینہ والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لیے مہیعہ یعنی جحفہ اور نجد والوں کے لیے قرن منازل۔'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ لوگ کہتے تھے کہ نبی کریم نے فرمایا: ''یمن والے احرام یلملم سے باندھیں۔'' لیکن میں نے اسے آپ سے نہیں سنا۔

بَابُ مُهَلِّ مَنْ كَانَ دُونَ الْمَوَاقِيتِ

باب: جو لوگ میقات کے ادھر رہتے ہوں ان کے احرام باندھنے کی جگہ

١٥٢٩ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، فَهُنَّ لَهُنَّ، وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ، مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ، حَتَّى إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا. [راجع: ١٥٢٤، ١٥٢٦]

(۱۵۲۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ میقات ٹھہرایا اور شام والوں کے لیے جحفہ، یمن والوں کے لیے یلملم اور نجد والوں کے لیے قرن منازل۔ یہ ان ملکوں کے لوگوں کے لیے ہیں اور دوسرے ان تمام لوگوں کے لیے بھی جو ان ملکوں سے گزریں۔ اور حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں۔ تو وہ اپنے شہروں سے احرام باندھیں، تا آنکہ مکہ کے لوگ مکہ ہی سے احرام باندھیں۔

بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الْيَمَنِ

باب: اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ کونسی ہے؟

١٥٣٠ـ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لِأَهْلِهِنَّ وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ

(۱۵۳۰) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ مقرر کیا، شام والوں کے لیے جحفہ، نجد والوں کے لیے قرن منازل اور یمن والوں کے لیے یلملم۔ یہ ان ملکوں کے باشندوں کے میقات ہیں اور تمام ان دوسرے مسلمانوں کے بھی جو ان ملکوں سے گزر کر

مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذَلِكَ، فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ. [راجع: ١٥٢٤]

آئیں اور حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں تو (وہ احرام وہیں سے باندھیں) جہاں سے سفر شروع کریں تا آنکہ مکہ کے لوگ احرام مکہ ہی سے باندھیں۔

بَابٌ: ذَاتُ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ

باب: عراق والوں کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے

١٥٣١۔ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: لَمَّا فُتِحَ هَذَانِ الْمِصْرَانِ أَتَوْا عُمَرَ، فَقَالُوْا: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ حَدَّ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيْقِنَا، وَإِنَّا إِنْ أَرَدْنَا قَرْنًا شَقَّ عَلَيْنَا قَالَ: فَانْظُرُوْا حَذْوَهَا مِنْ طَرِيْقِكُمْ، فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ.

(١٥٣١) ہم سے علی بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری نے نافع سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جب یہ دو شہر (بصرہ اور کوفہ) فتح ہوئے تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ یا امیر المؤمنین رسول اللہ ﷺ نے نجد کے لوگوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہ قرن منازل قرار دی ہے اور ہمارا راستہ ادھر سے نہیں ہے، اگر ہم قرن کی طرف جائیں تو ہمارے لیے بڑی دشواری ہوگی اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تم اپنے راستے میں اس کے برابر کوئی جگہ تجویز کر لو۔ چنانچہ ان کے لیے ذات عرق کی تعیین کر دی۔

تشریح: یہ مقام مکہ شریف سے بیالیس میل پر ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مقام اپنی رائے اور اجتہاد سے مقرر کیا۔ مگر جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی کریم ﷺ سے عراق والوں کا میقات ذات عرق مروی ہے گو اس کے مرفوع ہونے میں شک ہے۔ اس روایت سے یہ بھی نکلا کہ اگر کوئی مکہ میں حج یا عمرے کی نیت سے اور کسی راستے سے آئے جس میں کوئی میقات راہ میں نہ پڑے تو جس میقات کے مقابل پہنچے وہاں سے احرام باندھ لے۔ بعض نے کہا کہ اگر کوئی میقات کی برابری معلوم نہ ہو سکے تو جو میقات سب سے دور ہے اتنی دور سے احرام باندھ لے۔ میں کہتا ہوں ابوداؤد اور نسائی نے باسناد صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکالا کہ نبی کریم ﷺ نے عراق والوں کے لئے ذات عرق مقرر کیا اور احمد اور دارقطنی نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے بھی ایسا ہی نکالا ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد حدیث کے مطابق پڑا۔ (مولانا وحید الزماں)

اس بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں: "لكن لما سن عمر ذات عرق وتبعه عليه الصحابة واستمر على العمل كان اولى بالاتباع۔" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مقرر فرما دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا تو اب اس کی اتباع ہی بہتر ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ

باب: ذوالحلیفہ میں (احرام باندھتے وقت) نماز پڑھنا

١٥٣٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ

(١٥٣٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ

عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَصَلَّى بِهَا وَكَانَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذَلِكَ . [راجع: ٤٨٤] [مسلم: ٣٢٨٢؛ ابوداود: ٢٠٤٤؛ نسائي: ٢٦٦٠]

رسول اللہ ﷺ نے مقام ذوالحلیفہ کے پتھریلے میدان میں سواری روکی اور پھر وہیں آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

بَابُ خُرُوْجِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى طَرِيقِ الشَّجَرَةِ

باب: نبی کریم ﷺ کا شجرہ پر سے گزر کر جانا

١٥٣٣۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ، وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيْقِ الْمُعَرَّسِ، وَأَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِيْ، وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ. [راجع:٤٨٤]

(۱۵۳۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ شجرہ کے راستے سے گزرتے ہوئے ''معرس'' کے راستے سے مدینہ آتے۔ نبی کریم ﷺ جب مکہ جاتے تو شجرہ کی مسجد میں نماز پڑھتے لیکن واپسی میں ذوالحلیفہ کے نشیب میں نماز پڑھتے۔ آپ رات وہیں گزارتے تا آنکہ صبح ہو جاتی۔

تشریح: شجرہ ایک درخت تھا ذوالحلیفہ کے قریب۔ نبی کریم ﷺ اسی راستے سے آتے اور جاتے۔ اب وہاں ایک مسجد بن گئی ہے۔ آج کل اس جگہ کا نام بئر علی ہے، یہ علی حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نہیں ہیں بلکہ کوئی اور علی ہیں جن کی طرف یہ جگہ اور یہاں کا کنواں منسوب ہے۔ معرس عربی میں اس مقام کو کہتے ہیں جہاں مسافر رات کو اتریں اور وہاں ڈیرہ لگائیں۔ یہ مذکورہ معرس ذوالحلیفہ کی مسجد تلے واقع ہے اور یہاں سے مدینہ بہت ہی قریب ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو بار بار ان مقامات مقدسہ کی زیارت نصیب کرے۔ آمین۔ آپ دن کی روشنی میں مدینہ میں داخل ہوا کرتے تھے۔ پس سنت یہی ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((الْعَقِيقُ وَادٍ مُبَارَكٌ))

باب: نبی کریم ﷺ کا ارشاد کہ ''وادی عقیق مبارک وادی ہے''

١٥٣٤۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ، وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ التِّنِّيْسِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنِيْ عِكْرِمَةُ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: إِنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ

(۱۵۳۴) ہم سے ابوبکر عبداللہ حمیدی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید اور بشر بن بکر تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ

يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِوَادِي الْعَقِيْقِ يَقُوْلُ: ((أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّي فَقَالَ: صَلِّ فِيْ هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ، وَقُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ)). [طرفاه في: ٢٣٣٧، ٧٣٤٣]

میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، ان کا بیان تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے وادی عقیق میں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ "رات میرے پاس میرے رب کا ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ اس "مبارک وادی" میں نماز پڑھ اور اعلان کر کہ عمرہ حج میں شریک ہو گیا۔"

تشریح: ایام حج میں عمرہ عہد جاہلیت میں سخت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے اس غلط خیال کی بھی اصلاح کی اور اعلان کرایا کہ اب ایام حج میں عمرہ داخل ہو گیا۔ یعنی جاہلیت کا خیال باطل ہوا۔

ایام حج میں عمرہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے تمتع کو افضل قرار دیا گیا کہ اس میں حاجی پہلے عمرہ کر کے جاہلیت کی رسم کی بیخ کنی کرتا ہے۔ پھر اس میں جو آسانیاں ہیں کہ یوم ترویہ تک احرام کھول کر آزادی مل جاتی ہے۔ یہ آسانی بھی اسلام کو مطلوب ہے۔ اسی لئے تمتع حج کی بہترین صورت ہے۔

١٥٣٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أُرِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي، قِيْلَ لَهُ: إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ، يَتَوَخَّى الْمُنَاخَ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُنِيْخُ، يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِبَطْنِ الْوَادِي، بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ وَسَطٌ مِنْ ذَلِكَ. [راجع:٤٨٣] [مسلم: ٣٢٨٥، ٣٢٨٦؛ نسائي: ٢٦٥٩]

(۱۵۳۵) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سالم بن عبداللہ بن عمر نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے کہ معرس کے قریب ذوالحلیفہ کی بطن وادی (وادی عقیق) میں آپ ﷺ کو خواب دکھایا گیا (جس میں) آپ سے کہا گیا تھا کہ آپ اس وقت "بطحاء مبارکہ" میں ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ سالم نے ہم کو بھی وہاں ٹھہرایا وہ اس مقام کو ڈھونڈ رہے تھے جہاں عبداللہ اونٹ بٹھایا کرتے تھے یعنی جہاں رسول اللہ ﷺ رات کو اترا کرتے تھے۔ وہ مقام اس مسجد کے نیچے کی طرف ہے جو نالے کے نشیب میں ہے۔ اترنے والوں اور راستے کے بیچوں بیچ۔ (وادی عقیق مدینہ سے چار میل بقیع کی جانب ہے)۔

تشریح: حدیث سے وادی کی فضیلت ظاہر ہے۔ اس میں قیام کرنا اور یہاں نمازیں ادا کرنا باعث اجر و ثواب اور اتباع سنت ہے۔ تبع جب مدینہ سے واپس ہوا تو اس نے یہاں قیام کیا تھا اور اس زمین کی خوبی دیکھ کر کہا تھا کہ یہ تو عقیق کی مانند ہے۔ اسی وقت سے اس کا نام عقیق ہو گیا۔ (فتح الباری)

بَابُ غَسْلِ الْخَلُوْقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنَ الثِّيَابِ

باب: اگر کپڑوں پر خلوق (ایک قسم کی خوشبو) لگی ہو تو اس کو تین بار دھونا

١٥٣٦ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ النَّبِيْلُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى، أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلَى قَالَ لِعُمَرَ: أَرِنِي النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ يُوْحَى

(۱۵۳۶) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نبیل نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی، انہیں صفوان بن یعلی نے، کہا کہ ان کے باپ یعلی بن امیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کبھی آپ مجھے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں

إِلَيْهِ قَالَ: فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ بِالْجِعْرَانَةِ، وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ، وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاعَةً فَجَاءَهُ الْوَحْيُ، فَأَشَارَ عُمَرُ إِلَى يَعْلَى، فَجَاءَ يَعْلَى، وَعَلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ، فَإِذَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ، وَهُوَ يَغِطُّ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ: ((أَيْنَ الَّذِي سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ؟)) فَأُتِيَ بِرَجُلٍ فَقَالَ: ((اغْسِلِ الطِّيْبَ الَّذِي بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ)) فَقُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَرَادَ الْإِنْقَاءَ حِيْنَ أَمَرَهُ أَنْ يَغْسِلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ؟ قَالَ: نَعَمْ. [أطرافه في: ١٧٨٩، ١٨٤٧، ٤٣٢٩، ٤٩٨٥] [مسلم: ٢٧٩٨، ٢٨٠٢؛ ابوداود: ١٨١٩، ١٨٢٢؛ ترمذي: ٨٣٦؛ نسائي: ٢٦٦٧، ٢٧٠٨، ٢٧٠٩]

دکھایئے جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو، انہوں نے بیان کیا کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ جعرانہ میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آ کر پوچھا یا رسول اللہ! اس شخص کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے جس نے عمرہ کا احرام اس طرح باندھا کہ اس کے کپڑے خوشبو میں بسے ہوئے ہوں؟ نبی کریم ﷺ اس پر تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گئے۔ پھر آپ پر وحی نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یعلی کو اشارہ کیا۔ یعلی آئے تو رسول اللہ ﷺ پر ایک کپڑا تھا جس کے اندر آپ تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے کپڑے کے اندر اپنا سر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ روئے مبارک سرخ ہے اور آپ خراٹے لے رہے ہیں۔ پھر یہ حالت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا: "وہ شخص کہاں ہے جس نے عمرہ کے متعلق پوچھا تھا؟" شخص مذکور حاضر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "جو خوشبو لگا رکھی ہے اسے تین مرتبہ دھو لے اور اپنا جبہ اتار دے۔ عمرہ میں بھی اسی طرح کر جس طرح حج میں کرتے ہو۔" میں نے عطاء سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ کے تین مرتبہ دھونے کے حکم سے پوری طرح صفائی مراد تھی؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔

تشریح: اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جو احرام کے وقت خوشبو لگانا جائز نہیں سمجھتے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس خوشبو کے اثر کو تین بار دھونے کا حکم فرمایا۔ امام مالک اور امام محمد کا یہی قول ہے۔ اور جمہور علما کے نزدیک احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا درست ہے گو اس کا اثر احرام کے بعد باقی رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یعلی کی حدیث ۸ ھ کی ہے اور ۱۰ ھ میں یعنی حجۃ الوداع میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے احرام باندھتے وقت آپ ﷺ کو خوشبو لگائی اور یہ آخری فعل پہلے کا ناسخ ہے۔ (وحیدی) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واجاب الجمهور بان قصة يعلى كانت بالجعرانة كما ثبت في هذا الحديث وهي في سنة ثمان بلاخلاف وقد ثبت عن عائشة انها طيبت رسول الله ﷺ بيدها عند احرامها كما سيأتي في الذي بعده وكان ذالك في حجة الوداع سنة عشر بلاخلاف وانما يؤخذ بالاخر فالاخر من الامر" (فتح الباری) خلاصہ اس عبارت کا وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

بَابُ الطِّيْبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَمَا يَلْبَسُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ وَيَتَرَجَّلُ وَيَدَّهِنُ

باب: احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگانا اور احرام کے ارادہ کے وقت کیا پہننا چاہیے اور کنگھا کرے اور تیل لگائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَشَمُّ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ وَيَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ، وَيَتَدَاوَى بِمَا يَأْكُلُ الزَّيْتَ وَالسَّمْنَ. وَقَالَ عَطَاءٌ: يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ. وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَقَدْ حَزَمَ عَلَى بَطْنِهِ بِثَوْبٍ وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بِالتُّبَّانِ بَأْسًا. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: يَعْنِي لِلَّذِينَ يَرْحَلُونَ هَوْدَجَهَا.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ محرم خوشبودار پھول سونگھ سکتا ہے۔ اسی طرح آئینہ دیکھ سکتا ہے اور ان چیزوں کو جو کھائی جاتی ہیں بطور دوا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ مثلاً زیتون کا تیل اور گھی وغیرہ اور عطاء نے فرمایا کہ محرم انگوٹھی پہن سکتا ہے اور ہمیانی باندھ سکتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے طواف کیا اس وقت آپ محرم تھے لیکن پیٹ پر ایک کپڑا باندھ رکھا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جانگیے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا تھا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد اس حکم سے ان لوگوں کے لیے تھی جو ان کے ہودج کو اونٹ پر کسا کرتے تھے۔

تشریح: اس کو سعید بن منصور نے وصل کیا۔ دارقطنی کی روایت میں یوں ہے اور حمام میں جا سکتا ہے اور داڑھ میں درد ہو تو اکھاڑ سکتا ہے پھوڑا پھوڑ سکتا ہے، اگر ناخن ٹوٹ گیا ہو تو اتنا ٹکڑا نکال سکتا ہے۔ جمہور علما کے نزدیک احرام میں جانگیا پہننا درست نہیں کیونکہ یہ پاجامہ کے حکم میں ہے۔

١٥٣٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ. فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ: مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهِ.

(١٥٣٧) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سادہ تیل استعمال کرتے تھے (احرام کے باوجود) میں نے اس کا ذکر ابراہیم نخعی سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بات نقل کرتے ہو۔

١٥٣٨۔ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ. [راجع: ٢٧١] [مسلم: ٢٨٣٢؛ نسائي: ٢٦٩٣، ٢٦٩٤، ٢٦٩٥]

(١٥٣٨) مجھ سے تو اسود نے بیان کیا اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ محرم ہیں اور گویا میں آپ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں۔

تشریح: ابراہیم نخعی کا مطلب یہ ہے کہ ابن عمرو نے جو احرام لگاتے وقت خوشبو کا تیل ڈالا تو ہمیں اس فعل سے کوئی غرض نہیں جب نبی کریم ﷺ کی حدیث موجود ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ احرام باندھتے وقت آپ نے خوشبو لگائی۔ یہاں تک کہ احرام کے بعد بھی اس کا اثر آپ کی مانگ میں رہا۔ اس روایت سے حنفیہ کو سبق لینا چاہیے۔ ابراہیم نخعی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ الاستاذ ہیں انہوں نے حدیث کے خلاف ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول و فعل رد کر دیا تو اور کس مجتہد اور فقیہ کا قول حدیث کے خلاف کب قابل قبول ہو گیا۔ (مولانا وحید الزماں)

اس مقام پر حدیث نبوی "لو کان موسیٰ حیاً واتبعتموہ...... الخ" بھی یاد رکھنی ضروری ہے۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوں اور تم میرے خلاف ان کی اتباع کرنے لگو تو تم سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاؤ گے۔ مگر مقلدین کا حال اس قدر عجیب ہے کہ وہ اپنے اماموں کی محبت میں نہ قرآن کو قابل غور گردانتے ہیں نہ احادیث کو۔ ان کا آخری جواب یہی ہوتا ہے کہ ہم کو قول امام بس ہے۔ ایسے مقلدین جامدین کے لئے امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ ہی شاید رہنما بن سکیں ورنہ سراسر ناامیدی ہے۔

١٥٣٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ:

(١٥٣٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ لِإِحْرَامِهِ حِيْنَ يُحْرِمُ، وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ. [أطرافه في: ١٧٥٤، ٥٩٢٢، ٥٩٢٨، ٥٩٣٠]

[مسلم: ٢٨٢٦؛ ابوداود: ١٧٤٥؛ نسائي: ٢٦٨٤]

نے خبر دی، انہیں عبدالرحمن بن قاسم نے، انہیں ان کے والد نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے، فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ احرام باندھتے تو میں آپ کے احرام کے لیے اور اسی طرح بیت اللہ کے طواف زیارت سے پہلے حلال ہونے کے لیے، خوشبو لگایا کرتی تھی۔

بَابُ مَنْ أَهَلَّ مُلَبِّدًا

باب: بالوں کو جما کر احرام باندھنا

تشریح: احرام باندھتے وقت اس خیال سے کہ بال پریشان نہ ہوں، ان میں گرد و غبار نہ سمائے۔ بالوں کو گوند یا خطمی یا کسی اور لعاب سے جما لیتے ہیں۔ عربی زبان میں اسے تلبید کہتے ہیں۔

١٥٤٠ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يُهِلُّ مُلَبِّدًا. [أطرافه في: ١٥٤٩، ٥٩١٤، ٥٩١٥]

[مسلم: ٢٨١٤؛ ابوداود: ١٧٤٧؛ نسائي: ٢٦٨٢، ٢٧٤٦؛ ابن ماجه: ٣٠٤٧]

(١٥٤٠) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن وہب نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سالم نے اور ان سے ان کے والد نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے تلبید کی حالت میں لبیک کہتے سنا۔

تشریح: یعنی کسی لیس دار چیز گوند وغیرہ سے آپ نے بالوں کو اس طرح جما لیا تھا کہ احرام کی حالت میں وہ پراگندہ نہ ہونے پائیں۔ اسی حالت میں آپ نے احرام باندھا تھا۔

بَابُ الْإِهْلَالِ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ

باب: ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس احرام باندھنا

١٥٤١ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ، يَقُوْلُ: مَا أَهَلَّ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ،

(١٥٤١) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا اور ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے سالم بن عبداللہ نے، انہوں نے اپنے باپ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد ذوالحلیفہ کے

يَعْنِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ. [مسلم: ٢٨١٦؛ ابو داود: ١٧٧١؛ ترمذي: ٨١٨؛ نسائي: ٢٧٥٦]

قریب ہی پہنچ کر احرام باندھا تھا۔

تشریح: اس میں اختلاف ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کس جگہ سے احرام باندھا تھا۔ بعض لوگ ذوالحلیفہ کی مسجد سے بتاتے ہیں جہاں آپ نے احرام کا دوگانہ ادا کیا۔ بعض کہتے ہیں جب مسجد سے نکل کر اونٹنی پر سوار ہوئے۔ بعض کہتے ہیں جب آپ بیداء کی بلندی پر پہنچے۔ یہ اختلاف درحقیقت اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان تینوں مقاموں میں آپ نے لبیک پکاری ہوں گی۔ بعض نے اول اور دوسرے مقام کی نہ سنی ہوگی بعض نے اول کی نہ سنی ہوگی دوسرے کی سنی ہوگی تو ان کو یہی گمان ہوا کہ یہیں سے احرام باندھا۔ (وحیدی)

بَابُ مَا لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ

باب: محرم کو کون سے کپڑے پہننا درست نہیں

١٥٤٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ، وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ، وَلَا الْخِفَافَ، إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوْا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ أَوْ وَرْسٌ)). قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَلَا يَتَرَجَّلُ وَلَا يَحُكُّ جَسَدَهُ وَيُلْقِي الْقَمْلَ مِنْ رَأْسِهِ وَجَسَدِهِ فِي الْأَرْضِ. [راجع: ١٣٤] [مسلم: ٢٧٩١؛ ابو داود: ١٨٢٤؛ نسائي: ٢٦٦٨، ٢٦٧٣؛ ابن ماجه: ٢٩٢٩، ٢٩٣٢]

(١٥٤٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ یارسول اللہ! محرم کو کس طرح کا کپڑا پہننا چاہیے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہ کرتہ پہنے نہ عمامہ باندھے نہ پاجامہ پہنے نہ باران کوٹ نہ موزے۔ لیکن اگر اس کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزے اس وقت پہن سکتا ہے جب ٹخنوں کے نیچے سے ان کو کاٹ لیا ہو۔ (اور احرام میں) کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جس میں زعفران یا ورس لگا ہوا ہو۔'' ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے لیکن کنگھا نہ کرے۔ بدن بھی نہ کھجلانا چاہیے اور جوں سر اور بدن سے نکال کر زمین پر ڈالی جاسکتی ہے۔

تشریح: ورس ایک زرد گھاس ہوتی ہے خوشبودار اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ محرم کو یہ کپڑے پہننے ناجائز ہیں۔ ہر سلا ہوا کپڑا پہننا مرد کو احرام میں ناجائز ہے لیکن عورتوں کو درست ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایک لنگی اور ایک چادر، مرد کا یہی احرام ہے۔ یہ ایک فقیری لباس ہے، اب یہ حاجی اللہ کا فقیر بن گیا، اس کو اس لباس فقر کا تا زندگی لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اس موقع پر کوئی کتنا ہی بڑا بادشاہ مالدار کیوں نہ ہو سب کو یہی لباس زیب تن کر کے مساوات انسانی کا ایک بہترین نمونہ پیش کرنا ہے اور ہر امیر وغریب کو ایک ہی سطح پر آ جانا ہے تاکہ وحدت انسانی کا ظاہراً اور باطناً بہتر مظاہرہ ہو سکے اور امراء کے دماغوں سے نخوت امیری نکل سکے اور غرباء کو تسلی واطمینان ہو سکے۔ الغرض لباس احرام کے اندر بہت سے روحانی و مادی وسماجی فوائد مضمر ہیں مگر ان کا مطالعہ کرنے

کے لئے دیدہ بصیرت کی ضرورت ہے اور یہ چیز ہر کسی کو نہیں ملتی۔ انما یتذکر اولو الالباب۔

بَابُ الرُّكُوبِ وَالْإِرْتِدَافِ فِي الْحَجِّ

باب: حج کے لیے سوار ہونا یا سواری پر کسی کے پیچھے بیٹھنا درست ہے

١٥٤٣، ١٥٤٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ يُونُسَ الْأَيْلِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أُسَامَةَ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى. قَالَ: فَكِلَاهُمَا قَالَ: لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ يُلَبِّي، حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ.

[الحديث: ١٥٤٣، طرفه في: ١٦٨٦] [الحديث: ١٥٤٤، اطرافه في: ١٦٧٠، ١٦٨٥، ١٦٨٧]

(۱۵۴۳، ۴۴) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، ان سے وہب بن جریر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے یونس بن زید نے، ان سے زہری نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عرفات سے مزدلفہ تک اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیٹھ گئے تھے، دونوں حضرات نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جمرہ عقبہ کی رمی تک برابر تلبیہ کہتے رہے۔

بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ وَالْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ

باب: محرم چادر اور تہبند اور کون سے کپڑے پہنے

وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ الثِّيَابَ الْمُعَصْفَرَةَ وَهِيَ مُحْرِمَةٌ وَقَالَتْ: لَا تَلَثَّمْ وَلَا تَتَبَرْقَعْ، وَلَا تَلْبَسْ ثَوْبًا بِوَرْسٍ، وَلَا زَعْفَرَانٍ. وَقَالَ جَابِرٌ: لَا أَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيبًا. وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ، وَالثَّوْبِ الْأَسْوَدِ، وَالْمُوَرَّدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: لَا بَأْسَ أَنْ يُبْدِلَ ثِيَابَهُ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا محرم تھیں لیکن کسم (کیسو کے پھول) میں رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ عورتیں احرام کی حالت میں اپنے ہونٹ نہ چھپائیں نہ منہ پر نقاب ڈالیں نہ ورس یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہنیں اور جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں کسم کو خوشبو نہیں سمجھتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کے لیے زیور، سیاہ یا گلابی کپڑے اور موزوں کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ عورتوں کو احرام کی حالت میں کپڑے بدل لینے میں کوئی حرج نہیں۔

١٥٤٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ

(۱۵۴۵) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے کریب نے خبر دی اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حجۃ الوداع میں ظہر اور عصر کے درمیان ہفتہ کے دن نبی کریم ﷺ کنگھا

الْمَدِينَةِ، بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ إِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ، هُوَ وَأَصْحَابُهُ، فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ أَنْ تُلْبَسَ إِلَّا الْمُزَعْفَرَةَ الَّتِي تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ، فَأَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ، أَهَلَّ هُوَ وَأَصْحَابُهُ وَقَلَّدَ بُدْنَهُ، وَذَلِكَ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، فَقَدِمَ مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ بُدْنِهِ لِأَنَّهُ قَلَّدَهَا، ثُمَّ نَزَلَ بِأَعْلَى مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُونِ، وَهُوَ مُهِلٌّ بِالْحَجِّ، وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يُقَصِّرُوا مِنْ رُؤُوسِهِنَّ ثُمَّ يَحِلُّوا، وَذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ بَدَنَةٌ قَلَّدَهَا، وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ حَلَالٌ، وَالطِّيبُ وَالثِّيَابُ.

[طرفاه في: ١٦٢٥، ١٧٣١]

کرنے اور تیل لگانے اور ازار اور ردا پہننے کے بعد اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ آپ نے اس وقت زعفران میں رنگے ہوئے ایسے کپڑے کے سوا جس کا رنگ بدن پر لگتا ہو کسی قسم کی چادر یا تہبند پہننے سے منع نہیں کیا۔ دن میں آپ ذوالحلیفہ پہنچ گئے (اور رات وہیں گزاری) آپ سوار ہوئے اور بیداء سے آپ کے اور آپ کے ساتھیوں نے لبیک کہا اور احرام باندھا اور اپنے اونٹوں کو ہار پہنایا۔ ذی قعدہ کے مہینے میں اب پانچ دن رہ گئے تھے۔ پھر آپ جب مکہ پہنچے تو ذی الحجہ کے چار دن گزر چکے تھے۔ آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی، آپ ابھی حلال نہیں ہوئے کیونکہ قربانی کے جانور آپ کے ساتھ تھے اور آپ نے ان کی گردن میں ہار ڈال دیا تھا۔ آپ حجون پہاڑ کے نزدیک مکہ کے بالائی حصہ میں اترے۔ حج کا احرام اب بھی باقی تھا۔ بیت اللہ کے طواف کے بعد پھر آپ وہاں اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک میدان عرفات سے واپس نہ ہو لیے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کریں، پھر اپنے سروں کے بال ترشوا کر حلال ہو جائیں۔ یہ فرمان ان لوگوں کے لیے تھا جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے۔ اگر کسی کے ساتھ اس کی بیوی تھی تو وہ اس سے ہم بستر ہو سکتا تھا۔ اس طرح خوشبودار اور (سلے ہوئے) کپڑے کا استعمال بھی اس کے لیے جائز تھا۔

تشریح: نبی کریم ﷺ ہفتہ کے دن مدینہ منورہ سے بتاریخ ۲۵ ذی قعدہ کو نکلے تھے۔ اگر مہینہ تیس دن کا ہوتا تو پانچ دن باقی رہتے تھے۔ لیکن اتفاق سے مہینہ ۲۹ دن کا ہو گیا اور ذی الحجہ کی پہلی تاریخ پنج شنبہ کو واقع ہوئی۔ کیونکہ دوسری روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عرفات میں جمعہ کے دن ٹھہرے تھے۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہا کہ آپ جمعرات کے دن مدینہ سے نکلے تھے یہ ذہن میں نہیں آتا۔ البتہ ممکن ہے کہ آپ جمعہ کو مدینہ سے نکلے ہوں۔ مگر صحیحین کی روایتوں میں ہے کہ آپ نے اس دن ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعتیں پڑھیں اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں۔ ان روایتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمعہ کا دن نہ تھا حجون پہاڑ محصب کے قریب مسجد عقبہ کے برابر ہے۔

بَابُ مَنْ بَاتَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ

باب: (مدینہ سے چل کر) ذوالحلیفہ میں صبح تک ٹھہرنا

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔

١٥٤٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

(۱۵۴۶) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم

هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ أَهَلَّ. [راجع: ١٠٨٩]

سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھ سے محمد بن المنکدر نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں چار رکعتیں پڑھیں لیکن ذوالحلیفہ میں دو رکعت ادا فرمائیں پھر آپ نے رات وہیں گزاری صبح کے وقت جب آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے تو آپ نے لبیک پکاری۔

١٥٤٧ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ: وَأَحْسِبُهُ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ. [راجع: ١٠٨٩] [مسلم: ١٥٨١؛ ابوداود: ١٧٩٦؛ نسائي: ٤٧٦]

(۱۵۴۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر چار رکعت پڑھی لیکن ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت، انہوں نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ رات، صبح تک آپ نے ذوالحلیفہ میں ہی گزار دی۔

تشریح: ذوالحلیفہ وہی جگہ ہے جو آج کل بئر علی کے نام سے مشہور ہے آج بھی حاجی صاحبان کا یہاں پڑاؤ ہوتا ہے۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْإِهْلَالِ

باب: لبیک بلند آواز سے کہنا

١٥٤٨ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا. [راجع: ١٠٨٩، ١٥٤٧]

(۱۵۴۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ابوایوب نے، ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر مدینہ منورہ میں چار رکعت پڑھی۔ لیکن نماز عصر ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔ میں نے خود سنا کہ لوگ بلند آواز سے حج اور عمرہ دونوں کے لئے لبیک کہہ رہے تھے۔

تشریح: جمہور علما کا یہی قول ہے کہ لبیک پکار کر کہنا مستحب ہے مگر یہ مردوں کے لئے ہے، عورتیں آہستہ کہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو لبیک پکار کر کہنے کا حکم دیا ہے۔ اب لبیک کہنا امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سنت ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک بغیر لبیک کہے احرام پورا نہ ہوگا۔ آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حج قران کی نیت کرنے والے لبیك بحجة وعمرة پکار رہے تھے۔ پس قران والوں کو جو حج وعمرہ ہر دو ملا کر کرنا چاہتے ہوں وہ ایسے ہی لبیک پکاریں۔ اور خالی حج کرنے والے لبیك بحجة کہیں اور خالی عمرہ کرنے والے لبیک بعمرۃ کے الفاظ پکاریں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فيه حجة للجمهور فى استحباب رفع الاصوات بالتلبية وقد روى مالك فى المؤطا واصحاب السنن وصححه

الترمذی وابن خزیمة والحاکم من طریق خلاد بن السائب عن ابیه مرفوعا جاء جبرئیل فامرنی ان امر اصحابی یرفعون اصواتهم بالاهلال۔"

یعنی لبیک کے ساتھ آواز بلند کرنا مستحب ہے۔ مؤطا وغیرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اپنے اصحاب سے کہہ دیجئے کہ لبیک کے ساتھ آواز بلند کریں۔ پس اصحاب کرام اس قدر بلند آواز سے لبیك پکارا کرتے کہ پہاڑ گونجنے لگ جاتے لبیك اللهم لبیك کے معنی یا اللہ! میں تیری عبادت پر قائم ہوں اور تیرے بلانے پر حاضر ہوا ہوں یا میرا اخلاص تیرے ہی لئے ہے، میں تیری طرف متوجہ ہوں۔ تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔ لبیك اس دعوت کی قبولیت ہے جو تکمیل عمارت کعبہ کے بعد حضرات ابراہیم علیہ السلام نے ﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ (۲۲/الحج:۲۷) کی تعمیل میں پکاری تھی کہ لوگو! آؤ اللہ کا گھر بن گیا ہے پس اس آواز پر ہر حاجی لبیك پکارتا ہے کہ میں حاضر ہو گیا ہوں یا یہ کہ غلام حاضر ہے۔

بَابُ التَّلْبِيَةِ

باب: تلبیہ کا بیان

۱۵۴۹ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ تَلْبِيَةَ، رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: ((لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ)).

[راجع: ۱۵٤٠] [مسلم: ۲۸۱۱؛ ابوداود: ۱۸۱۲؛ نسائي: ۲۷٤۸]

(۱۵۴۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ یہ تھا: "حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں میں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ حاضر ہوں، تمام حمد تیرے ہی لیے ہے اور تمام نعمتیں تیری ہی طرف سے ہیں، ملک تیرا ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔"

۱۵۵۰ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنِّي لَأَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُلَبِّي ((لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ)). تَابَعَهُ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ. وَقَالَ شُعْبَةُ: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ.

(۱۵۵۰) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے اعمش سے بیان کیا، ان سے عمارہ نے، ان سے ابوعطیہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں جانتی ہوں کہ کس طرح نبی کریم ﷺ تلبیہ کہتے تھے۔ آپ تلبیہ یوں کہتے تھے لبیك اللهم لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد و النعمة لك (ترجمہ گزر چکا ہے) اس کی متابعت سفیان ثوری کی طرح ابومعاویہ نے اعمش سے بھی کی ہے۔

اور شعبہ نے کہا کہ مجھ کو سلیمان اعمش نے خبر دی کہ میں نے خیثمہ سے سنا اور انہوں نے ابوعطیہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ پھر یہی حدیث بیان کی۔

بَابُ التَّحْمِيْدِ وَالتَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ قَبْلَ الْإِهْلَالِ عِنْدَ الرُّكُوْبِ عَلَى

باب: احرام باندھتے وقت جب جانور پر سوار ہونے لگے تو لبیک سے پہلے الحمد للہ، سبحان اللہ،

الدَّابَّةِ

اللہ اکبر کہنا

١٥٥١ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: صَلَّى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ مَعَهُ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ، ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ، حَمِدَاللَّهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ، ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوْا، حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ، قَالَ: وَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا، وَذَبَحَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: قَالَ بَعْضُهُمْ هَذَا، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَنَسٍ.

[راجع: ١٠٨٩، ١٥٤٧]

(۱۵۵۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں جبکہ ہم بھی آپ کے ساتھ تھے، ظہر کی چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت۔ آپ رات کو وہیں رہے، صبح ہوئی تو مقام بیداء سے سواری پر بیٹھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد، اس کی تسبیح اور تکبیر کہی۔ پھر حج اور عمرہ کے لیے ایک ساتھ احرام باندھا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا (یعنی قران کیا) جب ہم مکہ آئے تو آپ کے حکم سے (جن لوگوں نے حج تمتع کا احرام باندھا تھا ان) سب نے احرام کھول دیا۔ پھر آٹھویں تاریخ میں سب نے حج کا احرام باندھا۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کھڑے ہو کر بہت سے اونٹ نحر کئے۔ نبی اکرم ﷺ نے (عیدالاضحیٰ کے دن) مدینہ میں دو چت کبرے سینگوں والے مینڈھے ذبح کئے تھے۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ بعض لوگ اس حدیث کو یوں روایت کرتے ہیں ایوب سے، انہوں نے ایک شخص سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے۔

بَابُ مَنْ أَهَلَّ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ [قَائِمَةً]

باب: جب سواری سیدھی لے کر کھڑی ہو اس وقت لبیک پکارنا

١٥٥٢ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: أَهَلَّ النَّبِيُّ ﷺ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً. [راجع: ١٦٦]

[مسلم: ٢٨٢١؛ نسائي: ٢٧٥٨]

(۱۵۵۲) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے صالح بن کیسان نے خبر دی، انہیں نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو لے کر آپ کی سواری پوری طرح کھڑی ہوگئی تھی تو آپ نے اس وقت لبیک پکارا۔

بَابُ الْإِهْلَالِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

باب: قبلہ رخ ہو کر احرام باندھتے ہوئے لبیک پکارنا

١٥٥٣ـ وَقَالَ أَبُوْ مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ

(۱۵۵۳) اور ابومعمر نے کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب نے نافع سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن

ابْنُ عُمَرَ إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَرُحِلَتْ ثُمَّ رَكِبَ، فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا، ثُمَّ يُلَبِّي حَتَّى يَبْلُغَ الْحَرَمَ، ثُمَّ يُمْسِكُ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهِ حَتَّى يُصْبِحَ، فَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ، وَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلَ ذَلِكَ. تَابَعَهُ إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ فِي الْغُسْلِ.

[أطرافه في: ١٥٥٤، ١٥٧٣، ١٥٧٤]

عمر رضی اللہ عنہما جب ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ چکے تو اپنی اونٹنی پر پلان لگانے کا حکم فرمایا، سواری لائی گئی تو آپ اس پر سوار ہوئے اور جب وہ آپ کو لے کر کھڑی ہوگئی تو آپ کھڑے ہوکر قبلہ رو ہوگئے اور پھر لبیک کہنا شروع کیا تا آنکہ حرم میں داخل ہوگئے وہاں پہنچ کر آپ نے لبیک کہنا بند کردیا۔ پھر ذی طویٰ میں تشریف لاکر رات وہیں گزارتے صبح ہوتی تو نماز پڑھتے اور غسل کرتے (پھر مکہ میں داخل ہوتے) آپ یقین کے ساتھ یہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ عبدالوارث کی طرح اس حدیث کو اسماعیل نے بھی ایوب سے روایت کیا۔ اس میں غسل کا ذکر ہے۔

١٥٥٤ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلَى مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ، ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّي ثُمَّ يَرْكَبُ، فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَحْرَمَ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُ. [راجع: ١٥٥٣]

[مسلم: ٢٨٢٢؛ ابوداود: ١٨٦٥]

(۱۵۵۴) ہم سے ابوالربیع سلیمان بن داؤد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ جانے کا ارادہ کرتے تھے پہلے خوشبو کے بغیر تیل استعمال کرتے۔ اس کے بعد مسجد ذوالحلیفہ میں تشریف لاتے یہاں صبح کی نماز پڑھتے، پھر سوار ہوتے، جب اونٹنی آپ کو لے کر پوری طرح کھڑی ہوجاتی تو احرام باندھتے۔ پھر فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي

باب: نالے میں اترتے وقت لبیک کہے

١٥٥٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ أَنَّهُ قَالَ: ((مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ)) فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَمْ أَسْمَعْهُ وَلَكِنَّهُ قَالَ: ((أَمَّا مُوسَى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذِ انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي)). [طرفاه في: ٣٣٥٥، ٥٩١٣]

(۱۵۵۵) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن عدی نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عون نے، ان سے مجاہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھے۔ لوگوں نے دجال کا ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔" تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے تو یہ نہیں سنا۔ ہاں آپ نے یہ فرمایا تھا کہ "گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ جب آپ نالے میں اترے تو لبیک کہہ رہے ہیں۔"

تشریح: معلوم ہوا کہ عالم مثال میں نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حج کے لئے لبیک پکارتے ہوئے دیکھا۔ ایک روایت میں ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی ذکر ہے۔ ایک حدیث میں حضرت عیسیٰ بن مریم کا فج الروحاء سے احرام باندھنے کا ذکر ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو آپ نے اس حالت میں خواب میں دیکھا ہو۔ حافظ نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

صحیح مسلم میں یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں مروی ہے: "كاني انظر الى موسىٰ هابطا من الثنية واضعا اصبعيه في اذنيه مارا بهذا الوادي وله جوار الى الله بالتلبية۔" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں آپ گھاٹی سے اترتے ہوئے کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے لبیک بلند آواز سے پکارتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔

اس کے ذیل میں حافظ صاحب کی پوری تقریر یہ ہے:

"واختلف اهل التحقيق في معنى قوله [كاني انظر] على اوجه الاول هو على الحقيقة والانبياء احياء عند ربهم يرزقون فلا مانع ان يحجوا في هذا الحال كما ثبت في صحيح مسلم من حديث انس انه صلی اللہ علیہ وسلم راى موسى قائما في قبره يصلي قال القرطبي حببت اليهم العبادة فهم يتعبدون بما يجدونه من دواعي انفسهم بما لا يلزمون به كما يلهم اهل الجنة الذكر ويؤيده ان عمل الاخرة ذكر ودعاء لقوله تعالى ﴿دعواهم فيها سبحنك اللهم﴾ الاية لكن تمام هذا التوجيه ان يقال ان المنظور اليه هي ارواحهم فلعلها مثلت له صلی اللہ علیہ وسلم في الدنيا كما مثلت له ليلة الاسراء واما اجسادهم فهي في القبور قال ابن المنير وغيره يجعل الله لروحه مثالا فيرى في اليقظة كما يرى في النوم ثانيها كانه مثلت له احوالهم التي كانت في الحياة الدنيا كيف تعبدوا وكيف حجوا وكيف لبوا ولهذا قال كاني انظر ثالثها كانه اخبر بالوحي عن ذلك فلشدة قطعه به قال [كاني انظر] اليه رابعها كانها رؤية منام تقدمت له فاخبر عنها لما حج عند ما تذكر ذلك و رؤيا الانبياء وحي وهذا هو المعتمد عندي لما سياتي في احاديث الانبياء من التصريح بنحو ذلك في احاديث آخر وكون ذلك كان في المنام والذي قبله ليس ببعيد والله اعلم۔" (فتح الباري)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان كاني انظر اليه (گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں) کی اہل تحقیق نے مختلف توجیہات کی ہیں۔ اول تو یہ حقیقت پر مبنی ہے کہ کیونکہ انبیائے کرام اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں اور وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ پس کچھ مشکل نہیں کہ وہ اس حالت میں حج بھی کرتے ہوں جیسا کہ صحیح مسلم میں حدیث انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ قرطبی نے کہا کہ عبادت ان کے لئے محبوب ترین چیز رہی۔ پس وہ عالم آخرت میں بھی اسی حالت میں بطیب خاطر مشغول ہیں حالانکہ یہ ان کے لیے وہاں لازم نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اہل جنت کو ذکر الٰہی کا الہام ہوتا رہے گا اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عمل آخرت ذکر اور دعا ہے جیسا کہ آیت مبارکہ: ﴿دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ﴾ (۱۰/ یونس:۱۰) میں مذکور ہے۔ لیکن اس توجیہ کی تکمیل اس پر ہے کہ آپ کو ان کی ارواح نظر آئیں اور عالم مثال میں ان کو دنیا میں آپ کو دکھلایا گیا۔ جیسا کہ معراج میں آپ کی تمثیلی اشکال میں ان کو دکھلایا گیا تھا۔ حالانکہ ان کے اجساد ان کی قبروں میں تھے۔ ابن منیر نے کہا کہ اللہ پاک ان کی ارواح طیبہ کو عالم مثال میں دکھلا دیتا ہے۔ یہ عالم بیداری میں بھی ایسے ہی دکھائی دیتے ہیں جیسے عالم خواب میں۔ دوسری توجیہ یہ کہ ان کے تمثیلی حالات دکھلائے گئے۔ جیسے کہ وہ دنیا میں عبادت اور حج اور لبیک وغیرہ کیا کرتے تھے۔ تیسری یہ کہ وحی سے یہ حال معلوم کرایا گیا جو اتنا قطعی تھا کہ آپ نے كاني انظر اليه سے اسے تعبیر فرمایا۔ چوتھی توجیہ یہ کہ یہ عالم خواب کا معاملہ ہے جو آپ کو دکھلایا گیا اور انبیا کے خواب بھی وحی کے درجہ میں ہوتے ہیں اور میرے نزدیک اسی کو ترجیح ہے جیسا کہ احاديث الانبياء میں صراحت آئے گی اور اس کا حالت خواب میں نظر آنا کوئی بعید چیز نہیں ہے۔

خلاصۃ المرام یہ ہے کہ عالم خواب میں یا عالم مثال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سفر حج میں لبیک پکارتے ہوئے اور وادی میں سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ صلى الله عليه وسلم وعلى نبينا عليه الصلوة والسلام۔

بَابٌ: كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ باب: حیض اور نفاس والی عورتیں کس طرح احرام

وَالنُّفَسَاءُ؟

باندھیں

أَهَلَّ: تَكَلَّمَ بِهِ وَاسْتَهْلَلْنَا وَأَهْلَلْنَا الْهِلَالَ، كُلُّهُ مِنَ الظُّهُوْرِ. وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ. ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾ [المائدة: ٣] وَهُوَ مِنَ اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ.

عرب لوگ کہتے ہیں اهل یعنی بات منہ سے نکال دی و استهللنا و اهللنا الهلال ان سب لفظوں کا معنی ظاہر ہونا اور استهل المطر کا معنی پانی ابر میں سے نکلا۔ اور قرآن شریف (سورۂ مائدہ) میں جو ﴿وما اهل لغير الله به﴾ ہے اس کے معنی جس جانور پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا جائے اور بچہ کے استھلال سے نکلا ہے۔ یعنی پیدا ہوتے وقت اس کا آواز کرنا۔

١٥٥٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا)) فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ، وَدَعِي الْعُمْرَةَ)). فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي النَّبِيُّ ﷺ مَعَ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ: ((هَذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكِ)) قَالَتْ: فَطَافَ الَّذِيْنَ كَانُوْا أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلُّوْا، ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى، وَأَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا. [راجع: ٢٩٤] [مسلم: ٢٩١٠؛ ابوداود: ١٧٨١؛ نسائي: ٢٤٢، ٢٧٦٣]

(١٥٥٦) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب سے خبر دی، انہیں عروہ بن زبیر نے، ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ پہلے ہم نے عمرہ کا احرام باندھا لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس کے ساتھ قربانی ہو تو اسے عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھ لینا چاہیے۔ ایسا شخص درمیان میں حلال نہیں ہو سکتا بلکہ حج اور عمرہ دونوں سے ایک ساتھ حلال ہوگا۔'' میں بھی مکہ آئی تھی اس وقت میں حائضہ ہوگئی، اس لیے نہ بیت اللہ کا طواف کر سکی اور نہ صفا اور مروہ کی سعی۔ میں نے اس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ''اپنا سر کھول ڈال، کنگھا کر اور عمرہ چھوڑ کر حج کا احرام باندھ لے۔'' چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب ہم حج سے فارغ ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ساتھ تنعیم بھیجا۔ میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا (اور عمرہ ادا کیا) آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تمہارے اس عمرہ کے بدلے میں ہے۔'' (جسے تم نے چھوڑ دیا تھا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ لوگوں نے (حجۃ الوداع میں) صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا، وہ بیت اللہ کا طواف صفا اور مروہ کی سعی کر کے حلال ہوگئے۔ پھر منیٰ سے واپس ہونے پر دوسرا طواف (یعنی طواف الزیارہ) کیا لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا، انہوں نے صرف ایک ہی طواف (یعنی طواف الزیارہ) کیا۔

تشریح: نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عمرہ کے لئے فرمایا یہیں سے ترجمہ باب نکلا کہ حیض والی عورت کو صرف حج کا احرام

باندھنا درست ہے، وہ احرام کا دوگانہ نہ پڑھے۔ صرف لبیک پکار کر حج کی نیت کرلے۔ اس روایت سے صاف نکلا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ چھوڑ دیا اور حج مفرد کا احرام باندھا۔ حنفیہ کا یہی قول ہے اور شافعی کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ عمرہ کو بالفعل رہنے دے۔ حج کے ارکان ادا کرنا شروع کردے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قران کیا، اور سر کھولنے اور کنگھی کرنے میں احرام کی حالت میں قباحت نہیں۔ اگر بال نہ گریں مگر یہ تاویل ظاہر کے خلاف ہے۔ (وحیدی)

((واما الذين جمعوا الحج والعمرة)) سے معلوم ہوا کہ قارن کو ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے اور عمرے کے افعال حج میں شریک ہو جاتے ہیں۔ امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد اور جمہور علما کا یہی قول ہے۔ اس کے خلاف کوئی پختہ دلیل نہیں۔

بَابُ مَنْ أَهَلَّ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ،

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

١٥٥٧ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ جَابِرٌ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ. وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ. وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((بِمَا أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ؟)) قَالَ: بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ)). [أطرافه في: ١٥٦٨، ١٥٧٠، ١٦٥١، ١٧٨٥، ٢٥٠٦، ٤٣٥٢، ٧٢٣٠، ٧٣٦٧] [نسائي: ٢٧٤٣]

١٥٥٨ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ الْهُذَلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ، قَالَ: سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْأَصْفَرَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَدِمَ عَلِيٌّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ: ((بِمَا أَهْلَلْتَ؟)) قَالَ: بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ. فَقَالَ: ((لَوْلَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ)).

[مسلم: ٣٠٢٦، ٣٠٢٧؛ ترمذي: ٩٥٦]

١٥٥٩ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا

باب: جس نے نبی کریم ﷺ کے سامنے احرام میں یہ نیت کی جو نیت نبی کریم ﷺ کی ہے

یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

(۱۵۵۷) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں۔ انہوں نے سراقہ کا قول بھی ذکر کیا تھا۔

اور محمد بن ابی بکر نے ابن جریج سے یوں روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا "علی! تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟" انہوں نے عرض کیا نبی کریم ﷺ نے جس کا احرام باندھا ہو (اسی کا میں نے بھی باندھا ہے) آپ نے فرمایا کہ "پھر قربانی کر اور اپنی اسی حالت پر احرام جاری رکھ۔"

(۱۵۵۸) ہم سے حسن بن علی خلال ہذلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیم بن حیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے مروان اصفر سے سنا اور ان سے انس بن مالک نے بیان کیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا: "کس طرح کا احرام باندھا ہے؟" انہوں نے کہا کہ جس طرح کا نبی کریم ﷺ نے باندھا ہو۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں حلال ہو جاتا۔"

(۱۵۵۹) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان

سُفْيَانُ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ إِلَى قَوْمِي بِالْيَمَنِ فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ: ((بِمَا أَهْلَلْتَ؟)) فَقُلْتُ: أَهْلَلْتُ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ؟)) قُلْتُ: لَا، فَأَمَرَنِي أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَمَرَنِي فَأَحْلَلْتُ فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَوْمِي فَمَشَطَتْنِي أَوْ غَسَلَتْ رَأْسِي، فَقَدِمَ عُمَرُ فَقَالَ: إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ [البقرة:١٩٦] وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ النَّبِيِّ ﷺ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى نَحَرَ الْهَدْيَ.

[أطرافه في: ١٥٦٥، ١٧٢٤، ١٧٩٥، ٤٣٤٦، ٤٣٩٧] [مسلم: ٢٩٥٧، ٢٩٥٨، ٢٨٥٩، ٢٩٦٠؛ نسائي: ٢٧٣٧، ٢٧٤١]

ثوری نے بیان کیا، ان سے قیس بن مسلم نے، ان سے طارق بن شہاب نے اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے میری قوم کے پاس یمن بھیجا تھا۔ جب (حجۃ الوداع کے موقع پر) میں آیا تو آپ سے بطحاء میں ملاقات ہوئی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ "کس کا احرام باندھا ہے؟" میں نے عرض کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جس کا باندھا ہو، آپ نے پوچھا: "کیا تمہارے ساتھ قربانی ہے؟" میں نے عرض کیا کہ نہیں، اس لیے آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کروں۔ اس کے بعد آپ نے احرام کھول دینے کے لیے فرمایا۔ چنانچہ میں اپنی قوم کی ایک خاتون کے پاس آیا۔ اس نے میرے سر کا کنگھا کیا یا میرا سر دھویا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ہم اللہ کی کتاب پر عمل کریں تو وہ یہ حکم دیتی ہے کہ حج اور عمرہ پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور حج اور عمرہ پورا کرو اللہ کی رضا کے لیے۔" اور اگر ہم آپ ﷺ کی سنت کو لیں تو آنحضور ﷺ نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا جب تک آپ نے قربانی سے فراغت نہیں حاصل فرمائی۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس باب میں درست نہیں نبی کریم ﷺ نے احرام نہیں کھولا اس کی وجہ بھی آپ نے خود بیان فرمائی تھی کہ آپ کے ساتھ ہدی تھی۔ جن کے ساتھ ہدی نہ تھی ان کا احرام خود نبی کریم ﷺ نے کھلوا دیا۔ پس جہاں صاف صریح حدیث نبوی موجود ہو وہاں کسی کی بھی رائے قبول نہیں کی جا سکتی خواہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کیوں نہ ہوں۔ حضرات مقلدین کو یہاں غور کرنا چاہیے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد جن کی پیروی کرنے کا خاص حکم نبوی ﷺ ہے۔ إقتدوا بالذين من بعدي ابي بكر و عمر۔ "حدیث کے خلاف قابل اقتدا نہ ٹھہرے تو اور کسی امام یا مجتہد کی کیا بساط ہے۔ (وحیدی)

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ [البقرة: ١٩٧] [وَقَوْلِهِ:] ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ [البقرة:١٨٩] وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَشْهُرُ الْحَجِّ:

باب: اللہ پاک کا سورۂ بقرہ میں یہ فرمانا کہ

"حج کے مہینے مقرر ہیں جو کوئی ان میں حج کی ٹھان لے تو شہوت کی باتیں نہ کرے نہ گناہ اور جھگڑے کے قریب جائے کیونکہ حج میں خاص طور پر یہ گناہ اور جھگڑے بہت ہی برے ہیں۔" اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: "اے رسول! تجھ سے لوگ چاند کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ چاند سے لوگوں کے کاموں کے اور حج کے اوقات معلوم ہوتے ہیں۔" اور حضرت عبداللہ بن

شَوَّالٌ ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَا يُحْرِمَ بِالْحَجِّ إِلَّا فِيْ أَشْهُرِ الْحَجِّ. وَكَرِهَ عُثْمَانُ أَنْ يُحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ أَوْ كَرْمَانَ.

عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حج کے مہینے شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سنت یہ ہے کہ حج کا احرام صرف حج کے مہینوں ہی میں باندھیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خراسان یا کرمان سے احرام باندھ کر چلے تو یہ مکروہ ہے۔

تشریح: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو ابن جریر اور طبری نے وصل کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کا احرام پہلے سے پہلے غرہ شوال سے باندھ سکتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے درست نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کو ابن خزیمہ اور دار قطنی نے وصل کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ میقات یا میقات کے قریب سے احرام باندھنا سنت اور بہتر ہے گو میقات سے پہلے بھی باندھ لینا درست ہے۔ اس کو سعید بن منصور نے وصل کیا اور ابو احمد بن سیار نے تاریخ مرو میں نکالا کہ جب عبداللہ بن عامر نے خراسان فتح کیا تو اس کے شکریہ میں انہوں نے منت مانی کہ میں یہیں سے احرام باندھ کر نکلوں گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان کو ملامت کی۔ کہتے ہیں اسی سال حضرت عثمانؓ شہید ہوئے۔ حدیث میں آمدہ مقام سرف مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اسے آج کل وادی فاطمہ کہتے ہیں۔

احرام میں کیا حکمت ہے: شاہی درباروں کے آداب میں سے ایک خاص لباس بھی ہے جس کو زیب تن کئے بغیر جانا سوئے ادبی سمجھا جاتا ہے۔ آج اس روشن تہذیب کے زمانے میں بھی ہر حکومت اپنے نشانات مقرر کئے ہوئے ہیں اور اپنے درباروں ایوانوں کے لئے خاص خاص لباس مقرر کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ ان ایوانوں میں شریک ہونے والے ممبروں کو ایک خاص ڈریس تیار کرانا پڑتا ہے۔ جس کو زیب تن کر کے وہ شریک اجلاس ہوتے ہیں۔ حج احکم الحاکمین رب العالمین کے دربار میں سالانہ حاضری ہے۔ اس کے دربار کی حاضری ہے۔ پس اس کے لئے تیاری نہ کرنا اور ایسے ہی گستاخانہ چلے آنا کیونکر مناسب ہو سکتا ہے۔ اس لئے حکم ہے کہ میقات سے اس دربار کی حضوری کی تیاری شروع کر دو اور اپنی وہ حالت بنالو جو پسندیدۂ بارگاہ عالی ہے، یعنی عاجزی، مسکینی، ترک زینت، تبتل الی اللہ اس لئے احرام کا لباس بھی ایسا ہی سادہ رکھا جو سب سے آسان اور سہل الحصول ہے اور جس میں مساوات اسلام کا بخوبی ظہور ہوتا ہے۔ اس میں کفن کی بھی مشابہت ہے جس سے انسان کو یہ بھی یاد آجاتا ہے کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت اس کو اتنا ہی کپڑا نصیب ہوگا۔ نیز اس سے انسان کو اپنی ابتدائی حالت بھی یاد آتی ہے جبکہ وہ ابتدائی دور میں تھا اور حجر و شجر کے لباس سے نکل کر اس نے اپنے لئے کپڑے کا لباس ایجاد کیا تھا۔ احرام کے اس سادہ لباس میں ایک طرف فقیری کی تلقین ہے تو دوسری طرف ایک فقیری فوج میں ڈسپلن بھی قائم کرنا مقصود ہے۔

لبیک پکارنے میں کیا حکمت ہے: لبیک کا نعرہ اللہ کی فوج کا قومی نعرہ ہے جو دربار خداوندی کی شرکت کے لئے اقصائے عالم سے کھنچی چلی آرہی ہے۔ احرام باندھنے سے کھولنے تک ہر حاجی کو نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ بار بار لبیک کا پکارنا ضروری ہے۔ جس کے مقدس الفاظ یہ ہوتے ہیں: "لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ" حاضر ہوں۔ الٰہی! فقیرانہ وغلامانہ جذبات میں تیری جناب میں شرکت کے لئے حاضر ہوں۔ حاضر ہوں تجھے واحد بے مثال سمجھ کر حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں حاضر ہوں۔ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے زیبا ہیں اور سب نعمتیں تیری ہی عطا کی ہوئی ہیں۔ راج پاٹ سب کا مالک حقیقی صرف تو ہی ہے۔ اس میں کوئی تیرا شریک نہیں۔ ان الفاظ کی گہرائی پر اگر غور کیا جائے تو بے شمار حکمتیں ان میں نظر آئیں گی۔ ان الفاظ میں ایک طرف سچے بادشاہ کی خدائی کا اعتراف ہے تو دوسری طرف اپنی خودی کو بھی ایک درجہ خاص میں رکھ کر اس کے سامنے پیش کیا گیا ہے:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

① بار بار لبیک کہنا یہ اقرار کرنا ہے کہ اے اللہ! میں پورے طور پر تسلیم ورضا کا بندہ بن کر تیرے سارے احکام ماننے کے لئے تیار ہو کر تیرے دربار میں حاضر ہوتا ہوں۔

② لا شریک لك میں اللہ کی توحید کا اقرار ہے جو اصل اصول ایمان واسلام ہے اور جو دنیا میں قیام امن کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ دنیا میں

جس قدر تباہی و بربادی، فساد، بدامنی پھیلی ہوئی ہے وہ سب ترک توحید کی وجہ سے ہے۔

③ پھر یہ اعتراف ہے کہ سب نعمتیں تیری ہی دی ہوئی ہیں۔ لینا دینا صرف تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا ہم تیری ہی حمد و ثنا کرتے ہیں اور تیری ہی تعریفوں کے گیت گاتے ہیں۔

④ پھر اس بات کا اقرار ہے کہ ملک و حکومت صرف اللہ کی ہے۔ حقیقی بادشاہ سچا حاکم اصل مالک وہی ہے۔ ہم سب اس کے عاجز بندے ہیں۔ لہٰذا دنیا میں اسی کا قانون نافذ ہونا چاہیے اور کسی کو اپنی طرف سے نیا قانون بنانے کا اختیار نہیں ہے۔ جو کوئی قانون الٰہی سے ہٹ کر قانون سازی کرے گا وہ اللہ کا حریف ٹھہرے گا۔ دنیاوی حکام صرف اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ اگر وہ سمجھیں تو ان پر بڑی بھاری ذمہ داری ہے، ان کو اللہ نے اس لئے بااختیار بنایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کا نفاذ کریں۔ اس لئے ان کی اطاعت بندوں پر اسی وقت تک فرض ہے جب تک وہ حدود الٰہی قوانین فطرت سے آگے نہ بڑھیں اور خود خدا نہ بن بیٹھیں اس کے برعکس ان کی اطاعت حرام ہو جاتی ہے۔ غور کرو جو شخص بار بار ان سب باتوں کا اقرار کرے گا تو وہ حج کے بعد کس قسم کا انسان بن جائے گا۔ بشرطیکہ اس نے یہ تمام اقرار سچے دل سے کئے ہوں اور سمجھ بوجھ کر یہ الفاظ منہ سے نکالے ہوں۔

١٥٦٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَلَيَالِي الْحَجِّ وَحُرُمِ الْحَجِّ، فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ قَالَتْ: فَخَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: ((مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنكُمْ مَعَهُ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلَا)) قَالَتْ: فَالآخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا مِنْ أَصْحَابِهِ قَالَتْ: فَأَمَّا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَرِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَكَانُوْا أَهْلَ قُوَّةٍ، وَكَانَ مَعَهُمُ الْهَدْيُ، فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْعُمْرَةِ قَالَتْ: فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ: ((مَا يُبْكِيكِ يَا هَنْتَاهُ)) قُلْتُ: سَمِعْتُ قَوْلَكَ لِأَصْحَابِكَ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ قَالَ: ((وَمَا شَأْنُكِ؟)) قُلْتُ: لَا أُصَلِّي قَالَ: ((فَلَا يَضُرُّكِ، إِنَّمَا أَنْتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ، فَكُوْنِي فِي حَجَّتِكِ، فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَرْزُقَكِيهَا)) قَالَتْ: فَخَرَجْنَا فِي

(١٥٦٠) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوبکر حنفی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے افلح بن حمید نے بیان کیا، کہا کہ میں نے قاسم بن محمد سے سنا، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے مہینوں میں حج کی راتوں میں اور حج کے دنوں میں نکلے۔ پھر سرف میں جا کر اترے۔ آپ نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب فرمایا: ''جس کے ساتھ ہدی نہ ہو اور وہ چاہتا ہو کہ اپنے احرام کو صرف عمرہ کا بنا لے تو اسے ایسا کر لینا چاہیے لیکن جس کے ساتھ قربانی ہے وہ ایسا نہ کرے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ آپ ﷺ کے بعض اصحاب نے اس فرمان پر عمل کیا اور بعض نے نہیں کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعض اصحاب جو استطاعت و حوصلہ والے تھے (کہ وہ احرام کے ممنوعات سے بچ سکتے تھے) ان کے ساتھ ہدی بھی تھی، اس لیے وہ تنہا عمرہ نہیں کر سکتے تھے (پس انہوں نے احرام نہیں کھولا) عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپ نے پوچھا: ''اے بھولی بھالی عورت! تو رو کیوں رہی ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد کو سن لیا، اب تو میں عمرہ نہ کر سکوں گی۔ آپ ﷺ نے پوچھا ''کیا بات ہے؟'' میں نے کہا میں نماز پڑھنے کے قابل نہ رہی (یعنی حائضہ ہو گئی) آپ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں! آخر تم بھی تو آدم کی بیٹیوں کی طرح ایک عورت ہو اور اللہ نے تمہارے لیے بھی وہ مقدر کیا ہے جو تمام عورتوں کے

حَجَّتِهِ حَتَّى قَدِمْنَا مِنًى فَطَهُرْتُ، ثُمَّ خَرَجْتُ مِنْ مِنًى فَأَفَضْتُ بِالْبَيْتِ قَالَتْ: ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ فِي النَّفْرِ الْآخِرِ حَتَّى نَزَلَ الْمُحَصَّبَ، وَنَزَلْنَا مَعَهُ فَدَعَا عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: ((اخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ، فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ افْرُغَا، ثُمَّ ائْتِيَا هَاهُنَا، فَإِنِّي أَنْظُرُكُمَا حَتَّى تَأْتِيَانِي)). قَالَتْ: فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغْتُ، وَفَرَغَ مِنَ الطَّوَافِ ثُمَّ جِئْتُهُ بِسَحَرَ فَقَالَ: ((هَلْ فَرَغْتُمْ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ فَآذَنَ بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِهِ، فَارْتَحَلَ النَّاسُ فَمَرَّ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: يَضِيرُ: مِنْ ضَارَ يَضِيرُ ضَيْرًا، وَيُقَالُ: ضَارَ يَضُورُ ضَوْرًا وَضَرَّ يَضُرُّ ضَرًّا. [راجع:٢٩٤]

لیے کیا ہے۔اس لیے (عمرہ چھوڑ کر) حج کرتی رہ اللہ تعالیٰ تمہیں جلد ہی عمرہ کی توفیق دے دے گا۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم حج کے لیے نکلے۔ جب ہم (عرفات سے) منیٰ پہنچے تو میں پاک ہو گئی۔ پھر منیٰ سے جب میں نکلی تو بیت اللہ کا طواف الزیارہ کیا۔ آپ نے بیان کیا کہ آخر میں آپ ﷺ کے ساتھ جب واپس ہونے لگی تو آپ وادی محصب میں آ کر اترے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ٹھہرے۔ آپ نے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو بلا کر کہا کہ ''اپنی بہن کو لے کر حرم سے باہر جا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ پھر عمرہ سے فارغ ہو کر تم لوگ یہیں واپس آ جاؤ، میں تمہارا انتظار کرتا رہوں گا۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم (آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق) چلے اور جب میں اور میرے بھائی طواف سے فارغ ہو گئے تو میں سحری کے وقت آپ کی خدمت میں پہنچی۔ آپ نے پوچھا کہ ''فارغ ہو گئے؟'' میں نے کہا: ہاں۔ تب آپ نے اپنے ساتھیوں سے سفر شروع کر دینے کے لیے کہا۔ سفر شروع ہو گیا اور آپ مدینہ منورہ واپس ہو رہے تھے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ جو لَا يَضِيرُكِ کہا ہے وہ ضَارَ يَضِيرُ ضَيْرًا سے مشتق ہے ضَارَ يَضُوْرُ ضَوْرًا بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور جس روایت میں لَا يَضُرُّكِ ہے وہ ضَرَّ يَضُرُّ ضَرًّا سے نکلا ہے۔

بَابُ التَّمَتُّعِ وَالْإِقْرَانِ وَالْإِفْرَادِ بِالْحَجِّ وَفَسْخِ الْحَجِّ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ

باب: حج میں تمتع، قران اور افراد کا بیان اور جس کے ساتھ ہدی نہ ہو، اسے حج فسخ کر کے عمرہ بنا دینے کی اجازت ہے

١٥٦١ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ. فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَحِلَّ، فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ، وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ، قَالَتْ

(١٥٦١) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم حج کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ ہماری نیت حج کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ جب ہم مکہ پہنچے تو (اور لوگوں نے) بیت اللہ کا طواف کیا۔ نبی کریم ﷺ کا حکم تھا کہ جو قربانی اپنے ساتھ نہ لایا ہو وہ حلال ہو جائے۔ چنانچہ جن کے پاس ہدی نہ تھی وہ حلال ہو گئے۔ (افعال عمرہ کے بعد) نبی ﷺ کی ازواج مطہرات ہدی نہیں لے گئی

عَائِشَةُ: فَحِضْتُ فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ قَالَ: ((وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ)) قُلْتُ: لَا. قَالَ: ((فَاذْهَبِي مَعَ أَخِيْكِ إِلَى التَّنْعِيْمِ، فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا)) وَقَالَتْ صَفِيَّةُ: مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَكُمْ فَقَالَ: ((عَقْرَى حَلْقَى أَوَمَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ)). قَالَتْ: قُلْتُ: بَلَى. قَالَ: ((لَا بَأْسَ، انْفِرِي)) قَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ، وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا، أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا. [راجع: ٢٩٤] [مسلم: ٢٩٢٩؛ ابوداود: ١٧٨٣؛ نسائي: ٢٨٠٢]

تھیں، اس لیے انہوں نے بھی احرام کھول ڈالے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں حائضہ ہوگئی تھی اس لیے میں بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی (یعنی عمرہ چھوٹ گیا اور حج کرتی چلی گئی) جب محصب کی رات آئی، میں نے کہا یارسول اللہ! اور لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہو رہے ہیں لیکن میں صرف حج کر سکی ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''کیا جب ہم مکہ آئے تھے تو تم طواف نہ کر سکی تھی؟'' میں نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک چلی جا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ (پھر عمرہ ادا کر) ہم لوگ تمہارا فلاں جگہ انتظار کریں گے۔'' اور صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے میں بھی آپ (لوگوں) کو روکنے کا سبب بن جاؤں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مردار سر منڈی کیا تو نے یوم نحر کا طواف نہیں کیا تھا؟'' انہوں کہا کیوں نہیں میں تو طواف کر چکی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں چل کوچ کر۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر میری ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوئی تو آپ مکہ سے جاتے ہوئے اوپر کے حصہ پر چڑھ رہے تھے اور میں نشیب میں اتر رہی تھی یا یہ کہا کہ میں اوپر چڑھ رہی تھی اور آپ ﷺ اس چڑھاؤ کے بعد اتر رہے تھے۔

تشریح: حج کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تمتع وہ یہ ہے کہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ میں جا کر طواف اور سعی کر کے احرام کھول ڈالے۔ پھر آٹھویں تاریخ کو حرم ہی سے حج کا احرام باندھے۔ دوسرے قران وہ یہ ہے کہ میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھے یا پہلے صرف عمرے کا احرام باندھے یا پھر حج کو بھی اس میں شریک کر لے۔ اس صورت میں عمرے کے افعال حج میں شریک ہو جاتے ہیں اور عمرے کے افعال علیحدہ نہیں کرنا پڑتے۔ تیسرے حج مفرد یعنی میقات سے صرف حج ہی کا احرام باندھے اور جس کے ساتھ ہدی نہ ہو اس کا حج فسخ کر کے عمرہ بنا دینا۔ یہ ہمارے امام احمد بن حنبل اور جملہ اہل حدیث کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام مالک اور شافعی اور ابوحنیفہ اور جمہور علما نے کہا کہ یہ امر خاص تھا ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے جن کو نبی کریم ﷺ نے اس کی اجازت دی تھی اور دلیل لیتے ہیں ہلال بن حارث کی حدیث سے جس میں یہ ہے کہ یہ تمہارے لئے خاص ہے اور یہ روایت ضعیف ہے اعتماد کے لائق نہیں۔ امام ابن قیم اور شوکانی اور محققین اہل حدیث نے کہا ہے کہ فسخ حج کو چوبیس صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ ہلال بن حارث کی ایک ضعیف روایت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آپ نے ان صحابہ کو جو قربانی نہیں لائے تھے، عمرہ کر کے احرام کھول ڈالنے کا حکم دیا۔ اس سے تمتع اور حج کو فسخ کر کے عمرہ کر ڈالنے کا جواز ثابت ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو حج کی نیت کر لینے کا حکم دیا اس سے قران کا جواز نکلا۔ گو اس روایت میں اس کی صراحت نہیں ہے مگر جب انہوں نے حیض کی وجہ سے عمرہ ادا نہیں کیا تھا اور حج کرنے لگیں تو یہ مطلب نکل آیا۔ اوپر کی روایتوں میں اس کی صراحت ہو چکی ہے۔ (وحید الزماں)

١٥٦٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ

(۱۵۶۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوالاسود محمد بن عبدالرحمن بن نوفل نے، انہیں

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، وَأَهَلَّ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بِالْحَجِّ، فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لَمْ يَحِلُّوْا حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ.

[راجع: ٢٩٤] [مسلم: ٢٩١٧؛ ابوداود: ١٧٧٩، ١٧٨٠؛ نسائي: ٢٧١٥؛ ابن ماجه: ٢٩٦٥]

عروہ بن زبیر نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے۔ کچھ لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، کچھ نے حج اور عمرہ دونوں کا اور کچھ نے صرف حج کا۔ رسول اللہ ﷺ نے (پہلے) صرف حج کا احرام باندھا تھا، پھر آپ نے عمرہ بھی شریک کر لیا، پھر جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ دونوں کا، ان کا احرام دسویں تاریخ تک نہ کھل سکا۔

١٥٦٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَ: شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَعُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا رَأَى عَلِيٌّ، أَهَلَّ بِهِمَا: لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ، قَالَ: مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ لِقَوْلِ أَحَدٍ.

[راجع: ١٥٦٩] [نسائي: ٢٧٢١، ٢٧٢٢؛ ٢٧٢٣]

(١٥٦٣) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم نے، ان سے علی بن حسین (حضرت زین العابدین) نے اور ان سے مروان بن حکم نے بیان کیا کہ حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کو میں نے دیکھا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ادا کرنے سے روکتے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے باوجود دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا اور کہا "لبيك بعمرة وحجة" آپ نے فرمایا کہ میں کسی ایک شخص کی بات پر رسول اللہ ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتا۔

تشریح: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید سے تمتع کو برا سمجھتے تھے ان کو بھی یہی خیال ہوا نبی کریم ﷺ نے حج کو فسخ کرا کر جو حکم عمرہ کا دیا تھا وہ خاص تھا صحابہ رضی اللہ عنہم سے بعض نے کہا مکروہ تنزیہی سمجھا اور چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ خیال حدیث کے خلاف تھا۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل نہیں کیا اور یہ فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کی حدیث کو کسی کے قول سے نہیں چھوڑ سکتا۔

مسلمان بھائیو! ذرا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کو غور سے دیکھو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت اور خلیفہ بھی کیسے؟ خلیفہ راشد اور امیر المؤمنین۔ لیکن حدیث کے خلاف ان کا قول پھینک دیا گیا اور خود ان کے سامنے ان کا خلاف کیا گیا۔ پھر تم کو کیا ہو گیا ہے جو تم ابوحنیفہ یا شافعی کے قول کو لئے رہتے ہو اور صحیح حدیث کے خلاف ان کے قول پر عمل کرتے ہو، یہ صریح گمراہی ہے۔ اللہ کے لئے اس سے باز آؤ اور ہمارا کہنا مانو ہم نے جو حق بات تھی وہ تم کو بتا دی آئندہ تم کو اختیار ہے۔ تم قیامت کے دن جب نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گے اپنا عذر بیان کر لینا والسلام۔ (مولانا وحید الزماں)

١٥٦٤ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُوْرِ فِي الْأَرْضِ،

(١٥٦٤) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عرب سمجھتے تھے کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا روئے زمین پر سب سے بڑا گناہ ہے۔ یہ لوگ محرم کو

وَيَجْعَلُوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا، وَيَقُوْلُوْنَ: إِذَا بَرَأَ الدَّبَرْ، وَعَفَا الْأَثَرْ، وَانْسَلَخَ صَفَرْ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ. قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ صَبِيْحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوْهَا عُمْرَةً فَتَعَاظَمَ ذَلِكَ عِنْدَهُمْ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ الْحِلِّ؟ قَالَ: ((حِلٌّ كُلُّهُ)).
[راجع: ١٠٨٥] [مسلم: ٣٠٠٩؛ نسائي: ٢٨١٢]

صفر بنا لیتے اور کہتے کہ جب اونٹ کی پیٹھ سستا لے اور اس پر خوب بال اگ جائیں اور صفر کا مہینہ ختم ہو جائے (یعنی حج کے ایام گزر جائیں) تو عمرہ حلال ہوتا ہے۔ پھر جب نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ ﷡ کے ساتھ چوتھی کی صبح کو احرام باندھے ہوئے آئے تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے حج کو عمرہ بنالیں، یہ حکم (عرب کے پرانے رواج کی بنا پر) عام صحابہ ﷡ پر بڑا بھاری گزرا۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! عمرہ کر کے ہمارے لیے کیا چیز حلال ہو گئی؟ آپ نے فرمایا کہ ”تمام چیزیں حلال ہو جائیں گی۔“

تشریح: ہر آدمی کے دل میں قدیمی رسم ورواج کا بڑا اثر رہتا ہے۔ جاہلیت کے زمانہ سے ان کا یہ اعتقاد چلا آتا تھا کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا بڑا گناہ ہے، اسی وجہ سے آپ کا یہ حکم ان پر گراں گزرا۔

ایمان افروز تقریر: حدیث ہذا کے ذیل حضرت مولانا وحید الزماں صاحب ﷫ نے ایک ایمان افروز تقریر حوالہ قرطاس فرمائی ہے جو اہل بصیرت کے مطالعہ کے قابل ہے۔

صحابہ کرام ﷡ نے جب کہا "یا رسول الله: ای الحل قال حل كله" یعنی یا رسول اللہ! عمرہ کر کے ہم کو کیا چیز حلال ہو گی آپ نے فرمایا سب چیزیں یعنی جتنی چیزیں احرام میں منع تھیں وہ سب درست ہو جائیں گی۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ شاید عورتوں سے جماع درست نہ ہو۔ جیسے رمی اور حلق اور قربانی کے بعد سب چیزیں درست ہو جاتی ہیں لیکن جماع درست نہیں ہوتا جب تک طواف الزیارہ نہ کرے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں عورتیں بھی درست ہو جائیں گی۔

دوسری روایت میں ہے کہ بعض صحابہ ﷡ کو اس میں تامل ہوا اور ان میں سے بعض نے یہ بھی کہا کہ ہم حج کو اس حال میں جائیں کہ ہمارے ذکر سے منی ٹپک رہی ہو۔ نبی کریم ﷺ کو ان کا یہ حال دیکھ کر سخت ملال ہوا کہ میں حکم دیتا ہوں اور یہ اس کی تعمیل میں تامل کرتے ہیں اور چہ میگوئیاں نکالتے ہیں۔ لیکن جو صحابہ ﷡ قوی الایمان تھے انہوں نے فوراً نبی کریم ﷺ کے ارشاد پر عمل کیا اور عمرہ کر کے احرام کھول ڈالا۔ پیغمبر ﷺ جو کچھ حکم دیں وہی اللہ کا حکم ہے اور یہ ساری محنت اور مشقت اٹھانے سے غرض کیا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی۔ عمرہ کر کے احرام کھول ڈالنا تو کیا چیز ہے۔ آپ جو بھی حکم فرمائیں اس کی تعمیل ہمارے لئے عین سعادت ہے۔ جو حکم آپ دیں اسی میں اللہ کی مرضی ہے گو سارا زمانہ اس کے خلاف بکتا رہے۔ ان کا قول اور خیال ان کو مبارک رہے۔ ہم کو مرتے ہی اپنے پیغمبر ﷺ کے ساتھ رہنا ہے۔ اگر بالفرض دوسرے مجتہد یا امام یا پیر و مرشد درویش قطب پیغمبر ﷺ کی پیروی کرنے میں ہم سے خفا ہو جائیں تو ہم کو ان کی خفگی کی ذرا بھی پروا نہیں ہے۔ ہم کو قیامت میں ہمارے پیغمبر کا سایہ عاطفت بس کرتا ہے۔ سارے ولی اور درویش اور غوث اور قطب اور مجتہد اور امام اس بارگاہ کے ایک ادنیٰ کفش بردار ہیں۔ کفش برداروں کو راضی رکھیں یا اپنے سردار کو۔ اللهم صل على محمد وعلى آل محمد وعلى اصحابه وارزقنا شفاعته يوم القيامة واحشرنا فى زمرة اتباعه وثبتنا على متابعته والعمل بسنته۔ آمین

١٥٦٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوْسَى قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ. فَأَمَرَهُ بِالْحِلِّ.

(١٥٦٥) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قیس بن مسلم نے، ان سے طارق بن شہاب نے اور ان سے ابو موسیٰ اشعری ﷛ نے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (حجۃ الوداع کے موقع پر یمن سے) حاضر ہوا

[راجع: ١٥٥٩]

تو آپ نے (مجھ کو عمرہ کے بعد) احرام کھول دینے کا حکم دیا۔

١٥٦٦ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ: ((إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ)). [أطرافه في: ١٦٩٧، ١٧٢٥، ٤٣٩٨، ٥٩١٦] [مسلم: ٢٩٨٤، ٢٩٨٥، ٢٩٨٦؛ ابوداود: ١٨٠٦؛ نسائي: ٢٧٨٠، ٢٧٨١]

(١٥٦٦) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا (دوسری سند) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا بات ہے اور لوگ تو عمرہ کر کے حلال ہو گئے لیکن آپ حلال نہیں ہوئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے اپنے سر کی تلبید (بالوں کو جمانے کے لیے ایک لیس دار چیز کا استعمال کرنا) کی ہے اور اپنے ساتھ ہدی (قربانی کا جانور) لایا ہوں اس لیے میں قربانی کرنے سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا۔''

١٥٦٧ـ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ، نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ قَالَ: تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِي نَاسٌ، فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَأَمَرَنِي، فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلًا يَقُولُ لِي: حَجٌّ مَبْرُورٌ، وَعُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: سُنَّةُ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَالَ لِي: أَقِمْ عِنْدِي، وَأَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِي قَالَ: شُعْبَةُ فَقُلْتُ: لِمَ؟ فَقَالَ: لِلرُّؤْيَا الَّتِي رَأَيْتُ. [طرفه في: ١٦٨٨] [مسلم: ٣٠١٥]

(١٥٦٧) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوجمرہ نصر بن عمران ضبعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا تو کچھ لوگوں نے منع کیا۔ اس لیے میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے تمتع کرنے کے لیے کہا۔ پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ مجھ سے کہہ رہا ہے ''حج بھی مبرور ہوا اور عمرہ بھی قبول ہوا'' میں نے یہ خواب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سنایا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میرے یہاں قیام کر، میں اپنے پاس سے تمہارے لیے کچھ مقرر کر کے دیا کروں گا۔ شعبہ نے بیان کیا کہ میں نے (ابوجمرہ سے) پوچھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کیوں کیا تھا؟ (یعنی مال کس بات پر دینے کے لیے کہا) انہوں نے بیان کیا کہ اس خواب کی وجہ سے جو میں نے دیکھا تھا۔

تشریح: ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ابوجمرہ کا یہ خواب بہت بھلا معلوم ہوا کیونکہ انہوں نے جو فتویٰ دیا تھا اس کی صحت اس سے نکلی۔ خواب کوئی شرعی حجت نہیں ہے۔ مگر نیک لوگوں کے خواب جب شرعی امور کی تائید میں ہوں تو ان کے صحیح ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حج تمتع کو رسول اللہ ﷺ کی سنت بتلایا اور سنت کے موافق جو کوئی کام کرے وہ ضرور اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہوگا۔ سنت کے موافق تھوڑی سی عبادت بھی خلاف سنت بڑی عبادت سے زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ علمائے دین سے منقول ہے کہ ادنیٰ سنت کی پیروی جیسے فجر کی سنتوں کے بعد لیٹ جانا درجہ میں بڑے ثواب کی چیز ہے۔ یہ ساری نعمت نبی کریم ﷺ کی کفش برداری کی وجہ سے ملتی ہے۔ پروردگار کو کسی کی عبادت کی حاجت نہیں۔ اس کو یہی پسند ہے کہ اس کے حبیب کی چال ڈھال اختیار کی جائے حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ويؤخذ منه اكرام من اخبر المرء بما يسره وفرح العالم بموافقته الحق والاستئناس بالرؤيا لموافقة الدليل الشرعي وعرض الرؤيا على العالم والتكبير عند المسرة والعمل بالادلة الظاهرة والتنبية على اختلاف اهل العلم ليعمل بالراجح منه الموافق للدليل۔" (فتح)

یعنی اس سے یہ نکلا کہ اگر کوئی بھائی کسی کے پاس کوئی خوش کرنے والی خبر لائے تو وہ اس کا اکرام کرے اور یہ بھی کہ کسی عالم کی کوئی بات حق کے موافق پڑ جائے تو وہ خوشی کا اظہار کر سکتا ہے اور یہ بھی کہ دلیل شرعی کے موافق کوئی خواب نظر آ جائے تو اس سے دلی مسرت حاصل کرنا جائز ہے اور یہ بھی کہ خواب کسی عالم کے سامنے پیش کرنا چاہیے اور یہ بھی کہ خوشی کے وقت نعرہ تکبیر بلند کرنا درست ہے اور یہ بھی کہ ظاہر دلائل پر عمل کرنا جائز ہے اور یہ بھی کہ اختلاف کے وقت اہل علم کو تنبیہ کی جا سکتی ہے کہ وہ اس پر عمل کریں جو دلیل سے راجح ثابت ہو۔

١٥٦٨ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ شِهَابٍ، قَالَ: قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَكَّةَ بِعُمْرَةٍ فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، فَقَالَ: لِي أُنَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ: تَصِيْرُ الْآنَ حَجَّتُكَ مَكِّيَّةً، فَدَخَلْتُ عَلَى عَطَاءٍ أَسْتَفْتِيْهِ فَقَالَ: حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ: أَنَّهُ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ، وَقَدْ أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا، فَقَالَ لَهُمْ: ((أَحِلُّوْا مِنْ إِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَصِّرُوْا ثُمَّ أَقِيْمُوْا حَلَالًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهِلُّوْا بِالْحَجِّ، وَاجْعَلُوْا الَّتِي قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً)) فَقَالُوْا: كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ فَقَالَ: ((افْعَلُوْا مَا أَمَرْتُكُمْ، فَلَوْلَا أَنِّيْ سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِيْ أَمَرْتُكُمْ، وَلَكِنْ لَا يَحِلُّ مِنِّيْ حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ)) فَفَعَلُوْا. قَالَ أَبُوْعَبْدِاللّٰهِ: أَبُوْ شِهَابٍ لَيْسَ لَهُ مُسْنَدٌ إِلَّا هَذَا. [راجع: ١٥٥٧] [مسلم: ٢٩٤٥]

(١٥٦٨) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، ان سے ابوشہاب نے کہا کہ میں تمتع کی نیت سے عمرہ کا احرام باندھ کے یوم ترویہ سے تین دن پہلے مکہ پہنچا۔ اس پر مکہ کے کچھ لوگوں نے کہا اب تمہارا حج مکی ہوگا۔ میں عطاء بن ابی رباح کی خدمت میں حاضر ہوا، یہی پوچھنے کے لیے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ حج کیا تھا جس میں آپ ﷺ اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ لائے تھے (یعنی حجۃ الوداع) صحابہ رضی اللہ عنہم نے صرف مفرد حج کا احرام باندھا تھا۔ لیکن آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ "(عمرہ کا احرام باندھ لو اور) بیت اللہ کے طواف اور صفا مروہ کی سعی کے بعد اپنے احرام کھول ڈالو اور بال ترشوا لو۔ یوم ترویہ تک برابر اسی طرح حلال رہو، پھر یوم ترویہ میں مکہ سے حج کا احرام باندھو اور اس طرح حج مفرد کو جس کی تم نے پہلے نیت کی تھی، اب اسے تمتع بنا لو۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم اسے تمتع کیسے بنا سکتے ہیں؟ ہم تو حج کا احرام باندھ چکے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جس طرح میں کہہ رہا ہوں ویسے ہی کرو۔ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو خود میں بھی اسی طرح کرتا جس طرح تم سے کہہ رہا ہوں۔ لیکن میں کیا کروں اب میرے لیے کوئی چیز اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک میرے قربانی کے جانوروں کی قربانی نہ ہو جائے۔" چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابوشہاب کی اس حدیث کے سوا اور کوئی مرفوع حدیث مروی نہیں ہے۔

تشریح: مکی حج سے یہ مراد ہے کہ مکہ والے جو مکہ ہی سے حج کرتے ہیں ان کو چونکہ تکلیف اور محنت کم ہوتی ہے لہٰذا ثواب بھی زیادہ نہیں ملتا۔ ان لوگوں کی غرض یہ تھی کہ جب تمتع کیا اور حج کا احرام مکہ سے باندھا، تو اب حج کا ثواب اتنا نہ ملے گا جتنا حج مفرد میں ملتا ہے جس کا احرام باہر سے باندھا ہوتا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کر کے مکہ والوں کا رد کیا اور ابوشہاب کا شبہ دور کر دیا کہ تمتع میں ثواب کم ملے گا۔ تمتع تو سب قسموں میں افضل ہے اور اس میں افراد اور قران دونوں سے زیادہ ثواب ہے۔

١٥٦٩ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْوَرُ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: اِخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ وَهُمَا بِعُسْفَانَ فِي الْمُتْعَةِ، فَقَالَ عَلِيٌّ: مَا تُرِيْدُ إِلَى أَنْ تَنْهَى عَنْ أَمْرٍ فَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. فَقَالَ عُثْمَانُ: دَعْنِي عَنْكَ قَالَ: فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا. [راجع: ١٥٦٣]

(۱۵۶۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حجاج بن محمد اعور نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے عمرو بن مرہ نے، ان سے سعید بن مسیب نے کہ جب حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما عسفان آئے تو ان میں باہم تمتع کے سلسلے میں اختلاف ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اس سے آپ کیوں روک رہے ہیں؟ اس پر عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اپنے حال پر رہنے دو یہ دیکھ کر علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا۔

[مسلم: ٢٩٦٤؛ نسائي: ٢٧٣٢]

تشریح: عسفان ایک مقام ہے مکہ سے ۳۶ میل پر یہاں کے تربوز مشہور ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے گو خود تمتع نہیں کیا تھا مگر دوسرے لوگوں کو اس کا حکم دیا تو گویا خود کیا۔ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بحث تو تمتع میں تھی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قران کیا، اس کا کیا مطلب ہے۔ جواب یہ ہے کہ قران اور تمتع دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ دونوں کو ناجائز سمجھتے تھے۔ عجیب بات ہے قرآن شریف میں صاف موجود ہے: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ﴾ (۲/ البقرۃ: ۱۹۶) اور احادیث صحیحہ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجود ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تمتع کا حکم دیا۔ پھر ان صاحبوں کا اس سے منع کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ بعض نے کہا کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اس تمتع سے منع کرتے تھے کہ حج کی نیت کر کے حج کا فسخ کر دینا اس کو عمرہ بنا دینا۔ مگر یہ بھی صراحتاً احادیث سے ثابت ہے۔ بعض نے کہا یہ ممانعت بطور تنزیہ کے تھی۔ یعنی تمتع کو فضیلت کے خلاف جانتے تھے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ حدیث سے صاف یہ ثابت ہے کہ تمتع سب سے افضل ہے۔ حاصل کلام یہ کہ یہ مقام مشکل ہے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل کچھ جواب نہ بن پڑا۔ اس سلسلہ میں حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"وفی قصة عثمان وعلی من الفوائد اشاعة العلم ما عنده من العلم واظهاره ومناظرة ولاة الامور وغیرهم فی تحقیقه لمن قوی علی ذلك للقصد مناصحة المسلمین والبیان بالفعل مع القول وجواز استنباط من النص لان عثمان لم یخف علیه ان التمتع والقران جائزان وانما نهی عنهما لیعمل بالافضل كما وقع لعمر ولكن خشی علی ان یحمل غیره النهی علی التحریم فاشاع جواز ذلك وكل منهما مجتهد مأجور" (فتح الباری)

یعنی حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہما کے واقعہ مذکورہ میں بہت سے فوائد ہیں۔ مثلاً جو کچھ کسی کے پاس ہو اس کی اشاعت کرنا اور اہل اسلام کی خیر خواہی کے لئے امر حق کا اظہار کرنا یہاں تک کہ اگر مسلمان حاکموں سے مناظرہ تک کی نوبت پہنچ جائے تو یہ بھی کر ڈالنا اور کسی امر حق کا محض بیان ہی نہ کرنا بلکہ اس پر عمل بھی کر کے دکھلا دینا اور نص سے کسی مسئلہ کا استنباط کرنا۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ چیز مخفی نہ تھی حج تمتع اور قران بھی جائز ہیں مگر انہوں نے افضل پر عمل کرنے کے خیال سے تمتع سے منع فرمایا۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی واقع ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے اس پر محمول کیا کہ عوام الناس کہیں اس نہی کو تحریم پر محمول نہ کر بیٹھیں۔ اس لئے انہوں نے اس کے جواز کا اظہار فرمایا بلکہ عمل بھی کر کے دکھلایا۔ پس ان میں دونوں ہی مجتہد ہیں اور ہر دو کو اجر و ثواب ملے گا۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ نیک نیتی کے ساتھ کوئی فروعی اختلاف واقع ہو تو اس پر ایک دوسرے کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔ بلکہ صرف اپنی تحقیق پر عمل کرتے ہوئے دوسرے کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے۔ ایسے فروعی امور میں اختلاف فہم کا ہونا قدرتی چیز ہے۔ جس کے لئے صدہا مثالیں سلف

صالحین میں موجود ہیں۔ مگر صد افسوس کہ دور حاضر کے کم فہم علما نے ایسے ہی اختلافات کو رائی کا پہاڑ بنا کر امت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اللھم ارحم علی امة حبیبك۔

بَابُ مَنْ لَبَّى بِالْحَجِّ وَسَمَّاهُ

باب: اگر کوئی لبیک میں حج کا نام لے

تشریح: یعنی لبیک حج کی پکارے اور حج کا احرام باندھے تب بھی مکہ میں پہنچ کر حج کو فسخ کر سکتا ہے اور عمرہ کر کے احرام کھول سکتا ہے۔

١٥٧٠ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، يَقُوْلُ: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَدِمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ نَقُوْلُ: لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً.

[راجع: ١٥٥٧] [مسلم: ٢٩٤٩]

(۱۵۷۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، کہا کہ میں نے مجاہد سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آئے تو ہم نے حج کی لبیک پکاری۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے اسے عمرہ بنا لیا۔

بَابُ التَّمَتُّعِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ

باب: نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں تمتع کا جاری ہونا

١٥٧١ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُطَرِّفٌ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَنَزَلَ الْقُرْآنُ، قَالَ: رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ. [طرفه في: ٤٥١٨]

[مسلم: ٢٩٧٨]

(۱۵۷۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے قتادہ سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے مطرف نے عمران بن حصین سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم نے تمتع کیا تھا اور خود قرآن میں تمتع کا حکم نازل ہوا تھا۔ اب ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:

باب: اللہ کا سورۂ بقرہ میں یہ فرمانا:

﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾. [البقرة: ١٩٦]

''تمتع یا قربانی کا حکم ان لوگوں کے لیے ہے جن کے گھر والے مسجد حرام کے پاس نہ رہتے ہوں۔''

تشریح: اختلاف ہے کہ حاضری المسجد الحرام کون لوگ ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اہل مکہ مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک اہل حرم۔ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ لوگ مراد ہیں جو مکہ سے مسافت قصر کے اندر رہتے ہوں۔ حنفیہ کے نزدیک مکہ والوں کو تمتع درست نہیں اور شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے کہ مکہ والے تمتع کر سکتے ہیں لیکن ان پر قربانی یا روزے واجب نہیں اور ذلك کا اشارہ اسی طرف ہے یعنی یہ قربانی اور روزہ کا حکم۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ ذلك کا اشارہ تمتع کی طرف ہے یعنی تمتع اسی کو جائز ہے جو مسجد حرام کے پاس نہ رہتا ہو یعنی آفاقی ہو۔ (وحیدی)

١٥٧٢ـ وَقَالَ أَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ

(۱۵۷۲) اور ابو کامل فضیل بن حسین بصری نے کہا کہ ہم سے ابو معشر

الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْشَرٍ الْبَرَّاءُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ، فَقَالَ: أَهَلَّ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ وَأَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَهْلَلْنَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اجْعَلُوْا إِهْلَالَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً إِلَّا مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ)). طُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَتَيْنَا النِّسَاءَ، وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ، وَقَالَ: ((مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ)). ثُمَّ أَمَرَنَا عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ أَنْ نُهِلَّ بِالْحَجِّ، فَإِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا، وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ﴾ [البقرة: ١٩٦] إِلَى أَمْصَارِكُمْ، الشَّاةُ تَجْزِيْ، فَجَمَعُوْا نُسُكَيْنِ فِيْ عَامٍ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَهُ فِيْ كِتَابِهِ وَسَنَّهُ نَبِيُّهُ ﷺ وَأَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرَ أَهْلِ مَكَّةَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة: ١٩٦] وَأَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالَى فِيْ كِتَابِهِ: شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحَجَّةِ، فَمَنْ تَمَتَّعَ فِيْ هٰذِهِ الْأَشْهُرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ أَوْ صَوْمٌ وَالرَّفَثُ: الْجِمَاعُ وَالْفُسُوْقُ: الْمَعَاصِيْ. وَالْجِدَالُ: الْمِرَاءُ.

یوسف بن یزید براء نے بیان کیا کہا کہ ہم سے عثمان بن غیاث نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حج میں تمتع کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر مہاجرین، انصار نبی کریم ﷺ کی ازواج اور ہم سب نے احرام باندھا تھا۔ جب ہم مکہ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے احرام کو حج اور عمرہ دونوں کے لیے کرلو لیکن جو لوگ قربانی کا جانور اپنے ساتھ لائے ہیں (وہ عمرہ کرنے کے بعد حلال نہیں ہوں گے)۔'' چنانچہ ہم نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر لی تو اپنا احرام کھول ڈالا اور ہم اپنی بیویوں کے پاس گئے اور سلے ہوئے کپڑے پہنے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ''جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہے وہ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا جب تک ہدی اپنی جگہ نہ پہنچ لے۔'' (یعنی قربانی نہ ہو لے) ہمیں (جنھوں نے ہدی ساتھ نہیں لی تھی) آپ ﷺ نے آٹھویں تاریخ کی شام کو حکم دیا کہ ہم حج کا احرام باندھ لیں۔ پھر جب ہم مناسک حج سے فارغ ہو گئے تو ہم نے آ کر بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی، پھر ہمارا حج پورا ہو گیا اور اب قربانی ہم پر لازم ہوئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جسے قربانی کا جانور میسر ہو (تو وہ قربانی کرے) اور اگر کسی کو قربانی کی طاقت نہ ہو تو تین روزے حج میں اور سات دن گھر واپس ہونے پر رکھے'' (قربانی میں) بکری بھی کافی ہے۔ تو لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں عبادتیں ایک ہی سال میں ایک ساتھ ادا کیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب میں یہ حکم نازل کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر خود عمل کر کے تمام لوگوں کے لیے جائز قرار دیا تھا۔ البتہ مکہ کے باشندوں کا اس سے استثناء ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جن کے گھر والے مسجد الحرام کے پاس رہنے والے نہ ہوں۔'' اور حج کے جن مہینوں کا قرآن میں ذکر ہے وہ شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہیں۔ ان مہینوں میں جو کوئی بھی تمتع کرے وہ یا قربانی دے یا اگر مقدور نہ ہو تو روزے رکھے۔ اور رفث کا معنی جماع (یا فحش باتیں) اور فسوق گناہ اور جدال لوگوں سے جھگڑنا۔

بَابُ الْإِغْتِسَالِ عِنْدَ دُخُولِ مَكَّةَ

باب: مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا

١٥٧٣ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا دَخَلَ أَدْنَى الْحَرَمِ أَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ، ثُمَّ يَبِيتُ بِذِي طُوًى، ثُمَّ يُصَلِّي بِهِ الصُّبْحَ وَيَغْتَسِلُ، وَيُحَدِّثُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ. [راجع: ١٥٥٣]

(۱۵۷۳) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، انہیں ایوب سختیانی نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہوں نے بیان کیا جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حرم کی سرحد کے قریب پہنچتے تو تلبیہ کہنا بند کر دیتے۔ رات ذی طویٰ میں گزارتے، صبح کی نماز وہیں پڑھتے اور غسل کرتے (پھر مکہ میں داخل ہوتے) آپ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

تشریح: یہ غسل ہر ایک کے لئے مستحب ہے گو حائضہ یا نفاس والی عورت ہو۔ اگر کوئی تنعیم سے عمرے کا احرام باندھ کر آئے تو مکہ میں گھستے وقت پھر غسل کرنا مستحب نہیں کیونکہ تنعیم مکہ سے بہت قریب ہے۔ البتہ اگر دور سے احرام باندھ کر آیا ہو جیسے جعرانہ یا حدیبیہ سے تو پھر غسل کر لینا مستحب ہے۔ (قسطلانی)

بَابُ دُخُولِ مَكَّةَ نَهَارًا وَلَيْلًا

باب: مکہ میں رات اور دن میں داخل ہونا

تشریح: نسخہ مطبوعہ مصر میں اس کے بعد اتنی عبارت زیادہ ہے: "بات النبی ﷺ بذی طوی حتی اصبح ثم دخل مکة۔" یعنی آپ رات کو ذی طویٰ میں رہ گئے صبح تک پھر مکہ میں داخل ہوئے۔ ترجمہ باب میں رات کو بھی داخل ہونا مذکور ہے۔ لیکن کوئی حدیث اس مضمون کی امام بخاری رحمہ اللہ نہیں لائے۔ اصحاب سنن نے روایت کیا کہ آپ جعرانہ کے عمرہ میں مکہ میں رات کو داخل ہوئے اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس طرف اشارہ کیا۔ بعض نے یوں جواب دیا کہ ذی طویٰ خود مکہ ہے اور آپ شام کو وہاں پہنچے تھے تو اس سے رات کو داخل ہونے کا جواز نکل آیا۔ بہر حال رات ہو یا دن دونوں میں داخلہ جائز ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"واما الدخول لیلا فلم یقع منه ﷺ الا فی عمرة الجعرانة فانه ﷺ احرم من الجعرانة ودخل مکة لیلا فقضی امر العمرة ثم رجع لیلا فاصبح بالجعرانة کبائت کما رواه اصحاب السنن الثلاثة من حدیث معرش الکعبی وترجم علیه النسائی دخول مکة لیلا وروی سعد بن منصور عن ابراهیم النخعی قال کانوا یستحبون ان یدخلوا مکة نهارا ویخرجوا منها لیلا واخرج عن عطاء ان شئتم فادخلوا لیلا انکم لستم کرسول الله ﷺ انه کان اماما فاحب ان یدخلها نهارا لیراه الناس انتهی وقضیة هذا ان من کان اماما یقتدی به استحب له ان یدخلها نهارا"

یعنی نبی کریم ﷺ کا مکہ مکرمہ میں رات کو داخل ہونا یہ صرف عمرہ جعرانہ میں ثابت ہے جب کہ آپ نے جعرانہ سے احرام باندھا اور رات کو آپ مکہ شریف میں داخل ہوئے اور اسی وقت عمرہ کر کے رات ہی کو واپس ہو گئے اور صبح آپ نے جعرانہ ہی میں کی۔ گویا آپ نے ساری رات یہیں گزاری ہے جیسا کہ اصحاب سنن ثلاثہ نے روایت کیا ہے۔ بلکہ امام نسائی نے اس پر باب باندھا کہ مکہ میں رات کو داخل ہونا۔ اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ مکہ شریف میں دن کو داخل ہونا مستحب گردانتے تھے اور رات کو واپس ہونا اور عطاء نے کہا کہ اگر تم چاہو رات کو داخل ہو جاؤ تم رسول اللہ ﷺ جیسے نہیں ہو، آپ ﷺ امام اور مقتدیٰ تھے، آپ نے اسی کو پسند فرمایا کہ دن میں آپ داخل ہوں اور لوگ آپ کو دیکھ کر مطمئن ہوں۔ خلاصہ یہ کہ جو کوئی بھی امام ہو اس کے لئے یہی مناسب ہے کہ دن میں مکہ شریف میں داخل ہو۔

١٥٧٤ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: بَاتَ النَّبِيُّ ﷺ بِذِي طُوًى حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ. [راجع: ١٥٥٣]

(۱۵۷۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، ان سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ذی طویٰ میں رات گزاری۔ پھر جب صبح ہوئی تو آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

بَابٌ: مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ؟

باب: مکہ میں کدھر سے داخل ہو

١٥٧٥ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنِي مَعْنٌ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا، وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى. [طرفه في: ١٥٧٦] [ابوداود: ١٨٦٦]

(۱۵۷۵) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، ان سے معن بن عیسیٰ نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں بلند گھاٹی (یعنی جنت المعلیٰ) کی طرف سے داخل ہوتے اور نکلتے ثنیہ سفلی کی طرف سے یعنی نیچے کی گھاٹی (باب شبیکہ) کی طرف سے۔

بَابٌ: مِنْ أَيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ؟

باب: مکہ سے جاتے وقت کون سی راہ سے جائے

١٥٧٦ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا الَّتِي بِالْبَطْحَاءِ، وَخَرَجَ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى. [راجع: ١٥٧٥] [مسلم: ٣٠٤٠؛ ابوداود: ١٨٦٦؛ نسائي: ٢٨٦٥]

(۱۵۷۶) ہم سے مسدد بن مسرہد بصری نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ ثنیہ علیا یعنی مقام کداء کی طرف سے داخل ہوتے جو بطحاء میں ہے۔ اور ثنیہ سفلی کی طرف سے نکلتے تھے یعنی نیچے والی گھاٹی کی طرف سے۔

تشریح: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مکہ شریف میں ایک راہ سے آنا اور دوسری راہ سے جانا مستحب ہے۔ نسخہ مطبوعہ مصر میں یہاں اتنی عبارت زیادہ ہے: "قال ابوعبد الله كان يقال هو مسدد كاسمه قال ابوعبد الله سمعت يحيىٰ بن معين يقول سمعت يحيىٰ بن سعيد القطان يقول لو ان مسددا اتيته فى بيته فحدثته لاستحق ذلك وما ابالى كتبى كانت عندى او عند مسدد" یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا مسدد اسم با مسمی تھے یعنی مسدد کے معنی عربی زبان میں مضبوط اور درست کے ہیں تو وہ حدیث کی روایت میں مضبوط اور درست تھے اور میں نے یحییٰ بن معین سے سنا، وہ کہتے ہیں میں نے یحییٰ قطان سے سنا، وہ کہتے تھے اگر میں مسدد کے گھر جا کر ان کو حدیث سنایا کرتا تو وہ اس کے لائق تھے اور میری کتابیں حدیث کی میرے پاس رہیں یا مسدد کے پاس رہیں مجھے کچھ پروا نہیں۔ گویا یحییٰ قطان نے مسدد کی بے حد تعریف کی۔

١٥٧٧ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ

(۱۵۷۷) ہم سے حمیدی اور محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان

هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَهَا مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا. [اطرافه في: ١٥٧٨، ١٥٧٩، ١٥٨٠، ١٥٨١، ٤٢٩٠، ٤٢٩١]

[ابوداود: ١٨٦٩؛ ترمذي: ٨٥٣]

کے والد نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو اوپر کی بلند جانب سے شہر کے اندر داخل ہوئے اور (مکہ سے) واپس جب گئے تو نیچے کی طرف سے نکل گئے۔

١٥٧٨۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ، وَخَرَجَ مِنْ كُدًى مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ. [راجع: ١٥٧٧]

[مسلم: ٣٠٤٣؛ ابوداود: ١٨٦٨]

(۱۵۷۸) ہم سے محمود بن غیلان مروزی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا۔ ان سے ان کے والد عروہ بن زبیر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر شہر میں کداء کی طرف سے داخل ہوئے اور کدیٰ کی طرف سے نکلے جو مکہ کے بلند جانب ہے۔

تشریح: کداء بالمد ایک پہاڑ ہے مکہ کے نزدیک اور کدیٰ بضم کاف بھی ایک دوسرا پہاڑ ہے جو یمن کے راستے پر ہے۔ یہ روایت بظاہر اگلی روایتوں کے خلاف ہے۔ لیکن کرمانی نے کہا کہ یہ فتح مکہ کا ذکر ہے اور اگلی روایتوں میں حجۃ الوداع کا۔ حافظ نے کہا یہ راوی کی غلطی ہے اور ٹھیک یہ ہے کہ آپ کداء یعنی بلند جانب سے داخل ہوئے یہ عبارت من اعلیٰ کداء مکۃ سے متعلق ہے نہ کدیٰ بالقصر سے (وحیدی)

١٥٧٩۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ. قَالَ هِشَامٌ: وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلَى كِلْتَيْهِمَا مِنْ كَدَاءٍ وَكُدًى، وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كُدًى، وَكَانَتْ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ. [راجع: ١٥٧٧]

(۱۵۷۹) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عمرو بن حارث نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد عروہ بن زبیر نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر داخل ہوتے وقت مکہ کے بالائی علاقہ کداء سے داخل ہوئے۔ ہشام نے بیان کیا کہ عروہ اگرچہ کداء اور کدیٰ دونوں طرف سے داخل ہوتے تھے لیکن اکثر کدیٰ سے داخل ہوتے کیونکہ یہ راستہ ان کے گھر سے قریب تھا۔

١٥٨٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ، وَكَانَ عُرْوَةُ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كُدًى وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ. [راجع: ١٥٧٧]

(۱۵۸۰) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حاتم بن اسماعیل نے ہشام سے بیان کیا، ان سے عروہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ کے بالائی علاقہ کداء کی طرف سے داخل ہوئے تھے۔ لیکن عروہ اکثر کدیٰ کی طرف سے داخل ہوتے تھے کیونکہ یہ راستہ ان کے گھر سے قریب تھا۔

١٥٨١۔ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ

(۱۵۸۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے اپنے باپ سے بیان کیا، انہوں

عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا، وَكَانَ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كُدًى أَقْرَبِهِمَا إِلَى مَنْزِلِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللّٰهِ: كَدَاءٌ وَكُدًى مَوْضِعَانِ. [راجع: ١٥٧٧]

نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر کداء سے داخل ہوتے تھے۔ عروہ خود اگرچہ دونوں طرف (کداء اور کدیٰ) سے داخل ہوتے لیکن اکثر آپ کدیٰ کی طرف سے داخل ہوتے تھے کیونکہ یہ راستہ ان کے گھر سے قریب تھا۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ کداء اور کدیٰ دو مقامات کے نام ہیں۔

بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا

باب: فضائل مکہ اور کعبہ کی بنا کا بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ○ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَّارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ○ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ○ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾.

[البقرة: ١٢٥-١٢٨]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”اور جبکہ بنا دیا ہم نے خانہ کعبہ کو بار بار لوٹنے کی جگہ لوگوں کے لیے اور کر دیا اس کو امن کی جگہ اور (حکم دیا ہم نے) کہ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ وہ دونوں پاک کر دیں میرے مکان کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے۔ اے اللہ! کر دے اس شہر کو امن کی جگہ اور یہاں کے ان رہنے والوں کو پھلوں سے روزی دے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں صرف ان کو، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جس نے کفر کیا اس کو میں دنیا میں چند روز مزے کرنے دوں گا پھر اسے دوزخ کے عذاب میں کھینچ لاؤں گا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ اور جب ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام خانہ کعبہ کی بنیاد اٹھا رہے تھے (تو وہ یوں دعا کر رہے تھے) اے ہمارے رب! ہماری اس کوشش کو قبول فرما۔ تو ہی ہماری (دعاؤں کو) سننے والا اور (ہماری نیتوں کا) جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری نسل سے ایک جماعت بنا جو تیری فرمانبردار ہو۔ ہم کو احکام حج سکھا اور ہمارے حال پر توجہ فرما کہ تو بہت ہی توجہ فرمانے والا ہے اور بڑا رحیم ہے۔“

١٥٨٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى

(١٥٨٢) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعاصم نبیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ (زمانہ جاہلیت میں) جب کعبہ کی تعمیر ہوئی تو نبی کریم ﷺ اور عباس رضی اللہ عنہ بھی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اپنا تہبند اتار کر کاندھے پر ڈال لو (تاکہ پتھر اٹھانے میں تکلیف

رَقَبَتِكَ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ، فَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: ((أَرِنِي إِزَارِي)) فَشَدَّهُ عَلَيْهِ. [راجع: ٣٦٤] [مسلم: ٧٧١]

نہ ہو) آپ مَلَّاتِیْمِ نے ایسا کیا تو ننگے ہوتے ہی بے ہوش ہو کر آپ زمین پر گر پڑے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں۔ آپ کہنے لگے: "میرا تہبند دے دو۔" پھر آپ مَلَّاتِیْمِ نے اسے مضبوط باندھ لیا۔

تشریح: اس زمانہ میں محنت مزدوری کے وقت ننگے ہونے میں عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لیکن چونکہ یہ امر مروت اور غیرت کے خلاف تھا، اللہ نے اپنے حبیب کے لئے اس وقت بھی یہ گوارا نہ کیا گو اس وقت تک آپ کو پیغمبری نہیں ملی تھی۔

١٥٨٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَخْبَرَ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهَا: ((أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ حِينَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ)) فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟ قَالَ: ((لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ)) فَقَالَ عَبْدُاللَّهِ: لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا أُرَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ، إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ. [راجع:١٢٦]
[مسلم: ٣٢٤٢، ٣٢٣٠؛ نسائي: ٢٩٠٠]

(۱۵۸۳) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبداللہ نے کہ عبداللہ بن محمد بن ابی بکر نے انہیں خبر دی، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی اور انہیں نبی کریم مَلَّاتِیْمِ کی پاک بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ مَلَّاتِیْمِ نے ان سے فرمایا: "کیا تجھے معلوم ہے جب تیری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تو بنیاد ابراہیم کو چھوڑ دیا تھا۔" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر آپ بنیاد ابراہیم پر اس کو کیوں نہیں بنا دیتے؟ آپ نے فرمایا کہ "اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر سے بالکل نزدیک نہ ہوتا تو میں بے شک ایسا کر دیتا۔" عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات رسول اللہ مَلَّاتِیْمِ سے سنی ہے (اور یقیناً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سچی ہیں) تو میں سمجھتا ہوں یہی وجہ تھی جو رسول اللہ مَلَّاتِیْمِ حطیم سے متصل جو دیواروں کے کونے ہیں ان کو نہیں چومتے تھے۔ کیونکہ خانہ کعبہ ابراہیمی بنیادوں پر پورا نہ ہوا تھا۔

تشریح: کیونکہ حطیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنا میں کعبہ میں داخل تھا۔ قریش نے پیسہ کم ہونے کی وجہ سے کعبہ کو چھوٹا کر دیا اور حطیم کی زمین کعبہ کے باہر رہنے دی۔ اس لئے طواف میں حطیم کو شامل کر لیتے ہیں۔ (وحیدی)

١٥٨٤ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْجَدْرِ، أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). قُلْتُ: فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَ: ((أَلَمْ تَرَيْ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ)). قُلْتُ:

(۱۵۸۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو الاحوص سلام بن سلیم جعفی نے بیان کیا، ان سے اشعث نے بیان کیا، ان سے اسود بن یزید نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ مَلَّاتِیْمِ سے پوچھا کہ کیا حطیم بھی بیت اللہ میں داخل ہے؟ آپ مَلَّاتِیْمِ نے فرمایا کہ "ہاں۔" پھر میں نے پوچھا کہ پھر لوگوں نے اسے کعبے میں کیوں نہیں شامل کیا؟ آپ مَلَّاتِیْمِ نے جواب دیا کہ "تمہاری

فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا قَالَ: ((فَعَلَ ذَلِكِ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاؤُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاؤُوا، وَلَوْ لَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ)). [راجع:١٢٦] [مسلم: ٣٢٤٩؛ ابن ماجه: ٢٩٥٥]

قوم کے پاس خرچ کی کمی پڑ گئی تھی۔" پھر میں نے پوچھا کہ یہ دروازہ کیوں اونچا بنایا؟ آپ نے فرمایا کہ "یہ بھی تمہاری قوم ہی نے کیا تا کہ جسے چاہیں اندر آنے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔ اگر تمہاری قوم کی جاہلیت کا زمانہ تازہ تازہ نہ ہوتا اور مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ ان کے دل بگڑ جائیں گے تو اس حطیم کو بھی میں کعبہ میں شامل کر دیتا اور کعبہ کا دروازہ زمین کے برابر کر دیتا۔"

١٥٨٥ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَوْ لَا حَدَاثَةُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ ثُمَّ لَبَنَيْتُهُ عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّ قُرَيْشًا اسْتَقْصَرَتْ بِنَاءَهُ وَجَعَلْتُ لَهُ خَلْفًا)). وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ خَلْفًا يَعْنِي بَابًا. [راجع:١٢٦] [مسلم: ٣٢٤٠؛ نسائي: ٢٩٠١]

(۱۵۸۵) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر ابھی تازہ نہ ہوتا تو میں خانہ کعبہ کو توڑ کر اسے ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر بناتا کیونکہ قریش نے اس میں کمی کر دی ہے۔ اس میں ایک دروازہ اور اس دروازے کے مقابل رکھتا۔" ابو معاویہ نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، حدیث میں خلف سے دروازہ مراد ہے۔

تشریح: اب کعبہ میں ایک ہی دروازہ ہے وہ بھی قد آدم سے زیادہ اونچا ہے۔ داخلے کے وقت لوگ بڑی مشکل سے سیڑھی پر چڑھ کر کعبے کے اندر جاتے ہیں اور ایک ہی دروازہ ہونے سے اس کے اندر تازی ہوا مشکل سے آتی ہے۔ داخلے کے لئے کعبہ شریف کو ایام حج میں بہت تھوڑی مدت کے لئے کھولا جاتا ہے۔ الحمدللہ کہ ۱۳۵۱ھ کے حج میں کعبہ شریف میں مترجم کو داخلہ نصیب ہوا تھا۔ والحمدلله على ذلك۔

١٥٨٦ـ حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ رُومَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهَا: ((يَا عَائِشَةُ! لَوْ لَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَمَرْتُ بِالْبَيْتِ فَهُدِمَ، فَأَدْخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ وَأَلْزَقْتُهُ بِالْأَرْضِ، وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا، فَبَلَغْتُ بِهِ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ)). فَذَلِكَ الَّذِي حَمَلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ عَلَى هَدْمِهِ. قَالَ يَزِيدُ: وَشَهِدْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ حِينَ هَدَمَهُ وَبَنَاهُ وَأَدْخَلَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ، وَقَدْ رَأَيْتُ

(۱۵۸۶) ہم سے بیان بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن رومان نے بیان کیا، ان سے عروہ نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عائشہ! اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت ابھی تازہ نہ ہوتا، تو میں بیت اللہ کو گرانے کا حکم دے دیتا تا کہ (نئی تعمیر میں) اس حصہ کو بھی داخل کر دوں جو اس سے باہر رہ گیا ہے اور اس کی کرسی زمین کے برابر کر دوں اور اس کے دو دروازے بنا دوں، ایک مشرق اور ایک مغرب میں۔ اس طرح ابراہیم علیہ السلام کی بنا د پر اس کی تعمیر ہو جاتی۔" عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا کعبہ کو گرانے سے یہی مقصد تھا۔ یزید نے بیان کیا کہ میں اس وقت موجود تھا جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسے گرایا تھا اور اس کی نئی تعمیر

أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ حِجَارَةً كَأَسْنِمَةِ الْإِبِلِ، قَالَ جَرِيرٌ: فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ مَوْضِعُهُ قَالَ: أُرِيكَهُ الْآنَ. فَدَخَلْتُ مَعَهُ الْحِجْرَ فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ فَقَالَ: هَا هُنَا. قَالَ جَرِيرٌ: فَحَزَرْتُ مِنَ الْحِجْرِ سِتَّةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا. [راجع:١٢٦] [نسائي: ٢٩٠٣]

کر کے حطیم کو اس کے اندر کر دیا تھا۔ میں نے ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے پائے بھی دیکھے جو اونٹ کی کوہان کی طرح تھے۔ جریر بن حازم نے کہا کہ میں نے ان سے پوچھا، ان کی جگہ کہاں ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ابھی دکھاتا ہوں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ حطیم میں گیا اور آپ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ وہ جگہ ہے۔ جریر نے کہا کہ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ جگہ حطیم میں سے چھ ہاتھ ہوگی یا ایسی ہی کچھ۔

تشریح: معلوم ہوا کہ کل حطیم کی زمین کعبہ میں شریک نہ تھی۔ کیونکہ پرنالے سے لے کر حطیم کی دیوار تک سترہ ہاتھ جگہ ہے اور ایک تہائی ہاتھ دیوار کا عرض دو ہاتھ اور تہائی ہے۔ باقی پندرہ ہاتھ حطیم کے اندر ہے۔ بعض کہتے ہیں کل حطیم کی زمین کعبہ میں شریک تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں امتیاز کے لئے حطیم کے گرد ایک چھوٹی سی دیوار اٹھا دی۔ (وحیدی)

جس مقدس جگہ پر آج خانہ کعبہ کی عمارت ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں فرشتوں نے پہلے پہل عبادت الٰہی کے لئے مسجد تعمیر کی۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِينَ﴾ (۳/آل عمران ۹۶) یعنی اللہ کی عبادت کے لئے اور لوگوں کی ہدایت کے لئے برکت والا گھر جو سب سے پہلے دنیا کے اندر تعمیر ہوا وہ مکہ شریف والا گھر ہے۔

ابن ابی شیبہ، اسحاق بن راہویہ، عبد بن حمید، حارث بن ابی اسامہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: "ان رجلا قال له الا تخبرني عن البيت اهو اول بيت وضع في الارض قال لا ولكنه اول بيت وضع للناس فيه البركة والهدىٰ ومقام ابراهيم ومن دخله كان آمنا۔" ایک شخص نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آیا وہ سب سے پہلا مکان ہے جو روئے زمین پر بنایا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ متبرک مقامات میں سب سے پہلا مکان ہے جو لوگوں کے لئے تعمیر ہوا اس میں برکت اور ہدایت ہے اور مقام ابراہیم ہے جو شخص وہاں داخل ہو جائے اس کو امن مل جاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا بیت اللہ کو تعمیر کرنا: عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:

"قال آدم اى رب مالي لا اسمع اصوات الملائكة قال لخطيئتك ولكن اهبط الى الارض فابن لي بيتا ثم احفف به كما رايت الملائكة تحف بيتي الذي في السماء فزعم الناس انه بناه خمسة اجبل من حراء ولبنان وطور زيتا وطور سينا والجودي فكان هذا بنا آدم حتى بناه ابراهيم بعد۔"

حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی، پروردگار کیا بات ہے کہ مجھے فرشتوں کی آوازیں سنائی نہیں دیتیں۔ ارشاد الٰہی ہوا یہ تمہاری اس لغزش کا سبب ہے جو شجر ممنوعہ کے استعمال کے باعث تم سے ہوگئی۔ لیکن ایک صورت ابھی باقی ہے کہ تم زمین پر اترو اور ہمارے لئے ایک مکان تیار کرو اس کو گھیرے رہو جس طرح تم نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ہمارے مکان کو جو آسمان پر ہے گھیرے ہوئے ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس حکم کی بنا پر حضرت آدم نے کوہ حرا، لبنان، طور زیتا، طور سینا اور جودی ایسے پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی، یہاں تک کہ اس کے آثار مٹ گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے بعد از سر نو اس کو تعمیر کیا۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "لما اهبط الله آدم من الجنة قال اني مهبط معك بيتا يطاف حوله كما يطاف حول عرشي ويصلى عنده كما يصلى عند عرشي فلما كان زمن الطوفان رفعه الله اليه فكانت الانبياء يحجونه ولا يعلمون مكانه حتى تولاه الله بعد لابرهيم واعلمه مكانه فبناه من خمسة اجبل حراء ولبنان، وثبير جبل الطور وجبل الحمر وهو جبل بيت المقدس۔"

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا تو ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایک گھر بھی اتاروں گا۔ جس کا طواف اسی

طرح کیا جاتا ہے جیسا کہ میرے عرش کا طواف ہوتا ہے اور اس کے پاس نماز اسی طرح ادا کی جائے گی جس طرح کہ میرے عرش کے پاس ادا کی جاتی ہے۔ پھر جب طوفان نوح کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھالیا۔ اسکے بعد انبیاء علیہم السلام بیت اللہ شریف کا حج تو کیا کرتے تھے مگر اس کا مقام کسی کو معلوم نہ تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا پتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا، اور اسکی جگہ دکھادی تو آپ نے اس کو پانچ پہاڑوں سے بنایا۔ کوہ حرا، لبنان، شبیر، جبل الحمر، جبل طور (جبل الحمر کو جبل بیت المقدس بھی کہتے ہیں)۔

ارزقی اور ابن منذر نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تو ان کو مکہ مکرمہ جانے کا ارشاد ہوا۔ جب وہ چلنے لگے تو زمین اور بڑے بڑے میدان لپیٹ کر مختصر کردیئے گئے۔ یہاں تک کہ ایک ایک میدان جہاں سے وہ گزرتے تھے ایک قدم کے برابر ہوگیا اور زمین میں جہاں کہیں سمندر یا تالاب تھے ان کے دہانے بھی اتنے چھوٹے کردیئے گئے کہ ایک قدم میں اس طرف پار ہوں۔ لیکن دوسرا یہ لطف تھا کہ آپ کا قدم زمین پر جس جگہ پڑتا وہاں ایک ایک بستی ہوجاتی اور اس میں عجیب برکت نظر آتی۔ شدہ شدہ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ مکہ شریف آنے سے پیشتر آدم علیہ السلام کی آہ وزاری اور آپ کا رنج وغم جنت سے چلے آنے کی وجہ سے بہت تھا، یہاں تک کہ فرشتے بھی آپ کے گریہ کی وجہ سے گریہ کرتے اور آپ کے رنج میں شریک ہوتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا غم غلط کرنے کے لئے جنت کا ایک خیمہ عنایت فرمایا تھا جو مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف کے مقام پر نصب کیا گیا تھا۔ یہ وقت وہ تھا کہ ابھی کعبۃ اللہ کو کعبہ کا لقب نہیں دیا گیا تھا۔ اسی دن کعبۃ اللہ کے ساتھ رکن بھی نازل ہوا۔ اس دن وہ سفید یاقوت اور جنت کا ٹکڑا تھا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام مکہ مکرمہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی اور اس خیمہ کی حفاظت فرشتوں کے ذریعہ کرائی۔ یہ خیمہ آپ کے آخر وقت تک وہیں لگا رہا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمائی تو اس خیمہ کو اپنی طرف اٹھالیا اور آدم علیہ السلام کے صاحبزادوں نے اس کے بعد اس خیمہ کے مقام پر مٹی اور پتھر کا ایک مکان بنایا جو ہمیشہ آباد رہا۔ آدم علیہ السلام کے صاحبزادے اور ان کے بعد والی نسلیں یکے بعد دیگرے اس کی آبادی کا انتظام کرتی رہیں۔ جب نوح علیہ السلام کا زمانہ آیا تو وہ عمارت غرق ہوگئی اور اس کا نشان چھپ گیا۔

حضرت ہود اور صالح کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام نے بیت اللہ کی زیارت کی ہے۔ ابن اسحاق اور بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ما من نبی الا وقد حج البیت الا ما کان من ہود وصالح لقد حجه نوح فلما کان فی الارض ما کان من الغرق اصاب البیت ما اصاب الارض وکان البیت ربوۃ حمرآء فبعث اللہ عزوجل ہودا فتشاغل بامر قومه حتی قبضه اللہ الیه فلم یحجه حتی مات فلما بواہ اللہ لا۔ اہیم علیہما السلام حجه ثم لم یبق نبی بعدہ الا حجه۔"

جس قدر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے سب ہی نے بیت اللہ شریف کا حج ادا فرمایا مگر حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کو اس کا موقع نہ ملا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی حج ادا فرمایا ہے لیکن جب آپ کے زمانہ میں زمین پر طوفان آیا اور ساری زمین غرق آب ہوئی تو بیت اللہ شریف کو بھی اس سے حصہ ملا۔ بیت شریف ایک سرخ رنگ کا ٹیلہ رہ گیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو آپ حکم الٰہی کے مطابق فریضہ تبلیغ میں مشغول رہے اور آپ کی مشغولیت اس درجہ رہی کہ آپ کو آخر دم تک حج کرنے کی نوبت نہ آئی۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ شریف بنانے کا موقع ملا تو انہوں نے حج ادا فرمایا اور آپ کے بعد جس قدر انبیاء علیہم السلام تشریف لائے سب نے حج ادا فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیت اللہ کو تعمیر کرنا: طبقات ابن سعد میں حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لوحی اللہ عزوجل الی ابراہیم یامرہ بالمیسر الی بلدہ الحرام فرکب ابراہیم البراق وجعل اسماعیل امامه وھو ابن سنتین وھاجو خلفه ومعه جبرئیل علیہ السلام یدله علی موضع البیت حتی قدم به مکة فانزل اسمٰعیل وامة الی جانب البیت ثم انصرف ابراہیم الی الشام ثم اوحی اللہ الی ابراہیم ان تبنی البیت وھو یومئذ ابن مائة سنة واسمعیل یومئذ ابن ثلاثین

سنة فبناه معه وتوفى اسمعيل بعد ابيه فدفن داخل الحجر ممايلي۔"

یعنی اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم بھیجا کہ بلد الحرام مکہ شریف کی طرف چلیں۔ چنانچہ آپ بہ تعمیل حکم الٰہی براق پر سوار ہو گئے۔ اپنے پیارے نور نظر حضرت اسماعیل کو جن کی عمر شریف ہنوز دو سال کی تھی اپنے سامنے اور بی بی ہاجرہ کو اپنے پیچھے لے لیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام بیت اللہ شریف کا مقام بتلانے کی غرض سے آپ کے ساتھ تھے۔ جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آپ کی والدہ ماجدہ کو بیت اللہ کے ایک جانب میں اتارا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام شام کو واپس ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جبکہ آپ کی عمر شریف کامل ایک سو سال تھی، بذریعہ وحی بیت اللہ شریف کے بنانے کا حکم فرمایا۔ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر مبارک تیس سال کی تھی۔ چنانچہ اپنے صاحبزادے کو ساتھ لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی بنیاد ڈالی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی آپ کے بعد وفات پائی تو حجر اسود اور کعبہ شریف کے درمیان اپنی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ دفن ہوئے اور آپ کے صاحبزادے حضرت ثابت بن اسماعیل اپنے والد محترم کے بعد اپنے ماموؤں کے ساتھ مل کر جو بنی جرہم سے تھے کعبہ شریف کے متولی قرار پائے۔

ابن ابی شیبہ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی کی روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبۃ اللہ شریف بنانے کا حکم ہوا تو آپ کو معلوم نہ ہوسکا کہ اس کو کس طرح بنائیں۔ اس نوبت پر اللہ پاک نے سکینہ یعنی ایک ہوا بھیجی جس کے دو کنارے تھے۔ اس نے بیت اللہ شریف کے مقام پر طوق کی طرح ایک حلقہ باندھ دیا۔ ادھر آپ کو حکم ہو چکا تھا کہ سکینہ جہاں ٹھہرے بس وہیں تعمیر ہونی چاہیے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مقام پر بیت اللہ شریف کو تعمیر فرمایا۔

دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ زیر تفسیر آیت: ﴿وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ﴾ (۲/البقرۃ:۱۲۷) کہ بیت اللہ شریف جس طرح مربع ہے اسی طرح ایک چوکونی ابر نمودار ہوا اس میں سے آواز آتی تھی کہ بیت اللہ کا ارتفاع ایسا ہی چوکونا ہونا چاہیے جیسا کہ میں یعنی ابر چوکونا ہوں۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو اسی کے مطابق مربع بنایا۔

سعید بن منصور اور عبد بن حمید، ابن ابی حاتم وغیرہ نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہوا کے ڈالے ہوئے نشان کے نیچے کھودنا شروع کیا۔ پس بیت اللہ شریف کے ستون برآمد ہو گئے۔ جس کو تیس تیس آدمی بھی ہلا نہیں سکتے تھے۔

آیت بالا کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: " القواعد التي كانت قواعد البيت قبل ذلك ستون۔" جن کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا، یہ وہی ستون ہیں جو بیت اللہ شریف میں پہلے کے بنے ہوئے تھے۔ ان ہی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بلند کیا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ شریف اگرچہ حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کا تعمیر فرمودہ ہے لیکن اس کا سنگ بنیاد ان حضرات کا رکھا ہوا نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد قدیم ہے آپ نے صرف اس کی تجدید فرمائی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ فرمارہے تھے تو یہ دعائیں آپ کی زبان پر تھیں: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ اے رب! ہماری اس خدمت توحید کو قبول فرمائیے۔ تو جاننے والا سننے والا ہے۔

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ (۲/البقرۃ:۱۲۸) اے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا کے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت ہمیشہ اس مشن کو زندہ رکھنے والی بنادے اور مناسک حج سے ہمیں آگاہ کردے اور ہمارے اوپر اپنی عنایات کی نظر کردے تو نہایت ہی تواب اور رحیم ہے۔

﴿رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ﴾ (۱۴/ابراہیم:۳۵) اے رب! اس شہر کو امن وامان والا مقام بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو ہمیشہ بت پرستی کی حماقت سے بچائے رکھ۔

﴿رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ (۱۴/ابراہیم:۳۷) اے رب! میں اپنی اولاد کو ایک بنجر ناقابل کاشت بیابان میں تیرے پاک گھر کے قریب آباد کرتا ہوں۔ اے رب! میری غرض ان کو یہاں بسانے سے صرف یہ ہے کہ یہ تیری عبادت کریں۔ نماز قائم کریں۔ میرے مولا! لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دے اور ان کو میووں سے روزی عطا کر تا کہ یہ تیری شکر گزاری

کریں۔

"قال ابن عباس بنى ابراهيم البيت من خمسة اجبل من طور سينا وطور زيتا ولبنان جبل بالشام والجودى جبل بالجزيرة وبنى قواعده من حراء جبل بمكة فلما انتهى ابراهيم الى موضع الحجر الاسود قال لاسماعيل ائتني بحجر حسن يكون للناس علما فاتاه بحجر فقال ائتني باحسن منه فمضى اسماعيل ليطلب حجرا احسن منه فصاح ابوقبيس يا ابراهيم ان لك عندى وديعة فخذها فقذف بالحجر الاسود فاخذه ابراهيم فوضعه مكانه۔" (خازن، ج: ۱/ ص: ۹۴)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طور سینا وطور زیتا وجبل لبنان جو شام میں ہے اور جبل جودی جو جزیرہ میں ہیں ان چاروں پہاڑوں کے پتھروں کا استعمال کیا۔ جب آپ حجر اسود کے مقام تک پہنچ گئے، تو آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک خوبصورت سا پتھر لاؤ جس کو نشانی کے طور پر (طوافوں کی گنتی کے لئے) میں قائم کردوں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک پتھر لائے، اس کو آپ نے واپس کردیا اور فرمایا کہ اور مناسب پتھر تلاش کر کے لاؤ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر تلاش کر ہی رہے تھے کہ جبل ابوقبیس سے ایک غیبی صدا بلند ہوئی کہ اے ابراہیم! میرے پاس آپ کو دینے کی ایک امانت ہے، اسے لے جائیے۔ چنانچہ اس پہاڑ نے حجر اسود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے کردیا اور آپ نے اس پتھر کو اس کے مقام پر نصب کردیا۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حجر اسود کو لاکر آپ کے حوالہ کیا۔ (ابن کثیر) اور شرقی گوشہ میں باہر کی طرف زمین سے ڈیڑھ گز کی بلندی پر ایک طاق میں اس کو نصب کیا گیا۔ تعمیر ابراہیمی بالکل سادہ تھی نہ اس پر چھت تھی نہ دروازہ نہ چونہ مٹی سے کام لیا گیا تھا۔ صرف پتھر کی چاردیواری تھی۔

علامہ ارزقی نے تاریخ مکہ میں تعمیر ابراہیمی کا عرض وطول حسب ذیل لکھا ہے۔

بلندی زمین سے چھت تک ۹ گز۔ طول حجر اسود سے رکن شامی تک ۳۲ گز۔ عرض رکن شامی سے غربی تک ۲۲ گز۔

گھر بن چکا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مناسک حج سے آگاہ کردیا۔ اب ارشاد باری ہوا: ﴿وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ﴾ (۲۲/ الحج: ۲۷) یعنی ہمارا گھر طواف کرنے والوں، نماز میں قیام کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کردے اور تمام لوگوں کو پکار دے۔ کہ حج کو آئیں پیدل بھی اور دبلی اونٹنیوں پر بھی ہر دور دراز کے گوشہ سے آئیں۔ اس زمانہ میں اعلان واشتہار کے وسائل نہیں تھے۔ ویران جگہ تھی، آدم زاد کا کوسوں تک پتہ نہ تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کی آواز حدود حرم سے باہر نہیں جاسکتی تھی لیکن اس معمولی آواز کو قدرت حق تعالیٰ نے مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک اور زمین سے آسمان تک پہنچادیا۔ مفسرین آیت بالا کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"فنادى على جبل ابوقبيس يا ايها الناس ان ربكم بنى بيتا واوجب عليكم الحج اليه فاجيبوا ربكم والتفت بوجهه يمينا وشمالا وشرقا وغربا فاجابه كل من كتب له ان يحج من اصلاب الرجال وارحام الامهات لبيك اللهم لبيك" (جلالين)

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل ابوقبیس پر چڑھ کر پکارا اے لوگو! تمہارے رب نے اپنی عبادت کے لئے ایک مکان بنوایا اور تم پر اس کا حج فرض کردیا ہے۔ آپ یہ اعلان کرتے ہوئے شمال وجنوب، مشرق ومغرب کی طرف منہ کرتے جاتے اور آواز بلند کرتے جاتے تھے۔ پس جن انسانوں کی قسمت میں حج بیت اللہ کی سعادت ازلی لکھی جاچکی ہے۔ انہوں نے اپنے باپوں کی پشت سے اور اپنی ماؤں کے ارحام سے اس مبارک ندا کو سن کر جواب دیا لبيك اللهم لبيك یااللہ! ہم حاضر ہیں، یااللہ! ہم تیرے پاک گھر کی زیارت کے لئے حاضر ہیں۔

بنائے ابراہیمی کے بعد: ابراہیم علیہ السلام کی یہ تعمیر ایک مدت تک قائم رہی اور اس کی تولیت ونگرانی سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں منتقل ہوتی چلی آئی، یہاں تک کہ اس کی مرمت کی ضرورت پیش آئی۔ تب بنوجرہم نے اسی ابراہیمی نقشہ وہیئت پر مرمت کا کام انجام دیا نہ کوئی چھت بنوائی اور نہ کوئی

تغیر کیا۔ بنوجرہم کے بعد عمالقہ نے تجدید کی مگر تعمیر میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔

تعمیر قصی بن کلاب: ابراہیمی تعمیر کے بعد خانہ کعبہ کو چوتھی مرتبہ قصی بن کلاب قریشی نے تعمیر کیا۔ قصی قریش کے ممتاز افراد میں سے تھے تعمیر کعبہ کے ساتھ ساتھ قومی تعمیر کے لئے بھی اس نے بڑے بڑے اہم کام انجام دیئے۔ تمام قریش کو جمع کر کے بذریعہ تقاریر ان میں اتحاد کی روح پھونکی۔ دارالندوہ کا بانی بھی یہی شخص ہے جس میں قریش اپنے قومی اجتماعات ومذہبی تقریبات نکاح وغیرہ کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ سقایہ (حاجیوں کو آب زمزم پلانا) اور رفادہ (یعنی حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام کرنا) یہ محکمے اسی نے قائم کئے۔ قریش کے قومی فنڈ سے ایک سالانہ رقم منیٰ اور مکہ معظمہ میں لنگر خانوں کے لئے مقرر کی۔ اس کے ساتھ چرمی حوض بنوائے جن میں حجاج کے لئے ایام حج میں پانی بھروا دیا جاتا تھا۔ قصی نے اپنے سارے خاندان قریش کو مجتمع کر کے کعبہ شریف کے آس پاس بسایا۔ خدمت کعبہ کے متعلق متعدد کمیٹیاں قائم کیں جن کو مختلف خدمات کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ خانہ کعبہ کی چھت پر گوگل کی لکڑی کی چھت بنا کر اطراف میں درختوں کی باڑ لگادی اور اس پر سیاہ غلاف ڈالا۔ یہ تعمیر رسول اللہ ﷺ کے زمانہ طفولیت تک باقی تھی آپ نے اپنے بچپن میں اس کو ملاحظہ فرمایا۔

تعمیر قریش: یہ تعمیر نبوت محمدی سے پانچ سال قبل جب نبی کریم ﷺ کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی، ہوئی۔ اس تعمیر میں اور بنائے ابراہیمی میں ۲۷۵ اسال کا زمانہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک عورت نزد کعبہ بخور رجلا رہی تھی، پردہ شریف میں آگ لگ گئی اور پھیل گئی، یہاں تک کہ کعبہ شریف کی چھت بھی جل گئی اور پتھر بھی چٹخ گئے۔ جگہ جگہ سے دیواریں شق ہوگئیں۔ کچھ ہی دنوں بعد سیلاب آیا۔ جس نے اس کی بنیادوں کو ہلا دیا کہ گرجانے کا خطرہ قوی ہوگیا۔ قریش نے اس تعمیر کے لئے چندہ جمع کیا۔ مگر شرط یہ رکھی کہ سود، اجرت زنا، غارت گری اور چوری کا پیسہ نہ لگایا جائے اس لئے خرچ میں کمی ہوگئی۔ جس کا تدارک یہ کیا گیا کہ شمالی رخ سے چھ سات ذراع زمین باہر چھوڑ کر عمارت بنادی۔ اس متروکہ حصہ کا نام حطیم ہے۔

آیت مبارکہ: ﴿وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ﴾ (۲/البقرۃ:۱۲۷) کی تفسیر میں ابن کثیر میں تفصیلات یوں آئی ہیں:

"قال محمد بن اسحاق بن يسار في السيرة ولما بلغ رسول الله خمس وثلاثين سنة اجتمعت قريش لبنيان الكعبة وكانوا يهمون بذلك ليسقفوها ويهابون هدمها وانما كانت رضما فوق القامة فارادوا رفعها وتسقيفها وذلك ان نفرا سرقوا مايكون في بئرفي الكعبة وانما كان يكون في بئر في جوف الكعبة وكان الذى وجد عنده الكنز دويك مولى بني مليح بن عمرو من خزاعة فقطعت قريش يده ويزعم الناس ان الذين سرقوه وضعوه عند دويك وكان البحر قد رمى بسفينة الى جدة لرجل من تجار الروم فتحطمت فاخذوا خشبها فاعدوه لتسقيفها وكان بمكة رجل قبطى نجار فهيالهم في انفسهم بعض ما يصلحها وكانت حية تخرج من بئر الكعبة التي كانت تطرح فيها ما يهدى لما كل يوم فتشرف على جدار الكعبة وكانت مما يهابون وذالك انه كان لا يدنو منها احد الا احزألت رجزالت وكشت وفتحت فاها فكانوا يها بونها فبيناهي يوم تتشدق على جدار الكعبة كماكانت تصنع بعث الله اليها طائرا فاختطفها فذهب بها فقالت قريش انا لنرجو ان يكون الله قد رضى ما اردنا، عندنا عامل رفيق وعندنا خشب وقد كفانا الله الحية فلما اجمعوا امرهم في هدمها بنيانها قام ابو وهب بن عمرو فتناول من الكعبة حجرا فوثب من يده حتى رجع الى موضعه فقال يا معشر قريش لا تدخلوا في بنيانها من كسبكم الا طيبالا يدخل فيها مهربغى ولا بيع ربا ولا مظلمة احد من الناس الى اخره۔"

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی کہ قریش نے کعبہ کی از سر نو تعمیر کا فیصلہ کیا اور اس کی دیواروں کو بلند کر کے چھت ڈالنے کی تجویز پاس کی۔ کچھ دنوں کے بعد اور حادثات کے ساتھ ساتھ کعبہ شریف میں چوری کا حادثہ بھی ہو چکا تھا اتفاق سے چور بھی پکڑا گیا، اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور تعمیری پروگرام میں مزید پختگی ہوگئی۔ حسن اتفاق سے باقوم نامی ایک رومی تاجر کی کشتی طوفانی موجوں سے ٹکراتی ہوئی جدہ کے کنارے آپڑی اور لکڑی کا سامان ارزاں مل جانے کی اہل مکہ کو توقع ہوئی۔ ولید بن مغیرہ لکڑی خرید نے کے خیال سے جدہ آیا اور سامان تعمیر کے ساتھ ہی باقوم کو جو فن معماری میں استاد تھا اپنے ساتھ لے گیا۔ ان ہی ایام میں کعبہ شریف کی دیواروں میں ایک خطرناک اژدھا پایا گیا۔ جس کو مارنے کی کسی کو

ہمت نہ ہوتی تھی۔ اتفاقاً وہ ایک دن دیوار کعبہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا پرندہ بھیجا جو اس کو آن کی آن میں اچک کر لے گیا۔ اب قریش نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیئت ہمارے ساتھ ہے اس لئے تعمیر کا کام فوراً شروع کر دینا چاہیے۔ مگر کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ چھت پر چڑھے اور بیت اللہ کو منہدم کرے۔ آخر جرأت کر کے ابو وہب آگے بڑھا اور ایک پتھر جدا کیا تو وہ پتھر ہاتھ سے چھوٹ کر پھر اپنی جگہ پر جا ٹھہرا۔ اس وقت ابو وہب نے اعلان کیا کہ ناجائز کمائی کا پیسہ ہرگز ہرگز تعمیر میں نہ لگایا جائے۔ پھر ولید بن مغیرہ نے کدال لے کر یہ کہتے ہوئے کہ اے اللہ! تو جانتا ہے ہماری نیت بخیر ہے اس کا ہدم شروع کر دیا۔ بنیاد نکل آئی تو اس کے مختلف حصوں کی تعمیر مختلف قبائل پر تقسیم کر دی گئی اور کام شروع ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ بھی اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ شریک کار تھے اور کندھوں پر پتھر رکھ کر لاتے تھے۔ جب حجر اسود رکھنے کا وقت آیا تو قبائل میں اختلاف پڑ گیا۔ ہر خاندان اس شرف کے حصول کا دعویدار تھا۔ آخر مرنے مارنے تک نوبت پہنچ گئی۔ مگر ولید بن مغیرہ نے یہ تجویز پیش کی کہ کل صبح کو جو شخص بھی سب سے پہلے حرم شریف میں قدم رکھے، اس کے فیصلے کو واجب العمل سمجھو۔ چنانچہ صبح کو سب سے پہلے حرم شریف میں آنے والے سیدنا محمد ﷺ تھے۔ سب نے بیک زبان آپ کے فیصلے کو بخوشی ماننے کا اعتراف کیا۔ آپ نے حجر اسود کو اپنی چادر مبارک کے وسط میں رکھا اور ہر قبیلہ کے ایک ایک سردار کو اس چادر کے اٹھانے میں شریک کر لیا۔ جب وہ چادر گوشہ کعبہ تک پہنچ گئی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر دیوار میں نصب فرما دیا۔ دیواریں اٹھارہ ہاتھ اونچی کر دی گئیں۔ اندرونی فرش بھی پتھر کا بنایا۔ اپنی امتیازی شان قائم رکھنے کے لئے دروازہ قد آدم اونچا رکھا۔ اندرون بیت اللہ شمالاً جنوباً تین تین ستون قائم کئے۔ جن پر شہتیر ڈال کر چھت پاٹ دی اور رکن عراقی کی طرف اندر ہی اندر زینہ چڑھایا کہ چھت پر پہنچ سکیں اور شمالی سمت پر پرنالہ لگایا تاکہ چھت کا بارشی پانی حجر میں آ کر پڑے۔

بَابُ فَضْلِ الْحَرَمِ

باب: حرم کی زمین کی فضیلت

وَقَوْلِهِ ﴿إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [النمل: ٩١] وَقَوْلُهُ ﴿أَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُّجْبَىٰٓ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾. [القصص: ٥٧]

اور اللہ نے (سورۂ نمل میں) فرمایا: ''مجھ کو تو یہی حکم ہے کہ عبادت کروں اس شہر کے رب کی جس نے اس کو حرمت والا بنایا اور ہر چیز اسی کے قبضہ وقدرت میں ہے اور مجھ کو حکم ہے تابعدار بن کر رہنے کا۔'' اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ قصص میں) فرمایا: ''کیا ہم نے ان کو جگہ نہیں دی حرم میں جہاں امن ہے ان کے لیے اور کھنچے چلے آتے ہیں اس کی طرف، میوے ہر قسم کے جو روزی ہے ہماری طرف سے لیکن بہت سے ان میں نہیں جانتے۔''

١٥٨٧ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: ((إِنَّ هَٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا)). [راجع: ١٣٤٩]

(١٥٨٧) ہم سے علی بن عبداللہ بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے منصور سے بیان کیا، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ پر فرمایا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ نے اس شہر (مکہ) کو حرمت والا بنایا ہے (یعنی عزت دی ہے) پس اس کے (درختوں کے) کانٹے تک بھی نہیں کاٹے جا سکتے یہاں کے شکار بھی نہیں ہنکائے جا سکتے۔ اور ان کے علاوہ جو اعلان کر کے (مالک تک پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہوں) کوئی شخص یہاں کی گری پڑی چیز بھی نہیں اٹھا سکتا۔''

تشریح: مسند احمد وغیرہ میں عیاش بن ابی ربیعہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "ان هذه الامة لا تزال بخير ما عظموا هذه الحرمة يعني الكعبة حق تعظيمها فاذا ضيعوا ذلك هلكوا۔" یعنی یہ امت ہمیشہ خیر و بھلائی کے ساتھ رہے گی جب تک یہ پورے طور پر کعبہ کی تعظیم کرتے رہیں گے اور جب اس کو ضائع کر دیں گے، ہلاک ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ کعبہ شریف اور اس کے اطراف ساری ارض حرم بلکہ سارا شہر امت مسلمہ کے لئے انتہائی معزز و مؤقر مقامات ہیں۔ ان کے بارے میں جو بھی تعظیم و تکریم سے متعلق ہدایات کتاب و سنت میں دی گئی ہیں، ان کو ہمہ وقت ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حرمت کعبہ کے ساتھ ملت اسلامیہ کی حیات وابستہ ہے۔ باب کے تحت جو آیات قرآنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لائے ہیں ان میں بہت سے حقائق کا بیان ہے خاص طور پر اس کا کہ اللہ پاک نے شہر مکہ میں یہ برکت رکھی ہے کہ یہاں چاروں طرف سے ہر قسم کے میوے پھل اناج غلے کھنچے چلے آتے ہیں۔ دنیا کا ہر ایک پھل وہاں کے بازاروں میں دستیاب ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر آج کے زمانہ میں حکومت سعودیہ خلدها الله تعالى نے اس مقدس شہر کو جو ترقی دی ہے اور اس کی تعمیر جدید جن جن خطوط پر کی ہے اور کر رہی ہے وہ پوری ملت اسلامیہ کے لئے حد درجہ قابل تشکر ہیں۔ ايدهم الله بنصره العزيز۔

بَابُ تَوْرِيثِ دُوْرِ مَكَّةَ وَبَيْعِهَا وَشِرَائِهَا

باب: مکہ شریف کے گھر مکان میراث ہو سکتے ہیں ان کا بیچنا اور خریدنا جائز ہے

وَأَنَّ النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةً لِقَوْلِهِ [تَعَالَى:] ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَآءً الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾. [الحج:٢٥] قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَادِيْ: الطَّارِئُ. مَعْكُوْفًا: مَحْبُوْسًا.

مسجد حرام میں سب لوگ برابر ہیں یعنی خاص مسجد میں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورۂ حج) میں فرمایا: "جن لوگوں نے کفر کیا اور جو لوگ اللہ کی راہ اور مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں کہ جس کو ہم نے تمام لوگوں کے لیے یکساں مقرر کیا ہے۔ خواہ وہ وہیں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے اور جو شخص وہاں شرارت کے ساتھ حد سے تجاوز کرے، ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔" ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لفظ بادی باہر سے آنے والے کے معنی میں ہے اور **معکوفا** کا لفظ رکے ہوئے کے معنی میں ہے۔

١٥٨٨۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيْنَ تَنْزِلُ فِيْ دَارِكَ بِمَكَّةَ؟ فَقَالَ: ((وَهَلْ تَرَكَ عَقِيْلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ دُوْرٍ؟)) وَكَانَ عَقِيْلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ شَيْئًا لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ، وَكَانَ

(۱۵۸۸) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں ابن شہاب نے، انہیں علی بن حسین نے، انہیں عمرو بن عثمان نے اور انہیں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ مکہ میں کیا اپنے گھر میں قیام فرمائیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ "عقیل نے ہمارے لیے محلہ یا مکان چھوڑا ہی کب ہے۔" (سب بیچ کھوچ کر برابر کر دیئے) عقیل اور طالب، ابوطالب کے وارث ہوئے تھے۔ جعفر اور علی رضی اللہ عنہما کو وراثت میں کچھ نہیں ملا تھا، کیونکہ یہ دونوں مسلمان ہو گئے تھے اور عقیل رضی اللہ عنہ (ابتدا میں) اور

عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ، فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانُوْا يَتَأَوَّلُوْنَ قَوْلَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَنَصَرُوْا أُوْلَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ الآيَةَ [الأنفال: 72] [أطرافه في: ٣٠٥٨، ٤٢٨٢، ٦٧٦٤]

[مسلم: ٣٢٩٤، ٣٢٩٦؛ ابوداود: ٢٩١٠؛ ابن ماجه: ٢٧٣٠، ٢٩٤٢]

طالب اسلام نہیں لائے تھے۔ اس بنیاد پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ ابن شہاب نے کہا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے دلیل لیتے ہیں کہ ''جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اپنے مال اور جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی، وہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔''

تشریح: مجاہد سے منقول ہے کہ مکہ تمام مباح ہے نہ وہاں کے گھروں کا بیچنا درست ہے نہ کرایہ پر دینا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی منقول ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ثوری رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے اور جمہور علما کے نزدیک مکہ کے گھر مکان ملک ہیں اور مالک کے مر جانے کے بعد وہ وارثوں کے ملک ہو جاتے ہیں۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ (شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) کا بھی یہ قول ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ہاں خاص مسجد حرام میں سب مسلمانوں کا حق برابر ہے جو جہاں بیٹھ گیا اس کو وہاں سے کوئی اٹھا نہیں سکتا۔ اوپر کی آیت میں چونکہ عاکف اور معکوف کا مادہ ایک ہی ہے۔ اس لیے معکوف کی بھی تفسیر بیان کر دی۔

حدیث باب میں عقیل کا ذکر ہے۔ سو ابوطالب کے چار بیٹے تھے۔ عقیل، طالب، جعفر اور علی۔ علی اور جعفر نے تو نبی کریم ﷺ کا ساتھ دیا اور آپ کے ساتھ مدینہ آ گئے مگر عقیل مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے ابوطالب کی ساری جائیداد کے وہ وارث ہوئے۔ انہوں نے اسے بیچ ڈالا۔ نبی کریم ﷺ نے اسی کا ذکر فرمایا تھا جو یہاں مذکور ہے۔ کہتے ہیں کہ بعد میں عقیل مسلمان ہو گئے تھے۔ داؤدی نے کہا جو کوئی ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلا جاتا اس کا عزیز جو مکہ میں رہتا وہ ساری جائیداد دبا لیتا۔ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد ان معاملات کو قائم رکھا تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ ابوطالب کے یہ مکانات عرصہ دراز بعد محمد بن یوسف، حجاج ظالم کے بھائی نے ایک لاکھ دینار میں خرید لئے تھے۔ اصل میں یہ جائیداد ہاشم کی تھی، ان سے عبدالمطلب کو ملی۔ انہوں نے سب بیٹوں کو تقسیم کر دی۔ اسی میں نبی کریم ﷺ کا حصہ بھی تھا۔

آیت مذکورہ باب شروع اسلام میں مدینہ منورہ میں اتری تھی۔ اللہ پاک نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا وارث بنا دیا تھا۔ بعد میں یہ آیت اتری: ﴿وَاُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ﴾ (۸/ الانفال: ۷۵) یعنی غیر آدمیوں کی نسبت رشتہ دار میراث کے زیادہ حقدار ہیں۔ خیر اس آیت سے مومنوں کا ایک دوسرے کا وارث ہونا نکلتا ہے۔ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ مومن کافر کا وارث نہ ہوگا اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مضمون کی طرف اشارہ کیا جو اس کے بعد ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا﴾ (۸/ الانفال: ۷۲) یعنی جو لوگ ایمان بھی لے آئے مگر کافروں کے ملک سے ہجرت نہیں کی تو تم ان کے وارث نہیں ہو سکتے۔ جب ان کے وارث نہ ہوئے تو کافروں کے بطریق اولیٰ وارث نہ ہوں گے۔ (وحیدی)

بَابُ نُزُوْلِ النَّبِيِّ ﷺ مَكَّةَ

باب: نبی کریم ﷺ مکہ میں کہاں اترے تھے؟

قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ نُسِبَتِ الدُّوْرُ إِلَى عَقِيْلٍ وَتُوْرَثُ الدُّوْرُ وَتُبَاعُ وَتُشْتَرَى.

ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: گھروں کو (مذکورہ بالا حدیث میں) عقیل کی جانب منسوب کیا گیا اور گھر میراث ہوتے ہیں جو کہ بیچے جاتے

اور خریدے جاتے ہیں۔

١٥٨٩ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ حِيْنَ أَرَادَ قُدُوْمَ مَكَّةَ: ((مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ)). [اطرافه في: ١٥٩٠، ٣٨٨٢، ٤٢٨٤، ٤٢٨٥، ٧٤٧٩]

(۱۵۸۹) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ نے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب (منیٰ سے لوٹتے ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر) مکہ آنے کا ارادہ کیا تو فرمایا کہ "کل ان شاء اللہ ہمارا قیام اسی خیف بنی کنانہ (یعنی محصب) میں ہوگا جہاں (قریش نے) کفر پر اڑے رہنے کی قسم کھائی تھی۔"

١٥٩٠ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ بِمِنًى: ((نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ)) يَعْنِي لِذَلِكَ الْمُحَصَّبَ. وَذَلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَكِنَانَةَ تَحَالَفَتْ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ـ أَوْ بَنِي الْمُطَّلِبِ ـ أَنْ لَا يُنَاكِحُوْهُمْ، وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ حَتَّى يُسْلِمُوْا إِلَيْهِمُ النَّبِيَّ ﷺ وَقَالَ سَلَامَةُ: عَنْ عُقَيْلٍ وَيَحْيَى بْنُ الضَّحَّاكِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ. وَقَالَا: بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: بَنِي الْمُطَّلِبِ أَشْبَهُ. [راجع: ١٥٨٩] [مسلم: ٣١٧٥؛ ابوداود: ٢٠١١]

(۱۵۹۰) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے زہری نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ گیارہویں کی صبح کو جب نبی کریم ﷺ منیٰ میں تھے تو یہ فرمایا تھا کہ "کل ہم خیف بنی کنانہ میں قیام کریں گے جہاں قریش نے کفر کی حمایت کی قسم کھائی تھی۔" آپ کی مراد محصب سے تھی کیونکہ یہیں قریش اور کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب یا (راوی نے) بنو المطلب (کہا) کے خلاف حلف اٹھایا تھا کہ جب تک وہ نبی کریم ﷺ کو ان کے حوالہ نہ کردیں۔ ان کے ہاں بیاہ شادی نہ کریں گے اور نہ ان سے خرید و فروخت کریں گے۔ اور سلامہ بن روح نے عقیل اور یحییٰ بن ضحاک سے روایت کیا، ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا کہ مجھے ابن شہاب نے خبر دی، انہوں نے (اپنی روایت میں) بنو ہاشم اور بنو المطلب کہا۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بنو المطلب زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: کہتے ہیں اس مضمون کی ایک تحریری دستاویز مرتب کی گئی تھی۔ اس کو منصور بن عکرمہ نے لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ شل کردیا۔ جب یہ معاہدہ بنی ہاشم اور بنی مطلب نے سنا تو وہ گھبرائے مگر اللہ کی قدرت کہ اس معاہدہ کے کاغذ کو دیمک نے کھالیا۔ جو کعبہ شریف میں لٹکا ہوا تھا۔ کاغذ میں فقط وہ مقام رہ گیا جہاں اللہ کا نام تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی خبر ابوطالب کو دی۔ ابوطالب نے ان کافروں کو کہا میرا بھتیجا یہ کہتا ہے کہ جاکر اس کاغذ کو دیکھو اگر اس کا بیان صحیح نکلے تو اس کی ایذا دہی سے باز آؤ، اگر جھوٹ نکلے میں اسے تمہارے حوالہ کردوں گا پھر تم کو اختیار ہے۔ قریش نے جاکر دیکھا تو جیسا نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا تھا کہ ساری تحریر کو دیمک چاٹ گئی تھی۔ صرف اللہ کا نام رہ گیا تھا۔ تب وہ بہت شرمندہ ہوئے۔ نبی کریم ﷺ جو اس

مقام پر جا کر اترے تو آپ نے اللہ کا شکر کیا اور یاد کیا کہ ایک دن تو وہ تھا۔ ایک آج مکہ پر اسلام کی حکومت ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَّاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَo رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌo رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ﴾.

[إبراهيم: ٣٥-٣٧]

باب: اللہ تعالیٰ نے سورۂ ابراہیم میں فرمایا:

''اور جب ابراہیم نے کہا میرے رب! اس شہر کو امن کا شہر بنا اور مجھے اور میری اولاد کو اس سے محفوظ رکھنا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔ میرے رب! ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے پس جس نے میری پیروی کی پس بے شک وہ مجھ میں سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی پس بے شک تو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اے ہمارے! رب بے شک میں نے اپنی اولاد کو غیر ذی زرع وادی میں پاک گھر کے پاس سکونت پذیر کر دیا ہے، اے رب ہمارے! تا کہ وہ نماز قائم کریں پس تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما، تا کہ یہ شکر گزاری کریں۔''

تشریح: اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف آیت پر اکتفا کیا اور ارشاد فرمادیا کہ قرآن مجید کی رو سے مکہ شہر امن والا شہر ہے۔ یہاں بدامنی قطعاً حرام ہے اور اس شہر کو بت پرستی جیسے جرم سے پاک رہنا ہے اور یہاں کے اسماعیلی خاندان والوں کو بت پرستی سے دور ہی رہنا ہے۔ اللہ پاک نے ایک عرصہ دراز کے بعد اپنے خلیل کی دعا قبول کی کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے حضرت خلیل علیہ السلام کی دعا کے مطابق اس شہر کو باامن بنا دیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " لم يذكر في هذه الترجمة حديثا وكانه اشار الى حديث ابن عباس في قصة اسكان ابراهيم لهاجر وابنها في مكة۔" امام بخاری رحمہ اللہ نے گویا اس آیت کو لا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو یہاں لا کر آباد کرنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ آگے خود موجود ہے: ﴿رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ (۱۴/ابراہیم:۳۷) یعنی یا اللہ! میں نے اس بنجر بیابان میں اپنی اولاد کو لا کر محض اس لئے آباد کیا ہے تا کہ یہاں یہ تیرے گھر کعبہ کی خدمت کریں۔ یہاں نماز قائم کریں۔ پس تو لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دے (کہ وہ سالانہ حج کے لئے بڑی تعداد میں یہاں آیا کریں، جن کی آمدان کا ذریعہ معاش بھی ہو) اور ان کو پھلوں سے روزی دے تا کہ یہ شکر کریں۔ ہزارہا سال گزر جانے کے باوجود یہ ابراہیمی دعا آج بھی فضائے مکہ کی لہروں میں گونجتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ اس کی قبولیت کے پورے پورے اثرات دن بدن مستحکم ہی ہوتے جا رہے ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى:

﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ذَلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾.

باب: اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں فرمایا:

''اللہ نے کعبہ کو عزت والا گھر اور لوگوں کے قیام کی جگہ بنایا ہے اور اس طرح حرمت والے مہینہ کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وان الله بكل شيء عليم﴾ تک۔ (ساتھ ہی یہ بھی ہے جو حدیث ذیل میں مذکور ہے)

[المائدة: ٩٧]

١٥٩١ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ)). [طرفه في: ١٥٩٦]

[مسلم: ٧٣٠٥؛ نسائي: ٢٩٠٤]

(۱۵۹۱) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زیاد بن سعد نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے سعید بن میتب نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا ایک حقیر حبشی تباہ کر دے گا۔''

تشریح: مگر یہ قیامت کے قریب اس وقت ہوگا جب زمین پر ایک بھی مسلمان باقی نہ رہے گا۔ اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ جب تک دنیا میں ایک بھی کلمہ گو مسلمان باقی ہے کعبہ شریف کی طرف کوئی دشمن آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اہل اسلام بلحاظ تعداد ہر زمانہ میں بڑھتے ہی رہے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج بھی ایک ارب سے زائد مسلمان دنیا میں موجود ہیں۔ کثر اللہ امۃ الاسلام۔ آمین

١٥٩٢ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ؛ ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَآءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ، وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيْهِ الْكَعْبَةُ، فَلَمَّا فَرَضَ اللَّهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُوْمَهُ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ)).

[أطرافه في: ١٨٩٣، ٢٠٠١، ٢٠٠٢، ٣٨٣١، ٤٥٠٢، ٤٥٠٤]

(۱۵۹۲) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا (دوسری سند) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور مجھ سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن ابی حفصہ نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رمضان (کے روزے) فرض ہونے سے پہلے مسلمان عاشورا کا روزہ رکھتے تھے۔ عاشورا ہی کے دن (جاہلیت میں) کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے رمضان فرض کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ ''اب جس کا جی چاہے عاشورا کا روزہ رکھے جس کا جی چاہے چھوڑ دے۔''

تشریح: اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ اس میں عاشورا کے دن کعبہ پر پردہ ڈالنے کا ذکر ہے جس سے کعبہ شریف کی عظمت ثابت ہوئی جو باب کا مقصود ہے۔

١٥٩٣ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي عُتْبَةَ،

(۱۵۹۳) ہم سے احمد بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا، ان سے حجاج بن حجاج اسلمی نے، ان سے قتادہ نے، ان سے عبداللہ بن ابی عتبہ نے اور ان

عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتَ وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوْجِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ)) تَابَعَهُ أَبَانُ وَعِمْرَانُ عَنْ قَتَادَةَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ شُعْبَةَ ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُحَجَّ الْبَيْتُ)) وَالْأَوَّلُ أَكْثَرُ، قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ سَمِعَ قَتَادَةُ عَبْدَاللّٰهِ، وَعَبْدُاللّٰهِ أَبَا سَعِيْدٍ.

سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بیت اللہ کا حج اور عمرہ یاجوج اور ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی ہوتا رہے گا۔'' عبداللہ بن ابی عتبہ کے ساتھ اس حدیث کو ابان اور عمران نے قتادہ سے روایت کیا اور عبدالرحمٰن نے شعبہ کے واسطہ سے یوں بیان کیا کہ ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بیت اللہ کا حج بند نہ ہو جائے۔'' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ پہلی روایت زیادہ راویوں نے کی ہے اور قتادہ نے عبداللہ بن عتبہ سے سنا اور عبداللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔

تشریح: یاجوج ماجوج دو کافر قومیں یافث بن نوح کی اولاد ہیں جن کی اولاد میں روسی اور ترک بھی ہیں قیامت کے قریب وہ ساری دنیا پر قابض ہو کر بڑا دھند مچائیں گے۔ پورا ذکر علامات قیامت میں آئے گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو یہاں اس لئے لائے کہ اس کی دوسری روایت میں بظاہر تعارض ہے اور فی الحقیقت تعارض نہیں، اس لئے کہ قیامت تو یاجوج اور ماجوج کے نکلنے اور ہلاک ہونے کے بہت دنوں بعد قائم ہوگی تو یاجوج اور ماجوج کے وقت میں لوگ حج اور عمرہ کرتے رہیں گے۔ اس کے بعد پھر قرب قیامت پر لوگوں میں کفر پھیل جائے گا اور حج اور عمرہ موقوف ہو جائے گا۔ ابان کی روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور عمران کی روایت کو ابویعلی اور ابن خزیمہ نے وصل کیا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "لا يزال الناس على دين ما حجوا البيت واستقبلوا القبلة۔" (فتح) یعنی مسلمان اپنے دین پر اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک وہ کعبہ کا حج اور اس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے رہیں گے۔

بَابُ كِسْوَةِ الْكَعْبَةِ

باب: کعبہ پر غلاف چڑھانا

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا جائز ہے یا اس کے غلاف کا تقسیم کرنا۔ کہتے ہیں سب سے پہلے تبع حمیری نے اس پر غلاف چڑھایا، اسلام سے نو برس پہلے۔ بعض نے کہا عدنان نے اور ریشمی غلاف عبداللہ بن زبیر نے چڑھایا اور نبی کریم ﷺ کے عہد میں اس کا غلاف انطاع اور کمبل کا تھا۔ پھر آپ نے یمنی کپڑے کا غلاف چڑھایا۔

١٥٩٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: جِئْتُ إِلَى شَيْبَةَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكَعْبَةِ فَقَالَ: لَقَدْ جَلَسَ هَذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ فَقَالَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أَدَعَ فِيْهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهُ.

(۱۵۹۴) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے واصل احدب نے بیان کیا اور ان سے ابووائل نے بیان کیا کہ میں شیبہ کی خدمت میں حاضر ہوا (دوسری سند) اور ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے واصل سے بیان کیا اور ان سے ابووائل نے بیان کیا کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تو شیبہ نے فرمایا کہ اسی جگہ بیٹھ کر عمر رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ) فرمایا کہ میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ کعبہ کے اندر جتنا سونا چاندی ہے اسے نہ چھوڑوں (جسے زمانہ جاہلیت میں کفار نے جمع کیا تھا) بلکہ سب کو نکال کر (مسلمانوں میں) تقسیم کر دوں۔ میں

قُلْتُ: إِنَّ صَاحِبَيْكَ لَمْ يَفْعَلَا. قَالَ: هُمَا الْمَرْآنِ أَقْتَدِي بِهِمَا. [طرفه في: ٧٢٧٥] [ابو داود: ٢٠٣١؛ ابن ماجه: ٣١١٦]

نے عرض کیا کہ آپ کے ساتھیوں (نبی کریم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے تو ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں بھی انہیں کی پیروی کر رہا ہوں (اسی لیے میں اس کو ہاتھ نہیں لگاتا)۔

"قال الاسماعيلى ليس فى حديث الباب لكسوة الكعبة ذكر يعنى فلا يطابق الترجمة وقال ابن بطال معنى الترجمة صحيح و وجهها انه معلوم ان الملوك في كل زمان كانوا يتفاخرون بكسوة الكعبة برفيع الثياب المنسوجة بالذهب وغيره كما يتفاخرون بتسبيل الاموال لها فاراد البخارى ان عمر لما راى قسمة الذهب والفضة صوابا كان حكم الكسوة حكم المال تجوز قسمتها بل ما فضل من كسوتها اولى بالقسمة وقال ابن المنير فى الحاشية يحتمل ان مقصوده التنبيه على ان كسوة الكعبة مشروع والحجة فيه انها لم تزل تقصد بالمال يوضع فيها على معنى الزينة اعظاما لها فالكسوة من هذا القبيل" (فتح البارى)

تشریح: بیت اللہ شریف پر غلاف ڈالنے کا رواج بہت قدیم زمانہ سے ہے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے کعبہ مقدس کو غلاف پہنایا وہ حمیر کا بادشاہ اسعد ابو کرب ہے۔ یہ شخص جب مکہ شریف آیا تو نہایت بردیمانی سے غلاف تیار کرا کر ہمراہ لایا اور بھی مختلف اقسام کی سوتی وریشمی چادروں کے پردے ساتھ تھے۔

قریش جب خانہ کعبہ کے متولی ہوئے تو عام چندہ سے ان کا نیا غلاف سالانہ تیار کرا کر کعبہ شریف کو پہنانے کا دستور ہو گیا۔ یہاں تک کہ ابو ربیعہ بن مغیرہ مخزومی کا زمانہ آیا جو قریش میں بہت ہی سخی اور صاحب ثروت تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ ایک سال چندے سے غلاف تیار کیا جائے اور ایک سال میں اکیلا اس کے جملہ اخراجات برداشت کیا کروں گا۔ اسی بنا پر اس کا نام عدل قریش پڑ گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ نبیلہ بنت حرام نے قبل از اسلام ایک غلاف چڑھایا تھا جس کی صورت یہ ہوئی کہ نوعمر بچہ یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بھائی خوار نامی گم ہو گیا تھا۔ اور انہوں نے منت مانی کہ میرا بچہ مل گیا تو کعبہ پر غلاف چڑھاؤں گی۔ چنانچہ ملنے پر انہوں نے اپنی منت پوری کی۔

۸ھ میں مکہ دارالاسلام بن گیا اور نبی کریم ﷺ نے یمنی چادر کا غلاف ڈالا۔ آپ کی وفات کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی پیروی کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب مصر فتح ہو گیا تو آپ نے قباطی مصری کا جو کہ بیش قیمت کپڑا ہے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا اور سالانہ اس کا اہتمام فرمایا۔ آپ پچھلے سال کا غلاف حاجیوں پر تقسیم فرما دیا کرتے اور نیا غلاف چڑھا دیا کرتے تھے۔ شروع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی عمل رہا ایک دفعہ آپ نے غلاف کعبہ کا کپڑا کسی حائضہ عورت کو پہنے ہوئے دیکھا تو اس کی عادت بدل دی اور قدیم غلاف دفن کیا جانے لگا۔ اس کے بعد ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ دیا کہ یہ اضاعت مال ہے، اس لئے بہتر ہے کہ پرانا پردہ فروخت کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کی قیمت غریبوں میں تقسیم ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ بنو شیبہ بلاشرکت غیرے اس کے مالک بن گئے۔

اکثر سلاطین اسلام کعبہ شریف پر غلاف ڈالنے کو اپنا فخر سمجھتے رہے اور قسم قسم کے یمنی غلاف سالانہ چڑھاتے رہے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک غلاف ۱۰ محرم کو اور دوسرا قباطی کا ۲۹ رمضان کو چڑھا دیا گیا تھا۔ خلیفہ مامون رشید نے اپنے عہد خلافت میں بجائے ایک کے تین غلاف بھیجے۔ جن میں ایک مصری پارچہ کا تھا۔ اور دوسرا سفید دیبا کا اور تیسرا سرخ دیبا کا تھا تا کہ پہلا یکم رجب کو اور دوسرا ۲۷ رمضان کو اور تیسرا آٹھویں ذی الحجہ کو بیت اللہ پر چڑھایا جائے۔ خلفائے عباسیہ کو اس کا بہت زیادہ اہتمام تھا اور سیاہ کپڑا ان کا شعار تھا۔ اس لیے اکثر سیاہ ریشم ہی کا غلاف کعبہ کے لئے تیار ہوتا تھا۔ سلاطین کے علاوہ دیگر امرا و اہل ثروت بھی اس خدمت میں حصہ لیتے تھے اور ہر شخص چاہتا تھا کہ میرا غلاف تادیر ملبوس رہے۔ اس لئے اوپر نیچے بہت سے غلاف بیت اللہ پر جمع ہو گئے۔

۱۶۰ھ میں سلطان مہدی عباسی جب حج کے لئے آئے تو خدام کعبہ نے کہا کہ بیت اللہ پر اتنے غلاف جمع ہو گئے ہیں کہ بنیادوں کو ان کے بوجھ

کا تحمل دشوار ہے۔ سلطان نے حکم دے دیا کہ تمام غلاف اتار دیئے جائیں اور آیندہ ایک سے زیادہ غلاف نہ چڑھایا جائے۔
عباسی حکومت جب ختم ہوگئی تو ۶۵۹ھ میں شاہ یمن ملک مظفر نے اس خدمت کو انجام دیا۔ اس کے بعد مدت تک خالص یمن سے غلاف آتا رہا اور کبھی شاہان مصر کی شرکت میں مشترکہ۔ خلافت عباسیہ کے بعد شاہان مصر میں سب سے پہلے اس خدمت کا فخر ملک ظاہر بیبرس کو نصیب ہوا۔ پھر شاہان مصر نے مستقل طور پر اس کے اوقاف کر دیئے اور غلاف کعبہ سالانہ مصر سے آنے لگا۔ ۷۵۱ھ میں ملک مجاہد نے چاہا کہ مصری غلاف اتار دیا جائے اور میرے نام کا غلاف چڑھایا جائے مگر مکہ مکرمہ سے جب یہ خبر شاہ مصر کو پہنچی تو ملک مجاہد گرفتار کر لیا گیا۔
کعبہ شریف کو بیرونی غلاف پہنانے کا دستور تو زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے مگر اندرونی غلاف کے متعلق تقی الدین فارسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ملک ناصر حسن چرکسی نے ۷۶۱ھ میں کعبہ کا اندرونی غلاف روانہ کیا تھا۔ جو تخمیناً ۸۱۷ھ تک کعبے کے اندر دیواروں پر لٹکا رہا۔ اس کے بعد ملک الاشرف ابونصر سیف الدین سلطان مصر نے ۸۲۵ھ میں سرخ رنگ کا اندرونی غلاف کعبے کے لئے روانہ کیا۔ آج کل یہ غلاف خود حکومت سعودیہ عربیہ خلدھا اللہ تعالیٰ کے زیر اہتمام تیار کرایا جاتا ہے۔

بَابُ هَدْمِ الْكَعْبَةِ

باب: کعبہ کے گرانے کا بیان

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ، فَيُخْسَفُ بِهِمْ)).

اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک فوج بیت اللہ پر چڑھائی کرے گی اور وہ زمین میں دھنسا دی جائے گی۔''

۱۵۹۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ الْأَخْنَسِ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ، يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا)).

(۱۵۹۵) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن اخنس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''گویا میری نظروں کے سامنے وہ پتلی ٹانگوں والا سیاہ آدمی ہے جو خانہ کعبہ کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ پھینکے گا۔''

۱۵۹۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ)). [راجع: ۱۵۹۱] [مسلم: ۷۳۰۶]

(۱۵۹۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا حبشی خراب کرے گا۔''

تشریح: اوپر والی حدیث میں افحج کا لفظ ہے۔ اور افحج وہ ہے جو اکڑتا ہوا چلے یا چلتے میں اس کے دونوں پنجے تو نزدیک رہیں اور دونوں ایڑیوں میں فاصلہ رہے۔ وہ حبشی مردود جو قیامت کے قریب کعبہ ڈھائے گا وہ اسی شکل کا ہوگا۔ دوسری روایت میں ہے اسکی آنکھیں نیلی، ناک پھیلی ہوئی ہوگی، پیٹ بڑا ہوگا۔ اس کے ساتھ اور لوگ ہوں گے، وہ کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھاڑ ڈالیں گے اور سمندر میں لے جا کر پھینک دیں گے۔ یہ قیامت کے بالکل نزدیک ہوگا۔ اللہ ہر فتنے سے بچائے۔ آمین
"ووقع هذا الحديث عند احمد من طريق سعيد بن سمعان عن ابى هريرة باتم من هذا السياق ولفظه يبايع للرجل بين الركن والمقام ولن يستحل هذا البيت الا اهله فاذا استحلوه فلا تسال عن هلكة العرب ثم تجيء الحبشة فيخربونه خرابا لا يعمر بعده ابدا وهم الذين يستخرجون كنزه ولا بي قرة في السفن من وجه آخر عن ابى هريرة مرفوعا لا

يستخرج كنز الكعبة الاذو السويقتين من الحبشة ونحوه لابى داود من حديث عبدالله بن عمرو بن العاص وزاد احمد والطبرانى من طريق مجاهد عنه فيسلبها حليتها ويجردها من كسوتها كانى انظر اليه اصيلع افيدع يضرب عليها بمسحاته اوبمعوله۔"

"قيل هذا الحديث يخالف قوله تعالى﴿اولم يروا انا جعلنا حرما آمنا﴾ولان الله حبس عن مكة الفيل ولم يمكن اصحابه من تخريب الكعبة ولم تكن اذا ذاك قبلة فكيف يسلط عليها الحبشة بعد ان صارت قبلة للمسلمين واجيب بان ذلك محمول على انه يقع فى اخر الزمان قرب قيام الساعة حيث لايبقى فى الارض احد يقول الله الله كما ثبت فى صحيح مسلم لا تقوم الساعة حتى لا يقال فى الارض الله الله واعترض بعض الملحدين على الحديث الماضى فقال كيف سودته خطايا المشركين ولم تبيضه طاعات اهل التوحيد واجيب بما قال ابن قتيبة لو شاء الله لكان ذلك وانما اجرى الله العادة بان السواد يصبغ ولا ينصبغ على العكس من البياض۔" (فتح البارى)

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ

باب: حجر اسود کا بیان

١٥٩٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ، فَقَالَ: إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ. [طرفاه في: ١٦٠٥، ١٦١٠] [مسلم: ٣٠٧٠؛ ابوداود: ١٨٧٣؛ ترمذي: ٨٦٠؛ نسائي: ٢٩٣٧]

(۱۵۹۷) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں ابراہیم نے، انہیں عابس بن ربیعہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا اور فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے، نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے میں نہ دیکھتا تو میں بھی کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔

تشریح: حجر اسود وہ کالا پتھر ہے جو کعبہ کے مشرقی کونے میں لگا ہوا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حجر اسود جنت کا پتھر ہے۔ پہلے وہ دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا پھر لوگوں کے گناہوں نے اس کو کالا کر دیا۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا اے امیر المؤمنین! یہ پتھر بگاڑ اور فائدہ کر سکتا ہے، قیامت کے دن اس کی آنکھیں ہوں گی اور زبان اور ہونٹ اور وہ گواہی دے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا ابوالحسن! جہاں تم نہ ہو وہاں اللہ مجھ کو نہ رکھے۔ ذہبی نے کہا کہ حاکم کی روایت ساقط ہے۔ خود مرفوع حدیث میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے بھی حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت ایسا ہی فرمایا تھا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کہا۔ اخرجه ابن ابی شیبة اس کا مطلب یہ کہ تیرا چومنا محض نبی کریم ﷺ کی اتباع کی نیت سے ہے۔

اس روایت سے صاف نکلا کہ قبروں کی چوکھٹ چومنا یا قبروں کی زمین چومنا یا خود قبر کو چومنا یہ سب ناجائز کام ہیں۔ بلکہ بدعات سیئہ ہیں۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو صرف اس لیے چوما کہ نبی کریم ﷺ نے اسے چوما تھا اور نبی کریم ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہیں منقول نہیں ہے کہ انہوں نے قبر کا بوسہ لیا ہو۔ یہ سب کام جاہلوں نے نکالے ہیں اور شرک ہیں کیونکہ جن کی قبروں کو چومتے ہیں ان کو اپنے نفع کا مالک گردانتے ہیں اور ان کی دہائی دیتے اور ان سے مراد مانگتے ہیں۔ لہٰذا شرک ہونے میں کیا کلام ہے۔ کوئی خالص محبت سے چومے تو یہ بھی غلط اور بدعت ہوگا اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہیں کسی قبر کو چومنے کا ثبوت نہیں ہے۔ علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قال الطبری انما قال ذلك عمر لان الناس كانوا حديثی عهد بعبادة الاصنام فخشی عمر ان يظن الجهال ان استلام الحجر من باب تعظيم بعض الاحجار كما كانت العرب تفعل فی الجاهلية فاراد عمر ان يعلم الناس ان استلامه اتباع لفعل رسول الله ﷺ لا لان الحجر ينفع اويضر بذاته كما كانت الجاهلية تعتقده فی الاوثان۔" (فتح الباری)

یہ وہ تاریخی پتھر ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مبارک جسموں سے مس ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جس وقت خانہ کعبہ کی عمارت بن چکی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا کہ ایک پتھر لاؤ تاکہ اس کو ایسے مقام پر لگا دوں جہاں سے طواف شروع کیا جائے۔ تاریخ مکہ میں ہے: "فقال ابراهيم لاسماعيل يا اسماعيل ايتنی بحجر اضعه حتی يكون علما للناس يبتدون منه الطواف" یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا کہ ایک پتھر لاؤ تاکہ میں ایسی جگہ نصب کردوں جہاں سے لوگ طواف شروع کریں۔

بعض روایات کی بنا پر اس پتھر کی تاریخ حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے ہبوط کے ساتھ ساتھ شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ طوفان نوح کے وقت یہ پتھر بہہ کر کوہ ابوقبیس پر چلا گیا تھا۔ اسی موقع پر کوہ ابوقبیس سے صدا بلند ہوئی کہ اے ابراہیم! یہ امانت ایک مدت سے میرے سپرد ہے۔ آپ نے وہاں سے اس پتھر کو حاصل کر کے کعبہ کے ایک کونہ میں نصب کر دیا اور کعبہ شریف کا طواف کرنے کے لئے اس کو شروع کرنے اور ختم کرنے کا مقام ٹھہرایا۔

حاجیوں کے لئے حجر اسود کو بوسہ دینا یا ہاتھ لگانا یہ کام مسنون اور کار ثواب ہیں۔ قیامت کے دن یہ پتھر ان لوگوں کی گواہی دے گا جو اللہ کے گھر کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور اس کو ہاتھ لگا کر حج یا عمرہ کی شہادت ثبت کراتے ہیں۔

بعض روایات کی بنا پر عہد ابراہیمی میں پیمان لینے کا یہ عام دستور تھا کہ ایک پتھر رکھ دیا جاتا جس پر لوگ آ کر ہاتھ مارتے۔ اس کے معنی یہ ہوتے کہ جس عہد کے لئے وہ پتھر گاڑا گیا ہے اس کو انہوں نے تسلیم کر لیا۔ بلکہ اپنے دلوں میں اس پتھر کی طرح مضبوط گاڑ لیا۔ اسی دستور کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے متندی قوموں کے لئے یہ پتھر نصب کیا تاکہ جو شخص بیت اللہ شریف میں داخل ہو اس پتھر پر ہاتھ رکھے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے توحید الٰہی کے بیان کو قبول کر لیا۔ اگر جان بھی دینی پڑے گی تو اس سے منحرف نہ ہوگا۔ گویا حجر اسود کا استلام اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے۔ اس تمثیل کی تصریح ایک حدیث میں یوں آئی ہے: "عن ابن عباس مرفوعا الحجر الاسود يمين الله فی ارضه يصافح به خلقه۔" (طبرانی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حجر اسود زمین میں گویا اللہ کا دایاں ہاتھ ہے۔ جس سے اللہ اپنے بندوں سے مصافحہ فرماتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: "نزل الحجر الاسود من الجنة وهو اشد بياضا من اللبن فسودته خطايا بنی ادم۔" (رواه احمد والترمذی) یعنی حجر اسود جنت سے نازل ہوا تو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا مگر انسانوں کی خطا کاریوں نے اس کو سیاہ کر دیا۔ اس سے حجر اسود کی شرافت و بزرگی مراد ہے۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس تاریخی پتھر کو نطق اور بصارت سے سرفراز کرے گا۔ جن لوگوں نے حقانیت کے ساتھ توحید الٰہی کا عہد کرتے ہوئے اس کو چوما ہے، ان پر یہ گواہی دے گا۔ ان فضائل کے باوجود کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ یہ پتھر معبود ہے اس کے اختیار میں نفع و ضرر ہے۔

ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے صاف اعلان فرمایا کہ "انی اعلم انك حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رايت رسول الله ﷺ يقبلك ما قبلتك۔" (رواه السنة واحمد) یعنی میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے، تیرے قبضے میں نہ کسی کا نفع ہے نہ نقصان اور اگر رسول اللہ ﷺ کو میں نے تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بھی بوسہ نہ دیتا۔

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"انما قال ذلك عمر لان الناس كانوا حديثی عهد بعبادة الاصنام فخشی عمران يظن الجهال ان استلام الحجر من

باب تعظيم بعض الاحجار كما كانت تفعل فى الجاهلية فاراد عمران يعلم الناس ان استلامه اتباع لفعل رسول الله ﷺ لاكان الحجر ينفع ويضر بذاته كما كانت الجاهلية تعتقده فى الاوثان۔"

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان اس لئے کیا کہ اکثر لوگ بت پرستی سے نکل کر قریبی زمانہ میں اسلام کے اندر داخل ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خطرے کو محسوس کر لیا کہ جاہل لوگ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق پتھروں کی تعظیم ہے۔ اس لئے آپ نے لوگوں کو آگاہ کیا کہ حجر اسود کا استلام صرف اللہ کے رسول کی اتباع میں کیا جاتا ہے ورنہ حجر اسود اپنی ذات میں نفع یا نقصان پہنچانے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا، جیسا عہد جاہلیت کے لوگ بتوں کے بارے میں اعتقاد رکھتے تھے۔

ابن ابی شیبہ اور دار قطنی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھی یہی الفاظ نقل کیے ہیں کہ آپ نے بھی حجر اسود کے استلام کے وقت یوں فرمایا "میں جانتا ہوں کہ تیری حقیقت ایک پتھر سے زیادہ کچھ نہیں۔ نفع یا نقصان کی کوئی طاقت تیرے اندر نہیں ہے۔ اگر میں نے نبی کریم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھ کو نہ دیتا"۔

بعض محدثین نے خود نبی کریم ﷺ کے بھی یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں کہ آپ ﷺ نے حجر کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا "میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جس میں نفع و نقصان کی تاثیر نہیں ہے۔ اگر مجھے میرے رب کا حکم نہ ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا"۔

اسلامی روایات کی روشنی میں حجر اسود کی حیثیت ایک تاریخی پتھر کی ہے جس کو اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت ایک "بنیادی پتھر" کی حیثیت سے نصب کیا۔ اس لحاظ سے دین حنیف کی ہزار ہا سالہ تاریخ اس پتھر کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے۔ اہل اسلام اس کی جو بھی تعظیم استلام وغیرہ کی شکل میں کرتے ہیں وہ سب کچھ صرف اسی بنا پر ہے۔ ملت ابراہیمی کا اللہ کے ہاں مقبول ہونا اور مذہب اسلام کی حقانیت پر بھی یہ پتھر ایک تاریخی شاہد عادل کی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جس کو ہزار ہا سال کے بے شمار انقلابات فنا نہ کر سکے۔ وہ جس طرح ہزاروں برس پہلے نصب کیا گیا تھا آج بھی اسی شکل میں اسی جگہ تمام دنیا کے حوادثات و انقلابات کا مقابلہ کرتے ہوئے موجود ہے۔ اس کو دیکھنے سے اس کو چومنے سے ایک سچے مسلمان موحد کی نظروں کے سامنے دین حنیف کے چار ہزار سالہ تاریخی اوراق یکے بعد دیگرے الٹنے لگ جاتے ہیں۔ حضرت خلیل اللہ اور حضرت ذبیح اللہ علیہما السلام کی پاک زندگیاں سامنے آ کر معرفت حق کی نئی نئی راہیں دماغوں کے سامنے کھول دیتی ہیں۔ ‌روحانیت وجد میں آ جاتی ہے۔ توحید پرستی کا جذبہ جوش مارنے لگتا ہے۔ حجر اسود بنائے توحید کا ایک بنیادی پتھر ہے "دعائے خلیل و نوید مسیحا" حضرت سید الانبیا علیہم السلام کی صداقت کے اظہار کے لئے ایک غیر فانی یادگار ہے۔ اس مختصر سے تبصرہ کے بعد کتاب اللہ و سنت رسول کی روشنی میں اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ مصنوعات الٰہیہ میں جو چیز بھی محترم ہے وہ بالذات محترم نہیں ہے بلکہ پیغمبر اسلام کی تعلیم و ارشاد کی وجہ سے محترم ہے۔ اسی کلیہ کے تحت خانہ کعبہ، حجر اسود، صفا مروہ وغیرہ وغیرہ محترم قرار پائے۔ اسی لئے اسلام کا کوئی فعل بھی جس کو وہ عبادت یا لائق عظمت قرار دیتا ہو، ایسا نہیں ہے جس کی سند سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے حق تعالیٰ تک نہ پہنچتی ہو۔ اگر کوئی مسلمان ایسا فعل ایجاد کرے جس کی سند پیغمبر ﷺ تک نہ پہنچتی ہو تو وہ فعل نظروں میں کیسا بھی پیارا اور عقل کے نزدیک کتنا ہی مستحسن کیوں نہ ہو، اسلام فوراً اس پر بدعت ہونے کا حکم لگا دیتا ہے اور صرف اس لئے اس کو نظروں سے گرا دیتا ہے کہ اس کی سند حضرت رسول اللہ ﷺ تک نہیں پہنچتی بلکہ وہ ایک غیر ملہم انسان کا ایجاد کیا ہوا فعل ہے۔

اسی پاک تعلیم کا اثر ہے کہ سارا کعبہ باوجودیکہ ایک گھر ہے مگر حجر اسود اور رکن یمانی و ملتزم پر پیغمبر اسلام ﷺ نے جو طریق استلام یا چمٹنے کا بتلایا ہے مسلمان اس سے انچ بھر آگے نہیں بڑھتے۔ نہ دوسری دیواروں کے پتھروں کو چومتے ہیں۔ کیونکہ مسلمان مخلوقات الٰہیہ کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں پیغمبر ﷺ کے ارشاد و عمل کے تابع ہیں۔

بَابُ إِغْلَاقِ الْبَيْتِ وَيُصَلِّي   باب: کعبہ کا دروازہ اندر سے بند کر لینا اور اس کے

فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ

ہر کونے میں نماز پڑھنا جدھر چاہے

١٥٩٨ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ قَالَ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْبَيْتَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَبِلَالٌ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، فَأَغْلَقُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَلَمَّا فَتَحُوْا، كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ وَلَجَ، فَلَقِيْتُ بِلَالًا فَسَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ، بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ. [راجع: ٣٩٧]

(۱۵۹۸) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور اسامہ بن زید اور بلال اور عثمان بن ابی طلحہ چاروں خانہ کعبہ کے اندر گئے اور اندر سے دروازہ بند کرلیا۔ پھر جب دروازہ کھولا تو میں پہلا شخص تھا جو اندر گیا۔ میری ملاقات بلال سے ہوئی۔ میں نے پوچھا کیا نبی کریم ﷺ نے (اندر) نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ ہاں! دونوں یمنی ستونوں کے درمیان آپ نے نماز پڑھی ہے۔

تشریح: حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کعبہ شریف میں داخل ہو کر اور دروازہ بند کر کے جدھر چاہے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ دروازہ بند کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اگر وہ کھلا رہے تو ادھر منہ کر کے نمازی کے سامنے کعبہ کا کوئی حصہ نہیں رہ سکتا جس کی طرف رخ کرنا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دونوں یمنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی جو اتفاقی چیز تھی۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ

باب: کعبہ کے اندر نماز پڑھنا

١٥٩٩ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قِبَلَ الْوَجْهِ حِيْنَ يَدْخُلُ، وَيَجْعَلُ الْبَابَ قِبَلَ الظَّهْرِ، يَمْشِيْ حَتَّى يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيْبًا مِنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ، فَيُصَلِّيْ، يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِيْ أَخْبَرَهُ بِلَالٌ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى فِيْهِ، وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَأْسٌ أَنْ يُصَلِّيَ فِيْ أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ. [راجع: ٣٩٧]

(۱۵۹۹) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی، انہیں نافع نے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ کے اندر داخل ہوتے تو سامنے کی طرف چلتے اور دروازہ پیٹھ کی طرف چھوڑ دیتے۔ آپ اسی طرح چلتے رہتے اور جب سامنے کی دیوار تقریباً تین ہاتھ رہ جاتی تو نماز پڑھتے تھے۔ اس طرح آپ اس جگہ نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے تھے جس کے متعلق بلال رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وہیں نماز پڑھی تھی۔ لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کعبہ میں جس جگہ بھی کوئی چاہے نماز پڑھ لے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ

باب: جو کعبہ میں داخل نہ ہوا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحُجُّ كَثِيْرًا وَلَا يَدْخُلُ.

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اکثر حج کرتے مگر کعبہ کے اندر نہیں جاتے تھے۔

١٦٠٠ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ

(۱۶۰۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان

عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَهُ مَنْ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَقَالَ: لَهُ رَجُلٌ أَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْكَعْبَةَ قَالَ: لَا. [أطرافه في: ١٧٩١، ٤١٨٨، ٤٢٥٥]

[ابوداود: ١٩٠٢؛ ابن ماجه: ٢٩٩٠]

کیا، انہیں اسماعیل بن ابی خالد نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا تو آپ نے کعبہ کا طواف کر کے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ کے ساتھ کچھ لوگ تھے جو آپ کے اور لوگوں کے درمیان آڑ بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک صاحب نے ابن ابی اوفیٰ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ نہیں۔

تشریح: یعنی کعبہ کے اندر داخل ہونا کوئی لازمی رکن نہیں۔ نہ حج کی کوئی عبادت ہے۔ اگر کوئی کعبہ کے اندر نہ جائے تو کچھ قباحت نہیں۔ نبی کریم ﷺ خود حجۃ الوداع کے موقع پر اندر نہیں گئے۔ نہ عمرۃ القضاء میں آپ اندر گئے نہ عمرہ جعرانہ کے موقع پر۔ غالباً اس لئے بھی نہیں کہ ان دنوں کعبہ میں بت رکھے ہوئے تھے۔ پھر فتح مکہ کے وقت آپ نے کعبہ شریف کی تطہیر کی اور بتوں کو نکالا۔ تب آپ اندر تشریف لے گئے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ اندر نہیں گئے حالانکہ اس وقت کعبہ میں بت بھی نہ تھے۔ غالباً اس لئے کہ لوگ اسے لازمی نہ سمجھ لیں۔

بَابُ مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ

باب: جس نے کعبہ کے چاروں کونوں میں تکبیر کہی

١٦٠١ـ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ الْآلِهَةُ فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ فَأَخْرَجُوا صُورَةَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فِي أَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَمَا وَاللَّهِ! لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ)). فَدَخَلَ الْبَيْتَ، فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِيهِ، وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ. [راجع: ٣٩٨][مسلم: ٢٠٢٧]

(١٦٠١) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب (فتح مکہ کے دن) تشریف لائے تو آپ ﷺ نے کعبہ کے اندر جانے سے اس لیے انکار فرمایا کہ اس میں بت رکھے ہوئے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا اور وہ نکالے گئے، لوگوں نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے بت بھی نکالے۔ ان کے ہاتھوں میں فال نکالنے کے تیر دے رکھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ان مشرکوں کو غارت کرے، اللہ کی قسم! انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ان بزرگوں نے تیر سے فال کبھی نہیں نکالی۔'' اس کے بعد آپ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور چاروں طرف تکبیر کہی۔ آپ نے اندر نماز نہیں پڑھی۔

تشریح: مشرکین مکہ نے خانہ کعبہ میں حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کے بتوں کے ہاتھوں میں تیر دے رکھے تھے اور ان سے فال نکالا کرتے۔ اگر افعل (اس کام کو کر) والا تیر نکلتا تو کرتے اگر لاتفعل (نہ کر) والا ہوتا تو وہ کام نہ کرتے۔ یہ سب کچھ حضرات انبیا علیہم السلام پر ان کا افترا تھا۔ قرآن نے اس کو ﴿رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ (٥/ المائدہ:٩٠) کہا کہ یہ گندے شیطانی کام ہیں۔ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز ایسے ڈھکوسلوں میں نہ پھنسنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ میں کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ پھر آپ اندر داخل ہوئے اور خوشی میں کعبہ کے چاروں کونوں میں آپ نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا: ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ (١٧/ بنی اسرائیل:٨١)

بَابٌ: كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ؟

باب: رمل کی ابتدا کیسے ہوئی؟

١٦٠٢ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ـ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ ـ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفْدٌ وَهَنَهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ. فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَرْمُلُوا الأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ، وَأَنْ يَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ، وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ. [طرفه في: ٤٢٥٦] [مسلم: ٣٠٥٩؛ ابوداود: ١٨٨٦؛ نسائي: ٢٩٤٥]

(١٦٠٢) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ (عمرۃ القضاء ۷ھ میں) جب رسول اللہ ﷺ (مکہ) تشریف لائے تو مشرکوں نے کہا کہ محمد ﷺ آئے ہیں، ان کے ساتھ ایسے لوگ آئے ہیں جنہیں یثرب (مدینہ منورہ) کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل (تیز چلنا جس سے اظہار قوت ہو) کریں اور دونوں یمانی رکنوں کے درمیان حسب معمول چلیں اور آپ نے یہ حکم نہیں دیا کہ سب پھیروں میں رمل کریں اس لیے کہ ان پر آسانی ہو۔

تشریح: رمل کا سبب حدیث بالا میں خود ذکر ہے۔ مشرکین نے سمجھا تھا کہ مسلمان مدینہ کی مرطوب آب و ہوا سے بالکل کمزور ہو چکے ہیں۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں ذرا اکڑ کر تیز چال چلیں، مونڈھوں کو ہلاتے ہوئے تاکہ کفار مکہ دیکھیں اور اپنے غلط خیال کو واپس لے لیں۔ بعد میں یہ عمل بطور سنت جاری رہا اور اب بھی جاری ہے۔ اب یادگار کے طور پر رمل کرنا چاہیے تاکہ اسلام کے عروج کی تاریخ یاد رہے۔ اس وقت کفار مکہ دونوں شامی رکنوں کی طرف جمع ہوا کرتے تھے، اس لئے اسی حصہ میں رمل سنت قرار پایا۔

بَابُ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ الأَسْوَدِ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا

باب: جب کوئی مکہ میں آئے تو حجر اسود کو چومے طواف شروع کرتے وقت تین پھیروں میں رمل کرے

١٦٠٣ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ، إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الأَسْوَدَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ.
[أطرافه في: ١٦٠٤، ١٦١٦، ١٦١٧، ١٦٤٤]
[مسلم: ٣٠٥٠؛ نسائي: ٢٩٤٢]

(١٦٠٣) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں زہری نے، انہیں سالم نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ جب آپ مکہ تشریف لاتے تو پہلے طواف شروع کرتے وقت حجر اسود کو بوسہ دیتے اور سات چکروں میں سے پہلے تین چکروں میں رمل کرتے تھے۔

بَابُ الرَّمَلِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

باب: حج اور عمرہ میں رمل کرنے کا بیان

١٦٠٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَعَى النَّبِيُّ ﷺ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ وَمَشَى أَرْبَعَةً فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ. تَابَعَهُ اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي كَثِيْرُ بْنُ فَرْقَدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ١٦٠٣] [نسائي: ٢٩٤٣]

(۱۶۰۴) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سریج بن نعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلیح نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تین چکروں میں رمل کیا اور بقیہ چار چکروں میں حسب معمول چلے، حج اور عمرہ دونوں میں۔ سریج کے ساتھ اس حدیث کو لیث نے روایت کیا ہے۔ کہا کہ مجھ سے کثیر بن فرقد نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے۔

تشریح: مراد حجۃ الوداع اور عمرۃ القضاء ہے۔ حدیبیہ میں تو آپ کعبہ تک پہنچ ہی نہ سکے تھے اور جعرانہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ نہ تھے۔

١٦٠٥ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ ابْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِلرُّكْنِ: أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ. فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ قَالَ: وَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ؟ إِنَّمَا كُنَّا رَائَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِيْنَ، وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ. ثُمَّ قَالَ: شَيْءٌ صَنَعَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ. [راجع: ١٥٩٧] [مسلم: ٣٠٦٧]

(۱۶۰۵) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی، کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، انہیں ان کے والد نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو خطاب کر کے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی بوسہ نہ دیتا۔ اس کے بعد آپ نے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا اور اب ہمیں رمل کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے اس کے ذریعہ مشرکوں کو اپنی قوت دکھائی تھی تو اللہ نے ان کو تباہ کر دیا۔ پھر فرمایا جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اسے اب چھوڑنا بھی ہم پسند نہیں کرتے۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے رمل کی علت اور سبب پر خیال کر کے اس کو چھوڑ دینا چاہا۔ پھر ان کو خیال آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل کیا تھا۔ شاید اس میں اور کوئی حکمت ہو اور آپ کی پیروی ضروری ہے۔ اس لئے اس کو جاری رکھا۔ (وحیدی)

١٦٠٦ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ، مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُمَا. قُلْتُ لِنَافِعٍ: أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِي بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ؟ قَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَمْشِي لِيَكُوْنَ أَيْسَرَ لِاسْتِلَامِهِ. [طرفه في: ١٦١١] [مسلم: ٣٠٦٤؛ نسائي: ٢٩٥٢]

(۱۶۰۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا۔ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں رکن یمانی کو چومتے ہوئے دیکھا میں نے بھی ان کے چومنے کو خواہ سخت حالات ہوں یا نرم نہیں چھوڑا۔ میں نے نافع سے پوچھا کیا ابن عمر رضی اللہ عنہ ان دونوں یمنی رکنوں کے درمیان معمول کے مطابق چلتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ معمول کے مطابق اس لیے چلتے تھے تاکہ حجر اسود کو چھونے میں آسانی رہے۔

بَابُ اسْتِلَامِ الرُّكْنِ بِالْمِحْجَنِ

١٦٠٧ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَيَحْيَى ابْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: طَافَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ. تَابَعَهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنِ ابْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمِّهِ. [أطرافه في: ١٦١٢، ١٦١٣، ١٦٣٢، ٥٢٩٣] [مسلم: ٣٠٧٤؛ ابوداود: ١٨٧٧؛ نسائي: ٧١٢، ٢٩٥٤؛ ابن ماجه: ٢٩٤٨]

باب: حجر اسود کو چھڑی سے چھونا اور چومنا

(۱۶۰۷) ہم سے احمد بن صالح اور یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یونس نے ابن شہاب سے خبر دی، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اونٹنی پر طواف کیا تھا اور آپ حجر اسود کا استلام ایک چھڑی کے ذریعہ کر رہے تھے اور اس چھڑی کو چومتے تھے۔ اور یونس کے ساتھ اس حدیث کو دراوردی نے زہری کے بھتیجے سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے چچا (زہری) سے۔

تشریح: جمہور علما کا یہ قول ہے کہ حجر اسود کو منہ لگا کر چومنا چاہیے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چوم لے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو لکڑی لگا کر اس کو چوم لے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو جب حجر اسود کے سامنے پہنچے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کر کے اس کو چوم لے۔
(وضاحت: جب ہاتھ یا لکڑی سے دور سے اشارہ کیا جائے جو حجر اسود کو لگ نہ سکے تو اسے چومنا نہیں چاہیے۔) (رشید)

بَابُ مَنْ لَمْ يَسْتَلِمْ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ

١٦٠٨ـ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ، أَنَّهُ قَالَ: وَمَنْ يَتَّقِي شَيْئًا مِنَ الْبَيْتِ؟ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ، فَقَالَ: لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّهُ لَا يُسْتَلَمُ هَذَانِ الرُّكْنَانِ فَقَالَ: لَهُ لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْبَيْتِ بِمَهْجُورٍ وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ.

١٦٠٩ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَمْ أَرَ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَلِمُ مِنَ

باب: اس شخص سے متعلق جس نے صرف دونوں ارکان یمانی کا استلام کیا

(۱۶۰۸) اور محمد بن بکر نے کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھ کو عمرو بن دینار نے خبر دی کہ ابو الشعثاء نے کہا بیت اللہ کے کسی بھی حصہ سے بھلا کون پرہیز کر سکتا ہے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ چاروں رکنوں کا استلام کرتے تھے، اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا کہ ہم ان دو ارکان شامی اور عراقی کا استلام نہیں کرتے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت اللہ کا کوئی جزو ایسا نہیں جسے چھوڑ دیا جائے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تمام ارکان کا استلام کرتے تھے۔

(۱۶۰۹) ہم سے ابو الولید طیالسی نے بیان کیا، ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم بن عبداللہ نے، ان سے ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو

الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ. [راجع:١٦٦]

صرف دونوں یمانی ارکان کا استلام کرتے دیکھا۔

[مسلم: ٣٠٦١؛ ابوداود: ١٨٧٤؛ نسائي: ٢٩٤٩]

تشریح: کعبہ کے چار کونے ہیں حجراسود رکن یمانی، رکن شامی اور رکن عراقی۔ حجراسود اور رکن یمانی کو رکنین یمانیین اور شامی اور عراقی کو شامیین کہتے ہیں۔ حجراسود کے علاوہ رکن یمانی کو چھونا یہی رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ رہا ہے۔ اسی پر عمل درآمد ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا ان کی رائے تھی مگر فعل نبوی مقدم ہے۔

بَابُ تَقْبِيلِ الْحَجَرِ

باب: حجراسود کو بوسہ دینا

١٦١٠ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا وَرْقَاءُ، أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ. [راجع: ١٥٩٧، ١٦٠٥]

(۱۶۱۰) ہم سے احمد بن سنان نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہیں ورقاء نے خبر دی، انہیں زید بن اسلم نے خبر دی، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجراسود کو بوسہ دیا اور پھر فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔

١٦١١ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ وَقَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ زُحِمْتُ أَرَأَيْتَ إِنْ غُلِبْتُ قَالَ: اجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ، رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفِرَبْرِيُّ وَجَدْتُ كِتَابَ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ أَبُو عَبْدِاللّٰهِ: الزُّبَيْرُ بْنُ عَدِيٍّ كُوفِيٌّ وَالزُّبَيْرُ بْنُ عَرَبِيٍّ بَصْرِيٌّ. [راجع: ١٦٠٦] [ترمذي: ٨٦١؛ نسائي: ٢٩٤٦]

(۱۶۱۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے زبیر بن عربی نے بیان کیا کہ ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے بوسہ دینے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کو بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا اگر ہجوم ہو جائے اور میں عاجز ہو جاؤں تو کیا کروں؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس اگر وگر کو یمن میں جا کر رکھو میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اس کو بوسہ دیتے تھے۔

محمد بن یوسف فربری کا بیان ہے کہ میں نے ابوجعفر بن ابی حاتم کی کتاب میں پایا ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: زبیر بن عدی کوفے کا رہنے والا ہے اور یہ (اس حدیث کا راوی) زبیر بن عربی بصری ہے۔

بَابُ مَنْ أَشَارَ إِلَى الرُّكْنِ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ

باب: حجراسود کے سامنے پہنچ کر اس کی طرف اشارہ کرنا (جب چومنا مشکل ہو)

١٦١٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: طَافَ

(۱۶۱۲) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے عکرمہ سے بیان کیا، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ ایک اونٹنی پر (سوار ہو کر کعبہ کا) طواف

النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ، كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ. [راجع:١٦٠٧]

[ترمذي: ٨٦٥؛ نسائي: ٢٩٥٥]

کر رہے تھے اور جب بھی آپ حجر اسود کے سامنے پہنچتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الرُّكْنِ

باب: حجر اسود کے سامنے آ کر تکبیر کہنا

١٦١٣ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: طَافَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ، كُلَّمَا أَتَى الرُّكْنَ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ عِنْدَهُ وَكَبَّرَ تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ. [راجع: ١٦٠٧، ١٦١٢]

(١٦١٣) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا نبی کریم ﷺ نے بیت اللہ کا طواف ایک اونٹنی پر سوار رہ کر کیا۔ جب بھی آپ حجر اسود کے سامنے پہنچتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے۔ خالد طحان کے ساتھ اس حدیث کو ابراہیم بن طہمان نے بھی خالد حذاء سے روایت کیا ہے۔

تشریح: یعنی چھڑی سے اشارہ کرتے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یہی کہا ہے کہ طواف شروع کرتے وقت جب حجر اسود چومے تو یہ کہے: "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ" امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو نجیح سے نکالا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا حجر اسود کو چومتے وقت ہم کیا کہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یوں کہو: "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اِيْمَانًا بِاللّٰهِ وَتَصْدِيقًا لِاِجَابَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ۔" (وحیدی)

بَابُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا

باب: جو شخص (حج یا عمرہ کی نیت سے) مکہ میں آئے تو اپنے گھر لوٹ جانے سے پہلے طواف کرے پھر دوگانہ طواف ادا کرے پھر صفا پہاڑ پر جائے

١٦١٤، ١٦١٥ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ قَالَ: ذَكَرْتُ لِعُرْوَةَ، قَالَ: فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ تَوَضَّأَ، ثُمَّ طَافَ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ مِثْلَهُ، ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ فَأَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ، ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِينَ

(١٦١٤، ١٥) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن حارث نے محمد بن عبدالرحمن ابوالاسود سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے عروہ سے (حج کا مسئلہ) پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے خبر دی تھی کہ نبی کریم ﷺ جب (مکہ) تشریف لائے تو سب سے پہلا کام آپ نے یہ کیا کہ وضو کیا پھر طواف کیا اور طواف کرنے سے عمرہ نہیں ہوا۔ اس کے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح حج کیا۔ پھر عروہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد زبیر کے ساتھ حج کیا، انہوں نے بھی سب سے پہلے طواف کیا۔ مہاجرین اور انصار کو بھی میں

وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُونَهُ، وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا . [اطرافه في: ١٦٤١، ١٦٤٢، ١٧٩٦] [مسلم: ٣٠٠١]

نے اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔ میری والدہ (اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما) نے بھی مجھے بتایا کہ انہوں نے اپنی بہن (عائشہ رضی اللہ عنہا) اور زبیر اور فلاں فلاں کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ جب ان لوگوں نے حجر اسود کو بوسہ دے لیا تو احرام کھول ڈالا تھا۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ میں صرف طواف کر لینے سے آدمی کا عمرہ پورا نہیں ہوتا جب تک صفا اور مروہ میں سعی نہ کرے۔ گو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف منقول ہے۔ لیکن یہ قول جمہور علما کے خلاف ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس کا رد کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ جو کوئی حج مفرد کی نیت کرے وہ جب بیت اللہ میں داخل ہو تو طواف نہ کرے جب تک عرفات سے لوٹ کر نہ آئے۔ اگر طواف کر لے گا تو حلال ہو جائے گا اور حج کا احرام ٹوٹ جائے گا۔ یہ قول (اور صفا مروہ دوڑے اور سر منڈایا) بھی جمہور علما کے خلاف ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لاکر اس قول کا رد کیا۔ (وحیدی)

١٦١٦ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ سَعَى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ، وَمَشَى أَرْبَعَةً، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. [راجع: ١٦٠٣] [مسلم: ٣٠٤٩؛ نسائي: ٢٩٤١]

(١٦١٦) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے نافع سے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے (مکہ) آنے کے بعد سب سے پہلے حج اور عمرہ کا طواف کیا تھا۔ اس کے تین چکروں میں آپ نے سعی (رمل) کی اور باقی چار میں حسب معمول چلے۔ پھر طواف کی دو رکعت نماز پڑھی اور صفا مروہ کی سعی کی۔

١٦١٧ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ، وَيَمْشِي أَرْبَعَةً، وَأَنَّهُ كَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ . [راجع: ١٦٠٣]

(١٦١٧) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ جب بیت اللہ کا پہلا طواف (یعنی طواف قدوم) کرتے تو اس کے تین چکروں میں آپ دوڑ کر چلتے اور چار میں معمول کے موافق چلتے پھر جب صفا اور مروہ کی سعی کرتے تو بطن مسیل (وادی) میں دوڑ کر چلتے۔

بَابُ طَوَافِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ

باب: عورتیں بھی مردوں کے ساتھ طواف کریں

١٦١٨ـ وَقَالَ لِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ،

(١٦١٨) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا اور انہیں عطاء

إِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَافَ مَعَ الرِّجَالِ قَالَ: كَيْفَ تَمْنَعُهُنَّ؟ وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الرِّجَالِ قُلْتُ: بَعْدَ الْحِجَابِ أَوْ قَبْلُ؟ قَالَ: إِيْ لَعَمْرِي لَقَدْ أَدْرَكْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ. قُلْتُ: كَيْفَ يُخَالِطْنَ الرِّجَالَ؟ قَالَ: لَمْ يَكُنَّ يُخَالِطْهُنَّ كَانَتْ عَائِشَةُ تَطُوفُ حَجْرَةً مِنَ الرِّجَالِ لَا تُخَالِطُهُمْ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: انْطَلِقِي نَسْتَلِمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! قَالَتْ: انْطَلِقِي عَنْكِ وَأَبَتْ. [فَكُنَّ] يَخْرُجْنَ مُتَنَكِّرَاتٍ بِاللَّيْلِ، فَيَطُفْنَ مَعَ الرِّجَالِ، وَلَكِنَّهُنَّ كُنَّ إِذَا دَخَلْنَ الْبَيْتَ قُمْنَ حِينَ يَدْخُلْنَ وَأُخْرِجَ الرِّجَالُ، وَكُنْتُ آتِي عَائِشَةَ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ فِي جَوْفِ ثَبِيرٍ. قُلْتُ: وَمَا حِجَابُهَا؟ قَالَ: هِيَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ لَهَا غِشَاءٌ، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهَا غَيْرُ ذَلِكَ، وَرَأَيْتُ عَلَيْهَا دِرْعًا مُوَرَّدًا.

نے خبر دی کہ جب ابن ہشام (جب وہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے مکہ کا حاکم تھا) نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کر دیا تو اس سے انہوں نے کہا کہ تم کس دلیل پر عورتوں کو اس سے منع کر رہے ہو؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ کی پاک بیویوں نے مردوں کے ساتھ طواف کیا تھا ابن جریج نے پوچھا پردہ (کی آیت نازل ہونے) کے بعد کا واقعہ ہے یا اس سے پہلے کا؟ انہوں نے کہا میری عمر کی قسم! میں نے انہیں پردہ (کی آیت نازل ہونے) کے بعد دیکھا۔ اس پر ابن جریج نے پوچھا کہ پھر مرد عورت مل جل جاتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اختلاط نہیں ہوتا تھا، عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے الگ رہ کر ایک الگ کونے میں طواف کرتی تھیں، ان کے ساتھ مل کر نہیں کرتی تھیں۔ ایک عورت (وقرہ نامی) نے ان سے کہا ام المومنین! چلیے (حجر اسود کو) بوسہ دیں۔ تو آپ نے انکار کر دیا اور کہا تو جا چوم، میں نہیں چومتی اور ازواج مطہرات رات میں پردہ کر کے نکلتی تھیں کہ پہچانی نہ جاتیں اور مردوں کے ساتھ طواف کرتی تھیں۔ البتہ عورتیں جب کعبہ کے اندر جانا چاہتیں تو اندر جانے سے پہلے باہر کھڑی ہو جاتیں اور مرد باہر آ جاتے (تو وہ اندر جاتیں) میں اور عبید بن عمیر عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ ثبیر (پہاڑ) پر ٹھہری ہوئی تھیں، (جو مزدلفہ میں ہے) ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ اس وقت پردہ کس چیز سے تھا؟ عطاء نے بتایا کہ ایک ترکی قبہ میں ٹھہری ہوئی تھیں۔ اس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہمارے اور ان کے درمیان اس کے سوا اور کوئی چیز حائل نہ تھی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ان کے بدن پر ایک گلابی رنگ کا کرتا تھا۔

١٦١٩ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي. فَقَالَ: ((طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ، وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ)). فَطُفْتُ مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَئِذٍ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ، وَهُوَ يَقْرَأُ

(۱۶۱۹) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا، ان سے زینب بنت ابی سلمہ نے، ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے بیمار ہونے کی شکایت کی (کہ میں پیدل طواف نہیں کر سکتی) تو آپ نے فرمایا کہ ''سواری پر چڑھ کر اور لوگوں سے علیحدہ رہ کر طواف کر لے۔'' چنانچہ میں نے عام لوگوں سے الگ رہ کر طواف کیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کعبہ کے بازو میں نماز پڑھ رہے تھے

﴿وَالطُّوْرِ o وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ﴾. [الطور: ١، ٢] اور آپ سورۂ ﴿وَالطُّوْرِ o وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ﴾ کی قراءت کر رہے تھے۔

[راجع: ٤٦٤]

تشریح: مطاف کا دائرہ وسیع ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک طرف الگ رہ کر طواف کرتیں اور مرد بھی طواف کرتے رہتے۔ بعض نسخوں میں حجزہ زاء کے ساتھ ہے یعنی آڑ میں رہ کر طواف کرتیں۔ آج کل حکومت سعودیہ نے مطاف کو بلکہ سارے حصہ کو اس قدر وسیع اور شاندار بنایا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ایدهم الله بنصره العزيز۔ آمین

بَابُ الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ

باب: طواف میں باتیں کرنا

١٦٢٠ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْأَحْوَلُ، أَنَّ طَاوُسًا، أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهُ إِلَى إِنْسَانٍ بِسَيْرٍ، أَوْ بِخَيْطٍ، أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذَلِكَ، فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((قُدْ بِيَدِهِ)).

[أطرافه في: ١٦٢١، ٦٧٠٢، ٦٧٠٣] [ابوداود: ٣٣٠٢؛ نسائي: ٣٨١٩، ٣٨٢٠]

(١٦٢٠) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی، کہا کہ مجھے سلیمان احول نے خبر دی، انہیں طاؤس نے خبر دی اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے اپنا ہاتھ ایک دوسرے شخص کے ہاتھ سے تسمہ یا رسی یا کسی اور چیز سے باندھ رکھا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے کاٹ دیا اور پھر فرمایا کہ ”اگر ساتھ ہی چلنا ہے تو ہاتھ پکڑ کے چلو۔“

تشریح: شاید وہ اندھا ہوگا مگر طبرانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ باپ بیٹے تھے۔ یعنی طلق بن بشر اور ایک رسی سے دونوں بندھے ہوئے تھے۔ آپ نے حال پوچھا تو بشر کہنے لگا کہ میں نے حلف کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ میرا مال اور میری اولاد لوٹا دے گا میں بندھا ہوا حج کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے وہ رسی کاٹ دی اور فرمایا دونوں حج کرو مگر یہ باندھنا شیطانی کام ہے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ طواف میں کلام کرنا درست ہے کیونکہ آپ نے عین طواف میں فرمایا کہ ہاتھ پکڑ کر لے چل۔ (وحیدی)

بَابٌ: إِذَا رَأَى سَيْرًا أَوْ شَيْئًا يُكْرَهُ فِي الطَّوَافِ قَطَعَهُ

باب: جب طواف میں کسی کو باندھا دیکھے یا کوئی اور مکروہ چیز تو اس کو کاٹ سکتا ہے

١٦٢١ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِزِمَامٍ أَوْ غَيْرِهِ فَقَطَعَهُ. [راجع: ١٦٢٠]

(١٦٢١) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے سلیمان احول نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص کعبہ کا طواف رسی یا کسی اور چیز کے ذریعہ کر رہا ہے تو آپ نے اسے کاٹ دیا۔

بَابٌ: لَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ

باب: بیت اللہ کا طواف کوئی ننگا آدمی نہیں کر سکتا

وَلَا يَحُجُّ مُشْرِكٌ

اور نہ کوئی مشرک حج کرسکتا ہے

١٦٢٢ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ أَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِيْ رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. [راجع: ٣٦٩]

(۱۶۲۲) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھ سے حمید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حج کے موقع پر جس کا امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنایا تھا۔ انہیں دسویں تاریخ کو ایک مجمع کے سامنے یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج بیت اللہ نہیں کرسکتا اور نہ کوئی ننگا رہ کر طواف کرسکتا ہے۔

تشریح: عہد جاہلیت میں عام اہل عرب یہ کہہ کر کہ ہم نے ان کپڑوں میں گناہ کیے ہیں ان کو اتار دیتے اور پھر یا تو قریش سے کپڑے مانگ کر طواف کرتے یا پھر ننگے ہی طواف کرتے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کرایا۔

بَابٌ: إِذَا وَقَفَ فِي الطَّوَافِ

باب: اگر طواف کرتے کرتے بیچ میں ٹھہر جائے

وَقَالَ عَطَاءٌ: فِيمَنْ يَطُوفُ فَتُقَامُ الصَّلَاةُ، أَوْ يُدْفَعُ عَنْ مَكَانِهِ إِذَا سَلَّمَ يَرْجِعُ إِلَى حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ فَيَبْنِي. وَيُذْكَرُ نَحْوُهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ.

تو کیا حکم ہے؟ عطاء رحمہ اللہ ایک ایسے شخص کے بارے میں جو طواف کر رہا تھا نماز کھڑی ہوگئی یا اسے اس کی جگہ سے ہٹا دیا گیا، یہ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں سے اس نے طواف چھوڑا وہیں سے بنا کرے (یعنی دوبارہ وہیں سے شروع کردے) ابن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے بھی اس طرح منقول ہے۔

تشریح: امام حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی طواف کر رہا ہو اور نماز کی تکبیر ہو تو طواف چھوڑ دے نماز میں شریک ہو جائے اور بعد میں ازسرنو طواف کرے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے عطاء کا قول لا کر ان پر رد کیا۔ امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ نے کہا کہ فرض نماز کے لئے اگر طواف چھوڑ دے تو بنا کرسکتا ہے یعنی پہلے چکروں کی گنتی سے ملالے۔ لیکن نفل نماز کے واسطے چھوڑے تو ازسرنو شروع کرنا اولیٰ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بنا ہر حال میں درست ہے۔ حنابلہ کہتے ہیں طواف میں موالات واجب ہے اگر عمداً یا سہواً موالات چھوڑ دے تو طواف صحیح نہ ہوگا۔ مگر فرض نماز یا جنازے کے لئے قطع کرنا درست جانتے ہیں۔ (وحیدی)

یعنی جتنے پھیرے کر چکا ان کو قائم رکھ کر سات پھیرے پورے کرے۔ عطاء کے قول کو عبدالرزاق نے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو سعید بن منصور نے اور عبدالرحمٰن کے قول کو بھی عبدالرزاق نے وصل کیا ہے۔

بَابٌ: طَافَ النَّبِيُّ ﷺ وَصَلَّى لِسُبُوْعِهِ رَكْعَتَيْنِ

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعتیں پڑھنا

وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي لِكُلِّ سُبُوعٍ رَكْعَتَيْنِ. وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ: قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ: إِنَّ عَطَاءً يَقُولُ: تُجْزِءُهُ الْمَكْتُوبَةُ مِنْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ. فَقَالَ: السُّنَّةُ أَفْضَلُ، لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ سُبُوعًا قَطُّ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

اور نافع نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر سات چکروں پر دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ اسماعیل بن امیہ نے کہا کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ عطاء کہتے تھے کہ طواف کی نماز دو رکعت فرض نماز سے بھی ادا ہو جاتی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ سنت پر عمل زیادہ بہتر ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے سات چکر پورے کئے ہوں اور دو رکعت نماز نہ پڑھی ہو۔

تشریح: یہ دوگانہ طواف کہلاتا ہے جو جمہور کے نزدیک سنت ہے۔

١٦٢٣ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ أَيَقَعُ الرَّجُلُ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، ثُمَّ صَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَالَ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾. [الأحزاب: ٢١] [راجع: ٣٩٥]

(۱۶۲۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا کوئی عمرہ میں صفا مروہ کی سعی سے پہلے اپنی بیوی سے ہم بستر ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور کعبہ کا طواف سات چکروں سے پورا کیا۔ پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا مروہ کی سعی کی۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ''تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کے طریقے میں بہترین نمونہ ہے۔''

١٦٢٤ـ قَالَ: وَسَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ فَقَالَ: لَا يَقْرَبُ امْرَأَتَهُ حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. [راجع: ٣٩٦]

(۱۶۲۴) عمرو نے کہا کہ پھر میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ صفا مروہ کی سعی سے پہلے اپنی بیوی کے قریب بھی نہ جائے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَقْرُبِ الْكَعْبَةَ، وَلَمْ يَطُفْ حَتَّى يَخْرُجَ إِلَى عَرَفَةَ، وَيَرْجِعَ بَعْدَ الطَّوَافِ الْأَوَّلِ

باب: جو شخص پہلے طواف یعنی طواف قدوم کے بعد پھر کعبہ کے نزدیک نہ جائے اور عرفات میں حج کرنے کے لیے جائے

تشریح: یعنی اس میں کوئی قباحت نہیں اگر کوئی نفل طواف حج سے پہلے نہ کرے اور کعبہ کے پاس بھی نہ جائے پھر حج سے فارغ ہو کر طواف الزیارہ کرے جو فرض ہے۔

١٦٢٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ

(۱۶۲۵) ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فضیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے کریب نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ رسول

قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ، فَطَافَ سَبْعًا وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ. [راجع:١٥٤٥]

اللہ ﷺ مکہ تشریف لائے اور سات (چکروں کے ساتھ) طواف کیا۔ پھر صفا مروہ کی سعی کی۔ اس سعی کے بعد آپ کعبہ اس وقت تک نہیں گئے جب تک عرفات سے واپس نہ لوٹے۔

تشریح: اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ حاجی کو طواف قدوم کے بعد پھر نفل طواف کرنا منع ہے۔ نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ دوسرے کاموں میں مشغول ہوں گے اور آپ کعبہ سے دور ٹھہرے تھے یعنی محصب میں۔ اس لئے حج سے فارغ ہونے تک آپ کو کعبہ میں آنے کی اور نفل طواف کرنے کی فرصت نہیں ملی۔

بَابُ مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ

باب: اس شخص کے بارے میں جس نے طواف کی دو رکعتیں مسجد الحرام سے باہر پڑھیں

وَصَلَّى عُمَرُ خَارِجًا مِنَ الْحَرَمِ.

عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حرم سے باہر پڑھیں تھیں۔

١٦٢٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؛ ح: قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّا الْغَسَّانِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: وَهُوَ بِمَكَّةَ، وَأَرَادَ الْخُرُوجَ- وَلَمْ تَكُنْ أُمُّ سَلَمَةَ طَافَتْ بِالْبَيْتِ وَأَرَادَتِ الْخُرُوجَ- فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ لِلصُّبْحِ فَطُوفِي عَلَى بَعِيرِكِ، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ)) فَفَعَلَتْ ذَلِكَ، وَلَمْ تُصَلِّ حَتَّى خَرَجَتْ. [راجع:٤٦٤]

(١٦٢٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں محمد بن عبدالرحمٰن نے، انہیں عروہ نے، انہیں زینب نے اور انہیں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ (دوسری سند) امام بخاری رحمۃ اللہ نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابومروان یحییٰ بن ابی زکریا غسانی نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے عروہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں تھے اور وہاں سے چلنے کا ارادہ ہوا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کعبہ کا طواف نہیں کیا اور وہ بھی روانگی کا ارادہ رکھتی تھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ''جب صبح کی نماز کھڑی ہو اور لوگ نماز پڑھنے میں مشغول ہو جائیں تو تم اپنی اونٹنی پر طواف کر لینا۔'' چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا اور انہوں نے باہر نکلنے تک طواف کی نماز نہیں پڑھی۔

بَابُ مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَلْفَ الْمَقَامِ

باب: اس سے متعلق کہ جس نے طواف کی دو رکعتیں، مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھیں

١٦٢٧ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ،

(١٦٢٧) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا، وَقَدْ قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: ٢١] [راجع: ٣٩٥]

شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عروہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ (مکہ میں) تشریف لائے تو آپ نے خانہ کعبہ کے سات چکروں سے طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی پھر صفا کی طرف (سعی کرنے) گئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔''

بَابُ الطَّوَافِ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ

باب: صبح اور عصر کے بعد طواف کرنا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ. وَطَافَ عُمَرُ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، فَرَكِبَ حَتَّى صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِي طُوًى.

سورج نکلنے سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف کی دو رکعت پڑھ لیتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا پھر سوار ہوئے اور (طواف کی) دو رکعتیں ذی طویٰ میں پڑھیں۔

١٦٢٨ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ حَبِيْبٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ نَاسًا، طَافُوْا بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ قَعَدُوْا إِلَى الْمُذَكِّرِ، حَتَّى إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: قَعَدُوْا حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِي يُكْرَهُ فِيْهَا الصَّلَاةُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ.

(١٦٢٨) ہم سے حسن بن عمر بصری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے حبیب نے، ان سے عطاء نے، ان سے عروہ نے، ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ کچھ لوگوں نے صبح کی نماز کے بعد کعبہ کا طواف کیا۔ پھر ایک وعظ کرنے والے کے پاس بیٹھ گئے اور جب سورج نکلنے لگا تو وہ لوگ نماز (طواف کی دو رکعت) پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (ناگواری کے ساتھ) فرمایا: کتنی دیر سے یہ لوگ بیٹھے تھے اور جب وہ وقت آیا کہ جس میں نماز مکروہ ہے تو نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔

١٦٢٩ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَاللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنِ الصَّلَاةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا. [راجع:٥٨٢]

(١٦٢٩) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوضمرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ سورج طلوع ہوتے اور غروب ہوتے وقت نماز پڑھنے سے روکتے تھے۔

١٦٣٠ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ رُفَيْعٍ، قَالَ: رَأَيْتُ عَبْدَاللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ

(١٦٣٠) ہم سے حسن بن محمد زعفرانی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیدہ بن حمید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبدالعزیز بن رفیع نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ فجر کی نماز کے بعد طواف

يَطُوفُ بَعْدَ الْفَجْرِ، وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ.

کر رہے تھے اور پھر آپ نے دو رکعت (طواف کی) نماز پڑھی۔

١٦٣١۔ قَالَ عَبْدُالْعَزِيزِ: وَرَأَيْتُ عَبْدَاللَّهِ ابْنَ الزُّبَيْرِ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَيُخْبِرُ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهَا إِلَّا صَلَّاهُمَا. [راجع:٥٩٠]

(۱۶۳۱) عبدالعزیز نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو عصر کے بعد بھی دو رکعت نماز پڑھتے دیکھا۔ وہ بتاتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی ان کے گھر آتے (عصر کے بعد) تو یہ دو رکعت ضرور پڑھتے تھے۔

بَابُ الْمَرِيضِ يَطُوفُ رَاكِبًا

باب: مریض آدمی سوار ہو کر طواف کر سکتا ہے

١٦٣٢۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ طَافَ بِالْبَيْتِ، وَهُوَ عَلَى بَعِيرٍ، كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِي يَدِهِ وَكَبَّرَ. [راجع: ١٦٠٧، ١٦١٢]

(۱۶۳۲) ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد طحان نے خالد حذاء سے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا۔ آپ جب بھی (طواف کرتے ہوئے) حجر اسود کے نزدیک آتے تو اپنے ہاتھ کو ایک چیز (چھڑی) سے اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے۔

تشریح: اس حدیث میں گو یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ بیمار تھے اور بظاہر ترجمہ باب سے مطابق نہیں ہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوداؤد کی روایت کی طرف اشارہ کیا جس میں صاف یہ ہے کہ آپ بیمار تھے۔ بعض نے کہا جب بغیر بیماری یا عذر کے سواری پر طواف درست ہوا تو بیماری میں بطریق اولیٰ درست ہوگا۔ اس طرح باب کا مطلب نکل آیا۔

١٦٣٣۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي. فَقَالَ: ((طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ)). فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ، وَهُوَ يَقْرَأُ بِ ﴿وَالطُّورِ ۝ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ﴾. [راجع:٤٦٤]

(۱۶۳۳) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمن بن نوفل نے، ان سے عروہ نے بیان کیا، ان سے زینب بنت ام سلمہ نے، ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میں بیمار ہو گئی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر لوگوں کے پیچھے سے سوار ہو کر طواف کر لے۔'' چنانچہ میں نے جب طواف کیا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے بازو میں (نماز کے اندر) ﴿وَالطُّورِ ۝ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ﴾ کی قراءت کر رہے تھے۔

بَابُ سِقَايَةِ الْحَاجِّ

باب: حاجیوں کو پانی پلانا

١٦٣٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا

(۱۶۳۴) ہم سے عبداللہ بن محمد بن ابی الاسود نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوضمرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری

عُبَيْدُاللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ، فَأَذِنَ لَهُ. [أطرافه في: ١٧٤٣، ١٧٤٤، ١٧٤٥]

نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے پانی (زمزم کا حاجیوں کو) پلانے کے لیے منیٰ کے دنوں میں مکہ ٹھہرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو گیارہویں بارہویں شب کو منیٰ ہی میں رہنا ضروری ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا عذر معقول تھا۔ حاجیوں کو زمزم سے پانی نکال کر پلانا ان کا قدیمی عہدہ تھا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔

١٦٣٥ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ شَاهِيْنَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ خَالِدٍ [الْحَذَّاءِ] عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَاءَ إِلَى السِّقَايَةِ، فَاسْتَسْقَى، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا فَضْلُ! اذْهَبْ إِلَى أُمِّكَ، فَأْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا. فَقَالَ: ((اسْقِنِيْ)). قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ أَيْدِيَهُمْ فِيْهِ. قَالَ: ((اسْقِنِيْ)). فَشَرِبَ مِنْهُ، ثُمَّ أَتَى زَمْزَمَ، وَهُمْ يَسْقُوْنَ وَيَعْمَلُوْنَ فِيْهَا، فَقَالَ: ((اعْمَلُوْا، فَإِنَّكُمْ عَلَى عَمَلٍ صَالِحٍ)) ثُمَّ قَالَ: ((لَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوْا لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ عَلَى هٰذِهِ)). يَعْنِيْ عَاتِقَهُ، وَأَشَارَ إِلَى عَاتِقِهِ.

(۱۶۳۵) ہم سے اسحاق بن شاہین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد طحان نے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ پانی پلانے کی جگہ زمزم کے پاس تشریف لائے اور پانی مانگا (حج کے موقع پر) عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فضل! اپنی ماں کے یہاں جا اور ان کے یہاں سے کھجور کا شربت لا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھے (یہی) پانی پلاؤ۔'' عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہر شخص اپنا ہاتھ اس میں ڈال دیتا ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ یہی کہتے رہے: ''مجھے (یہی) پانی پلاؤ۔'' چنانچہ آپ نے پانی پیا پھر زمزم کے قریب آئے۔ لوگ کنویں سے پانی کھینچ رہے تھے اور کام کر رہے تھے۔ آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: ''کام کرتے جاؤ کہ ایک اچھے کام پر لگے ہوئے ہو۔'' پھر فرمایا ''(اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ آئندہ لوگ) تمہیں پریشان کر دیں گے تو میں بھی اترتا اور رسی اپنے اس پر رکھ لیتا۔'' مراد آپ کی شانہ سے تھی۔ آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر میں اتر کر خود پانی کھینچوں گا تو صدہا آدمی مجھ کو دیکھ کر پانی کھینچنے کے لئے دوڑ پڑیں گے اور تم کو تکلیف ہوگی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ زَمْزَمَ

باب: زمزم کا بیان

تشریح: زمزم وہ مشہور کنواں ہے جو کعبے کے سامنے مسجد حرام میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پر مارنے سے پھوٹ نکلا تھا۔ کہتے ہیں زمزم اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وہاں بات کی تھی۔ بعض نے کہا اس میں پانی بہت ہونے سے اس کا نام زمزم ہوا۔ زمزم عرب کی زبان میں بہت پانی کو کہتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ زمزم کا پانی جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ حاصل ہوتا ہے۔

چاہ زمزم دنیا کا وہ قدیم تاریخی کنواں ہے جس کی ابتدا سیدنا ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام کی شیر خواری سے شروع ہوتی ہے۔ یہ مبارک چشمہ پیاس کی بے تابی میں آپ کی ایڑیاں رگڑنے سے فوارہ کی طرح اس سنگلاخ زمین میں ابلا تھا۔ آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کے سات چکر لگا کر آئیں تو بچے کے زیر قدم یہ نعمت غیر مترقبہ دیکھ کر باغ باغ ہو گئیں۔ تورات میں اس مبارک کنویں کا ذکر ان لفظوں میں ہے۔

''اللہ کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا مت ڈر کہ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے اللہ نے سنی، اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر اللہ نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر اپنی مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا''۔ (تورات، سفر پیدائش، باب:۲۱)

کہتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بعد میں اس کو چار طرف سے کھود کر کنویں کی شکل میں کر دیا تھا اور اب زمین کے اونچا ہوتے ہوتے اتنا گہرا ہو گیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کئی دفعہ ایسا ہوا کہ زمزم کا چشمہ خشک ہو گیا جوں جوں یہ خشک ہوتا گیا لوگ اس کو گہرا کرتے گئے یہاں تک کہ وہ ایک گہرا کنواں بن گیا۔

مدتوں خانہ کعبہ کی تولیت بنوجرہم کے ہاتھوں میں رہی۔ جب بنوخزاعہ کو اقتدار حاصل ہوا تو بنوجرہم نے حجر اسود اور غلاف کعبہ کو زمزم میں ڈال دیا اور اس کا منہ بند کر کے بھاگ گئے۔ بعد میں مدتوں تک یہ مبارک چشمہ غائب رہا۔ یہاں تک کہ عبدالمطلب نے بحکم الٰہی خواب میں اس کے صحیح مقام کو دیکھ کر اس کو نکالا۔ اس کے متعلق عبدالمطلب کا بیان ہے کہ میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں مجھے ایک شخص نے کہا طیبہ کو کھودو۔ میں نے کہا کہ طیبہ کیا چیز ہے؟ وہ شخص بغیر جواب دیئے چلا گیا اور میں بیدار ہو گیا۔ دوسرے دن جب سویا تو خواب میں پھر وہی شخص آیا اور کہا کہ مدفونہ کو کھودو۔ میں نے کہا کہ مدفونہ کیا چیز ہے؟ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی اور وہ شخص غائب ہو گیا۔ تیسری رات پھر وہی واقعہ پیش آیا اور اب کی دفعہ اس نے کہا کہ زمزم کو کھودو۔ میں نے کہا کہ زمزم کیا ہے؟ اس نے کہا تمہارے دادا اسماعیل علیہ السلام کا چشمہ ہے۔ اس میں بہت پانی نکلے گا اور کھودنے میں تم کو زیادہ مشقت بھی نہ ہوگی۔ وہ اس جگہ ہے جہاں لوگ قربانیاں کرتے ہیں۔ (عہد جاہلیت میں یہاں بتوں کے نام پر قربانیاں ہوتی تھیں) وہاں چیونٹیوں کا بل ہے۔ تم صبح کو ایک کوا وہاں چونچ سے زمین کریدتا ہوا دیکھو گے۔

صبح ہونے پر عبدالمطلب خود کدال لے کر کھڑے ہو گئے اور کھودنا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں پانی نمودار ہو گیا۔ جسے دیکھ کر انہوں نے زور سے تکبیر کہی۔ کہا جاتا ہے کہ چاہ زمزم میں سے دو سونے کے ہرن اور بہت سی تلواریں اور زرہیں بھی نکلیں۔ عبدالمطلب نے ہرنوں کا سونا تو خانہ کعبہ کے دروازوں پر لگا دیا۔ تلواریں خود رکھ لیں۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ یہ ہرن ایرانی زائروں نے کعبہ پر چڑھائے تھے۔

چاہ زمزم کی آب کی وجہ سے کئی دفعہ کھودا گیا ہے۔ ۲۲۳ ہجری میں اس کی اکثر دیواریں منہدم ہو گئیں اور اندر بہت سا ملبہ جمع ہو گیا تھا۔ اس وقت طائف کے ایک شخص محمد بن بشیر نامی نے اسکی مٹی نکالی اور بقدر ضرورت اسکی مرمت کی کہ پانی بھرپور آنے لگا۔

مشہور مؤرخ ازرقی کہتا ہے کہ اس وقت میں بھی کنویں کے اندر اترا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس میں تین طرف سے چشمے جاری ہیں۔ ایک حجر اسود کی جانب سے دوسرا جبل ابوقبیس کی طرف سے تیسرا مروہ کی طرف سے، تینوں مل کر کنویں کی گہرائی میں جمع ہوتے رہتے ہیں اور رات دن کتنا ہی کھینچو مگر پانی نہیں ٹوٹتا۔

اسی مؤرخ کا قول ہے کہ میں نے قعر آب کی بھی پیائش کی تو ۴۰ ہاتھ کنویں کی تعمیر میں اور ۲۹ ہاتھ پہاڑی غار میں، کل ۶۹ ہاتھ پانی تھا۔ ممکن ہے آج کل زیادہ ہو گیا ہو۔

۱۴۵ھ میں ابوجعفر منصور نے اس پر قبضہ بنایا اور اندر سنگ مرمر کا فرش کیا۔ پھر مامون رشید نے چاہ زمزم کی مٹی نکلوا کر اس کو گہرا کیا۔

ایک مرتبہ کوئی دیوانہ کنویں کے اندر کود پڑا تھا۔ اس کے نکالنے کے لئے ساحل جدہ سے غواص بلائے گئے۔ بمشکل اس کی نعش ملی اور کنویں کو پاک صاف کرنے کے لئے بہت سا پانی نکالا گیا۔ اس لئے ۱۰۲۰ھ میں سلطان احمد خان مرحوم کے حکم سے چاہ زمزم کے اندر سطح آب سے سوا تین فٹ نیچے لوہے کا ایک جال ڈال دیا گیا۔ ۱۰۳۹ء میں سلطان مراد خان نے جب کعبہ شریف کو از سر نو تعمیر کیا تو چاہ زمزم کی بھی نئی بہترین تعمیر کی گئی۔ تہہ آب سے اوپر تک سنگ مرمر سے مزین کر دیا اور زمین سے ایک گز اونچی ۲ گز عریض منڈیر بنوادی۔ اردگرد چاروں طرف دو دو گز تک سنگ مرمر کا فرش بنا کر

اس پر دیواریں اٹھادیں اوران پر چھت پاٹ کرایک کمرہ بنوادیا جس میں سبز جالیاں لگادیں۔

١٦٣٦ـ وَقَالَ عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((فُرِجَ سَقْفِي وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ فَفَرَجَ صَدْرِي، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيْمَانًا، فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي، ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا. فَقَالَ جِبْرِيلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا: افْتَحْ. قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ)). [راجع: ٣٤٩]

(١٦٣٦) اور عبدان نے کہا کہ مجھ کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب میں مکہ میں تھا میری (گھر کی) چھت کھلی اور جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ اس کے بعد ایک سونے کا طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اسے انہوں نے میرے سینے میں ڈال دیا اور پھر سینہ بند کر دیا۔ اب وہ مجھے ہاتھ سے پکڑ کر آسمان دنیا کی طرف لے چلے۔ آسمان دنیا کے داروغہ سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا دروازہ کھولو۔ انہوں نے دریافت کیا کون صاحب ہیں؟ کہا جبرئیل!''

١٦٣٧ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ قَالَ: سَقَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. قَالَ عَاصِمٌ: فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ مَا كَانَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا عَلَى بَعِيرٍ. [طرفه في:٥٦١٧] [مسلم: ٥٢٨٠، ٥٢٨١؛ نسائي: ٢٩٦٤، ٢٩٦٥؛ ابن ماجه: ٣٤٢٢]

(١٦٣٧) مجھ سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں مروان بن معاویہ فزاری نے خبر دی انہیں عاصم نے اور انہیں شعبی نے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا، کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمزم کا پانی پلایا تھا۔ آپ نے پانی کھڑے ہو کر پیا تھا۔ عاصم نے بیان کیا کہ عکرمہ نے قسم کھا کر کہا کہ نبی کریم ﷺ اس دن اونٹ پر سوار تھے۔

تشریح: یہ معراج کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہاں امام بخاری رحمہ اللہ اس کو اس لئے لائے کہ اس سے زمزم کے پانی کی فضیلت نکلتی ہے۔ اس لئے کہ آپ کا سینہ اسی پانی سے دھویا گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی احادیث زمزم کے پانی کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں مگر امیر المؤمنین فی الحدیث کی شرط پر یہی حدیث تھی۔ صحیح مسلم میں آب زمزم کو پانی کے ساتھ خوراک بھی قرار دیا گیا ہے اور بیماروں کے لئے دوا بھی فرمایا گیا ہے۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں مرفوعاً یہ بھی ہے کہ ماء زمزم لما شرب له کہ زمزم کا پانی جس لئے پیا جائے اللہ وہ دیتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وسميت زمزم لكثرتها يقال ماء زمزم اى كثير وقيل لاجتماعها۔'' یعنی اس کا نام زمزم اس لئے رکھا گیا کہ یہ بہت ہے اور ایسے ہی مقام پر بولا جاتا ہے۔ ماء زمزم ای کثیر یعنی یہ پانی بہت بڑی مقدار میں ہے اور اس کے جمع ہونے کی وجہ سے بھی اسے زمزم کہا گیا ہے۔

مجاہد نے کہا کہ یہ لفظ هزمة سے مشتق ہے۔ لفظ ہزمہ کے معنی ہیں ایڑیوں سے زمین میں اشارے کرنا۔ چونکہ مشہور ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمین پر ایڑی رگڑنے سے یہ چشمہ نکلا لہٰذا اسے زمزم کہا گیا۔ واللہ اعلم۔

بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ
باب: قران کرنے والا ایک طواف کرے یا دو

کرے

١٦٣٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا)). فَقَدِمْتُ مَكَّةَ، وَأَنَا حَائِضٌ، فَلَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا أَرْسَلَنِي مَعَ عَبْدِالرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيْمِ، فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ: ((هَذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكِ)). فَطَافَ الَّذِيْنَ أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ حَلُّوْا، ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا آخَرَ، بَعْدَ أَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى، وَأَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا. [راجع: ٢٩٤، ١٥٥٦]

(۱۶۳۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب سے خبر دی، انہیں عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے اور ہم نے عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے۔ ایسے لوگ دونوں کے احرام سے ایک ساتھ حلال ہوں گے۔'' میں بھی مکہ آئی تھی لیکن مجھے حیض آ گیا تھا۔ اس لیے جب ہم نے حج کے کام پورے کر لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا۔ میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تمہارے اس عمرہ کے بدلہ میں ہے۔'' (جسے تم نے حیض کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا) جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے سعی کے بعد احرام کھول دیا اور دوسرا طواف منیٰ سے واپسی پر کیا لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا انہوں نے صرف ایک طواف کیا۔

تشریح: تنعیم ایک مشہور مقام ہے جو مکہ سے تین میل دور ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تطییب خاطر کے لئے وہاں بھیج کر عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے فرمایا تھا۔ آخر حدیث میں ذکر ہے کہ جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا ایک ہی احرام باندھا تھا۔ انہوں نے بھی ایک ہی طواف کیا اور ایک ہی سعی کی۔ جمہور علما اور اہلحدیث کا یہی قول ہے کہ قارن کے لئے ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے کافی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دو طواف اور دو سعی لازم رکھے ہیں اور جن روایتوں سے دلیل لی ہے، وہ سب ضعیف ہیں۔ (وحیدی)

١٦٣٩ـ حَدَّثَنِي يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ دَخَلَ ابْنُهُ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، وَظَهْرُهُ فِي الدَّارِ، فَقَالَ: إِنِّي لَا آمَنُ أَنْ يَكُوْنَ الْعَامَ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ، فَيَصُدُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ، فَلَوْ أَقَمْتَ. فَقَالَ: قَدْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، فَإِنْ يُحَلْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ أَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللَّهِ أُسْوَةٌ

(۱۶۳۹) مجھ سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لڑکے عبداللہ بن عبداللہ ان کے یہاں گئے۔ حج کے لیے سواری گھر میں کھڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اس سال مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو جائے گی اور آپ کو وہ بیت اللہ سے روک دیں گے۔ اس لیے اگر آپ نہ جاتے تو بہتر ہوتا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے تھے (عمرہ کرنے صلح حدیبیہ کے موقع پر) اور کفار قریش نے آپ کو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا تھا۔ اس لیے اگر مجھے بھی روک دیا گیا تو میں بھی وہی کروں گا جو رسول

حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: ٢١] ثُمَّ قَالَ: أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ مَعَ عُمْرَتِي حَجًّا. قَالَ: ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا. [أطرافه في: ١٦٤٠، ١٦٩٣، ١٧٠٨، ١٧٢٩، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨٠٨، ١٨١٠، ١٨١٢، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥]

اللہ ﷺ نے کیا تھا ''اور تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج (اپنے اوپر) واجب کرلیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آپ مکہ آئے اور دونوں عمرہ اور حج کے لیے ایک ہی طواف کیا۔

١٦٤٠ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ. فَقِيْلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ، وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يَصُدُّوْكَ. فَقَالَ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: ٢١] إِذًا أَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ، إِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً. ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ: مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدًا، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجًّا مَعَ عُمْرَتِي. وَأَهْدَى هَدْيًا اشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ، فَلَمْ يَنْحَرْ، وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ، وَنَحَرَ وَحَلَقَ، وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ، وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: كَذَلِكَ فَعَلَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ. [راجع:١٦٣٩] [مسلم: ٢٩٩٢؛ نسائي: ٢٧٤٥]

(۱۶۴۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے نافع سے بیان کیا کہ جس سال حجاج عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں لڑنے آیا تھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اس سال حج کا ارادہ کیا تو آپ سے کہا گیا کہ مسلمانوں میں باہم جنگ ہونے والی ہے اور یہ بھی خطرہ ہے کہ آپ کو حج سے روک دیا جائے۔ آپ نے فرمایا: ''تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔'' ایسے وقت میں بھی وہی کام کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کرلیا ہے۔ پھر آپ چلے اور جب بیداء کے میدان میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ حج اور عمرہ تو ایک ہی طرح کے ہیں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کرلیا ہے۔ آپ نے ایک قربانی بھی ساتھ لے لی جو مقام قدید سے خریدی تھی۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ دسویں تاریخ سے پہلے نہ آپ نے قربانی کی نہ کسی ایسی چیز کو اپنے لیے جائز کیا جس سے (احرام کی وجہ سے) آپ رک گئے تھے۔ نہ سر منڈوایا نہ بال ترشوائے۔ دسویں تاریخ میں آپ نے قربانی کی اور بال منڈوائے۔ آپ کا یہی خیال تھا کہ آپ نے ایک طواف سے حج اور عمرہ دونوں کا طواف ادا کرلیا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

تشریح: پہلے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ پھر انہوں نے خیال کیا کہ صرف عمرہ کرنے سے حج اور عمرہ دونوں یعنی قران کرنا بہتر ہے تو حج کی بھی نیت باندھ لی اور پکار کر لوگوں سے اس لئے کہہ دیا کہ اور لوگ بھی ان کی پیروی کریں۔ بیداء مکہ اور مدینہ کے درمیان ذوالحلیفہ سے آگے ایک مقام ہے۔ قدید بھی جحفہ کے نزدیک ایک جگہ کا نام ہے۔

بَابُ الطَّوَافِ عَلَى وُضُوْءٍ

باب: (کعبہ کا) طواف وضو کر کے کرنا

١٦٤١ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ، أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ: قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ، ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ. ثُمَّ عُمَرُ مِثْلُ ذَلِكَ. ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ فَرَأَيْتُهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ، ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَامِ، فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ، ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَ ذَلِكَ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ، ثُمَّ آخِرُ مَنْ رَأَيْتُ فَعَلَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا عُمْرَةً، وَهَذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ فَلَا يَسْأَلُوْنَهُ، وَلَا أَحَدٌ مِمَّنْ مَضَى، مَا كَانُوْا يَبْدَؤُوْنَ بِشَيْءٍ حَتَّى يَضَعُوْنَ أَقْدَامَهُمْ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَا يَحِلُّوْنَ، وَقَدْ رَأَيْتُ أُمِّي وَخَالَتِي، حِيْنَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْتَدِئَانِ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ، تَطُوْفَانِ بِهِ، ثُمَّ إِنَّهُمَا لَا تَحِلَّانِ. [راجع: ١٦١٤]

(۱۶۴۱) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، انہیں محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل قرشی نے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے پوچھا تھا، عروہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے جیسا کہ معلوم ہے حج کیا تھا۔ مجھے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق خبر دی کہ جب آپ مکہ معظمہ آئے تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ آپ نے وضو کیا، پھر کعبہ کا طواف کیا۔ یہ آپ کا عمرہ نہیں تھا۔ اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور آپ نے بھی سب سے پہلے کعبہ کا طواف کیا جبکہ یہ آپ کا بھی عمرہ نہیں تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کیا میں نے دیکھا سب سے پہلے آپ نے بھی کعبہ کا طواف کیا۔ آپ کا بھی یہ عمرہ نہیں تھا۔ پھر معاویہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا زمانہ آیا۔ پھر میں نے اپنے والد زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی حج کیا۔ یہ (سارے اکابر) پہلے کعبے ہی کے طواف سے شروع کرتے تھے جبکہ یہ عمرہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بعد مہاجرین وانصار کو بھی میں نے دیکھا کہ وہ بھی اسی طرح کرتے رہے اور ان کا بھی یہ عمرہ نہیں ہوتا تھا۔ آخری ذات جسے میں نے اس طرح کرتے دیکھا، وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تھی۔ انہوں نے بھی عمرہ نہیں کیا۔ ابن عمر ابھی موجود ہیں لیکن ان سے لوگ اس کے متعلق پوچھتے نہیں۔ اسی طرح جو حضرات گزر گئے، ان کا بھی مکہ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلا قدم طواف کے لیے اٹھتا تھا۔ پھر یہ بھی احرام نہیں کھولتے تھے۔ میں نے اپنی والدہ (اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما) اور خالہ (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو بھی دیکھا کہ جب وہ آتیں تو سب سے پہلے طواف کرتیں اور یہ اس کے بعد احرام نہیں کھولتی تھیں۔

١٦٤٢ـ وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ،

(۱۶۴۲) اور مجھے میری والدہ نے خبر دی کہ انہوں نے اپنی بہن اور زبیر اور فلاں فلاں (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ عمرہ کیا ہے یہ سب لوگ حجر اسود کا بوسہ لیتے تو

فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا .[١٦١٥]

عمرہ کا احرام کھول دیتے۔

تشریح: جمہور علما کے نزدیک طواف میں طہارت یعنی باوضو ہونا شرط ہے۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل نے عروہ سے کیا پوچھا اس روایت میں یہ مذکور نہیں ہے۔ لیکن امام مسلم کی روایت میں اس کا بیان ہے کہ ایک عراقی نے محمد بن عبدالرحمٰن سے کہا کہ تم عروہ سے پوچھو اگر ایک شخص حج کا احرام باندھے تو طواف کر کے وہ حلال ہو سکتا ہے؟ اگر وہ کہیں نہیں ہو سکتا تو کہنا ایک شخص تو کہتے ہیں حلال ہو جاتا ہے۔ محمد بن عبدالرحمٰن نے کہا میں نے عروہ سے پوچھا، انہوں نے کہا جو کوئی حج کا احرام باندھے وہ جب تک حج سے فارغ نہ ہو حلال نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا ایک شخص تو کہتے ہیں کہ وہ حلال ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا اس نے بری بات کہی۔ آخر حدیث تک۔

بَابُ وُجُوْبِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَجُعِلَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ

باب: صفا اور مروہ کی سعی واجب ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں

١٦٤٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ عُرْوَةُ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا: أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ [البقرة:١٥٨] فَوَاللَّهِ! مَا عَلَى أَحَدٍ جُنَاحٌ أَنْ لَا يَطُّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. قَالَتْ: بِئْسَ مَا قُلْتَ: يَا ابْنَ أُخْتِي! إِنَّ هَذِهِ لَوْ كَانَتْ كَمَا أَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ كَانَتْ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، وَلَكِنَّهَا أُنْزِلَتْ فِي الْأَنْصَارِ، كَانُوْا قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا عِنْدَ الْمُشَلَّلِ، فَكَانَ مَنْ أَهَلَّ يَتَحَرَّجَ أَنْ يَطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا أَسْلَمُوْا سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ أَنْ نَطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ [تَعَالَى:] ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ الآيَةَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: وَقَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا، فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ

(١٦٤٣) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی کہ عروہ نے بیان کیا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے (سورۂ بقرہ میں ہے کہ) ''صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اس لیے جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لیے ان کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔'' قسم اللہ کی! پھر تو کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے اگر کوئی صفا اور مروہ کی سعی نہ کرنا چاہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بھتیجے! تم نے یہ بری بات کہی۔ اللہ کا مطلب یہ ہوتا تو قرآن میں یوں اترتا ''ان کے طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔'' بات یہ ہے کہ یہ آیت تو انصار کے لیے اتری تھی جو اسلام سے پہلے منات بت کے نام پر جو مشلل میں رکھا ہوا تھا اور جس کی یہ پوجا کیا کرتے تھے، احرام باندھتے تھے۔ یہ لوگ جب (زمانہ جاہلیت میں) احرام باندھتے تو صفا مروہ کی سعی کو اچھا نہیں خیال کرتے تھے۔ اب جب اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا اور کہا کہ یا رسول اللہ! ہم صفا اور مروہ کی سعی اچھی نہیں سمجھتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ''صفا اور مروہ دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں۔'' آخر آیت تک۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو پہاڑوں کے درمیان سعی کی سنت جاری کی ہے۔ اس لیے کسی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اسے ترک کر دے۔ انہوں نے کہا کہ پھر میں نے اس کا ذکر ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے

يَتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا. ثُمَّ أَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرِ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ مَا كُنْتُ سَمِعْتُهُ، وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالاً مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، يَذْكُرُوْنَ: أَنَّ النَّاسَ- إِلاَّ مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ- مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ لِمَنَاةَ، كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِي الْقُرْآنِ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كُنَّا نَطُوْفُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَنْزَلَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ، فَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا فَهَلْ عَلَيْنَا مِنْ حَرَجٍ أَنْ نَطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ الآيَةَ. قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: فَأَسْمَعُ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْفَرِيقَيْنِ كِلَيْهِمَا فِي الَّذِيْنَ كَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ أَنْ يَطُوْفُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَالَّذِيْنَ يَطُوْفُوْنَ ثُمَّ تَحَرَّجُوْا أَنْ يَطَّوَّفُوْا بِهِمَا فِي الْإِسْلَامِ مِنْ أَجْلِ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا حَتَّى ذَكَرَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا ذَكَرَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ. [أطرافه في: ١٧٩٠، ٤٤٩٥، ٤٨٦١] [نسائي: ٢٩٦٨]

کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو یہ علمی بات اب تک نہیں سنی تھی، بلکہ میں نے بہت سے اصحاب علم سے تو یہ سنا ہے وہ یوں کہتے تھے کہ عرب کے لوگ ان لوگوں کے سوا جن کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا جو منات کے لیے احرام باندھتے تھے سب صفا مروہ کا پھیرا کیا کرتے تھے۔ جب اللہ پاک نے قرآن شریف میں بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا مروہ کا ذکر نہیں کیا تو وہ لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ! ہم تو جاہلیت کے زمانہ میں صفا اور مروہ کا پھیرا کیا کرتے تھے اور اب اللہ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر تو فرمایا لیکن صفا مروہ کا ذکر نہیں کیا تو کیا صفا مروہ کی سعی کرنے میں ہم پر کچھ گناہ ہوگا؟ تب اللہ نے یہ آیت اتاری: ''صفا مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں'' آخر آیت تک۔ ابوبکر نے کہا میں سنتا ہوں کہ یہ آیت دونوں فرقوں کے باب میں اتری ہے یعنی اس فرقے کے باب میں جو جاہلیت کے زمانے میں صفا مروہ کا طواف برا جانتا تھا اور اس کے باب میں جو جاہلیت کے زمانہ میں صفا مروہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ پھر مسلمان ہونے کے بعد اس کا کرنا اس وجہ سے کہ اللہ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا اور صفا مروہ کا نہیں کیا، برا سمجھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے بیت اللہ کے طواف کے بعد ان کے طواف کا بھی ذکر فرما دیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

باب: صفا اور مروہ کے درمیان کس طرح دوڑے؟

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: السَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِي عَبَّادٍ إِلَى زُقَاقِ بَنِي أَبِي حُسَيْنٍ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بنی عباد کے گھروں سے لے کر بنی ابی حسین کی گلی تک دوڑ کر چلے (باقی راہ میں معمولی چال سے)۔

١٦٤٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ

(۱۶۴۴) ہم سے محمد بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن عمر نے، ان سے نافع نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلا

اللَّهِ ﷺ إِذَا طَافَ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا، وَكَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. فَقُلْتُ لِنَافِعٍ: أَكَانَ عَبْدُاللَّهِ يَمْشِي إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ يُزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَدَعُهُ حَتَّى يَسْتَلِمَهُ. [راجع: ١٦٠٣]

طواف کرتے تو اس کے تین چکروں میں رمل کرتے اور بقیہ چار میں معمول کے مطابق چلتے اور جب صفا اور مروہ کی سعی کرتے تو آپ نالے کے نشیب میں دوڑا کرتے تھے۔ عبیداللہ نے کہا میں نے نافع سے پوچھا، ابن عمر جب رکن یمانی کے پاس پہنچتے تو کیا حسب معمول چلنے لگتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ البتہ اگر رکن یمانی پر ہجوم ہوتا تو حجر اسود کے پاس آ کر آپ آہستہ چلنے لگتے کیونکہ وہ بغیر چومے اس کو نہیں چھوڑتے تھے۔

تشریح: بنی عباد کا گھر اور بنی ابی الحسین کا کوچہ اس زمانہ میں مشہور ہوگا۔ اب حاجیوں کی شناخت کے لیے دوڑنے کے مقام میں دو سبز منار بنا دیئے گئے ہیں۔

١٦٤٥ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ، طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ، وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾. [الأحزاب: ٢١] [راجع: ٣٩٥]

(١٦٤٥) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا جو عمرہ میں بیت اللہ کا طواف تو کرلے لیکن صفا اور مروہ کی سعی نہیں کرتا، کیا وہ اپنی بیوی سے صحبت کر سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا نبی کریم ﷺ (مکہ) تشریف لائے تو آپ نے بیت اللہ کا سات چکروں کے ساتھ طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر صفا اور مروہ کی سات مرتبہ سعی کی اور ''تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔''

١٦٤٦ـ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ فَقَالَ: لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. [راجع: ٣٩٥، ٣٩٦]

(١٦٤٦) ہم نے اس کے متعلق جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے بیوی کے قریب بھی نہ جائے۔

١٦٤٧ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ تَلَا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾. [الأحزاب: ٢١] [راجع: ٣٩٥]

(١٦٤٧) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ تشریف لائے تو آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر صفا اور مروہ کی سعی کی۔ اس کے بعد عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی ''تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔''

١٦٤٨۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ، قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ. لِأَنَّهَا كَانَتْ مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ، حَتَّى أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾. [البقرة: ١٥٨] [طرفه في: ٤٤٩٦]

[مسلم: ٣٠٨٤؛ ترمذي: ٢٩٦٦]

(۱۶۴۸) ہم سے احمد بن محمد مروزی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں عاصم احول نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ لوگ صفا اور مروہ کی سعی کو برا سمجھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! کیونکہ یہ عہد جاہلیت کا شعار تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ''صفا اور مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔ پس جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔''

تشریح: مضمون اس روایت کے موافق ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اوپر گزری کہ انصار صفا اور مروہ کی سعی بری سمجھتے تھے۔

١٦٤٩۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّمَا سَعَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهُ. زَادَ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، مِثْلَهُ. [طرفه في: ٤٢٥٧] [مسلم: ٣٠٦٠؛ نسائي: ٢٩٧٩]

(۱۶۴۹) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی اس طرح کی کہ مشرکین کو آپ اپنی قوت دکھلا سکیں۔

حمیدی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عطاء سے سنا اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث سنی۔

تشریح: حجر اسود کو چومنے یا چھونے کے بعد طواف کرنا چاہیے۔ طواف کیا ہے؟ اپنے آپ کو محبوب پر فدا کرنا، قربان کرنا اور پروانہ وار گھوم کر اپنے عشق و محبت کا ثبوت پیش کرنا۔ طواف کی فضیلت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''ان النبی ﷺ قال من طاف بالبیت سبعا ولا یتکلم الا بسبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ محیت عنه عشر سیئات وکتب له عشر حسنات ورفع له عشر درجات ومن طاف فتکلم وھو فی تلك الحال خاض فی الرحمة برجلیه کخائض الماء برجلیه رواہ ابن ماجة۔''

یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے بیت اللہ شریف کا سات مرتبہ طواف کیا اور سوائے تسبیح و تحمید کے کوئی فضول کلام اپنی زبان سے نہ نکالا۔ اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں اور اگر کسی نے حالت طواف میں تسبیح و تحمید کے ساتھ لوگوں سے کچھ کلام بھی کیا تو وہ رحمت الٰہی میں اپنے دونوں پیروں تک داخل ہو جاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے پیروں تک پانی میں داخل ہو جائے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ سوائے تسبیح و تحمید کے اور کچھ کلام نہ کرنے والا اللہ کی رحمت میں اپنے قدموں سے سر تک داخل ہو جاتا

ہے اور کلام کرنے والا صرف پیروں تک۔

طواف کی ترکیب یہ ہے کہ حجر اسود کو چومنے کے بعد بیت اللہ کو اپنے بائیں ہاتھ کر کے رکن یمانی تک ذرا تیز تیز اس طرح چلیں کہ قدم قریب قریب پڑیں اور کندھے ہلیں۔ اسی اثنا میں "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" ان مبارک کلمات کو پڑھتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کی شان کا کامل دھیان رکھے۔ اس کی توحید کو پورے طور پر دل میں جگہ دے اس پر پورے پورے توکل کا اظہار کرے۔ ساتھ ہی یہ دعا پڑھے: "اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ لِيْ بِخَيْرٍ۔" (نیل الاوطار) ترجمہ: الٰہی مجھ کو جو کچھ تو نے نصیب کیا اس پر قناعت کرنے کی توفیق عطا کر اور اس میں برکت بھی دے اور میرے اہل وعیال و مال اور میری ہر پوشیدہ چیز کی تو خیریت کے ساتھ حفاظت فرما: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالنِّفَاقِ وَالشِّقَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ۔" (نیل) الٰہی! میں شرک سے، دین میں شک کرنے سے اور نفاق، اور دوغلے پن و نافرمانی اور بری عادتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

تسبیح وتحمید پڑھتا ہوا اور ان دعاؤں کو بار بار دہراتا ہوا رکن یمانی پر دلکی چال سے چلے۔ رکن یمانی خانہ کعبہ کے جنوبی کونے کا نام ہے جس کو صرف چھونا چاہیے، بوسہ نہیں دینا چاہیے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کونے پر ستر فرشتے مقرر ہیں۔ جب طواف کرنے والا حجر اسود سے ملتزم، رکن عراقی اور میزاب رحمت پر سے ہوتا ہوا یہاں پہنچ کر دین ودنیا کی بھلائی کے لئے بارگاہ الٰہی میں خلوص دل کے ساتھ دعائیں کرتا ہے تو یہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ رکن یمانی پر زیادہ تر یہ دعا پڑھنی چاہیے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔" (مشکوۃ) یعنی یا اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں سلامتی چاہتا ہوں اے معبود برحق! تو مجھ کو دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں عطا فرما اور دوزخ کی آگ سے ہم کو بچالے۔ رمل فقط تین چکروں میں کرنا چاہیے۔ رمل کا یہ مطلب ہے کہ تین پہلے پھیروں میں ذرا اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے چلا جائے۔ یہ رمل حجر اسود سے طواف شروع کرتے ہوئے رکن یمانی تک ہوتا ہے۔ رکن یمانی پر رمل کو موقوف کیا جائے اور حجر اسود تک باقی حصہ میں نیز باقی چار شوطوں میں معمولی چال چلا جائے۔ اس طواف میں اضطباع بھی کیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ احرام کی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں شانے پر ڈال لیا جائے۔ ایک چکر پورا کر کے جب واپس حجر اسود پر آ ؤ تو حجر اسود کی دعا پڑھ کر اس کو چوما یا ہاتھ لگایا جائے۔ اب ایک چکر پورا ہوا۔ اس طرح دوسرا اور تیسرا پھیرا کرے ان تین پھیروں میں رمل کرے۔ اس کے بعد چار پھیرے بغیر رمل کے کرے۔ ایک طواف کے لئے یہ سات پھیرے ہوتے ہیں۔ جن کے بعد بیت اللہ کا ایک طواف پورا ہوگیا۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کا طواف مثل نماز کے ہے۔ اس میں باتیں کرنی منع ہیں۔ اللہ کا ذکر جتنا چاہے کرے۔ ایک طواف پورا کر چکنے کے بعد مقام ابراہیم پر طواف کی دو رکعت نماز پڑھے۔ اس پہلے طواف کا نام طواف قدوم ہے۔ رمل اور اضطباع اس کے سوا اور کسی طواف میں نہ کرنا چاہیے۔ مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے آتے ہوئے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ شریف کے درمیان کر کے یہ آیت پڑھے: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ (۲/البقرۃ:۱۲۵) پھر دو رکعت پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ اگر اضطباع کیا ہوا ہے اس کو کھول دے۔ سلام پھیر کر مندرجہ ذیل دعا نہایت انکساری سے پڑھے اور خلوص دل سے اپنے اور دوسروں کے لئے دعائیں مانگے۔ دعا یہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبَ لِيْ وَرِضًا بِمَا قَسَمْتَ لِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔" (طبرانی)

"یا اللہ! تو میری ظاہر و پوشیدہ حالت سے واقف ہے۔ پس میرے عذروں کو قبول فرمالے۔ تو میری حاجتوں سے بھی واقف ہے پس میرے سوال کو پورا کردے۔ تو میرے نفس کی حالت جانتا ہے پس میرے گناہوں کو بخش دے۔ اے مولا! میں ایسا ایمان چاہتا ہوں جو میرے دل میں رچ جائے اور یقین صادق کا طلبگار ہوں یہاں تک کہ میرے دل میں جم جائے کہ مجھے وہی دکھ پہنچ سکتا ہے جو تو لکھ چکا اور قسمت کے لکھے پر ہر وقت راضی

برضا ہوں۔اے سب سے بڑے مہربان! تو میری دعا قبول فرمالے۔" آمین

طواف کی فضیلت میں عمرو بن شعیب اپنے باپ سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"المرء يريد الطواف بالبيت اقبل يخوض الرحمة فاذا دخله غمرته ثم لا يرفع قدما ولا يضع قدما الا كتب الله له بكل قدم خمس مائة حسنة وحط عنه خمسة مائة سيئة ورفعت له خمس مائة درجة الحديث" (درمنثور، ج:۱/ ص:۱۲۰)

یعنی انسان جب بیت اللہ شریف کے طواف کا ارادہ کرتا ہے تو رحمت الٰہی میں داخل ہو جاتا ہے پھر طواف شروع کرتے وقت رحمت الٰہی اس کو ڈھانپ لیتی ہے پھر وہ طواف میں جو بھی قدم اٹھاتا ہے اور زمین پر رکھتا ہے ہر ہر قدم کے بدلے اس کو پانچ سو نیکیاں ملتی ہیں اور پانچ سو گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے پانچ سو درجے بلند کئے جاتے ہیں۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" من طاف بالبيت سبعا وصلى خلف المقام ركعتين وشرب من ماء زمزم غفرت ذنوبه كلها بالغة ما بلغت۔" یعنی جس نے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی اور زمزم کا پانی پیا اس کے جتنے بھی گناہ ہوں سب معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (درمنثور)

مسئلہ: طواف شروع کرتے وقت حاجی اگر مفرد یعنی صرف حج کا احرام باندھ کر آیا ہے تو دل میں طواف قدوم کی نیت کرے اور اگر قارن یا متمتع ہے تو طواف عمرہ کی نیت کر کے طواف شروع کرے۔ یاد رہے کہ نیت دل کا فعل ہے، زبان سے کہنے کی حاجت نہیں ہے بہت سے ناواقف حاجی صاحبان جب شروع میں حجر اسود کو آ کر بوسہ دیتے ہیں اور طواف شروع کرتے ہیں تو تکبیر تحریمہ کی طرح تکبیر کہہ کہ رفع الیدین کر کے زبان سے نیت کرتے ہیں، یہ بے ثبوت ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔ (زاد المعاد)

بیہقی کی روایت میں اس قدر ضرور آیا ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دے کر دونوں ہاتھ کو اس پر رکھ کر پھر ان ہاتھوں کو منہ پر پھیر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ طواف کرنے میں مرد عورت کا یکساں حکم ہے۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ عورت کسی طواف میں رمل اور اضطباع نہ کرے۔ (جلیل المناسک)

حیض اور نفاس والی عورت صرف طواف نہ کرے۔ باقی حج کے تمام کام بجالائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حائضہ ہونے کی حالت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:" فافعلي ما يفعل الحاج غير ان لا تطو في بالبيت حتى تطهري۔" (متفق علیہ) یعنی طواف بیت اللہ کے سوا اور سب کام کر جو حاجی کرتے ہیں یہاں تک کہ تو پاک ہو۔ اگر حالت حیض ونفاس میں طواف کر لیا تو طواف ہو گیا۔ مگر فدیہ میں ایک بکری یا ایک اونٹ ذبح کرنا لازمی ہے (فتح الباری) مستحاضہ عورت اور سلسل بول والے کو طواف کرنا درست ہے۔ (مشکوٰۃ)

بیت اللہ شریف میں پہنچ کر سوائے عذر حیض ونفاس کے باقی کسی کا اور کیسا ہی عذر کیوں نہ ہو جب تک ہوش وحواس صحیح طور پر قائم ہیں اور راستہ صاف ہے تو محرم کو طواف قدوم اور سعی کرنا ضروری ہے۔

طواف کی قسمیں: طواف چار طرح کا ہوتا ہے۔

1. طواف قدوم جو بیت اللہ شریف میں پہلی دفعہ آتے ہی حجر اسود کو چھونے کے بعد کیا جاتا ہے۔
2. طواف عمرہ جو عمرے کا احرام باندھ کر کیا جاتا ہے۔
3. طواف افاضہ جو دسویں ذی الحجہ کو یوم نحر میں قربانی وغیرہ سے فارغ ہو کر اور احرام کھول کر کیا جاتا ہے۔ اس کو طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔
4. طواف وداع جو بیت اللہ شریف سے رخصت ہوتے وقت آخری طواف کیا جاتا ہے۔

مسئلہ: بہتر تو یہی ہے کہ ہر سات پھیروں کا جو ایک طواف کہلاتا ہے اس کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی جائے۔ لیکن اگر چند طواف ملا کر آخر میں صرف دو رکعت پڑھ لی جائیں تو بھی کافی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے کبھی ایسا بھی کیا ہے۔ (ایضاح الحجہ)

مسئلہ: طواف قدوم، طواف عمرہ، طواف وداع میں ان دو رکعتوں کے بعد بھی حجر اسود کو بوسہ دینا چاہیے۔

تنبیہ: ائمہ اربعہ اور تمام علمائے سلف وخلف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ چومنا اور چھونا صرف حجر اسود اور رکن یمانی کے لئے ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت سے ظاہر ہے: "عن ابن عمر قال لم ار النبیﷺ یستلم من البیت الا الرکنین الیمانیین۔" (متفق علیہ) یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے سوائے حجر اسود اور رکن یمانی کے بیت اللہ کی کسی اور چیز کو چھوتے ہوئے کبھی بھی نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا۔ پس استلام صرف ان ہی دو کے لئے ہے۔ ان کے علاوہ مساجد ہوں یا مقابر اولیا وصلحا ہوں یا حجرات ومزارات رسل ہوں یا اور تاریخی یادگاریں ہوں کسی کو چومنا چاٹنا یا چھونا ہرگز ہرگز جائز نہیں بلکہ ایسا کرنا بدعت ہے۔ جماعت سلف امت مقام ابراہیم اور احجار مکہ کو بوسہ دینے سے قطعاً منع کیا کرتے تھے۔ پس حاجی صاحبان کو چاہیے کہ حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا اور کسی جگہ کے ساتھ یہ معاملات بالکل نہ کریں ورنہ نیکی برباد گناہ لازم کی مثال صادق آئے گی۔"

بہت سے ناواقف بھائی مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھنے کے بعد مقام ابراہیم کے دروازے کی جالیوں کو پکڑ کر اور کڑوں میں ہاتھ ڈال کر دعائیں کرتے ہیں۔ یہ بھی عوام کی ایجاد ہے جس کا سلف سے کوئی ثبوت نہیں۔ پس ایسی بدعات سے بچنا ضروری ہے۔ بدعت ایک زہر ہے جو تمام نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔" (متفق علیہ) یعنی جس نے ہمارے اس دین میں اپنی طرف سے کوئی نیا کام ایجاد کیا جس کا پتہ اس دین میں نہ ہو وہ مردود ہے۔

مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کر کے مقام ملتزم پر آنا چاہیے۔ یہ جگہ حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کے بیچ میں ہے۔ یہاں پر سات پھیروں کے بعد دو رکعت نماز کے بعد آنا چاہیے۔ یہ دعا کی قبولیت کا مقام ہے یہاں کا پردہ پکڑ کر خانہ کعبہ سے لپٹ کر دیوار پر گال رکھ کر ہاتھ پھیلا کر دل کھول کر خوب رو رو کر دین ودنیا کی بھلائی کے لئے دعائیں کریں۔ اس مقام پر یہ دعا بھی مناسب ہے۔

"اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا يُوَافِيْ نِعَمَكَ وَيُكَافِيْ مَزِيْدَكَ اَحْمَدُكَ بِجَمِيْعِ مَحَامِدِكَ مَا عَلِمْتُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ عَلٰى جَمِيْعِ نِعَمِكَ مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَعَلٰى كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اَعِذْنِيْ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَقَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ اَكْرَمِ وَفْدِكَ عِنْدَكَ وَاَلْزِمْنِيْ سَبِيْلَ الْاِسْتِقَامَةِ حَتّٰى اَلْقَاكَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔" (اذکار نووی)

"یا اللہ! کل تعریفوں کا مستحق تو ہی ہے میں تیری وہ تعریفیں کرتا ہوں جو تیری دی ہوئی نعمتوں کا شکریہ ہو سکیں اور اس شکریہ پر جو نعمتیں تیری جانب سے زیادہ ملیں اُن کا بدلہ ہو سکیں۔ پھر میں تیری ان نعمتوں کو جن کو جانتا ہوں جن کو نہیں سب ہی کا ان خوبیوں کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہوں جن کا مجھ کو علم ہے اور جن کا نہیں۔ غرض ہر حال میں تیری ہی تعریفیں کرتا ہوں۔ اے اللہ! تو اپنے حبیب محمد ﷺ اور آپ کی آل پر درود وسلام بھیج۔ یا اللہ! تو مجھ کو شیطان مردود سے اور ہر برائی سے پناہ میں رکھ اور جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے اس پر قناعت کی توفیق عطا کر اور اس میں برکت دے۔ یا اللہ! تو مجھ کو بہترین مہمانوں میں شامل کر اور مرتے دم تک مجھ کو سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ میری تجھ سے ملاقات ہو۔"

یہ طواف جو کیا گیا طواف قدوم کہلاتا ہے۔ جو مکہ شریف یا میقات کے اندر رہتے ہیں، ان کے لئے یہ سنت نہیں ہے اور جو عمرہ کی نیت سے مکہ میں آئیں ان پر بھی طواف قدوم نہیں ہے اس طواف سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کا استلام کیا جائے کہ یہ افتتاح سعی کا استلام ہے۔ پھر کمانی دار دروازے سے نکل کر سیدھے باب صفا کی طرف جائیں اور باب صفا سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھیں: "بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ۔" (ترمذی)

"اللہ کے مقدس نام کی برکت سے اور اللہ کے پیارے رسول پر درود وسلام بھیجتا ہوا باہر نکلتا ہوں۔ اے اللہ! میرے لئے اپنے فضل وکرم کے دروازے کھول دے۔" اس دعا کو پڑھتے ہوئے پہلے بایاں قدم مسجد حرام سے باہر کیا جائے اور پھر دایاں۔

کوہ صفا پر چڑھائی: باب صفا سے نکل کر سیدھے کوہ صفا پر جائیں۔ قریب ہونے پر آیت مبارکہ: ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ (۲/البقرۃ:۱۵۸) تلاوت کریں۔ پھر کہیں ابدأ بما بدأ الله (چونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر میں پہلے صفا کا نام لیا ہے اس لئے میں بھی پہلے صفا ہی سے سعی

شروع کرتا ہوں) یہ کہہ کر سیڑھیوں سے پہاڑی کے اوپر اتنا چڑھ جائیں کہ بیت اللہ کا پردہ دکھائی دینے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت سے ظاہر ہے۔

"عن ابی هريرة قال رسول الله ﷺ فدخل مكة فاقبل الى الحجر فاستلمه ثم طاف بالبيت ثم اتى الصفا فعلاه حتى ينظر الى البيت الحديث رواه ابوداود۔"

یعنی اللہ کے رسول ﷺ جب مکہ شریف میں داخل ہوئے تو آپ نے حجر اسود کا استلام کیا، پھر طواف کیا۔ پھر آپ صفا کے اوپر چڑھ گئے۔ یہاں تک کہ بیت اللہ آپ کو نظر آنے لگا۔

پس اب قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلے تین دفعہ کھڑے کھڑے اللہ اکبر کہیں۔ پھر یہ دعا پڑھیں:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ اَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ۔" (مسلم)

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک کا اصلی مالک وہی ہے، اس کے لئے تمام تعریفیں ہیں۔ وہ جو چاہے سو ہو سکتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے جس نے غلبہ اسلام کی بابت اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی امداد کی اور اس اکیلے نے تمام کافر و مشرکین کے لشکروں کو بھگا دیا۔"

اس دعا کو پڑھ کر پھر درود شریف پڑھیں پھر خوب دل لگا کر جو چاہیں دعا مانگیں، تین دفعہ اسی طرح نعرہ تکبیر تین تین بار بلند کر کے مذکورہ بالا دعا پڑھ کر درود شریف کے بعد خوب دعائیں کریں، یہ دعا کی قبولیت کی جگہ ہے۔ پھر واپسی سے پہلے مندرجہ ذیل دعا پڑھ کر ہاتھوں کو منہ پر پھیر لیں۔

"اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَا تَنْزِعَهُ مِنِّيْ حَتّٰى تَوَفَّنِيْ وَاَنَا مُسْلِمٌ۔" (موطا)

یا اللہ تو نے دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پس تو نے جس طرح مجھے اسلامی زندگی نصیب فرمائی اسی طرح موت بھی مجھ کو اسلام کی حالت میں نصیب فرما۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی: صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کو سعی کہتے ہیں، یہ فرائض حج میں داخل ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ظاہر ہے۔

"عن صفية بنت شيبة قالت اخبرتني بنت ابى تجراة قالت دخلت مع نسوة من قريش دار آل ابى حسين ننظر الى رسول الله ﷺ وهو يسعى بين الصفا والمروة فرأيته يسعى وان ميزره ليدور من شدة السعى وسمعته يقول اسعوا فان الله كتب عليكم السعى رواه فى شرح السنة۔"

یعنی صفیہ بنت شیبہ روایت کرتی ہیں کہ مجھے بنت ابی تجراہ نے خبر دی کہ میں قریش کی چند عورتوں کے ساتھ آل ابو حسین کے گھر داخل ہوئی۔ ہم نبی کریم ﷺ کو صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ سعی کر رہے تھے اور شدت سعی کی وجہ سے آپ کی ازار مبارک بل رہی تھی۔ آپ فرماتے جاتے تھے لوگو سعی کرو، اللہ نے اس سعی کو تمہارے اوپر فرض کیا ہے۔

پس اب صفا سے اتر کر "رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ۔" (طبرانی) پڑھتے ہوئے آہستہ آہستہ چلیں۔ جب سبز میل کے پاس پہنچ جائیں (جو بائیں طرف مسجد حرام کی دیوار سے ملی ہوئی منصوب ہے) تو یہاں سے رمل کریں یعنی تیز رفتار دوڑتے ہوئے دوسرے سبز میل تک جائیں (جو کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کے مقابل ہے) پھر یہاں سے آہستہ آہستہ اپنی چال پر چلتے ہوئے مروہ پہنچیں۔ راستے میں مذکورہ بالا دعا پڑھتے رہیں۔ جب مروہ پہنچیں تو پہلے دوسری سیڑھی پر چڑھ کر بیت اللہ کی جانب رخ کر کے کھڑے ہوں اور تھوڑا سا داہنی جانب مائل ہو جائیں تاکہ کعبہ کا استقبال اچھی طرح ہو جائے اگرچہ یہاں سے بیت اللہ بوجہ عمارات کے نظر نہیں آتا۔ پھر صفا کی دعائیں یہاں بھی اسی طرح پڑھیں جس

طرح صفا پر پڑھی تھیں اور کافی دیر تک ذکر و دعا میں مشغول رہیں کہ یہ بھی محل اجابت دعا ہے۔ پھر واپس صفا کو رب اغفر ...... پوری دعا پڑھتے ہوئے معمولی چال سے سبز میل تک چلیں۔ پھر یہاں سے دوسرے میل تک تیز چلیں۔ اس میل پر پہنچ کر معمولی چال سے صفا پر پہنچیں۔ صفا سے مروہ تک آنا سعی کا ایک شوط کہلاتا ہے۔ صفا پر واپس پہنچنے سے سعی کا دوسرا شوط پورا ہو جائے گا۔ اس طرح سات شوط پورے کرنے ہوں گے۔ ساتواں شوط مروہ پر ختم ہوگا۔ ہر شوط میں مذکورہ بالا دعاؤں کے علاوہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" خوب دل لگا کر پڑھنا چاہیے۔ چونکہ زمین اونچی ہوتی چلی گئی اس لئے صفا مروہ کی سیڑھیاں زمین میں دب گئی ہیں اور اب پہلی ہی سیڑھی پر کھڑے ہونے سے بیت اللہ کا نظر آنا ممکن ہے۔ لہٰذا اب کئی درجوں پر چڑھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ سعی میں کسی قسم کی تخصیص عورت کے لئے نہیں آئی۔ مرد و عورت ایک ہی حکم میں ہیں۔

ضروری مسائل: طواف یا سعی کی حالت میں نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے تو طواف یا سعی کو چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہیے۔ نیز پیشاب یا پاخانہ یا اور کوئی ضروری حاجت درپیش ہو تو اس سے فارغ ہو کر باوضو جہاں طواف یا سعی کو چھوڑا تھا، وہیں سے باقی کو پورا کرے۔ بیمار کو پکڑ کر یا چار پائی پر یا سواری پر بٹھا کر طواف اور سعی کرانی جائز ہے۔ قدامہ بن عبداللہ بن عمار روایت کرتے ہیں: "رايت رسول الله ﷺ يسعى بين الصفا والمروة على بعير۔" (مشکوٰۃ) میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ اونٹ پر سوار ہو کر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے۔ اس پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ عذر کی وجہ سے آپ نے طواف و سعی میں سواری کا استعمال کیا تھا۔

قارن حج اور عمرے کا طواف اور سعی ایک ہی کرے۔ حج و عمرہ کے لئے علیحدہ علیحدہ دو بار طواف و سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم) عورتیں طواف اور سعی میں مردوں میں خلط ملط ہو کر نہ چلیں۔ ایک کنارہ ہو کر چلیں۔ (صحیحین)

سعی کے بعد: صفا اور مروہ کی سعی سے فارغ ہونے کے بعد اگر حج تمتع کی نیت سے احرام باندھا گیا تھا تو اب حجامت کرا کر حلال ہو جانا چاہیے۔ اور احرام حج قران یا حج افراد کا تھا تو نہ حجامت کرانی چاہیے نہ احرام کھولنا چاہیے۔ حج تمتع کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ مروہ پر بال کتروادے اور دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں بال منڈوائے۔ عورت کو بال منڈوانے منع ہیں۔ ہاں چٹیا کی تھوڑی سی نوک کتر دینی چاہیے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے: "ليس على النساء الحلق انما على النساء التقصير۔" (ابوداود) یعنی عورتوں کے لئے سر منڈانا نہیں ہے بلکہ صرف چٹیا میں سے چند بال کاٹ ڈالنا کافی ہے۔ ان سب کاموں سے فارغ ہو کر چاہ زمزم پر آ کر زمزم کا پانی پینا چاہیے۔ اس قدر کہ پیٹ اور پسلیاں خوب تن جائیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ منافق اتنا نہیں پیتا کہ اس کی پسلیاں تن جائیں۔ آب زمزم جس ارادے سے پیا جائے وہ پورا ہوتا ہے۔ شفا کے ارادے سے پیا جائے تو شفا ملتی ہے۔ بھوک پیاس کی دوری کے لئے پیا جائے تو بھوک پیاس دور ہوتی ہے۔ اور اگر دشمن کے خوف سے، کسی آفت کے ڈر سے، روز محشر کی گھبراہٹ سے محفوظ رہنے کی نیت سے پیا جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ امن دیتا ہے۔ (حاکم، دارقطنی وغیرہ)

آب زمزم پینے کے آداب: زمزم شریف کا پانی قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔ درمیان میں تین سانس لیں۔ ہر دفعہ میں شروع بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھنا چاہیے اور پیتے وقت یہ دعا پڑھنی مسنون ہے۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ۔" (حاكم، دار قطنی) یا اللہ! میں تجھ سے علم نفع دینے والا اور روزی فراخ اور ہر بیماری سے شفا چاہتا ہوں۔

بَابٌ: تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

باب: حیض والی عورت بیت اللہ کے طواف کے سوا تمام ارکان بجالائے

وَإِذَا سَعَى عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. اور اگر کسی نے صفا اور مروہ کی سعی بغیر وضو کے کر لی تو کیا حکم ہے؟

تشریح: باب کی حدیثوں سے پہلا حکم تو ثابت ہوتا ہے لیکن دوسرے حکم کا ان میں ذکر نہیں ہے اور شاید یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اتنا زیادہ منقول ہے کہ صفا مروہ کا طواف بھی نہ کرے۔ ابن عبدالبر نے کہا اس زیادت کو صرف یحییٰ بن یحییٰ نیساپوری نے نقل کیا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ حیض والی عورت سب کام کرے مگر بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف نہ کرے۔ ابن بطال نے کہا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا مطلب باب کی حدیث سے یوں نکالا کہ اس میں یوں ہے سب کام کر لے جیسے حاجی کرتے ہیں صرف بیت اللہ کا طواف نہ کرے تو معلوم ہوا کہ صفا مروہ کا طواف بے وضو اور بے طہارت درست ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ اگر طواف کے بعد عورت کو حیض آ جائے صفا مروہ کی سعی سے پہلے تو صفا مروہ کی سعی کرے۔ (وحیدی)

١٦٥٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ، وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، قَالَتْ: فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((افْعَلِي كَمَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي)). [راجع: ٢٩٤]

(١٦٥٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں عبدالرحمن بن قاسم نے، انہیں ان کے باپ نے اور انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہوں نے فرمایا کہ میں مکہ آئی تو اس وقت میں حائضہ تھی۔ اس لیے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی اور نہ صفا مروہ کی سعی۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس طرح دوسرے حاجی کرتے ہیں تم بھی اسی طرح (ارکان حج) ادا کر لو۔ ہاں بیت اللہ کا طواف پاک ہونے سے پہلے نہ کرنا۔''

١٦٥١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ؛ ح: وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: أَهَلَّ النَّبِيُّ ﷺ هُوَ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ، وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَدْيٌ، غَيْرَ النَّبِيِّ ﷺ وَطَلْحَةَ، وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ، وَمَعَهُ هَدْيٌ فَقَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ. فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، وَيَطُوفُوا، ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيَحِلُّوا، إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَقَالُوا: نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى، وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ مَنِيًّا؟ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْلَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ)). وَحَاضَتْ عَائِشَةُ

(١٦٥١) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حبیب معلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا۔ نبی کریم ﷺ اور طلحہ کے سوا اور کسی کے ساتھ قربانی نہیں تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے اور ان کے ساتھ بھی قربانی تھی۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ (سب لوگ اپنے حج کے احرام کو) عمرہ کا کر لیں۔ پھر طواف اور سعی کے بعد بال ترشوا لیں اور احرام کھول ڈالیں لیکن وہ لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جن کے ساتھ قربانی ہو۔ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ کیا ہم منیٰ میں اس طرح جائیں گے کہ ہمارے ذکر سے منی ٹپک رہی ہو۔ یہ بات جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا اور جب قربانی کا جانور ساتھ نہ ہوتا تو میں بھی (عمرہ اور حج کے درمیان) احرام کھول ڈالتا۔'' اور عائشہ رضی اللہ عنہا (اس حج میں)

فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا، غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْبَيْتِ. قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! تَنْطَلِقُوْنَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ، وَأَنْطَلِقُ بِحَجٍّ فَأَمَرَ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ، فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ.

[راجع:١٥٥٧][ابوداود: ١٧٨٩]

حائضہ ہوگئی تھیں۔ اس لیے انہوں نے بیت اللہ کے طواف کے سوا اور دوسرے ارکان حج ادا کیے۔ پھر جب پاک ہوگئیں تو طواف بھی کیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ آپ سب لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کر کے جارہے ہیں لیکن میں نے صرف حج ہی کیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ انہیں تنعیم لے جائیں (اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھیں) اس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کے بعد عمرہ کیا۔

١٦٥٢۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، قَالَتْ: كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ، فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ، فَحَدَّثَتْ أَنَّ أُخْتَهَا كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَدْ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ، قَالَتْ: كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمَى وَنَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضَى فَسَأَلَتْ أُخْتِي رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: هَلْ عَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ قَالَ: ((لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ، وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ)). فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ سَأَلْتُهَا۔ أَوْ قَالَتْ: سَأَلْنَاهَا قَالَتْ:۔ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَبَدًا إِلَّا قَالَتْ: بِيَبَا. فَقُلْتُ أَسَمِعْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: كَذَا وَكَذَا قَالَتْ: نَعَمْ بِيَبَا. فَقَالَتْ: ((لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ، أَوِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضُ، فَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ، وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى)). فَقُلْتُ: الْحَائِضُ؟ فَقَالَتْ: أَوَ لَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ؟ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا؟ [راجع:٣٢٤]

(۱۶۵۲) ہم سے مؤمل بن ہشام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے اور ان سے حفصہ بنت سیرین نے بیان کیا کہ ہم اپنی کنواری لڑکیوں کو باہر نکلنے سے روکتے تھے۔ پھر ایک خاتون آئیں اور بنی خلف کے محل میں (جو بصرے میں تھا) ٹھہریں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ان کی بہن (ام عطیہ رضی اللہ عنہا) نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی کے گھر میں تھیں۔ ان کے شوہر نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بارہ جہاد کیے تھے اور میری بہن چھ جہادوں میں ان کے ساتھ رہی تھیں۔ وہ بیان کرتی تھیں کہ ہم (میدان جنگ میں) زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور مریضوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ میری بہن نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہمارے پاس چادر نہ ہو تو کیا کوئی حرج ہے اگر ہم عیدگاہ جانے کے لیے باہر نہ نکلیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی سہیلی کو اپنی چادر اسے اوڑھا دینی چاہیے اور پھر مسلمانوں کی دعا اور نیک کاموں میں شرکت کرنی چاہیے۔'' پھر جب ام عطیہ رضی اللہ عنہا خود بصرہ آئیں تو میں نے ان سے بھی یہی پوچھا یا یہ کہا کہ ہم نے ان سے پوچھا انہوں نے بیان کیا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتیں کہتیں میرے باپ آپ پر فدا ہوں۔ ہاں تو میں نے ان سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس طرح سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! میرے والد آپ پر فدا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کنواری لڑکیاں اور پردہ والیاں بھی باہر نکلیں یا یہ فرمایا کہ پردہ والی دوشیزائیں اور حائضہ عورتیں سب باہر نکلیں اور مسلمانوں کی دعا اور خیر کے کاموں میں شرکت کریں۔ لیکن حائضہ عورتیں نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔'' میں نے کہا اور حائضہ بھی نکلیں؟ انہوں نے فرمایا کیا حائضہ عورت عرفات اور فلاں فلاں جگہ نہیں

جاتی ہیں؟ (پھر عیدگاہ ہی جانے میں کیا حرج ہے)۔

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ حیض والی طواف نہ کرے جو ترجمہ باب کا ایک مطلب تھا کیونکہ حیض والی عورت کو جب نماز کے مقام سے الگ رہنے کا حکم ہوا تو کعبہ کے پاس جانا بھی اس کو جائز نہ ہوگا۔ بعض نے کہا باب کا دوسرا مطلب بھی اس سے نکلتا ہے۔ یعنی صفا مروہ کی سعی حائضہ کر سکتی ہے کیونکہ حائضہ عرفات کا وقوف کر سکتی ہے اور صفا مروہ عرفات کی طرح ہے۔ (وحیدی)

ترجمہ میں کھلی ہوئی تحریف: کسی بھی مسلمان کا کسی بھی مسئلہ کے متعلق مسلک کچھ بھی ہو۔ مگر جہاں قرآن مجید واحادیث نبوی کا کھلا ہوا متن سامنے آجائے، دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ترجمہ بلاکم وکیف بالکل صحیح کیا جائے۔ خواہ اس سے ہمارے مزعومہ مسلک پر کیسی ہی چوٹ کیوں نہ لگتی ہو۔ اس لئے کہ اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اس میں ایک ذرہ برابر بھی ترجمہ وتشریح کے نام پر کمی وبیشی کرنا وہ بدترین جرم ہے جس کی وجہ سے یہودی تباہ وبرباد ہوگئے۔ اللہ پاک نے صاف لفظوں میں ان کی اس حرکت کا نوٹس لیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾ (۵/ المائدۃ: ۱۳) یعنی اپنے مقام سے آیات الٰہی کی تحریف کرنا علمائے یہود کا بدترین شیوہ تھا۔ مگر صد افسوس کہ یہی شیوہ ہمیں کچھ علمائے اسلام کی تحریرات میں نظر آتا ہے۔ جس سے اس کلام نبوی کی تصدیق ہوتی ہے جو آپ نے فرمایا کہ تم پہلے لوگوں یہود ونصاریٰ کے قدم بقدم چلنے کی راہ اختیار کر کے گمراہ ہو جاؤ گے۔

اصل مسئلہ: عورتوں کا عیدگاہ میں جانا حتیٰ کہ کنواری لڑکیوں اور حیض والی عورتوں کا نکلنا اور عید کی دعاؤں میں شریک ہونا ایسا مسئلہ ہے جو متعدد احادیث نبوی سے ثابت ہے اور یہ مسلمہ امر ہے کہ عہد رسالت میں سختی کے ساتھ اس پر عمل درآمد تھا اور جملہ خواتین اسلام عیدگاہ جایا کرتی تھیں۔ بعد میں مختلف فقہی خیالات وجود پذیر ہوئے اور محترم علمائے احناف نے عورتوں کا میدان عیدگاہ جانا مطلقاً ناجائز قرار دیا۔ بہرحال اپنے خیالات کے وہ خود ذمہ دار ہیں مگر جن احادیث میں عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عورتوں کا عیدگاہ جانا مذکور ہے ان کے ترجمہ میں ردّ وبدل کرنا انتہائی غیر ذمہ داری ہے۔

اور صد افسوس کہ ہم موجودہ تراجم بخاری شریف میں جو علمائے دیوبند کے قلم سے نکل رہے ہیں ایسی غیر ذمہ داریوں کی بکثرت مثالیں دیکھتے ہیں۔ ''تفہیم البخاری'' ہمارے سامنے ہے۔ جس کا ترجمہ وتشریحات بہت محتاط انداز ے پر لکھا گیا ہے۔ مگر مسلکی تعصب نے بعض جگہ ہمارے محترم فاضل مترجم تفہیم البخاری کو بھی جادۂ اعتدال سے دور کر دیا ہے۔

یہاں حدیث حفصہ کے سیاق وسباق سے صاف ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی عورت کے عیدگاہ جانے نہ جانے کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے کہ جس کے پاس اوڑھنے کے لئے چادر نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اس کی سہیلی کو چاہیے کہ اپنی چادر اس کو عاریتاً اوڑھا دے تاکہ وہ اس خیر اور دعائے مسلمین کے موقع پر (عیدگاہ میں) مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو سکے۔ اس کا ترجمہ مترجم موصوف نے یوں کیا ہے ''اگر ہمارے پاس چادر (برقعہ) نہ ہو تو کیا کوئی حرج ہے اگر ہم (مسلمانوں کے دینی اجتماعات میں شریک ہونے کے لئے) باہر نہ نکلیں؟'' ایک بادی النظر سے بخاری شریف کا مطالعہ کرنے والا اس ترجمہ کو پڑھ کر یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہاں عیدگاہ جانے نہ جانے کے متعلق پوچھا جا رہا ہے۔ دینی اجتماعات کی مجالس مراد ہو سکتی ہیں۔ اور ان سب میں عورتوں کا شریک ہونا بلا اختلاف جائز ہے اور عہد نبوی میں بھی عورتیں ایسے اجتماعات میں برابر شرکت کرتی تھیں۔ پھر بھلا اس سوال کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟

بہرحال یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ اللہ توفیق دے کہ علمائے کرام اپنے مزعومہ مسالک سے بلند ہو کر احتیاط سے قرآن وحدیث کا ترجمہ کیا کریں۔ وباللہ التوفیق۔

بَابُ الْإِهْلَالِ مِنَ الْبُطْحَاءِ وَغَيْرِهَا

باب: (جو شخص مکہ میں رہتا ہو وہ منیٰ کو جاتے وقت) بطحاء وغیرہ مقاموں سے احرام باندھے

لِلْمَكِّيِّ وَلِلْحَاجِّ إِذَا خَرَجَ مِنْ مِنًى. وَسُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْمُجَاوِرِ يُلَبِّي الْحَجَّ، فَقَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُلَبِّي يَوْمَ التَّرْوِيَةِ إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ، وَاسْتَوَى عَلَى رَاحِلَتِهِ. وَقَالَ عَبْدُالْمَلِكِ: عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ: قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَحْلَلْنَا حَتَّى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ. وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ: عَنْ جَابِرٍ أَهْلَلْنَا مِنَ الْبَطْحَاءِ. وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ جُرَيْجٍ لِابْنِ عُمَرَ: رَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ. فَقَالَ: لَمْ أَرَ النَّبِيَّ ﷺ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ.

اور اسی طرح ہر ملک والا حاجی جو عمرہ کر کے مکہ رہ گیا ہو۔ اور عطاء بن ابی رباح سے پوچھا گیا جو شخص مکہ ہی میں رہتا ہو وہ حج کے لیے لبیک کہے تو انہوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما آٹھویں ذی الحجہ میں نماز ظہر پڑھنے کے بعد جب سواری پر اچھی طرح بیٹھ جاتے تو لبیک کہتے۔ عبدالملک بن ابی سلیمان نے عطاء سے، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم حجۃ الوداع میں مکہ آئے۔ پھر آٹھویں ذی الحجہ تک کے لیے ہم حلال ہو گئے۔ اور (اس دن مکہ سے نکلتے ہوئے) جب ہم نے مکہ کو اپنی پشت پر چھوڑا تو حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے۔ ابوالزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ سے یوں بیان کیا کہ ہم نے بطحاء سے احرام باندھا تھا۔ اور عبید بن جریج نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ جب آپ مکہ میں تھے تو میں نے دیکھا اور تمام لوگوں نے احرام چاند دیکھتے ہی باندھ لیا تھا لیکن آپ نے آٹھویں ذی الحجہ سے پہلے احرام نہیں باندھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ جب تک آپ منیٰ جانے کو اونٹنی پر سوار نہ ہو جاتے احرام نہ باندھتے۔

تشریح: یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ تو ذوالحلیفہ ہی سے احرام باندھ کر آئے تھے اور مکہ میں حج سے فارغ ہونے تک آپ نے احرام کھولا ہی نہیں تھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کیسے دلیل لی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے احرام باندھتے ہی حج یا عمرے کے اعمال شروع کر دیے اور احرام میں اور حج کے کاموں میں فاصلہ نہیں کیا۔ پس اس سے یہ نکل آیا کہ مکہ کا رہنے والا یا متمتع آٹھویں تاریخ سے احرام باندھے کیونکہ اسی تاریخ کو لوگ منیٰ روانہ ہوتے ہیں اور حج کے کام شروع ہوتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو سعید بن منصور نے وصل کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مکہ کا رہنے والا تمتع کرنے والا حاجی کا احرام مکہ ہی سے باندھے اور کوئی خاص جگہ کی تعیین نہیں ہے کہ بس ہر مقام سے احرام باندھ سکتا ہے اور افضل یہ ہے کہ اپنے گھر کے دروازے سے احرام باندھے۔

بَابٌ: أَيْنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟

باب: آٹھویں ذی الحجہ کو نماز ظہر کہاں پڑھی جائے

١٦٥٣ـ حَدَّثَنِي عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِالْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قُلْتُ: أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ، عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟ قَالَ: بِمِنًى. قُلْتُ: فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ

(۱۶۵۳) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسحاق ازرق نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبدالعزیز بن رفیع کے واسطے سے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز آٹھویں ذی الحجہ میں کہاں پڑھی تھی؟ اگر آپ کو نبی کریم ﷺ سے یاد ہے تو مجھے بتائیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ منیٰ میں۔ میں نے پوچھا کہ بارہویں تاریخ کو عصر کہاں پڑھی تھی؟ فرمایا

يَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ: بِالْأَبْطَحِ. ثُمَّ قَالَ: افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ . [طرفاه في: ١٦٥٤، ١٧٦٣] [مسلم: ٣١٦٦؛ ابوداود: ١٩١٢؛ ترمذي: ٩٦٤؛ نسائي: ٢٩٩٧]

کہ محصب میں۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ جس طرح تمہارے حکام کرتے ہیں اسی طرح تم بھی کرو۔

١٦٥٤ـ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ، قَالَ: لَقِيتُ أَنَسًا؛ ح: وَحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: خَرَجْتُ إِلَى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَلَقِيتُ أَنَسًا ذَاهِبًا عَلَى حِمَارٍ، فَقُلْتُ: أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ هَذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ؟ قَالَ: انْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّي أُمَرَاؤُكَ فَصَلِّ . [راجع: ١٦٥٣]

(۱۶۵۴) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے ابوبکر بن عیاش سے سنا کہ ہم سے عبدالعزیز بن رفیع نے بیان کیا، کہا کہ میں انس رضی اللہ عنہ سے ملا (دوسری سند) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور مجھ سے اسماعیل بن ابان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوبکر بن عیاش نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز نے کہا کہ میں آٹھویں تاریخ کو منیٰ گیا تو وہاں انس رضی اللہ عنہ سے ملا۔ وہ گدھی پر سوار ہو کر جارہے تھے۔ میں نے پوچھا نبی کریم ﷺ نے اس دن ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھے؟ انہوں نے فرمایا دیکھو جہاں تمہارے حاکم لوگ نماز پڑھیں وہیں تم بھی پڑھو۔

تشریح: معلوم ہوا کہ حاکم اور شاہ اسلام کی اطاعت واجب ہے۔ جب اس کا حکم خلاف شرع نہ ہو اور جماعت کے ساتھ رہنا ضروری ہے اس میں شک نہیں کہ مستحب وہی ہے جو نبی کریم ﷺ نے کیا۔ مگر مستحب امر کے لئے حاکم یا جماعت کی مخالفت کرنا بہتر نہیں۔ ابن منذر نے کہا سنت یہ ہے کہ امام ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اور صبح کی نمازیں منیٰ میں ہی پڑھے اور منیٰ کی طرف ہر وقت نکلنا درست ہے لیکن سنت یہی ہے کہ آٹھویں تاریخ کو نکلے اور ظہر کی نماز منیٰ میں جا کر ادا کرے۔ (وحیدی)

چھٹا پارہ پورا ہوا اور اس کے بعد ساتواں پارہ شروع ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بَابُ الصَّلَاةِ بِمِنًى

باب: منیٰ میں نماز پڑھنے کا بیان

١٦٥٥ـ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِنْ خِلَافَتِهِ. [راجع: ١٠٨٢] [نسائي: ١٤٥٠]

(۱۶۵۵) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یونس نے ابن شہاب سے خبر دی، کہا کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر نے اپنے باپ سے خبر دی کہ رسول کریم ﷺ نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا کرتے رہے اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی خلافت کے شروع ایام میں (دو) ہی رکعت پڑھتے تھے۔

تشریح: باب کا مطلب یہ کہ منیٰ میں بھی نماز قصر کرنی چاہیے۔ یہ باب مع ان احادیث کے پیچھے بھی گزر چکا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے چھٹے سال منیٰ میں نماز پوری پڑھی۔ لیکن دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کا یہ فعل خلاف سنت سمجھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوری پڑھنے کی بہت سی وجوہ بیان کی گئی ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ سفر میں قصر کرنا اور پوری نماز پڑھنا ہر دو امر جائز جانتے تھے، اس لئے آپ نے جواز پر عمل کیا۔ منیٰ کی وجہ

تسمیہ اور اس کا پورا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

١٦٥٦۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ: صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ وَنَحْنُ أَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَآمَنُهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ. [راجع: ١٠٨٣]

(١٦٥٦) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا کہ ہم سے شعبہ نے ابو اسحاق ہمدانی سے بیان کیا اور ان سے حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں، ہمارا شمار اس وقت سب وقتوں سے زیادہ تھا اور ہم اتنے بے ڈر کسی وقت میں نہ تھے (اس کے باوجود ہم کو نماز قصر پڑھائی)۔

١٦٥٧۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ عُمَرَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ تَفَرَّقَتْ بِكُمُ الطُّرُقُ، فَيَا لَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ. [راجع: ١٠٨٤]

(١٦٥٧) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے عبدالرحمن بن یزید نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو رکعت پڑھی اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو ہی رکعت، لیکن پھر ان کے بعد تم میں اختلاف ہو گیا تو کاش ان چار رکعتوں کے بدلے مجھ کو دو رکعتیں ہی نصیب ہوتیں جو (اللہ کے ہاں) قبول ہو جائیں۔

تشریح: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بطور اظہار ناراضگی فرمایا کہ کاش میری دو رکعات ہی اللہ کے ہاں قبول ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے فروعی اور اجتہادی اختلاف کی بنا پر کسی کو بھی مورد طعن نہیں بنایا جا سکتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے کچھ مصالح ہوں گے جن کی بنا پر انہوں نے ایسا کیا ورنہ شروع خلافت میں وہ بھی قصر ہی کیا کرتے تھے۔ قصر کرنا بہرحال اولیٰ ہے کہ یہ رسول کریم ﷺ کی سنت ہے، آپ کی سنت ہر حال میں مقدم ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کہ ((**فياليت حظى من اربع ركعتان متقبلتان**)) کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والذى يظهر انه قال ذالك على سبيل التفويض الى الله لعدم اطلاعه على الغيب وهل يقبل الله صلوته ام لا فتمنى ان يقبل منه من الاربع التى يصليها ركعتان ولو يقبل الزائد وهو يشعر بان المسافر عنده مخير بين القصر والاتمام والركعتان لابد منهما ومع ذالك فكان يخاف ان لا يقبل منه شيء فحاصله انه قال انما اتم متابعة لعثمان وليت الله قبل منى ركعتين من الاربع۔"

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا یہ آپ نے اپنا عمل اللہ کو سونپا اس لئے کہ آپ کو غیب پر اطلاع نہ تھی کہ اللہ پاک آپ کی نماز قبول کرتا ہے یا نہیں، اس لئے تمنا فرمائی کہ کاش اللہ میری چار رکعات میں سے دو رکعات کو قبول فرما لے اگرچہ وہ زائد رکعات کو قبول نہ فرمائے اور یہ اس لئے بھی کہ مسافر کو نماز پوری کرنے اور قصر کرنے کا آپ کے نزدیک اختیار تھا اور دو رکعات کے بغیر تو گزارہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ ڈرتے تھے کہ شاید کچھ بھی قبول نہ ہو پس حاصل بحث یہ کہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی متابعت میں نماز کو پورا فرمایا اور یہ کہا کہ کاش اللہ پاک ان چار رکعات میں سے میری دو رکعات ہی کو قبول فرما لے۔ اللہ والوں کی یہی شان ہے کہ وہ کچھ نیکی کریں کتنے ہی تقویٰ شعار ہوں مگر پھر بھی ان کو یہی خطرہ لاحق رہتا ہے کہ ان کی نیکیاں دربار الٰہی میں قبول ہوتی ہیں یا رد ہو جاتی ہیں۔ ایسے اللہ والے آج کل عنقا ہیں جب کہ اکثریت ریاکاروں بظاہر تقویٰ شعاروں و بباطن دنیا داروں کی رہ گئی ہے۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ

باب: عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا بیان

١٦٥٨ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَالِمٌ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَيْرًا- مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ- عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ، قَالَتْ شَكَّ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ فَبَعَثْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ. [أطرافه في: ١٦٦١، ١٩٨٨، ٥٦٠٤، ٥٦١٨، ٥٦٣٦] [مسلم: ٢٦٣٢، ٢٦٣٣؛ ابوداود: ٢٤٤١]

(۱۶۵۸) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا اور ان سے سالم ابوالنضر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ام فضل کے غلام عمیر سے سنا، انہوں نے ام فضل سے کہ عرفہ کے دن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے روزے کے متعلق شک ہوا، اس لیے میں نے آپ کے پینے کو کچھ بھیجا جسے آپ نے پی لیا۔

تشریح: عرفہ کا روزہ بہت ہی بڑا وسیلہ ثواب ہے دوسری احادیث میں اس کے فضائل مذکور ہیں۔ حدیث مذکور ام الفضل کے ذیل شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال الحافظ قوله فی صیام رسول اللہ ﷺ هذا یشعر بان صوم یوم عرفة کان معروفا عندهم معتادا لهم فی الحضر وکان من جزم به بانه صائم استند الی ما الفه من العبادة ومن جزم بانه غیر صائم قامت عنده قرینة کونه مسافرا وقد عرف نهیه عن صوم الفرض فی السفر فضلا من النفل۔" (مرعاۃ)

لوگوں میں رسول کریم ﷺ کے روزہ کے متعلق اختلاف ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ ان دنوں ان کے ہاں معروف تھا اور حضر میں اسے بطور عادت سب رکھا کرتے تھے، اس لئے جن لوگوں کو آپ کے روزہ دار ہونے کا یقین ہوا وہ اس بنا پر کہ وہ نبی کریم ﷺ کی عبادت گزاری کی الفت سے واقف تھے اور جن کو نہ رکھنے کا خیال ہوا وہ اس بنا پر کہ آپ مسافر تھے اور یہ بھی مشہور تھا کہ آپ نے سفر میں ایک دفعہ فرض روزہ ہی سے منع فرما دیا تھا تو نفل کا تو ذکر کیا ہے۔ اس روایت میں دودھ بھیجنے والی حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بتلائی گئی ہیں مگر مسلم شریف کی روایت میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے کہ دودھ انہوں نے بھیجا تھا۔ اس پر حضرت مولانا شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فیحتمل التعدد ویحتمل انهما ارسلتا معا فنسب ذالك الی کل منهما لانهما کانتا اختین وتکون میمونة ارسلت بسوال ام الفضل لها فی ذالك لکشف الحال فی ذالك ویحتمل العکس" (مرعاۃ)

یعنی احتمال ہے کہ ہر دو نے الگ الگ دودھ بھیجا ہو اور یہ ہر ایک کی طرف منسوب ہو گیا اس لئے بھی کہ وہ دونوں بہنیں تھیں اور میمونہ نے اس وقت بھیجا ہو جب کہ ام الفضل نے ان سے تحقیق حال کا سوال کیا اور اس کا عکس بھی محتمل ہے اور دودھ اس لئے بھیجا گیا کہ یہ غذا اور پانی ہر دو کا کام دیتا ہے، اس لئے کھانا کھانے پر آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاَطْعِمْنِيْ خَيْرًا مِنْهُ۔" "یا اللہ! مجھ کو اس میں برکت بخش اور اس سے بھی بہتر کھلا۔" اور دودھ پی کر آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَزِدْنِيْ مِنْهُ۔" "یا اللہ! مجھے اس میں برکت عطا فرما اور مجھے زیادہ نصیب فرما۔" ابو قتادہ کی حدیث جسے مسلم نے روایت کیا اس میں مذکور ہے کہ عرفہ کا روزہ اگلے اور پچھلے سالوں کے گناہ معاف کرا دیتا ہے۔ ہر دو احادیث میں یہ تطبیق دی گئی ہے کہ یہ روزہ عرفات میں حاجیوں کے لئے رکھنا منع ہے تا کہ ان میں وقوف عرفہ کے لئے ضعف پیدا نہ ہو جو حج کا اصل مقصد ہے اور غیر حاجیوں کے لئے یہ روزہ مستحب اور باعث ثواب مذکور ہے: "وقال ابن قدامة (ص١٧٦) اکثر اهل العلم یستحبون الفطر یوم عرفة بعرفة وکانت عائشة وابن الزبیر یصومانه وقال قتادة لا باس به اذا لم یضعف عن الدعاء الخ۔" (مرعاۃ) یعنی اکثر اہل

علم نے اسی کو مستحب قرار دیا ہے کہ عرفات میں یہ روزہ نہ رکھا جائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما یہ روزہ وہاں بھی رکھا کرتے تھے اور قتادہ نے کہا کہ اگر دعا میں کمزوری کا خطرہ نہ ہو تو پھر روزہ رکھنے میں حاجی کے لئے بھی کوئی حرج نہیں ہے مگر افضل نہ رکھنا ہی ہے۔ حدیث ام فضل رضی اللہ عنہا کو امام بخاری رحمہ اللہ نے حج اور صیام اور اشربہ میں بھی ذکر فرما کر اس سے متعدد مسائل کو ثابت فرمایا ہے۔

بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ إِذَا غَدَا مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ

باب: صبح کے وقت منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے لبیک اور تکبیر کہنے کا بیان

١٦٥٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الشَّامِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ، أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: كَانَ يُهِلُّ مِنَّا الْمُهِلُّ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ مِنَّا فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ. [راجع: ٩٧٠]

(١٦٥٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف شامی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے محمد بن ابی بکر ثقفی سے خبر دی کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ دونوں صبح کو منیٰ سے عرفات جا رہے تھے کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ آپ لوگ آج کے دن کس طرح کرتے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کوئی ہم میں سے لبیک پکارتا ہوتا، اس پر کوئی اعتراض نہ کرتا اور کوئی تکبیر کہتا، اس پر بھی کوئی انکار نہ کرتا (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجی کو اختیار ہے لبیک پکارتا رہے یا تکبیر کہتا رہے)۔

بَابُ التَّهْجِيرِ بِالرَّوَاحِ يَوْمَ عَرَفَةَ

باب: عرفات کے دن عین گرمی میں ٹھیک دوپہر کو روانہ ہونا

تشریح: یعنی وقوف کیلئے نمرہ سے نکلنا۔ نمرہ وہ مقام ہے جہاں حاجی نویں تاریخ کو ٹھہرتے ہیں وہ حد حرم سے باہر اور عرفات سے متصل ہے۔

١٦٦٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الشَّامِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، قَالَ: كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ لَا تُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَ فِي الْحَجِّ، فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ، فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِ الْحَجَّاجِ، فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُعَصْفَرَةٌ فَقَالَ: مَا لَكَ يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمَنِ فَقَالَ: الرَّوَاحَ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ. قَالَ: هَذِهِ السَّاعَةَ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَنْظِرْنِي حَتَّى أُفِيضَ عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخْرُجَ. فَنَزَلَ حَتَّى خَرَجَ الْحَجَّاجُ،

(١٦٦٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے اور ان سے سالم نے بیان کیا کہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو لکھا کہ حج کے احکام میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف نہ کرے۔ سالم نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عرفہ کے دن سورج ڈھلتے ہی تشریف لائے میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ آپ نے حجاج کے خیمہ کے پاس بلند آواز سے پکارا۔ حجاج باہر نکلا اس کے بدن پر ایک کسم میں رنگی ہوئی چادر تھی۔ اس نے پوچھا ابو عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا اگر سنت کے مطابق عمل چاہتے ہو تو جلدی اٹھ کر چل کھڑے ہو جاؤ۔ اس نے کہا کیا اسی وقت؟ عبداللہ نے فرمایا کہ ہاں اسی وقت۔ حجاج نے کہا کہ پھر تھوڑی سی مہلت دیجئے کہ میں اپنے سر پر پانی ڈال لوں یعنی غسل کر لوں پھر نکلتا ہوں۔ اس کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي ، فَقُلْتُ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوفَ . فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عَبْدِاللَّهِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَبْدُاللَّهِ قَالَ: صَدَقَ. [طرفاه في: ١٦٦٢، ١٦٦٣]

[نسائي: ٣٠٠٥، ٣٠٠٩]

(سواری سے) اتر گئے اور جب حجاج باہر آیا تو میرے اور والد (ابن عمر رضی اللہ عنہما) کے درمیان چلنے لگا تو میں نے کہا کہ اگر سنت پر عمل کا ارادہ ہے تو خطبہ میں اختصار اور وقوف (عرفات) میں جلدی کرنا۔ اس بات پر وہ عبداللہ بن عمر کی طرف دیکھنے لگا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا سالم سچ کہتا ہے۔

تشریح: حجاج عبدالملک کی طرف سے حجاز کا حاکم تھا، جب عبداللہ بن زبیر پر فتح پائی تو عبدالملک نے اسی کو حاکم بنادیا۔ ابوعبدالرحمن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ہے اور سالم ان کے بیٹے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ عین گرمی کے وقت دوپہر کے بعد ہی شروع کردینا چاہیے۔ اس وقت وقوف کے لئے غسل کرنا مستحب ہے اور وقوف میں کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہننا منع ہے۔ حجاج نے یہ بھی غلطی کی، جہاں اور بہت سی غلطیاں اس سے ہوئی ہیں، خاص طور پر کتنے ہی مسلمانوں کا خون ناحق اس کی گردن پر ہے۔ اس سلسلے کی ایک کڑی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا قتل ناحق بھی ہے جس کے بعد حجاج بیمار ہو گیا تھا اور اسے اکثر خواب میں نظر آیا کرتا تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا خون ناحق اس کی گردن پر سوار ہے۔

بَابُ الْوُقُوفِ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ

باب: عرفات میں جانور پر سوار ہو کر وقوف کرنا

١٦٦١- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ ، عَنْ عُمَيْرٍ ، مَوْلَى عَبْدِاللَّهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ ، أَنَّ أُنَاسًا ، اخْتَلَفُوا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ صَائِمٌ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ بِصَائِمٍ. فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ فَشَرِبَهُ. [راجع: ١٦٥٨]

(١٦٦١) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے، ان سے ابو النضر نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر نے، ان سے ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے کہ ان کے یہاں لوگوں کو عرفات کے دن رسول اللہ ﷺ کے روزے سے متعلق کچھ اختلاف ہو گیا بعض نے کہا کہ آپ (عرفہ کے دن) روزے سے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں اس لیے انہوں نے آپ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا آپ ﷺ اس وقت اونٹ پر سوار ہو کر عرفات میں وقوف فرما رہے تھے آپ نے وہ دودھ پی لیا۔

تشریح: آپ اونٹ پر سوار ہو کر وقوف فرما رہے تھے۔ اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عرفات میں حاجیوں کے لئے روزہ نہ رکھنا سنت نبوی ہے۔

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِعَرَفَةَ

باب: عرفات میں دو نمازوں (ظہر اور عصر) کو ملا کر پڑھنا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اگر نماز امام کے ساتھ چھوٹ جاتی تو بھی جمع کرتے۔

١٦٦٢- وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ

(١٦٦٢) لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے عقیل نے ابن شہاب سے بیان کیا،

ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، أَنَّ الْحَجَّاجَ ابْنَ يُوْسُفَ، عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَيْرِ سَأَلَ عَبْدَاللَّهِ كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ سَالِمٌ: إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ عَرَفَةَ. فَقَالَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ: صَدَقَ. إِنَّهُمْ كَانُوْا يَجْمَعُوْنَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ. فَقُلْتُ لِسَالِمٍ: أَفَعَلَ ذَلِكَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ؟ فَقَالَ سَالِمٌ: وَهَلْ تَتَّبِعُوْنَ فِي ذَلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ. [راجع: ١٦٦٠]

انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ حجاج بن یوسف جس سال عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے کے لیے مکہ میں اترا تو اس موقع پر اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ عرفہ کے دن وقوف میں آپ کیا کرتے ہیں؟ اس پر سالم بولے کہ اگر تو سنت پر چلنا چاہتا ہے تو عرفہ کے دن نماز دوپہر ڈھلتے ہی پڑھ لینا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سالم نے سچ کہا، صحابہ نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق ظہر اور عصر ایک ہی ساتھ پڑھتے تھے۔ میں نے سالم سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا سالم نے فرمایا اور کس کی سنت پر اس مسئلہ میں چلتے ہو۔

تشریح: یعنی عرفات میں ظہر اور عصر کو جمع کرنا نبی کریم ﷺ ہی کی سنت ہے، آپ کے سوا اور کس کا فعل سنت ہو سکتا ہے اور آپ کی سنت کے سوا اور کس سنت پر تم چل سکتے ہو بعض نسخوں میں ((تتبعون)) کے بدلے ((يبتغُوْنَ)) ہے یعنی آپ کے سوا اور کس کا طریقہ ڈھونڈتے ہیں۔ (وحیدی) محققین اہل حدیث کا یہی قول ہے کہ عرفات میں اور مزدلفہ میں مطلقاً جمع کرنا چاہیے خواہ آدمی مسافر ہو یا نہ ہو، امام کے ساتھ نماز پڑھے یا اکیلے پڑھے۔ چنانچہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اجمع اهل العلم على ان الامام يجمع بين الظهر والعصر بعرفة وكذالك من صلى مع الامام۔" یعنی اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ عرفات میں امام ظہر اور عصر میں جمع کرے گا اور جو بھی امام کے ساتھ نمازی ہوں گے سب کو جمع کرنا ہوگا۔ (نیل الاوطار)

بَابُ قَصْرِ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ

باب: میدان عرفات میں خطبہ مختصر پڑھنا

١٦٦٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ عَبْدَالْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ، كَتَبَ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ يَأْتَمَّ، لِعَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ فِي الْحَجِّ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ جَاءَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا مَعَهُ حِيْنَ زَاغَتْ أَوْ زَالَتِ الشَّمْسُ، فَصَاحَ عِنْدَ فُسْطَاطِهِ: أَيْنَ هَذَا؟ فَخَرَجَ إِلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: الرَّوَاحَ. فَقَالَ: الْآنَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ: أَنْظِرْنِي أُفِيْضُ عَلَيَّ مَاءً. فَنَزَلَ ابْنُ عُمَرَ حَتَّى خَرَجَ، فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي. فَقُلْتُ: لَوْ كُنْتَ تُرِيْدُ أَنْ تُصِيْبَ

(١٦٦٣) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سالم بن عبداللہ نے کہ عبدالملک بن مروان (خلیفہ) نے حجاج کو لکھا کہ حج کے کاموں میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرے۔ جب عرفہ کا دن آیا تو عبداللہ بن عمر آئے میں بھی آپ کے ساتھ تھا، سورج ڈھل چکا تھا، آپ نے حجاج کے ڈیرے کے پاس آ کر بلند آواز سے کہا حجاج کہاں ہے؟ حجاج باہر نکلا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا چل جلدی کر وقت ہو گیا۔ حجاج نے کہا ابھی سے! ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں۔ حجاج بولا کہ پھر تھوڑی مہلت دے دیجئے، میں ابھی غسل کر کے آتا ہوں۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اپنی سواری سے) اتر گئے۔ حجاج باہر نکلا اور میرے اور میرے والد (ابن عمر) کے بیچ میں چلنے لگا، میں نے اس سے کہا کہ آج اگر سنت پر عمل کی خواہش ہے تو خطبہ مختصر پڑھ

السُّنَّةَ الْيَوْمَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوفَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: صَدَقَ. [راجع: ١٦٦٠]

اور وقوف میں جلدی کر۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سالم سچ کہتا ہے۔

تشریح: خطبہ مختصر پڑھنا خطیب کی سمجھ داری کی دلیل ہے، عیدین ہو یا خطبہ جمعہ پھر حج کا تو خطبہ اور بھی مختصر ہونا چاہیے کہ یہی سنت نبوی ہے جو محترم علمائے کرام خطبات جمعہ و عیدین میں طویل طویل خطبات دیتے ہیں ان کو سنت نبوی کا لحاظ رکھنا چاہیے جو ان کی سمجھ بوجھ کی دلیل ہوگی۔ وباللہ التوفیق۔

بَابُ التَّعْجِيلِ إِلَى الْمَوْقِفِ

باب: وقوف کی طرف جلدی کرنے کا بیان

قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: يُزَادُ فِي هَذَا الْبَابِ هُمْ هَذَا الْحَدِيْثُ حَدِيْثُ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ وَلَكِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أُدْخِلَ فِيْهِ غَيْرَ مُعَادٍ.

ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اس باب میں وہی حدیث امام مالک کی ابن شہاب سے (جو گزشتہ باب میں گزری) بڑھائی جاتی ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں اس (کتاب) میں وہی حدیث ذکر کروں جو مکرر نہ ہو۔

بَابُ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ

باب: میدان عرفات میں ٹھہرنے کا بیان

١٦٦٤ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كُنْتُ أَطْلُبُ بَعِيْرًا لِيْ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: أَضْلَلْتُ بَعِيْرًا لِيْ، فَذَهَبْتُ أَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ، فَقُلْتُ: هَذَا وَاللَّهِ مِنَ الْحُمْسِ فَمَا شَأْنُهُ هَا هُنَا؟ [مسلم: ٢٩٥٦؛ نسائي: ٣٠١٣]

(۱۶۶۴) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جبیر بن مطعم نے، ان سے ان کے باپ نے کہ میں اپنا ایک اونٹ تلاش کر رہا تھا۔ (دوسری سند) اور ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے محمد بن جبیر سے سنا کہ ان کے والد جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میرا ایک اونٹ کھو گیا تھا تو میں عرفات میں اس کو تلاش کرنے گیا، یہ دن عرفات کا تھا، میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں۔ میری زبان سے نکلا قسم اللہ کی! یہ تو قریش ہیں پھر یہ یہاں کیوں ہیں؟

تشریح: جاہلیت میں دوسرے تمام لوگ عرفات میں وقوف کرتے لیکن قریش کہتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اہل وعیال ہیں، اس لئے ہم وقوف کے لئے حرم سے باہر نہیں نکلیں گے۔ نبی کریم ﷺ بھی قریش میں سے تھے مگر آپ اور تمام مسلمان اور غیر قریش کے امتیاز کے بغیر عرفات ہی میں وقوف پذیر ہوئے۔ عرفات حرم سے باہر ہے اس لئے راوی کو حیرت ہوئی کہ ایک قریش اور اس دن عرفات میں۔ لفظ حمس حماست سے مشتق ہے۔ قریش کے لوگوں کو حمس اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ اپنے دین میں حماست یعنی سختی رکھتے تھے۔

١٦٦٥ـ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، قَالَ عُرْوَةُ: كَانَ النَّاسُ يَطُوفُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

(۱۶۶۵) ہم سے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حمس کے سوا بقیہ سب لوگ جاہلیت میں ننگے ہوکر

عُرَاةً إِلَّا الْحُمْسَ. وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ. وَكَانَتِ الْحُمْسُ يَحْتَسِبُوْنَ عَلَى النَّاسِ يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ يَطُوْفُ فِيهَا، وَتُعْطِي الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوْفُ فِيهَا، فَمَنْ لَمْ تُعْطِهِ الْحُمْسُ طَافَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا، وَكَانَ يُفِيْضُ جَمَاعَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ، وَتُفِيْضُ الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ. قَالَ: وَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ هَذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْحُمْسِ: ﴿ثُمَّ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾ [البقرة: ١٩٩] قَالَ: كَانُوْا يُفِيْضُوْنَ مِنْ جَمْعٍ فَدُفِعُوْا إِلَى عَرَفَاتٍ.

[طرفه في: ٤٥٢٠]

طواف کرتے تھے، حمس قریش اور اس کی آل اولاد کو کہتے تھے، (اور بنی کنانہ وغیرہ، جیسے خزاعہ) لوگوں کو (اللہ واسطے) کپڑے دیا کرتے تھے (قریش) کے مرد دوسرے مردوں کو تاکہ انہیں پہن کر طواف کرسکیں اور (قریش کی) عورتیں دوسری عورتوں کو تاکہ وہ انہیں پہن کر طواف کرسکیں اور جن کو قریش کپڑا نہ دیتے وہ بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے۔ دوسرے سب لوگ تو عرفات سے واپس ہوتے لیکن قریش مزدلفہ ہی سے (جو حرم میں تھا) واپس ہو جاتے۔ ہشام بن عروہ نے کہا کہ میرے باپ عروہ بن زبیر نے مجھے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خبر دی کہ یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی کہ ''پھر تم بھی (قریش) وہیں سے واپس آؤ جہاں سے اور لوگ واپس آتے ہیں۔'' (یعنی عرفات سے) انہوں نے بیان کیا کہ قریش مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے تھے اس لیے انہیں بھی عرفات سے لوٹنے کا حکم ہوا۔

تشریح: کعبہ شریف سے میدان عرفات تقریباً پندرہ میل کے فاصلے پر واقع ہے، یہ جگہ حرم سے خارج ہے، اس اطراف میں وادی عرفہ، قریہ عرفات، جبل عرفات، مشرقی سڑک واقع ہیں، یہاں سے طائف کے لئے راستہ جاتا ہے۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام خلیل اللہ علیہ السلام کو مناسک سکھلاتے ہوئے اس میدان تک لائے تو کہاھل عرفت؟ آپ نے مناسک حج کو جان لیا؟ اس وقت سے اس کا نام میدان عرفات ہوا۔ (درمنثور) یہ جگہ ملت ابراہیمی میں ایک اہم تاریخی جگہ ہے اور اس میں وقوف کرنا ہی حج کی جان ہے اگر کسی کا یہ وقوف فوت ہو جائے تو اس کا حج نہیں ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا: " قفوا علی مشاعر کم فانکم علی ارث ابیکم ابراھیم۔" یعنی میدان عرفات میں تم جہاں اتر چکے ہو وہاں پر ہی وقوف کرو، تم سب اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی موروثہ زمین پر ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے قانون اساسی کا اعلان اسی مقام پر فرمایا تھا۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ کا مشہور خطبہ عرفات اسی کی یادگار ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "کنت ردف النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرفات فرفع یدیه یدعو فمالت ناقته فسقط خطامها فتناول الخطام باحدی یدیه وهو رافع یدیه یده الاخری۔" (رواہ النسائی) یعنی عرفات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر میں آپ کے پیچھے سوار تھا، آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعائیں مانگ رہے تھے، اچانک آپ کی اونٹنی جھک گئی اور آپ کے ہاتھ سے اس کی نکیل چھوٹ گئی، آپ نے اپنا ایک ہاتھ اس کے اٹھانے کے لئے نیچے جھکا دیا اور دوسرا ہاتھ دعاؤں میں بدستور اٹھائے رکھا۔ میدان عرفات میں یہی وقوف یعنی کھڑا ہونا اور شام تک دعاؤں کے لئے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلانا یہی حج کی روح ہے، یہ فوت ہوا تو حج فوت ہو گیا اور اگر اس میں کوئی شخص شریک ہو گیا اس کا حج ادا ہو گیا۔

جمہور کے نزدیک عرفات کا یہ وقوف ظہر عصر کی نماز جمع کر کے نمرہ میں ادا کر لینے کے بعد ہونا چاہیے۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "انه صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدین بعده لم یقفوا الا بعد الزوال ولم ینقل عن احد انه وقف قبله۔" (نیل) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفائے راشدین سب کا یہی عمل رہا ہے کہ زوال کے بعد ہی عرفات کا وقوف کیا ہے، زوال سے پہلے وقوف کرنا کسی سے بھی ثابت نہیں ہے۔ وقوف سے ظہر وعصر ملا کر پڑھ لینے کے بعد میدان عرفات میں داخل ہونا اور وہاں شام تک کھڑے کھڑے دعائیں کرنا مراد ہے، یہی وقوف حج کی جان ہے، اس مبارک موقعہ پر جس قدر بھی دعائیں کی جائیں کم ہیں کیونکہ آج اللہ پاک اپنے بندوں پر فخر کر رہا ہے جو دور دراز ملکوں سے جمع ہو کر آسمان کے نیچے

ایک کھلے میدان میں اللہ پاک کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعائیں کر رہے ہیں اللہ پاک حاجی صاحبان کی دعائیں قبول کرے اور ان کو حج مبرور نصیب ہو آمین۔ جو حاجی میدان عرفات میں جا کر بھی حقہ بازی کرتے رہتے ہیں وہ بڑے بدنصیب ہیں اللہ ان کو ہدایت بخشے۔ (آمین)

بَابُ السَّيْرِ إِذَا رَفَعَ مِنْ عَرَفَةَ

باب: عرفات سے لوٹتے وقت کس چال سے چلے

تشریح: یعنی دھیمی چال سے یا جلدی، چونکہ مزدلفہ میں آ کر مغرب اور عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھتے ہیں عرفات سے لوٹتے وقت جلد چلنا مسنون ہے جیسے حدیث آگے موجود ہے۔

١٦٦٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ قَالَ: سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا جَالِسٌ، كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسِيْرُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِيْنَ دَفَعَ قَالَ: كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ، فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ. قَالَ هِشَامٌ: وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: فَجْوَةٌ: مُتَّسَعٌ، وَالْجَمْعُ فَجَوَاتٌ وَفِجَاءٌ وَكَذٰلِكَ رَكْوَةٌ وَرِكَاءٌ. ﴿مَنَاصٌ﴾: لَيْسَ حِيْنَ فِرَارٍ. [طرفاه في ٢٩٩٩، ٤٤١٣] [مسلم: ٣١٠٦، ٣١٠٧]

(١٦٦٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے ہشام بن عروہ سے خبر دی، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا (میں بھی وہیں موجود تھا) کہ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات سے رسول اللہ ﷺ کے واپس ہونے کی چال کیا تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ پاؤں اٹھا کر چلتے تھے ذرا تیز لیکن جب جگہ پاتے (ہجوم نہ ہوتا) تو تیز چلتے تھے، ہشام نے کہا کہ عنق تیز چلنے اور نص عنق سے زیادہ تیز چلنے کو کہتے ہیں۔ فجوہ کے معنی کشادہ جگہ اس کی جمع فجوات اور فجاء ہے جیسے رکوۃ مفرد، رکاء اسکی جمع اور سورۂ ص میں مناص کا جو لفظ آیا ہے اس کے معنی بھاگنا ہیں۔

تشریح: تو اس سے نص مشتق نہیں ہے جو حدیث میں مذکور ہے، یہ تو ایک ادنیٰ آدمی بھی جس کو عربیت سے ذرا سی استعداد ہو سمجھ سکتا ہے کہ مناص کو نص سے کیا علاقہ، نص مضاعف ہے اور مناص معتل ہے۔ اب یہ خیال کرنا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے مناص کو نص سے مشتق سمجھا ہے اس لئے یہاں اس کے معنی بیان کر دیئے جیسے عینی نے نقل کیا ہے یہ بالکل کم فہمی ہے اور اصل یہ ہے کہ اکثر نسخوں میں یہ عبارت ہی نہیں ہے اور جن نسخوں میں موجود ہے ان کی توجیہ یوں ہو سکتی ہے کہ بعض لوگوں کو کم استعدادی سے یہ وہم ہوا ہوگا کہ مناص اور نص کا مادہ ایک ہی ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے مناص کی تفسیر کر کے اس وہم کا رد کیا ہے۔

بَابُ النُّزُوْلِ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ

باب: عرفات اور مزدلفہ کے درمیان اترنا

١٦٦٧ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَيْثُ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ مَالَ إِلَى الشِّعْبِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! تُصَلِّيْ؟ قَالَ:

(١٦٦٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب نے اور ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول کریم ﷺ عرفات سے واپس ہوئے تھے تو آپ ﷺ (راہ میں) ایک گھاٹی کی طرف مڑے اور وہاں قضائے حاجت کی پھر آپ نے وضو کیا تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا (آپ مغرب کی) نماز پڑھیں

((الصَّلَاةُ أَمَامَكَ)). [راجع: ١٣٩]

گے؟ آپ نے فرمایا: ''نماز آگے چل کر پڑھی جائے گی۔'' (یعنی عرفات سے مزدلفہ آتے ہوئے قضائے حاجت وغیرہ کے لیے راستہ میں رکنے میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

١٦٦٨- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ عَبْدُاللَّهِ ابْنُ عُمَرَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، غَيْرَ أَنَّهُ يَمُرُّ بِالشِّعْبِ الَّذِي أَخَذَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَيَدْخُلُ فَيَنْتَفِضُ وَيَتَوَضَّأُ، وَلَا يُصَلِّي حَتَّى يُصَلِّيَ بِجَمْعٍ. [راجع: ١٠٩١]

(١٦٦٨) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جویریہ نے نافع سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مزدلفہ میں آ کر نماز مغرب اور عشاء ملا کر ایک ساتھ پڑھتے، البتہ آپ اس گھاٹی میں بھی مڑتے جہاں رسول اللہ ﷺ مڑے تھے۔ وہاں آپ قضائے حاجت کرتے پھر وضو کرتے لیکن نماز نہ پڑھتے نماز آپ مزدلفہ میں آ کر پڑھتے تھے۔

تشریح: یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کمال متابعت سنت تھی حالانکہ نبی کریم ﷺ بہ ضرورت حاجت بشری اس گھاٹی پر ٹھہرے تھے کوئی حج کا رکن نہ تھا مگر عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں ٹھہرتے اور حاجت وغیرہ سے فارغ ہو کر وہاں وضو کر لیتے جیسے نبی کریم ﷺ نے کیا تھا۔ (وحیدی)

١٦٦٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَرْمَلَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ قَالَ: رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ مِنْ عَرَفَاتٍ فَلَمَّا بَلَغَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ الشِّعْبَ الْأَيْسَرَ الَّذِي دُوْنَ الْمُزْدَلِفَةِ أَنَاخَ، فَبَالَ ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوْءَ، فَتَوَضَّأَ وُضُوْءًا خَفِيفًا. فَقُلْتُ: الصَّلَاةَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((الصَّلَاةُ أَمَامَكَ)). فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ، فَصَلَّى ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ غَدَاةَ جَمْعٍ. [راجع: ١٣٩] [مسلم: ٣٠٨٧]

(١٦٦٩) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے محمد بن حرملہ نے ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب نے اور ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہ میں عرفات سے رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ مزدلفہ کے قریب بائیں طرف جو گھاٹی پڑتی ہے جب رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے تو آپ نے اونٹ کو بٹھایا پھر پیشاب کیا اور تشریف لائے تو میں نے آپ پر وضو کا پانی ڈالا۔ آپ نے ہلکا سا وضو کیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! اور نماز! آپ نے فرمایا کہ ''نماز تمہارے آگے ہے۔'' (یعنی مزدلفہ میں پڑھی جائے گی) پھر آپ سوار ہو گئے جب مزدلفہ میں آئے تو (مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر) پڑھی۔ پھر مزدلفہ کی صبح (یعنی دسویں تاریخ) کو رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پیچھے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سوار ہوئے۔

١٦٧٠- قَالَ كُرَيْبٌ: فَأَخْبَرَنِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى بَلَغَ الْجَمْرَةَ. [راجع: ١٥٤٤]

(١٦٧٠) کریب نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فضل رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ برابر لبیک کہتے رہے تا آنکہ جمرہ عقبہ پر پہنچ گئے (اور وہاں آپ نے کنکریاں ماریں)۔

تشریح: ہلکا وضو یہ کہ اعضائے وضو کو ایک ایک بار دھویا یا پانی کم ڈالا۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ وضو کرنے میں دوسرے آدمی سے مدد لینا بھی درست ہے نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ظاہر ہوا کہ حاجی جب رمی جمار کیلئے جمرہ عقبہ پر پہنچے اس وقت سے لبیک پکارنا موقوف کرے۔

بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ بِالسَّكِينَةِ عِنْدَ الْإِفَاضَةِ وَإِشَارَتِهِ إِلَيْهِمْ بِالسَّوْطِ

باب: عرفات سے لوٹتے وقت رسول کریم ﷺ کا لوگوں کو سکون واطمینان کی ہدایت کرنا اور کوڑے سے اشارہ کرنا

١٦٧١ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو ابْنُ أَبِي عَمْرٍو، مَوْلَى الْمُطَّلِبِ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، مَوْلَى وَالِبَةَ الْكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ وَرَاءَهُ زَجْرًا شَدِيدًا ضَرْبًا بِالْإِبِلِ فَأَشَارَ بِسَوْطِهِ إِلَيْهِمْ وَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ، فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْإِيضَاعِ)). ﴿أَوْضَعُوا﴾ [التوبة:٤٧] أَسْرَعُوا. ﴿خِلَالَكُمْ﴾ [التوبة: ٤٧] مِنَ التَّخَلُّلِ بَيْنَكُمْ، ﴿وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا﴾ [الكهف: ٣٣]. بَيْنَهُمَا.

(۱۶۷۱) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سوید نے بیان کیا، کہا مجھ سے مطلب کے غلام عمرو بن ابی عمرو نے بیان کیا، انہیں والبہ کوفی کے غلام سعید بن جبیر نے خبر دی، ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عرفہ کے دن (میدان عرفات سے) وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ آ رہے تھے نبی کریم ﷺ نے پیچھے سخت شور (اونٹ ہانکنے کا) اور اونٹوں کی مار دھاڑ کی آواز سنی تو آپ نے ان کی طرف اپنے کوڑے سے اشارہ کیا اور فرمایا: ''لوگو! آہستگی ووقار اپنے اوپر لازم کرلو (اونٹوں کو) تیز دوڑانا کوئی نیکی نہیں ہے۔'' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (سورۂ بقرہ میں) اوضعوا کے معنی ریشہ دوانیاں کریں خلالکم کا معنی تمہارے بیچ میں اسی سے (سورۂ کہف) میں آیا ہے فَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا یعنی ان کے بیچ میں۔

تشریح: چونکہ حدیث میں، ایضاع کا لفظ آیا ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے موافق قرآن کی اس آیت کی تفسیر کر دی جس میں ﴿وَلَا أَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ﴾ (۹/التوبہ: ۴۷) آیا ہے اور اس کے ساتھ ہی خلالکم کے بھی معنی بیان کر دیے پھر سورہ کہف میں بھی خلالکم کا لفظ آیا تھا اس کی بھی تفسیر کر دی (وحیدی) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ چاہتے ہیں کہ احادیث میں جو الفاظ قرآنی مصادر سے آئیں ساتھ ہی آیت قرآنی سے ان کی بھی وضاحت فرما دیں تاکہ مطالعہ کرنے والوں کو حدیث اور قرآن پر پورا پورا عبور حاصل ہو سکے۔ جزاہ اللہ خیرا عن سائر المسلمین۔

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

باب: مزدلفہ میں دو نمازیں ایک ساتھ ملا کر پڑھنا

١٦٧٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: دَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ، فَنَزَلَ الشِّعْبَ، بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ، وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ. فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلَاةُ. قَالَ: ((الصَّلَاةُ أَمَامَكَ)). فَجَاءَ

(۱۶۷۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے کہا، انہیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی، انہیں کریب نے انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ میدان عرفات سے رسول اللہ ﷺ روانہ ہو کر گھاٹی میں اترے (جو مزدلفہ کے قریب ہے) وہاں پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور پورا وضو نہیں کیا (خوب پانی نہیں بہایا ہلکا وضو کیا) میں نے نماز کے متعلق عرض کیا تو فرمایا: ''نماز آگے ہے۔'' اب آپ مزدلفہ تشریف لائے

الْمُزْدَلِفَةَ، فَتَوَضَّأَ، فَأَسْبَغَ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا. [راجع: ١٣٩]

وہاں پھر وضو کیا اور پوری طرح کیا پھر نماز کی تکبیر کہی گئی اور آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ ڈیروں پر بٹھا دیئے پھر دوبارہ نماز عشاء کے لیے تکبیر کہی گئی اور آپ نے نماز پڑھی آپ نے ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی (سنت یا نفل) نماز نہیں پڑھی تھی۔

تشریح: اس حدیث سے مزدلفہ میں جمع کرنا ثابت ہوا جو باب کا مطلب ہے اور یہ بھی نکلا کہ اگر دو نمازوں کے بیچ میں جن کو جمع کرنا ہو آدمی کوئی تھوڑا سا کام کرلے تو قباحت نہیں۔ یہ بھی نکلا کہ جمع کی حالت میں سنت وغیرہ پڑھنا ضروری نہیں یہ جمع شافعیہ کے نزدیک سفر کی وجہ سے ہے اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک حج کی وجہ سے ہے۔

بَابُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَتَطَوَّعْ

باب: مغرب اور عشاء مزدلفہ میں ملا کر پڑھنا اور سنت وغیرہ نہ پڑھنا

١٦٧٣ـ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَلَا عَلَى إِثْرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا. [راجع: ١٠٩١] [ابوداود: ١٩٢٧]

(١٦٧٣) ہم سے آدم بن ابی العلاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مزدلفہ میں نبی کریم ﷺ نے مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھیں تھیں ہر نماز الگ الگ تکبیر کے ساتھ نہ ان دونوں کے پہلے کوئی نفل وسنت پڑھی تھی اور نہ ان کے بعد۔

تشریح: عینی نے اس سلسلہ میں علما کے چھ قول نقل کئے ہیں آخری قول یہ کہ پہلی نماز کے لئے اذان کہے اور دونوں کے لئے الگ الگ تکبیر کہے۔ شافعیہ اور حنابلہ کا یہی قول ہے اسی کو ترجیح ہے۔

١٦٧٤ـ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْخَطْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَمَعَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ. [طرفه في: ٤٤١٤] [مسلم: ٣١٨٠؛ نسائي: ٦٠٤، ٣٠٢٦؛ ابن ماجه: ٣٠٢٠]

(١٦٧٤) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن یزید خطمی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں آ کر مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ ملا کر پڑھا تھا۔

تشریح: مزدلفہ کو جمع کہتے ہیں کیونکہ وہاں آدم اور حوا جمع ہوئے تھے۔ بعض نے کہا کہ وہاں دو نمازیں جمع کی جاتی ہیں، ابن منذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کے بیچ میں نفل وسنت نہ پڑھے۔ ابن منذر نے کہا جو کوئی بیچ میں سنت یا نفل پڑھے گا تو اس کا جمع صحیح نہ ہوگا۔

(وحیدی) حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وانما جمع بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء لان للناس يومئذ اجتماعاً لم يعهد في غير هذا الموطن والجماعة الواحدة مطلوبة ولا بد من اقامتها في مثل هذا الجمع ليراه جميع من هنالك ولا يتيسرا اجتماعهم في وقتين وايضاً فلان للناس اشتغالاً بالذكر والدعاء وهما وظيفة هذا اليوم ورعاية الاوقات وظيفة جميع السنة وانما يرجح في مثل هذا الشيء البديع النادر ثم ركب حتى اتى الموقف واستقبل القبلة فلم يزل واقفاً حتى غربت الشمس وذهبت الصفرة قليلا ثم دفع۔" (حجة الله البالغة)

یوم عرفات میں ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھا اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو اس روز ان مقامات مقدسہ میں لوگوں کا ایسا اجتماع ہوتا ہے جو بجز اس مقام کے اور کہیں نہیں ہوتا اور شارع کو ایک جماعت کا ہونا مطلوب ہے اور ایسے اجتماع میں ایک جماعت کا قائم کرنا ضروری ہے تاکہ سب لوگ اس کو دیکھیں اور دو وقتوں میں سب کا مجتمع ہونا مشکل تھا نیز اس روز لوگ ذکر اور دعا میں مشغول ہوتے ہیں اور وہ اس روز کا وظیفہ ہے اور اوقات کی پابندی تمام سال کا وظیفہ ہے۔ اور ایسے وقت میں بدیع اور نادر چیز کو ترجیح دی جاتی ہے۔ پھر آپ وہاں سے (نمرہ سے نماز ظہر و عصر سے فارغ ہو کر) عرفات میں موقف میں تشریف لائے، پس آپ ﷺ وہیں کھڑے رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوا اور زردی کم ہوگئی پھر وہاں سے مزدلفہ کو لوٹے۔ خلاصہ یہ کہ یہاں ان مقامات پر ان نمازوں کو ملا کر پڑھنا شارع کو عین محبوب ہے۔ پس جس کام سے محبوب راضی ہوں وہی کام دعویداران محبت کو بھی بذوق دشوق انجام دینا چاہیے۔

بَابُ مَنْ أَذَّنَ وَأَقَامَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا

باب: جس نے کہا کہ ہر نماز کے لیے اذان اور تکبیر کہی جائے، اس کی دلیل

١٦٧٥ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ: حَجَّ عَبْدُ اللَّهِ فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِينَ الأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ، أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ، فَأَمَرَ رَجُلاً فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ، وَصَلَّى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ فَتَعَشَّى، ثُمَّ أَمَرَ۔ أُرَى۔ فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، قَالَ عَمْرٌو: وَلَا أَعْلَمُ الشَّكَّ إِلَّا مِنْ زُهَيْرٍ، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ، فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةَ، فِي هَذَا الْمَكَانِ، مِنْ هَذَا الْيَوْمِ. قَالَ عَبْدُاللَّهِ: هُمَا صَلَاتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَقْتِهِمَا صَلَاةُ الْمَغْرِبِ

(١٦٧٥) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبدالرحمن بن یزید سے سنا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حج کیا، آپ کے ساتھ تقریباً عشاء کی اذان کے وقت ہم مزدلفہ میں بھی آئے، آپ نے ایک شخص کو حکم دیا اس نے اذان، تکبیر کہی اور آپ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر دو رکعت (سنت) اور پڑھی اور شام کا کھانا منگوا کر کھایا۔ میرا خیال ہے (راوی حدیث زہیر کا) کہ پھر آپ نے حکم دیا اور اس شخص نے اذان دی اور تکبیر کہی عمرو (راوی حدیث) نے کہا میں یہی سمجھتا ہوں کہ شک زہیر (عمرو کے شیخ) کو تھا، اس کے بعد عشاء کی نماز دو رکعت پڑھی۔ جب صبح صادق ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اس نماز (فجر) کو اس مقام اور اس دن کے سوا اور کبھی اس وقت (طلوع فجر ہوتے ہی) نہیں پڑھتے تھے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ صرف دو نمازیں (آج کے دن) اپنے معمولی وقت سے ہٹا دی جاتی ہیں۔ جب لوگ مزدلفہ آتے ہیں

بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ، وَالْفَجْرُ حِيْنَ يَنْزِغُ الْفَجْرُ. قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ. [طرفاه في:١٦٨٢، ١٦٨٣]

تو مغرب کی نماز (عشاء کے ساتھ ملا کر) پڑھی جاتی ہے اور فجر کی نماز طلوع فجر کے ساتھ ہی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

تشریح: اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ نمازوں کا جمع کرنے والا دونوں نمازوں کے بیچ میں کھانا کھا سکتا ہے یا اور کچھ کام کر سکتا ہے اس حدیث میں جمع کے ساتھ نفل پڑھنا بھی مذکور ہے۔ فجر کے بارے میں یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز اسی دن تاریکی میں پڑھی اور شاید مراد ان کی یہ ہو کہ اس دن بہت تاریکی میں پڑھی یعنی صبح صادق ہوتے ہی ورنہ دوسرے بہت صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عادت بہت یہی تھی کہ آپ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عاملوں کو پروانہ لکھا کہ صبح کی نماز اس وقت پڑھا کرو جب تارے گھنے ہوں یعنی اندھیری ہو اور یہ بھی صرف ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سوا اس مقام کے اور کہیں جمع نہیں کیا اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سفر میں آپ سے جمع کرنا نقل کیا ہے۔ (وحیدی)

آپ نے نماز مغرب اور عشاء کے درمیان نفل بھی پڑھے مگر رسول کریم ﷺ سے نہ پڑھنا ثابت ہے، لہٰذا ترجیح فعل نبوی ﷺ ہی کو ہوگی۔ ہاں کوئی شخص عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح پڑھ بھی لے تو غالباً وہ گناہگار نہ ہوگا اگرچہ یہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق نہ ہوگا۔ انما الاعمال بالنیات۔

دین میں اصل الاصول یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا بہرحال مقدم رکھی جائے۔ جہاں جس کام کے لئے حکم فرمایا جائے اس کام کو کیا جائے اور جہاں جس کام سے روک دیا جائے وہاں رک جائے، اطاعت کا یہی مفہوم ہے، اسی میں خیر اور بھلائی ہے اللہ سب کو دین پر قائم رکھے۔

بَابُ مَنْ قَدَّمَ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ بِلَيْلٍ فَيَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَدْعُوْنَ وَيُقَدِّمُ إِذَا غَابَ الْقَمَرُ

باب: عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ کی رات میں آگے منیٰ روانہ کر دینا، وہ مزدلفہ میں ٹھہریں اور دعا کریں اور چاند ڈوبتے ہی چل دیں

١٦٧٦ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: قَالَ سَالِمٌ: وَكَانَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ، فَيَقِفُوْنَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ، فَيَذْكُرُوْنَ اللَّهَ مَا بَدَا لَهُمْ، ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ الإِمَامُ، وَقَبْلَ أَنْ يَدْفَعَ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ مِنًى لِصَلَاةِ الْفَجْرِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ بَعْدَ ذَلِكَ. فَإِذَا قَدِمُوْا رَمَوُا الْجَمْرَةَ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ: أَرْخَصَ فِيْ أُولَئِكَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ. [مسلم: ٣١٣٠]

(١٦٧٦) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے یونس سے بیان کیا اور ان سے ابن شہاب نے کہ سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے کمزوروں کو پہلے ہی بھیج دیا کرتے تھے اور وہ رات ہی میں مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس آ کر ٹھہرتے اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ کا ذکر کرتے تھے، پھر امام کے ٹھہرنے اور لوٹنے سے پہلے ہی (منیٰ) آ جاتے تھے، بعض تو منیٰ فجر کی نماز کے وقت پہنچتے اور بعض اس کے بعد، جب منیٰ پہنچتے تو کنکریاں مارتے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سب لوگوں کے لیے یہ اجازت دی ہے۔

تشریح: یعنی عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ میں تھوڑی دیر ٹھہر کر چلے جانے کی اجازت دی ہے ان کے سوا، اور دوسرے سب لوگوں کو رات میں مزدلفہ رہنا چاہیے۔ شعبی اور نخعی اور علقمہ نے کہا کہ جو کوئی رات کو مزدلفہ میں نہ رہے اس کا حج فوت ہوا اور عطاء اور زہری کہتے ہیں کہ اس پر دم لازم آ جاتا ہے اور آدھی رات سے پہلے وہاں سے لوٹنا درست نہیں ہے۔ (وحیدی)

١٦٧٧ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ. [طرفاه في: ١٦٧٨، ١٨٥٦] [ترمذي: ٨٩٢]

(١٦٧٧) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے مزدلفہ سے رات ہی میں منیٰ روانہ کر دیا تھا۔

١٦٧٨ـ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيْدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِيْ ضَعَفَةِ أَهْلِهِ. [راجع: ١٣٥٧، ١٦٧٧]

(١٦٧٨) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبیداللہ بن ابی یزید نے خبر دی، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ میں ان لوگوں میں تھا جنہیں نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر کے کمزور لوگوں کے ساتھ مزدلفہ کی رات ہی میں منیٰ بھیج دیا تھا۔

١٦٧٩ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ، مَوْلَى أَسْمَاءَ عَنْ أَسْمَاءَ، أَنَّهَا نَزَلَتْ لَيْلَةَ جَمْعٍ عِنْدَ الْمُزْدَلِفَةِ، فَقَامَتْ تُصَلِّيْ، فَصَلَّتْ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَتْ: يَا بُنَيَّ! هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قُلْتُ: لَا فَصَلَّتْ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَتْ: يَا بُنَيَّ! هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَتْ: فَارْتَحِلُوْا فَارْتَحَلْنَا، فَمَضَيْنَا حَتَّى رَمَتِ الْجَمْرَةَ، ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِيْ مَنْزِلِهَا. فَقُلْتُ لَهَا: يَا هَنْتَاهُ مَا أُرَانَا إِلَّا قَدْ غَلَّسْنَا. قَالَتْ: يَا بُنَيَّ! إِنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ أَذِنَ لِلظُّعُنِ. [مسلم: ٣١٢٢]

(١٦٧٩) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید بن قطان نے، ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ ان سے اسماء کے غلام عبداللہ نے بیان کیا کہ ان سے اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما نے کہ وہ رات کی رات میں ہی مزدلفہ پہنچ گئیں اور کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں کچھ دیر تک نماز پڑھنے کے بعد پوچھا بیٹے! کیا چاند ڈوب گیا؟ میں نے کہا کہ نہیں! اس لیے وہ دوبارہ نماز پڑھنے لگیں کچھ دیر بعد پھر پوچھا کیا چاند ڈوب گیا؟ میں نے کہا ہاں! انہوں نے کہا کہ اب آگے چلو (منیٰ کو) چنانچہ ہم ان کے ساتھ آگے چلے وہ (منیٰ میں) رمی جمرہ کرنے کے بعد پھر واپس آ گئیں اور صبح کی نماز اپنے ڈیرے پر پڑھی میں نے کہا جناب! یہ کیا بات ہوئی کہ ہم نے اندھیرے ہی میں نماز صبح پڑھ لی۔ انہوں نے کہا بیٹے! رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو اس کی اجازت دی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ سورج نکلنے سے پہلے بھی کنکریاں مار لینا درست ہے، لیکن حنفیہ نے اس کو جائز نہیں رکھا اور امام احمد اور اسحاق اور جمہور علما کا یہ قول ہے کہ صبح صادق سے پہلے درست نہیں اگر کوئی اس سے پہلے مارے تو صبح ہونے کے بعد دوبارہ مارنا چاہیے اور شافعی کے نزدیک صبح سے پہلے کنکریاں مار لینا درست ہے۔ (وحیدی)

١٦٨٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا

(١٦٨٠) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے

سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ- هُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ- عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ النَّبِيَّ ﷺ لَيْلَةَ جَمْعٍ وَكَانَتْ ثَقِيلَةً ثَبْطَةً فَأَذِنَ لَهَا. [طرفه في:١٦٨١] [مسلم: ٣١٢١؛ ابن ماجه: ٣٠٢٧]

خبر دی، کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے بیان کیا، ان سے قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے مزدلفہ کی رات عام لوگوں سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت چاہی آپ بھاری بھرکم بدن کی عورت تھیں تو آپ ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔

١٦٨١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ ﷺ سَوْدَةُ أَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَكَانَتِ امْرَأَةً بَطِيئَةً، فَأَذِنَ لَهَا، فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَأَقَمْنَا حَتَّى أَصْبَحْنَا نَحْنُ، ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِهِ، فَلَأَنْ أَكُونَ اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَمَا اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَفْرُوحٍ بِهِ. [راجع: ١٦٨٠] [مسلم: ٣١١٨]

(۱۶۸۱) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے افلح بن حمید نے، ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب ہم نے مزدلفہ میں قیام کیا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو لوگوں کے ازدحام سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت دے دی تھی، وہ بھاری بھرکم بدن کی خاتون تھیں، اس لیے آپ نے اجازت دے دی چنانچہ وہ ازدحام سے پہلے روانہ ہوگئیں۔ لیکن ہم لوگ وہیں ٹھہرے رہے اور صبح کو آپ کے ساتھ گئے اگر میں بھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ ﷺ سے اجازت لیتی تو مجھ کو تمام خوشی کی چیزوں میں یہ بہت ہی پسند ہوتا۔

بَابٌ: مَتَى يُصَلِّي الْفَجْرَ بِجَمْعٍ

باب: فجر کی نماز مزدلفہ میں کب پڑھی جائے گی؟

١٦٨٢- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَارَةُ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلَاةً لِغَيْرِ مِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيقَاتِهَا. [راجع: ١٦٧٥] [مسلم: ٣١١٦، ٣١١٧؛ ابوداود: ١٩٣٤؛ نسائي: ٦٠٧، ٣٠١٠، ٣٠٢٧، ٣٠٢٨]

(۱۶۸۲) ہم سے عمرو بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمارہ نے عبدالرحمٰن بن یزید سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ دو نمازوں کے سوا میں نے نبی کریم ﷺ کو اور کوئی نماز بغیر وقت نہیں پڑھتے دیکھا، آپ نے مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھیں اور فجر کی نماز بھی اس دن (مزدلفہ میں) معمولی وقت سے پہلے ادا کی۔

تشریح: یعنی بہت اول وقت یہ نہیں کہ صبح صادق ہونے سے پہلے پڑھ لی جیسے بعض نے گمان کیا اور دلیل اس کی آگے کی روایت ہے جس میں صاف یہ ہے کہ صبح کی نماز فجر کے طلوع ہوتے ہی پڑھی۔ (وحیدی)

١٦٨٣- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

(۱۶۸۳) ہم سے عبداللہ بن رجاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسرائیل نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے، ان سے عبدالرحمٰن بن یزید نے کہ ہم

ابْنِ يَزِيْدَ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِاللّٰهِ إِلَى مَكَّةَ، ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا، فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ، كُلَّ صَلَاةٍ وَحْدَهَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ، وَالْعَشَاءُ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ، قَائِلٌ يَقُوْلُ: طَلَعَ الْفَجْرُ، وَقَائِلٌ يَقُوْلُ: لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَقْتِهِمَا فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، فَلَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتّٰى يُعْتِمُوْا، وَصَلَاةَ الْفَجْرِ هٰذِهِ السَّاعَةَ)) ثُمَّ وَقَفَ حَتّٰى أَسْفَرَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ أَنَّ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَفَاضَ الْآنَ أَصَابَ السُّنَّةَ. فَمَا أَدْرِيْ أَقَوْلُهُ كَانَ أَسْرَعَ أَمْ دَفْعُ عُثْمَانَ فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ. [راجع: ١٦٧٥]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلے (حج شروع کیا) پھر جب ہم مزدلفہ آئے تو آپ نے دونمازیں (اس طرح ایک ساتھ) پڑھیں کہ ہر نماز ایک الگ اذان اور ایک الگ اقامت کے ساتھ تھی اور رات کا کھانا دونوں کے درمیان میں کھایا، پھر طلوع صبح کے ساتھ ہی آپ نے نماز فجر پڑھی، کوئی کہتا تھا کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی اور کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ ہوگئی۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''یہ دونوں نمازیں اس مقام سے ہٹادی گئی ہیں، یعنی مغرب اور عشاء، مزدلفہ میں اس وقت داخل ہوں کہ اندھیرا ہو جائے اور فجر کی نماز اس وقت۔'' پھر عبداللہ اجالے تک وہیں مزدلفہ میں ٹھہرے رہے اور کہا کہ اگر امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت چلیں تو یہ سنت کے مطابق ہوگا۔ (حدیث کے راوی عبدالرحمٰن بن یزید نے کہا) میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ الفاظ ان کی زبان سے پہلے نکلے یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روانگی پہلے شروع ہوئی، آپ دسویں تاریخ تک جمرہ عقبہ کی رمی تک برابر لبیک پکارتے رہے۔

تشریح: یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مزدلفہ سے لوٹے سنت یہی ہے کہ مزدلفہ سے فجر کی روشنی ہونے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے لوٹے۔ فجر کی نماز سے متعلق اس حدیث میں جو وارد ہے کہ وہ ایسے وقت پڑھی گئی کہ لوگوں کو فجر کے ہونے میں شبہ ہو رہا تھا، اس کی وضاحت مسلم شریف کی حدیث میں موجود ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مغرب اور عشاء کو ملا کر ادا کیا پھر آپ سو گئے "ثم اضطجع حتى طلع الفجر فصلى الفجر حين تبين له الصبح باذان واقامة الى اخر الحديث۔" پھر سو کر آپ کھڑے ہوئے جب کہ فجر طلوع ہوگئی۔ آپ نے صبح کھل جانے پر نماز فجر کو ادا فرمایا اور اس کے لئے اذان اور اقامت ہوئی۔ معلوم ہوا کہ پچھلی حدیث میں راوی کی مراد یہ ہے کہ آپ نے فجر کی نماز کو اندھیرے میں بہت اول وقت یعنی فجر ظاہر ہوتے ہی فوراً ادا فرمالیا، یوں آپ ہمیشہ ہی نماز غلس یعنی اندھیرے میں ادا فرمایا کرتے تھے جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے مگر یہاں اور بھی اول وقت طلوع فجر کے فوراً بعد ہی آپ نے نماز فجر کو ادا فرمالیا۔

بَابٌ: مَتٰى يُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ

باب: مزدلفہ سے کب چلا جائے؟

١٦٨٤ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُوْنٍ، يَقُوْلُ: شَهِدْتُ عُمَرَ صَلَّى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ، ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ: إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ،

(١٦٨٤) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے، انہوں نے عمرو بن میمون کو یہ کہتے سنا کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھی تو میں بھی موجود تھا، نماز کے بعد آپ ٹھہرے اور فرمایا کہ مشرکین (جاہلیت میں یہاں سے) سورج نکلنے سے پہلے نہیں جاتے تھے کہتے تھے اے ثبیر! تو

وَيَقُولُونَ أَشْرِقْ ثَبِيرُ. وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ. [طرفه في: ٣٨٣٨] [ابوداود: ١٩٣٨؛ ترمذي: ٨٩٦؛ نسائي: ٣٠٤٧]

چمک جا۔ نبی کریم ﷺ نے مشرکوں کی مخالفت کی اور سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہوگئے۔

تشریح: ثبیر ایک پہاڑ کا نام ہے مزدلفہ میں جو منیٰ کو آتے ہوئے بائیں جانب پڑتا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جبل معروف هناك وهو على يسار الذاهب الى منىٰ وهو اعظم جبال مكة عرف به جبل من هذيل اسمه ثبير دفن فيه۔" یعنی ثبیر مکہ کا ایک عظیم پہاڑ ہے جو منیٰ جاتے ہوئے بائیں طرف پڑتا ہے اور یہ ہذیل کے ایک آدمی ثبیر نامی کے نام پر مشہور ہے جو وہاں دفن ہوا تھا۔ مزدلفہ سے صبح سورج نکلنے سے پہلے منیٰ کے لئے چل دینا سنت ہے۔ مسلم شریف میں حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے مزید تفصیل یوں ہے: "ثم ركب القصواء حتى اتى المشعر الحرام فاستقبل القبلة فدعا الله تعالى وكبره وهلله ووحده فلم يزل واقفا حتى اسفر فدفع قبل ان تطلع الشمس۔" یعنی عرفات سے لوٹتے وقت آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے، یہاں سے مزدلفہ میں مشعر الحرام میں آئے اور وہاں آ کر قبلہ رو ہو کر تکبیر و تہلیل کہی اور آپ خوب اجالا ہونے تک ٹھہرے رہے، مگر سورج طلوع ہونے سے پہلے آپ وہاں سے روانہ ہوگئے۔ عہد جاہلیت میں مکہ والے سورج نکلنے کے بعد یہاں سے چلا کرتے تھے، اسلام میں سورج نکلنے سے پہلے چلنا قرار پایا۔

بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ غَدَاةَ النَّحْرِ حِينَ يَرْمِي جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَالْإِرْتِدَافِ فِي السَّيْرِ

باب: دسویں تاریخ صبح کو تکبیر اور لبیک کہتے رہنا جمرہ عقبہ کی رمی تک اور چلتے ہوئے (سواری پر کسی کو) اپنے پیچھے بٹھالینا

تشریح: دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں جا کر نماز فجر سے فارغ ہو کر سورج نکلنے کے بعد رمی جمار کرنا ضروری ہے۔ علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال ابن المنذر السنة ان لا يرمى الا بعد طلوع الشمس كما فعل النبى ﷺ ولا يجوز الرمى قبل طلوع الفجر لان فاعله مخالف للسنة ومن رمى حينئذ لا اعادة عليه اذ لا اعلم احدا قال لا يجزئه۔" (فتح)

یعنی ابن منذر نے کہا کہ سنت یہی ہے کہ رمی جمار سورج نکلنے کے بعد کرے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے فعل سے ثابت ہے اور طلوع فجر سے پہلے رمی جمار درست نہیں اس کا کرنے والا سنت کا مخالف ہوگا۔ ہاں اگر کسی نے اس وقت رمی جمار کرلیا تو پھر اس پر دوبارہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس نے اسے غیر کافی کہا ہو۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے رات میں رمی جمار کرنا بھی منقول ہے جیسا کہ اس کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کمزور مردوں عورتوں کے لئے اجازت ہے کہ وہ رات ہی میں مزدلفہ سے کوچ کر کے منیٰ آجائیں اور آنے پر خواہ رات ہی کیوں نہ ہو، رمی جمار کرلیں نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ کی رات میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: "اذهب بضعفاءنا ونساءنا فليصلوا الصبح بمنى وليرموا جمرة العقبة قبل ان تصيبهم دفعة الناس۔" (فتح الباري) یعنی آپ ہمارے ضعیفوں اور عورتوں وغیرہ کو مزدلفہ سے رات ہی میں منیٰ لے جایئے تا کہ وہ صبح کی نماز منیٰ میں ادا کرلیں اور لوگوں کے اژدھام سے پہلے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو جائیں۔ والله اعلم بالصواب۔

١٦٨٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ

(١٦٨٥) ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے

مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرْدَفَ الْفَضْلَ، فَأَخْبَرَ الْفَضْلُ أَنَّهُ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ. [راجع: ١٥٤٤] [مسلم: ٣٠٨٨]

خبر دی، انہیں عطاء نے، انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے (مزدلفہ سے لوٹتے وقت) فضل (بن عباس رضی اللہ عنہما) کو اپنے پیچھے سوار کرایا تھا۔ فضل رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ رمی جمرہ تک برابر لبیک پکارتے رہے۔

١٦٨٦، ١٦٨٧ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ يُونُسَ الْأَيْلِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أُسَامَةَ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى قَالَ: فَكِلَاهُمَا قَالَ: لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ. [راجع: ١٥٤٣، ١٥٤٤]

(١٦٨٦،٨٧) ہم سے زہیر بن حرب نے بیان کیا، ان سے وہب بن جریر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے یونس ایلی نے، ان سے زہری نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ نے اوران سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما عرفات سے مزدلفہ تک نبی کریم ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ نے مزدلفہ سے منیٰ جاتے وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھالیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ان دونوں حضرات نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ جمرہ عقبہ کی سواری تک مسلسل لبیک کہتے رہے۔

بَابٌ

باب:

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾. [البقرة: ١٩٦]

سورۂ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں: ''پس جو شخص تمتع کرے حج کے ساتھ عمرہ کا یعنی حج تمتع کر کے فائدہ اٹھائے تو اس پر ہے جو کچھ میسر ہو قربانی سے اور اگر کسی کو قربانی میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے ایام حج میں اور سات دن کے روزے گھر واپس ہونے پر رکھے، یہ پورے دس دن (کے روزے) ہوئے یہ آسانی ان لوگوں کے لیے جن کے گھر والے مسجد کے پاس نہ رہتے ہوں۔''

١٦٨٨ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْمُتْعَةِ، فَأَمَرَنِي بِهَا، وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْهَدْيِ، فَقَالَ: فِيهَا جَزُورٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ شِرْكٌ فِي دَمٍ قَالَ: وَكَأَنَّ نَاسًا كَرِهُوهَا، فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ إِنْسَانًا يُنَادِي: حَجٌّ مَبْرُورٌ،

(١٦٨٨) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہیں نضر بن شمیل نے خبر دی، انہیں شعبہ نے خبر دی، ان سے ابو جمرہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمتع کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے اس کے کرنے کا حکم دیا، پھر میں نے قربانی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تمتع میں ایک اونٹ، یا ایک گائے یا ایک بکری (کی قربانی واجب ہے) یا کسی قربانی (اونٹ یا گائے بھینس کی) میں شریک ہو جائے۔ ابو جمرہ نے کہا کہ بعض لوگ تمتع کو ناپسندیدہ قرار دیتے تھے۔ پھر میں سویا تو میں نے خواب

وَمُتْعَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ. فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ وَقَالَ آدَمُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ وَغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ: عُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ، وَحَجٌّ مَبْرُورٌ. [راجع: ١٥٦٧]

میں دیکھا کہ ایک شخص پکار رہا ہے یہ حج مبرور ہے اور یہ مقبول تمتع ہے۔ اب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا اللہ اکبر! یہ تو ابو القاسم ﷺ کی سنت ہے۔ کہا کہ وہب بن جریر اور غندر نے شعبہ کے حوالہ سے یوں نقل کیا ہے **عمرة متقبلة وحج مبرور** (اس میں عمرہ کا ذکر پہلے ہے یعنی یہ عمرہ مقبول اور حج مبرور ہے)۔

تشریح: حضرت عمر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے تمتع کی کراہیت منقول ہے لیکن ان کا قول احادیث صحیحہ اور خود نص قرآنی کے برخلاف ہے، اس لئے ترک کیا گیا اور کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔ جب حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی رائے جو خلفائے راشدین میں سے ہیں حدیث کے خلاف مقبول نہ ہو تو اور مجتہد یا مولوی کس شمار میں ہیں، ان کا فتویٰ حدیث کے خلاف لچر اور پوچ ہے (وحیدی) اس لئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ صحیح مرفوع احادیث کے مقابلہ پر قول امام کو ترجیح دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے یہی کافی ہے پس اللہ کے ہاں جس دن حساب کے لئے کھڑے ہوں گے ان کا کیا جواب ہو سکے گا۔ صد افسوس کہ یہود و نصاریٰ میں تقلید شخصی کی بیماری تھی جس نے مسلمانوں کو بھی پکڑ لیا اور وہ بھی: ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (۹/التوبة:۳۱) کے مصداق بن گئے یعنی ان لوگوں نے اپنے مولویوں درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب ٹھہرالیا، یعنی اللہ کی طرح ان کی فرمانبرداری کو اپنے لئے لازم قرار دے لیا۔ اسی کا نام تقلید جامد ہے جو سب بیماریوں کی جڑ ہے۔

بَابُ رُكُوبِ الْبُدْنِ

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ○ لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ﴾. [الحج: ٣٦، ٣٧] قَالَ مُجَاهِدٌ: سُمِّيَتِ الْبُدْنَ لِبُدْنِهَا. [وَ]الْقَانِعُ: السَّائِلُ. وَالْمُعْتَرُّ: الَّذِي يَعْتَرُّ بِالْبُدْنِ مِنْ غَنِيٍّ أَوْ فَقِيرٍ. وَشَعَائِرُ اللَّهِ: اسْتِعْظَامُ الْبُدْنِ وَاسْتِحْسَانُهَا وَ﴿الْعَتِيقُ﴾ عِتْقُهُ مِنَ الْجَبَابِرَةِ، يُقَالُ: ﴿وَجَبَتْ﴾ سَقَطَتْ إِلَى الْأَرْضِ وَمِنْهُ

باب: قربانی کے جانور پر سوار ہونا (جائز ہے)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ حج میں فرمایا: ''ہم نے قربانیوں کو تمہارے لیے اللہ کے نام کی نشانی بنایا ہے، تمہارے واسطے ان میں بھلائی ہے سو پڑھوان پر اللہ کا نام قطار باندھ کر، پھر وہ جب گر پڑیں اپنی کروٹ پر (یعنی ذبح ہو جائیں) تو کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے دونوں طرح کے فقیروں کو، اسی طرح تمہارے لیے حلال کر دیا ہم نے ان جانوروں کو تا کہ تم شکر کرو۔ اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور نہ ان کا خون، لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارا تقویٰ۔ اس طرح ان کو بس میں کر دیا تمہارے کہ اللہ کی بڑائی کرو اس بات پر کہ تم کو اس نے راہ دکھائی اور بشارت سنا دے نیکی کرنے والوں کو۔'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قربانی کے جانور کو بدنہ اس کے موٹا تازہ ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے، قانع سائل کو کہتے ہیں اور معتر جو قربانی کے جانور کے سامنے سائل کی صورت بنا کر آ جائے خواہ غنی ہو یا فقیر، شعائر کے معنی قربانی کے جانور کی عظمت کو ملحوظ رکھنا اور اسے موٹا بنانا ہے۔ عتیق (خانہ کعبہ کو کہتے ہیں) بوجہ ظالموں اور جابروں سے آزاد ہونے کے

وَجَبَتِ الشَّمْسُ. جب کوئی چیز زمین پر گر جائے تو کہتے ہیں وجبت۔ اسی سے وجبت الشمس آتا ہے یعنی سورج ڈوب گیا۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قوله والقانع السائل والمعتر الذى يعتر بالبدن من غنى او فقير اى يطيف بها متعرضا لها وهذا التعليق اخرجه ايضا عبد بن حميد من طريق عثمان ابن الاسود قلت لمجاهد ما القانع؟ قال جارك الذى ينتظر ما دخل بيتك والمعتر الذى يعتر ببابك ويريك نفسه ولا يسالك شيئا واخرج ابن ابى حاتم من طريق سفيان بن عيينة عن ابن ابى نجيح عن مجاهد قال القانع هو الطامع وقال مرة هو السائل ومن طريق الثورى عن فرات عن سعيد بن جبير المعتر الذى يعتريك يزورك ولا يسئالك ومن طريق ابن جريج عن مجاهد المعتر الذى يعتر بالبدن من غنى اوفقير وقال الخليل فى العين القنوع المتذلل للمسئلة قنع اليه مال وخضع وهو السائل والمعتر الذى يعترض ولا يسأل ويقال قنع بكسر النون اذ رضى وقنع بفتحها اذا سال وقر الحسن المعترى وهو بمعنى المعتر۔" (فتح البارى)

یعنی قانع سے سائل مراد ہے (اور (لغات الحدیث) میں قنوع کے ایک معنی مانگنا بھی نکلتا ہے اور معتر وہ غنی یا فقیر جو دل سے طالب ہو کر وہاں گھومتا رہے تاکہ اس کو گوشت حاصل ہو جائے زبان سے سوال نہ کرے معتر وہ فقیر جو سامنے آئے اس کی صورت سوالی ہو لیکن سوال نہ کرے لغات الحدیث۔ اس تعلیق کو عبد بن حمید نے طریق عثمان بن اسود سے نکالا ہے میں نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے قانع کی تحقیق کی کہا قانع وہ ہے جو انتظار کرتا رہے کہ تیرے گھر میں کیا کیا چیزیں آتی ہیں۔ (اور کاش ان میں سے مجھ کو بھی کچھ مل جائے) معتر وہ ہے جو وہاں گھومتا رہے اور تیرے دروازے پر امیدوار بن کر آ جائے مگر کسی چیز کا سوال نہ کرے اور مجاہد سے قانع کے معنی طامع یعنی لالچی کے بھی آئے ہیں اور ایک دفعہ بتلایا کہ سائل مراد ہے اسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور سعید بن جبیر سے معتر کے وہی معنی نقل ہوئے جو اوپر بیان ہوئے اور مجاہد نے کہا کہ معتر وہ جو غنی ہو یا فقیر خواہش کی وجہ سے قربانی کے جانور کے اردگرد پھرتا رہے (اور خلیل نے قنوع کے معنی وہ بتایا جو ذلیل ہو کر سوال کرے قنع اليه کے معنی مال وہ اس کی طرف جھکا و شفع اليه اور اس کی طرف جس سے کچھ چاہتا ہے چاپلوسی کی، مراد آگے سائل ہے اور قنع بکسر نون رضی کے معنی کے ہے اور قنع فتح نون کے ساتھ اذا سأل کے معنی میں اور حسن کی قراءت میں یہاں لفظ معتری پڑھا گیا ہے وہ بھی معتر ہی کے معنی میں ہے۔

١٦٨٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى رَجُلاً يَسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ: ((ارْكَبْهَا)). فَقَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ: ((ارْكَبْهَا)). فَقَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ. قَالَ: ((ارْكَبْهَا، وَيْلَكَ)). فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ. [أطرافه في ١٧٠٦، ٢٧٥٥، ٦١٦٠]

[مسلم: ٣٢٠٨؛ ابوداود: ١٧٦٠؛ نسائي: ٢٧٩٨]

(١٦٨٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوالزناد نے، انہیں اعرج اور انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کو قربانی کا جانور لے جاتے دیکھا تو آپ نے فرمایا: "اس پر سوار ہو جا۔" اس شخص نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے۔ آپ نے فرمایا: "اس پر سوار ہو جا۔" اس نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے تو آپ نے پھر فرمایا: "افسوس! سوار بھی ہو جاؤ۔" (ويلك آپ نے) دوسری یا تیسری مرتبہ فرمایا۔

تشریح: زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ سائبہ وغیرہ جو جانور مذہبی نذر و نیاز کے طور پر چھوڑ دیتے ان پر سوار ہونا معیوب جانا کرتے تھے قربانی کے جانوروں کے متعلق بھی جو کعبہ میں لے جائی جائیں ان کا ایسا ہی تصور تھا۔ اسلام نے اس غلط تصور کو ختم کیا اور نبی کریم ﷺ نے بااصرار حکم دیا کہ اس پر سواری کرو تاکہ راستہ کی تھکن سے بچ سکو۔ قربانی کے جانور ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اسے معطل کر کے چھوڑ دیا جائے۔ اسلام اسی لئے دین فطرت

ہے کہ اس نے قدم قدم پر انسانی ضروریات کو ملحوظ نظر رکھا ہے اور ہر جگہ عین ضروریات انسانی کے تحت احکامات صادر کئے ہیں خود عرب میں اطراف مکہ سے جو لاکھوں حاجی آج کل بھی حج کے لئے مکہ شریف آتے ہیں ان کے لئے یہی احکام ہیں باقی دور دراز ممالک اسلامیہ سے آنے والوں کے لئے قدرت نے ریل موٹر جہاز وجود پذیر کر دیئے ہیں۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ آج کل سفر حج بے حد آسان ہو گیا ہے پھر بھی کوئی دولت مند مسلمان حج کو نہ جائے تو اس کی بدبختی میں کیا شبہ ہے۔

١٦٩٠۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، وَشُعْبَةُ قَالَا: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً، فَقَالَ: ((ارْكَبْهَا)). قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ. فَقَالَ: ((ارْكَبْهَا)). قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ. قَالَ: ((ارْكَبْهَا)) ثَلَاثًا. [طرفاه في: ٢٧٥٤، ٦١٥٩]

[مسلم: ٣٢١١؛ ابن ماجه: ٣١٠٤]

(١٦٩٠) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام اور شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ قربانی کا جانور لیے جا رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس پر سوار ہو جا۔'' اس نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے آپ نے فرمایا: ''سوار ہو جا۔'' اس نے پھر عرض کیا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے۔ لیکن آپ نے تیسری مرتبہ پھر فرمایا: ''سوار ہو جا۔''

تشریح: آپ کے بار بار فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا اس کے شعائر اسلام ہونے کے منافی نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ

باب: اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے جائے

١٦٩١۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: تَمَتَّعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، وَأَهْدَى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَبَدَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَدْيَ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ. فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ، قَالَ لِلنَّاسِ: ((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَجَّهُ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ،

(١٦٩١) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم بن عبداللہ نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا یعنی عمرہ کر کے پھر حج کیا اور آپ ذی الحلیفہ سے اپنے ساتھ قربانی لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے عمرہ کے لیے احرام باندھا، پھر حج کے لیے لبیک پکارا۔ لوگوں نے بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمتع کیا یعنی عمرہ کر کے حج کیا، لیکن بہت سے لوگ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے گئے تھے اور بہت سے نہیں لے گئے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ مکہ تشریف لائے تو لوگوں سے کہا کہ ''جو شخص قربانی ساتھ لایا ہو اس کے لیے حج پورا ہونے تک کوئی بھی ایسی چیز حلال نہیں ہو سکتی جسے اس نے اپنے اوپر (احرام کی وجہ سے) حرام کر لیا ہے لیکن جن کے ساتھ قربانی نہیں ہے تو وہ بیت اللہ کا طواف کر لیں اور صفا اور مروہ کی سعی کر کے بال ترشوالیں اور حلال ہو جائیں، پھر حج کے لیے (از سر نو آٹھویں ذی الحجہ کو احرام باندھیں) ایسا

وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَيُقَصِّرْ، وَلْيَحْلِلْ، ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ)). فَطَافَ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ، وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ، وَمَشَى أَرْبَعًا، فَرَكَعَ حِيْنَ قَضَى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَانْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ، ثُمَّ لَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى قَضَى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ، وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَهْدَى وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ. [مسلم: ٢٩٨٢]

شخص اگر قربانی نہ پائے تو وہ تین دن کے روزے حج ہی کے دنوں میں اور سات دن کے روزے گھر واپس آ کر رکھے۔'' جب آپ ﷺ مکہ پہنچے تو سب سے پہلے آپ نے طواف کیا پھر حجر اسود کو بوسہ دیا تین چکروں میں آپ نے رمل کیا اور باقی چار میں معمولی رفتار سے چلے، پھر بیت اللہ کا طواف پورا کر کے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی سلام پھیر کر آپ صفا پہاڑی کی طرف آئے اور صفا اور مروہ کی سعی بھی سات چکروں میں پوری کی۔ جن چیزوں کو (احرام کی وجہ سے اپنے پر) حرام کر لیا تھا ان سے اس وقت تک آپ حلال نہیں ہوئے جب تک حج بھی پورا نہ کر لیا اور یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں قربانی کا جانور بھی ذبح کر لیا۔ پھر آپ (مکہ واپس) آئے اور بیت اللہ کا جب طواف افاضہ کر لیا تو ہر وہ چیز آپ کے لیے حلال ہوگئی جو احرام کی وجہ سے حرام تھی جو لوگ اپنے ساتھ ہدی لے کر گئے تھے انہوں نے بھی اسی طرح کیا جیسے رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔

١٦٩٢ـ وَعَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ تَمَتُّعِهِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهُ بِمِثْلِ الَّذِيْ أَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. [مسلم: ٢٩٨٣]

(١٦٩٢) عروہ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں نبی کریم ﷺ کے حج اور عمرہ ایک ساتھ کرنے کی خبر دی کہ اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ حج اور عمرہ ایک ساتھ کیا تھا، بالکل اسی طرح جیسے مجھے سالم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے خبر دی تھی۔

تشریح: نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ تمتع سے یہاں قران مراد ہے، ہوا یہ کہ پہلے آپ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا پھر عمرہ اس میں شریک کر لیا اور قران کو بھی تمتع کہتے ہیں۔ (وحیدی) اسی حدیث میں نبی کریم ﷺ کے خانہ کعبہ کا طواف کرنے میں رمل کا ذکر بھی آیا ہے یعنی اکڑ کر کندھوں کو ہلاتے ہوئے چلنا۔ یہ طواف کے پہلے تین پھیروں میں کیا اور باقی چار میں معمولی چال سے چلے یہ اس واسطے کیا کہ مکہ کے مشرکوں نے مسلمانوں کی نسبت یہ خیال کیا تھا کہ مدینہ کے بخار سے وہ ناتواں ہوگئے ہیں تو پہلی بار یہ فعل ان کا خیال غلط کرنے کے لئے کیا گیا تھا، پھر ہمیشہ یہی سنت قائم رہی۔ (وحیدی) حج میں ایسے بہت سے تاریخی یادگاری امور ہیں جو پچھلے بزرگوں کی یادگاریں ہیں اور اسی لئے ان کو ارکان حج سمجھیں اور اس سے سبق حاصل کریں، رمل کا عمل بھی ایسا ہی تاریخی عمل ہے۔

بَابُ مَنِ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ الطَّرِيْقِ

باب: اس شخص کے بارے میں جس نے قربانی کا جانور راستے میں خریدا

١٦٩٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ

(١٦٩٣) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے بیان کیا کہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ لِأَبِيهِ: أَقِمْ، فَإِنِّي لَا آمَنُهَا أَنْ تُصَدَّ عَنِ الْبَيْتِ. قَالَ: إِذًا أَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ [اللَّهُ]: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: ٢١] فَأَنَا أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عَلَى نَفْسِي الْعُمْرَةَ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، قَالَ: ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، وَقَالَ: مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ ثُمَّ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنْ قُدَيْدٍ، ثُمَّ قَدِمَ مَكَّةَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا، فَلَمْ يَحِلَّ حَتَّى أَحَلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا. [راجع: ١٦٣٩]

نے اپنے والد سے کہا (جب وہ حج کے لیے نکل رہے تھے) کہ آپ نہ جائیے کیونکہ میرا خیال ہے کہ (بدامنی کی وجہ سے) آپ کو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا جائے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر میں بھی وہی کام کروں گا جو (ایسے موقعہ پر) رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔'' میں اب تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کرلیا ہے، چنانچہ آپ نے عمرہ کا احرام باندھا، انہوں نے بیان کیا کہ پھر آپ نکلے اور جب بیداء پہنچے تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا اور فرمایا کہ حج اور عمرہ دونوں تو ایک ہی ہیں، اس کے بعد قدید پہنچ کر ہدی خریدی پھر مکہ آ کر دونوں کے لیے طواف کیا اور درمیان میں نہیں بلکہ دونوں سے ایک ہی ساتھ حلال ہوئے۔

بَابُ مَنْ أَشْعَرَ وَقَلَّدَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ أَحْرَمَ

باب: جس نے ذوالحلیفہ میں اشعار کیا اور قلادہ پہنایا پھر احرام باندھا

وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا أَهْدَى مِنَ الْمَدِينَةِ قَلَّدَهُ وَأَشْعَرَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، يَطْعُنُ فِي شِقِّ سَنَامِهِ الْأَيْمَنِ بِالشَّفْرَةِ، وَوَجْهُهَا قِبَلَ الْقِبْلَةِ بَارِكَةً.

اور نافع نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ سے قربانی کا جانور اپنے ساتھ لے کر جاتے تو ذوالحلیفہ سے اسے ہار پہنا دیتے اور اشعار کر دیتے اس طرح کہ جب اونٹ اپنا منہ قبلہ کی طرف کئے بیٹھا ہوتا تو اس کے داہنے کوہان میں نیزے سے زخم لگا دیتے۔

١٦٩٤، ١٦٩٥ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ، قَالَا: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ النَّبِيُّ ﷺ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ. [أطرافه في: ١٨١١، ١٧١٢، ١٧٣١، ٤١٥٧، ٤١٥٨، ٤١٧٨، ٤١٨١] [أطرافه في: ٢٧١١، ٢٧١٢، ٢٧٣١، ٢٧٣٢، ٤١٥٧، ٤١٧٩، ٤١٨٠]

(١٦٩٤، ٩٥) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ بن زبیر نے، اور ان سے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان نے بیان کیا کہ نبی ﷺ مدینہ سے تقریباً اپنے ایک ہزار ساتھیوں کے ساتھ (حج کے لیے نکلے) جب ذی الحلیفہ پہنچے تو نبی ﷺ نے ہدی کو ہار پہنایا اور اشعار کیا پھر عمرہ کا احرام باندھا۔

تشریح: اشعار کے معنی قربانی کے اونٹ کے دائیں کوہان میں نیزے سے ایک زخم کر دینا، اب یہ جانور بیت اللہ میں قربانی کے لئے نشان زدہ ہو جاتا تھا اور کوئی بھی ڈاکو چور اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ اب بھی یہ اشعار رسول کریم ﷺ کی سنت ہے۔ بعض لوگوں نے اسے مکروہ قرار دیا ہے جو سخت غلطی اور سنت نبوی کی بے ادبی ہے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سوا اور کسی سے اس کی کراہیت منقول نہیں، طحاوی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں کہا بلکہ اس میں مبالغہ کرنے کو مکروہ کہا ہے جس سے اونٹ کی ہلاکت کا ڈر ہو اور ہمارا یہی گمان امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ہے جو مسلمانوں کے پیشوا ہیں۔ اصل اشعار کو وہ کیسے مکروہ کہہ سکتے ہیں اس کا سنت ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ (وحیدی) قلادہ جوتوں کا ہار جو قربانی کے جانوروں کے گلے میں ڈال کر گویا اسے بیت اللہ میں قربانی کے لئے نشان لگا دیا جاتا تھا، قلادہ اونٹ بکری گائے سب کے لئے ہے اور اشعار کے بارے میں حضرت علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وفيه مشروعية الاشعار وهو ان يكشط جلد البدنة حتى يسيل دم ثم يسلقه فيكون ذالك علامة على كونها هديا وبذالك قال الجمهور من السلف والخلف وذكر الطحاوى فى اختلاف العلماء كراهيته عن ابى حنيفة وذهب غيره الى استحبابه للاتباع حتى صاحباه ابو يوسف ومحمد فقالا هو حسن قال وقال مالك يختص الاشعار بمن لها سنام قال الطحاوى ثبت عن عائشة وابن عباس التغيير فى الاشعار وتركه فدل على انه ليس بنسك لكنه غير مكروه لثبوت فعله عن النبى ﷺ الى اخره۔" (فتح البارى)

یعنی اس حدیث سے اشعار کی مشروعیت ثابت ہے وہ یہ کہ ہدی کے چمڑے کو ذرا سا زخمی کر کے اس سے خون بہا دیا جائے بس وہ اس کے ہدی ہونے کی علامت ہے اور سلف اور خلف سے تمام جمہور نے اس کی مشروعیت کا اقرار کیا ہے اور امام طحاوی نے اس بارے میں علما کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اور دوسرے لوگ اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں حتیٰ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہر دو شاگردان رشید امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ بھی اس کے بہتر ہونے کے قائل ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اشعار ان جانوروں کے ساتھ خاص ہے جن کے کوہان ہیں۔ طحاوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ اس کے لئے اختیار ہے کہ یا تو اشعار کرے یا نہ کرے، یہ اسی امر کی دلیل ہے کہ اشعار کوئی حج کے مناسک سے نہیں ہے لیکن وہ غیر مکروہ ہے اس لئے کہ اس کا کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ مطلقاً اشعار کو مکروہ کہنے پر بہت سے متقدمین نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کے جوابات امام طحاوی نے دیئے ہیں، ان میں سے یہ بھی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے مطلق اشعار کا انکار نہیں کیا بلکہ ایسے مبالغہ کے ساتھ اشعار کرنے کو مکروہ بتلایا ہے جس سے جانور ضعیف ہو کر ہلاکت کے قریب ہو جائے۔ جن لوگوں نے اشعار کو مثلہ سے تشبیہ دی ہے ان کا قول بھی غلط ہے اشعار صرف ایسا ہی ہے جیسے کہ ختنہ اور حجامت اور نشانی کے لئے بعض جانوروں کے کان چیر دینا ہے، ظاہر ہے کہ یہ سب مثلہ کے ذیل میں نہیں آ سکتے، پھر اشعار کیونکر آ سکتا ہے۔ اسی لئے ابوصائب کہتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں امام وکیع کے پاس تھے۔ ایک شخص نے کہا کہ امام نخعی سے اشعار کا مثلہ ہونا منقول ہے۔ امام وکیع نے خفگی کے لہجہ میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ رسول کریم ﷺ نے اشعار کیا اور تو کہتا ہے کہ ابراہیم نخعی نے ایسا کہا، حق تو یہ ہے کہ تجھ کو قید کر دیا جائے (فتح) قرآن مجید کی آیت مبارکہ: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (۴۹/ الحجرات:۱) کا مفہوم بھی یہی ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول سے کوئی امر صحیح طور پر ثابت ہو وہاں ہرگز قیل وقال اور اقوال وآراء کو داخل نہ کیا جائے کہ یہ اللہ اور رسول ﷺ کی سخت بے ادبی ہے۔ مگر صد افسوس ہے کہ امت کا جم غفیر اسی بیماری میں مبتلا ہے، اللہ پاک سب کو تقلید جامد سے شفائے کامل عطا فرمائے۔ آمین

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ جب کسی ہدی کا اشعار کرتے تو اسے قبلہ رخ کر لیتے اور بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر اس کے کوہان کو زخمی کیا کرتے تھے۔

۱۶۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَفْلَحُ، (۱۶۹۶) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے افلح نے بیان کیا، ان

عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ ﷺ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا وَأَشْعَرَهَا وَأَهْدَاهَا، وَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ أُحِلَّ لَهُ. [أطرافه في: ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦] [مسلم: ٣١٩٨؛ ابوداود: ١٧٥٧؛ نسائي: ٢٧٨٢؛ ابن ماجه: ٣٠٩٨]

سے قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے ہار میں نے اپنے ہاتھ سے خود بٹے تھے، پھر آپ نے انہیں ہار پہنایا، اشعار کیا، ان کو مکہ کی طرف روانہ کیا پھر بھی آپ کے لیے جو چیزیں حلال تھیں وہ (احرام سے پہلے صرف ہدی سے) حرام نہیں ہوئیں۔

تشریح: یہ واقعہ ہجرت کے نویں سال کا ہے، جب آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاجیوں کا سردار بنا کر مکہ روانہ کیا تھا، ان کے ساتھ قربانی کے اونٹ بھی آپ نے بھیجے تھے۔ نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث سے یہ نکلا کہ اگر کوئی شخص خود مکہ کو نہ جا سکے تو قربانی کا جانور وہاں بھیج دینا مستحب ہے اور جمہور علما کا یہی قول ہے کہ صرف قربانی روانہ کرنے سے آدمی محرم نہیں ہوتا جب تک خود احرام کی نیت نہ کرے۔ (وحیدی)

بَابُ فَتْلِ الْقَلَائِدِ لِلْبُدْنِ وَالْبَقَرِ

باب: گائے اونٹ وغیرہ قربانی کے جانوروں کے قلادے بٹنے کا بیان

١٦٩٧ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا وَلَمْ تَحِلَّ أَنْتَ؟ قَالَ: ((إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، وَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَحِلَّ مِنَ الْحَجِّ)). [راجع: ١٥٦٦]

(١٦٩٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے کہ مجھے نافع نے خبر دی انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہا میں نے کہا: یارسول اللہ! اور لوگ تو حلال ہو گئے لیکن آپ حلال نہیں ہوئے، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میں نے اپنے سر کے بالوں کو جما لیا ہے اور اپنی ہدی کو قلادہ پہنا دیا ہے، اس لیے جب تک حج سے بھی حلال نہ ہو جاؤں میں (درمیان میں) حلال نہیں ہو سکتا۔'' (گوند لگا کر سر کے بالوں کو جما لینا اس کو تلبید کہتے ہیں)

١٦٩٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يُهْدِي مِنَ الْمَدِيْنَةِ، فَأَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِهِ، ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ. [راجع: ١٦٩٦] [مسلم: ٣١٩٤؛ ابوداود: ١٧٥٨؛ نسائي: ٢٧٧٤؛ ابن ماجه: ٣٠٩٤]

(١٦٩٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ مدینہ سے ہدی ساتھ لے کر چلتے تھے اور میں ان کے قلادے بٹا کرتی تھی پھر بھی آپ (احرام باندھنے سے پہلے) ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرتے تھے جن سے ایک محرم پرہیز کرتا ہے۔

تشریح: دونوں حدیثوں میں قربانی کا لفظ ہے وہ عام ہے اونٹ اور گائے دونوں کو شامل ہے تو باب کا مطلب ثابت ہو گیا یعنی قران کے اونٹ اور گایوں کے لئے ہار بٹنا یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے یہ ہار بٹا کرتی تھیں پس عورتوں کے لئے اس قسم کے صنعت وحرفت کے کام کرنا کوئی امر معیوب نہیں ہے جیسا کہ نام نہاد شرفائے اسلام کے تصورات ہیں جو عورتوں کے لئے اس قسم کے کاموں کو اچھا نہیں جانتے یہ انتہائی کم فہمی کی دلیل ہے۔

بَابُ إِشْعَارِ الْبُدْنِ

باب: قربانی کے جانور کا اشعار کرنا

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ: قَلَّدَ النَّبِيُّ ﷺ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ.

اور عروہ نے مسور سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہدی کو ہار پہنایا اور اس کا اشعار کیا، پھر عمرہ کے لیے احرام باندھا تھا۔

١٦٩٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ أَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا۔ أَوْ قَلَّدْتُهَا۔ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى الْبَيْتِ، وَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ، فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلٌّ. [راجع: ١٦٩٦]

(١٦٩٩) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے افلح بن حمید نے بیان کیا، ان سے قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی ہدی کے قلادے خود بٹے تھے، پھر آپ نے انہیں اشعار کیا اور ہار پہنایا، یا میں نے ہار پہنایا پھر آپ نے بیت اللہ کے لیے انہیں بھیج دیا اور خود مدینہ میں ٹھہر گئے لیکن کوئی بھی ایسی چیز آپ کے لیے حرام نہیں ہوئی جو آپ کے لیے حلال تھی۔

تشریح: کوئی شخص اپنے وطن سے کسی کے ہمراہ مکہ شریف میں قربانی کا جانور بھیج دے تو وہ حلال ہی رہے گا اس پر احرام کے احکام لاگو نہیں ہوں گے۔

بَابُ مَنْ قَلَّدَ الْقَلَائِدَ بِيَدِهِ

باب: اس کے بارے میں جس نے اپنے ہاتھ سے (قربانی کے جانوروں کو) قلائد پہنائے

١٧٠٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ زِيَادَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ كَتَبَ إِلَى عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: مَنْ أَهْدَى هَدْيًا حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ حَتَّى يُنْحَرَ هَدْيُهُ. قَالَتْ عَمْرَةُ: فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا

(١٧٠٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے خبر دی، انہیں عمرہ بنت عبدالرحمن نے خبر دی کہ زیاد بن ابی سفیان نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جس نے ہدی بھیج دی اس پر وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو ایک حاجی پر حرام ہوتی ہیں تا آنکہ اس کی ہدی کی قربانی کر دی جائے، عمرہ نے کہا کہ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کچھ کہا مسئلہ اس طرح نہیں ہے، میں نے نبی کریم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے قلادے اپنے ہاتھوں سے خود بٹے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے ان جانوروں کو قلادہ پہنایا۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللّٰهُ لَهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ. [راجع: ١٦٩٦]

اور میرے والد محترم (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ انہیں بھیج دیا لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی ایسی چیز کو اپنے اوپر حرام نہیں کیا جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی تھی، اور ہدی کی قربانی بھی کر دی گئی۔

[مسلم: ٣٢٠٥؛ نسائي: ٢٧٩٢]

تشریح: یہ ۹ھ کا واقعہ ہے اس سال رسول کریم ﷺ نے نائب کی حیثیت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کے لئے بھیجا تھا، آیندہ سال حجۃ الوداع کیا گیا۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ درست نہ تھا۔ اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تردید کر دی۔ معلوم ہوا کہ غلطیوں کا امکان بڑی شخصیتوں سے بھی ہو سکتا ہے ممکن ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس خیال سے بعد میں رجوع کر لیا ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امر حق جسے بھی معلوم ہو ظاہر کر دینا چاہیے اور اس بارے میں کسی بھی بڑی شخصیت سے مرعوب نہ ہونا چاہیے کیونکہ الحق يعلو ولا يعلى یعنی امر حق ہمیشہ غالب رہتا ہے اسے مغلوب نہیں کیا جا سکتا۔

بَابُ تَقْلِيدِ الْغَنَمِ

باب: بکریوں کو ہار پہنانے کا بیان

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قال ابن المنذر انكر مالك واصحاب الرأي تقليد ها زاد غيره وكانهم لم يبلغهم الحديث ولم نجد لهم حجة الا قول بعضهم انها تضعف عن التقليد وهى حجة ضعيفة لان المقصود من التقليد العلامة وقد اتفقوا انها لا تشعر لانها تضعف عنه فتقلد بما لا يضعفها والحنفية فى الاصل يقولون ليست الغنم من الهدى فالحديث حجة عليهم من جهة اخرى...... الخ۔" (فتح الباری) یعنی ابن منذر نے کہا کہ امام مالک اور اصحاب الرائے نے بکریوں کے لئے ہار سے انکار کیا ہے گویا کہ ان کو حدیث نبوی پہنچی ہی نہیں ہے اور ہم نے ان کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں پائی سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ بکری ہار لٹکانے سے کمزور ہو جائے گی۔ یہ بہت ہی کمزور دلیل ہے کیونکہ ہار لٹکانے سے اس کو نشان زدہ برائے قربانی حج کرنا مقصود ہے، بکری کا متفقہ طور پر اشعار جائز نہیں ہے۔ اس سے وہ فی الواقع کمزور ہو سکتی ہے اور ہار لٹکانے سے کمزور ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے اور حنفیہ اصولاً کہتے ہیں کہ بکری ہدی ہی نہیں ہے پس یہ حدیث ان پر دوسرے طریق سے بھی حجت ہے۔ بعض نے کہا کہ بکری ہدی اس لئے نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کو بکری بطور ہدی نہیں بھیجی یہ خیال غلط ہے کیونکہ حدیث باب دلیل ہے کہ آپ نے حج سے قبل قطعی طور پر بکری کو بطور ہدی بھیجا پس یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے۔

غالباً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی حضرات کے خیال کی اصلاح کے لئے باب تقليد الغنم منعقد فرمایا ہے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی اصلاحی بصیرت کاملہ کی دلیل ہے۔ اللہ پاک ایسے امام حدیث کو فردوس بریں میں بہترین جزائیں عطا فرمائے اور ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور جو لوگ ایسے امام کی شان میں گستاخانہ کلمات منہ سے نکالتے ہیں اللہ پاک ان کو نیک سمجھ عطا فرمائے کہ وہ اس پردریدہ دہنی سے باز آئیں یا جو حضرات ان کی شان اجتہاد کا انکار کرتے ہیں اللہ ان کو توفیق دے کہ وہ اپنے اس غلط خیال پر نظر ثانی کر سکیں۔

١٧٠١۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَهْدَى النَّبِيُّ ﷺ مَرَّةً غَنَمًا.

(۱۷۰۱) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے لیے (بیت اللہ) بکریاں بھیجی تھیں۔

[راجع: ١٦٩٦] [مسلم: ٣٢٠٣؛ ابوداود: ١٧٥٥؛ نسائي: ٢٧٨٥، ٢٧٨٧؛ ابن ماجه: ٣٠٩٦]

تشریح: گو اس حدیث میں بکریوں کے گلے میں ہار لٹکانے کا ذکر نہیں ہے جو باب کا مطلب ہے لیکن آگے کی حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

١٧٠٢۔ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَيُقَلِّدُ الْغَنَمَ، وَيُقِيمُ فِي أَهْلِهِ حَلَالًا. [راجع: ١٦٩٦] [مسلم: ٣١٩٤، ٣١٩٥]

(١٧٠٢) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، ان سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نبی کریم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے لیے قلادے خود بٹا کرتی تھی، آپ ﷺ نے بکری کو بھی قلادہ پہنایا تھا اور آپ خود اپنے گھر اس حال میں مقیم تھے کہ آپ حلال تھے۔

١٧٠٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ الْغَنَمِ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَيَبْعَثُ بِهَا، ثُمَّ يَمْكُثُ حَلَالًا. [راجع: ١٦٩٦]

(١٧٠٣) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، ان سے حماد نے بیان کیا، ان سے منصور بن معتمر نے (دوسری سند) اور ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، انہیں سفیان نے خبر دی، انہیں منصور نے، انہیں ابراہیم نے انہیں اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی بکریوں کے قلادے خود بٹا کرتی تھی، آپ ﷺ انہیں (بیت اللہ کے لیے) بھیج دیتے اور خود حلال ہی ہونے کی حالت میں اپنے گھر ٹھہرے رہتے۔

١٧٠٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَتَلْتُ لِهَدْيِ النَّبِيِّ ﷺ۔ تَعْنِي الْقَلَائِدَ۔ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ. [راجع: ١٦٩٦] [مسلم: ٣٢٠٦، ٣١٩٤؛ نسائي: ٢٧٨٧]

(١٧٠٤) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زکریا نے بیان کیا، ان سے عامر نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قربانی کے لیے خود قلادے بٹے ہیں۔ ان کی مراد احرام سے پہلے کے قلادوں سے تھی۔

تشریح: تقلید کہتے ہیں قربانی کے جانوروں کے گلوں میں جوتوں وغیرہ کو ہار بنا کر ڈالنا، یہ عرب کے ملک میں نشان تھا ہدی کا۔ ایسے جانور کو عرب لوگ نہ لوٹتے تھے نہ اس سے معترض ہوتے اور اشعار کے معنی خود کتاب میں مذکور ہیں یعنی اونٹ کا کوہان داہنی طرف سے ذرا سا چیر دینا اور خون بہا دینا یہ بھی سنت ہے اور جس نے اس سے منع کیا اس نے غلطی کی ہے۔

بَابُ الْقَلَائِدِ مِنَ الْعِهْنِ

باب: اون کے ہار بٹنا

١٧٠٥۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ: فَتَلْتُ

(١٧٠٥) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معاذ بن معاذ نے بیان کیا، ان سے ابن عون نے بیان کیا، ان سے قاسم نے بیان کیا، ان سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس جو

قَلَائِدَهَا مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدِي. [راجع: ١٦٩٦]

اون تھی اس کے ہار میں نے قربانی کے جانوروں کے لیے خود بٹے تھے۔

[مسلم: ٣٢٠٠؛ ابوداود: ١٧٥٩؛ نسائي: ٢٧٧٩]

تشریح: اس سے بھی ثابت ہوا کہ قربانی کے جانوروں کے گلوں میں اون کی رسیوں کے ہار ڈالنا سنت ہے اور یہ اونٹ گائے بکری سب کے لئے ہے جو جانور بھی قربانی کئے جاتے ہیں۔

بَابُ تَقْلِيدِ النَّعْلِ

باب: جوتوں کا ہار ڈالنا

١٧٠٦ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُالْأَعْلَى ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً، فَقَالَ: ((ارْكَبْهَا)) قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ. قَالَ: ((ارْكَبْهَا)) قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ رَاكِبَهَا يُسَايِرُ النَّبِيَّ ﷺ وَالنَّعْلُ فِي عُنُقِهَا. تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ١٦٨٩]

(١٧٠٦) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالاعلیٰ نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں یحییٰ بن ابی کثیر نے، انہیں عکرمہ نے، انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ قربانی کا اونٹ لیے جا رہا ہے آپ نے فرمایا: ''اس پر سوار ہو جا۔'' اس نے کہا کہ یہ تو قربانی کا ہے تو آپ نے پھر فرمایا: ''سوار ہو جا۔'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میں نے دیکھا کہ وہ اس پر سوار ہے اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ چل رہا ہے اور جوتے (کا ہار) اس اونٹ کی گردن میں ہے۔

اس روایت کی متابعت محمد بن بشار نے کی ہے۔ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، ہم کو علی بن مبارک نے خبر دی، انہیں یحییٰ نے انہیں عکرمہ نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے (مثل سابق حدیث کے)۔

تشریح: اس حدیث میں اشارہ بھی ہے کہ ایک جوتا بھی لٹکانا کافی ہے اور رد ہے اس کا جو کہ کم سے کم دو جوتے لٹکانا ضروری کہتا ہے اور مستحب یہی ہے کہ دو جوتے ڈالے۔ (وحیدی) مگر ایک بھی کافی ہو جاتا ہے۔

بَابُ الْجِلَالِ لِلْبُدْنِ

باب: قربانی کے جانورں کے لیے جھول کا ہونا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَشُقُّ مِنَ الْجِلَالِ إِلَّا مَوْضِعَ السَّنَامِ، وَإِذَا نَحَرَهَا نَزَعَ جِلَالَهَا، مَخَافَةَ أَنْ يُفْسِدَهَا الدَّمُ، ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا.

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف کوہان کی جگہ کے جھول کو پھاڑتے اور جب اس کی قربانی کرتے اس ڈر سے کہ کہیں اسے خون خراب نہ کر دے جھول اتار دیتے اور پھر اس کو بھی صدقہ کر دیتے۔

١٧٠٧ـ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نُحِرَتْ وَبِجُلُودِهَا. [أطرافه في: ١٧١٦، ١٧١٧، ١٧١٨، ٢٢٩٩] [مسلم: ٣١٦٧،

(١٧٠٧) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے، ان سے مجاہد نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ان قربانی کے جانوروں کے جھول اور ان کے چمڑے کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا جن کی قربانی میں نے کر دی تھی۔

۳۱۷۱؛ ابو داود: ۱۷۶۹؛ ابن ماجہ: ۳۰۹۹]

تشریح: معلوم ہوا کہ قربانی کے جانوروں کی ہر چیز حتی کہ جھول تک بھی صدقہ کر دی جائے اور قصائی کو ان میں سے اجرت میں کچھ نہ دیا جائے، اجرت علیحدہ دینی چاہیے۔

بَابُ مَنِ اشْتَرَى هَدْيَهُ مِنَ الطَّرِيقِ وَقَلَّدَهَا

باب: اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی ہدی راستہ میں خریدی اور اسے ہار پہنایا

۱۷۰۸۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ الْحَجَّ عَامَ حَجَّةِ الْحَرُورِيَّةِ فِي عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ، وَنَخَافُ أَنْ يَصُدُّوكَ. فَقَالَ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب:۲۱] إِذًا أَصْنَعَ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً حَتَّى كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ: مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ جَمَعْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَةٍ. وَأَهْدَى هَدْيًا مُقَلَّدًا اشْتَرَاهُ حَتَّى قَدِمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ، وَلَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَوْمِ النَّحْرِ، فَحَلَقَ وَنَحَرَ وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَهُ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ: كَذَلِكَ صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ. [راجع:۱۶۳۹]

(۱۷۰۸) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوضمرہ نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ ابن عمر نے ابن زبیر رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں حجۃ الحروریہ کے سال حج کا ارادہ کیا تو ان سے کہا گیا کہ لوگوں میں باہم قتل وخون ہونے والا ہے اور ہم کو خطرہ اس کا ہے کہ آپ کو (مفسد لوگ حج سے) **روک دیں،** آپ نے جواب میں یہ آیت سنائی کہ ''تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔'' اس وقت میں بھی وہی کام کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے پر عمرہ واجب کر لیا، پھر جب آپ بیداء کے بالائی حصہ تک پہنچے تو فرمایا حج اور عمرہ تو ایک ہی ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ عمرہ کے ساتھ میں نے حج کو بھی جمع کر لیا ہے، پھر آپ نے ایک ہدی بھی ساتھ لے لی جسے ہار پہنایا گیا تھا۔ آپ نے اسے خرید لیا یہاں تک کہ آپ مکہ آئے تو بیت اللہ کا طواف اور صفا ومروہ کی سعی کی، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کیا جو چیزیں (احرام کی وجہ سے ان پر) حرام تھیں ان میں سے کسی سے قربانی کے دن تک وہ حلال نہیں ہوئے، پھر سر منڈوایا اور قربانی کی وجہ یہ سمجھتے تھے کہ اپنا پہلا طواف کر کے انہوں نے حج اور عمرہ دونوں کا طواف پورا کر لیا ہے پھر آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

تشریح: اس روایت میں حجۃ الحروریہ سے مراد امت کے طاغی حجاج کی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف فوج کشی ہے۔ یہ ۷۳ھ کا واقعہ ہے، حجاج خود خارجی نہیں تھا لیکن خارجیوں کی طرح اس نے بھی دعوائے اسلام کے باوجود حرم اور اسلام دونوں کی حرمت پر تاخت کی تھی۔ اس لئے راوی نے اس کے اس حملہ کو بھی خارجیوں کے حملہ کے ساتھ مشابہت دی اور اس کو بھی ایک طرح سے خارجیوں ہی کا حملہ تصور کیا کہ اس نے امام حق یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف چڑھائی کی۔ حجۃ الحروریہ کہنے سے ہجو اور خوارج کے سے عمل کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ خارجیوں نے ۶۴ھ میں حج کیا تھا، احتمال ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان ہر دو سالوں میں حج کیا ہو۔ باب اور حدیث میں مطابقت یوں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے

راستہ میں قربانی کا جانور خرید لیا اور عمرہ کے ساتھ حج کو بھی جمع فرمالیا اور فرمایا کہ اگر مجھ کو حج سے روک دیا گیا تو نبی کریم ﷺ کو بھی مشرکوں نے حدیبیہ کے سال حج سے روک دیا تھا اور آپ نے اسی جگہ احرام کھول کر جانوروں کو قربان کرادیا تھا، میں بھی ویسا ہی کرلوں گا۔ مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایسا نہیں ہوا بلکہ آپ نے بروقت جملہ ارکان حج کو ادا فرمایا۔

بَابُ ذَبْحِ الرَّجُلِ الْبَقَرَ عَنْ نِسَائِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِنَّ

باب: کسی آدمی کا اپنی بیویوں کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر گائے کی قربانی کرنا

١٧٠٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، لَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ، إِذَا طَافَ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَنْ يَحِلَّ، قَالَتْ: فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ. فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالَ: نَحَرَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيَى: فَذَكَرْتُهُ لِلْقَاسِمِ، فَقَالَ: أَتَتْكَ بِالْحَدِيْثِ عَلَى وَجْهِهِ. [راجع: ٢٩٤] [مسلم: ٢٩٢٥، ٢٩٢٦؛ نسائي: ٢٦٤٩، ٢٨٠٣]

(١٧٠٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں یحییٰ بن سعید نے، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمن نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے بتلایا کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ (حج کے لیے) نکلے تو ذی قعدہ میں سے پانچ دن باقی رہے تھے ہم صرف حج کا ارادہ لے کر نکلے تھے، جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ جن لوگوں کے ساتھ قربانی نہ ہو وہ جب طواف کرلیں اور صفا و مروہ کی سعی بھی کرلیں تو حلال ہو جائیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ قربانی کے دن ہمارے گھر گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ (لانے والے نے بتلایا) کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے یہ قربانی کی ہے، یحییٰ نے کہا کہ میں نے عمرہ کی یہ حدیث قاسم سے بیان کی، انہوں نے کہا عمرہ نے یہ حدیث ٹھیک ٹھیک بیان کی ہے۔

تشریح: یہاں اعتراض ہوا ہے کہ ترجمہ باب میں تو گائے کا ذبح کرنا مذکور ہے اور حدیث میں نحر کا لفظ ہے تو حدیث باب سے مطابق نہیں ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں نحر سے ذبح مراد ہے چنانچہ اس حدیث کے دوسرے طریق میں جو آگے مذکور ہوگا ذبح کا لفظ ہے اور گائے کا نحر کرنا بھی جائز ہے مگر ذبح کرنا علما نے بہتر سمجھا ہے اور قرآن شریف میں بھی: ﴿اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾ (٢/البقرة:٦٧) وارد ہے۔ (وحیدی) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد روایات نقل کی ہیں جن سے ثابت ہے رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنی تمام ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی فرمائی تھی، گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں جیسا کہ مسلمہ ہے، حج کے موقع پر تو یہ ہر مسلمان کرسکتا ہے مگر عیدالاضحیٰ پر یہاں اپنے ہاں کے ملکی قانون (بھارتی قانون) کی بنا پر بہتر یہی ہے کہ صرف بکرے یا دنبہ کی قربانی کی جائے اور گائے کی قربانی نہ کی جائے جس سے یہاں بہت سے مفاسد کا خطرہ ہے ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (٢/البقرة:٢٨٦) قرآنی اصول ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اما التعبير بالذبح مع ان حديث الباب بلفظ النحر فاشارة الى ماورد فى بعض طرقه بالذبح وسياتى بعد سبعة ابواب من طريق سليمان بن بلال عن يحيى بن سعيد ونحر البقرجائز عند العلماء الا ان الذبح مستحب عندهم لقوله تعالىٰ ﴿إن الله يامركم ان تذبحوا بقرة﴾ وخالف الحسن بن صالح فاستحب نحرها واما قوله من غيرامرهن فاخذه من

استفهام عائشة عن اللحم لما دخل به عليها ولو كان ذبحه بعلمها لم تحتج الى الاستفهام لكن ليس ذالك دافعاً للاحتمال فيجوز ان يكون علمها بذالك تقدم بان يكون استاذنهن فى ذالك لكن لما ادخل اللحم عليها احتمل عندها ان يكون هو الذى وقع الاستيذان فيه وان يكون غير ذالك فاستفهمت عنه لذالك۔" (فتح)

یعنی حدیث الباب میں لفظ نحر کو ذبح سے تعبیر کرنا حدیث کے بعض دیگر طرق کی طرف اشارہ کرنا ہے جس میں بجائے نحر کے لفظ ذبح ہی وارد ہوا ہے جیسا کہ عنقریب وہ حدیث آئے گی۔ گائے کا نحر کرنا بھی علما کے نزدیک جائز ہے مگر مستحب ذبح کرنا ہے کیونکہ بمطابق آیت قرآنی "بے شک اللہ تمہیں گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے" یہاں لفظ ذبح گائے کیلئے استعمال ہوا ہے۔ حسن بن صالح نے نحر کو مستحب قرار دیا ہے اور باب میں لفظ "من غیر امر ھن۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استفہام سے لیا گیا ہے کہ جب وہ گوشت آیا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کیسا گوشت ہے اگر ان کے علم سے ذبح ہوتا تو استفہام کی حاجت نہ ہوتی، لیکن اس توجیہ سے احتمال دفع نہیں ہوتا، پس ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلے ہی اس کا علم ہو جب کہ ان سے اجازت لے کر ہی یہ قربانی ان کی طرف سے کی گئی ہوگی۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خیال ہوا کہ یہ وہی اجازت والی قربانی کا گوشت ہے یا اس کے سوا اور کوئی ہے اسی لئے انہوں نے دریافت فرمایا، اس توجیہ سے یہ اعتراض بھی دفع ہو گیا کہ جب بغیر اجازت کے قربانی جائز نہیں جن کی طرف سے کی جا رہی ہے تو یہ قربانی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کیونکر جائز ہوگی۔ پس ان کی اجازت ہی سے کی گئی مگر گوشت آتے وقت انہوں نے تحقیق کے لئے دریافت کیا۔

بَابُ النَّحْرِ فِي مَنْحَرِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِنًى

باب: منیٰ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں نحر کیا وہاں نحر کرنا

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نحر کا مقام منیٰ میں جمرہ عقبہ کے نزدیک مسجد خیف کے پاس تھا، ہر چند سارے منیٰ میں کہیں بھی نحر کرنا درست ہے مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اتباع سنت میں بڑا تشدد تھا وہ ڈھونڈ کر ان ہی مقامات میں نماز پڑھا کرتے تھے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی اور انہی مقام میں نحر کرتے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کیا تھا۔ (وحیدی)

١٧١٠ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ كَانَ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ. قَالَ عُبَيْدُاللَّهِ: مَنْحَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ٩٨٢]

(١٧١٠) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے خالد بن حارث سے سنا، کہا ہم سے عبیداللہ بن عمر نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نحر کرنے کی جگہ نحر کرتے تھے، عبیداللہ نے بتایا کہ مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نحر کرنے کی جگہ سے تھی۔

١٧١١ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَبْعَثُ بِهَدْيِهِ مِنْ جَمْعٍ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، حَتَّى يُدْخَلَ بِهِ مَنْحَرَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَعَ حُجَّاجٍ فِيهِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوكُ. [راجع: ٩٨٢]

(١٧١١) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی قربانی کے جانور کو مزدلفہ سے آخر رات میں منیٰ بھجوا دیتے، یہ قربانیاں جن میں حاجی لوگ نیز غلام اور آزاد دونوں طرح کے لوگ ہوتے، اس مقام میں لے جاتے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نحر کیا کرتے تھے۔

تشریح: اس کا مطلب یہ ہے کہ قربانیاں لے جانے کے لئے کچھ آزاد لوگوں کی تخصیص نہ تھی بلکہ غلام بھی لے جاتے۔

بَابُ مَنْ نَحَرَ [هَدْيَهُ] بِيَدِهِ

باب: اپنے ہاتھ سے نحر کرنا

١٧١٢ـ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ ـوَذَكَرَ الْحَدِيثَ. قَالَ: وَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ سَبْعَةَ بُدْنٍ قِيَامًا، وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ. مُخْتَصَرًا. [راجع: ١٠٨٩، ١٥٤٧]

(١٧١٢) ہم سے سہل بن بکار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے ابوقلابہ نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے مختصر حدیث بیان کی اور یہ بھی بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے سات اونٹ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کئے اور مدینہ میں دو چت کبرے سینگ دار مینڈھوں کی قربانی کی۔

تشریح: مقصد باب یہ کہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے اونٹوں کو نحر کیا اس سے ترجمہ باب ثابت ہوا۔

بَابُ نَحْرِ الْإِبِلِ الْمُقَيَّدَةِ

باب: اونٹ کو باندھ کر نحر کرنا

١٧١٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ أَتَى عَلَى رَجُلٍ، قَدْ أَنَاخَ بَدَنَتَهُ يَنْحَرُهَا، قَالَ: ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً، سُنَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ. وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ يُونُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زِيَادٌ. [ابو داود: ١٧٦٨]

(١٧١٣) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے زیاد بن جبیر نے کہ میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے پاس آئے جو اپنا اونٹ بٹھا کر نحر کر رہا تھا، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے کھڑا کر اور باندھ دے، پھر نحر کر کہ یہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ شعبہ نے یونس سے بیان کیا کہ مجھے زیاد نے خبر دی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا ہی افضل ہے اور حنفیہ نے کھڑا اور بیٹھا دونوں طرح نحر کرنا برابر رکھا ہے اور اس حدیث سے ان کا رد ہوتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما اس شخص پر انکار نہ کرتے اس شخص کا نام معلوم نہیں ہوا۔ (وحیدی) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وفيه ان قول الصحابى من السنة كذا مرفوع عند الشيخين لاحتجاجهما بهذا الحديث فى صحيحين۔" (فتح) یعنی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی صحابی کا کسی کام کے لئے یہ کہنا کہ یہ سنت ہے یہ شیخین کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہے اس لئے کہ شیخین نے اس سے حجت پکڑی ہے اپنی صحیح ترین کتابوں بخاری و مسلم میں۔

بَابُ نَحْرِ الْبُدْنِ قَائِمَةً

باب: اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: سُنَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿صَوَآفَّ﴾. [الحج: ٣٦] قِيَامًا.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کی یہی سنت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (سورۂ حج میں) جو آیا ہے فاذكروا اسم الله عليها صوآف کے معنی یہی ہیں کہ وہ کھڑے ہوں صفیں باندھ کر۔

١٧١٤ـ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

(١٧١٤) ہم سے سہل بن بکار نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا،

وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، فَبَاتَ بِهَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ، فَجَعَلَ يُهَلِّلُ وَيُسَبِّحُ، فَلَمَّا عَلَا عَلَى الْبَيْدَاءِ لَبَّى بِهِمَا جَمِيعًا، فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَحِلُّوا. وَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ سَبْعَةَ بُدْنٍ قِيَامًا، وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ. [راجع: ١٠٨٩، ١٥٤٧]

ان سے ایوب نے، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں۔ رات آپ نے وہیں گزاری، پھر جب صبح ہوئی تو آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر تہلیل و تسبیح کرنے لگے۔ جب بیداء پہنچے تو آپ نے دونوں (حج اور عمرہ) کے لیے ایک ساتھ تلبیہ کہا جب مکہ پہنچے (اور عمرہ ادا کرلیا) تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ حلال ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے سات اونٹ کھڑے کر کے نحر کئے اور مدینہ میں دو چت کبرے سینگوں والے مینڈھے ذبح کئے۔

تشریح: یہی حدیث مختصراً ابھی پہلے گزر چکی ہے حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

١٧١٥ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ. وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ، فَصَلَّى الصُّبْحَ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ الْبَيْدَاءَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ. [راجع: ١٠٨٩، ١٥٤٧]

(١٧١٥) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھی تھیں۔ ایوب نے ایک شخص کے واسطہ سے بروایت انس رضی اللہ عنہ کہا پھر آپ نے وہیں رات گزاری۔ صبح ہوئی تو فجر کی نماز پڑھی اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے، پھر جب مقام بیداء پہنچے تو عمرہ اور حج دونوں کا نام لے کر لبیک پکارا۔

تشریح: ایوب کی روایت میں راوی مجہول ہے اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متابعت کے طور پر اس سند کو ذکر کیا تو اس کے مجہول ہونے میں قباحت نہیں بعض نے کہا کہ یہ شخص ابو قلابہ ہیں۔ (وحیدی)

بَابٌ: لَا يُعْطِي الْجَزَّارَ مِنَ الْهَدْيِ شَيْئًا

باب: قصاب کو بطور مزدوری اس قربانی کے جانور سے کچھ نہ دیا جائے

١٧١٦ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَقُمْتُ عَلَى الْبُدْنِ، فَأَمَرَنِي فَقَسَمْتُ لُحُومَهَا، ثُمَّ أَمَرَنِي فَقَسَمْتُ

(١٧١٦) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، کہا مجھ کو ابن ابی نجیح نے خبر دی، انہیں مجاہد نے، انہیں عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے (قربانی کے اونٹوں کی دیکھ بھال کے لیے) بھیجا۔ اس لیے میں نے ان کی دیکھ بھال کی، پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے گوشت تقسیم کئے، پھر

جِلَالَهَا وَجُلُوْدَهَا.

آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے جھول اور چمڑے بھی تقسیم کر دیئے۔

وَقَالَ سُفْيَانُ: حَدَّثَنِي عَبْدُالْكَرِيْمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: أَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَقُوْمَ عَلَى الْبُدْنِ، وَلَا أُعْطِيَ عَلَيْهَا شَيْئًا فِيْ جِزَارَتِهَا. [راجع: ۱۷۰۷]

سفیان نے کہا کہ مجھ سے عبدالکریم نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ میں قربانی کے اونٹوں کی دیکھ بھال کروں اور ان میں سے کوئی چیز قصائی کی مزدوری میں نہ دوں۔

تشریح: جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ قصائی کی اجرت میں کھال یا اوجھری یا سری پائے حوالہ کر دیتے ہیں بلکہ اجرت اپنے پاس سے دینی چاہیے البتہ اگر قصاب کو للہ کوئی چیز قربانی میں سے دیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ (وحیدی) صحیح مسلم میں حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ اس دن رسول کریم ﷺ نے تریسٹھ اونٹ نحر فرمائے پھر باقی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مامور فرما دیا تھا۔

بَابٌ: يَتَصَدَّقُ بِجُلُوْدِ الْهَدْيِ

باب: قربانی کی کھال خیرات کر دی جائے گی

١٧١٧۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ، وَعَبْدُالْكَرِيْمِ الْجَزَرِيُّ، أَنَّ مُجَاهِدًا، أَخْبَرَهُمَا أَنَّ عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَقُوْمَ عَلَى بُدْنِهِ، وَأَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا، لُحُوْمَهَا وَجُلُوْدَهَا وَجِلَالَهَا، وَلَا يُعْطِيَ فِيْ جِزَارَتِهَا شَيْئًا. [راجع: ۱۷۰۷]

(۱۷۱۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے حسن بن مسلم اور عبدالکریم جزری نے خبر دی کہ مجاہد نے ان دونوں کو خبر دی، انہیں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے خبر دی، انہیں علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ آپ ﷺ کے قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کریں اور یہ کہ آپ کے قربانی کے جانوروں کی ہر چیز گوشت، چمڑے اور جھول خیرات کر دیں اور قصائی کی مزدوری اس میں سے نہ دیں۔

تشریح: یہ وہ اونٹ تھے جو نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع میں قربانی کے لئے لے گئے تھے، دوسری روایت میں ہے کہ یہ سو اونٹ تھے ان میں سے تریسٹھ اونٹوں کو تو نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے نحر کیا، باقی اونٹوں کو آپ کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحر کر دیا۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " ثم اعطى عليا فنحر ما عبروا شركه فى هديه ثم امر من كل بدنة ببضعة فجعلت فى قدر فطبخت فاكلا من لحمها وشربا من مرقها۔" یعنی آپ نے بقایا اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیئے اور انہوں نے ان کو نحر کیا اور آپ نے ان کو اپنی ہدی میں شریک کیا پھر ہر ہر اونٹ سے ایک ایک بوٹی لے کر ہانڈی میں اسے پکایا گیا پس آپ دونوں نے وہ گوشت کھایا اور شوربا پیا۔ یہ کل سو اونٹ تھے جن میں سے نبی کریم ﷺ نے تریسٹھ اونٹ نحر فرمائے باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحر کئے۔ "قال البغوى فى شرح السنة واما اذا اعطى اجرته كاملة ثم تصدق عليه اذا كان فقيرا كما تصدق على الفقراء فلا باس بذالك۔" (فتح) یعنی امام بغوی رحمہ اللہ نے شرح السنہ میں کہا کہ قصائی کو پوری اجرت دینے کے بعد اگر وہ فقیر ہے تو بطور صدقہ قربانی کا گوشت دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ "وقد اتفقوا على ان لحمها لا يباع فلذالك الجلود والجلال واجازه الاوزاعى واحمد واسحاق وابو ثور۔" (فتح) یعنی اس پر اتفاق ہے کہ قربانی کا گوشت بیچا نہیں جا سکتا اس کے چمڑے اور جھول کا بھی یہی حکم ہے مگر ان چیزوں کو امام اوزاعی اور احمد و اسحاق اور ابو ثور نے جائز کہا ہے کہ چمڑا اور جھول بیچ کر قربانی کے مستحقین میں خرچ کر دیا جائے۔

بَابٌ: يَتَصَدَّقُ بِجِلَالِ الْبُدْنِ

باب: قربانی کے جانور کے جھول بھی صدقہ کر دیئے جائیں

١٧١٨ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، يَقُوْلُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى، أَنَّ عَلِيًّا حَدَّثَهُ قَالَ: أَهْدَى النَّبِيُّ ﷺ مِائَةَ بَدَنَةٍ، فَأَمَرَنِي بِلُحُوْمِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ أَمَرَنِي بِجِلَالِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ بِجُلُوْدِهَا فَقَسَمْتُهَا. [راجع: ١٧٠٧]

(۱۷۱۸) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، ان سے سیف بن ابی سلیمان نے بیان کیا، کہا میں نے مجاہد سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن ابی لیلیٰ نے بیان کیا اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) سو اونٹ قربان کئے، میں نے آپ کے حکم کے مطابق ان کے گوشت بانٹ دیئے، پھر آپ نے ان کے جھول بھی تقسیم کرنے کا حکم دیا اور میں نے انہیں بھی تقسیم کیا، پھر چمڑے کے لیے حکم دیا اور میں نے انہیں بھی بانٹ دیا۔

تشریح: قربانی کے جانور کا چمڑا، اس کا جھول سب غربا و مساکین میں للہ تقسیم کر دیا جائے یا ان کو فروخت کر کے مستحقین کو ان کی قیمت دے دی جائے چمڑے کا خود اپنے استعمال میں مصلیٰ یا ڈول وغیرہ بنانے کے لئے لانا بھی جائز ہے۔ آج کل مدارس اسلامیہ کے غریب طلبا بھی اس مد سے امداد کئے جانے کے مستحق ہیں جو اپنا وطن اور متعلقین کو چھوڑ کر دور دراز مدارس اسلامیہ میں خالص دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے سفر کرتے ہیں اور جن میں اکثریت غربا کی ہوتی ہے، ایسی مد سے ان کی امداد بہت بڑا کار ثواب ہے۔

بَابٌ

باب

﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ○ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ○ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ○ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ○ ذَلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِنْدَ رَبِّهِ﴾. [الحج: ٢٦-٣٠]

(سورۂ حج) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور جب ہم نے بتلا دیا ابراہیم کو ٹھکانا اس گھر کا اور کہہ دیا کہ شریک نہ کر میرے ساتھ کسی کو، اور پاک رکھ میرا گھر طواف کرنے والوں اور کھڑے رہنے والوں، اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لیے اور پکار لوگوں کو حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف پیدل اور سوار ہو کر، دبلے پتلے اونٹوں پر، چلے آتے راہوں دور دراز سے کہ پہنچیں اپنے فائدوں کی جگہوں پر اور یاد کریں اللہ کا نام کئی دنوں میں جو مقرر ہیں، چوپائے جانوروں پر جو اس نے دیئے ہیں، سو ان کو کھاؤ اور کھلاؤ برے حال فقیر کو، پھر چاہیے کہ دور کریں اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی نظریں اور طواف کریں اس قدیم گھر (کعبہ) کا، یہ سن چکے اور جو کوئی اللہ کی عزت دی ہوئی چیزوں کی عزت کرے تو اس کو اپنے مالک کے پاس بھلائی پہنچے گی۔"

تشریح: اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف آیت قرآنی پر اختصار کیا اور کوئی حدیث بیان نہیں کی، شاید ان کی شرط پر اس باب کے مناسب کوئی حدیث ان کو نہ ملی ہو یا ملی ہو اور لکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو، بعض نسخوں میں اس کے بعد کا باب مذکور نہیں بلکہ یوں عبارت ہے: " وما یأکل من البدن وما یتصدق بہ" واؤ عطف کے ساتھ اس صورت میں آگے جو حدیثیں بیان کی ہیں وہ اسی باب سے متعلق ہوں گی۔ گویا پہلی آیت قرآنی سے ثابت

کیا قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھانا درست ہے، پھر حدیثوں سے بھی ثابت کیا۔ (وحیدی) مقصود باب آیت کا ٹکڑا: ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ﴾ (۲۲/الحج:۲۸) ہے یعنی ''قربانی کا گوشت خود کھاؤ اور غریب و مساکین کو کھلاؤ۔''

[بَابٌ]: وَمَا يَأْكُلُ مِنَ الْبُدْنِ وَمَا يُتَصَدَّقُ

باب: قربانی کے جانوروں میں سے کیا کھائیں اور کیا خیرات کریں

وَقَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالنَّذْرِ، وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوَى ذٰلِكَ. وَقَالَ عَطَاءٌ: يَأْكُلُ وَيُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ.

اور عبیداللہ نے کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ احرام میں کوئی شکار کرے اور اس کا بدلہ دینا پڑے تو بدلہ کے جانور اور نذر کے جانور سے خود کچھ نہ کھائے اور باقی سب میں سے کھالے اور عطاء نے کہا تمتع کی قربانی میں سے کھائے اور کھلائے۔

۱۷۱۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ يَقُوْلُ: كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُوْمِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلَاثِ مِنًى، فَرَخَّصَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((كُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا)) فَأَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا. قَالَ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَقَالَ: حَتَّى جِئْنَا الْمَدِيْنَةَ؟ قَالَ: لَا. [أطرافه في: ۲۹۸۰، ۵۴۲۴، ۵۵۶۷] [مسلم: ۵۱۰۵]

(۱۷۱۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے، ان سے ابن جریج نے، ان سے عطاء نے، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنی قربانی کا گوشت منیٰ کے بعد تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے، پھر نبی کریم ﷺ نے ہمیں اجازت دے دی اور فرمایا: ''کھاؤ بھی اور توشہ کے طور پر ساتھ بھی لے جاؤ۔'' چنانچہ ہم نے کھایا اور ساتھ بھی لائے۔ ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کیا جابر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا تھا کہ یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے، انہوں نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں فرمایا۔

تشریح: یعنی جابر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے مدینہ پہنچتے تک اس گوشت کو توشہ کے طور پر رکھا، لیکن مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ عطاء نے نہیں کے بدلے ہاں کہا، شاید عطاء بھول گئے ہوں پہلے نہیں کہا ہو پھر یاد آیا تو ہاں کہنے لگے۔ اس حدیث سے وہ حدیث منسوخ ہے جس میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ (وحیدی)

۱۷۲۰۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ابْنُ بِلَالٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَلَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ، حَتَّى إِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ أَنْ يَحِلَّ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ:

(۱۷۲۰) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا مجھ سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا، کہا مجھ سے عمرہ نے بیان کیا، کہا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ ہم مدینہ سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو ذی قعدہ کے پانچ دن باقی رہ گئے تھے۔ ہمارا ارادہ صرف حج ہی کا تھا، پھر جب مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جن کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ بیت اللہ کا طواف کر کے حلال ہو جائیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس بقر عید کے دن گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس وقت معلوم ہوا کہ

مَا هَذَا؟ فَقِيلَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيَى: فَذَكَرْتُ هَذَا الْحَدِيثَ لِلْقَاسِمِ. فَقَالَ: أَتَتْكَ بِالْحَدِيثِ عَلَى وَجْهِهِ. [راجع: ٢٩٤، ١٧٠٩]

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے قربانی کی ہے۔ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ میں نے اس حدیث کا قاسم بن محمد سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ عمرہ نے تم سے ٹھیک ٹھیک حدیث بیان کردی ہے۔ (ہر دو احادیث سے مقصد باب ظاہر ہے کہ قربانی کا گوشت کھانے اور بطور توشہ رکھنے کی عام اجازت ہے، خود قرآن مجید میں **فکلوا منها** کا صیغہ موجود ہے کہ اسے غرباء مساکین کو بھی تقسیم کرو اور خود بھی کھاؤ۔)

بَابُ الذَّبْحِ قَبْلَ الْحَلْقِ

باب: سر منڈانے سے پہلے ذبح کرنا

١٧٢١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ زَاذَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَمَّنْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ وَنَحْوِهِ. قَالَ: ((لَا حَرَجَ، لَا حَرَجَ)). [راجع: ٨٤]

(۱۷۲۱) ہم سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا، ان سے ہشیم نے بیان کیا، انہیں منصور بن زاذان نے خبر دی، انہیں عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے ہی سر منڈوالے، تو آپ نے فرمایا: ''کوئی قباحت نہیں، کوئی قباحت نہیں۔''

١٧٢٢ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِالْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: زُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ. قَالَ: ((لَا حَرَجَ)). قَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ: ((لَا حَرَجَ)). قَالَ: ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ. قَالَ: ((لَا حَرَجَ)). وَقَالَ عَبْدُالرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيُّ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ الْقَاسِمُ ابْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنِي ابْنُ خُثَيْمٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ عَفَّانُ: أُرَاهُ عَنْ وُهَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ وَعَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

(۱۷۲۲) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم کو ابوبکر بن عیاش نے خبر دی، انہیں عبدالعزیز بن رفیع نے، انہیں عطاء بن ابی رباح نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ رمی سے پہلے میں نے طواف زیارت کرلیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں۔'' پھر اس نے کہا اور قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوالیا، آپ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں۔'' پھر اس نے کہا اور قربانی کو رمی سے بھی پہلے کرلیا آپ ﷺ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ ''کوئی حرج نہیں۔'' اور عبدالرحیم رازی نے ابن خثیم سے بیان کیا، کہا کہ عطاء نے خبر دی اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے اور قاسم بن یحییٰ نے کہا کہ مجھ سے ابن خثیم نے بیان کیا، ان سے عطاء نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے۔ عفان بن مسلم صفار نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ وہیب بن خالد سے روایت ہے کہ ابن خثیم نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے۔ اور حماد نے قیس بن سعد اور عباد بن منصور سے بیان کیا، ان سے عطاء نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا۔

١٧٢٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُالْأَعْلَى، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ)). فَقَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ. قَالَ: ((لَا حَرَجَ)). [راجع: ٨٤] [ابوداود: ١٩٨٣؛ نسائي: ٣٠٦٧؛ ابن ماجه: ٣٠٥٠]

(۱۷۲۳) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے ایک آدمی نے مسئلہ پوچھا کہ شام ہونے کے بعد میں نے رمی کی ہے۔ آپ نے فرمایا: "کوئی حرج نہیں۔" سائل نے کہا قربانی کرنے سے پہلے میں نے سرمنڈالیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "کوئی حرج نہیں۔"

تشریح: قسطلانی نے کہا رمی کرنے کا افضل وقت زوال تک ہے اور غروب آفتاب سے قبل تک بھی عمدہ ہے اور اس کے بعد بھی جائز ہے اور حلق اور قصر اور طواف الزیارہ کا وقت معین نہیں، لیکن یوم النحر سے ان کی تاخیر کرنا مکروہ ہے اور ایام تشریق سے تاخیر کرنا سخت مکروہ ہے۔ غرض یوم النحر کے دن حاجی کو چار کام کرنے ہوتے ہیں رمی اور قربانی اور حلق یا قصر ان چاروں میں ترتیب سنت ہے، لیکن فرض نہیں اگر کوئی کام دوسرے سے آگے پیچھے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں جیسے کہ ان حدیثوں سے نکلتا ہے۔ امام مالک اور شافعی اور اسحاق اور ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ سب کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس پر دم لازم آئے گا اور اگر قارن ہے تو دو دم لازم آئیں گے۔ (وحیدی) جب شارع علیہ السلام نے خود ایسی حالتوں میں لاحرج فرمادیا تو ایسے مواقع پر ایک یا دو دم لازم کرنا صحیح نہیں ہے آج کل معلّمین حاجیوں کو ان بہانوں سے جس قدر پریشان کرتے ہیں اور ان سے روپیہ اینٹھتے ہیں یہ سب حرکتیں ناپسندیدہ ہیں۔ فی الواقع کوئی شرعی کوتاہی قابل دم ہو تو وہ تو اپنی جگہ پر ٹھیک ہے مگر خواہ مخواہ ایسی چیزیں از خود پیدا کرنا بہت ہی معیوب ہے۔

اس حدیث سے مفتیان اسلام کو بھی سبق ملتا ہے جہاں تک ممکن ہو فتویٰ دریافت کرنے والے کے لئے کتاب وسنت کی روشنی میں آسانی ونرمی کا پہلو اختیار کریں مگر حدود شرعیہ میں کوئی بھی نرمی نہ ہونی چاہیے۔

١٧٢٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوْسَى قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ. فَقَالَ: ((أَحَجَجْتَ)). قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((بِمَا أَهْلَلْتَ)). قُلْتُ: لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ. فَقَالَ: ((أَحْسَنْتَ، انْطَلِقْ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ)). ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ نِسَاءِ بَنِي قَيْسٍ، فَفَلَتْ رَأْسِي، ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ، فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ النَّاسَ، حَتَّى خِلَافَةِ عُمَرَ فَذَكَرْتُهُ

(۱۷۲۴) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ عثمان نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں قیس بن مسلم نے، انہیں طارق بن شہاب نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب حاضر ہوا تو آپ بطحاء میں تھے۔ (جو مکہ کے قریب ایک جگہ ہے) آپ نے پوچھا: "کیا تو نے حج کی نیت کی ہے؟" میں نے کہا کہ ہاں، آپ نے دریافت فرمایا کہ "تو نے احرام کس چیز کا باندھا ہے؟" میں نے کہا نبی کریم ﷺ کے احرام کی طرح احرام باندھا ہے، آپ نے فرمایا: "تو نے اچھا کیا اب جا۔" چنانچہ (مکہ پہنچ کر) میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا ومروہ کی سعی کی، پھر میں بنو قیس کی ایک خاتون کے پاس آیا اور انہوں نے میرے سر کی جوئیں نکالیں۔ اس کے بعد میں نے حج کی

لَهُ. فَقَالَ: إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. [راجع: ١٥٥٩]

لبیک پکاری۔ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک اس کا فتویٰ دیتا رہا پھر جب میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں کتاب اللہ پر بھی عمل کرنا چاہیے اور اس میں پورا کرنے کا حکم ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت پر بھی عمل کرنا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ قربانی سے پہلے حلال نہیں ہوئے تھے۔

تشریح: ہوا یہ کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قربانی نہ تھی۔ جن لوگوں کے ساتھ قربانی نہ تھی گو انہوں نے میقات سے حج کی نیت کی تھی مگر نبی کریم ﷺ نے حج کو فسخ کر کے ان کو عمرہ کر کے احرام کھولنے کا حکم دیا اور فرمایا اگر میرے ساتھ میں ہدی نہ ہوتی تو میں بھی ایسا ہی کرتا، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اسی کے مطابق فتویٰ دیتے رہے کہ تمتع کرنا درست ہے اور حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا دینا درست ہے، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے تمتع سے منع کیا۔ (وحیدی) اس روایت سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ جب نبی کریم ﷺ نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہیں پہنچ گئی یعنی منیٰ میں ذبح یا نحر نہیں کی گئی تو معلوم ہوا کہ قربانی حلق پر مقدم ہے اور باب کا یہی مطلب تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی کتاب سے یہ آیت مراد لی ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (۲/البقرۃ:۱۹۶) اور اس آیت سے استدلال کر کے انہوں نے حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا دینا اور احرام کھول ڈالنا ناجائز سمجھا حالانکہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنا آیت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد حج کا احرام باندھ کر اس کو پورا کرتے ہیں اور حدیث سے بھی استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ نبی کریم ﷺ ہدی ساتھ لائے تھے اور جو شخص ہدی ساتھ لائے اس کو بے شک احرام کھولنا اس وقت تک درست نہیں جب تک ذبح نہ ہو لے لیکن کلام اس شخص میں ہے جس کے ساتھ ہدی نہ ہو۔ (وحیدی)

"ومطابقته للترجمة من قول عمر فيه لم يحل حتى بلغ الهدى محله لان بلوغ الهدى محله يدل على ذبح الهدى فلو تقدم الحلق عليه لصار متحللا قبل بلوغ الهدى محله وهذا هو الاصل وهو تقديم الذبح على الحلق واما تأخيره فهو رخصة۔" (فتح)

بَابُ مَنْ لَبَّدَ رَأْسَهُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَحَلَقَ

باب: اس کے متعلق جس نے احرام کے وقت سر کے بالوں کو جما لیا اور احرام کھولتے وقت سر منڈا لیا

تشریح: یعنی گوند وغیرہ سے تاکہ گرد اور غبار سے محفوظ رہیں اس کو عربی زبان میں تلبید کہتے ہیں۔

١٧٢٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ: ((إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ)). [راجع: ١٥٦٦]

(۱۷۲۵) ہم عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا وجہ ہوئی کہ اور لوگ تو عمرہ کر کے حلال ہو گئے اور آپ نے عمرہ کر لیا اور حلال نہ ہوئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے سر کے بال جما لیے تھے اور قربانی کے گلے میں قلادہ پہنا کر میں (اپنے ساتھ) لایا ہوں، اس لیے جب تک میں نحر نہ کر لوں گا میں احرام نہیں کھولوں گا۔''

بَابُ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيرِ عِنْدَ

باب: احرام کھولتے وقت بال منڈانا یا ترشوانا

الْإِحْلَالِ

١٧٢٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ ابْنُ أَبِي حَمْزَةَ، قَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ: حَلَقَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّتِهِ.

(۱۷۲۶) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی، ان سے نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنا سر منڈایا تھا۔

[طرفاه في: ٤٤١٠، ٤٤١١]

تشریح: معلوم ہوا کہ سر منڈانا یا بال کتروانا بھی حج کا ایک کام ہے۔

١٧٢٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ)) قَالُوْا: وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ)). قَالُوْا: وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((وَالْمُقَصِّرِيْنَ)). وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ: ((رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِيْنَ)) مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ. قَالَ: وَقَالَ عُبَيْدُاللَّهِ: حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ: ((وَالْمُقَصِّرِيْنَ)).

(۱۷۲۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: "اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما!" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور کتروانے والوں پر؟ آپ ﷺ نے اب بھی دعا کی: "اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما!" صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر عرض کیا اور کتروانے والوں پر؟ اب آپ ﷺ نے فرمایا: "اور کتروانے والوں پر بھی۔" لیث نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے سر منڈوانے والوں پر رحم کیا۔" ایک یا دو مرتبہ، انہوں نے بیان کیا کہ عبیداللہ نے کہا مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ چوتھی مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "کتروانے والوں پر بھی۔"

[مسلم: ٣١٤٥؛ ابو داود: ١٩٧٩]

تشریح: یعنی لیث کو اس میں شک ہے کہ آپ نے سر منڈانے والوں کے لئے ایک بار دعا کی یا دو بار، اور اکثر راویوں کا اتفاق امام مالک کی روایت پر ہے کہ آپ نے سر منڈانے والوں کے لئے دو بار دعا کی اور تیسری بار کتروانے والوں کو بھی شریک کر لیا عبیداللہ کی روایت میں ہے کہ چوتھی بار میں کتروانے والوں کو شریک کیا۔ بہر حال حدیث سے یہ نکلا کہ سر منڈانا بال کتروانے سے افضل ہے، امام مالک اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سارا سر منڈائے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر منڈانا کافی ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک تین بال منڈانا کافی ہیں بعض شافعیہ نے ایک بال منڈانا کافی سمجھا ہے اور عورتوں کو بال کترانا چاہییں ان کو سر منڈانا منع ہے۔ (وحیدی) سر منڈانے یا بال کتروانے کا واقعہ حجۃ الوداع سے متعلق ہے اور حدیبیہ سے بھی جب کہ مکہ والوں نے آپ کو عمرہ سے روک دیا تھا، آپ نے میدان حدیبیہ ہی میں حلق اور قربانی کی اب بھی جو لوگ راستے میں حج وعمرہ سے روک دیئے جاتے ہیں ان کے لئے یہی حکم ہے۔ حافظ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واما السبب فی تکریر الدعاء للمحلقین فی حجة الوداع فقال ابن اثیر فی النهایة کان اکثر من حج مع رسول الله ﷺ لم یسق الهدی فلما امرهم ان یفسخوا الحج الی العمرة ثم یتحللوا منها ویحلقوا رؤوسهم شق علیهم ثم لما لم یکن لهم بد من الطاعة کان التقصیر فی انفسهم اخف من الحلق ففعله اکثرهم فرجح النبی ﷺ فعل من حلق لکونه ابین فی امتثال الامر انتهی۔"

یعنی سر منڈوانے والوں کے لئے آپ نے بکثرت دعا فرمائی کیونکہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اکثر حاجی وہ تھے جو اپنے ساتھ ہدی لے کر نہیں آئے تھے پس جب نبی کریم ﷺ نے ان کو حج کے فسخ کرنے اور عمرہ کر لینے اور احرام کھول دینے اور سر منڈانے کا حکم فرمایا تو یہ امر ان پر بار گزرا پھر ان کے لئے امتثال امر بھی ضروری تھا اس لئے ان کو حلق سے تقصیر میں کچھ آسانی نظر آئی، پس اکثر نے یہی کیا۔ پس نبی کریم ﷺ نے سر منڈوانے والوں کے فعل کو ترجیح فرمائی اس لئے کہ یہ امتثال امر میں زیادہ ظاہر بات تھی عربوں کی عادت بھی اکثر بالوں کو بڑھانے ان سے زینت حاصل کرنے کی تھی اور سر منڈانے کا رواج ان میں کم تھا وہ بالوں کو عجمیوں کی شہرت کا ذریعہ بھی گردانتے اور ان کی نقل اپنے لئے باعث شہرت سمجھتے تھے، اس لئے ان میں سے اکثر سر منڈانے کو مکروہ جانتے اور بال کتروانے پر کفایت کرنا پسند کرتے تھے۔ حدیث بالا سے ایسے لوگوں کے لئے دعا کرنا بھی ثابت ہوا جو بہتر سے بہتر کاموں کے لئے آمادہ ہوں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امر مرجوح پر عمل کرنے والوں کے لئے بھی دعائے خیر کی درخواست کی جا سکتی ہے یہ بھی ثابت ہوا کہ حلق کی جگہ تقصیر بھی کافی ہے مگر بہتر حلق ہی ہے۔

١٧٢٨۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ)) قَالُوْا: وَالْمُقَصِّرِيْنَ. قَالَ: ((اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ)). قَالُوْا: وَالْمُقَصِّرِيْنَ. قَالَهَا ثَلَاثًا. قَالَ: ((وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ)).

[مسلم: ٣١٤٨؛ ابن ماجه: ٣٠٤٣]

(١٧٢٨) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا، ان سے عمارہ بن قعقاع نے بیان کیا، ان سے ابوزرعہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما!'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور کتروانے والوں کے لیے بھی (یہی دعا فرمایئے) لیکن آپ ﷺ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت کر۔'' پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور کتروانے والوں کی بھی! تیسری مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اور کتروانے والوں کی بھی مغفرت فرما۔''

١٧٢٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ. وَطَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ.

[راجع: ١٦٣٩]

(١٧٢٩) ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے، ان سے نافع نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبی کریم ﷺ اور آپ کے بہت سے اصحاب نے سر منڈوایا تھا لیکن بعض نے کتروایا بھی تھا۔

١٧٣٠۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: قَصَّرْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمِشْقَصٍ. [مسلم: ٣٠٢١، ٣٠٢٢]

(١٧٣٠) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے حسن بن مسلم نے بیان کیا، ان سے طاؤس نے بیان کیا، ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بال قینچی سے کاٹے تھے۔

تشریح: ارکان حج کی بجا آوری کے بعد حاجی کو سر کے بال منڈانے یا کتروانے، ہر دو صورتیں جائز ہیں، مگر منڈانے والوں کے لئے آپ ﷺ نے تین بار مغفرت کی دعا فرمائی اور کتروانے والوں کے لئے ایک بار، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عنداللہ اس موقعہ پر بالوں کا منڈوانا زیادہ محبوب ہے۔ اس روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان وارد ہوتا ہے، اس کے وقت کی تعیین کرنے میں شارحین کے مختلف اقوال ہیں۔ یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کے متعلق نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہو کیونکہ اصحاب سیر کے بیان کے مطابق نبی کریم ﷺ نے ہجرت سے پہلے بھی حج کئے

ہیں۔علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقد اخرج ابن عساکر فی تاریخ دمشق من ترجمة معاوية تصريح معاوية بانه اسلم بين الحديبية والقضية وانه كان يخفى اسلامه خوفا من ابويه وكان النبى ﷺ لما دخل فى عمرة القضية مكة خرج اكثر اهلها عنها حتى لا ينظر ونه واصحابه يطوفون بالبيت فلعل معاوية كان ممن تخلف بمكة لسبب اقتضاه ولا يعارضه ايضا قول سعد بن ابى وقاص فيما اخرجه مسلم وغيره فعلنا ها يعنى العمرة فى الشهر الحج وهذا يومئذ كافر بالعرش بضمتين يعنى بيوت مكة يشير الي معاوية لانه يحمل علي انه اخبر بما استصحب من خاله ولم يطلع على اسلامه لكونه كان يخفيه وينكر على ماجوزوه ان تقصيره كان فى عمرة الجعرانة ان النبى ﷺ ركب من الجعرانة بعد ان احرم بعمرة ولم يستصحب احدا معه الا بعض اصحابه المهاجرين فقدم مكة فطاف وسعى وحلق ورجع الى الجعرانة فاصبح بها كبائت فخفيت عمرته على كثير من الناس كذا اخرجه الترمذى وغيره ولم يعد معاوية فيمن كان صحبه حينئذ ولا كان معاوية فيمن تخلف عنه بمكة فى غزوة حنين حتى يقال لعله وجده بمكة بل كان مع القوم واعطاه مثل ما اعطى اباه من الغنيمة مع جملة المؤلفة واخرج الحاكم فى الاكليل فى اخر قصة غزوة حنين ان الذى حلق راسه ﷺ فى عمرته التى اعتمرها من الجعرانة ابو هند عبد بنى بياضة فان ثبت هذا وثبت ان معاوية حينئذ معه اوكان بمكة فقصر عنه بالمروة امكن الجمع بان يكون معاوية قصر عنه اولا وكان الحلاق غائبا فى بعض حاجته ثم حضر فامره ان يكمل ازالة الشعر بالحلق لانه افضل ففعل وان ثبت ان ذلك كان فى عمرة القضية وثبت انه ﷺ حلق فيها جاء هذا الاحتمال بعينه وحصل التوفيق بين الاخبار كلها وهذا مما فتح الله على به فى هذا الفتح ولله الحمد ثم لله الحمد ابدا۔" (فتح البارى)

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ حضرت معاویہ سال حدیبیہ اور سال عمرۃ القضاء کے درمیان اسلام لا چکے تھے، مگر وہ والدین کے ڈر سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کر رہے تھے، عمرۃ القضاء میں جب نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب طواف کعبہ میں مشغول تھے تمام کفار مکہ شہر چھوڑ کر باہر چلے گئے تاکہ وہ اہل اسلام کو دیکھ نہ سکیں اس موقع پر شاید حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ ہی میں رہ گئے ہوں (اور ممکن ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ بھی اسی وقت سے تعلق رکھتا ہو) اور سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا وہ قول جسے مسلم نے روایت کیا ہے اس کے خلاف نہیں ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ شریف کے کسی گھر میں چھت پر چھپے ہوئے تھے۔ یہ اس لئے کہ وہ اپنے اسلام کو اپنے رشتہ داروں سے ابھی تک پوشیدہ رکھے ہوئے تھے اور جس نے اس واقعہ کو عمرہ جعرانہ سے متعلق بتلایا ہے وہ بھی درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس موقع پر جو صحابہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے ان میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار نہیں ہے اور غزوۂ حنین کے موقع پر تو انہوں نے اپنے والد کے ساتھ مال غنیمت سے مؤلفین میں شامل ہو کر حصہ لیا تھا۔ غزوۂ حنین کے قصہ کے آخر میں حاکم نے نقل کیا ہے کہ اس موقع پر آپ ﷺ کا سر مونڈنے والا بیاضہ کا ایک غلام تھا جس کا نام ابو ہند تھا، اگر یہ ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ حضرت معاویہ اس دن آپ کے ساتھ تھے یا مکہ میں موجود تھے تو یہ امکان ہے کہ انہوں نے پہلے آپ کے بال قینچی سے کترے ہوں اور حلاق اس وقت غائب ہو پھر اس کے آ جانے پر اس سے حلق کرایا ہو کیونکہ حلق افضل ہے اور اگر یہ عمرۃ القضاء میں ثابت ہو جب کہ وہاں بھی آپ کا حلق ثابت ہے تو یہ احتمال صحیح ہے کہ اس موقع پر انہوں نے یہ خدمت انجام دی ہو۔ مختلف روایات میں تطبیق کی یہ توفیق محض اللہ کے فضل سے حاصل ہوئی ہے۔ وللہ الحمد

بَابُ تَقْصِيرِ الْمُتَمَتِّعِ بَعْدَ الْعُمْرَةِ باب: تمتع کرنے والا عمرہ کے بعد بال ترشوائے

١٧٣١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا (١٧٣١) ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، ان سے فضیل بن سلیمان نے

فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطُوفُوا بِالْبَيْتِ، وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يَحِلُّوا، وَيَحْلِقُوا أَوْ يُقَصِّرُوا. [راجع: ١٥٤٥]

بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، انہیں کریب نے خبر دی، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو آپ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرنے کے بعد احرام کھول دیں پھر سر منڈوالیں یا بال کتروالیں۔

تشریح: آپ نے ہر دو کے لئے اختیار دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں امور جائز ہیں۔

بَابُ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

باب: دسویں تاریخ میں طواف الزیارہ کرنا

وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ: أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ الزِّيَارَةَ إِلَى اللَّيْلِ. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي حَسَّانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَزُورُ الْبَيْتَ أَيَّامَ مِنًى.

اور ابوالزبیر نے حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے طواف الزیارہ میں اتنی دیر کی کہ رات ہوگئی۔ اور ابوحسان سے منقول ہے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ طواف الزیارہ منیٰ کے دنوں میں کرتے۔

تشریح: ابوالزبیر والی روایت کو ترمذی اور ابوداؤد اور امام احمد نے وصل کیا ہے۔ مذکورہ ابوحسان کا نام مسلم بن عبداللہ عدی ہے، اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی نے وصل کیا ہے۔

١٧٣٢- وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ طَافَ طَوَافًا وَاحِدًا، ثُمَّ يَقِيلُ ثُمَّ يَأْتِي مِنًى- يَعْنِي يَوْمَ النَّحْرِ- وَرَفَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ. [ابوداود: ٢٠٠٠؛ ترمذي: ٢٩٢٠]

(۱۷۳۲) اور ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صرف ایک طواف الزیارہ کیا پھر سویرے سے منیٰ کو آئے، ان کی مراد دسویں تاریخ سے تھی۔ عبدالرزاق نے اس حدیث کا رفع (رسول اللہ ﷺ تک) بھی کیا ہے۔ انہیں عبیداللہ نے خبر دی۔

١٧٣٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَفَضْنَا يَوْمَ النَّحْرِ، فَحَاضَتْ صَفِيَّةُ، فَأَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْهَا مَا يُرِيدُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّهَا حَائِضٌ. قَالَ: ((حَابِسَتُنَا هِيَ)). قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَاضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ. قَالَ: ((اخْرُجُوا)).

(۱۷۳۳) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان کیا، ان سے جعفر بن ربیعہ نے، ان سے اعرج نے کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے بیان کیا اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم نے جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، تو دسویں تاریخ کو طواف الزیارہ کیا لیکن صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہوگئیں پھر نبی کریم ﷺ نے ان سے وہی چاہا جو شوہر اپنی بیوی سے چاہتا ہے، تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! وہ حائضہ ہیں، آپ نے اس پر فرمایا کہ ''اس نے تو ہمیں روک دیا۔'' پھر جب لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! انہوں نے دسویں تاریخ کو طواف الزیارہ کرلیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر چلے چلو۔''

وَيُذْكَرُ عَنِ الْقَاسِمِ وَعُرْوَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ أَفَاضَتْ صَفِيَّةُ يَوْمَ النَّحْرِ [راجع: ٢٩٤] [مسلم: ٣٢٢٥]

قاسم، عروہ اور اسود سے بواسطہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے دسویں تاریخ کو طواف الزیارہ کیا تھا۔

تشریح: اس کو طواف الافاضہ اور طواف الصدر اور طواف الرکن بھی کہا گیا ہے، بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے یہ طواف دن میں کیا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوحسان کی حدیث لاکر احادیث مختلفہ میں اس طرح تطبیق دی کہ جابر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان یوم اول سے متعلق ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق بقایا دنوں سے ہے، یہاں تک بھی مروی ہے کہ " ان النبی ﷺ کان یزور البیت کل لیلۃ ما اقام بمنی۔" یعنی ایام منیٰ میں آپ ہر رات مکہ شریف آکر طواف الزیارہ کیا کرتے تھے۔ (فتح الباری)

بَابُ إِذَا رَمَى بَعْدَ مَا أَمْسَى أَوْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا

باب: کسی نے شام تک رمی نہ کی یا قربانی سے پہلے بھول کر یا مسئلہ نہ جان کر سر منڈا لیا تو کیا حکم ہے؟

١٧٣٤ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قِيلَ لَهُ فِي الذَّبْحِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْيِ وَالتَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ)). [راجع: ٨٤] [مسلم: ٣١٦٤]

(۱۷۳۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ سے قربانی کرنے، سر منڈانے، رمی جمار کرنے اور ان میں آگے پیچھے کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں۔''

١٧٣٥ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُسْأَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى، فَيَقُولُ: ((لَا حَرَجَ)). فَسَأَلَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ. فَقَالَ: ((اذْبَحْ، وَلَا حَرَجَ)). وَقَالَ: رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ. فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ)). [راجع: ٨٤، ١٧٢٣]

(۱۷۳۵) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ سے یوم نحر میں منیٰ میں مسائل پوچھے جاتے اور آپ ﷺ فرماتے جاتے کہ ''کوئی حرج نہیں۔'' ایک شخص نے پوچھا تھا کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا ہے تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں بھی یہی فرمایا: ''جاؤ، قربانی کرلو کوئی حرج نہیں۔'' اور اس نے یہ بھی پوچھا کہ میں نے کنکریاں شام ہونے سے بعد ہی ماری ہیں، تو بھی آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں۔''

تشریح: آپ نے ان صورتوں میں نہ کوئی گناہ لازم کیا نہ فدیہ۔ اہل حدیث کا یہی مذہب ہے اور شافعیہ اور حنابلہ کا یہی مذہب ہے اور مالکیہ اور حنفیہ کا قول ہے کہ ان میں ترتیب واجب ہے اور اس کا خلاف کرنے والوں پر دم لازم ہوگا، ظاہر ہے کہ ان حضرات کا یہ قول حدیث ہذا کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل توجہ نہیں کیونکہ

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار ☆ مت دیکھ کسی کا قول و کردار

بَابُ الْفُتْيَا عَلَى الدَّابَّةِ عِنْدَ الْجَمْرَةِ

باب: جمرہ کے پاس سوار رہ کر لوگوں کو مسئلہ بتانا

١٧٣٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَجَعَلُوْا يَسْأَلُوْنَهُ، فَقَالَ: رَجُلٌ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ. قَالَ: ((اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ)). فَجَاءَ هُ آخَرُ فَقَالَ: لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ. قَالَ: ((ارْمِ وَلَا حَرَجَ)). فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ: ((افْعَلْ وَلَا حَرَجَ)). [راجع: ٨٣]

(۱۷۳۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عیسیٰ بن طلحہ نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر (اپنی سواری) پر بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ آپ سے مسائل معلوم کیے جا رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا مجھ کو معلوم نہ تھا اور میں نے قربانی کرنے سے پہلے ہی سر منڈا لیا، آپ نے فرمایا: ''اب قربانی کرلو کوئی حرج نہیں۔'' دوسرا شخص آیا اور بولا مجھے خیال نہ رہا اور رمی جمار سے پہلے ہی میں نے قربانی کر دی، آپ نے فرمایا: ''اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں۔'' اس دن آپ سے جس چیز کے آگے پیچھے کرنے کے متعلق سوال ہوا آپ ﷺ نے یہی فرمایا: ''اب کرلو کوئی حرج نہیں۔''

تشریح: حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی سواری پر تشریف فرما تھے اور مسائل بتلا رہے تھے۔

١٧٣٧ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ، شَهِدَ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا. ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ: كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ، نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ. وَأَشْبَاهُ ذٰلِكَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((افْعَلْ وَلَا حَرَجَ)). قَالَ لَهُنَّ كُلِّهِنَّ، فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ: ((افْعَلْ وَلَا حَرَجَ)). [راجع: ٨٣]

(۱۷۳۷) ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عیسیٰ بن طلحہ نے اور ان سے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہ جب رسول اللہ ﷺ دسویں تاریخ کو منیٰ میں خطبہ دے رہے تھے تو وہ وہاں موجود تھے۔ ایک شخص نے اس وقت کھڑے ہو کر پوچھا میں اس خیال میں تھا کہ فلاں کام فلاں سے پہلے ہے پھر دوسرا کھڑا ہوا اور کہا کہ میرا خیال تھا کہ فلاں کام فلاں سے پہلے ہے، چنانچہ میں نے قربانی سے پہلے سر منڈا لیا، رمی جمار سے پہلے قربانی کر لی، اور مجھے اس میں شک ہوا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اب کرلو، ان سب میں کوئی حرج نہیں۔'' اسی طرح کے دوسرے سوالات بھی آپ سے کئے گئے آپ ﷺ نے ان سب کے جواب میں یہی فرمایا: ''کوئی حرج نہیں اب کرلو۔''

١٧٣٨ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ صَالِحٍ،

(۱۷۳۸) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، ان سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے صالح نے، ان سے ابن

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِيْ عِيْسَى بْنُ طَلْحَةَ ابْنِ عُبَيْدِاللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ: وَقَفَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ عَلَى نَاقَتِهِ. فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [راجع: ٨٣]

شہاب نے اور ان سے عیسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہو کر ٹھہرے رہے، پھر پوری حدیث بیان کی اس کی متابعت معمر نے زہری سے روایت کر کے کی ہے۔

تشریح: شریعت کی اس سادگی اور آسانی کا اظہار مقصود ہے جو اس نے تعلیم، تعلم، افتا و ارشاد کے سلسلہ میں سامنے رکھی ہے۔ بعض روایتوں میں ایسا بھی ہے کہ آپ اس وقت سواری پر نہ تھے بلکہ بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں کو مسائل بتلا رہے تھے۔ سو تطبیق یہ ہے کہ کچھ وقت سواری پر بیٹھ کر ہی آپ نے مسائل بتلائے ہوں، بعد میں آپ اتر کر نیچے بیٹھ گئے ہوں۔ جس راوی نے آپ کو جس حال میں دیکھا بیان کر دیا۔

بَابُ الْخُطْبَةِ أَيَّامَ مِنًى

باب: منیٰ کے دنوں میں خطبہ سنانا

١٧٣٩ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟)) قَالُوْا: يَوْمٌ حَرَامٌ. فَقَالَ: ((فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟)) قَالُوْا: بَلَدٌ حَرَامٌ. قَالَ: ((فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟)) قَالُوْا: شَهْرٌ حَرَامٌ. قَالَ: ((فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا)). فَأَعَادَهَا مِرَارًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ! هَلْ بَلَّغْتُ؟ اللَّهُمَّ! هَلْ بَلَّغْتُ؟)) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ إِلَى أُمَّتِهِ ((فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)). [طرفه في: ٧٠٧٩]

(١٧٣٩) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے فضیل بن غزوان نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ دسویں تاریخ کو رسول کریم ﷺ نے منیٰ میں خطبہ دیا، خطبہ میں آپ نے پوچھا: ''لوگو! آج کونسا دن ہے؟'' لوگ بولے یہ حرمت کا دن ہے، آپ نے پھر پوچھا: ''اور یہ شہر کونسا ہے؟'' لوگوں نے کہا یہ حرمت کا شہر ہے، آپ نے پوچھا: ''یہ مہینہ کونسا ہے؟'' لوگوں نے کہا یہ حرمت کا مہینہ ہے، پھر آپ نے فرمایا: ''بس تمہارا خون تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت۔'' اس شہر اور اس مہینہ کی حرمت ہے، اس کلمہ کو آپ ﷺ نے کئی بار دہرایا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا: ''اے اللہ! کیا میں نے (تیرا پیغام) پہنچا دیا اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا۔'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ ﷺ کی یہ وصیت اپنی تمام امت کے لیے ہے کہ ''حاضر (اور جاننے والے) غائب (اور ناواقف لوگوں کو اللہ کا پیغام) پہنچا دیں۔'' آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کافر نہ بن جانا۔''

تشریح: یہ خطبہ یوم النحر کے دن سنانا سنت ہے اس میں رمی وغیرہ کے احکام بیان کرنا چاہیے اور یہ حج کے چار خطبوں میں سے تیسرا خطبہ ہے اور سب نماز عید کے بعد ہیں مگر عرفہ کا خطبہ نماز سے پہلے ہے اس دن دو خطبے پڑھنے چاہییں۔ قسطلانی۔ (وحیدی)

حج کا مقصد عظیم دنیائے اسلام کو خدا ترسی اور اتفاق باہمی کی دعوت دینا ہے اور اس کا بہترین موقع یہی خطبات ہیں للہذا خطیب کا فرض ہے کہ مسائل حج کے ساتھ ساتھ وہ دنیائے اسلام کے مسائل پر بھی روشنی ڈالے اور مسلمانوں کو خدا ترسی، کتاب وسنت کی پابندی اور باہمی اتفاق کی دعوت دے کہ حج کا یہی مقصود اعظم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس خطبہ میں اللہ پاک کو پکارنے کے لئے آسمان کی طرف سر اٹھایا، اس سے اللہ پاک کے لئے جہت فوق اور استوی علی العرش ثابت ہے۔ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو یوم النحر آٹھویں کو یوم الترویہ نویں کو یوم عرفہ اور گیارہویں کو یوم القرا اور بارھویں کو یوم النفر اول اور تیرہویں کو یوم النفر ثانی کہتے ہیں۔ اور دسویں گیارھویں بارھویں تیرھویں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔

١٧٤٠ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ. تَابَعَهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو. [أطرافه في: ١٨٤١، ١٨٤٣، ٥٨٠٤، ٥٨٥٣] [مسلم: ٢٧٩٤؛ ترمذي: ٨٣٤؛ ابن ماجه: ٢٩٣١]

(١٧٤٠) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو نے خبر دی، کہا کہ میں نے جابر بن زید سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے بتلایا کہ میدان عرفات میں رسول کریم ﷺ کا خطبہ میں نے خود سنا تھا۔ اس کی متابعت ابن عیینہ نے عمرو سے کی ہے۔

تشریح: یہ یوم عرفہ کا خطبہ ہے اور منیٰ کا خطبہ بعد والا ہے، جو دسویں تاریخ کو دیا تھا اس میں صاف یوم النحر کی وضاحت موجود ہے: "فهذا الحديث الذي وقع في الصحيح انه ﷺ خطب به يوم النحر وقد ثبت انه خطب به قبل ذالك يوم عرفة۔" (فتح الباری) یعنی صحیح بخاری کی حدیث میں صاف مذکور ہے کہ آپ نے یوم النحر میں خطبہ دیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ اس سے پہلے آپ نے یہی خطبہ یوم عرفات میں بھی پیش فرمایا تھا۔

١٧٤١ـ حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا قُرَّةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، أَخْبَرَنِي عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، وَرَجُلٌ، أَفْضَلُ فِي نَفْسِي مِنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَالَ: ((أَتَدْرُوْنَ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟)) قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ. قَالَ: ((أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟)) قُلْنَا: بَلٰى. قَالَ: ((أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟)) قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ. فَقَالَ: ((أَلَيْسَ ذُوالْحَجَّةِ؟)) قُلْنَا: بَلٰى. قَالَ: ((أَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟)) قُلْنَا: اللّٰهُ

(١٧٤١) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عامر نے بیان کیا، ان سے قرہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے کہا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے اور ایک اور شخص نے جو میرے نزدیک عبدالرحمٰن سے بھی افضل ہے یعنی حمید بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ نے دسویں تاریخ کو منیٰ میں خطبہ سنایا، آپ نے پوچھا: "لوگو! معلوم ہے آج یہ کونسا دن ہے؟" ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ اس پر خاموش ہو گئے اور ہم نے سمجھا کہ آپ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن آپ نے فرمایا: "کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟" ہم بولے ہاں ضرور ہے، پھر آپ نے پوچھا: "یہ مہینہ کون سا ہے؟" ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ اس مرتبہ بھی خاموش ہو گئے اور ہمیں خیال ہوا کہ آپ اس مہینہ کا کوئی اور نام رکھیں گے، لیکن آپ نے فرمایا: "کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟" ہم بولے کیوں نہیں، پھر آپ نے پوچھا: "یہ شہر کون سا ہے؟" ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا

وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ. قَالَ: ((أَلَيْسَ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامِ؟)) قُلْنَا: بَلَى. قَالَ: ((فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ. أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ)). قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ: ((اللَّهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ، وَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)). [راجع: ٦٧]

رسول بہتر جانتے ہیں، اس مرتبہ بھی آپ اس طرح خاموش ہو گئے کہ ہم نے سمجھا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، لیکن آپ نے فرمایا: ''یہ حرمت کا شہر نہیں ہے؟'' ہم نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور ہے، اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: ''بس تمہارا خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس مہینہ اور اس شہر میں ہے، تا آنکہ تم اپنے رب سے جاملو۔ کہو کیا میں نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟'' لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو گواہ رہنا اور ہاں! یہاں موجود غائب کو پہنچا دیں کیونکہ بہت سے لوگ جن تک یہ پیغام پہنچے گا سننے والوں سے زیادہ (پیغام کو) یاد رکھنے والے ثابت ہوں گے اور میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی (ناحق) گردنیں مارنے لگو۔''

تشریح: یہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کا وہ عظیم الشان خطبہ ہے جسے اساس الاسلام ہونے کی سند حاصل ہے اور یہ کافی طویل ہے جسے مختلف راویوں نے مختلف الفاظ میں نقل کیا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کے تحت یہ روایات یہاں نقل کی ہیں، پورے خطبے کا انحصار مقصد نہیں ہے:

"واراد البخاری الرد علی من زعم ان یوم النحر خطبة فیه للحاج وان المذکور فی هذا الحدیث من قبیل الوصایا العامة لا علی انه من شعار الحج فاراد البخاری ان یبین ان الراوی سماها خطبة کما سمی التی وقعت فی وفات خطبة۔" (فتح)

یعنی کچھ لوگ یوم نحر کے خطبہ کے قائل نہیں ہیں اور یہ خطبہ وصایا سے تعبیر کرتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا رد کیا اور بتلایا کہ راوی نے اسے لفظ خطبہ سے ذکر کیا ہے، کہ عرفات کے خطبہ کو خطبہ کہا ایسا ہی اسے بھی، لہٰذا یوم النحر کو بھی خطبہ سنت نبوی ﷺ ہے۔

١٧٤٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِمِنًى: ((أَتَدْرُوْنَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟)) قَالُوْا: اللَّهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((فَإِنَّ هَذَا يَوْمٌ حَرَامٌ، أَفَتَدْرُوْنَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟)) قَالُوْا: اللَّهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((بَلَدٌ حَرَامٌ، أَفَتَدْرُوْنَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟)) قَالُوْا: اللَّهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((شَهْرٌ حَرَامٌ)) قَالَ: ((فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا)). وَقَالَ هِشَامُ بْنُ الْغَازِ: أَخْبَرَنَا نَافِعٌ

(١٧٤٢) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، کہا ہم کو عاصم بن محمد بن زید نے خبر دی، انہیں ان کے باپ نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں فرمایا: ''تم کو معلوم ہے! آج کونسا دن ہے؟'' لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ حرمت کا دن ہے اور یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ یہ کونسا شہر ہے؟'' لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ حرمت کا شہر ہے اور تم کو یہ بھی معلوم ہے یہ کونسا مہینہ ہے؟'' لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حرمت کا مہینہ ہے۔'' فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارا خون، تمہارا مال اور عزت ایک دوسرے پر (ناحق) اس طرح حرام کر دی ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس مہینہ اور اس شہر میں ہے۔'' ہشام بن غاز نے کہا کہ مجھے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے خبر دی کہ رسول

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: وَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي حَجَّ بِهَذَا، وَقَالَ: ((هَذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ)) فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: ((اللَّهُمَّ اشْهَدْ)). وَوَدَّعَ النَّاسَ. فَقَالُوا: هَذِهِ حَجَّةُ الْوَدَاعِ. [أطرافه في: ٤٤٠٣، ٦٠٤٣، ٦١٦٦، ٦٧٨٥، ٦٨٦٨، ٧٠٧٧] [ابوداود: ١٩٤٥؛ ابن ماجه: ٣٠٥٨]

اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں دسویں تاریخ کو جمرات کے درمیان کھڑے ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ "یہ دیکھو (یوم النحر) حج اکبر کا دن ہے۔" پھر نبی کریم ﷺ یہ فرمانے لگے: "اے اللہ! گواہ رہنا۔" آپ ﷺ نے اس موقع پر چونکہ لوگوں کو رخصت کیا تھا (آپ سمجھ گئے کہ وفات کا زمانہ آن پہنچا) جب سے لوگ اس حج کو حجۃ الوداع کہنے لگے۔

تشریح: حج اکبر حج کو کہتے ہیں اور حج اصغر عمرہ کو اور عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ نویں تاریخ جمعہ کو آ جائے تو وہ حج اکبر ہے، اس کی سند صحیح حدیث سے کچھ نہیں البتہ چند ضعیف حدیثیں اس حج کی زیادہ فضیلت میں وارد ہیں، جس میں نویں تاریخ جمعہ کو آن پڑے۔ بعض نے کہا یوم الحج الاصغر نویں تاریخ کو اور یوم الحج الاکبر دسویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان ہی دنوں میں آپ ﷺ پر سورۃ ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللَّهِ﴾ (١١٠/ النصر: ١) نازل ہوئی اور آپ سمجھ گئے کہ اب دنیا سے روانگی قریب ہے، اب ایسے اجتماع کا موقعہ نہ مل سکے گا اور بعد میں ایسا ہی ہوا: "فيه دليل لمن يقول لان يوم الحج الاكبر هو يوم النحر۔" یعنی اس حدیث میں اس شخص کی دلیل موجود ہے جو کہتا ہے کہ حج اکبر کے دن سے مراد دسویں تاریخ ہے بس عوام میں جو مشہور ہے کہ اگر جمعہ کے دن حج واقع ہوتو اسے حج اکبر کہا جاتا ہے، یہ خیال قوی نہیں ہے: "انه نبه ﷺ فی الخطبة المذكورة علي تعظيم شهر يوم النحر وعلي تعظيم ذى الحجة وعلى تعظيم البلد الحرام۔" یعنی نبی کریم ﷺ نے اس خطبہ میں یوم النحر اور ماہ ذی الحجہ اور مکۃ المکرمہ کی عظمتوں پر تنبیہ فرمائی کہ امت ان اشیائے مقدسہ کو یاد رکھے اور جو نصائح و وصایا آپ دیئے جا رہے ہیں امت ان کو تا ابد فراموش نہ کرے۔

بَابٌ: هَلْ يَبِيتُ أَصْحَابُ السِّقَايَةِ أَوْ غَيْرُهُمْ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى؟

باب: منیٰ کی راتوں میں جو لوگ مکہ میں پانی پلاتے ہیں یا اور کچھ کام کرتے ہیں وہ مکہ میں رہ سکتے ہیں

١٧٤٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ. [راجع: ١٦٣٤]

(١٧٤٣) ہم سے محمد بن عبید بن میمون نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے اور ان نے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے اجازت دی۔

١٧٤٤ـ ح: وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَذِنَ. [راجع: ١٦٣٤] [مسلم: ٣١٧٨]

(١٧٤٤) (دوسری سند) اور ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن بکر نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی، انہیں عبیداللہ نے، انہیں نافع نے اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے اجازت دی۔

١٧٤٥ـ ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، حَدَّثَنِي

(١٧٤٥) اور ہم سے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے نافع نے

نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ الْعَبَّاسَ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ لِيَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى، مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ، فَأَذِنَ لَهُ. تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَعُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ وَأَبُو ضَمْرَةَ. [راجع: ١٦٣٤] [مسلم: ٣١٧٧؛ ابوداود: ١٩٥٩؛ ابن ماجه: ٣٠٦٥]

بیان کیا اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے منیٰ کی راتوں میں (حاجیوں) کو پانی پلانے کے لیے مکہ میں رہنے کی اجازت چاہی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ اس روایت کی متابعت محمد بن عبداللہ کے ساتھ ابواسامہ عقبہ بن خالد اور ابوضمرہ نے کی ہے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ جس کو کوئی عذر نہ ہو اس کو منیٰ کی راتوں میں منیٰ میں رہنا واجب ہے، شافعیہ اور حنابلہ اور اہل حدیث کا یہی قول ہے اور بعض کے نزدیک یہ واجب نہیں سنت ہے۔ (وحیدی)

"وفي الحديث دليل على وجوب المبيت بمنى وانه من مناسك الحج لان التعبير بالرخصة يقتضي ان مقابلها عزيمة وان الاذن وقع للعلة المذكورة واذا لم توجد او ما في معناها لم يحصل الاذن وبالوجوب قال الجمهور۔" (فتح)
یعنی منیٰ میں رات گزارنا واجب اور مناسک حج سے ہے، جمہور کا یہی قول ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو علت مذکورہ کی وجہ سے مکہ میں رات گزارنے کی اجازت ہی دلیل ہے کہ جب ایسی کوئی علت نہ ہو تو منیٰ میں رات گزارنا واجب ہے اور جمہور کا یہی قول ہے۔

بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ

باب: کنکریاں مارنے کا بیان

وَقَالَ جَابِرٌ: رَمَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى، وَرَمَى بَعْدَ ذَلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ.

اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے دسویں ذی الحجہ کو چاشت کے وقت کنکریاں ماری تھیں اور اس کے بعد کی تاریخوں میں سورج ڈھل جانے پر۔

١٧٤٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ وَبَرَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ مَتَى أَرْمِي الْجِمَارَ؟ قَالَ: إِذَا رَمَى إِمَامُكَ فَارْمِهِ. فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ، قَالَ: كُنَّا نَتَحَيَّنُ، فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا. [ابوداود: ١٩٧٢]

(۱۷۴۶) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے مسعر نے بیان کیا، ان سے وبرہ نے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں کنکریاں کس وقت ماروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب تمہارا امام مارے تو تم بھی مارو، لیکن دوبارہ میں نے ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم انتظار کرتے رہتے اور جب سورج ڈھل جاتا تو کنکریاں مارتے۔

تشریح: افضل وقت کنکریاں مارنے کا یہی ہے کہ یوم النحر کو چاشت کے وقت مارے اور جائز ہے، دسویں شب کی آدھی رات کے بعد سے اور غروب آفتاب تک دسویں تاریخ کو اس کا آخری وقت ہے اور گیارہویں یا بارہویں کو زوال کے بعد مارنا افضل ہے، ظہر کی نماز سے پہلے کنکریاں سات سے کم نہ ہوں، جمہور علما کا یہی قول ہے: "وفيه دليل على ان السنة ان يرمي الجمار في غير يوم الاضحى بعد الزوال وبه قال الجمهور۔" (فتح الباری) یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ دسویں تاریخ کے بعد سنت یہ ہے کہ رمی جمار زوال کے بعد ہو اور جمہور کا یہی فتویٰ ہے جب امام مارے تم بھی مارو، یہ ہدایت اس لئے فرمائی تا کہ امرائے وقت کی مخالفت کی وجہ سے کوئی تکلیف نہ پہنچ سکے، اگر امرا موجود ہوں تو ایسے احکام میں مجبوراً ان کی اطاعت کرنی ہے جیسا کہ نماز کے لئے فرمایا کہ ظالم امیر اگر دیر سے پڑھیں تو ان کے ساتھ بھی ادا کر لو اور ان کو نفل قرار دے لو، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس دور میں حجاج بن یوسف جیسے سفاک ظالم کا زمانہ تھا اس بنا پر آپ نے ایسا فرمایا، نیک عادل امرا کی اطاعت نیک کاموں میں بہر حال فرض ہے اور موجب ثواب ہے اور یہ چیز امرا ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ نیک امر میں ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی بھی اطاعت لازم ہے: "وان كان عبدا حبشيا" کا یہی مطلب ہے۔

بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي

باب: رمی جمار وادی کے نشیب سے کرنے کا بیان

١٧٤٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ ابْنِ يَزِيْدَ، قَالَ: رَمَى عَبْدُاللَّهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، إِنَّ نَاسًا يَرْمُوْنَهَا مِنْ فَوْقِهَا، فَقَالَ: وَالَّذِيْ لَا إِلَهَ غَيْرُهُ هَذَا مَقَامُ الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَقَالَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهَذَا. [أطرافه في: ١٧٤٨، ١٧٤٩، ١٧٥٠] [مسلم: ٣١٣١، ٣١٣٥؛ ابوداود: ١٩٧٤؛ ترمذي: ٩٠١؛ نسائي: ٣٠٧٦، ٣٠٧٣؛ ابن ماجه: ٣٠٣٠]

(۱۷۴۷) محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں ابراہیم نے اور ان سے عبدالرحمن بن یزید نے بیان کیا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وادی کے نشیب (بطن وادی) میں کھڑے ہو کر کنکری ماری تو میں نے کہا: اے ابو عبدالرحمن! کچھ لوگ تو وادی کے بالائی علاقہ سے کنکریاں مارتے ہیں، اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، یہی (بطن وادی) ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے (رمی کرتے وقت) جن پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی تھی۔ عبداللہ بن ولید نے بیان کیا کہ ان سے سفیان ثوری نے اور ان سے اعمش نے یہی حدیث بیان کی۔

بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ

باب: رمی جمار سات کنکریوں سے کرنا

ذَكَرَهُ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

١٧٤٨ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، هُوَابْنُ عُتَيْبَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ [بْنِ مَسْعُوْدٍ] أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى جَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ، وَمِنًى عَنْ يَمِيْنِهِ، وَرَمَى بِسَبْعٍ، وَقَالَ: هَكَذَا رَمَى الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ. [راجع: ١٧٤٧]

(۱۷۴۸) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم بن عتیبہ نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے عبدالرحمن بن یزید نے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمرہ کبریٰ کے پاس پہنچے تو کعبہ کو آپ نے بائیں طرف کیا اور منیٰ کو دائیں طرف پھر سات کنکریوں سے رمی کی اور فرمایا کہ جن پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی تھی انہوں نے بھی اسی طرح رمی کی تھی۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ)۔

تشریح: حافظ صاحب فرماتے ہیں: "واستدل بهذا الحديث على اشراط رمى الجمارات واحدة واحدة لقوله يكبر مع كل حصاة وقد قال ﷺ خذوا عنى مناسككم وخالف فى ذالك عطاء وصاحبه ابو حنيفة فقالا لو رمى السبع دفعة واحدة اجزاه...... الخ۔" (فتح) یعنی اس حدیث سے دلیل لی گئی ہے کہ رمی جمرات میں شرط یہ ہے کہ ایک ایک کنکری الگ الگ پھینکی جانے کے بعد ہر کنکری پر تکبیر کہی جائے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے مناسک حج سیکھو اور آپ کا یہی طریقہ تھا کہ آپ ہر کنکری پر تکبیر کہا کرتے تھے۔ مگر عطاء اور آپ کے صاحب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ سب کنکریوں کا ایک دفعہ ہی مار دینا کافی ہے۔ (مگر یہ قول درست نہیں ہے)

بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ

باب: اس شخص کے متعلق جس نے جمرہ عقبہ کی رمی

فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ

کی تو بیت اللہ کو اپنی بائیں طرف کیا

١٧٤٩ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ ابْنِ يَزِيدَ، أَنَّهُ حَجَّ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ فَرَآهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْكُبْرَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، وَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ، وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ قَالَ: هَذَا مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ. [راجع: ١٧٤٧]

(۱۷۴۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم بن عتبہ نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے عبدالرحمٰن بن یزید نے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا انہوں نے دیکھا کہ جمرہ عقبہ کی سات کنکریوں کے ساتھ رمی کے وقت آپ نے بیت اللہ کو اپنی بائیں طرف اور منیٰ کو دائیں طرف کر لیا پھر فرمایا کہ یہی ان کا بھی مقام تھا جن پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی تھی یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

تشریح: قسطلانی نے کہا کہ یہ دسویں تاریخ کی رمی ہے گیارہویں بارہویں تاریخ کو اوپر سے مارنا چاہیے اور جمرہ عقبہ جس کو آج کل عوام بڑا شیطان کہتے ہیں چار باتوں میں اور جمرات سے بہتر ہے، ایک تو یہ کہ یوم النحر کو فقط اسی کی رمی ہے دوسرے یہ کہ اس کی رمی چاشت کے وقت ہے، تیسرے یہ کہ نشیب میں اس کو مارنا ہے، چوتھے یہ کہ دعا وغیرہ کے لئے اس کے پاس نہیں ٹھہرنا چاہیے اور دوسرے جمروں کے پاس رمی کے بعد ٹھہر کر دعا کرنا مستحب ہے۔ جمرات کی رمی کرنا یہ اس وقت کی یادگار ہے جب کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بہکانے کے لئے ان مقامات پر شیطان ظاہر ہوا تھا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ارشاد الٰہی کی تعمیل سے روکنے کی کوشش کی تھی۔ ان تینوں مقامات پر بطور نشان پتھروں کے مینارے سے بنا دیئے گئے ہیں اور ان ہی پر مقررہ شرائط کے ساتھ کنکریاں مار کر گویا شیطان مردود کو رجم کیا جاتا ہے اور حاجی گویا اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ شیطان مردود کی مخالفت اور ارشاد الٰہی کی اطاعت میں پیش پیش رہے گا اور تا عمر اس یادگار کو فراموش نہ کرکے اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا سچا پیرو کار ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔ جمرہ عقبہ کو جمرہ کبریٰ بھی کہتے ہیں اور یہ جہت مکہ میں منیٰ کی آخری حد پر واقع ہے آپ نے ہجرت کے لئے انصار سے اسی جگہ بیعت لی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللهم اجعله حجا مبرورا وذنبا مغفورا۔

بَابٌ: يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ

باب: ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہنا چاہیے

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

١٧٥٠ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ، يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: السُّورَةُ الَّتِي تُذْكَرُ فِيهَا الْبَقَرَةُ، وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا آلُ عِمْرَانَ، وَالسُّورَةُ الَّتِي تُذْكَرُ فِيهَا النِّسَاءُ قَالَ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ ابْنُ يَزِيدَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ حِينَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ، حَتَّى إِذَا حَاذَى بِالشَّجَرَةِ اعْتَرَضَهَا، فَرَمَى بِسَبْعِ

(۱۷۵۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد مصری نے بیان کیا، ان سے سلیمان اعمش نے بیان کیا، کہا کہ میں نے حجاج سے سنا۔ وہ منبر پر سورتوں کا یوں نام لے رہا تھا وہ سورت جس میں بقرہ (گائے) کا ذکر آیا ہے، وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر آیا ہے، وہ سورت جس میں نساء (عورتوں) کا ذکر آیا ہے، اعمش نے کہا میں نے اس کا ذکر حضرت ابراہیم نخعی سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن یزید نے بیان کیا کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمرہ عقبہ کی رمی کی تو وہ ان کے ساتھ تھے، اس وقت وہ وادی کے نشیب میں اتر گئے اور جب درخت کے (جو اس وقت وہاں پر تھا) برابر نیچے اس کے سامنے ہو کر سات کنکریوں

حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ قَالَ: مِنْ هَا هُنَا وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ قَامَ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ. [راجع: ١٧٤٧]

سے رمی کی ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے جاتے تھے۔ پھر فرمایا قسم ہے اس کی جس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں یہیں وہ ذات بھی کھڑی ہوئی تھی جس پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ کنکری جدا جدا مارنی چاہیے اور ہر ایک کے مارتے وقت اللہ اکبر کہنا چاہیے۔ روایت میں حجاج بن یوسف کا ذکر ہے کہ وہ سورتوں کے مجوزہ ناموں کا استعمال چھوڑ کر اضافی ناموں سے ان کا ذکر کرتا تھا جیسا کہ روایت مذکور ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم نخعی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ذکر کیا کہ وہ سورتوں کے مجوزہ نام ہی لیتے تھے اور یہی ہونا چاہیے اس بارے میں حجاج کا خیال درست نہ تھا، امت اسلامیہ میں یہ شخص سفاک بے رحم ظالم کے نام سے مشہور ہے کہ اس نے زندگی میں اللہ جانے کتنے بے گناہوں کا خون ناحق زمین کی گردن پر بہایا ہے اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے: "قال ابن المنير خص عبدالله سورة البقرة بالذكر لانها التى ذكر الله فيها الرمى فاشار الى ان فعله ﷺ مبين لمراد كتاب الله تعالى...... الخ۔" (فتح الباری) یعنی ابن منیر نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خصوصیت کے ساتھ سورۂ بقرہ کا ذکر اس لیے فرمایا کہ اس میں اللہ نے رمی کا ذکر فرمایا ہے پس آپ نے اشارہ کیا کہ نبی ﷺ نے اپنے عمل سے کتاب اللہ کی مراد کی تفسیر پیش کردی گویا یہ بتلایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں نبی کریم ﷺ پر احکام مناسک کا نزول ہوا۔ اس میں یہاں تنبیہ ہے کہ احکام حج توقیفی ہیں جس طرح شارع علیہ السلام نے ان کو بتلایا، اسی طرح ان کی ادائیگی لازم ہے کمی بیشی کی کسی کو مجال نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَلَمْ يَقِفْ

باب: اس کے متعلق جس نے جمرہ عقبہ کی رمی کی اور وہاں ٹھہرا نہیں

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ (یہ حدیث اگلے باب میں آ رہی ہے)۔

بَابٌ: إِذَا رَمَى الْجَمْرَتَيْنِ يَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَيُسْهِلُ

باب: جب حاجی دونوں جمروں کی رمی کر چکے تو ہموار زمین پر قبلہ رخ کھڑا ہو جائے

١٧٥١ـ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتَّى يُسْهِلَ فَيَقُومَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَيَقُومُ طَوِيلًا، وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطَى، ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ يَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، وَيَقُومُ طَوِيلًا، ثُمَّ

(١٧٥١) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے طلحہ بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے یونس نے زہری سے بیان کیا، ان سے سالم نے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرہ کی رمی سات کنکریوں کے ساتھ کرتے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے، پھر آگے بڑھتے اور ایک نرم ہموار زمین پر پہنچ کر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے اسی طرح دیر تک کھڑے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے، پھر جمرہ وسطیٰ کی رمی کرتے، پھر بائیں طرف بڑھتے اور ایک ہموار زمین پر قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جاتے، یہاں بھی دیر تک کھڑے کھڑے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے رہتے، اس کے بعد والے نشیب سے جمرہ عقبہ کی رمی کرتے اس کے بعد آپ کھڑے نہ ہوتے

يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ، وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَيَقُوْلُ: هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ. [طرفاه في: ١٧٥٢، ١٧٥٣] [نسائي: ٣٠٨٣؛ ابن ماجه: ٣٠٣٤]

بلکہ واپس چلے آتے اور فرماتے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

تشریح: یہ آخری رمی گیارہویں تاریخ میں سب سے پہلے رمی جمرہ کی ہے یہ جمرہ مسجد خیف سے قریب پڑتا ہے یہاں نہ کھڑا ہونا ہے نہ دعا کرنا، ایسے مواقع پر عقل کا دخل نہیں ہے، صرف شارع علیہ السلام کی اتباع ضروری ہے۔ ایمان اور اطاعت اسی کا نام ہے جہاں جو کام منقول ہوا ہے وہاں وہی کام سر انجام دینا چاہیے اور اپنی ناقص عقل کا دخل ہرگز ہرگز نہ ہونا چاہیے۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ جَمْرَةِ الدُّنْيَا وَالْوُسْطٰى

باب: پہلے اور دوسرے جمرہ کے پاس جا کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا

تشریح: جمہور علما کے نزدیک ہاتھ اٹھا کر جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کے پاس دعا مانگنا مستحب ہے، ابن قدامہ نے کہا کہ میں نے اس میں کسی کا اختلاف نہیں پاتا مگر امام مالک سے اس کے خلاف منقول ہے: "قال ابن المنذر لا اعلم احداً انكر رفع اليدين فى الدعاء عند الجمرة الا ماحكاه ابن القاسم عن مالك انتهى۔" (فتح)

١٧٥٢۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنِيْ أَخِيْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُسْهِلُ، فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيْلًا، فَيَدْعُوْ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْوُسْطٰى كَذٰلِكَ، فَيَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ، وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيْلًا، فَيَدْعُوْ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ، وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا، وَيَقُوْلُ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ. [راجع: ١٧٥١]

(١٧٥٢) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے بھائی (عبدالحمید) نے بیان کیا، ان سے سلیمان نے بیان کیا، ان سے یونس بن یزید نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرہ کی رمی سات کنکریوں کے ساتھ کرتے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے، اس کے بعد آگے بڑھتے اور ایک نرم ہموار زمین پر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے، دعائیں کرتے رہتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے پھر جمرہ وسطیٰ کی رمی بھی اسی طرح کرتے اور بائیں طرف آگے بڑھ کر ایک نرم زمین پر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے، بہت دیر تک اسی طرح کھڑے ہو کر دعائیں کرتے رہتے، پھر جمرہ عقبہ کی رمی بطن وادی سے کرتے لیکن وہاں ٹھہرتے نہیں تھے، آپ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

تشریح: یہ حدیث کئی جگہ نقل ہوئی ہے اور اس سے مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے مسائل کا اخراج فرمایا ہے جو آپ کے تفقہ کی دلیل ہے ان لوگوں پر بے حد افسوس جو ایسے فقیہ اعظم فاضل مکرم امام معظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں تنقیص کرتے ہوئے آپ کی فقاہت اور درایت کا انکار کرتے ہیں

اور آپ کو محض ناقل مطلق کہہ کر اپنی نا سمجھی یا تعصب باطنی کا ثبوت دیتے ہیں۔ بعض علمائے احناف کا رویہ اس بارے میں انتہائی تکلیف دہ ہے جو محدثین کرام خصوصاً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں اپنی زبان بے لگام چلا کر خود ائمہ دین مجتہدین کی تنقیص کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ پاک نے جو مقام عظمت عطا فرمایا ہے وہ ایسی واہی تباہی باتوں سے گرایا نہیں جا سکتا ہاں ایسے کور باطن نام نہاد علما کی نشان دہی ضرور کر دیتا ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ

باب: دونوں جمروں (جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ) کے پاس دعا کرنے کا بیان

١٧٥٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ الَّتِي تَلِي مَسْجِدَ مِنًى يَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ تَقَدَّمَ أَمَامَهَا فَوَقَفَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو، وَكَانَ يُطِيلُ الْوُقُوفَ، ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ، فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْحَدِرُ ذَاتَ الشِّمَالِ مِمَّا يَلِي الْوَادِيَ، فَيَقِفُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو، ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا. قَالَ الزُّهْرِيُّ: سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ يُحَدِّثُ بِمِثْلِ هَذَا عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ. [راجع: ١٧٥١]

(١٧٥٣) اور محمد بن بشار نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، انہیں یونس نے خبر دی اور انہیں زہری نے کہ رسول کریم ﷺ جب اس جمرہ کی رمی کرتے جو منیٰ کی مسجد کے نزدیک ہے تو سات کنکریوں سے رمی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، پھر آگے بڑھتے اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے تھے پھر یہاں آپ ﷺ بہت دیر تک کھڑے رہتے تھے پھر جمرہ ثانیہ (وسطیٰ) کے پاس آتے یہاں بھی سات کنکریوں سے رمی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے، پھر بائیں طرف نالے کے قریب اتر جاتے اور وہاں بھی قبلہ رخ کھڑے ہوتے اور ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرتے رہتے، پھر جمرہ عقبہ کے پاس آتے اور یہاں بھی سات کنکریوں سے رمی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے، اس کے بعد واپس ہو جاتے یہاں آپ دعا کے لیے ٹھہرتے نہیں تھے۔ زہری نے کہا کہ میں نے سالم سے سنا وہ بھی اسی طرح اپنے والد (ابن عمر رضی اللہ عنہما) سے نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کرتے تھے اور یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

تشریح: حافظ صاحب فرماتے ہیں: "وفي الحديث مشروعية التكبير عند رمي كل حصاة وقد اجمعوا على ان من تركه لا يلزمه شيء الا الثوري فقال يطعم وان جبره بدم احب الي وعلى الرمي بسبع وقد تقدم ما فيه وعلى استقبال القبلة بعد الرمي والقيام طويلا وقد وقع تفسيره فيما رواه ابن ابي شيبة باسناد صحيح عن عطاء كان ابن عمر يقوم عند الجمرتين مقدار ما يقرأ سورة البقرة وفيه التباعد من موضع الرمي عند القيام للدعاء حتى لا يصيب رمي غيره وفيه مشروعية رفع اليدين في الدعاء وترك الدعاء والقيام عند جمرة العقبة" (فتح الباري)

یعنی اس حدیث میں ہر کنکری کو مارتے وقت تکبیر کہنے کی مشروعیت کا ذکر ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے اسے ترک کر دیا تو اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا مگر ثوری کہتے ہیں کہ وہ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا اور اگر دم دے تو زیادہ بہتر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سات کنکریوں

سے رمی کرنا مشروع ہے اور یہ کہ رمی کے بعد قبلہ رخ ہو کر کافی دیر تک کھڑے دعا مانگنا بھی مشروع ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمرتین کے نزدیک اتنی دیر تک قیام فرماتے جتنی دیر میں سورۂ بقرہ ختم کی جاتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقام رمی سے ذرا دور ہو کر دعا کے لئے قیام کرنا مشروع ہے تاکہ کسی کی کنکری اس کو نہ لگ سکے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا بھی مشروع ہے۔ اور یہ بھی کہ جمرۂ عقبہ کے پاس نہ تو قیام کرنا ہے نہ دعا کرنا وہاں سے کنکریاں مارتے ہی واپس ہو جانا چاہیے۔

مزید ہدایات: گیارہ ذی الحجہ تک یہ تاریخیں ایام تشریق کہلاتی ہیں، طواف افاضہ جو دس کو کیا ہے اس کے بعد سے تاریخوں میں منیٰ کے میدان میں مستقل پڑاؤ رکھنا چاہیے۔ یہ دن کھانے پینے کے ہیں، ان میں روزہ بھی منع ہے۔ ان دنوں میں ہر روز زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارنی ہوں گی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

"قالت افاض رسول الله ﷺ من آخر يومه حين صلى الظهر ثم رجع الى منى فمكث بها ليالى ايام التشريق يرمى الجمرة اذا زالت الشمس كل جمرة بسبع حصيات يكبر مع كل حصاة ويقف عند الاولى والثانية فيطيل القيام ويتفرع ويرمى الثالثة فلا يقف عندها۔" (رواه ابو داود)

یعنی نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز تک طواف افاضہ سے فارغ ہو گئے پھر آپ منیٰ واپس تشریف لے گئے اور ایام تشریق میں آپ نے منیٰ میں ہی شب کو قیام فرمایا۔ زوال شمس کے بعد آپ روزانہ رمی جمار کرتے ہر جمرہ پر سات سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری پر نعرہ تکبیر بلند کرتے۔ جمرہ اولیٰ جمرہ ثانیہ کے پاس بہت دیر تک آپ قیام فرماتے اور باری تعالیٰ کے سامنے گریہ وزاری فرماتے۔ جمرہ ثالثہ پر کنکری مارتے وقت یہاں قیام نہیں فرماتے تھے۔ پس تیرہ ذی الحجہ کے وقت زوال تک منیٰ میں رہنا ہوگا۔ ان ایام میں تکبیرات بھی پڑھنی ضروری ہیں، کنکریاں بعد نماز ظہر بھی ماری جا سکتی ہیں۔

رمی جمار کیا ہے؟ کنکریاں مارنا، صفا و مروہ کی سعی کرنا، یہ عمل ذکر اللہ کو قائم رکھنے کے لئے ہیں جیسا کہ ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے۔ کنکریاں مارنا شیطان کو رجم کرنا ہے، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی پیروی ہے آپ جب مناسک حج ادا کر چکے تو جمرہ عقبہ پر آپ کے سامنے شیطان آیا آپ نے اس پر سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھنسنے لگا۔ پھر جمرہ ثانیہ پر وہ آپ کے سامنے آیا تو آپ نے وہاں بھی سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھنسنے لگا۔ پھر جمرہ ثالثہ پر آپ کے سامنے آیا تو بھی آپ نے سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھنسنے لگا۔ یہ اسی واقعہ کی یادگار ہیں۔

کنکریاں مارنے سے مہلک ترین گناہوں میں سے ایک گناہ معاف ہوتا ہے نیز کنکریاں مارنے والے کے لیے قیامت کے روز وہ کنکری باعث روشنی ہوگی۔ جو کنکریاں باری تعالیٰ کے دربار میں درجہ قبولیت کو پہنچتی ہیں۔ وہ وہاں سے اٹھ جاتی ہیں اگر یہ بات نہ ہوتی تو پہاڑوں کے ڈھیر لگ جاتے (مشکوٰۃ مجمع الزوائد) اب ہر سہ جمرات کی تفصیل علیحدہ علیحدہ لکھی جاتی ہے:

جمرہ اولیٰ: یہ پہلا منارہ ہے جس کو پہلا شیطان کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد خیف کی طرف بازار میں ہے گیارہ تاریخ کو اسی سے کنکریاں مارنی شروع کریں، کنکریاں مارتے وقت قبلہ شریف کو بائیں طرف اور منیٰ دائیں ہاتھ کرنا چاہیے۔ اللہ اکبر کہہ کر ایک ایک کنکری پیچھے بتلائے طریقے سے پھینکیں۔ جب ساتوں کنکریاں مار چکیں تو قبلہ کی طرف چند قدم بڑھ جائیں اور قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر تسبیح، تحمید، تہلیل و تکبیر پکاریں اور خوب دعائیں مانگیں۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ اتنی دیر تک یہاں دعا مانگیں اور ذکر و اذکار کریں جتنی دیر سورۂ بقرہ کی تلاوت میں لگتی ہے اتنا نہ ہو سکے تو جو کچھ ہو سکے اس کو غنیمت جانیں۔

جمرہ وسطیٰ: یہ درمیانی منارہ ہے جس طرح جمرۂ اولیٰ کو کنکریاں ماری تھیں اسی طرح اس کو بھی ماریں اور چند قدم بائیں طرف ہٹ کر نشیب میں قبلہ رو کھڑے ہو کر مثل سابق کے دعائیں مانگیں اور بقدر تلاوت سورۂ بقرہ کے حمد و ثنائے الٰہی میں مشغول رہیں۔ (بخاری)

جمرہ عقبی: یہ منارہ بیت اللہ کی جانب ہے اس کو بڑے شیطان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔اس کو بھی اسی طرح کنکریاں ماریں۔ہاں اس کو کنکریاں مار کر یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے اور نہ یہاں ذکر واذکار اور دعائیں ہونی چاہییں۔(بخاری)

یہ تیرہ ذی الحجہ کے زوال تک کا پروگرام ہے یعنی ۱۳ کی زوال تک منیٰ میں رہ کر روزانہ وقت مقررہ پر رمی جمار کرنا چاہیے ہاں ضرورت مندوں مثلاً: اونٹ چرانے والوں اور آب زمزم کے خادموں اور ضروری کام کاج کرنے والوں کے لئے اجازت ہے کہ گیارہ تاریخ ہی کو گیارہ کے ساتھ بارہ تاریخ کی بھی اکٹھی چودہ کنکریاں مار کر چلے جائیں، پھر تیرہ کو تیرہ کی کنکریاں مار کر منیٰ سے رخصت ہونا چاہیے اگر کوئی بارہ ہی کو ۱۳ کی بھی مار کر منیٰ سے رخصت ہو جائے تو درجہ جواز میں ہے مگر بہتر نہیں ہے۔دوران قیام منیٰ میں نماز باجماعت مسجد خیف میں ادا کرنی چاہیے یہاں نماز جمع نہیں کر سکتے ہاں قصر کر سکتے ہیں۔

جمروں کے پاس والی مسجدوں کی داخلی اور ان کا طواف کرنا بدعت ہے، منیٰ سے تیرہویں تاریخ کو زوال کے بعد تینوں شیطانوں کو کنکریاں مار کر مکہ شریف کو واپسی ہے، کنکریاں مارتے ہوئے سیدھے وادی محصب کو چلے جائیں یہ مکہ شریف کے قریب ایک گھاٹی ہے جو ایک سنگریزہ زمین ہے حصیب ابطح اور بطحا اور خیف بنی کنانہ بھی اسی کے نام ہیں، یہاں اتر کر نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا کریں اور سو رہیں۔صبح سویرے مکہ شریف میں ۱۴ کی فجر کے بعد داخل ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا اگر کوئی اس وادی میں نہ ٹھہرے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے، مگر سنت سے محرومی رہے گی یہاں ٹھہرنا ارکان حج میں سے نہیں ہے لیکن ہماری کوشش ہمیشہ یہ ہونی چاہیے جہاں تک ہو سکے سنت ترک نہ ہو، جیسا کہ ایک شاعر فرماتے ہیں:

مسلک سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک ☆ جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

بَابُ الطِّيبِ بَعْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ وَالْحَلْقِ قَبْلَ الْإِفَاضَةِ

باب: رمی جمار کے بعد خوشبو لگانا اور طواف الزیارہ سے پہلے سر منڈانا

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کی حدیث سے یہ مضمون اس طرح پر نکالا کہ دوسری روایت سے یہ ثابت ہے کہ آپ جب مزدلفہ سے لوٹے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ نہ تھیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ جمرہ عقبہ کی رمی تک سوار رہے۔پس لامحالہ انہوں نے رمی کے بعد آپ کے خوشبو لگائی ہوگی۔جمہور علما کا یہی قول ہے کہ رمی اور حلق کے بعد خوشبو وغیرہ اور سلے ہوئے کپڑے درست ہو جاتے ہیں صرف عورتوں سے صحبت کرنا درست نہیں ہوتا، طواف الزیارہ کے بعد وہ بھی درست ہو جاتا ہے۔بیہقی نے یہ مضمون مرفوعاً روایت کیا ہے گو وہ حدیث ضعیف ہے اور نسائی کی حدیث یوں ہے:" اذا رمى الجمرة فقد حل له كل شيء الا النساء۔"یعنی جب تم جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو گئے گو اب عورتوں کے سوا ہر چیز تمہارے لئے حلال ہو گئی۔

١٧٥٤۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ، وَكَانَ أَفْضَلَ أَهْلِ زَمَانِهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ وَكَانَ أَفْضَلَ أَهْلِ زَمَانِهِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ: طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ حِيْنَ أَحْرَمَ، وَلِحِلِّهِ حِيْنَ أَحَلَّ، قَبْلَ أَنْ يَطُوْفَ. وَبَسَطَتْ يَدَيْهَا. [راجع: ١٥٣٩]

(۱۷۵۴) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ فرماتی تھیں کہ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے، جب آپ نے احرام باندھنا چاہا، خوشبو لگائی تھی اس طرح احرام کھولتے وقت بھی جب آپ نے طواف الزیارہ سے پہلے احرام کھولنا چاہا تھا (آپ نے ہاتھ پھیلا کر خوشبو لگانے کی کیفیت بتائی)۔

[ابن ماجه: ٢٩٢٦]

بَابُ طَوَافِ الْوَدَاعِ

باب: طواف وداع کا بیان

تشریح: اس کو طواف الصدر بھی کہتے ہیں اکثر علما کے نزدیک یہ طواف واجب ہے اور امام مالک وغیرہ اس کو سنت کہتے ہیں مگر صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حیض نفاس کے عذر سے اس کا ترک کر دینا اور وطن کو چلے جانا جائز ہے۔

١٧٥٥۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ، إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ.

[راجع: ٣٢٩]

(۱۷۵۵) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگوں کو اس کا حکم تھا کہ ان کا آخری وقت بیت اللہ کے ساتھ ہو (یعنی طواف وداع کریں) البتہ حائضہ سے یہ معاف ہو گیا تھا۔

تشریح: کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ حائضہ اور نفاس والی عورتوں کے متعلق پہلے یہ تھا کہ وہ حیض اور نفاس کا خون بند ہونے تک انتظار کریں اور پاک ہونے پر طواف وداع کر کے رخصت ہوں، مگر جب ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے اس مسلک سے رجوع کر لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عام دستور العمل یہی تھا کہ وہ حدیث صحیح کے سامنے اپنے خیالات کو چھوڑ دیا کرتے تھے اور اپنے مسلک سے رجوع کر لیا کرتے تھے، نہ جیسا کہ بعد کے مقلدین جامدین کا دستور بن گیا ہے کہ حدیث صحیح جو ان کے مزعومہ مسلک کے خلاف ہو اسے بڑی بے باکی کے ساتھ رد کر دیتے ہیں اور اپنے مزعومہ امام کے قول کو ہر حالت میں ترجیح دیتے ہیں۔ آیت کریمہ: ﴿اتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (۹/التوبۃ: ۳۱) کے مصداق درحقیقت یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ احادیث صحیحہ کو رد کر کے اپنے امام کے قول کو ترجیح دینے والے اس دن کیا جواب دیں گے جس دن دربار الٰہی میں پیشی ہوگی۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

١٧٥٦۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ. تَابَعَهُ اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِدٌ، عَنْ سَعِيدٍ، هُوَ ابْنُ أَبِي هِلَالٍ عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفه في: ١٧٦٤]

(۱۷۵۶) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن وہب نے خبر دی، انہیں عمرو بن حارث نے، انہیں قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھی، پھر تھوڑی دیر محصب میں سو رہے، اس کے بعد سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لے گئے اور وہاں طواف زیارہ عمرو بن حارث کے ساتھ کیا۔ اس روایت کی متابعت لیث نے کی ہے۔ ان سے خالد نے بیان کیا، ان سے سعید نے، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

بَابٌ: إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ

باب: اگر طواف افاضہ کے بعد عورت حائضہ ہو جائے؟

١٧٥٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حَاضَتْ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((أَحَابِسَتُنَا هِيَ)) قَالُوا: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ. قَالَ: ((فَلَا إِذَنْ)). [راجع: ٢٩٤]

(۱۷۵۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں عبدالرحمٰن بن قاسم نے، انہیں ان کے والد نے اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا (حجۃ الوداع کے موقع پر) حائضہ ہوگئیں تو میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، آپ نے فرمایا کہ "پھر تو یہ ہمیں روکیں گی۔" لوگوں نے کہا کہ انہوں نے طواف افاضہ کرلیا ہے، تو آپ نے فرمایا: "پھر کوئی فکر نہیں۔"

تشریح: یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایک روایت میں پہلے گزر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے صحبت کرنی چاہی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ وہ حائضہ ہیں پس اگر آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ طواف الزیارہ کرچکی ہیں، جیسے اس روایت سے نکلتا ہے تو پھر آپ نے ان سے صحبت کرنے کا ارادہ کیونکر کیا اور اس کا جواب یہ ہے کہ صحبت کا قصد کرتے وقت یہ سمجھے ہوں گے کہ اور بیویوں کے ساتھ وہ بھی طواف الزیارہ کرچکی ہیں کیونکہ آپ نے سب بیویوں کو طواف کا اذن دیا تھا اور چلتے وقت آپ کو اسکا خیال نہ رہا یا آپ کو یہ خیال آیا کہ شاید طواف الزیارہ سے پہلے ان کو حیض آیا تھا تو انہوں نے طواف الزیارہ بھی نہیں کیا۔ (وحیدی) بہر حال اس صورت میں ہر دو احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے، احادیث صحیحہ مختلفہ میں بایں صورت تطبیق دینا ہی مناسب ہے نہ کہ ان کو رد کرنے کی کوشش کرنا جیسا کہ آج کل منکرین احادیث سے اپنی ناقص عقل کے تحت احادیث کو پرکھنا چاہتے ہیں ان کی عقلوں پر اللہ کی مار ہو کہ یہ کلام رسول اللہ ﷺ کی گہرائیوں کو سمجھنے سے اپنے کو قاصر پا کر ضلالت وغوایت کا یہ خطرناک راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اس شک وشبہ کے لئے ایک ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں ہے کہ احادیث صحیحہ کا انکار کرنا، قرآن مجید کا انکار کرنا ہے، بلکہ اسلام اور اس جامع شریعت کا انکار کرنا ہے، اس حقیقت کے بعد منکرین حدیث کو اگر دائرہ اسلام اور روز مرہ اہل ایمان سے قطعاً خارج قرار دیا جائے تو یہ فیصلہ عین حق بجانب ہے۔

واللہ علی مانقول وکیل۔

١٧٥٨، ١٧٥٩ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ، سَأَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ امْرَأَةٍ، طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ، قَالَ لَهُمْ: تَنْفِرُ. قَالُوا: لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ. قَالَ: إِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِينَةَ فَاسْأَلُوا. فَقَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَسَأَلُوا، فَكَانَ فِيمَنْ سَأَلُوا أُمُّ سُلَيْمٍ، فَذَكَرَتْ حَدِيثَ صَفِيَّةَ. رَوَاهُ خَالِدٌ وَقَتَادَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ.

(۱۷۵۸، ۱۷۵۹) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے عکرمہ نے کہ مدینہ کے لوگوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عورت کے متعلق پوچھا کہ جو طواف کرنے کے بعد حائضہ ہوگئی تھیں۔ آپ نے انہیں بتایا کہ (انہیں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں بلکہ) چلی جائیں۔ لیکن پوچھنے والوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے کہ آپ کی بات پر عمل تو کریں اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بات چھوڑ دیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تم مدینہ پہنچ جاؤ تو یہ مسئلہ وہاں (اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے) پوچھنا۔ چنانچہ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو پوچھا، جن اکابر سے پوچھا گیا تھا ان میں ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور انہوں نے (ان کے جواب میں وہی) صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی اس حدیث کو خالد اور قتادہ نے بھی عکرمہ سے روایت کیا ہے۔

١٧٦٠ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

(۱۷۶۰) ہم سے مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے

قَالَ: رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا أَفَاضَتْ. [راجع: ٣٢٩]

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عورت کو اس کی اجازت ہے کہ اگر وہ طواف افاضہ (طواف زیارت) کر چکی ہو اور پھر (طواف وداع سے پہلے) حیض آ جائے تو (اپنے گھر) واپس چلی جائے۔

١٧٦١ـ قَالَ: وَسَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُوْلُ: إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ. ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ بَعْدُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لَهُنَّ. [راجع: ٣٣٠]

(١٧٦١) کہا میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ اس عورت کے لیے واپسی نہیں۔ اس کے بعد میں نے ان سے سنا آپ فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے۔

تشریح: ایسی معذور عورتوں کے لئے طواف وداع معاف ہے، اور وہ اس کے بغیر اپنے وطن لوٹ سکتی ہیں۔

١٧٦٢ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ، فَقَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَمْ يَحِلَّ وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَطَافَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ نِسَائِهِ وَأَصْحَابِهِ، وَحَلَّ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَحَاضَتْ هِيَ، فَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا مِنْ حَجِّنَا، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ لَيْلَةَ النَّفْرِ، قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ كُلُّ أَصْحَابِكَ يَرْجِعُ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ غَيْرِي. قَالَ: ((مَا كُنْتِ تَطُوْفِيْنَ بِالْبَيْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا؟)). قُلْتُ: بَلَى. قَالَ: ((فَاخْرُجِي مَعَ أَخِيْكِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ، وَمَوْعِدُكِ مَكَانُ كَذَا وَكَذَا)). فَخَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيْمِ، فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ، وَحَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عَقْرَى حَلْقَى، إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا، أَمَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ)). قَالَتْ: بَلَى. قَالَ: ((فَلَا بَأْسَ، انْفِرِي)). فَلَقِيْتُهُ مُصْعِدًا عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ، وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ، أَوْ أَنَا

(١٧٦٢) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے، ہماری نیت حج کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ پھر جب نبی کریم ﷺ (مکہ) پہنچے تو آپ نے بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کی، لیکن آپ نے احرام نہیں کھولا کیونکہ آپ کے ساتھ قربانی تھی آپ کے ساتھ آپ کی بیویوں نے اور دیگر اصحاب نے بھی طواف کیا اور جن کے ساتھ قربانی نہیں تھی انہوں نے اس (طواف و سعی کے بعد) احرام کھول دیا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئی تھیں، سب نے اپنے حج کے تمام مناسک ادا کر لیے تھے، پھر جب لیلۃ الحصبہ یعنی روانگی کی رات آئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے تمام ساتھی حج اور عمرہ دونوں کر کے جا رہے ہیں صرف میں عمرہ سے محروم ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا جب ہم آئے تھے تو تم (حیض کی وجہ سے) بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکی تھیں؟'' میں نے کہا کہ نہیں، آپ نے فرمایا: ''پھر اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم چلی جا اور وہاں پر عمرہ کا احرام باندھ (اور عمرہ کر) ہم تمہارا فلاں جگہ انتظار کریں گے۔'' چنانچہ میں اپنے بھائی (عبدالرحمن رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تنعیم گئی اور وہاں سے احرام باندھا، اسی طرح صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بھی حائضہ ہو گئی تھیں نبی کریم ﷺ نے انہیں (از راہ محبت) فرمایا: ''عقری حلقی، تو تو ہمیں روک لے گی، کیا تو نے قربانی کے دن طواف زیارت نہیں کیا تھا؟'' وہ بولیں کہ کیا تھا، اس پر آپ نے فرمایا: ''پھر کوئی حرج نہیں، چلی چلو۔'' میں جب پہنچی تو

مُصْعِدَةٌ، وَهُوَ مُنْهَبِطٌ. وَقَالَ مُسَدَّدٌ: قُلْتُ: لَا. تَابَعَهُ جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ فِي قَوْلِهِ: لَا. [راجع: ٢٩٤، ١٥٦١]

آپ مکہ کے بالائی علاقہ پر چڑھ رہے تھے اور میں اتر رہی تھی یا یہ کہ میں چڑھ رہی تھی اور آپ ﷺ اتر رہے تھے۔ مسدد کی روایت میں (رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر) ہاں کے بجائے نہیں ہے، اس کی متابعت جریر نے منصور کے واسطہ سے "نہیں" کے ذکر میں کی ہے۔

تشریح: عقری کے لفظی ترجمہ بانجھ اور حلقی کا ترجمہ سر منڈی ہے یہ الفاظ آپ نے محبت میں استعمال فرمائے، معلوم ہوا کہ ایسے مواقع پر ایسے لفظوں میں خطاب کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْأَبْطَحِ

باب: اس سے متعلق جس نے روانگی کے دن عصر کی نماز ابطح میں پڑھی

١٧٦٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِالْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ، عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ: بِمِنًى. قُلْتُ: فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ: بِالْأَبْطَحِ، افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ. [راجع: ١٦٥٣]

(۱۷۶۳) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسحاق بن یوسف نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن رفیع نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا، مجھے وہ حدیث بتایئے جو آپ کو رسول اللہ ﷺ سے یاد ہو کہ انہوں نے آٹھویں ذی الحجہ کے دن ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی، انہوں نے کہا منیٰ میں، میں نے پوچھا اور روانگی کے دن عصر کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ ابطح میں اور تم اسی طرح کرو جس طرح تمہارے حاکم لوگ کرتے ہوں (تاکہ فتنہ واقع نہ ہو)۔

١٧٦٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْمُتَعَالِ بْنُ طَالِبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ قَتَادَةَ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، وَرَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ. [راجع: ١٧٥٦]

(۱۷۶۴) ہم سے عبدالمتعال بن طالب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ظہر، عصر، مغرب عشاء، نبی کریم ﷺ نے پڑھی اور تھوڑی دیر کے لیے محصب میں سو رہے، پھر بیت اللہ کی طرف سوار ہو کر گئے اور طواف کیا۔ (یہاں طواف الزیارہ مراد ہے)۔

تشریح: کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

امر على الديار ديار ليلى اقبل ذا جدار و ذا الجدارا
وما حب الديار شغفن قلبي ولكن حب من سكن الديارا

بَابُ الْمُحَصَّبِ

باب: وادی محصب کا بیان

تشریح: محصب ایک کھلا میدان مکہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے اس کو ابطح اور بطحا اور خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں۔

١٧٦٥۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّمَا كَانَ مَنْزِلاً يَنْزِلُهُ النَّبِيُّ ﷺ لِيَكُوْنَ أَسْمَحَ لِخُرُوْجِهِ. تَعْنِيْ بِالْأَبْطَحِ. [مسلم: ٣١٦٩، ٣١٧١]

(١٧٦٥) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ منیٰ سے کوچ کر کے یہاں محصب میں اس لیے اترے تھے تاکہ آسانی کے ساتھ مدینہ کو نکل سکیں۔ آپ کی مراد ابطح میں اترنے سے تھی۔

١٧٦٦۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَيْسَ التَّحْصِيْبُ بِشَيْءٍ، إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. [مسلم: ٣١٧٢؛ ترمذي: ٩٢٢]

(١٧٦٦) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے عطاء بن ابی رباح سے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ محصب میں اترنا حج کی کوئی عبادت نہیں ہے، یہ تو صرف رسول اللہ ﷺ کے قیام کی جگہ تھی۔

تشریح: محصب میں ٹھہرنا کوئی حج کا رکن نہیں۔ آپ وہاں آرام کے لئے اس خیال سے کہ مدینہ روانگی وہاں سے آسان ہوگی ٹھہر گئے تھے چنانچہ عصرین ومغربین آپ نے وہیں ادا کیں، اس پر بھی جب آپ ٹھہرے تو یہ ٹھہرنا مستحب ہوگیا اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی وہاں ٹھہرا کرتے تھے۔

بَابُ النُّزُوْلِ بِذِيْ طُوًى قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ، وَنُزُوْلِ الْبُطْحَاءِ الَّتِيْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

باب: مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طویٰ میں قیام کرنا اور مکہ سے واپسی میں ذی الحلیفہ کے کنکریلے میدان میں قیام کرنا

١٧٦٧۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَبِيْتُ بِذِيْ طُوًى بَيْنَ الثَّنِيَّتَيْنِ، ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الَّتِيْ بِأَعْلَى مَكَّةَ، وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا لَمْ يُنِخْ نَاقَتَهُ إِلَّا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيَأْتِي الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ فَيَبْدَأُ بِهِ، ثُمَّ يَطُوْفُ سَبْعًا ثَلَاثًا سَعْيًا، وَأَرْبَعًا مَشْيًا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ

(١٧٦٧) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ جاتے وقت ذی طویٰ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان رات گزارتے تھے اور پھر اس پہاڑی سے ہو کر گزرتے جو مکہ کے اوپر کی طرف ہے اور جب مکہ میں حج یا عمرہ کا احرام باندھے آتے تو اپنی اونٹنی مسجد کے دروازہ پر لاکر بٹھاتے پھر حجر اسود کے پاس آتے اور یہیں سے طواف شروع کرتے، طواف سات چکروں میں ختم ہوتا جس کے شروع میں رمل کرتے اور چار میں معمول کے مطابق چلتے،

فَيُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَنْطَلِقُ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَيَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَكَانَ إِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُنِيخُ بِهَا .[راجع: ٤٩١] [مسلم: ٣٢٨٤]

طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے پھر ڈیرہ پر واپس ہونے سے پہلے صفا اور مروہ کی دوڑ کرتے۔ جب حج یا عمرہ کر کے مدینہ واپس ہوتے تو ذوالحلیفہ کے میدان میں سواری بٹھاتے، جہاں نبی کریم ﷺ بھی (مکہ سے مدینہ واپس ہوتے ہوئے) اپنی سواری بٹھایا کرتے تھے۔

١٧٦٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، قَالَ: سُئِلَ عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنِ الْمُحَصَّبِ، فَحَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: نَزَلَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ. وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّي بِهَا- يَعْنِي الْمُحَصَّبَ- الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ- أَحْسِبُهُ قَالَ: -وَالْمَغْرِبَ . قَالَ خَالِدٌ: لَا أَشُكُّ فِي الْعِشَاءِ، وَيَهْجَعُ هَجْعَةً، وَيَذْكُرُ ذَلِكَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

(۱۷۶۸) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبیداللہ سے محصب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے نافع سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے محصب میں قیام فرمایا تھا۔
نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما محصب میں ظہر اور عصر پڑھتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے مغرب (پڑھنے کا بھی) ذکر کیا، خالد نے بیان کیا کہ عشاء میں مجھے کوئی شک نہیں۔ اس کے پڑھنے کا ذکر ضرور کیا پھر تھوڑی دیر کے لیے وہاں سو رہتے نبی کریم ﷺ سے بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

بَابُ مَنْ نَزَلَ بِذِي طُوًى إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

باب: اس سے متعلق جس نے مکہ سے واپس ہوتے ہوئے ذی طویٰ میں قیام کیا

١٧٦٩ـ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَقْبَلَ بَاتَ بِذِي طُوًى، حَتَّى إِذَا أَصْبَحَ دَخَلَ، وَإِذَا نَفَرَ مَرَّ بِذِي طُوًى وَبَاتَ بِهَا حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ يَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ. [راجع: ٤٩١]

(۱۷۶۹) اور محمد بن عیسیٰ نے کہا کہ ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ سے مکہ آتے تو ذی طویٰ میں رات گزارتے اور جب صبح ہوتی تو مکہ میں داخل ہوتے۔ اسی طرح مکہ سے واپسی میں بھی ذی طویٰ سے گزرتے اور وہیں رات گزارتے اور فرماتے کہ نبی کریم ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

تشریح: آج کل یہ مقام شہر میں آ گیا ہے الحمدللہ ۵۲ء کے سفر حج میں یہاں غسل کرنے کا موقعہ ملا تھا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

بَابُ التِّجَارَةِ أَيَّامَ الْمَوْسِمِ وَالْبَيْعِ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ

باب: زمانہ حج میں تجارت کرنا اور جاہلیت کے بازاروں میں خرید و فروخت کا بیان

١٧٧٠ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ، أَخْبَرَنَا

(۱۷۷۰) ہم سے عثمان بن ہیثم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن

ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَانَ ذُو الْمَجَازِ وَعُكَاظُ مَتْجَرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كَأَنَّهُمْ كَرِهُوا ذَلِكَ حَتَّى نَزَلَتْ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾ [البقرة:١٩٨] فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ. [أطرافه في:٢٠٥٠، ٢٠٩٨، ٤٥١٩]

جریج نے خبر دی، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ذوالمجاز اور عکاظ عہد جاہلیت کے بازار تھے جب اسلام آیا تو گویا لوگوں نے (جاہلیت کے ان بازاروں میں) خرید وفروخت کو برا خیال کیا اس پر (سورۂ بقرہ کی) یہ آیت نازل ہوئی ''تمہارے لیے کوئی حرج نہیں اگر تم اپنے رب کے فضل کی تلاش کرو'' یہ حج کے زمانہ کے لیے تھا۔

تشریح: جاہلیت کے زمانہ میں چار منڈیاں مشہور تھیں عکاظ، ذوالمجاز، مجنہ اور حباشہ، اسلام کے بعد بس حج کے دنوں میں ان منڈیوں میں خرید وفروخت اور تجارت جائز رہی۔ اللہ نے خود قرآن شریف میں اس کا جواز اتارا ہے کہ تجارت کے ذریعے نفع حاصل کرنے کو اپنا فضل قرار دیا۔ جیسا کہ آیت مذکورہ سے واضح ہے۔ تجارت کرنا اسلاف کا بہترین شغل تھا جس کے ذریعہ وہ اطراف عالم میں پہنچے، مگر افسوس کہ اب مسلمانوں نے اس سے توجہ ہٹالی جس کا نتیجہ افلاس وذلت کی شکل میں ظاہر ہے۔

بَابُ الْإِدِّلَاجِ مِنَ الْمُحَصَّبِ

باب: وادی محصب سے آخری رات میں چل دینا

١٧٧١ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: حَاضَتْ صَفِيَّةُ لَيْلَةَ النَّفْرِ، فَقَالَتْ: مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَكُمْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عَقْرَى حَلْقَى أَطَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ؟)) قِيلَ: نَعَمْ قَالَ: ((فَانْفِرِي)). [راجع:٢٩٤][مسلم: ٣٢٢٩؛ ابن ماجه: ٣٠٧٢]

(۱۷۷۱) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے بیان کیا، ان سے اسود نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مکہ سے روانگی کی رات صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ تھیں، انہوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ان لوگوں کے روکنے کا باعث بن جاؤں گی پھر نبی کریم ﷺ نے کہا: ''عقری حلقی، کیا تو نے قربانی کے دن طواف الزیارہ کیا تھا؟'' اس نے کہا جی ہاں کرلیا تھا، آپ نے فرمایا کہ ''پھر چلو۔''

١٧٧٢ـ قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: وَزَادَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا مُحَاضِرٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ النَّفْرِ حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((حَلْقَى عَقْرَى، مَا أُرَاهَا إِلَّا حَابِسَتَكُمْ)) ثُمَّ قَالَ: ((كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ)) قَالَتْ: نَعَمْ

(۱۷۷۲) ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا، محمد بن سلام نے (اپنی روایت میں) یہ اضافہ کیا ہے کہ ہم سے محاضر نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (حجۃ الوداع) میں مدینہ سے نکلے تو ہماری زبانوں پر صرف حج کا ذکر تھا۔ جب ہم مکہ پہنچ گئے تو آپ نے ہمیں احرام کھول دینے کا حکم دیا (افعال عمرہ کے بعد جن کے ساتھ قربانی نہیں تھی) روانگی کی رات صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا حائضہ ہوگئیں، نبی کریم ﷺ نے اس پر فرمایا: ''عقری، حلقی، ایسا معلوم ہوتا ہے

قَالَ: ((فَانْفِرِي)) قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي لَمْ أَكُنْ حَلَلْتُ قَالَ: ((فَاعْتَمِرِي مِنَ التَّنْعِيمِ)) فَخَرَجَ مَعَهَا أَخُوهَا ، فَلَقِيْنَاهُ مُدَّلِجًا: فَقَالَ: ((مَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا)). [راجع: ٢٩٤]

کہ تم ہمیں روکنے کا باعث بنوگی۔'' پھر آپ نے پوچھا: ''کیا قربانی کے دن تم نے طواف الزیارہ کرلیا تھا؟'' انہوں نے کہا کہ ہاں، اس پر آپ نے فرمایا کہ ''پھر چلی چلو'' (عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے متعلق کہا کہ) میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے احرام نہیں کھولا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھ لو (اور عمرہ کرلو)۔'' چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بھائی گئے (عائشہ رضی اللہ عنہا نے) فرمایا کہ ہم رات کے آخر میں واپس لوٹ رہے تھے کہ آپ سے ملاقات ہوئی، آپ نے فرمایا تھا کہ ''ہم تمہارا انتظار فلاں جگہ کریں گے۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ محصب سے آخر رات میں کوچ کرنا مستحب ہے۔ عقری کا لفظی ترجمہ بانجھ ہے اور حلقی کا سر منڈی، آپ نے ازراہ محبت یہ لفظ استعمال فرمائے جیسا کہہ دیا کرتے ہیں سر منڈی، یہ بول چال کا عام محاورہ ہے۔ یہ حدیث بھی بہت سے فوائد پر مشتمل ہے، خاص طور پر صنف نازک کے لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں کس قدر رافت اور رحمت تھی کہ آپ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذرا سی دل شکنی بھی گوارا نہیں فرمائی بلکہ ان کی دل جوئی کے لئے ان کو تنعیم جا کر وہاں سے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا اور ان کے بھائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو ساتھ کر دیا، جس سے ظاہر ہے کہ صنف نازک کو تنہا چھوڑنا مناسب نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ بہرحال کوئی ذمہ دار نگران ہونا ضروری ہے۔ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے حائضہ ہو جانے کی خبر سن کر آپ نے ازراہ محبت ان کے لئے عقری حلقی کے الفاظ استعمال فرمائے اس سے بھی صنف نازک کے لئے آپ کی شفقت ٹپکتی ہے، نیز یہ بھی کہ مفتی حضرات کو اسوۂ حسنہ کی پیروی ضروری ہے کہ حدود شرعیہ میں ہر ممکن نرمی اختیار کرنا اسوۂ نبوی ہے۔